ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

الحمد للہ والمنۃ کہ

جلد ہفتم

تفسیرِ فتح المنّانؔ

المشہور بہ

تفسیرِ حقانیؔ

جسمیں سورۂ قمر سے لیکر سورۂ مرسلات تک تقریبًا پونے تین پارون کی تفسیر ہے
اور جسمیں زمانہ حال کے موافق قرآن مجید کے حقائق و دقائق کو اردو زبان مین ظاہر کیا گیا ہے

بعہد ہمایون شاہ اسلام حضور پرنور نظام الملک آصف جاہ میر محبوب علیخان بہادر بادشاہ دکن خلد اللہ ملکہ

باہتمام احقر الانام محمد عبد الاحد باہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۱۳ ہجری

مطبع مجتبائی دہلی میں چھپی

فہرست مضامین کتاب ہذا

جلد هفتم

المجلد السابع

سورۂ قمر مکی ہے اس مین پچپن آیات اور تین رکوع ہین

اللہ الرحمن الرحیم

الساعة وانشق القمر ○ وان یروا آیة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر ○ وکذبوا واتبعوا اهواءهم

ت اور چاند پھٹ گیا   اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہین تو ٹلا دیتے ہین اور کہنے لگتے ہین یہ جادو ہے جو چلا آتا   اور جھٹلایا   اور اپنی خواہشون پر چلے

مستقر ○ ولقد جاءهم من الانباء ما فیه مزدجر ○ حکمة بالغة فما تغن النذر ○

ایک ٹھکانہ پر ہوتا ہے   اور ان کو ایسی خبرین معلوم ہو چکی ہین کہ جنمین عبرت ہے   اور پوری سمجھ آسکتی   فائدہ نہین دیتی عبرت کی باتین ۔

ترکیب

ف علی اقتربت وان شرطیة یعرضوا ویقولوا جوابه سحر خبر مبتدا محذوف ای هذا وکل امر مبتدا مستقر

او مصدر بمعنی یقال ازدجرته اذا نهیته عن السوء وعظته بغلظ واصله مزتجر قلبت تاء الافتعال دالا [illegible]

محذوف او بدل من ما او من مزدجر فما استفهامیة او نافیة تغن اصله تغنی لم یکتب الیاء بعد النون اتباعا لرسم المصحف والنذر جمع نذیر

بمعنی انذار ای الامور المنذرة لهم کالاخبار الماضیة والامور الاتیة ۔

تفسیر

کے نزدیک مکے مین نازل ہوئی ہے ابن الزبیر بھی یہی فرماتے ہین آیات کے فواصل را ساکنہ ہین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ قاف کو عید الضحی و عید الفطر کی نماز مین اور بڑی مجالس مین پڑھا کرتے تھے کیونکہ انمین وعد و وعید و بدء خلق و حشر و توحید و اثبات النبوات وغیرہ اہم مذکور ہین (تفسیر ابن کثیر) ۔

ے پہلے سورۂ والنجم کے خاتمہ مین قیامت کے برپا ہونیکا ذکر تھا ازفت الآزفة الآیة کہ قیامت قریب آلگی اسلیے اس مین بھی سب سے اول قیامت کے ہی قریب آنا ہے اور اسکا ذکر منصب نبوت کے لئے بڑی ضروری بات ہے کیونکہ انسان کو جب تک اسکا پورا یقین نہ ہو جائے کہ مرکر زندہ ہونا اور اپنے اعمال کا بدلا اور انکے بھلے برے پھل کھانا پڑیگا تب تک وہ سعادت کے رستے کیطرف شوق کے راستے کبھی چلتا نہین رکتا اسلیے فرماتا ہے اقتربت الساعة کہ گھڑی یعنی ساعت (یعنی وقت) قریب آلگی انیوالی خبر کا جو زمانہ گذرتا جاتا ہے وہ قریب آتی جاتی ہے خصوصاً جبکہ [illegible] ہونے لگتے ہین پھر تو اسکا قریب ثابت

قیامت کے آثار و علامات میں سے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا ہے اسی طرح چاند کا پھٹنا بھی آپکی ایک بڑی علامت ہے جس کا انبیاء پہلے انبیاء علیہم السلام سے کیا ہے اسلیئے اسکے بعد فرماتا ہے وانشق القمر اور چاند پھٹ گیا جمہور مفسرین اور تمام اہل سنت و جماعت کا یہ قول ہے کہ آیت کے ظاہری معنی مراد ہیں کس لیے کہ جب آپ مکے میں تھے تو کفار نے آپ سے کوئی معجزہ طلب کیا تھا آپ نے چاند کی طرف اشارہ کیا اور اسکے دو ٹکڑے لوگوں کو دکھائی دیے ایک ابوقبیس پہاڑ اور دوسرا اسکے قریب قیقعان پہاڑ پر نظر آیا اور لوگوں نے دیر تک دیکھا اس بات کو محدثین نے بسند صحیح نقل کیا ہے صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند امام احمد وغیرہ میں موجود ہے اس معجزہ کو دیکھ کر کفار نے یہ کہدیا کہ محمد نے جادو کر دیا ہے اسپر آیات نازل ہوئیں وان یروا آیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر کہ اگر وہ نشانی دیکھتے ہیں تو منہ موڑتے یا قدیم جادو کہتے ہیں (حقانی) اور آیات کا سیاق و سباق بھی یہی کہہ رہا ہے کسلیے کہ اول اقتربت الساعۃ فرمایا اور بعد نشانی دیکھ کر اسکو جادو کہنا اور اس سے انکار کرنے کا ذکر آیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ انشق ماضی کا صیغہ ہے مگر مراد مستقبل ہے یعنی پھٹیگا قیامت میں۔ اس قول کو محققین مفسرین نے رد کر دیا ہے امام [illegible] تفاسیر ملاحظہ کرو۔ بعض کہتے ہیں انشق القمر عرب کی زبان میں کسی بات کے ظاہر ہونے پر بطور مثل کے بولا جاتا ہے قمر سے روشن چیز کو کہا اور انشق کے معنی منصح یعنی یہ بات بالکل چاند کی طرح سے واضح ہو گئی کہ قیامت قریب آ گئی ہے عقلمندوں کے نزدیک۔

یہ قول بھی مردود ہے صحیح وہی جمہور کا قول ہے۔ مگر اسپر مخالفین اسلام نے بعض شبہات وارد کیے ہیں (۱) یہ کہ چاند اس قدر بڑا جسم ہے کہ [illegible] کرہ سے بہت زیادہ ہے باوجود اسکے اجرام علویات میں حکماء نے کون و فساد ممتنع ثابت کیا ہے (۲) اگر یہ واقعی وقوع میں آیا مان لیا جا[illegible] تو ع ایسا نہیں جو کسی پر مخفی رہتا حالانکہ اس وقت مختلف ممالک میں مورخ تھے کسی نے بھی اسکو ذکر نہیں کیا۔

اول شبہ کا یہ **جواب** ہے کہ خواہ کسی قدر عظیم المقدار جسم کیوں نہو سب اس قادر مطلق کے احاطہ قدرت میں ہیں اور کون و فساد [illegible] ممتنع ثابت کیا ہے انکے دلائل کی بنیاد محض توہمات باطلہ پر ہے جنکا بطلان علم کلام میں بدرجہ اتم ہو چکا ہے۔ **دوسرے** شبہ کا یہ **جواب** ہے کہ چاند اس وقت باعتبار کرویت زمین کے تمام ملکوں پر تو طلوع کیا ہوا تھا ہی نہیں خصوصاً آفاق بعیدہ میں تو وہ اس وقت دکھائی بھی نہیں دیتا تھا پھر ان پر اسکا پھٹنا اور پھر ملجانا کیونکر ظاہر ہوتا؟ پھر اسکو کیونکر لکھتے؟ اب رہے آفاق قریبہ کے لوگ سو وہاں تو رات کا معاملہ تھا جب کہ سینکڑوں بلکہ نصف سے زیادہ لوگ سوتے ہونگے اور ایک حصہ کثیرہ اپنے کاروبار میں مصروف ہوگا ان کو آسمان کی طرف خیال بھی نہوگا اور اسکے سوا یہ امر پہروں پہر تک نہیں رہا تھا صرف چند منٹ میں ہو گیا جو بہت کو بغیر متنبہ کیے خبر بھی نہیں ہوئی ہوگی اور نہ پہلے سے اسکا اعلان ہو چکا تھا کہ آج رات کو فلاں وقت یہ ماجرا گذریگا ان وجوہ سے یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب متوجہ تھے یا آفاق بعیدہ کے چند اور اشخاص کہ جنکو اتفاقاً یہ معاملہ دکھائی دیا پھر بھی عرب میں اسکا ایسا چرچا پھیلا تھا کہ اس وقت کے شعراء نے اسکو نظم کیا اور یہی اشعار ان کی تواریخ کا محفوظ دفتر تھا جس سے صدہا واقعات گزشتہ کا صحیح حال واضح ہوتا ہے اسکے سوا جو کسی نے تاریخ میں بھی لکھا ہو تو کیا تعجب ہے ہاں اُس وقت کے مؤرخوں کی تمام تواریخ محفوظ ہمارے پاس موجود ہوں اور ان میں سے کسی میں بھی یہ واقعہ مندرج نہو تو البتہ تعجب کی بات ہے اور جس حالت میں کہ اُس وقت کی کوئی صحیح تاریخ

ف امام احمد نے مسند میں اور دیگر محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح سے ہیں اور اپنی دو انگلیوں کو ملا کر دکھایا کہ اس طرح سے میرے بعد قیامت ہے اور اسی لیے آپ کا ایک نام حاشر بھی ہے۔

بھی ہمارے پاس نہ ہوا اور جو کوئی ہے بھی تو کسی یونانی وغیرہ کی جسمیں بجز شاہان ملک کے ایسے واقعات درج کرنے کا کم التزام کیا تھا تو پھر ہم کس اعتماد پر کہہ سکتے ہیں کہ کسی مورخ نے اسکو نہیں لکھا؟ ہندوستان کے راجہ بھوج کی ایک متواتر نقل یہاں کے باشندوں میں مشہور ہے اور غالباً کسی ہنود کی تاریخ میں بھی ہو جو راجہ بھوج کے عہد میں انکی حکومت کے حالات میں لکھی گئی ہو کہ راجہ نے جو اس وقت اپنے بام کی چھت پر بیٹھا تھا یہ واقعہ دیکھکر حیرت زدہ ہوکر اپنے علما سے پوچھا انھوں نے آں حضرتؐ کی بعثت اور آپ سے یہ معجزہ صادر ہونا بحوالہ اپنے علوم متوارثہ کے بیان کیا جس سے وہ راجہ حضرتؐ پر ایمان لایا۔

اہل مذاہب میں سے ہر شخص تھوڑی دیر کے لیے اپنی مذہبی کتابیں بھی خیال میں رکھے تو کبھی اس واقعہ پر اعتراض کرے۔ ہنود کے تو دید اور پران تو اس سے بھی بڑھ بڑھ کر واقعات سے بھرے پڑے ہیں یہود و نصاریٰ کی کتاب یشوع کو دیکھیں جسمیں لکھا ہے کہ اُس روز آفتاب ٹھہرا رہا اور عیسائی انجیل کو دیکھیں جسمیں لکھا ہے کہ مسیح کو صلیب دینے کے وقت ہیکل کے پردے پھٹ گئے اور تمام زمین پر بڑی دیر تک تاریکی چھا گئی اور قبریں کھلیں اور انمیں سے مُردے نکلے اور بعض لوگوں کو دکھائی بھی دیئے۔ حالانکہ یہود میں اُس وقت ایسے واقعات لکھنے کا دستور تھا پھر کس مورخ نے لکھا اور اسکو کس نے دیکھا؟ یہود تو معجزے کے طالب تھے اُن کو ایسا معجزہ دکھایا جاتا سب نہیں تو بہت سے ایمان لے آتے۔ حضرات عیسائی ان توہمات آمیز روایتوں کا پہلے جواب دے لیں پھر ہم سے شق القمر کے معجزے میں گفتگو کریں ✣

مستمر کے معنی بعض کہتے ہیں قوی کے ہیں۔ ابوالعالیہ و ضحاک و نحاس کا یہی قول ہے۔ اخفش کہتا ہے کہ یہ امرار الحبل سے مشتق ہے جسکے معنی ہیں مضبوطی سے بٹنا۔ فرا و کسائی و ابو عبیدہ کہتے ہیں اسکے معنی ہیں فنا ہوجانیوالے کے کہ اس جادو کا کوئی اثر باقی نہ رہیگا۔ بعض کہتے ہیں اسکے معنی ہیں ہمیشہ کے یعنی ایسے جادو ہمیشہ سے چلے آتے ہیں ✣

اسکے بعد انکی تکذیب کا اور حال بیان فرماتا ہے وکذبوا واتبعوا اھوآءھم کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا دیا اور اپنی خواہشوں کا کہنا کیا۔ اب چاہیے تھا کہ ایسے معجزے کے انکار پر عذاب الٰہی آتا اور فوراً ہلاک کیے جاتے مگر کل امر مستقر ہر بات کا ایک وقت معین ہے کسی مصلحت کی وجہ سے انکو چھوڑ رکھا ہے۔ اور اسکے یہ بھی معنی ہیں کہ ہر ایک بات کی ایک انتہا ہوتی ہے انکے کفر کی بھی انتہا ہے اسلام کے دبنے کی بھی انتہا ہے اس انتہا کے بعد انکا کفر زائل ہوکا اسلام ظہور پکڑیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس معجزے ہی پر کیا موقوف ہے ولقد جاءھم من الانباء مافیہ مزدجر ان کے پاس بہت سی خبریں پہلی امتوں کے ہلاک و برباد ہونے کی آچکیں ہیں جنمیں اہل بصیرت کے لیے نصیحت و عبرت حاصل ہو سکتی ہے حکمۃ بالغۃ کامل دانائی حاصل ہو سکتی ہے فما تغن النذر مگر ان جشم کے اندھوں اور ازلی بدنصیبوں کو پند و نصائح اور خوفناک عبرت انگیز باتوں اور ڈرانے والے پیدا کرنے والوں واعظوں کی نصیحت نے کچھ بھی فائدہ نہ دیا وہ انکے کچھ بھی کام نہ آئے یہ ویسے کے ویسے گمراہ اور اندھے ہی رہے پھر جب اُن کو اُنسے کچھ فائدہ نہیں ہوا تو اس معجزے سے کیا ہوتا اسکو بھی جادو کہہ دیا ✣

ف جیسا یہ معجزہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا ہے ایسا معجزہ کبھی کسی نبی سے صادر نہیں ہوا۔ اور انبیا کی روحانی قوت کا اثر زمین کی چیزوں پر ہوا۔ پتھر سے پانی نکلا قلزم جیسے سمندر کو چیر کر رستہ لیا لاٹھی کا اژدہا بنا یا ہاتھ میں روشنی دکھائی ان کی بددعاؤں سے سرکش ہلاک ہوئے دعاؤں سے مُردے بھی جی اُٹھے دریا کو ڈانٹا ہوا پر حکومت کی۔ مگر آسمانی چیزوں پر خاص اسی خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر پہنچا اور ایک اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اس سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت و فوقیت ثابت کی گئی

فتول عنهم يوم يدع الداع الى شيء نكر ۝ خشعا ابصارهم يخرجون من الاجداث كانهم جراد

پھر تو ان سے کنارہ کر — جس دن پکارنے والا ایک ناپسند چیز کی طرف پکاریگا — آنکھیں نیچی کیے ہوئے قبروں سے نکل پڑینگے — جیسے کہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں

منتشر ۝ مهطعين الى الداع يقول الكفرون هذا يوم عسر ۝ كذبت قبلهم قوم نوح فكذبوا عبدنا

دوڑتے ہوئے چلے جائینگے پکارنے والے کی طرف — منکر کہیں گے — یہ دن سخت ہے — ان سے پہلے نوح کی قوم بھی جھٹلا چکی ہے سو انہوں نے ہمارے بندہ کو جھٹلایا

وقالوا مجنون وازدجر ۝ فدعا ربه اني مغلوب فانتصر ۝ ففتحنا ابواب السماء بماء منهمر ۝ وفجرنا الارض

اور کہا دیوانہ ہے اور ڈانٹا ہوا ہے — پھر اس نے اپنے رب کو پکارا کہ میں تو مغلوب ہوگیا ہوں تو بدلہ لے — پھر تو ہم نے آسمان کے دروازے زور کے برستے ہوئے پانی سے کھول دیے — اور زمین کی زمین

عيونا فالتقى الماء على امر قد قدر ۝ وحملنه على ذات الواح ودسر ۝ تجري باعيننا جزاء لمن كان كفر ۝

چشمے کر دی — پھر مل گیا پانی اس حکم کے مطابق جو ٹھیرا ہوا تھا — اور ہم نے نوح کو تختوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کیا جو ہماری حمایت سے چلتی تھی اسکا بدلہ لینے کو کہ جس کا انکار کیا گیا تھا

ولقد تركنها اية فهل من مدكر ۝ فكيف كان عذابي ونذر ۝ ولقد يسرنا القران للذكر فهل من مدكر ۝

اور ہم نے اسکو نشانی بنا کر رہنے دیا کہ کوئی سمجھنے والا ہو — پھر دیکھا کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈرانا — اور البتہ ہم نے سمجھنے کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے پھر ہے کوئی کہ سمجھے؟

ترکیب

یوم ناصبہ یخرجون یدع سقطت الواو من یدع اتباعا للفظ وحذفت الیاء من الداع مبالغة فی التخفیف اکتفاء بالکسرة نکر بضم النون والکاف وباسکان الکاف ہو صفة بمعنی منکر ویقرا بضم النون وکسر الکاف وفتح الراء علی انہ فعل لم یسم فاعلہ خشعا جمع خاشع وقرئ خاشعا علی الافراد وہو حال والعامل یدعوا ابصارہم مرفوع بخشعا کانہم حال من الضمیر فی یخرجون مہطعین الاہطاع الاسراع فی المشی حال من الضمیر فی یخرجون وازدجر الدال بدل من التاء انی بالفتح ای بانی علی امر حال او ظرف والہاء فی حملناہ لنوح تجری فی موضع جر صفة باعیننا حال من الضمیر فی تجری ای محفوظة جزاء مفعول لہ کفر ای بہ وذر قال الفراء الاذکار والنذر مصدران۔

تفسیر

منکرین نے جب ایسا بڑا معجزہ دیکھکر اسکا انکار کر دیا اور اسکو جادو بتا دیا تو اب انسے حق قبول کرنیکی کیا توقع باقی رہگئی مگر نبی صلعم کو ان ازلی بدنصیبوں کو جہنم سے بچانے کی ازحد حرص تھی اسلیئے انکو حکم ہوا فتول عنہم کہ آپ انسے منہ پھیر لیں یعنی گفتگو نہ کریں کچھ فائدہ نہیں اس آیت سے یہ مراد نہیں کہ جنگ کے موقع پر آپ انسے جنگ نہ کریں اور سزا کے موقع پر سزا نہ دیں پھر اسکو آیت السیف سے منسوخ قرار دینا زائد بات ہے۔ یہانتک کلام تمام ہوگیا اور اسی لئے یہان قراء کے نزدیک وقف لازم ہے +

یوم یدع الداع الخ سے دوسری بات شروع ہوتی ہے یعنی حشر کا ہولناک واقعہ اور قبروں سے انکا حساب دینے کے لیے عدالت میں آنے کی کیفیت بیان کرتا ہے تاکہ اس بات سے منکرین حشر کے دلوں میں خوف پیدا ہو پس فرماتا ہے انکو یاد دلا کہ جسدن پکارنیوالا فرشتہ اسرافیل یا جبرئیل یا کوئی اور فرشتہ ایک کڑی چیز کے لئے یعنی ہیبتناک اور ناپسند چیز حساب کے لیئے بلائیگا اسکے آواز دیتے ہی ٹڈیوں کیطرح سے اپنی اپنی قبروں سے نکلکر عدالت کی طرف مجبور دوڑتے چلے آوینگے اور خوف اور شرم کے مارے

آنکھیں نیچی ہونگی پھیلی ہوئی ٹڈیوں سے تشبیہ اس بات میں ہے کہ جس طرح وہ کثرت سے ہر طرف سے دوڑتی ہوئی جاتی ہیں اسی طرح لوگوں کا بھی ایک ٹڈی دل ہوگا کس لیے کہ تمام انسان اگلے پچھلے سب ہی قبروں سے اُٹھیں گے اور سب خداوندی حکم کی ہیبت سے عدالت کی طرف دوڑے چلے آویں گے کسی کو مجال نہ ہوگا کہ حاضر ہونے میں مو بھر تامل کرے اور ان میں سے منکروں پر بڑی سختی ہوگی جبھی تو وہ کہیں گے کہ یہ دن سخت ہے۔

اسکے بعد ان کفار کو دنیاوی مصائب سے بھی ڈراتا ہے۔ اول تو آخرت کی دردناک مصیبت سے ڈرایا مگر آخرت کا ان کو باور نہ تھا وہ تو دنیا ہی پر غش تھے اسلیے چند انبیاء علیہم السلام اور ان کی نافرمان قوموں کی بربادی دنیا ہی کے تذکرے سنا کر دنیاوی مصائب سے ڈراتا ہے اور ولقد جاءہم من الانباء الخ کی تفصیل کرتا ہے اور سب سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم کا حال سُناتا ہے فقال کذبت قبلہم قوم نوح کہ ان سے پہلے نوح کی قوم نے بھی نوح کو جھٹلایا تھا پھر اس جھٹلانے کی مفصل کیفیت بیان فرماتا ہے۔ فکذبوا عبدنا وقالوا مجنون وازدجر کہ ہمارے بندے نوح کو جھٹلایا اور کہا کہ یہ دیوانہ مبتذل ہے ہر کوئی اسکو جھڑکتا ہے مارتا ہے۔ سینکڑوں برس یہ پاک بندے حق عبودیت ادا کرنے کے لیے انکو سمجھاتے رہے اور بجاے اسکے کہ وہ اپنے ناصح مشفق کی قدر و منزلت کرتے مارتے پیٹتے برا بھلا ہی کہتے رہے (وہ ہمارے زمانے کے واعظ یا ریفارمر نہ تھے جو بغیر منظوری خدا تعالیٰ کے یہ عہدہ جلیلہ آپ لینے کا قصد کرتے ہیں صرف چرب زبانی ہوتی ہے مگر انکی اندرونی خباثتیں اور نفسانی خواہشیں اور نمود و شہرت کی آرزوئیں انکی چرب زبانی کو صابن بنکر دھو ڈالتی ہیں جسپر جلد ہزیمت کھا کر اس فرضی عہدے کو خیر باد کہہ بیٹھتے ہیں) آخر غضب الٰہی جوش میں آیا اور نوح علیہ السلام کی عرق عبودیت کو جنبش ہوئی تو دعا کی فدعا ربہ انی مغلوب فانتصر کہ الٰہی میں دب گیا میری مدد کر۔ خاصان خدا کو بھی ایسے گستاخوں کے مقابلے میں جوش بھی آجاتا ہے جو انتقام الٰہی کا پیغام ہوتا ہے ۵

نہ توڑ دہیں تم کھلونا سمجھ کر ۔ کہ ہم بھی کسی کے بنائے ہوئے ہیں ۔ پھر کیا تھا ففتحنا ابواب السماء بماء منہمر وفجرنا الارض عیونا فالتقی الماء علی امر قد قدر کہ ہم نے آسمانوں کے دروازے کھول دیے پانی کے ریلے گرنے لگے اور زمین سے بھی پانی پھوٹ نکلا پھر یہانتک کہ خدا نے مقرر کر رکھا تھا پانی چڑھ گیا زمین کے رہنے والے اور درخت اور پہاڑ بھی ڈوب گئے۔ مگر نوح اور اسکے ساتھ والوں کو کشتی پر سوار کیا جو ہماری مدد سے چلتی تھی یہ غرق اور نوح کی نجات بدلہ ہے اسکا کہ جسکا انکار کیا تھا اور اسی کشتی کو یا اس قسم کی کشتیوں کو ہم نے دنیا میں یادگار کے لیے باقی رکھا پھر کوئی ہے کہ اس بات کو سمجھے پھر دیکھا میرا عذاب اور میرا ڈر کیسا ہوا؟۔

ف اجداث جمع جدث جسکے معنی ہیں قبر مہطعین الاہطاع دوڑنا۔ ابواب السماء احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آسمانوں کے دروازے ہیں۔ بعض کہتے ہیں یہ استعارہ ہے جیسا پانی برسنے کے وقت کہدیا کرتے ہیں کہ آسمان کے دروازے کھل گئے کیونکہ پانی تو بادلوں سے برسا کرتا ہے اور بادلوں کو آسمان بھی کہدیا کرتے ہیں منہمر پانی اوپر سے گرنا اور بہت گرنا ذات الواح کشتی۔ الواح جمع لوح تختے۔ دسر جمع دسار مضبوط کیلیں کہ جن سے تختے جوڑے جاویں۔ ترکناہا قتادہ کہتے ہیں کہ اس کشتی کو مدتوں خدا نے باقی رکھا تھا یہاں تک کہ اس امت کے لوگوں نے بھی اُسکو دیکھا۔ چند برس ہوئے کہ ترکی سیاحوں نے اس پہاڑ کی برف پگھلنے سے ایک عظیم الشان کشتی دریافت کی تھی جسکا تذکرہ اخباروں میں بھی رہا۔ اکثر کا گمان تھا یہ وہی کشتی ہے ورنہ پہاڑ پر چڑھنے کا کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا بعض کہتے ہیں ہا ضمیر جنس کشتی کی طرف راجع ہے بعض کہتے ہیں فعلۃ کی طرف کہ اس کام کو ہم نے عبرت کر دیا ترکنا بمعنی جعلنا ۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝ تَنزِعُ

قوم عاد نے جھٹلایا پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور دھمکی۔ ہم نے بھیجی ان پر آندھی نامبارک دن میں لگے تار۔ جو لوگوں کو

النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنقَعِرٍ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝

ایسا اکھیڑتی تھی کہ گویا وہ کھجور کے اکھڑے ہوئے تنے پڑے تھے۔ پھر کیسا تھا میرا عذاب اور دھمکی۔ اور البتہ ہم نے سمجھنے کے لیے قرآن کو آسان کر دیا پھر ہے کوئی کہ سمجھے؟

(ترکیب) انا ارسلنا جملہ مستانفۃ لبیان ما اجمل قبل فی یوم الظرف متعلق بارسلنا تنزع الناس الجملۃ صفۃ لریح او حال منہا کانھم حال من الناس النخل والنخیل یذکر ویونث لذا یوصف بالمذکر کما فی قولہ تعالیٰ نخل منقعر وبالمونث کما فی قولہ تعالیٰ اعجاز نخل خاویۃ وقیل التذکیر رعایۃ للفظ والتانیث رعایۃ للمعنی ونذر اصلہ نذری حذفت الیاء رعایۃ للفواصل وبقیت الکسرۃ عوضا عنہا ۞

(تفسیر) پھر دیکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا؟ پھر اس کی مجملاً کیفیت بیان فرماتا ہے۔ یہ دوسرا تذکرہ قوم عاد کا ہے کہ انہوں نے بھی پیغمبر کا انکار کیا انا ارسلنا کہ ہم نے اس قوم پر سخت آندھی بھیجی نامبارک دن میں جو لوگوں کو اکھاڑ کر پھینکتی تھی اور لوگ کھجور کے اکھڑے ہوئے پیڑوں کی طرح زمین پر مرے پڑے ہوئے تھے۔ پھر فرماتا ہے کہ دیکھو میرا عذاب اور میری تنبیہ کیسی تھی؟ اس کلمہ فکیف کان عذابی ونذر کو اسی قصہ میں دوبار ذکر کیا اول بانکار و کفر ذکر کر کے دوسرے بار سزا بیان کر کے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اول بار کے ذکر میں دنیاوی بربادی و ہلاکت کی طرف اشارہ ہو اور بار دگر میں اخروی عذاب کی طرف ایما ہو۔ ان کے اعمال بد کے نتیجہ بد کو ذکر کر کے ارشاد فرماتا ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر کہ ہم نے قرآن میں ہر قسم کے پند و نصائح ذکر کر دیے ہیں صاف صاف طور پر نہ جس میں کوئی ابہام ہے نہ معما ہے نہ ایسے رموز و اشارات ہیں کہ جن کی طرف ذہن نہ جا سکتا ہو جیسا کہ مکاشفات یوحنا اور بعض پیش گوئیاں بائبل میں ہیں نہ شاعرانہ خیال کی بلند پروازیاں ہیں بلکہ بہت صاف اور آسان۔ فہل من مدکر پھر کوئی ہے کہ سمجھے؟ اس پر بھی جو کوئی نہ سمجھے تو جان لو کہ اس کی تقدیر میں سعادت ازلی کا حصہ ہی نہیں ۞

ف قرآن کے آسان کرنے کے یہ معنی تھے جو ہم نے بیان کیے۔ اب اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ جو لغات عرب سے واقفیت نہ رکھتا ہو اور قواعد صرف و نحو و معانی و بلاغت کے ہونے سے واقف نہ ہو احکام کے علل و اسرار تک رسائی ہو حقائق غامضہ و لطائف روحانیہ تک ذہن اڑ کر نہ جاتا ہو الہام ربانی و اساس نبوت سے آشنا نہ ہو وہ بھی قرآن مجید کو ویسا ہی سمجھتا ہے جیسا کہ یہ شخص سمجھتا ہو کہ جس میں یہ سب باتیں ہوں حاشا و کلا۔ اسی لیے نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ قرآن کے لیے ظہر و بطن ہے اس کے عجائب کی انتہا نہیں۔ یہ دریا ہے بے کنارہ ہے۔ اس سے ہر شخص بقدر فہم خود حصہ پاتا ہے۔ پھر اس پر ایک ایسے جاہل کا کہ جس کو بجز ترجمے کے بارگاہ قرآنیہ تک رسائی نہیں یہ کہہ دینا کہ جو کچھ آئمہ مجتہدین و علماء مستنبطین نے قرآن سے مسائل شرعیہ و معارف حکمیہ ثابت کیے ہیں ہم کو ان کی کچھ پروا نہیں محض یاوہ گوئی اور دریدہ دہنی ہے جو آج کل ظاہر بینوں اور سرسری نظر والوں میں انگریزی الحاد اور نئی آزادی کی بدولت از حد بڑھی ہوئی ہے ۞

ف۲ فی یوم نحس یوم سے مراد مطلق وقت ہے جیسا کہ کلام عرب میں دستور ہے پس یہ آیت سورۂ سجدہ کی اس آیت کے منافی نہیں فی ایام نحسات اور نہ الحاقہ کی اس آیت کے مخالف ہے سبع لیال وثمانیۃ ایام حسوما مستمر غالباً نحس کی صفت نہیں بلکہ یوم کی جیسا کہ قرأت اضافۃ یوم نحس کی طرف اس کی مؤید ہے یوم کے مستمر ہونے سے کئی روز تک پے در پے آندھی کا چلنا مراد ہے یا مستمر کے معنی قوی کے ہیں بعض مورخوں اور مفسروں نے لکھا ہے کہ آندھی جس روز شروع ہوئی تھی وہ آخری بدھ تھا اور بدھ مہینے کا آخری بدھ منحوس ہوتا ہے۔ یہ خیال صحیح نہیں کیونکہ ایام کا فی ذاتہا انسان کی سعادت و شقاوت میں کوئی دخل نہیں اسی کے اعمال کا نیک و بد ثمرہ ایام میں ظہور کرتا ہے جیسے وہ اس دن کو منحوس یا سعید کہتے ہیں۔ وہ وہی ایک دن ہے جو سینکڑوں کے لیے نحس اور سینکڑوں کے لیے سعد ہے اگر دن میں کوئی اثر ہوتا تو سب کے لیے برابر ہوتا ایسے خیالات اور توہمات ہندوؤں اور مجوسیوں سے اہل اسلام میں بہت قدیم وقت سے چلے آتے ہیں جن سے ان کے تمدن میں بڑی دقتیں پیش آتی ہیں ۞

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ۝ فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ۝ أَأُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِن بَيْنِنَا

قوم ثمود نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا۔ پھر کہنے لگے کیا ہم اپنے میں کے ایک آدمی کے کہنے پر چلیں گے تب تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں جا پڑینگے۔ کیا ہم میں سے اسی پر وحی بھیجی گئی ؟

بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ۝ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ۝ إِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ

بلکہ وہ جھوٹا اور شیخی خور ہے۔ انکو کل کے روز معلوم ہو جائیگا کون ہے جھوٹا شیخی خورا ہم انکی آزمائش کو اونٹنی بھیجنے والے ہیں۔ پھر اے صالح انہیں دیکھتا رہ اور صبر

وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ۝ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي

اور انکو کہدے کہ پانی ان میں بٹ گیا ہے ہر ایک اپنی باری سے آئے۔ پھر قوم ثمود نے اپنے یار کو پکارا تب اسنے ہاتھ بڑھایا اور کونچیں کاٹ ڈالیں۔ پھر کیسا ہوا میرا عذاب

وَنُذُرِ ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝

اور میرا ڈرانا ہم نے ان پر ایک ہی چنگھاڑ بھیجی تھی پھر تو وہ ایسے ہو کر رہ گئے کہ جیسی چورا ہوئی باڑ۔ اور البتہ ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے پھر ہے کوئی سمجھنے والا

ترکیب

بشرا ہو منصوب بفعل یفسرہ المذکور ای انتبع بشرا منا نعت ویقرا بالرفع فہو مبتدا ومنا نعت لہ واحدا حال من الہا فی نتبعہ من بیننا حال من الہاء

الاشر بکسر الشین وضمہا لغتان مثل فرح وفرح ویقرا بتشدید الرا ہو افعل من الشر فتنۃ مفعول لہ

تفسیر

قصہ ثمود کا ہے کہ انھوں نے بھی نذر یعنی ڈرسنانے والے رسولوں کو جھٹلایا اگرچہ بظاہر انھوں نے اپنے رسول صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا مگر جو بات صالحؑ کہتے تھے وہی سب اگلے انبیاء کہتے آئے تھے پس ایک کا جھٹلانا سب کا جھٹلانا ہے۔ یا یوں کہو خدا کی طرف کے انسان کو ڈر سنانے والے انسانی انقلابات اور حوادث دہر بھی ہیں انسے بے پرواہ ہونا اور ان کو پس پشت ڈال دینا انکی تکذیب ہے۔ اور یہ بھی کہدیا کہ کیا ہم اپنے میں سے ایک شخص کے جو ہماری برابر ہے تابع ہو جاویں ؟ اسمیں کیا فوقیت ہے جو اسی پر خدا کی طرف سے نصیحت نازل ہوتی ہے اسکے تابع ہونا گمراہی اور مصیبت میں پڑجانا ہے بلکہ یہ جھوٹا شیخی خورا ہے اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سیعلمون غدا کل کے روز انکو معلوم ہو جاویگا کہ کون جھوٹا شیخی خورا ہے ؟۔ اب ہم انکی آزمائش کو ایک اونٹنی بھیجتے ہیں اسکو دیکھ اور صبر کر اور کہدے کہ پانی پینے کو ہر ایک اپنی باری سے گھاٹ پر آوے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور قوم نے ایک بدکردار کو آمادہ کیا اسنے ہاتھ بڑھایا اور اسکی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر انپر عذاب آیا ایک ہیبتناک آواز رات میں آئی پھر سخت زلزلہ آیا جس سے سب چورا چور ہو کر رہ گئے اس کا مفصل بیان سورۂ ہود میں ہو چکا ہے ؂

اس قصہ کو تمام کر کے فرماتا ہے کہ قرآن مجید میں ایسے ایسے عبرت انگیز واقعات ہیں ہم نے قرآن کو آسان کر دیا ہے کوئی ہے کہ سمجھے ؟۔ ؂

ف۳ سعر آگ کا شعلہ۔ جنون۔ جمع سعیر کی۔ (ابو عبیدہ) فرا کہتے ہیں کہ اسکے معنی ہیں سختی اور شقت کے (۲) اشر بروزن فعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے اسکے معنی ہیں خوشی کرنے والا اور اترانے والا جسکا ٹھیک ترجمہ ہے شیخی مارنے والا (۳) شرب بکسر شین پانی کا حصہ ؂

ف۴ ہشیم ایندھن۔ محتظر جمہور نے بکسر ظا پڑھا ہے یعنی اسم فاعل جسکے معنی ہیں کانٹوں کی باڑ بنانے والا جو کھیت یا مویشی کی حفاظت کے لیے بنایا کرتا ہے

؎۱ اسمیں اس طرف اشارہ ہے کہ انکے نبی وہ بات لائے تھے جسپر پہلے انبیاء قائم تھے کوئی نئی بات نہ تھی نہ بے سند بات ۱۲ منہ

[illegible] کے معنی ہیں [illegible] یا پاگل کہتے ہیں مراد ہے جو ادھورا اور شکستہ ہونا ۔

ف [illegible] اول بشر کو مقدم کیا جس میں ان کفار کے وجوہ انکار و اسباب عدم اتباع رسول علیہ السلام کی طرف [illegible] اشارات ہیں **اول** بشرا یعنی انسان ہونا ان کے نزدیک انسان کے مناسب نہ تھا وہ سمجھتے تھے کہ انسان سب برابر ہیں [illegible] بات نہیں [illegible] ہے ہم اس کے کہنے پر چلیں **دوم** منا کو نکرہ بیان کیا جس سے اس کی تحقیر مقصود تھی یعنی بشر بھی کوئی نامور معزز معروف شخص نہیں جسکے پاس دنیاوی عزت کا کوئی سامان نہیں نہ مال و اسباب ہے نہ اور کوئی تجمل کی بات ہے ایک فقیر آدمی ہے **سوم** منا یعنی ہم لوگوں میں کا ایک آدمی عقلا کے نزدیک مجانست انسان کا اصلی حال دریافت کرنے میں اعتقاد لانے کا عمدہ ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ اپنے لوگوں سے اس کی کوئی بات مخفی نہیں رہتی مگر ان حمقا کے نزدیک یہی ایک عیب کی بات تھی سچ ہے اپنے لوگ اور ہمزاد اور ہموطن اپنے آدمی کے کمالات پر بہت کم اعتقاد لایا کرتے ہیں اسی لیے حکما اور عرفا کا قول ہے کہ آدمی کی اس کے وطن میں قدر نہیں ہوتی باغ میں پھول کی اور کان میں جواہر کی قدر نہیں جب وہ اپنے وطن سے نکل کر دوسروں کے ہاتھ میں آتا ہے تو بڑی قدر و منزلت پاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کاملین کو قضا و قدر نے ترک وطن کیا ہے اور اسی سبب سے جناب رسول کریم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم وطن چھوڑنے اور ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں تشریف لانے پر مجبور کیے گئے۔ **چہارم** واحدا یعنی اکیلا ہونا اسکے ساتھ جماعت کثیر نہ ہونا بھی اسکی کسرشان کا باعث عام لوگوں میں سمجھا گیا۔ اور یہی بات عموماً قوموں کی جبلی ہو گئی ہے اسی لیے ہر ملک کے لوگوں نے اپنے ہموطن اور ہم قوم اور دنیاوی تجمل و حشمت نہ رکھنے والے نبی کا انکار ہی کر دیا ہے اور اب تک بنی آدم اسی گمراہی میں مبتلا ہیں ہم قوم اور ہموطن اہل کمال کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھا کرتے ہیں اور اسی طرح جسکے پاس سامان و اسباب دنیاوی اور ظاہری حشمت و عزت اور جماعت و اعوان و انصار نہیں ہوتے خواہ وہ کیسا ہی باکمال ہو اسکی طرف متوجہ نہیں ہوتے آجکل تو کمالات انسانیہ کا دارومدار حشمت و مال و اعوان و انصار پر ٹھیر گیا ہے۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اس زمانے میں حسیات میں انسان نے ترقی کی ہے مگر روحانی کمالات میں بہت پستی ہو گئی ہے اور یہی سبب ہے کہ خواہش اور ریاکاری و عیاری و نفس پرستی نے بہت رواج پایا ہے اور پانا بھی چاہیے تھا کیونکہ جس قدر مادی ہر حق سے لوگوں کو زمانہ دور کھینچے لیے جا رہا ہے اسی قدر ان کی روحانی قوت میں سستی اور ضعف آتا جا رہا ہے اور یہی سبب ہے کہ اس زمانے میں نفوس قدسیہ حضرات اولیاء کرام بہت کم نظر آتے ہیں ۔

خدا تعالیٰ نے اس ایک چھوٹے سے فقرے میں انسانی جبلت اور اسکے آثار بتلا کر ایمانداروں کو کس لطف و پیرایہ میں اسباب ظاہری پر کمالات کی قدردانی کو منحصر جاننے کو منع فرمایا اور یہ بات بتلادی کہ ان باتوں کی طرف نظر نہ کیا کرو اصلی بات کو دیکھو۔ ان اسباب کے مفقود ہونے پر کفار اپنے نبی کی اتباع کرنے کو گمراہی اور جنون سمجھتے تھے انا اذا لفی ضلال وسعر۔ اور ہم جنس اور ہموطن ہونے کے سبب سے ان کو اس بات کا کمال تعجب تھا کہ ہم میں سے یہ کیونکر خدا کا نبی ہو گیا االقی الذکر علیہ من بیننا آخر جب فہم نے رسائی کی تو یہی کہہ بیٹھے بل ہو کذاب اشر کہ یہ تو جھوٹا شیخی خورا ہے۔ چونکہ وہ اس قابل نہ رہے تھے کہ دلائل ان کے سامنے پیش کیے جاتے اور وہ انہیں غور کرکے نتیجہ نکالتے اسلیے منزہی کے تازیانے کی ان کو خبر دی گئی جیسا کہ بہائم اور بے عقلوں کو سمجھایا جاتا ہے فقال سیعلمون غدا من الکذاب الاشر ۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ ۝ نِعْمَةً مِنْ عِنْدِنَا كَذَٰلِكَ نَجْزِي

قوم لوط نے ڈرانے والوں کو جھٹلایا ... ہم نے ان پر پتھر برسانے ... مگر لوط کے خاندان پر ... صبح کو بچالیا ... اپنی مہربانی سے ...

مَنْ شَكَرَ ۝ وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ۝ وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ

... اور بیشک لوط نے انکو ہماری پکڑ سے ڈرا دیا تھا پھر وہ خوف کی باتوں میں جھگڑنے لگے ... اور وہ اسکے مہمانوں کو ... چاہتے ... پھر ہم نے ان کی آنکھیں ... مٹا دیں ...

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُسْتَقِرٌّ ۝ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

اور ان پر صبح کو سویرے عذاب آپڑا جو قائم ہو چکا تھا ... میرا عذاب اور ... اور ہم نے سمجھنے کے لیے قرآن کو آسان کر دیا ہے پھر کوئی ہے سمجھنے والا ۔

ترکیب

حاصبا اسم فاعل من حصب ... منصوب ... قال فی ... التی ... الا آل لوط استثناء متصل ... فی محل ... حال ... بسحر ... نعمۃ منصوب علی المفعول لہ ... فتماروا بالنذر ... تفاعلوا من المریۃ وہی الشک ... ۔

تفسیر

یہ چوتھا قصہ قوم لوط کا ہے کہ انھوں نے بھی نبیوں کی باتوں کو جھٹلایا جس سے ان پر بلائے عظیم نازل ہوئی یہ قصہ کئی ایک جگہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے مختصر یہ ہے کہ لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سفر مصر میں ساتھ تھے دونوں کے مواشی بکثرت تھے اسلئے دونوں کو جدا ہونا پڑا حضرت ابراہیم کنعان میں رہے اور حضرت لوط یردن ندی کی ترائی میں جہاں سدوم اور عمورہ شہر آباد تھے۔ یہاں کے لوگ بڑے بدکار اور بت پرست تھے مردوں سے مباشرت کیا کرتے تھے حضرت لوط نے بہت کچھ وعظ ونصیحت کیا مگر وہ بدبخت اپنی نا پاک شہوت کے نشے میں اندھے تھے نہ مانا اور جھٹلایا اب انتقام الٰہی کا وقت قریب آیا ۔

کہ دو فرشتے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مل کر آئے تھے لڑکوں کی شکل میں شام کے وقت حضرت لوط کے پاس سدوم کے پھاٹک پر پہنچے تھے ظالم حضرت ان مہمانوں کو گھر لے گئے سدوم کے مردوں نے جوان سے لیکر بوڑھے تک سب لوگوں نے ہر طرف سے انکا گھر گھیر لیا اور انھوں نے پکار کر لوط کو کہا کہ وہ جو آج کی رات تیرے یہاں مہمان آئے ہیں کہاں ہیں انہیں ہمارے پاس لا تاکہ ہم انسے صحبت کریں تب لوط دروازے سے ان پاس باہر آیا اور دروازہ اپنے پیچھے بند کیا اور کہا کہ بھائیو ایسا کام مت کرو تب انھوں نے کہا کہ ہٹ جا تو گذران کرنے آیا ہے یا حاکمی کرنا چاہتا ہے اب ہم تیرے ساتھ ان سے زیادہ برائی کرینگے پھر وہ لوط پر حملہ کرنے لگے اور دروازہ توڑنے لگے تب ان فرشتوں نے اپنا ہاتھ بڑھا کے لوط کو اپنے پاس گھر میں کھینچ لیا اور دروازہ بند کر دیا اور ان مردوں کو جو گھر کے دروازے پر تھے کیا چھوٹے کیا بڑے اندھا کر دیا سو وہ دروازہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے تب فرشتوں نے لوط سے کہا تو اپنے لوگوں کو لیکر اس مقام سے نکل جا کیونکہ ہم اسکو غارت کریں گے صبح کو لوط اپنی بیوی اور دونوں بیٹیوں کو لیکر نکل گئے اور شہر ضغر میں پہنچے اور جب ضغر میں داخل ہوئے سورج کی روشنی زمین پر پھیلی تب خداوند نے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ آسمان سے برسائی اور ان شہروں کو غارت کر دیا مگر اسکی جورو نے اسکے پیچھے پھر کے دیکھا اور وہ نمک کا کھمبا بن گئی اور ابراہیم نے ... اس تمام زمین کے میدان کی طرف نظر کی اور کیا دیکھا کہ زمین پر سے ... دھواں اٹھ رہا ہے ... (توریت سفر پیدایش باب ۱۹) ۔

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ

اور البتہ فرعون والوں کے پاس ڈرسنانے والے آئے۔ انھوں نے ہماری سب نشانیوں کو جھٹلایا پھر تو ہمنے انکو بڑی زبردست پکڑسے پکڑا۔ کیا تمہارے منکر انسے کچھ بہتر ہیں ؟

اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِی الزُّبُرِ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝

کیا تمہارے لیے اگلی کتابوں میں بری ہونا ہے ؟ کیا یہ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت زورآور ہے۔ جلد یہ جماعت شکست کھائیگی اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی +

ترکیب

النذر جمع نذیر او مصدر بمعنی الانذار۔ اخذ منصوب علی المصدریۃ۔ اکفارکم الاستفھام الکاری فی الزبر صفت لبراۃ اے براۃ مکتوبۃ فی الزبر اے الکتب السماویۃ المنزلۃ علی الانبیاء السابقین۔ الدبر والمراد الادبار لارادۃ الجنس اولان کل واحد یولی دبرہ وقیل لاجل وبرہ وقیل رؤس الای وقیل فی الافراد اشارۃ الی انھم فی التولیۃ والھزیمۃ کشخص واحد فلا یقدرون علی المقابلۃ +

تفسیر

فرعونیوں کا حال

یہ **پانچواں قصہ** فرعونیوں کا ہے۔ آل فرعون سے صرف اس کا خاندان ہی مراد نہیں بلکہ وہ بھی۔ ان کے پاس خدا کی طرف سے موسیٰ کی معرفت خوف اور دہشت دلانے والی باتیں پہنچیں مگر وہ بدبخت ازلی جو جاہ و حشم کے نشے میں بدمست ہو رہے تھے کب ڈرنے والے اور اپنی بدکاریوں سے باز آنے والے تھے ؟ خدا تعالیٰ کی کسی نشانی کو بھی نہیں مانا۔ خدا تعالیٰ کی نونشانیاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئیں تھیں جو انھوں نے فرعونیوں کو وقتاً فوقتاً دکھائیں ید بیضا عصیٰ وغیرہ۔ اسکے سوا اور بھی صدہا خداوند تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے حالات کا تغیر عالم کا تبدل اور ارضی و سماوی حوادث اور اسکے عجائبات قدرت پہاڑوں اور دریاؤں اور زمین و آسمان کے بے انتہا قدرت کے کارخانے خداوند تعالیٰ کی نشانیاں ہیں انہیں غور و فکر کرنیوالے کو ہدایت کے صدہا ہونے ہیں پھر جو کسی میں ہی خو نہیں کرتا تو وہ ان سب کو جھٹلا جاتا ہی پھر اسپر ہدایت کے دروازے بند نہوں تو اور کیا ہو ؟ +

جب فرعونیوں کی یہ حالت ہوئی تو اُن کو ہمنے خوب پکڑ کر قابو میں کیا۔ انپر ہر طرح کی بلائیں آئیں۔ فرعون اور اُسکا لشکر بحر قلزم میں غرق ہوا۔ یہ قصے سنا کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل لوگوں سے خطاب کرتا ہے کہ اکفارکم خیر اے عرب یا اے اہل مکہ کیا تمہارے کافر ان پہلے کافروں سے جو ہلاک ہوئے اور جنکے تذکرے تم سے آئے بہتر ہیں کہ ان کو وہ ہلاکی و بربادی پیش نہ آویگی ؟ اگر بہتر نہیں تو دوسری صورت بچنے کی یہ ہے کہ تمہارے لیے پہلی کتابوں میں کوئی برات لکھدی گئی ہے ؟ کیا تمکو کوئی پروانہ مل گیا ہے کہ تمپر عذاب نہ آویگا ؟ تیسری بات دنیا میں عذاب سے مامون ہونے کی اپنی ذاتی قوت ہے اپنی جماعت کے زور و شوکت سے خدا تعالیٰ کے قہر و جبروت کو مقابلہ کر کے ٹلا سکتے ہو۔ سو یہ بھی نہیں کیونکہ سیھزم الجمع ویولون الدبر۔ یہ پسپا ہو جاویں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ بخاری و نسائی نے روایت کی ہے کہ جنگ بدر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم درع پہنکر مقابلے میں نکلے اور یہ آیت پڑھتے تھے۔ ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کونسی جماعت غالب ہوگی کونسی مغلوب ؟ ہاں پھر جب بدر کے روز آپ یہ آیت پڑھتے ہوئے برآمد ہوئے تو اسکا مطلب معلوم ہوا۔

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۝ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِىْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِى النَّارِ عَلٰى

بلکہ وہ گھڑی انکے وعدے کا وقت ہے اور وہ گھڑی بڑی سخت اور تلخ ہے۔ بیشک گنہگار گمراہی اور جہالت میں ہیں۔ جس دن کہ آگ میں منہ کے بل

وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ اِنَّا كُلَّ شَىْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ وَمَاۤ اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۝ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَاۤ

گھسیٹے جاویںگے۔ تو آگ کا مزا چکھو۔ تحقیق ہمنے ہر چیز اندازے سے بنائی ہے۔ اور ہمارا حکم ایک ہی بات ہے جیسا کہ پلک کا جھپکنا۔ اور البتہ ہم تمہارے جیسوں کو

اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ وَكُلُّ شَىْءٍ فَعَلُوْهُ فِى الزُّبُرِ ۝ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝ اِنَّ

غارت کر چکے ہیں پھر کوئی سمجھنے والا ہے؟۔ اور جو کچھ انھوں نے کیا ورقوں میں لکھا گیا۔ اور ہر بات چھوٹی اور بڑی لکھی ہوئی ہے۔ بیشک

الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝ فِىْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ ۳

پرہیزگار باغوں اور نہروں میں ہونگے سچے مقام میں بادشاہ قادر کے پاس ۔

ع ۳

ترکیب

ادہی اسم تفضیل من الداہیۃ وہی الامر المنکر الفظیع الشدید وامر اشد مرارۃ من عذاب الدنیا کل شیء والجمہور علی نصب کل بالاشتغال لانہ عطف علی جملۃ فعلیۃ لتفسیرہ ما بعدہ وقرئ بالرفع علی الابتداء کلمح اللمح النظر علی السرعۃ وفی الصحاح لمحہ والمحہ اذا ابصرہ بنظر خفیف والاسم اللمحۃ۔ کل شیء مبتدأ فی الزبر خبرہ مقعد صدق من اضافۃ الموصوف الی الصفۃ ای فی مجلس حق ومکان مرضی وہو الجنۃ او موضع لہ مزیۃ علی سائر الاماکن فی مقعد صدق بدل من قولہ فی جنت و قولہ عند ملیک بدل منہ ویحتمل ان یکون صفۃ مقعد صدق ۔

تفسیر

کفار کے حق میں پہلے بطور پیشین گوئی کے فرمایا تھا کہ ان کی جماعت ہزیمت کھا کر بھاگے گی (ایسا ہی ہوا بھی) اب یہاں یہ بات بتلاتا ہے کہ اس بھاگنے ہی پر انکی سزا و سرزنش موقوف نہیں بل الساعۃ موعدہم بلکہ انکے عذاب کامل کا وقت ساعت یعنی قیامت ہے وہ سخت مصیبت کی گھڑی اور بڑی تلخ ہے وہاں کی مصیبت دنیا کی مصیبت سے بہت ہی سخت ہے یعنی ان کو دنیا میں بھی سزا ملیگی اور آخرت میں اس سے بھی بڑھکر اس کے بعد وہاں کے عذاب کا قانون بتاتا ہے کہ وہ کس کو ہوگا اور کیونکر ہوگا؟ فقال ان المجرمین فی ضلال وسعر کہ مجرمین یعنی گنہگار اللہ اور رسول کے نافرمان کفار و مشرکین (تعمیم ہے ضعیف روایتوں سے قدریہ وغیرہ کے ساتھ مخصوص کرنا تکلف ہے) دنیا میں گمراہی میں ہیں نجات کا رستہ بھولے ہوئے ہیں انکی یہ گمراہی اور جرم آتش جہنم ہو جاویگی۔ یا یوں کہو جنت کا رستہ بھولے ہوئے ہیں اور جہنم میں ہونگے۔ یوم یسحبون اس دن وہ اپنے تکبر کے بدلے میں منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جاویں گے اور ان کو کہا جاوے گا کہ آگ لگنے کا مزہ چکھو ۔

قیامت کے قائم ہونے اور وہاں مجرموں کے عذاب پانے کا ذکر کیا تھا لیکن یہ بات دو امر کے ثبوت پر موقوف تھی۔ اول یہ کہ ہر چیز کا خدا خالق ہے اور ہر چیز اسنے اندازے سے پیدا کی ہے۔ فقال انا کل شیء خلقناہ بقدر کہ ہر چیز کو ہمنے ایک اندازے سے پیدا کیا ہے۔ منجملہ ہر شے کے عالم دنیا بھی ہے اسکی بھی ایک حد معین ہے آخر ایک روز یہ تمام ہوگا اور یہی قیامت کا دن ہے۔

سـ۵ ہر ایک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہے ۔

دوسری بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی مخلوقات پر ہر طرح سے حکمران ہے اسکے حکم کے نافذ ہونے میں کوئی بھی دیر نہیں لگتی پس جب وہ قیامت قائم کرنا چاہیگا
اور ہاں مجرموں کو سزا دینا چاہیگا تو فوراً کر دیگا اسی بات کو اس آیت میں بیان فرمایا ہے وما امرنا الا واحدۃ کلمح بالبصر کہ ہمارا حکم ایک ہی کلمہ ہے وہ کن
اور جب ہم ہونے کا حکم کرتے ہیں تو وہ بہت جلد ہو جاتا ہے جس طرح آنکھ جھپکنے میں دیر نہیں لگتی اسی طرح قیامت برپا ہونے میں اسکے حکم کے بعد دیر نہ ہوگی۔
اور نیز عالم خلق کو انا کل شیء خلقناہ بقدر میں ذکر کیا تھا پس مناسب تھا کہ عالم امر کو بھی ذکر کرتے اسلیے وما امرنا الا واحدۃ ذکر کیا ✦

ف خلقناہ بقدر صاف دلالت کر رہا ہے کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہے نافع ہو خواہ ضار ہو اور اسنے ہر چیز کا اندازہ اور پورا پیمانہ ازل میں پیدا کرنے میں ملحوظ رکھی ہے۔
اور ان بنی آدم میں مختلف مضامین جانشین ہوتے آئے ہیں مشرکین تمام حوادث کو ستاروں کی تاثیرات اور انکے اتصالات سے پیدا ہونا خیال کرتے تھے اور
خدا تعالیٰ کے سوا اوروں میں بھی قدرت ثابت کرتے تھے اسلیے انکو بھی قدریہ کہا جاتا ہے اور بعض لوگ اپنے افعال میں اپنے تئیں مستقل قادر سمجھتے ہیں۔
کہتے ہیں بندہ ہی خالق و خدا اپنے نیک و بد اعمال کا ہے علم ازلی سے انکو کچھ بھی تعلق نہیں۔ یہ عقیدہ آج کل کے نیچریوں اور بعض ہنود کا ہے اور مسلمانوں میں
بھی ایک فریق تھا جسکو **قدریہ** کہتے تھے بایں لحاظ کہ یہ قضا و قدر کے منکر ہیں انھیں کی مذمت میں احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ اور فرقہ معتزلہ بھی انھیں کے
قریب قریب ہے بلکہ شیعہ بھی۔ ان کے مقابلہ میں ایک دوسرا فریق تھا جسکو **جبریہ** کہتے تھے انکا اعتقاد تھا کہ بندہ محض بے بس ہے جو کچھ اس سے سرزد ہوتا ہے
اس طرح سے ہوتا ہے کہ جیسا مرتعش کا ہاتھ ہلنے میں بے خود اور مجبور ہو کر حرکت کرتا ہے پہلا فریق اس جبریہ فریق کو قدری کہتا تھا کہ یہ کہتے ہیں کہ خدا پر اسنے ہمکو قائم
کیا تو ہمنے کیا بایں معنی کہ یہ اثبات قدر کرتے ہیں۔ مگر **سنت والجماعت** کا فریق نہ قدر کا قائل ہے نہ جبر کا۔ وہ کہتے ہیں جو کچھ ہو رہا ہے اور ہوگا
یہانتک کہ ہمارے افعال و حرکات ان کا بھی خدا تعالیٰ کو ازل میں علم تھا بندے کو اختیار ہے مگر اس اختیار میں مستقل نہیں اسکے جمیع افعال کا بھی وہم
ہی خالق ہے بندہ کا سب ہے اس کسب پر اسکو ثواب و عذاب ملتا ہے اور مدح و ذم کا مستحق ٹھیرتا ہے ✦

پھر جب اپنا خالق اور عالم امر کا مالک ہونا ثابت کیا گیا تو اسکے بعد اپنی قدرت کاملہ (جزاو سزا دینے کے پیرایہ میں) ثابت کرتا ہے فقال ولقد اہلکنا
اشیاعکم فہل من مدکر کہ ہمنے اپنی قدرت و جبروت سے اے کفار قریش تم جیسے بہت لوگ غارت کر دیے پھر کوئی سمجھنے والا ہے۔ یعنی پھر تمکو کیا امن ہے
اور کونسی بات حائل ہی جو بلا کی سے مانع آویگی؟ ✦

اسکے بعد اپنا بے انتہا علم ثابت کرتا ہے جو عدالت و جزاو سزا اعمال کے لیے اور وہ بھی دوسرے عالم میں ضرور ہے فقال وکل شیء فعلوہ فی الزبر
کہ جو کچھ انھوں نے کیا ہے وہ سب دفتر اعمال میں موجود ہے اور ہر بات لکھی ہوئی ہے۔ اس لکھنے اور دفتر اعمال کی کیفیت ہم کئی بار بیان کر آئے ہیں کہ
وہ لکھنا اس قلم و دوات سے نہیں نہ وہ دفتر دنیا کے کاغذوں پر ہے ✦

پہلے مجرموں کی کیفیت سزا بیان کی تھی اب فرمانبرداروں کا انجام نیک بیان فرماتا ہے فقال ان المتقین فی جنات ونہر کہ پرہیزگار جو زیور
ایمان و اعمال صالحہ سے مزین ہیں مرنے کے بعد باغوں اور نہروں میں ہونگے۔ یہ جنت جسمانی ہے فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر عمدہ موقع میں
خداوند تعالیٰ کے پاس رہیں گے۔ یہ جنت روحانی ہے جو متقین میں سے خاص ابرار و احرار کا حصہ ہے۔ مرنے کے بعد انکی روح حظیرۃ القدس
کی طرف عالم بالا میں محبوب ازلی کے پاس جاکر آرام پاتی ہے تحت رب العالمین کے دہنی طرف بیٹھنے سے یہی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمکو بھی اس بارگاہ
قدس میں کاش اپنے ابرار کی صف نعال ہی میں جگہ دے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز ✦

سورۃ الرحمن مکیہ ہے اسمیں اٹھتر آیات تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۞ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۙ وَّالنَّجْمُ

رحمان نے قرآن سکھایا۔ اسنے انسان کو پیدا کرکے اسکو بولنا سکھایا۔ سورج اور چاند حساب پر لگے ہوے ہیں۔ بوٹیاں

وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۞ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۙ اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ ۞

اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔ اور آسمان کو اسنے بلند کیا اور ترازو قائم کی۔ تاکہ تم اندازے سے نہ بڑھو +

ترکیب

الرحمن ذہب قوم الی انہا آیۃ فالمبتدأ محذوف تقدیرہ اللہ الرحمن۔ وعلی قول الاخرین الرحمن مبتدأ وما بعدہ الخبر۔ خلق الانسان مستانف وکذا علمہ ویمکن ان یکون حالا من الانسان وقد محذوف۔ بحسبان قال الاخفش الحسبان جماعۃ الحساب مثل شہب وشہبان۔ وقیل مصدر مفرد بمعنی الحساب کالغفران والکفران۔ والجار یتعلق بیجریان محذوف۔ والسماء منصوب بفعل محذوف یفسرہ المذکور الا تطغوا لئلا تطغوا فلا نافیۃ وتطغوا منصوب بان وقبلہا لام العلۃ مقدرۃ وقیل ان مفسرۃ لان فی الوضع معنی القول +

تفسیر

جمہور کے نزدیک یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ حسن و عروۃ و عکرمہ و جابر و ابن عباس کا قول ہے اور ابن مسعود و مقاتل کہتے ہیں مدینہ میں نازل ہوئی ہے اول قول اصح ہے کیونکہ امام احمد و ابن مردویہ نے اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں رکن کی طرف منہ کیے ہوئے اس سورۃ کو پڑھتے سنا اور مشرکین بھی فبای آلاء ربکما تکذبان سن رہے تھے۔ یہ اس سے پہلے کا ماجرا ہے کہ حضرت کو صاف صاف سنا دینے کا حکم ہوا تھا۔ انتہی +

اس سورۃ میں بھی انھیں تینوں اہم مسائل کا بڑے لطف و خوبی کے ساتھ اثبات ہے اور کن کن معانی خیز اور دل پر اثر کرنے والے پیارے پیارے الفاظ اور عرب کی میٹھی بول چال میں خاص انھیں کے مذاق کے موافق کر کے جملے لا کر ان کو دل نشین فرمایا ہے +

شعرائے عرب بلکہ عجم چند اشعار مختلف المضامین کے بعد ایک بند بطور مسدس یا مخمس کے ایک اشتراک خاص ملحوظ رکھ کر مکرر لایا کرتے ہیں جس سے اس مضمون کی خوبی دوبالا ہو جاتی ہے اور طبیعت سامع جو کسی قدر غافل ہو جاتی ہے اس پر ایک کوڑا سا تنبیہ کرنے کے لیے پڑ جایا کرتا ہے۔ اس سورۃ میں وہ بند فبای آلاء ربکما تکذبان[۵] ہے جو ہر ایک جان بخش مضمون کے بعد مکرر آکر مطالب میں جان ڈال دیتا ہے۔ اس بات کا لطف انھیں کو زیادہ آتا ہے جو کچھ مذاق سخن بھی رکھتے ہیں۔ عبارت کا دلکش ہونا بھی اثر کلام میں بڑی تاکید کرتا ہے +

پہلا مسئلہ جو منجملہ اصول کے ایک بڑی اصل ہے اثبات نبوت و قرآن کا منجانب اللہ ہونا ہے اسلیے اس سورۃ میں سب سے اول اس کو کس لطف کے ساتھ بیان فرماتا ہے

---

[۱] رکن فنائے کعبہ کے ایک گوشہ کا نام ہے ۱۲ منہ [۵] یہ جملہ اس سورۃ میں اکتیس جگہ آیا ہے آٹھ بار اسکی نعمتیں اور عالم علوی و سفلی کے عجائبات قدرت ذکر کرنے کے بعد اور سات بار بتعداد ابواب جہنم دوزخ کے شدائد ذکر کرنے کے بعد کیونکہ مومنین سے ان بلاؤں کا دفع کرنا بھی بڑی نعمت ہے اور آٹھ بار دو جنت اور ان کے ثمار اور ان کے رہنے والوں کے حسن و جمال ذکر کرنے کے بعد بعدد ابواب جنت کہ وہ بھی آٹھ ہیں اور آٹھ بار ان کے سوا دو جنتوں کی کیفیات بیان کرنے کے بعد جس میں اشارہ ہے کہ جو کوئی ایمان لاوے گا نیک کام کرے گا وہ دوزخ کے ساتوں دروازوں سے امن میں رہیگا اور دونوں جنتوں کے ثمار حاصل کرے گا۔ اور اس جملہ کے بعد شکریہ کہنا چاہیے لا بشیء من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد ۱۲ منہ

فمآل الرحمٰن علم القرآن کہ رحمان نے قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا ہے نہ اسنے اپنے جی سے بنالیا ہے نہ کسی جن خبیث کا شیطانی کلام ہے۔ الرحمٰن میں اس طرف اشارہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم و نزول اسکی رحمت خاصہ کا مقتضی ہے کیونکہ اس وقت مشرق و مغرب تک دنیا تاریک و خراب ہو رہی تھی دنیا گمراہیوں کی دریائے بیکنار میں غوطے کھا رہی تھی اسکی رحمت کب اس طرح ہلاکت میں چھوڑتی اسلیئے آپ نے قرآن تعلیم کیا جو ان ڈوبتوں کے لیے نجات کی کشتی اور ان اندھیریوں کی قعر میں مبتلاؤں کے واسطے آفتاب ہدایت ہے +

اور الرحمٰن کے مقدم کرنے نے اس بات کو اور بھی واضح کردیا۔ یہ بات بھی ثابت کردی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو بظاہر امّی تھے یعنی کسیکے شاگرد نہ تھے وہ خاص تلمیذ رحمان تھے خلق الانسان علمہ البیان ہمیں اپنی رحمت خاصہ کا اظہار کرتا ہے کہ انسان کو اسنے اپنی رحمت سے پیدا کیا اور پیدا کرکے دیگر حیوانات کی طرح گونگا نہیں چھوڑا بلکہ اپنی مہربانی سے اسکو بولنا سکھایا۔ پھر جسنے انسان کو بولنا سکھایا وہ رحمان بندوں کے درست کرنے کے واسطے محمد صلعم کو قرآن کیوں نہ سکھاتا ؟ +

اور تعلیم بیان ہی پر اس کی رحمت کا ظہور منحصر نہیں بلکہ اسنے انسان کے فائدے کے لیئے الشمس والقمر بحسبان چاند اور سورج کو حساب میں لگا رکھا ہے یعنی وہ اس معین اور اندازے کی چال سے چلتے ہیں کہ جن سے سال اور مہینوں کا حساب درست ہوتا ہے۔ یوں ہی نے تک حرکت نہیں کرتے ہیں۔ وہ اس کے حکم جبروت کے مسخر ہیں اور یہ گردش ان کی اس معبود حقیقی کا طواف و قربان ہونا بھی ہے۔ دیکھو یہ انسان کے حق میں بھی اس کی کیسی رحمت ہے اور عالم میں اس کا کیسا حکومت و انتظام جلوہ گر ہے اور انھیں پر کیا موقوف ہے والنجم والشجر یسجدان زمین کی بیلیں اور درخت بھی اس کے آگے جھکتے ہیں۔ نجم اُس پیڑ کو کہتے ہیں کہ جو اپنی ساق پر کھڑا نہو بلکہ زمین یا کسی چیز پر پھیلا ہوا ہو اور شجر اس کے برخلاف جو اپنی ساق پر کھڑے رہتے ہیں۔ ان کے سجدہ کرنے سے مراد ان کا انقیاد فطری ہے حسن و مجاہد کہتے ہیں نجم سے مراد آیت میں آسمان کے ستارے ہیں ان کا سجود بھی وہی انقیاد فطری اور طلوع و غروب ہے۔ والسماء رفعہا اور آسمان کو بلند کیا۔ یہ بھی منجملہ انتظام عالم کے ایک بات ہے۔ ان سب باتوں میں علویات سے لیکر عالم سفلی تک اسکی رحمت کا ظہور و جبروت کا اعلان تھا اور یہ بات چاہتی ہے کہ ایسا قادر رحیم و کریم اپنے اشرف المخلوقات انسان کو ایسی بری حالت میں کیونکر چھوڑتا اور اس کے پاس نبی و کتاب نہ بھیجتا چنانچہ ان سب بیانوں کے بعد آپ ہی اس نتیجہ کو اگلے جملے میں ظاہر فرماتا ہے۔ ووضع المیزان اور اس رحمان نے دنیا میں ترازو یعنی عدل قائم کیا۔ مجاہد و قتادہ و سدی کہتے ہیں میزان سے مراد عدل و انصاف زمین پر قائم کرنا ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ سے قائم ہوا یعنی قانون انصاف قائم کیا۔ جو بواسطہ وحی و الہام انبیاء علیہم السلام خدا نے دنیا میں قائم کیا اور یہی وجہ نبوت قائم کرنے کی ہے الا تطغوا فی المیزان تاکہ تم اس انصاف کرنے میں حد سے نہ بڑھو ہر شخص اپنے اپنے حقوق پر قائم رہے دوسرے کی حق تلفی نہ کرے باہمی معاملات سے لیکر عبادات و توحید تک +

وہ قانون الٰہی قرآن مجید ہے جسمیں سب معاملات و عبادات و طہارت و نجاست بیع و شراء کے قوانین ماں باپ کے حقوق تربیت اولاد کے احکام زن و شو کا دستور العمل حسن معاشرت کے طریقے عبادت و تزکیہ نفس کے رستے دار آخرت کی بقا دنیا کی فنا انسانی جذبات کے جزر و مد۔ اس کے عمر گرانمایہ کا نتیجہ۔ حاکم و محکوم بادشاہ و رعیت کے ضوابط بخوبی مندرج ہیں اور اسکے علاوہ اسکے بیان میں روحانی برکت اور تحریک دلانے والا بے انتہا اثر بھی ہے +

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝

اور انصاف سے تولو اور تول نہ گھٹاؤ۔ اور زمین کو جنے لوگوں کے لیے بچھایا۔ اس میں میوے ہیں اور کھجور کے درخت جنکے پھلوں پر غلاف ہیں

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْجَاۗنَّ

اور اناج بھس والا اور خوشبو کے پھول۔ پھر اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ انسان کو خشک مٹی سے بنایا جیسا کہ ٹھیکری۔ اور جن کو شعلہ مارنیوالی

مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

آگ سے بنایا۔ پھر تم اے جن و انس اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ مالک دو مشرق کا اور مالک دو مغرب کا۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

ترکیب

ولا تخسروا بضم التاء اے ولا تنقصوا الموزون وقیل التقدیر فی المیزان۔ ویقرء بفتح التاء والخاء والاول اصح۔ للانام تیعلق بوضعها والحب بالرفع عطفا علی النخل والریحان کذلک۔ ویقرء بالنصب ای خلق الحب۔ کالفخار نعت لصلصال من نار نعت لمارج۔ رب المشرقین اے ہو وقیل ہذا مبتدا و خبرہ مرج۔ الاکمام جمع کم بالکسر وہو وعاء الثمر اصلہ یطلق علی ما ستر شیئا ومنہ کم القمیص بالضم۔

تفسیر

پہلے بطور علت و سبب کے عدل قائم کرنا بیان فرمایا تھا اب بصراحت حکم دیتا ہے واقیموا الوزن بالقسط کہ دنیا میں انصاف کی ترازو سے تولو۔ یہ حکم بڑا وسیع المعنی ہے جس میں اشیاء کا انصاف سے تولنا بھی داخل ہے اور عموماً ہر بات میں حق بات کرنا اور حق پر عمل کرنا اور عبادت و معاملات میں حقوق العباد سے لیکر حقوق اللہ تک بلکہ اپنے نفس کے حقوق دنیاوی و دینی سب میں انصاف کی ترازو ہاتھ میں رکھنے اور تولنے کا حکم ہے بات چیت کرنے اور چلنے پھرنے سونے جاگنے میں۔ کیا جامع کلمہ ہے جس میں صدہا حکمت کے خزانے ودیعت ہوئے ہیں۔ پھر اسکی تاکید کیجاتی ہے ولا تخسروا المیزان کہ اس ترازو میں گھٹاؤ نہیں یعنی بے انصافی نہ کرو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر تم ایسا کرو گے تو قیامت میں تمہارے اعمال کی ترازو میں کمی ہوگی پس تم اپنی اس میزان میں کمی کرنے کا سبب نہ ہو۔

سماویات کے بعد عالم سفلی کی ایجاد میں جو کچھ انتظام اور مصلحتیں اور حکمتیں ملحوظ رکھی ہیں انکو بیان کرکے اپنا قادر و رحیم ہونا ثابت کرتا ہے۔ فقال والارض وضعها للانام کہ زمین کو انسان کے لیے کس طرح سے بچھایا اور انکے آرام کرنے کے قابل بنایا کہ جس پر بلا کلفت و تکلف بستے اور چلتے پھرتے ہیں۔ نہ وہ ڈگمگاتی ہے نہ ایسی گول ہے کہ جس پر یہ ٹھیر نہ سکیں اور نہ صرف یہی بات ہے بلکہ فیها فاکهة والنخل ذات الاکمام۔ اس میں انواع و اقسام کے میوے ہیں اور کھجور بھی ہے جسکے پھلوں پر غلاف ہوتے ہیں۔ یعنی میوے ہی پر موقوف نہیں ایسے بھی درخت زمین پر پیدا کیے ہیں جنکے پھل کھا کر انسان بغیر اناج کے بھی بسر کرسکتا ہے جیسا کہ کھجور اور وہ پھل کس حفاظت سے رہتے ہیں کہ گابھے میں لپٹے ہوئے ہوتے ہیں اور اس قسم کے درختوں کے سوا۔ والحب ذو العصف چارے والے اناج اور غلے بھی پیدا کیے جنکے تخم تو انسان کی خوراک ہیں اور ان کے بھسے اور ڈنٹھے جانوروں کی جیسا کہ گیہوں چاول جو وغیرہ۔ اور اس کے علاوہ الریحان خوشبو کی چیزیں اور عمدہ پھول بھی پیدا کیے گلاب موتیا چنبیلی وغیرہ بلکہ خود ریحان بھی اسی قسم میں داخل ہے جس کے پتوں میں سے خوشبو آتی ہے

اسکے پتے اور پھول خوشبودار اور آنکھوں میں اپنی مختلف رنگتوں سے نور اور سرور بھی پیدا کرتے ہیں۔ ایک پھول ہے کہ سرخ کوئی گلابی کوئی زرد کوئی کاسنی کوئی اُودا کوئی سفید پھر ایک پیڑ میں مختلف الوان کے پھول بلکہ ایک پھول میں مختلف رنگتیں پھر یہ گلکاری اس صانع مطلق نے تمہارے لیے کی ہے تم شکریہ ادا کرو فبای آلاء ربکما تکذبان اب تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ الآء جمع ہے الی و الی کی جس کے معنی ہیں نعمت و احسان کے۔ ربکما تکذبان میں تثنیہ کا صیغہ جن و انس کی طرف خطاب کے لیے آیا ہے جیسا کہ آگے آتا ہے سنفرغ لکم ایہا الثقلان اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ میں نے اس سورۃ کو جنوں کے سامنے پڑھا ❊

بعض مفسرین کہتے ہیں خطاب انسان کی طرف ہے اور عرب خطاب میں صیغۂ مفرد کو تثنیہ کر کے بولا کرتے ہیں ❊

یہانتک جس طرح مسئلہ نبوت کا اثبات تھا اسی طرح دوسرے مسئلہ توحید کا بھی کامل اثبات کر دیا گیا اس طور پر کہ جسنے دنیا میں آفتاب و مہتاب کو ایک خاص انداز سے پر چلایا ستاروں اور درختوں کو جھکایا زمین کو بسنے کے قابل بنایا پھر اسمیں طرح طرح کے درخت اور اناج اور پھل پھول اُگائے وہی تنہا خداوند خدا ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ سہیم ❊

اسکے بعد انسان اور جن کی پیدائش کا ذکر کر کے دونوں مسئلوں کو قوت دیتا ہے فقال خلق الانسان من صلصال کالفخار صلصال خشک مٹی کھنکھناتی۔ صلصلہ کے معنی ہیں آواز دینا کھن کھن کی سوکھی مٹی میں سے آواز آتی ہے اسلیئے اسکو صلصال کہتے ہیں فخار ٹھیکری صلصال۔ بالفتح گل باریک آمیختہ یعنی غرترین فاذا طبخ بالنار یقال الفخار (صراح) آدمی کی پیدائش متعدد آیات میں بیان ہوئی ہے آل عمران میں من تراب اور حجر میں من حما مسنون اور صافات میں طین لازب آیا ہے اور ایک جگہ ماء مہین آیا ہے اور اس جگہ صلصال کالفخار آیا ہے ان میں بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے مگر در اصل کچھ اختلاف نہیں کیونکہ روایات اہل اسلام کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کا قالب خشک مٹی سے بنایا گیا جو کھنکھناتی اور ٹھیکرے کے مثال تھی پھر اسکو ضمین کر کے پانی سے گوندا وہ طین لازب گارا ہو گئی پھر جب خمیر اُٹھ گیا تو حما مسنون ہو گئی۔ اور اسکے بعد اسکی اولاد کا سلسلہ ماء مہین منی سے جاری ہوا ❊

وخلق الجان من مارج من نار اور جان یعنی جنوں کے جد اعلیٰ کو آگ کے شعلہ سے بنایا۔ مارج آگ کا شعلہ جسمیں دھواں نہو جس طرح انسان عناصر سے بنا ہے جن بھی عناصر سے بنا ہے مگر جس طرح انسان کا زیادہ مادہ خاک ہے اسی طرح جن کا آتش۔ جس لیئے وہ لطافت کی وجہ سے حس بصر سے محسوس نہیں ہوتا اور سریع الحرکات و خفیف ہوتا ہے۔ پھر ان کے بہت سے اقسام ہیں جیسا کہ ہم مقدمۂ تفسیر میں بیان کر آئے ہیں۔ وہ قرآن مجید کی تاویل کر کے وجود جن کے منکر کہاں ہیں جو بتقلید فلاسفہ عالم جن کا انکار کرتے ہیں اور اسکو بھی انسانوں میں کی ایک جنگلی قوم بلحاظ لفظ جن قرار دیتے ہیں وہ یہاں کیا کریں گے یہاں تو انسان کے مقابلہ میں دوسری قوم بیان ہوئی اور ان کا مادہ بھی بیان فرما دیا فبای آلاء ربکما تکذبان اے انسان و جن تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟ ❊

رب المشرقین و رب المغربین دو مشرق اور دو مغرب کا رب۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں جاڑے میں آفتاب اور جگہ سے اور گرمی میں اور جگہ طلوع کرتا ہے اس ظاہر فرق کے لحاظ سے مشرقین یعنی دو مشرق کہتے ہیں اسی طرح دونوں موسموں میں غروب بھی دو جگہ سے معلوم ہوتا ہے اسلیے مغربین دو مغرب کہی جاتے ہیں ورنہ ہر روز آفتاب کا طلوع و غروب دوسری جگہ سے ہوتا ہے جیسے رب المشارق والمغارب کہا جاتا ہے ❊

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۙ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۔ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۚ

اور دریا چلائے ملتے ہوئے۔ ان میں پردہ ہے جس سے بڑھنے نہیں پاتے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۔ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۔

پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ اور دریا میں پہاڑوں جیسے جہاز کھڑے ہوئے اُسی کے ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

ترکیب

المرج الارسال یقال مرجت الدابۃ اذا ارسلتھا یلتقیان حال وبینھما برزخ حال من الضمیر فی یلتقیان ولا یبغیان حال ایضا یخرج قال والتقدیر من احدھما الجواری جمع جاریۃ وھی السفن وحذفت الیاء۔ المنشأت من انشاہ اذا رفعہ المرفوعات وقری بکسر الشین وفی البحر متعلق بہ کالاعلام جمع علم وھو الجبل الطویل۔ حال من الضمیر فی المنشآت ؛

تفسیر

ان آیات میں دوسرے مسئلہ توحید کو ثابت کر رہا ہے۔ مگر جہاں کہیں قرآن مجید میں اپنے دلائل قدرت و جبروت ذکر کر کے اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے دلائل میں وہی چیزیں بیان فرمائی ہیں کہ جو بندوں کے لیے انعام اور کارآمد چیزیں ہیں۔ اسلئے کہ انسانی جبلت انعام کی وجہ سے منعم کی طرف زیادہ راغب ہوتی ہے۔ ان آیات میں بھی وہی قاعدہ ملحوظ ہے۔ فقال مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان کہ اس قادر مطلق نے دو دریا رواں کیے جو ملے ہوئے چلتے ہیں اور باہم مختلط نہیں ہونے پاتے ان میں ایک قدرتی برزخ یعنی پردہ رکھا ہوا ہے جس سے دونوں باوجود اتصال کے خلط ملط نہیں ہونے پاتے۔ یہ دو دریا کس کے بس میں ہیں اور کس کی حکومت ان پر نافذ ہے؟ اُسی قادر مطلق کی ؛

ان دو دریا سے کونسا دریا مراد ہے؟ ابن جریج کہتے ہیں بحر شور یعنی سمندر اور زمین کی میٹھی ندیاں مراد ہیں جیسا کہ نیل جیحون دجلہ فرات گنگ وغیرہ۔ جب یہ سمندر میں گرتے ہیں کوسوں تک دونوں پانی جدے جدے ممتاز معلوم ہوتے ہیں دو دھاریں الگ معلوم ہوتی ہیں۔ بنگالہ میں بھی اور پانی کے میٹھے کھاری پنے میں بھی۔ بعض کہتے ہیں خود سمندر ہی کے مختلف ٹکڑے مراد ہیں بحر فارس و روم وغیرہ ؛

بعض محققین کہتے ہیں لفظ میں تعمیم ہے یہ بھی مراد ہیں اور انکے ساتھ اور بھی دریا مراد ہیں جیسا کہ دریائے ملکیت و بہیمیت جو ایک میٹھا اور ایک کھاری ہے انسان کے اندر ملے ہوئے چلتے ہیں اور مختلط ہونے نہیں پاتے اور انکے بعد تہذیب و شائستگی حاصل کرنے کے عمدہ نتائج پیدا ہوتے ہیں جنکو موتی اور مونگا کہنا چاہیے اور اسی طرح انسان کی ہر متضاد قوتیں کہ ہو سکتی ہیں جیسے دریا اسکے اندر ملے ہوئے چلتے ہیں ؛

موتی سیپ میں پیدا ہوتا ہے۔ اور مونگا ایک قسم کا پتھر ہے جو درخت کی طرح شاخیں منود کرتا ہے وہ بھی سمندر سے برآمد ہوتا ہے موتی سفید یہ سرخ کیا قدرت ہے؟۔ یہ تو تھا ہی اور قدرت کا تماشا دیکھو ولہ الجوار المنشآت فی البحر کالاعلام۔ کہ بڑی بڑی کشتیاں اور جہاز اور آگبوٹ پہاڑ جیسے سمندر میں کھڑے ہیں پانی کی طبیعت تھی کہ ڈوب جاویں مگر وہ قادر مطلق نہیں ڈوبنے دیتا اسکے سامان پیدا کر کے ان کو سمندر میں ایسا دوڑاتا پھراتا ہے کہ جس طرح زمین پر گھوڑے دوڑتے پھرتے ہیں۔ یہانتک اپنی قدرت و جبروت عناصر پر ثابت کی کہ جنکو اوہام پرستوں نے اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ ہنود آگ اور پانی کی پرستش کرتے ہیں اور پانی کی مایہ بتاتے ہیں ؛

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۚ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

جو کوئی زمین پر ہے فنا ہونیوالا ہے اور تیرے رب کی ذات باقی رہیگی جو جلال اور بزرگی والا ہے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ اسی سے مانگتے ہیں آسمانوں والے

وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞

اور زمین والے۔ ہر دن اسکی ایک نئی شان ہے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ہم ابھی تمہارے لیئے فارغ ہوئے جاتے ہیں اے جن و انس۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ

اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ اگر تم آسمانوں اور زمین کی حدود سے باہر نکل جا سکتے ہو تو نکل جاؤ۔ تم نکل نہ سکو گے بغیر قوت کے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞

پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جاویگا پس تم تاب نہ لا سکو گے۔ پھر تم اپنے رب کے کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

ترکیب

فان خبر لکل من ذو الجلال بالرفع علی انہ نعت للوجہ۔ بالجر نعتا للرب۔ یسئلہ مستانف او حال من وجہ والعامل فیہ یبقی۔ کل ظرف لما دل علیہ ہو فی شان لا تنفذون لا نافیۃ شواظ بالضم والکسر لغتان ہو اللہب الذی لا دخان معہ۔ من نار صفۃ او متعلق بالفعل۔ نحاس بالرفع عطفا علی شواظ و بالجر عطفا علی نار والاول اقوی ؛

تفسیر

دلائل توحید میں عالم اور اسکی عمدہ اور نافع چیزیں پیدا کرنیکا ذکر تھا تاکہ معلوم ہو کہ یہ عالم قدیم نہیں بلکہ اسی کا پیدا کیا ہوا ہے اس کے بعد عالم فنا کرنیکی قدرت بیان کرتا ہے اور ان کے فنا کرنے میں اپنی قدرت و جبروت ظاہر فرما کر تیسرے مسئلہ حشر کو بھی اسی کلام کے دوسرے پہلو میں ثابت فرماتا ہے کہ وہی پیدا کرنیوالا وہی مٹانے والا ہے فقال کل من علیہا فان کہ جو کچھ زمین پر ہے فانی ہے۔ اس تقدیر پر آیت میں جنت دوزخ کی تخصیص کرنا بیفائدہ ہے کیونکہ وہ زمین ہی پر نہیں ان کا فنا کرنا یہاں مذکور نہیں ؛

ویبقی وجہ ربک اور اے مخاطب تیرے رب کی ذات باقی رہیگی جو ذوالجلال والاکرام عزت و جلال والا ہے۔ وجہ سے مراد اسکی ذات اور اس کا وجود ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ ربک میں واحد حاضر کی طرف خطاب اس رمز کے لیے ہے کہ اے محمدؐ جو تو اصلی مخاطب ہے تو ہی اس بات کو سمجھتا ہے تیرا رب جیسا کچھ ہے تو ہی اس کو خوب جانتا ہے کہ وہ حی قیوم ازلی ابدی ہے اور اسکے سوا ممکنات فی ذاتہا فانی ہیں ان کی حیات ان کا وجود مستعار ہے۔ دنیا کی فنا بھی انسان کے لیے اسکی بڑی نعمت ہے کیونکہ اسکے فنا ہونے کے بعد عالم باقی میں جانا میسر آویگا جو بڑی نعمت ہے۔ عرفا نے سچ کہا ہے موت پل ہے جو دوست کو دوست کے پاس پہنچا دیتی ہے اسکے علاوہ انسان کا بیخ اور متکبروں کا جاہ و حشم فانی پر غور اور انکی کامرانی کی انتہا اور ایک محدود زمانہ دیکھ کر مومن کے دل میں تسکین پیدا ہو جاتی ہے یہ بھی ایک اسکی بڑی نعمت ہے جیسے فرماتا ہے فبای الاء ربکما تکذبان ؛

ایجاد اور فنا کے بعد یہ بھی بتلاتا ہے کہ یہ بات نہیں کہ ہمنے ایکبار عالم کو پیدا کر دیا پھر سب کچھ آپ ہی ہو رہا ہے اور ایک روز ہم فنا کر دیں گے

بس ہمارے کام کے ہی دو روز ہیں اور بیچ میں ہم کچھ نہیں کرتے جیسا کہ بعض [illegible] خیال ہے بلکہ یسئلہ من فی السموٰت والارض کل یوم ہو فی شان کہ آسمانوں اور زمین کے رہنے والے خواہ بزبان حال خواہ بزبان مقال اسی [illegible] مانگتے ہیں اور وہ ہر روز نئی شان میں رہتا ہے۔ اس کی شان نئے انتہا ہیں جنکا وہ وقتاً فوقتاً اظہار کرتا ہے۔ عبداللہ بن منیب صحابی کہتے ہیں کہ ہمارے روبرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ہمنے پوچھا یا حضرت شان سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا وہ یہ کہ وہ گناہ بخشتا ہے اور غم دور کرتا ہے اور کسی قوم کو بلند اور کسی کو پست کرتا ہے۔ روایت کیا اسکو حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں اور ابن جریر و طبرانی و ابوالشیخ و ابن مندہ و ابن مردویہ و ابونعیم و ابن عساکر نے۔ اور ابو درداؓ سے بھی حدیث اپنی تاریخ میں بخاری نے و ابن ماجہ وغیرہ نے بھی نقل کی ہے۔ حق سبحانہ کی شیون اور اسکی نئی نئی تجلیات کا عالم میں ظہور ہوتا ہے۔ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اور آئندہ ہوگا اور قیامت میں ہوگا سب اسکی ایک ایک شان کا جلوہ ہے۔ وہ بیکار و نکما نہیں کہ دنیا کو پیدا کرکے آپ بیکار بیٹھا جیسا کہ بعض حکماء اور ہنود و دیگر اہل مذاہب کا خیال ہے خصوصاً حکماء فرنگ کا ✚

اسکے بعد پھر وار آخرت کے مسئلہ میں اپنی شان بیان فرماتا ہے سنفرغ لکم ایہا الثقلان زجاج و کسائی و ابن الاعرابی و ابوعلی فارسی فرماتے ہیں کہ اس جملہ میں فراغ سے مراد وہ فراغ نہیں جو کام کے بعد ہوتا ہے کیونکہ اسکا کوئی ایسا شغل نہیں کہ جس سے فارغ ہونا کہا جاوے اور نہ اسکی کوئی شان دوسری شان کو روکتی ہے بلکہ مراد ہے قصد کرنا۔ ثقلان ثقل کا تثنیہ ہے جس سے مراد جن و انس ہیں ثقل بوجھ کو کہتے ہیں انسان و جن احکام الٰہی کے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں اسلیے انکو ثقلان کہتے ہیں یا اسلیے کہ بہ نسبت اور حیوانات کے بھاری بھرکم یعنی ذی عزت عاقل ہیں یا اسلیے کہ یہ گناہوں کے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں۔ یہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ لکم میں جمع کا صیغہ لاکر پھر خطاب میں ایہا الثقلان تثنیہ کا صیغہ لایا اسلیے کہ وہ دو فریق ہیں اور ہر فریق جماعت ہے۔ بعض کہتے ہیں ثقلان سے مراد نیک و بد انسان ہیں یا عالم ناسوت و ملکوت کے لوگ۔ یہ خلاف جمہور ہے یعنی اے جن و انس کیوں حساب و قیامت کے بارے میں جلدی کرتے ہو ہم ابھی تمہارا کام کیے دیتے ہیں۔ یہ دیر ہمارے نزدیک کچھ بھی دیر نہیں اسمیں تہدید ہے منکران قیامت کے لیے۔ یہ بھی اسکی ایک نعمت ہے کہ اس سے بدذکر بدی سے باز آوے اور نیک نیکی میں سرگرمی کرے اسلیے فرماتا ہے فبای الاء ربکما تکذبان۔ اس کے بعد یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ ہر ایک ہماری قدرت کے احاطہ میں ہے کوئی اس سے باہر نہیں نکل سکتا فقال یامعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموٰت والارض فانفذوا کہ اے ثقلان جن و انسان کے گروہ اگر تم آسمانوں اور زمین کے حدود سے باہر نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ لاتنفذون الا بسلطان لیکن نہ سکوگے مگر قوت کے ساتھ۔ اور وہ قوت تم میں کہاں ہے؟ بلکہ کسی میں بھی نہیں۔ تم سب اسکی قدرت کے سلسلہ میں بند ہو وہ جو احکام چاہتا ہے دنیا میں نافذ کرتا ہے کوئی ان پیش آنے والے حوادث کو ٹال نہیں سکتا اور آخرت میں تم پر اپنے احکام جبروتی نافذ کرے گا۔ یرسل علیکما شواظ من نار و نحاس فلا تنتصران۔ شواظ ابن عباسؓ کہتے ہیں شواظ آگ کے شعلہ کو کہتے ہیں نحاس۔ مجاہد کہتے ہیں اس سے مراد پگھلا ہوا تانبا جو قیامت میں دوزخیوں پر ڈالا جاوے گا۔ سعید بن جبیر و ابن عباس کہتے ہیں نحاس دھواں جو جہنمیوں پر چھوڑا جاویگا۔ یعنی قیامت میں اے جن و انس کے مجرموں تم پر شعلہ آتش اور دھواں چھوڑا جاویگا پھر تم دفع نہ کرسکوگے اس بیان میں بھی بوجہ تہدید ہونے کے جس سے انسان بدی سے بچکر نیکی کا رستہ اختیار کرنے میں سرگرم ہوجاوے بڑی نعمت و احسان ہے جسلیے ان شدائد قیامت کے ذکر کرنے کے بعد بھی فبای الاء ربکما تکذبان کا لانا ایک عمدہ مناسبت رکھتا ہے ✚

فَإِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ

پھر جبکہ آسمان پھٹ جاوے پھر گلابی ہو جاوے جیسا کہ سرخ نری۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ پھر اس دن کسی کے گناہ کی پرسش نہ ہوگی نہ آدمی کی

وَلَا جَانٌّ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ

اور نہ جن کی۔ پھر تم اپنے رب کی کونسی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ گنہگار اپنے چہروں سے پہچانے جاوینگے پھر چوٹی اور پاؤں پکڑ کے گھسیٹے جاوینگے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس

رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ۝ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝

جھٹلاؤ گے۔ یہ ہے وہ جہنم جس کو گنہگار جھٹلایا کرتے تھے۔ گنہگار اسمیں اور گرم پانی میں پھرینگے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ✦

ترکیب

فاذا انشقت السماء فکانت جواب الشرط وقیل جوابہ فیومئذ الخ فکانت علی ہذا عطف۔ وقیل جوابہ محذوف ای رأیت امرا ہولا۔ کالدہان جمع دہن کقرط وقراط ورمح ورماح۔ وقیل اسم مفرد کالحزام والادام خبر ثان علی کان الناقصۃ وحال علی تقدیر کونہا تامۃ عن ذنبہ والضمیر للانس باعتبار اللفظ وان تأخر لفظا تقدم رتبۃ۔ والاخذ یستعمل بالباء تارۃ وبغیرہا تارۃ یقال اخذت الخطام واخذت بالخطام قالہ الکرخی یطوفون حال من المجرمین ویجوز ان یکون مستانفا آن اسم فاعل منقوص کقاض۔ قال الزجاج آنی یأنی فہو آن اذا انتہی فی النضج والحرارۃ ✦

تفسیر

پہلے فرمایا تھا یرسل علیکما شواظ من نار کہ تم پر آگ کا شعلہ چھوڑا جاویگا۔ اب یہاں اس کا وقت بیان فرماتا ہے کہ یہ کب ہوگا؟ یعنی قیامت میں اسلیے قیامت کی تشریح کرتا ہے کہ وہ کب ہوگی اور کیونکر؟ اور تیسرے مسئلہ معاد کا بھی ذکر کرنا مقصود تھا گو اُسی سلسلہ میں فقال فاذا انشقت السماء کہ جس دن آسمان پھٹ جاویں گے پھر وہ گلابی ہو جاویں گے جیسا کہ سرخ چمڑا۔ فکانت وردۃ کالدہان کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں وردۃ سرخی مائل گھوڑے کی طرح ان کا رنگ ہو جاویگا صراح میں ہے ورد بالفتح گل وردۃ یکے وقیل للاسد ورد للونہ و للفرس ایضا وہو بین الکمیت والاشقر وللانثی وردۃ والجمع وُرد مثل جَون وجُون وایراد ایضا ورودۃ گلگوں شدن۔ دہن بالضم روغن باران ضعیف۔ دہان جمع۔ دہان بالکسر ایضا ادیم سرخ۔ صراح ✦

یہ اختلاف دہان کے لفظی معنی پر مبنی ہے۔ فراء و ابوعبیدہ کہتے ہیں اس وقت شدت حرارت کی وجہ سے آسمان سرخ ہو جاوے گا۔ اور حسن کہتے ہیں کہ جس طرح تیل کو پانی میں ڈال دیتے ہیں اور اُس میں سرخی مائل مختلف ٹکڑے نظر آیا کرتے ہیں قیامت کے دن آسمانوں کا یہی حال ہو جاوے گا۔ پہلے قول کی علت گازرونی وعمادی وغیرہ علماء نے یہ بیان کی ہے کہ اصلی رنگت آسمان کی قدماء کے نزدیک سرخ ہے لیکن بعد مسافت اور کثرت حوائل وحواجز اور ہمارے اور اُس کے بیچ میں ہوا آجانے کی وجہ سے نیلگوں دکھائی دیتا ہے جیسا کہ عروق میں خون باوجود سرخ ہونے کے نیلگوں دکھائی دیا کرتا ہے ✦

ایسا ہو گر فلسفہ جدید یا قدیم کے مطابق کرنے میں ہم کو ان تعمق موشگافی کرنے کی حاجت ہی کیا ہے۔ خواہ آسمانوں کی اصلی رنگت سرخ ہو یا نیلگوں یا کوئی بھی رنگت نہ ہو بوجہ شفاف ہونے کے اور یہ نیلی چھتری صرف کرہ ہوا کے سبب ہم کو نظر آیا کرتی ہے اور چونکہ

آسمان کے تلے یہ چھت گیری ہمکو دکھائی دیتی ہے اور اسی لیئے اسی کو ہم آسمان کہتے ہیں یا جو کچھ ہو قرآن مجید کا صاف مطلب اسی قدر ہے متعلق ہے کہ قیامت کے روز آسمان پھٹ جاوینگے یعنی خراب ہو جاوینگے اور اس صدمۂ عظیم کے وقت سرخی نمودار ہوگی۔ یہ آسمان سرخ ہو جاویگا اسکے قہر وجبروت کے آثار اسپر ظاہر ہونگے اور وہ خونی لباس سے ملبوس ہوگا ؛

یہ بھی اسکی بڑی نعمت ہے کیونکہ یہ آسمان فنا نہوں تو عالم قدس آباد نہو۔ اسلیئے فرماتا ہے فبای آلاء ربکما تکذبان کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟ پھر اس روز مجرموں کے ساتھ کیا ہوگا۔ فقال فیومئذ لایسئل عن ذنبہ انس ولاجان کہ اس روز کسی انسان و کسی جن سے اسکے گناہ کی بابت کچھ نہ پوچھا جاویگا۔ یہ بڑی تہدید ہے جس سے عاقل گناہ سے بچنے میں بڑی کوشش کر سکتا ہے اسلیئے یہ بھی اسکی ایک نعمت ہے۔ فبای آلاء ربکما تکذبان اسکے بعد اس پوچھے نہ جانیکا سبب بیان فرماتا ہے فقال یعرف المجرمون بسیماہم فیوخذ بالنواصی والاقدام کہ گنہگار اپنے چہروں سے خود پہچانے جاوینگے گناہوں کا داغ اور اسکی سیاہی انکے منہ پر خود بخود کہدیگی کہ یہ گنہگار ہے۔ پھر پوچھنے کی کیا حاجت ؟ پھر ان کو سر کے بال اور ٹانگیں پکڑ پکڑ جہنم میں ڈال دیا جاوے گا۔ النواصی جمع ناصیۃ ماتھے کے بال ؛

ف اس قسم کی آیات کے کہ جہاں نہ پوچھے جانے کا ذکر ہے وہ آیات مخالف نہیں کہ جہاں سوال کرنے کا ذکر آیا ہے (جیسا کہ یہ آیت فوربک لنسئلنہم اجمعین کہ تیرے رب کی یعنی اپنی قسم کہ ہم ہر ایک سے ضرور ہی پرسش کرینگے) کس لیے کہ یہ سوال کرنا ایک مقام خاص پر مراد ہے اور نہ سوال کرنا دوسری جگہ ہوگا۔ یا یہ کہ وہ سوال کرنا بطور دریافت کرنے کے نہوگا بلکہ سرزنش اور تہدید کے طور پر اور یہاں بھی سوال نہ کیئے جانے سے یہی مراد ہے کہ بطور دریافت کے سوال نہوگا کیلیئے کہ انکے چہروں سے معلوم ہو جاوے گا اور انکے ہاتھ پاؤں گواہی دینگے۔ یہ کلام بھی بڑی تہدید کا ہے جو انسان کو سعادت کے رستہ پر کھینچ کر لانے والا ہے اسلیئے یہ بھی ایک نعمت ہے فقال فبای آلاء ربکما تکذبان۔ پھر ان دوزخیوں سے کہا جاوے گا ہذہ جہنم التی یکذب بہا المجرمون۔ کہ یہ وہی تو جہنم ہے کہ جسکو یہ گنہگار دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے یطوفون بینہا وبین حمیم آن۔ اب یہ حال ہے کہ وہ گنہگار اس دوزخ میں اور اس کے اندر جو گرم اور کھولتا ہوا پانی ہے اس میں پھر رہے ہیں۔ جس کا انکار تھا وہ آنکھوں کے سامنے آگیا ؛

احادیث صحیحہ میں جہنم کے عذابوں کا مفصل طور پر بیان آیا ہے۔ نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جہنم میں سب سے کم عذاب یہ ہوگا کہ اسکی جوتیاں اور انکے تسمے آگ کے ہونگے جس سے اسکا دماغ ہانڈی کی طرح پکے گا وہ سمجھے گا کہ مجھسے زیادہ کسیکو عذاب نہیں حالانکہ اسکو سب سے کم ہے (متفق علیہ) +

اس مصیبت دردناک سے خدا نے اس کی تدبیر بتلا کر بچنے کا سامان کیا یہ اس کی کیسی نعمت ہی ؟ اسلیئے اسکے بعد فرماتا ہے فبای آلاء ربکما تکذبان۔ انسان جو ان باتوں پر کان نہیں دھرتا یہی تو اس نعمت کا انکار کرنا اور جھٹلانا ہے۔ یہانتک مجرموں کی سزا کا بیان تھا +

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ فِيهِمَا

اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اسکے لیے دو باغ ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ وہ دونوں بہت شاخوں والے ہونگے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں میں

عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ مُتَّكِئِينَ

دو چشمے جاری ہونگے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں ہر ایک میوے کے دو دو قسم ہونگے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ تکیہ لگائے ہوئے

عَلَىٰ فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ۚ وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ

ایسے فرشوں پر بیٹھے ہونگے کہ جن کا استر قناویز کا ہوگا اور ان باغوں کے میوے بہت نزدیک جھکے ہوئے ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں عورتیں ہیں نیچی نگاہ والیاں۔

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ۝

ان کو ان سے پہلے کسی آدمی نے ہاتھ لگایا ہے نہ جن نے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ گویا وہ یاقوت ہیں اور مونگا۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝

پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

ترکیب

جنتان مبتدا لمن خاف خبرہ۔ مقام ربہ المقام اما اسم مکان اے خاف الموقف الذی یقف فیہ العباد للحساب کما فی قولہ تعالیٰ یوم یقوم الناس لرب العالمین واما مصدر ففیہ احتمالان الاول المعنی قیامہ تعالیٰ علی احوال العباد من قام علیہ اذا رقبہ کما فی قولہ تعالیٰ افمن ہو قائم علی کل نفس بما کسبت۔ و الثانی قیام العباد بین یدیہ فعلی الاول اضافتہ الی الرب تخفیفا وتہویلا۔ وقیل لفظ المقام مقحم اے ولمن خاف ربہ۔ والمعنی لکل خائفین منکما اولکل واحد جنتان۔ ذواتا تثنیۃ ذوات علی الاصل ولامہا تاؤ ذا الجلال المحلی ؛ قال ابن اصائغ الالف قبل التا بدل من یاء وقیل من واو وقال الخطیب فی تثنیۃ ذات لغتان الاولی الرد الی الاصل فان اصلہا ذویہ فالعین واو واللام یاء لانہا مونثۃ ذوی والثانیۃ التثنیۃ علی اللفظ فیقال ذاتان۔ وہو صفۃ لجنتان او خبر مبتدا محذوف۔ الافنان جمع فنن وہی الغصنۃ التی تتشعب من فرع الشجر۔ وقال الزجاج جمع فن کدن وہو الضرب والنوع من کل شئی والمراد بہا الالوان و۔ قال عطاء وسعید بن جبیر وجمع عطاء بین القولین فقال فی کل غصن فنون من الفاکہۃ۔ وقیل ذواتا انواع واشکال من الثمار وقیل الافنان ظل الاغصان علی الحیطان متکئین انتصابہ علی المدح لان الخائفین او حال منہم لان من خاف فی معنی الجمع وجنا الجنتین مبتدا ودان خبرہ جملہ دانو مثل غاز فاعل علالہ جنی فعل بمعنی مفعول والجنی ما یجتنی من الثمار۔ قاصرات الطرف من اضافۃ اسم الفاعل الی مفعولہ تخفیفا لم یطمثہن الضمیر راجع الی الازواج المدلول علیہن بقاصرات الطرف یطمث الجماع وقال ابو عمرو الطمث المس +

تفسیر

یہاں سے اہل سعادت کے منازل بیان فرماتا ہے فقال ولمن خاف مقام ربہ جنتان کہ جو دنیا میں اس بات سے ڈرا کہ مجھے خدا تعالیٰ کے سامنے جانا اور حساب دینا ہے (اور یہی اصول حسنات میں سب سے بڑھکر ہے یہی نظری اور عملی حسنات پر آمادہ کرتی ہے اور برائیوں سے باز رکھتی ہے) اسکے لیے آخرت میں دو بہشت ملیں گے

سلہ شاخ ۱۲ سلہ قسم ۱۲ سلہ پکے ہوئے میوے ۱۲

ایک روحانی دوسری جسمانی۔ اور دو اسلیے کہ ہمیشہ ایک مقام میں رہنے سے طبیعت بھر جاتی ہے کبھی یہاں کبھی وہاں سیر و تفرج کے لیے ایک گھر دوسرے سیر کا باغ۔ ایک جنت معصیت ترک کرنے کے بدلے میں دوسری طاعت کے بدلے میں۔ یا کہو ایک عقیدۂ پاک کے سبب دوسری اعمال کے سبب یا ایک محض فضل الٰہی کے سبب۔ آگے ان دونوں باغوں کا وصف بیان فرماتا ہے ذواتا افنان شاخوں والے یعنی پھلے پھولے ہرے بھرے جنہیں خزاں و باد سموم گرمی و سردی کا کبھی اثر نہ ہو۔ فبای الاء ربکما تکذبان۔ فیہما عینان تجریان۔ یہ **دوسری** صفت ہے کہ ان دونوں میں دو نہر جاری ہونگی نہایت صاف اور فرحت خیز پانی جنمیں پتھریاں اور ان میں زینت کے کام کیے ہوئے اور پھر کہیں فواروں میں سے پانی کا گرنا کہیں چادریں چھٹنا عجب فرحت بخش ہی۔ فبای الاء الخ فیہما من کل فاکھۃ زوجان۔ یہ **تیسری** صفت ہے صرف بہار ہی نہیں بلکہ ہر ایک قسم کے میوے بھی ان میں ہونگے جو نہ موسم کے تمام ہونے سے تمام ہوں اور نہ فصلوں کے خراب ہونے سے خراب ہوں۔ زوجان الصنفان والنوعان والمعنی فی الجنۃ من کل نوع من ثمار الدنیا نوعان یعنی دنیا میں جس قسم کے میوے ہیں انکی وہاں دو قسمیں ہونگی رنگت اور ذائقہ اور خوشبو اور چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔ فبای الاء الخ متکئین علی فرش بطائنہا من استبرق تکیہ لگا کر ایسے عمدہ فرشوں پر بیٹھے ہونگے کہ جنکے استر مخمل کے ہونگے۔ یہ **چوتھی** صفت ہے کہ جنگلوں اور گھانس و پتھروں پر بیٹھنا نہ پڑیگا بلکہ ایسے عمدہ مقامات بنگلے اور بارہ دریاں اور کوٹھیاں ان باغوں میں ان نہروں کے اوپر نہایت صنعت کے ساتھ جواہرات سے بنی ہونگی کہ جنمیں ایسے فرش ہونگے کہ جنکے استر عمدہ ریشمی مخمل کے ہونگے پھر انکے اوپر کے رخ کے تو کیا کہنے ہیں۔ دست قدرت نے کیا کیا اسمیں گلکاری کی ہوگی اور کیسا عمدہ کپڑا لگایا ہوگا۔ بطائن جمع بطانہ وہ رخ جو زمین سے ملا ہو۔ استبرق موٹی دیبا یعنی ریشمی مخمل۔ اور یہ بھی نہیں کہ باوجود اس خوبی کے جنت کے میوے ایسے بلند اور مشکل چڑھائی کے درختوں پر اور شاخوں میں ہوں کہ جنکے لیے محنت اٹھانی پڑے بلکہ وجنا الجنتین دان انکے میوے جھکے ہوئے ہونگے ہاتھ بڑھاؤ توڑ لو کیسی ہی بلند شاخ سے جھکی چلی آتی ہے۔ یہ **پانچویں** صفت ہے عمدہ باغ اور نفیس مکانات اور آراستہ فرش اور عمدہ کھانے کے بعد انسان کی طبع حسین عورتوں کی طرف مائل ہوتی ہے اور جلد انکے دوبالا ہو جاتا ہے ایسے عمدہ مقامات پر یہ نہوں تو حظ نہیں اسلیے فرماتا ہے فیہن قاصرات الطرف لم یطمثہن انس قبلہم ولا جان۔ یہ **چھٹی** صفت ہے کہ وہاں ایسی نیک سیرت عورتیں ہونگی کہ جنکی نیچی نگاہیں ہونگی دوسرے پر چشم غیروں کو نگوڑنے والیاں نہونگی اور یہ وصف ان میں پیدائشی ہوگا یہ نہیں کہ پہلے بدکاریں تھیں پھر توبہ کرکے نیک ہوگئی ہوں۔ ایسی عورتوں سے بھی غیرتمند طبائع نفرت کیا کرتی ہیں بلکہ لم یطمثہن انکو کسی نے انسے پہلے ہاتھ ہی نہیں لگایا ہوگا نہ جن نے نہ انسان نے۔ یہ انکی سیرت کی خوبی بیان ہوئی کسلیے کہ سیرت صورت پر مقدم ہے جب سیرت ہے تو سب حسن صورت ہیچ۔ اسکے بعد حسن صورت بیان فرماتا ہے۔ کانہن الیاقوت والمرجان گویا وہ یاقوت اور مونگا ہیں۔ یہ انکے صفائے رنگ میں تشبیہ ہے جو کمال حسن کو متضمن ہے۔ فبای الاء ربکما تکذبان انسان کا جہاں تک خیال جا سکتا ہے اور جن چیزوں سے اسکی رغبت ہے وہی چیزیں ہیں جنکا ترتیب وار بیان ہوا مگر وہاں اسکے خیال سے بھی بڑھکر نعمتیں ہیں۔ ہل جزاء الاحسان الا الاحسان دنیا میں جو کوئی نیکی کرتا ہے پھر اسکا وہاں نیک ہی بدلہ ہے۔ گویا یہاں تک نیک بدلہ کی تشریح تھی یہ آیت مجملاً ان چار آیتوں کے ہے کہ جنکے سو سو معنی سے زائد ہیں انکے کلمات جامع بیشمار معانی کو حاوی ہیں۔ فبای الاء ربکما تکذبان ؂

ف ابو بکر وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں عینان تجریان میں اس طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں جو آنکھیں اللہ کی محبت یا خوف میں روتی تھیں وہی جنت میں ہونگی جو آنسو وہاں دو جاری نہر کی صورت میں منتقل ہونگی۔ ابراہیم خواص فرماتے ہیں اسلام کی جزا دار السلام ہے۔ دار السلام جنت کا ایک نام ہے ۱۲ منہ

وَمِن دُونِهِمَا جَنَّتَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ مُدْهَامَّتَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ فِيهِمَا عَيْنَانِ

اور ان دونوں باغوں کے سوا اور دو باغ ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ وہ دونوں بہت ہی سبز ہیں پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں دو چشمے

نَضَّاخَتَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝

جوش مار رہے ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی کیا کیا نعمت جھٹلاؤ گے۔ ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ

ان میں بڑی عمدہ حسین عورتیں ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی کیا کیا نعمت جھٹلاؤ گے۔ حوریں خیموں کے اندر۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس

رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ رَفْرَفٍ

نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ جنکو ان سے پہلے نہ کسی آدمی نے چھوا نہ جن نے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے

خُضْرٍ وَعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝ ع

سبز اور رنگ برنگ کے عمدہ قالینوں پر۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ بڑی برکت ہے تیرے رب کے نام کی جو جلال و عزت والا ہے ؂

ترکیب

جنتان مبتدا ومن دونهما خبر مدهامتان صفة جنتان او خبر مبتدا محذوف عينان موصوف نضاختان صفة۔ الموصوف بالصفة مبتدا فيهما خبره۔ وقس عليه مابعده۔ حور بدل من خيرات وقيل انه محذوف ای فيهن حور متكئين حال و ذوالحال محذوف دل عليه الضمير فی قبلهم رفرف فی معنی الجمع وقيل فرقة تنسخ صفة والاكرام بالجر عطفا على الجلال وقرأ ابن عامر بالرفع صفة للاسم

تفسیر

یہ اہل سعادت کے مقامات کی اور زیادہ تشریح ہے کہ ان خدا ترسوں کے لیئے دو اور باغ ملیں گے جنکے اوصاف بعد میں بیان فرماتا ہے کیا یہ چاروں جنت ایک کے لیئے ہونگی ؟ جمہور کے نزدیک وہ دو جنت ایک گروہ اہل سعادت کے لیئے ہونگی اور یہ دونوں دوسری گروہ اہل سعادت کے لیے۔ وہ پہلی بہتر ہیں یا یہ دونوں پچھلی ؟ حکیم ترمذی کہتے ہیں اپنی کتاب نوادر الاصول میں کہ یہ دونوں جنکا آیات میں ذکر ہے اُن دونوں سے جنکا پہلے ذکر ہوا بڑھکر ہیں۔ و دونہا کے معنی ہیں اقربہما الیہا کے کہ یہ عرش کے اُنسے زیادہ قریب تر ہیں یعنی اُنسے بالاتر کے مقامات ہیں۔ مگر اکثر مفسرین کا یہی قول ہے کہ یہ دونوں اُن دونوں سے کمتر درجہ کی جنت ہیں۔ لفظ دون جسکے معنی کمی کے ہیں اسپر شہادت دے رہا ہے اور احادیث صحیحہ بھی اسی کی تائید کرتی ہیں۔ وہ پہلی دو جنت سابقین مقربین کے لیئے ہیں اور یہ اصحاب الیمین کے لیئے ؂

بعض کہتے ہیں اُن دونوں کا نام جنت عدن و جنت نعیم ہے اور ان کا جنت الفردوس و جنت الماوی ؂

اہل سعادت میں سے سابقین مقربین کا درجہ بڑھکر ہے کیونکہ وہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام ہیں اور اصحاب الیمین انسے درجہ میں کم ہیں کیونکہ اصحاب الیمین صلحاء مؤمنین ہیں اسلیئے ان کے لیئے جو دو باغ ملیں گے بڑھکر ہونگے اصحاب الیمین کے دو باغ سے ؂

اسلیئے ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں پہلی دو جنتوں کے جو اوصاف ہیں قرآن مجید کے الفاظ سے انکا ان اوصاف سے جو ان دو جنتوں کے ہیں بڑھکر ہونا ثابت کرکے دکھایا ہے۔ ایسی باتوں کو علم الٰہی کے حوالے کرنا میں پسند کرتا ہوں اس عالم کی حقیقت وہی خوب جانتا ہے ؂

مدہامتان مشتق ہے دہمۃ سے جسکے معنی لغت میں سیاہی کے ہیں۔ کہتے ہیں فرس ادہم وبعیر ادہم جبکہ انپر سیاہی غالب آجاوے ادہام ادہیاماً ابن عباسؓ فرماتے ہیں اسکے معنی ہیں سبز کے۔ محمد بن کعب کہتے ہیں تیز سبزی۔ سبزی جب تیز ہوجاتی ہے تو سیاہی مارنے لگتی ہے اسی سبزی کو دہمۃ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی پانی کی کثرت اور شادابی کے زیادہ ہوجانے سے ان دونوں باغوں کے درخت نہایت سبز مائل بسیاہی ہونگے ❊

نضاختان نضخ کے معنی ہیں چشمے سے پانی کا اُبلنا فوارے کی طرح جوش مار کر نکلنا۔ اور نضح حا مہملہ سے جو ہے تو اس کے معنی میں کمی لکھوا ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں ترشح اور چھڑکنے کے۔ یعنی ان دونوں باغوں میں ایسے دو چشمے ہونگے کہ جنکا پانی فوارے کی طرح سے گرتا ہوگا۔ اس قسم سے پانی کا نکلنا بھی عجب فرحت خیز ہے ❊

فیہما فاکہۃ ونخل ورمان ان میں میوے اور کھجور اور انار بھی ہونگے یہ چیزیں باغوں کو خصوصا عرب کے قلوب میں نہایت زینت دیتی ہیں کسلیئے کہ کھجور تو انکی عام خورش ہے اور انار بمنزلہ شراب کے ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس آیت سے یہ بات ثابت کی ہے کہ کھجور اور انار پر عرف عرب میں فاکہہ کا اطلاق نہیں ہوتا کسلیئے کہ ان کا فاکہہ پر عطف ہے اور معطوف علیہ معطوف کے غیر ہوتا ہے دونوں ایک ہی چیز نہیں ہوا کرتی ❊

فیہن خیرات حسان۔ فیہن کی ضمیر انھیں دونوں باغوں کی طرف پھرتی ہے تغلیباً بعض کہتے ہیں ان دو کی خصوصیت نہیں سب پہلے دو باغ بھی شامل ہیں کائنات کی خوبی اور انکی تروتازگی کے بعد وہاں کی دلکش چیزوں کو بھی بیان فرماتا ہے کہ ان میں خیرات حسان ہیں خیرات کو جمہور نے بغیر تشدید کے پڑھا ہے تب یہ خیرۃ بوزن فعلۃ کے جمع ہے کہتے ہیں امرأۃ خیرۃ یعنی اچھی عورت جیسا کہ اسکے مقابل میں کہتے ہیں امرأۃ شرۃ بری عورت اور بعض نے خیّرات بالتشدید پڑھا ہے تب یہ خیّرۃ کی جمع ہے۔ پہلی صورت میں اسکے معنی ہیں خوبصورتی کے دوسری میں عادت واخلاق کی اچھائی کے اور بعض نے عام رکھا ہے۔ مگر قوی یہی ہے کہ خیرات سے اخلاق وعادات کی خوبی مراد لیجاوے اور حسان سے صورت کی۔ اور ممکن ہے کہ ایک لفظ دوسرے کی تائید کے لیے آیا ہو۔ حسان خوبصورت۔ یعنی ان دونوں باغوں میں خوب اور حسین عورتیں ہونگی ❊

حور مقصورات فی الخیام۔ ان باغوں میں خیمے ہونگے جنمیں حوریں پردہ ستر میں ہونگی۔ حسن کہتے ہیں وہ حور العین جو قرآن میں مذکور ہیں وہ بھی دنیا کی نیک عورتیں ہونگی جنکو حسن وخوبی دیکر وہاں حور بنادیا جاویگا۔ جمہور کے نزدیک وہ ایک نئی قسم کی عورتیں ہیں جو خدا تعالیٰ نے جنت میں پیدا کی ہیں وہ دنیا کی عورتیں نہیں۔ اسپر جمہور کے پاس بہت سے شواہد نقلیہ موجود ہیں۔ پھر ان دونوں میں کس کا حسن زیادہ ہوگا؟ بعض کہتے ہیں حوریں بڑھکر ہونگی بعض کہتے ہیں دنیا کی نیک بیویں ستر درجے بڑھکر حسن میں حور سے زیادہ ہونگی اور حوریں انکے آگے لونڈیوں کی طرح ہینگی۔ واللہ اعلم ان باتوں میں بھی کسیکے پاس کوئی حجت قاطعہ نہیں مکانات میں ان حسین عورتوں کا رہنا اور خیموں میں سیروتفریح کے لیئے یا انہیں کا جاکر رہنا یا وہاں حوروں کا موجود ہونا طبائع انسانیہ کے لیے نہایت مرغوب ہے ❊

متکئین علی رفرف خضر وعبقری حسان۔ رفرف سبز اور خوبصورت عبقری پر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے۔ رفرف رف یرف اذا ارتفع سے مشتق ہے جسکے معنی بلندی کے ہیں اور اسی لیئے جو طائر ہوا میں پر کھول کر اڑتا ہے اسکو رفرفہ کہتے ہیں آیت میں اس سے کیا مراد ہے؟ ابوعبیدہ کہتے ہیں اس سے مراد بچھونے ہیں یہی قول ہے حسن ومقاتل وضحاک وغیرہم کا بعض کہتے ہیں تکیے بعض کہتے ہیں جنت کے چمن۔ مگر صحیح اول قول ہے کہ وہ عمدہ قیمتی قالین سبز رنگ کے ہونگے۔ عبقری عبقر کی طرف منسوب (عبقر زمین پریاں۔ وعرب ہر چیزے کہ از مردم وستور وجامہ وفرش وجز آں کہ در غایت قوت وحسن ولطافت باشد بوے منسوب کنند تقال ثوب عبقری وھو واحد وجمع والانثی عبقریۃ) صراح۔ اس سے مراد بھی وہی گدے اور تکیے اور نہالچے ہیں جو نہایت عمدہ ہونگے۔ اسکے بعد کلام کو اپنی ذات کی خوبی وبرکت پر تمام کرتا ہے تبارک اسم ربک ذی الجلال والاکرام کہ جسنے انسان کے لیئے یہ نعمتیں پیدا کیں۔ ثوبان کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوکر تین بار استغفار کرتے اور پھر یہ کہتے تھے اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام (رواہ مسلم)

سورۂ واقعہ مکیہ ہے اسمیں چھیانوے آیات تین رکوع ہیں ؛

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۝ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝

جبکہ واقع ہو جاوے گی قیامت - جسکے واقع ہونے میں کوئی بھی جھوٹ نہیں کسی کو پست کریگی کسی کو بلند - جبکہ لرزے گی زمین سخت لرزش - اور توڑ کر چورا چورا کر دیے جاویں گے پہاڑ -

فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ

پس وہ گرد و غبار ہو جاویں گے - اور اے لوگو تم بھی تین جماعت ہو جاؤ گے - پھر داہنی والے - کیا کہنا ہے انکا - اور بائیں والے -

مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝

کیا بری حالت ہے انکی - اور سبقت والے تو سبقت والے ہی ہیں - وہی مقرب ہیں - عیش کے باغوں میں ہیں ؛

ترکیب

اذا والعامل فیہا اذکر او ما دل علیہ لیس لوقعتها کاذبة ای اذا وقعت لم تکذب - او ہی ظرف لخافضة رافعة اذا الثانیة تکریر للاولی او بدل منہا کاذبة مصدر کالعافیة والعاقبة ای اسم لیس - خافضة رافعة قرأ الجمہور بالرفع علی انہا خبر مبتدأ محذوف وقرئ بالنصب علی الحال من الضمیر فی کاذبة او فی وقعت - فاصحاب المیمنة مبتدأ ما اصحاب المیمنة الجملة خبرہ ولما کان الثانی عین الاول لم یحتج الی ضمیر الی المبتدأ والسابقون مبتدأ السابقون خبرہ وقیل الثانی نعت للاول والخبر اولئک الخ الجملة خبر فی جنات النعیم خبر ثان او حال من ضمیر فی المقربون [illegible] بالاضافة واضافة الجنات الی النعیم من اضافة المکان الی ما فیہ کدار الضیافة ؛

تفسیر

یہ سورہ مکے میں نازل ہوئی ہے ابن عباس و ابن الزبیر و حسن و عکرمہ و جابر و عطا کا یہی قول ہے۔ قتادہ کہتے ہیں صرف یہ آیت وتجعلون رزقکم الآیة مدینے میں نازل ہوئی کلبی کہتے ہیں انہیں سے چار آیات افبہذا الحدیث الخ سفر مکے میں نازل ہوئیں باقی مدینے میں پہلا قول قوی ہے ؛

بیہقی نے شعب الایمان میں اور حارث بن اسامہ اور ابویعلی اور ابن مردویہ نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی ہر شب سورہ واقعہ پڑھیگا اسکو کبھی فاقہ کشی کی نوبت نہ آئیگی۔ ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سورہ واقعہ غنی کی سورہ ہے اس کو پڑھو اور اپنی اولاد کو سکھاؤ ؛

یہ اور اس قسم کی احادیث جو بیشتر فضائل میں مذکور ہیں محققین کے نزدیک صحت و قوت کے درجے کو نہیں پہنچیں۔ مگر انکے مطالب میں ابھی شک نہیں کیونکہ ہر کلام و ہر کام کا دنیا میں بھی ایک اثر خاص ہے۔ کلام کے اُس اثر کے سوا، جو اصل مقصود ہے یعنی سامع یا مخاطب کے دل پر بیٹھ جانا ایک اور بھی اثر خصوصاً کلام اللہ کا بارہا تجربے میں آیا ہے۔ آج کل کے لوگ جو سائنس[1] (علوم) کی ترقی کا دم بھرتے ہیں ان باتوں کے منکر ہیں مگر ابھی انکے سائنس نے کامل ترقی نہیں کی ہے جب کریگا بہت سی باتوں کو جنکا وہ اب انکار کرتے ہیں اقرار کریں گے اور کرتے جاتے ہیں ؛

سورۂ الرحمن کے اخیر میں فرمایا تھا تبارک اسم ربک ذی الجلال والاکرام اب اس سورہ میں اسکے کامل جلال و اکرام کے ظاہر ہونیکا وقت بیان کرتا ہے کہ وہ کس دن ظاہر ہوگا؟

[1] انگریزی لفظ ہے جسکے معنی ہیں علوم و خیالات ۱۲ منہ

فرماتا ہے اذا وقعت الواقعۃ الخ کہ جب ہونے والی گھڑی جو کسی طرح ٹلنے ہی کی نہیں آویگی یا یوں کہو جنت کی نعمتیں اور وہاں کے اسباب عیش و آرام کا ذکر ہونیسے نفوس سامعین مشتاق ہو کر پوچھتے تھے کہ یہ کب ہوگا؟ فرمایا کہ جب قیامت آویگی یعنی دوسری جہان میں اس جہان میں نہیں جسمیں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ جہاں عیش کامرانی کی جگہ نہیں یہ جہاں کوشش عمل و تکالیف کی جگہ ہے جو بہت ہی تھوڑا زمانہ ہے۔ اس سورہ میں زیادہ تر اسی مسئلہ قیامت کا ذکر ہے ؎

واقعہ قیامت کا نام ہے اسلیے کہ یہ ضرور واقع ہونے والی ہے۔ اسی طرح اس کا نام آزفہ وغیرہا ہے لیس لوقعتہا کاذبۃ کہ اسکے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔ یہ کلمہ واقعہ کی تاکید ہے۔ زجاج کہتے ہیں اسکے معنی یہ ہیں کہ اسکو کوئی رد نہیں کر سکتا اور یہی حسن و قتادہ کا قول ہے۔ اور یہ بھی کہ اس دن اسکو کوئی جھٹلانے والا نہیں ہوگا۔ پھر اسکی تصریح اور اسکے خواص بیان فرماتا ہے۔ خافضۃ کہ وہ گھڑی پست کرنے والی ہے بہت سے دنیا کے سربلندوں کو جو خدا تعالیٰ سے غافل اور اسکے منکر اور اسکے احکام کی پابندی نہیں کرتے نیچا دکھاویگی۔ رافعۃ بلند کرنے والی بھی ہے۔ بہت سے لوگوں کو جو نیک ہیں اس روز سربلندی نصیب ہوگی گو وہ دنیا میں پست اور ذلیل تھے یہ کب ہوگا۔ اذا رجت الارض رجا کہ جس دن زمین ہلیگی۔ رج بمعنی اضطراب حرکت۔ وبست الجبال بسا اور پہاڑ ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوینگے۔ بس ٹکڑے ٹکڑے ہونا ٹوٹنا۔ فکانت ہباء منبثا پھر وہ غبار اڑتا ہوا ہو جاوینگے۔ ہباء کے معنی غبار اور منبثا کے معنی منتشر اڑنے والا ؎

حال کی فلاسفی کے بموجب بھی ایسا ہونا کچھ بعید از قیاس نہیں حال کے منجموں نے دمدار ستاروں کی بابت تحقیق کر کے انکے اجسام کا اندازہ ہزارہا حصے زمین سے بڑا ثابت کر کے یہ بھی کہا ہے کہ انکی حرکت ایسی تیز ہے کہ ایک منٹ میں ہزاروں کوس کا رستہ طے کرتے ہیں اور ایکبار قریب تھا کہ یہ ستارہ زمین سے ٹکرا جاوے مگر خیر گزری ورنہ زمین کٹ کٹ کر ٹکڑے ہو جاتی۔ پس اس روز اگر ایسا صدمہ آ لگے تو یہ ہو جاوے تو کیا عجب ہے اسلیے [illegible] سے ہر وقت ڈرنا چاہیے کہ ایسے اجرام عظیمہ ٹکر کھا کر ایک کو چکنا چور کر دیں ہر گھڑی یہ احتمال اور یہ دغدغہ لگا ہوا ہے ؎

مگر یہ تمام خیالات انہیں کی ہیں جو عالم اجسام اور انکے اسباب پر نظر رکھتے ہیں اور اس قادر مطلق کی بے انتہا قدرت و طاقت کے آگے سب کچھ ممکن ہے وکنتم ازواجا ثلثۃ۔ اس روز دنیا فنا ہونے کے بعد جب دوسرا عالم پیدا ہوگا اور لوگ باردگر زندہ ہونگے تو اے بنی آدم تمہاری تین قسم یعنی تین گروہ ہو جاوینگے پھر آگے ان تین گروہوں اور انکے حالات و درجات کا بیان کرتا ہے فقال فاصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ ایک وہ جو تخت رب العالمین کے دائیں طرف کھڑے ہونگے یا یہ معنی کہ انکو نامۂ اعمال دائیں طرف سے دیے جاویں گے یعنی دائیں والے یا یمن و برکت والے یمن سے مشتق ہے۔ یا یہ معنی کہ بلند مرتبے والے۔ عرب میں جو دائیں طرف سے چیز آتی تھی اسکو بہتر سمجھتے تھے اور بائیں طرف سے جو چیز آتی تھی اسکو نحوست پر محمول کرتے تھے اسلیے عمدہ اور بہتر چیز یمین والی اور بری چیز شمال والی بطور استعارہ کے مراد ہونے لگی۔ یعنی یمین والے کیا ہی عمدہ ہیں۔ واصحاب المشئمۃ ما اصحاب المشئمۃ اور بائیں والے یا برے مرتبے والے شوم منحوس کیا ہی برے ہیں یہ دوسرا فریق تھا والسابقون الخ یہ تیسرا فریق ہے یعنی سب سے پہلے ایمان و نیکی اختیار کرنے والے یا سعادت و حسنات میں سبقت کرنے والے یا اگلے لوگ حضرات انبیا علیہم السلام یا تخت رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونے والے وہی درجات میں سبقت کرنے والے ہیں وہی مقرب ہیں جو جنات النعیم میں رہینگے۔ اب کلام اسمیں ہے کہ ان تینوں گروہ میں کون کون داخل ہیں؟ صحیح تر یہی کہ اصحاب الیمین مومنین صالحین ہیں خواہ امت محمدیہ کے ہوں علی صاحبہا الصلوۃ والسلام یا پہلی امتوں کے اور اصحاب الشمال کافر و منافق و گنہگار

؎ یہی تیز حرکت کا باعث انکا ہو چلنے جیسے سمجھا جو زمین سے بہت ہی بڑا جو زمین سے ٹکرا سکتا اگر قیامت بپا ہونا نہیں تو کیا ہے ؎ بائیں طرف سے خط فرشتہ جو دے یا بائیں سے نامۂ اعمال پانے والے

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ؕ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۙ مُّتَّكِئِيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۝ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ

اگلوں میں سے ایک انبوہ اور پچھلوں میں سے تھوڑے ہے۔ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے پلنگوں پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہونگے۔ سدا کے نوجوان

وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۙ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۙ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۙ

انکے پاس آویں جاویں گے۔ آبخورے اور آفتابے۔ اور ایسی صاف خراب کے پیالے لیکر۔ کہ جس سے خمار پیدا ہو نہ بیہوشی۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۙ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۙ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۙ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۚ

اور دل پسند میوے۔ اور مرغوب طبع پرندوں کا گوشت لیکر۔ اور انکو ایسی حورعین ملیں گی۔ جیساکہ صدف میں کا پوشیدہ موتی۔

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۙ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝

بدلے میں انکے ان کاموں کے کہ جو وہ کیا کرتے تھے۔ جنت میں نہ بیہودہ باتیں سنیں گے اور نہ رنج دینے والی۔ مگر باہم سلام سلام کہنا ۔

ترکیب

ثلۃ مبتدا۔ وہی القطعۃ والفرقۃ من ثللت الشیٔ اذا قطعتہ وقلیل معطوف علی المبتدا علی سرر الخ خبر وقیل ہم ثلۃ سرر بضم السین والراء الاولی وقری بالفتح اذا ہی لغۃ جمع سریر موضونۃ منسوجۃ والوضن النسج المضاعف یقال وضن الشیٔ یضنہ فہو موضون ووضین متکئین متقابلین حالان من الضمیر فی الخبر وقیل متقابلین حال من الضمیر فی متکئین یطوف مستانفۃ او یجوز ان یکون حالا باکواب متعلق بیطوف اکواب جمع کوب (کوزہ بے دستہ) صراح۔ واباریق جمع ابریق کوزۂ بادستہ معطوف علی اکواب وحور بالرفع علی انہ معطوف علی ولدان او لہم حور ویقرء بالنصب علی تقدیر یعطون وبالجر عطفا علی اکواب والحور جمع حوراء والعین جمع عیناء جزاء مفعول لہ او مفعول مطلق ای یجزون جزاء الا قیلا استثناء منقطع سلاما بدل منہ او صفۃ او مفعولہ بمعنی الا ان یقولوا سلاما او مصدر ای یسلمون سلاما والتکریر للتکثیر ای فشو السلام بینہم ۔

تفسیر

اور سابقین انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام ہیں۔ ان تینوں فرقوں میں اعلیٰ درجہ کے سابقون ہیں لیکن سب کے اخیر ان کا ذکر اسلیے آیا کہ انہیں کے فضائل و درجات کا سب سے اول بیان کرنا مقصود تھا اس صورت میں اتصال ہوگیا ۔

سب سے اول سابقون کے درجات بیان فرماتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتلاتا ہے کہ سابقون پہلے لوگوں میں سے کتنے ہیں اور پچھلوں میں سے کتنے ہیں۔ اسلیے فرمایا ثلۃ من الاولین وقلیل من الآخرین کہ یہ سابقین پہلے زمانے والوں میں سے ایک گروہ ہے اور پچھلے زمانے والوں میں سے تھوڑے ہے۔ پہلا زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک۔ بیشک ان میں سابقین زیادہ ہیں کسلیے کہ ان میں تمام انبیاء علیہم السلام اور انکے مخلصین شامل ہیں اور انکی تعداد بہت ہے۔ اور پچھلا زمانہ ہمارے حضرت صلعم سے لیکر قیامت تک۔ ان میں سابقین بہ نسبت پہلے زمانے والوں کے کم ہیں گو فی نفسہ بہت ہیں۔ ان میں ہمارے حضرت ہیں اور آل و اصحاب و اولیاء کرام جو سعادت کے درجۂ قصویٰ تک پہنچ گئے تھے ۔

یہ مجاہد و حسن بصری کا قول ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے انسے نقل کیا ہے اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور تائید کرتی ہے اس قول کی وہ حدیث کہ جسکو امام ... ہریرہ سے اور حافظ ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ جب آیت نازل ہوئی تو صحابہ پر یہ بات شاق گزری کہ سابقین پہلے

پلنگ۔ چھپر کھٹ وغیرہ ۱۲ منہ

لوگوں میں سے بہت ہوں اور ہم میں سے کم۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تم تمام اہل جنت کے چوتھائی یا تہائی بلکہ نصف ہو گے یعنی گو تم میں سے سابقین کم ہیں مگر جنت میں داخل ہونا سابقین میں سے ہونے پر موقوف نہیں اصحاب الیمین بھی جنت میں داخل ہونگے۔ اصحاب الیمین تم میں سے ایک بڑا فریق ہے جیسا کہ سورۃ کے اخیر میں ہے ثلۃ من الاولین وثلۃ من الآخرین۔ ابن سیرین وغیرہ کا قول ہے کہ ثلۃ من الاولین وقلیل من الآخرین میں اسی اُمّت خیر الامم کے اولین و آخرین مراد ہیں کہ اسکے اولین یعنی خیر القرون کے لوگوں میں سابقین بہت ہیں اور پچھلوں میں جو خیر القرون کے بعد کا زمانہ ہے ان میں سے کم۔ واللہ اعلم بالصواب ؁

اب سابقین کے لیے جو وہاں عیش و آرام ہیں ان کا بیان فرماتا ہے۔ انکے درجات اجمالاً ایک جملے میں پہلے بیان فرمائے تھے کہ اولئک المقربون کہ وہ مقرب الٰہی ہیں یہ روحانی جنت کی طرف اشارہ تھا۔ وہ اسکی تجلی جمال و مشاہدہ انوار میں شاداں و فرحاں رہیں گے۔ فی جنات النعیم یہ مشاہدہ بُری جگہ میں نہوگا بلکہ نعمت کے بھرے ہوئے باغوں میں۔ اب ان نعمتوں کا ذکر کرتا ہے کسی قدر تفصیل کے ساتھ فقال علیٰ سرر موضونۃ کہ طلائی تاروں سے بُنے ہوئے تختوں اور چھپرکھٹوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے تکیہ لگائے ہوئے اور ان کے پاس ولدان مخلدون لڑکے کہ جن کا لڑکپن ہمیشہ رہیگا (فراء کہتے ہیں عرب اس شخص کو کہ جو بڑی عمر کا ہو اور اسکی صورت میں فرق نہ آوے مخلد کہتے ہیں۔ یعنی وہ لڑکے ہمیشہ اسی حسن و جمال کے ساتھ رہیں گے یہ اسلیئے کہا کہ لڑکپن کا زمانہ اور اس سن کی بہار بہت ہی تھوڑی ہوا کرتی ہے۔ سعید بن جبیرؓ کہتے ہیں مخلدون کے معنی ہیں مخلدہ یعنی بالا پہنے ہوئے ہونگے۔ ان کے کانوں میں بالے پڑے ہونگے۔ وہ لڑکے کفار و مشرکین کی وہ صغیر اولاد ہوگی جو نابالغی میں مر گئے اور ممکن ہے کہ حوروں کی طرح وہ بھی ایک نئی مخلوق ہو دنیا کے لڑکے نہوں۔ لڑکوں کا خدمت کے لیئے چیزیں لانا لیجانا صرف ان کے حسن کی وجہ سے بلکہ انکی بھری اور بالے پہنے کے ساتھ ہنسنے بولنے میں عجب لطف دیتا ہے) ان کے پاس پیالے اور آبخورے اور رکابیاں اور طشتریاں (اکواب) اور لوٹے اور آفتابے یعنی چمکتے ہوئے دستہ دار برتن (اباریق) اور جام جنہیں طلائی کام کیئے ہونگے (کاس) لاویں لیجاویں گے پھر ان برتنوں میں کیسا ہوگا؟ سب سے پہلے جام کی چیز بتلاتا ہے جسکے پینے سے سرور ہو اور بھوک لگے وہ کیا ہے معین صاف شفاف پانی یا کوئی جنتی عرق یا کوئی خاص وہاں کی ساخت کی شراب جو کسی برتن میں سے نہ انڈیلی جاویگی بلکہ اسکا وہاں چشمہ جاری ہوگا جس سے نہ سر میں درد اور خمار ہوگا نہ بیہوشی ہوگی لایصدعون عنہا صدع و صداع درد سر۔ ولا ینزفون نزف عقل کا زائل ہونا۔ نشہ دنیا کی شراب میں قدرے سرور ہوتا ہے مگر اسکے ساتھ بدبو اور خمار یعنی درد سر اور بیہوشی ضرور ہے اور جب ہوش ہی بجا نہ رہے تو کوئی لطف باقی نہ رہا ایک شخص مُردے کی طرح پڑا ہے خواہ مُنہ میں مکھیاں گھسیں یا کتے موتیں اور اسکی محبوب چیزوں کو کوئی کام میں لاوے وہاں ایسا نہوگا اور اسی سلیئے دنیا کی شراب حرام کی گئی۔ اور ان برتنوں میں کیا ہوگا؟ وفاکھۃ مما یتخیرون وہ عمدہ میوے کہ جنکو وہ پسند کریں گے۔ ولحم طیر مما یشتہون اور ان پرندوں کا گوشت کہ جنکو چاہیں گے۔ پرند کا گوشت ہی مزہ دار ہوتا ہے پھر ان میں سے بھی وہ کہ جو مرغوب ہو یہ تو کھانے پینے کا سامان تھا مگر اسکی زینت اور جان حسین عورتوں سے ہوتی ہے اسلیئے فرمایا وحور عین کامثال اللؤلؤ المکنون حور یعنی گوریاں۔ عین۔ بڑی بڑی آنکھوں والیاں جیسے سیپ کے اندر کے موتی۔ نہ کوئی عیب ہوگا نہ کسی کے صرف میں آئی ہوئی ہونگی جیسا موتی سیپ کا کسی کے استعمال میں آیا ہوا نہیں ہوتا نہ اسپر کوئی بیرونی عیب نقصان پہنچا ہوتا ہے نہ وہ کسی نے چھیدا ہے۔ ان سب باتوں میں اور نیز خوبصورتی میں سیپ کے موتی کے ساتھ تشبیہ دیگئی ہے یہ بدلہ ہوگا انکے دنیاوی نیک کاموں کا۔ ان سب خوبیوں کے ساتھ کوئی ضرر و تکلیف نہونا بھی بڑی خوبی ہے اسلیئے فرماتا ہے لا یسمعون فیہا الخ کہ وہاں کوئی بیہودہ اور تاثیم یعنی قابل الزام بری بات وہ بات سننے میں بھی نہ آویگی صرف باہم سلام کہنا اور جو اسکے متعلق دل خوش کرنے والی بات ہو ؁

وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ ۙ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ۝ فِي سِدْرٍ مَخْضُودٍ ۝ وَطَلْحٍ مَنْضُودٍ ۝ وَظِلٍّ مَمْدُودٍ ۝ وَمَاءٍ مَسْكُوبٍ ۝

اور داہنے والے کیا (ہی اچھے ہیں) داہنے والے بے خار بیریوں میں اور تہ بہ تہ کیلوں میں اور دراز سایہ میں اور پانی گرتا ہوا

وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۝ لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ ۝ وَفُرُشٍ مَرْفُوعَةٍ ۝ إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً ۝ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ۝

اور بہت سے میوے میں کہ نہ کبھی ختم ہوں اور نہ روک ٹوک ہو اور اونچے فرش میں بیشک ہم نے ان عورتوں کو ایک شان پر اٹھایا پھر ان کو کنواریاں دل لبھانے والیاں

عُرُبًا أَتْرَابًا ۝ لِأَصْحَابِ الْيَمِينِ ۝ ثُلَّةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ ۝ وَثُلَّةٌ مِنَ الْآخِرِينَ ۝

ہم عمر بنا دیا ہے داہنے والوں کے لیے ایک گروہ پہلوں میں سے اور گروہ پچھلوں میں سے اصحاب الیمین ہوگا ۔

ترکیب

فی سدر مخضود للمبالغۃ فی قطعہ او الانتفاع بعضہ ولا شوک لہ من خضد الشوک اذا قطعہ او مثنی غصنہ من کثرۃ حملہ لا مقطوعۃ صفت لفاکہۃ وقیل معطوف علیہا انشأناہن الضمیر للفرش لان المراد بہا النساء عرب جمع عروب قال المبرد ہی العاشقۃ لزوجہا قال زید بن اسلم ہی الحسنۃ الکلام وقیل المحبوبۃ والاتراب جمع ترب وہو المساوی لک فی السن لانہ مس جلدہما التراب فی وقت واحد قیل یطلق علی النساء وعلی الرجال اقران۔ لاصحاب الیمین اللام متعلقۃ بانشأنا او جعلنا ۔

تفسیر

یہ **دوسری** گروہ اصحاب الیمین کا ذکر ہے کہ وہ بہت ہی خوش نصیب ہیں ان کے لیے جنت میں یہ نعمتیں ہیں فی سدر مخضود باغات ہونگے جن میں سے یہ چند درخت ہیں سدر بیری مخضود بے خار یا جھکی ہوئی شاخیں جو پھلوں کے بوجھ سے جھک گئی ہیں۔ حاکم و بیہقی نے ابی امامہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز ایک بدوی آنحضرت صلعم کے پاس آیا اور کہا کہ یا حضرت میں سمجھا ہوں کہ جنت کسی کی تکلیف دینے والا درخت نہیں اور قرآن میں ایسے درخت کا ذکر ہے آپ نے پوچھا وہ کیا عرض کیا سدر اسکے کانٹے ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کیا اللہ نے مخضود نہیں فرمایا انکے کانٹے توڑ دیے جاویں گے انکی جگہ پھل ہونگے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ بیری مراد نہیں بلکہ ایک اور عمدہ درخت جو بیری سے مشابہ ہے طلح اکثر مفسر کہتے ہیں اس سے مراد کیلا ہے منضود تہ بہ تہ پڑے ہونگے اور انکے سوا بڑے بڑے سایہ دار درخت ہونگے ظل ممدود۔ وماء مسکوب اور جا بجا سے پانی اوپر سے نیچے گرتا ہوگا وفاکہۃ کثیرۃ بہت سے میوے جو لا مقطوعۃ قطع نہ ہونگے یعنی کسی وقت تمام نہ ہونگے برخلاف دنیا کے میووں کے کہ انکی فصل تمام ہو جاتی ہے اور شایقین کا دل ترستا رہجاتا ہے ولا ممنوعۃ اور نہ انکی ممانعت جس کا جہاں سے دل چاہے کھائے۔ وفرش مرفوعۃ اور بلند فرش ہونگے یعنی بلند تختوں پر بچھے ہونگے یا یہ معنی کہ خوبی میں بلند ہونگے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں فرشوں سے مراد عورتیں ہیں یہ مرد کے تلے بچھتی ہیں اسلیے بطور استعارے کے انکو فرش سے تعبیر کیا جاتا ہے اور انکے بلند ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ بلند تختوں پر ہونگی یا یہ کہ حسن و خوبی میں بلند قد ہونگی جیسا کہ سورہ یس میں آیا ہے ہم وازواجہم علی الارائک متکئون اسلیے ان کی مدح میں فرماتا ہے۔ انا انشأناہن الخ کہ انکو ہم نے پیدا کیا اور عجب انداز سے اٹھایا ہے کہ ان کو ابکار کنواریاں بنا دیا انسے پہلے کسی نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہوگا۔ اور اس کنوارپن کی وجہ سے ایسی نہ ہونگیں کہ ان کو مرد سے نفرت یا سرکشی ہو بلکہ عرب یعنی دل لبھانے والیاں محبت کرنے والیاں ناز و کرشمے سے دل کو کھینچنے والیاں ہونگیں اور اس سے بھی بڑھکر یہ ہوگا کہ اتراب یعنی ہم سن ہونگیں کس لیے کہ بڑی عمر کی عورت سے یا نہایت چھوٹی سے دل بستگی نہیں ہوتی ہم سنی کا بھی ایک عجب لطف ہوتا ہے یہ کن کے لیے ہے؟۔ اصحاب الیمین کے لیے جو پہلے اور پچھلے لوگوں میں سے ایک ایک گروہ اور انبوہ کثیر ہوگا ۔

ع

اصحاب یمین کا ذکر

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۵ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝ فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ ۝ وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ۝ لَّا بَارِدٍ وَّلَا کَرِیْمٍ ۝ اِنَّھُمْ کَانُوْا

اور بائیں والے کیا ہی برے حال میں ہیں بائیں والے۔ لو میں اور جلتے پانی میں۔ اور سیاہ دھوئیں کی چھاؤں میں۔ جہاں ٹھنڈک ہے نہ عزت۔ کیونکہ یہ لوگ

قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِیْنَ ۝ وَكَانُوْا یُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِیْمِ ۝ وَكَانُوْا یَقُوْلُوْنَ ۵ اَىِٕذَا مِتْنَا وَكُنَّا

اس سے پہلے ناز و نعمت میں تھے۔ اور بڑے گناہ پر اڑی کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ کیا جب ہم مر گئے اور مٹی

تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۵

اور ہڈیاں ہو گئے کیا ہم زندہ ہو کر اٹھیں گے۔ اور کیا ہمارے باپ دادا بھی۔ کہہ دے سب اگلے اور پچھلے ضرور جمع کیے جاویں گے

اِلٰى مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝

ایک مقرر دن کے وقت پر۔ پھر تم اے گمراہو جھٹلانے والو ضرور تھوہڑ کا پیڑ کھا کر

فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ فَشٰرِبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْحَمِیْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِیْمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمْ یَوْمَ الدِّیْنِ ۝

اسی سے پیٹ بھرو گے۔ پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے۔ پھر پیاسے اونٹوں کی طرح پیو گے۔ یہ ان کی مہمانی جزا کے دن ؛

ترکیب

السموم حر النار وقیل الریح الحارۃ جدا والحمیم الماء الحار المتناہی فی الحرارۃ ویحموم یفعول من الاحم ای الحمیم وہو الاسود یقال اسود یحموم اذا کان شدید السواد وقیل مأخوذ من الحمم وہو الشحم المسود باحتراق النار وقیل من الحم بمعنی الفحم والیاء فیہ زائدۃ من یحموم صفۃ ظل او مثال وکذا لا بارد ولا کریم آئذا الاستفہام للانکار اذا والعامل فیہا ما دل علیہ مبعوثون لان ما بعد الاستفہام لا یعمل فیما قبلہ او آباؤنا معطوف علی الضمیر فی لمبعوثون او توح الفصل بینہما بالہمزۃ والمیقات ما وقت بہ الشیء ای حد ومنہ مواقیت الاحرام والاضافۃ بمعنی من المعنی انہم یحشرون الی ما وقتت بہ الدنیا من یوم الحساب من شجر من زائدۃ وقیل لابتداء الغایۃ من زقوم من بیانیۃ منہا الضمیر یعود الی شجر الزقوم لکون الشجر اسم جنس واسم الجنس یذکر ویؤنث شرب الہیم قرأ الجمہور بضم الشین وفتحہا وکسرہا قال المبرد بالفتح مصدر وبالکسر والضم اسم لہ والہیم جمع اہیم والانثی ہیماء وقیل جمع ہیمان للذکر وہیماء للانثی کعطشی وعطشان وہی الابل عطاش لا تروی لداء وقیل الرمال علی انہ جمع ہیام بالفتح وہو الرمل الذی لا یتماسک جمع اولا علی فعل ککتب ثم خففت ای بدل ضمۃ الہاء کسرۃ لبقاء الیاء کما فی بیض جمع ابیض والتقدیر شرابا مثل شرب الہیم وکل من المعطوف والمعطوف علیہ اخص من الآخر من وجہ فلا اتحاد ؛

تفسیر

اب تیسرے گروہ اصحاب الشمال کا ذکر کرتا ہے کہ اصحاب الشمال ما اصحاب الشمال کہ بائیں والے کیا ہی برے ہیں۔ پھر آگے ان کی بری حالت جو ان کے اعمال بد کا مظہر ہے بیان فرماتا ہے فی سموم و حمیم کہ گرم ہوا یا آگ کی لپٹ اور گرم کھولتے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کی چھاؤں میں ہوں گے اور یہ سایہ گرم دھوئیں کا سایہ ایسا ہوگا کہ جس میں کچھ خنکی ہوگی جیسا کہ اور چیزوں کے سایہ میں ہوا کرتی ہے اور نہ کچھ آرام و عافیت ہوگا۔ اور نہ کوئی عزت ہوگی ؛

ابن جریر کہتے ہیں کہ عرب لفظ کریم کو اور الفاظ کے پیچھے محض تبعاً ذکر کر دیا کرتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں ہذا الطعام لیس بسمین ولا کریم۔ معاذ اللہ سایہ بھی ملا تو کیسا اور جگہ بھی ملی تو کیسی ؟ ؛

اسکے بعد انکے اس ہیبتناک جگہ اور مصیبت کدہ میں داخل ہونے کا سبب بیان فرماتا ہے فقال انہم کانوا قبل ذٰلک مترفین کہ وہ پہلے یعنی دنیا میں بڑے عیش و آرام اور ترفہ میں تھے۔ فراغدستی اور ترفہ اگر خدا پرستی اور نیکوکاری سے مانع نہ آوے تو کوئی بری چیز نہیں اسکی نعمت ہے مگر اس میں خرابی ہے تو یہی ہے کہ یہ نفس پروری اور غفلت اور شہوانی اور غضبانی کاموں کی طرف کھینچ لیجاتی ہے ظلم اور غرور اور دین اور بزرگان دین سے مقابل کردیتی ہے اور دنیا ہی میں بسنے اور یہاں کے اسباب تجمل پیدا کرنے پر آمادہ کرتی ہے جسکی سزا جہنم ہے۔ اسلیے اسکے بعد فرماتا ہے وکانوا یصرون علی الحنث العظیم اور بڑے گناہ پر اڑی کیا کرتے تھے اسی دنیا کے مال وجاہ کے نشے میں غریب آدمی کو جب کسی برے کام پر ملامت کیجاتی ہے تو ہمیشہ وہ نادم ہوجاتا ہے اور اڑتا نہیں مگر پیٹ بھرے دولتمند کب مانتے ہیں بلکہ اسپر اصرار کرتے ہیں بڑے گناہ سے کیا مراد ہے؟ واحدی کہتے ہیں شرک۔ اور یہی ضحاک حسن و ابن زید کا قول ہے۔ مگر قوی یہی ہے کہ عموماً ہر ایک بڑا گناہ مراد ہے خواہ شرک ہو خواہ انکار آخرت و نبوت خواہ زنا و قتل وغیرہ اور اسپر اصرار کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اس سے نادم نہ ہو توبہ نہ کرے ؂

وکانوا یقولون ائذا متنا وکنا ترابا وعظاما ءانا لمبعوثون او آباؤنا الاولون اور منجملہ ان کے گناہ عظیم کے ایک یہ بات تھی کہ وہ مرکر بارِ دگر حشر میں زندہ ہونے کا انکار کرتے تھے اور تعجب کرکے کہتے تھے کہ بھلا جب ہم مرکر مٹی اور ہڈیوں کا چورا ہوگئے تو پھر ہم اور ہمارے باپ دادا اگلے زمانے کی جنکی قبروں اور ہڈیوں کا بھی نشان باقی نہیں ہا بارِ دگر زندہ ہوکر اٹھیں گے؟ ؂

یہ بات ان کے نزدیک بڑی تعجب انگیز اور انکے عقول ناقصہ کے احاطہ سے باہر تھی اور اصل سبب اس تعجب و انکار کا یہی کمبخت حب دنیا اور اسکا ترفہ تھا جسنے انکے انوار فطریہ اور عقول صافیہ کو سیاہ کرکے ایسی باتوں کے سمجھنے سے قاصر کردیا تھا اور انکی محبت دنیا اس خطرے کو بھی انکے دل میں جگہ نہ دیتی تھی کہ آخر ایک روز مرنا ہے اور مرکر زندہ ہونا اور خدا کے سامنے جانا ہے ؂

ان کے جہنم میں جانے کی یہی تین باتیں سبب ہوئیں جو تمام گناہوں اور ہر قسم کی بدکاریوں کی اصل الاصول ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا۔ اس انکار کے جواب میں فرماتا ہے۔ قل ان الاولین والآخرین لمجموعون الی میقات یوم معلوم کہ اے محمد ان منکروں سے کہدے کہ اگلے اور سب پچھلے سب لوگ زندہ کرکے ایک روز جمع کیے جاویں گے ؂

پھر اس روز ایہا الضالون المکذبون لآکلون من شجر من زقوم فمالئون منہا البطون اے گمراہو جھٹلانیوالو ان نعمتوں کی جگہ تم تھوہر کا درخت کھاؤ گے اور یہ نہیں کہ ذرا چکھ لو بلکہ اس سے پیٹ بھرو گے۔ ہرچند وہ جہنم کا پیڑ جو دنیا کے تھوہر سے مشابہ ہے نہایت بدمزہ اور تلخ اور گلا گھونٹنے والا انتڑیوں کا زخمی کرنے والا ہے مگر بھوک کی تکلیف اس سے بھی زیادہ تمکو معلوم ہوگی اس سبب سے اس سے پیٹ بھرنا غنیمت جانو گے۔ پھر اس کے کھانے کے بعد پیٹ میں ایک سخت گرمی اور بے انتہا پیاس معلوم ہوگی۔ سرد پانی کی تلاش کروگے سو پانی وہاں کہاں ناچار جہنم میں جو کھولتا ہوا پانی ہے فشاربون علیہ من الحمیم اسی کو پیوگے اور کس طرح فشاربون شرب الہیم اس طرح سے اس پانی پر گروگے کہ جس طرح کئی دن کے پیاسے اونٹ خشک بیابانوں میں جو پانی دیکھ لیتے ہیں تو اسکی طرف بیخود ہوکر دوڑتے ہیں اور اس پانی پر گرتے ہیں اسی طرح یہ لوگ اسپر بھی گریں گے۔ اس پانی کے پینے سے انتڑیاں کٹ کٹ کر دستوں میں نکلیں گی ہر روز یہی معاملہ رہیگا۔ ہائے یہ کیسی بیماری اور کیسی مصیبت ہوگی (اللہ محفوظ رکھے) یہ انکی ضیافت ہوگی قیامت کے دن جس کی وہ نعمتیں کھا کھا کر منکر ہو رہے ہیں ؂

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ نَحْنُ

ہمنے تمکو پیدا کیا ہے پھر تم کیوں سچ نہیں جانتے۔ بھلا دیکھو تو وہ جو تم عورتوں کے رحم میں پانی ڈالتے ہو۔ کیا تم اسکو بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔ ہمنے

قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

تم میں مرنا ٹھہرا دیا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں۔ کہ تمھارے جیسے اور لوگ پیدا کردیں اور تمکو کسی اور جہان میں پیدا کردیں کہ جسکو تم جانتے بھی نہیں

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝

اور تم اول بار کا پیدا کرنا جان چکے ہو پھر کسلیے نہیں سمجھتے؟ بھلا دیکھو تو تم جو کچھ بویا کرتے ہو۔ پھر کیا اسکو تم اگاتے ہو یا ہم اگایا کرتے ہیں۔

لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ

اگر ہم چاہیں تو اسکو چورا کردیں پھر تو تم باتیں بناتے رہجاؤ۔ کہ ہائے ہم زیر بار ہوگئے بلکہ بے نصیب رہے۔ بھلا بتاؤ تو سہی وہ پانی کہ جسکو تم

تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ

پیا کرتے ہو۔ کیا تمنے اسکو بادل سے برسایا ہے یا ہم برسانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسکو کھاری کردیں پھر تم کسلیے شکر نہیں کرتے بھلا بتاؤ تو سہی

النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ ع

وہ آگ کہ جسکو تم سلگایا کرتے ہو۔ کیا تمنے اسکا درخت پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنیوالے ہیں۔ ہمنے اسکو یاد دلانیوالا اور مسافروں کے کارآمد بنایا۔ پھر اپنے بڑے نام کی تقدیس کیجئے

ترکیب

نحن مبتدأ خلقناکم خبرہ افرءیتم الہمزۃ للاستفہام والفاء للتفریع او العطف ما موصولۃ تمنون قرء الجمہور بضم الفوقیۃ من امنی یمنی وقرئ بفتحہا من منی یمنی وہما بمعنی واحد وقیل بینہما فرق یقال امنیٰ اذا انزل عن الجماع ومنی اذا انزل من احتلام والمعنی ما تصبونہ فی ارحام النساء والجملۃ صلۃ والموصول مع صلتہ مفعول ارءیتم مسبوقین ای لا یسبقنا احد فیہرب من الموت او العذاب او لا یغلبنا احد من سبقتہ علی کذا اذا غلبتہ علیہ علی الاول حال من فاعل قدرنا الموت کائنین علی ان نبدل امثالکم وعلی الثانی متعلق بمعنی اللام وما نحن بمسبوقین اعتراض وعلی الثانی صلۃ ظلتم بفتح الظاء مع لام واحدۃ وقرئ بکسرہا معا وقرئ ظللتم بلامین اولاہما مکسورۃ علی الاصل تفکہون تندمون علی اجتہم ذلک من المعاصی فتحزنون فیہ والتفکہ التنقل بصنوف الفاکہۃ وقد استعیر للتنقل بالحدیث المزن جمع مزنۃ وہی السحابۃ البیضاء والمطر اجاجا الاجاج الماء الشدید الملوحۃ الذی لا یمکن شربہ وقیل الماء المر من الاجیج وہو تلہب النار فانہ یحرق الفم ولو لیست خالصۃ للشرط بخلاف ان وانما جاء فیہا معنی الشرط اتفاقا من حیث انہا تجعل علی الجملتین امتنع الثانیۃ لامتناع الاولی فلا بد فی جوابہا من اللام لتکون علما علی ذلک وفی ہذہ الآیۃ حذفت حیث قال جعلناہ ولم یقل لجعلناہ لعلم السامع بہا حیث ذکرت اولا المقوین الذین ینزلون القواء ای البوادی والصحراء ای المسافرین یقال ارض قواء بالمد والقصر ای مقفرۃ وقال قطرب المقوی من الاضداد یعنی المفتقر والغنی ⁂

تفسیر

تینوں گروہوں کا حال بیان کرکے دلائل حشر بیان کرتا ہے جو خاص انسان کی پیدائش اور اسکے حالات اور کارآمد چیزوں سے پیدا ہوتے ہیں ⁂

اول دلیل انسان کا پیدا کرنا ہے اس بات کو پہلے تو اجمالی طور پر بیان فرماتا ہے فقال نحن خلقناکم کہ ہمنے تمکو پیدا کیا ہے فلولا تصدقون پھر تم کسلیے اس بات کو سچ نہیں جانتے کہ وہ بارِ دگر بھی پیدا کرسکتا ہے پھر اس پیدا کرنے کی کیفیت مشاہدہ کراتا ہے افرءیتم ما تمنون کہ کیا تمنے منی کو رحم میں ڈالتے نہیں دیکھا

کیوں نہیں بلکہ بار ہا اوقات مشاہدہ ہوتا ہے پھر وہ منی ایک قطرۂ پانی ہے جو غذاؤں کا نچوڑ ہے افرأیتم ما تمنون أأنتم تخلقونه ام نحن الخالقون پھر اس منی کو تم انسان بناتے ہو یا ہم؟
نہیں اللہ ہی اس قطرۂ منی سے انسان بناتا ہے ورنہ انسان کو تو منی ڈالنے کے بعد کچھ بھی خبر نہیں ہوتی کہ رحم میں قرار پانے کے بعد متحد الحقیقت چیز سے مختلف
الطبائع چیزیں کتنے پیدا ہیں کسی جز کو قلب کسی کو دماغ کسی کو جگر کسی کو ہڈی کسی کو کچھ۔ یہ کاریگری کسی فاعل مختار کا کام ہے جس کے قبضے میں طبیعت
کل کی طرح کام کرتی ہے اور منی کی طرف بھی نسبت نہیں ہو سکتی ہے کہ منی کو بھی تم نہیں بلکہ ہم ہی پیدا کرتے ہیں۔ پھر جس طرح ابتدا ہماری طرف سے ہے انتہا
بھی ہمارے حکم سے ہے فقال نحن قدرنا بینکم الموت کہ ہم نے تمہارے درمیان موت کا وقت مقرر کر دیا ہے مختلف اوقات اور مختلف حالات میں
لوگ مرتے ہیں جب کہ ابتداء و انتہا ہمارے بس میں ہے کیا بار دگر پیدا کرنا ہمارے بس میں نہیں؟ ہم قادر ہیں کہ تمہارے جیسے اور لوگ پیدا کر دیں
یا تمہاری حالت بدل دیں کہ مار کر ریزہ ریزہ کر دیں اور پھر جلا دیں۔ اول صورت میں امثال شکل بالکسر کے جمع ہے اور دوسری میں مثل بالفتح کی جیسے منی میں
صفت و حالات و ننشئکم فیما لا تعلمون اور تم کو ان حیثیت حالات میں پیدا کر سکتے ہیں کہ جن کو تم جانتے بھی نہیں یعنی انسان بنا کر پھر اور دوسری چیز بھی بنا سکتے ہیں
ابتداء و انتہاء و درمیانی حالت بھی سب ہماری قدرت کے احاطے میں ہے۔ اسلئے دلیل کو اجمالی طور پر اعادہ کرتا ہے فقال و لقد علمتم النشأة الاولى فلولا تذكرون
ابتداء اول بار پیدا ہونا جان چکے ہو پھر کس لئے اسکو یاد نہیں کرتے اور کس لئے نہیں سمجھتے کہ وہ بار دگر بھی پیدا کر سکتا ہے ۔

دوسری دلیل افرأیتم ما تحرثون الخ پہلا رحم کے اندر پیدا کرنے کی کیفیت تو تھی ہی اب تم اپنی کھیتی کرنے کو دیکھو کہ تم زمین میں تخم ڈالتے ہو جو
ہمارا پیدا کیا ہوا ہے پھر دیکھو زمین کے اندر تمہارا کوئی فعل موثر نہیں ہم ہی اسکو اگاتے اور پیڑ بنا کر باہر لاتے ہیں اور اس پر بھی ہم ہر طرح سے قادر ہیں
چاہیں تو سوکھا کر گھانس اور چورا کر دیں جس پر تم افسوس و حسرت کرنے لگو معلوم ہوا کہ نہ اسکے پیدا کرنے میں تمہارا اختیار تھا نہ باقی رکھنے میں پھر جو زمین میں
ایک دانے سے ویسا ہی پیڑ پیدا کرتا ہے کہ جس کا وہ دانہ تھا کیا انسان کے کسی جزء جسم سے پھر اسکو اسی طرح زمین سے نہیں اگا سکتا؟ ضرور اگا
سکتا ہے اور اگا دیگا۔ یہ بات اے بنی آدم تم ہر وقت مشاہدہ کرتے ہو ۔

تیسری دلیل افرأیتم الماء الذی تشربون الخ بارش کے پانی کو دیکھو کہ جسکو تم پیتے ہو بھلا اسکو بادل سے کس نے برسایا ہے تم نے یا
ہم نے بادل اٹھاتے اور ہم ہی ان میں سے شیریں پانی برساتے ہیں اور چاہیں تو اس پانی کو کھاری کر دیں پھر تم کس لئے شکر نہیں کرتے اور
پوری شکرگزاری یہ ہے کہ اسکی قدرت کاملہ پر ایمان لاوے کہ وہ قادر مطلق انسان کو بار دگر بھی زندہ کر سکتا ہے ۔

چوتھی دلیل افرأیتم النار التی تورون الخ تم اس آگ کو دیکھو کہ جسکو سبز درختوں میں سے لیکر سفر میں جنگلوں میں سلگایا کرتے ہو
پھر وہ درخت کس نے پیدا کیا تم نے یا ہم نے؟ ہم نے اس آگ کو اپنی قدرت یاد دلانے والا یا جنگل میں بھولوں کو رستہ یاد دلانے والا کر دیا کہ آگ
کی روشنی دیکھ کر رات میں بیابانوں کے مسافر وہاں پہنچ جاتے ہیں اور مسافروں کے برتنے کی چیز بنا دیا اب سبز درخت دیکھو اور اس میں سے
آگ کا نکلنا دیکھو خالق کی کیسی قدرت کا [illegible] ہے ۔

عرب میں [illegible] درخت ہے جب اسکی شاخوں کو باہم رگڑا یا [illegible] سے رگڑ کھاتی ہیں تو آگ نکل آتی ہے۔ عرب
جنگلوں میں جہاں آگ نہیں ملتی اس آگ سے کام لیتے ہیں ہندوستان کے کوہ ہمالیہ میں بانسوں میں بھی باہم رگڑ کھانے سے آگ پیدا ہوتی ہے
دلائل کو تمام کر کے خدا کی طرف رجوع کرنے اور اسکے پاک نام کی تسبیح و تقدیس کرنے کا حکم دیتا ہے فقال فسبح باسم ربک العظیم ۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۝ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗٓ

پھر میں تاروں کے ڈوبنے کی قسم کھاتا ہوں۔ اور اگر سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے۔ کہ یہ عزت والا قرآن ہے۔ مخفی دفتر میں لکھا ہوا۔ جسکو بغیر پاکوں کے

اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ

اور کوئی نہیں چھوتا۔ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ پھر کیا تم اس بات میں شک کرتے ہو۔ اور تمنے اپنی یہی روزی

اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ

بنائی ہو کہ تم جھٹلایا کرو۔ پھر کیلئے جانکو روک نہیں لیتے جبکہ وہ گلے تک آجاتی ہے۔ اور تم اس وقت تکا کرتے ہو۔ اور تمسے زیادہ ہم اسکے قریب ہوتے ہیں لیکن تم

لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

دیکھتے نہیں۔ پھر کیلئے اگر تم کسی کے محکوم نہیں۔ اسکو پھیر نہیں لاتے اگر تم سچے ہو ✝

ترکیب

فلا لا مزیدۃ للتاکید کما فی قولہ لئلا یعلم۔ وقیل انہا للنفی لا اقسم اذ لا حاجۃ الی القسم فان الامر واضح وقیل معناہ لیس الامر کما زعم الکفار ثم اکدہ بالقسم فقال اقسم بمواقع النجوم وانہ لقسم الخ لو تعلمون جملۃ معترضۃ بین القسم والمقسم علیہ انہ لقرآن کریم صفۃ فی کتاب صفۃ ثانیۃ لا یمسہ ثالثۃ تنزیل رابعۃ للقرآن مع صفاتہا خبر ان والجملۃ جواب القسم وتجعلون معطوف علی مدہنون رزقکم مفعول اول لتجعلون انکم تکذبون الجملۃ مفعول ثان فلولا بمعنی ہلا اذا ظرفیۃ والعامل فیہا ترجعونہا وانتم الخ الجملۃ حال ونحن الخ حال من فاعل تنظرون فلولا الثانیۃ تاکید للاولی ترجعونہا المحضض علیہ لولا ان کنتم شرط جوابہ محذوف یدل علیہ ترجعونہا والمعنی ہلا ترجعون الروح ان کنتم غیر مملوکین مجزیین ✝

تفسیر

ان دلائل میں اعجاز قرآنی بھی اپنا جلوہ دکھا گیا تھا اور چوتھی دلیل میں ایک حرارت قدرتی کا ذکر تھا کہ وہ مسافروں کے لیئے رہنما بھی ہو جاتی ہے اب ترقی کرتا ہے کہ ارضی چیزوں پر کیا موقوف ہے ستاروں میں بھی اس رہنمائی کا وصف رکھا گیا ہے اسلیئے مواقع النجوم کی قسم کھا کر اور یہ جتلا کر کہ یہ قسم بڑی قسم ہے قرآن مجید کا منجانب اللہ ہونا اور اسکے چند اوصاف حمیدہ بیان فرماتا ہے جو اسکے منجانب اللہ ہونیکی دلیل ہیں اور وہ اوصاف بھی چار ہیں جنکو چار دلیل سمجھنا چاہیئے اس خوبی اور لطف کے ساتھ معاد کے مسئلہ کو تمام کر کے مسئلہ نبوت کو ذکر کرتا ہے اسلیئے کہ دلائل کے بعد کامل تسلی اس مسئلہ میں نقلی دلائل سے ہوتی ہے اور نقلی دلائل مخبر صادق کی تصدیق اور اسپر ایمان لانے بغیر فائدہ بخش نہیں ہو سکتیں ✝

تنزیل من رب العالمین تک مسئلہ نبوت کا ذکر ہے پھر افبہذا الحدیث الخ سے مخالفین کے بیجا انکار و شبہات کا رد اور انکا پھر و بیچ ہونا بیان کرتا ہے اور پھر انسان کی انتہائی حالت بیان کر کے (جو دنیا سے کوچ کرنے کے وقت نہایت عجز و بے بسی کے پیرایہ میں ظاہر ہوتی ہے اور اس وقت اسکا عزیز و قریب اسکو روک نہیں سکتا اور سب بیٹھے دیکھا ہی کرتے ہیں اور اسکی جان حلق تک آپہنچ گئی ہوتی ہے اور وہ ہچکیاں لے لے کر دم توڑتا ہے اور اقارب و احباب پاس بیٹھے ہوئے حسرت و بے بسی کی حالت میں آنکھوں سے آنسو بہایا کرتے ہیں اور اپنے آہ و نالے کی صدائیں بلند کرتے ہیں) [illegible]

کہ انسان یوں ہمارے بس میں ہے اور یوں اسکو ہم کشاں کشاں دوسرے عالم میں لیئے جاتے ہیں اور تم بیٹھے دیکھا کرتے ہو ✝

یہاں سے پھر مسئلہ معاد کی طرف (دلائل و تصدیق نبوت سے مستحکم کر کے) کلام کو متوجہ کیا جاتا ہے اور اسکے ضمن میں مخلوقوں کے [illegible]

فلا اقسم بمواقع النجوم مواقع موقع کی جمع جسکے معنی ہیں ستاروں کے واقع ہونے کی یعنی ٹوٹنے یا غروب ہونے کی جگہ مفسر کہتے ہیں مواقع اس جگہ مصدر ہی یعنی ستاروں کے غروب یا ٹوٹنے کی قسم کھاتا ہی ٹوٹنے سے کیا مراد ہی؟ پچھلی رات جب جلوہ دکھا کر ستارے غروب ہونے کو ہوتے ہیں وہ بھی ایک عجیب وقت ہوتا ہی گویا عارف کی نظر میں (جو تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر اور ان انوار و برکات سے حصہ پاکر بیٹھتا ہی جو اس وقت مناجات و عبادات کرنے والوں کے لیے مخصوص ہیں) ستاروں کا غروب ہونا یہ ثابت کر رہا ہی کہ ہم آفتاب بنانے والے پر نثار ہوتے جاتے ہیں اور اسکے جمال کا جو ایک ادنی مظہر آفتاب بر آمد ہونیوالا ہی اسکے سامنے رونمائی کی انکو تاب نہیں اور یہ کہ دنیا کی بے ثباتی اور اسی طرح یکے بعد دیگر انسانوں کا غروب یاد دلاتے ہیں (قتادہ وغیرہ) حسن کہتے ہیں مواقع النجوم سے مراد قیامت کے دن انکا ٹوٹنا اور بے نور ہونا جو بڑا عبرت انگیز وقت ہوگا بعض کہتے ہیں ستاروں سے مراد قرآن مجید کی آیات اور انکا یکے بعد دیگرے نازل ہونا مواقع یعنی ٹوٹنا یہ مصدر ہی یعنی نزول آیات کی ہر ساعت قسم کھا کر اپنے کلام کو مؤکد کرتا ہی بعض کہتے ہیں انبیاء و اولیاء کرام کے دل مراد ہیں جہاں اسکے انوار و محبت کے ستارے ٹوٹ کر گرا کرتے ہیں بعض کہتے ہیں ستاروں سے مراد نیک باخدا لوگ ہیں جو دنیا کی اندھیری رات میں ستارے ہیں اور انکا ٹوٹ ٹوٹ کر گرنا یکے بعد دیگرے دنیا سے گذر جانا اور اسکو خالی کرتے جانا ہے جو حسرت و افسوس و عبرت کا مقام ہی اس بات کی خدا تعالی قسم کھاتا ہی کلام الٰہی میں ان سب احتمالات کی گنجائش ہی کیا بلیغ کلام ہی یہ چیزیں کہ جنکی قسم کھائی ہے کیا بڑی چیزیں ہیں اسلیے فرماتا ہی کہ یہ بڑی قسم ہی مگر کب؟ جبکہ تم جانو اور جب نادانی ہی جانتے ہی نہیں تو تمہارے نزدیک کچھ بات نہیں۔ قرآن کریم اول مدح ہے۔ فی کتاب مکنون یہ قرآن کی دوسری مدح ہی کہ وہ مخفی دفتر میں ثبت ہی کوئی اسمیں تحریف و تبدیل نہیں کر سکتا کتاب مکنون سے مراد لوح محفوظ جو لوگوں کی آنکھوں سے مخفی ہی اور ممکن ہی کہ حفاظ کے دل مراد ہوں کہ اس مخفی دفتر میں قرآن کو قضا و قدر نے لکھ دیا ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ بھی احتمال ہی کہ کتاب مکنون سے مراد توریت و انجیل ہو۔ کیونکہ یہ کتابیں مکنون یعنی مخفی ہیں اصلی کتابیں تو چھپ گئیں انکے نام کی دو کتاب موجود ہیں ان میں قرآن کا ذکر تھا۔ مجاہد و قتادہ کہتے ہیں کہ مصحف بھی مراد ہو سکتا ہے کہ جسمیں قرآن مجید لکھا ہوا ہوتا ہی یعنی ورق لا یمسہ الا المطہرون کہ اسکو پاک ہی ہاتھ لگاتے ہیں یہ تیسری مدح ہی۔ اگر اسکو جملہ خبریہ مانا جاوے جیسا کہ ظاہر ہے۔ واحدی کہتے ہیں اس تقدیر پر اکثر مفسرین کے نزدیک ضمیر کتاب مکنون کی طرف پھرتی ہی جسکے یہ معنی ہوئے کہ کتاب مکنون یعنی لوح محفوظ کو بجز پاک لوگوں کے یعنی ملائکہ مقربین کے جو جمیع نجاستوں ظاہری و باطنی سے پاک ہیں اور کوئی نہیں چھوتا کیونکہ وہی اسکو وہاں سے یاد کر کے دنیا میں لاتے ہیں۔ اور اگر اسکو معناً نہی قرار دیا جاوے جو تاکید کے لیے بصورت نفی صادر ہوئی ہی تب اسکے یہ معنی ہوں گے کہ پاکوں ہی کو اسے چھونا چاہیے۔ اس تقدیر پر لا یمسہ کی ضمیر قرآن کریم کی طرف پھرتی ہی یہ جمہور فقہاء اور ائمہ محدثین کا قول ہی یعنی بے وضو بے غسل جنابت و حیض و نفاس میں قرآن مجید کو ہاتھ لگانا حرام ہے۔ حضرت علی و ابن مسعود و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید و عطاؤ و زہری و نخعی و حکم و حماد وغیرہ کا یہی قول ہی اس بارے میں احادیث بھی وارد ہیں چنانچہ طبرانی نے روایت کی ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی قرآن کو نہ چھوئے مگر پاک۔ کتب حنفیہ میں ہی کہ محدث و حائض و نفاس والے کو قرآن کو ہاتھ نہ لگانا چاہیے مگر جب اگر وہ غلاف میں ہو تو مضائقہ نہیں کہ غلاف کو ہاتھ لگایا جاوے ہاں بے وضو کو پڑھنا درست ہے اگر حافظ ہو اور اگر دیکھ کر پڑھتا ہے تو قلم یا اور کسی چیز سے ورق الٹے۔

مدہنون۔ ادہان۔ مداہنت جھٹلانا اسکے اصلی معنی ہیں چکنا کرنا چونکہ جھٹلانے والا چکنی چپڑی باتیں بنایا کرتا ہے اسلیے اسکے اس فعل کو مداہنت و ادہان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ غیر مدینین غیر مطیعین۔ او غیر مجزیین او غیر محاسبین۔ واللہ اعلم

ف کیونکہ قرآن کی صحت پر تمام ملکیہ دلیل ہوتا ہی کہ تعجب کریں اسکی تکذیب لازم آوے گی انکو وہ گوارا نہیں کرتا (مثال نبی) تم انکو اور یعنی یہ کہ تم نہ کرو گے دوسری بات میں تاکید ہے ۱۲ منہ

فَأَمَّآ إِن كَانَ مِنَ ٱلْمُقَرَّبِينَ ۝ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ۝ وَأَمَّآ إِن كَانَ مِنْ أَصْحَٰبِ ٱلْيَمِينِ ۝ فَسَلَٰمٌ

پھر اگر وہ مقربین میں سے ہے۔ تو راحت اور خوشبوئیں اور عیش کے باغ ہیں۔ اور اگر داہنے والوں میں سے ہے تو تجھے

لَّكَ مِنْ أَصْحَٰبِ ٱلْيَمِينِ ۝ وَأَمَّآ إِن كَانَ مِنَ ٱلْمُكَذِّبِينَ ٱلضَّآلِّينَ ۝ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ ۝ وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ ۝ إِنَّ

داہنے والوں کی طرف سے سلامتی پہنچے۔ اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہے۔ تو کھولتے پانی کی اور آگ میں جلنے کی مہمانداری ہے۔ بیشک

هَٰذَا لَهُوَ حَقُّ ٱلْيَقِينِ ۝ فَسَبِّحْ بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلْعَظِيمِ ۝

یہ بات بہت یقینی ہے۔ پھر اپنے رب کے نام کی تقدیس کر جو بہت بڑا ہے۔

فروح جواب فاما وجواب ان مستغنی عنہ بجواب اما و التقدیر فلہ روح قرء الجمہور (**ترکیب**) بفتح الراء وقرئ بالضم فالفتح مصدر و الضم اسم لہ وقیل بالفتح معناہ الراحۃ و بالضم معناہ الرحمۃ مجازا العلاقۃ السببیۃ لانہا کالسبب بحیوۃ المرحوم ریحان اصلہ ریوحان علی فیعلان قلبت الواو یاء وادغم ثم خفف مثل سید وسید وقیل ہو فعلان قلبت الواو یاء وان سکنت و انفتح ماقبلہا۔ (ابن الصائغ) تصلیۃ بالرفع عطفا علی نزل و بالجر عطفا علی حمیم حق الیقین ای حق الخبر الیقین فالموصوف محذوف والصفۃ قائمۃ مقامہ۔

حشر کے دن تین گروہوں کی پیش آنیوالی حالت بیان کر کے پھر ان (**تفسیر**) تینوں گروہوں کا بعد موت کے جو حال ہوتا ہے اسکو بیان فرماتا ہے۔ یعنی جبکہ روح جسم کو چھوڑ کر دوسرے عالم میں جاتی ہے نیست و نابود نہیں ہو جاتی نہ وہ دنیا کے تنگ میدانوں میں تناسخ کے ذریعے سے اجسام مختلفہ کے لباس پہنکر ٹھوکریں کھاتی ہے بلکہ فاما ان کان من المقربین اگر وہ شخص مقربین یعنی سابقین میں سے ہے تو اسکے لیے روح و ریحان و جنت نعیم عیش و عمدہ روزی اور نعمتوں کے بھرے پرے باغ ہیں باغ و بہار اور خوشبوئیں اور جنت میں ہر قسم کی شادمانی نصیب ہوتی ہے۔ واما ان کان من اصحاب الیمین اور اگر اصحاب الیمین میں سے ہے تو فسلام لک من اصحاب الیمین تو تجھے اے محمد یا اے مخاطب انکی طرف سے سلام یعنی سلامتی ہے رنج و غم سے انکا ایسا عمدہ حال ہوگا کہ جسکو دیکھ کر تجھے رنج و غم نہ ہوگا وہ عذاب سے سالم محفوظ ہونگے یا یہ معنی کہ وہ ایسے خوش حال میں ہونگے کہ وہاں خوش ہو کر تجھے سلام بھیجیں گے یا یہ کہ اے صاحب الیمین تجھے تیرے دوسرے بھائی سلام کہیں گے یعنی آپس میں خوش و خرمی میں ایک دوسرے سے سلام علیکم کہینگے جیسا کہ عید وغیرہ خوشی کے دنوں میں باہم ملتے اور سلام کیا کرتے ہیں۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ فرشتہ اللہ کی طرف سے اسکو سلام کہیگا اور خبر دیگا کہ تو اصحاب الیمین میں سے ہے۔

واما ان کان من المکذبین الضالین اور اگر وہ اللہ کی باتوں کو جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہے یعنی اصحاب الشمال (مگر اصحاب الشمال کو ان الفاظ سے اسلیئے ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہی بد خصلت انکو اس عذاب میں لائی ہے) فنزل من حمیم تو اسکی مہمانی اور ضیافت کھولتا ہوا پانی وتصلیۃ جحیم اور آگ میں ڈالا جانا ہے یعنی وہ زقوم کھانے کے بعد کھولتا پانی پئیگا اور آگ میں ڈالا جاویگا۔ اسکی ضیافت یہ ہے اور یہ اسکے لیے سامان مہمانی تیار ہی جلنے ہی کی دیر ہے۔ بارے بہت لوگ دنیا میں کاروبار میں گرفتار ہیں اور انکو ہر قسم کی کامرانی اور عیش اور پورا عزت و جاہ بھی ہے اور بڑے بڑے سامان دوام کے لیئے کر رہے ہیں کہ یکایک موت آگئی صبح دنیا کی ان شادمانیوں میں تھا شام سے پہلے اس عالم میں ان بلاؤں میں گرفتار ہو گیا اور ایسے بھی ہیں کہ نیک و باخدا ہیں مگر دنیاوی تکالیف تنگدستی بیماری خواری بیکسی غربت میں گرفتار موت آگئی دوسرے عالم میں سلطان و کامران ہو گیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک دولتمند اور ایک محتاج دیندار کا انجام کا بیان فرمایا کہ دولتمند دوزخ میں گیا اور وہ محتاج جو اسکی ڈیوڑھی پر اسکے بچے ہوئے ٹکڑوں کی آرزو کیا کرتا اور کتے اسکے زخم چاٹا کرتے تھے ابراہیم علیہ السلام کی گود میں جا بیٹھا اسکو عطا پایا اور التجا کی کہ محتاج اپنی انگلی کا سرا بھگو کر میرے منہ میں ٹپکا دے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تو کہ دنیا میں تو نے اچھا وقت پایا کا تیرے ساتھ یہاں کا ہمارا دیتے ہیں یہ یہاں نہیں آسکتا انجیل لوقا۔ یہ باتیں ظاہر اہل دنیا کے خیال میں نہیں ہیں اسلیئے فرماتا ہے ان ہذا لہو حق الیقین کہ یہ یقینی ہے جو بات کے تو عاصی کریگا ہمیشہ تیار فسبح باسم ربک العظیم اسکے بزرگ و برتر نام کی تعظیم و تسبیح کیا کر یہی آخرت کا توشہ ہے۔

سورۂ حدید مدنیہ ہے اسمیں انتیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ

اسکی پاکیزگی بیان کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں۔ اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اسی کی بادشاہت ہے آسمانوں اور زمین میں۔ زندہ کرتا اور مارتا ہے

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ

اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی ہے سب سے پہلا اور سب سے پچھلا اور ظاہر اور پوشیدہ۔ اور وہ ہر چیز سے واقف ہے۔ وہی ہے کہ جس نے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا

آسمانوں اور زمین کو بنایا چھ دن میں پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ جانتا ہے جو کچھ کہ زمین میں گھستا ہے اور جو کچھ کہ اس سے برآمد ہوتا ہے

وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

اور جو کچھ آسمانوں سے اترتا ہے اور جو کچھ اوپر چڑھ جاتا ہے۔ اور وہ ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔ اسی کی سلطنت ہے آسمانوں

وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

اور زمین پر۔ اور سب چیزیں اسی کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ داخل کر دیتا ہے رات کو دن میں اور داخل کر دیتا ہے دن کو رات میں۔ اور وہ دلوں کے راز کو جانتا ہے +

(ترکیب)

یحی ویمیت فی محل الرفع لکونہ خبر المبتدأ المحذوف ای ہو +

(تفسیر)

اس سے پہلی سورۃ کو اپنے نام پاک کی تسبیح کرنے پر تمام کیا تھا فسبح باسم ربک العظیم۔ اب اس سورۃ کی ابتدا میں اس تسبیح کی کیفیت بیان فرماتا ہے فقال سبح للہ ما فی السموات والارض کہ کچھ ہمیں پر کچھ موقوف نہیں آسمانوں کے رہنے والے فرشتے (اور روحانیات حضرات انبیاء و اولیاء کرام) اور زمین کے رہنے والے ملائکہ و جمادات و نباتات اور کل موجودات اپنی زبان حال سے اسکی یکتائی و صنعت و ربوبیت کمال کی گواہی دے رہے ہیں یہی انکی تسبیح و تقدیس ہے۔ جو لوگ زبان سے تسبیح و تقدیس کرتے ہیں مومنین و ملائکہ کرام خواہ وہ ارضی ہوں خواہ سماوی وہ زبان سے باقی کا دلالت حال تسبیح کر رہا ہے +

یہ لفظ تسبیح قرآن مجید میں مختلف صیغوں میں آیا ہے اس سورہ اور سورہ حشر اور صف وغیرہ میں بصیغہ ماضی اور سورہ جمعہ و تغابن وغیرہ میں بلفظ مضارع یسبح اور بعض میں بصیغہ امر سبح جیسا کہ سورۃ اعلیٰ اور سورہ بنی اسرائیل کے اول میں بصیغہ مصدر سبحان الذی اسری بعبدہ۔ اسمیں یہ اشارہ ہے کہ اسکی تسبیح و تقدیس کسی وقت کسی حال میں منقطع نہیں بلکہ ہر حال میں ہونی چاہیے گویا یوں فرمایا اسکی تسبیح و تقدیس ہوتی آئی ہے اور ہوتی ہے اور ہوگی اور ہونی چاہیے اور ہوتی رہتی ہے اور اے لوگوں تم بھی کرو۔ اور ما فی السموات الخ میں یہ اشارہ ہے اے بنی آدم کچھ تمہیں پر اسکی تسبیح و تقدیس موقوف نہیں اسکی تسبیح و تقدیس کرنیوالے بہت ہیں آسمانوں کے فرشتے اور دیگر چیزیں اور زمین کے رہنے والے اور دریا کے جانور اور بیابانوں کے وحوش و طیور سوراخوں کے چیونٹے اور درند و پرند نباتات و جمادات اگر سننے والے کے کان ہوں تو عرش سے لیکر فرش تک اسکی تسبیح و تقدیس کا غلغلہ اور شور ہے۔ خاصان خدا نے کبھی جمادات کی تسبیح بھی سنی ہے۔ بخاری نے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم کھانے کی جس وقت کہ وہ کھایا جاتا تھا تسبیح سنا کرتے تھے۔ یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے۔ اور **غرض** اس کہنے سے کہ

اسی کی ہر چیز تسبیح کرتی ہے خصوصاً شروع سورۃ میں یہ ہے کہ لے منکرو اسے جاہلو تمنے جو اپنے اوہام باطلہ اور قیاسات فاسدہ سے خدا تعالیٰ کی ذات پاک میں عیوب تجویز کر رکھے ہیں کسی نے اسکے لیئے بیٹیاں کسی نے بیٹا۔ کسی نے اسکے کارخانۂ قضا و قدر میں شریک سمجھ رکھے ہیں کسی نے انسان کو خدا متشکل قرار دیا ہے کسی نے انسانوں یا حیوانات کی شکل میں اس کا متشکل ہو کر ظاہر ہونا مانا ہے کسی نے آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے کے بعد اسکے لیئے تھکان ثابت کیا ہے کسی نے اسکو بعض امور کی نسبت عاجز تصور کیا ہے کسی نے اسکو بغیر وسائل کے بندوں کی دعائیں سننے سے بھر اقرار دیکر وسائل تجویز کرکے انکی پرستش ختیار کی ہے کسی نے اسکو عالم پیدا کرنے کے بعد معطل ٹھہرا رکھا ہے۔ وہ ان سب باتوں سے پاک ہے اسکی پاکی آسمان و زمین کی ہر ایک چیز بیان کر رہی ہے ۔

اسکے بعد وہ ان امور کے ابطال اور اپنی قدرت و کمال کے ثبوت میں جو تسبیح و تقدیس کے اسباب ہیں چند دلائل بیان فرماتا ہے مگر اسی سادے اور دلپسند طریق سے۔ **دلیل اول** وھو العزیز الحکیم تسبیح تنزیہ یعنی برائیوں سے مبرا کرنا۔ یہ دو باتیں چاہتا ہے اول یہ کہ جسکو عیوب سے مبرا کیا جاتا ہے وہ بے انتہا قدرت کاملہ رکھتا ہو کہ جسکے سبب کوئی عیب و نقص عجز کی وجہ سے اسکے گرد نہیں آنے پاتا۔ اسمیں بے شمار باتیں آگئیں جو روحوں سے پاک ہونا جسم و مقتضیات جسم اور ہر قسم کی شہوانی و نفسانی خواہشیں بھوک پیاس نیند اونگھ موت و بیماری کسی کام کے کرنے پر بغیر کسی آلات و اسباب معین و مددگار کے قادر نہ ہونا سب سے پاک ہے۔ دوسری بات قدرت کے ساتھ حکمت بھی ہو کہ حقائق الاشیاء اور ہر چیز کی مناسب تدبیر آغاز و انجام حاجات عباد ات اسکے ولی معاملات عالم کے انقلابات سب سے بخوبی واقفیت بھی ہو ورنہ بلا حکمت و تدبیر بیہودہ باتیں بہت سے عیبوں کو پیدا کر دیتا ہے۔ اس واقفیت کو حکمت کہتے ہیں پہلی بات کے لیئے العزیز دوسری کے لیئے الحکیم فرما کر دعوے کو مدلل کر دیا۔ اب ہی یہ بات کہ درحقیقت اسمیں یہ دونوں وصف ہیں بھی؟ اس کے ثبوت میں عالم کے تصرفات کو دلیل میں پیش کرتا ہے۔ فقال له ملک السمٰوٰت والارض کہ آسمانوں اور زمین پر اسی کی حکومت اور اسی کی سلطنت ہے یہ بات ہر روز مشاہدے میں آرہی ہے کیونکہ یحیی و یمیت وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ گو عالم اسباب میں انسان اور حیوان اور جملہ موجودات کا وجود و عدم جسکو حیات اور موت سے تعبیر کیا جاتا ہے بظاہر اسباب کی طرف منسوب ہے مگر جب عقل دوربین سے دیکھے گا تو ان جملہ اسباب کا سلسلہ اسی کی طرف جا کر منتہی ہوتا ہوا معلوم ہوگا جسلیئے آخر یہی کہنا پڑیگا کہ وہی مارتا اور وہی جلاتا ہے پھر جسکے قبضۂ قدرت میں عالم کا ایجاد اور انعدام ہے پھر اسکی کامل بادشاہی میں کیا کلام ہے؟ کس بادشاہ کو رعیت پر یہ اختیارات حاصل ہیں ؟ - اور لطف بلاغت یہ دیکھو کہ ہکو مضارع کے صیغوں سے بیان کیا تاکہ معلوم ہو کہ بالفعل یہی مارتا جلاتا ہے ہر ترتیب فعل جاری ہے اور رہیگا یہ نہیں کہ کر چکا جسمیں کوئی کلام کر سکے۔ اسلیئے اس بات کی آپ ہی تصریح بھی کرتا ہے وھو علی کل شیء قدیر کہ وہ ہر بات پر قادر ہے۔ پھر اس قدرت کاملہ کا اظہار اپنی چار صفتوں میں ثابت کرتا ہے۔ فقال ھو الاول کہ وہ سب سے اول ہے اس سے پہلے کوئی نہیں کیونکہ ہر شے کا موجد اور علت کا وجود جملہ معلولات سے مقدم ہوتا ہے۔ اسکی ابتدا جب ہوتی کہ کوئی اس سے پہلے ہوتا پس وہ ازلی اور قدیم ہے ذات و صفات میں اور جو کچھ ہے حادث ہے ذات و صفات میں انکی نیستی انکی ہستی سے مقدم ہے۔ اور اسی طرح وہ الآخر بھی ہے سب کے بعد وہی رہیگا یعنی ابدی بھی ہے سب مٹ جائیں گے پر وہ رہیگا اور الظاہر اور وہ سب پر غالب اور بلند بھی ہے سب سے برتر ہے۔ یا یہ معنی کہ تجلیات اور موجودات کے پردوں میں سے ایسا ظاہر ہے کہ اس قدر کوئی چیز نہیں ہے مصنوع جب اپنی خوبیوں کا جلوہ دکھاتا ہے اس سے پہلے اسکے صانع کی خوبی اور اسکا وجود جلوہ گر ہوتا ہے انہیں معنوں میں بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ میں جب کسی چیز کو دیکھتا ہوں سب سے پہلے اسمیں اللہ کو دیکھتا ہوں ؎ کہ بچشمان دل مبین جز دوست ✽ ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست ✽ باوجود اسکے الباطن مخفی بھی ایسا ہے کہ کسی کو ان آنکھوں سے نظر نہیں آتا اسکی حقیقت ذات ادراک ابصار و حواس و عقول سے محتجب ہے۔ یا یوں کہو کہ جس طرح سب سے بلند اور اونچا ہے اسی طرح سب سے نیچا بھی وہی ہے وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ اگر تم کنوئیں میں ڈول ڈالو گے تو وہ اللہ ہی پر جا کر پڑیگا اسکے یہی معنی ہیں۔ وہ ہر طرف سے احاطہ کیئے ہوئے ہے اسکے احاطے سے کوئی باہر نہیں سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ ترمذی و مسلم وغیرہ نے ایک حدیث نقل کی ہے جسمیں ایک دعا کا تلقین فرمانا مذکور ہے

مِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۚ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ

ن لاؤ اللہ اور اسکے رسول پر اور خرچ کرو اس میں سے کہ جسکا تمکو قائم مقام کیا۔ پھر جو تم میں سے ایمان لائے اور خرچ کیا انکے لیے بڑا اجر ہے -

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

تم کو کیا ہے اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور رسول تو تمکو تمہارے رب پر ایمان لانیکے لیے بلا رہا ہے اور تمسے عہد بھی لے چکا ہے - اگر تم ایمان رکھتے ہو -

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَمَا لَكُمْ

وہی تو ہے جو اپنے بندے پر کھلی کھلی آیتیں نازل کرتا ہے تاکہ تمکو اندھیریوں سے نکال کر روشنی میں لائے۔ اور اللہ تو تم پر بڑا عنایت فرما مہربان ہے - اور تم کیلئے

اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

اللہ کی راہ میں نہیں دیتے اور آسمانوں اور زمین کا ورثہ تو اللہ ہی کے لیے ہے۔ تم میں سے اور کوئی اسکے برابر نہیں کہ جسنے فتح کے سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا - یہ ہیں کہ

اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

اللہ کے نزدیک بڑا درجہ ہے ان لوگوں سے کہ جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا۔ اور اللہ نے ہر ایک سے نیک وعدہ کیا ہے اور اللہ تمھارے کاموں سے خبردار ہے -

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝

کوئی ہے جو اللہ کو اچھی طرح قرض دے کہ وہ اسکو دو چند کر دے اور اسکے لیئے عمدہ بدلہ ہے ۔

وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کے یہی معنی بیان فرمائے ہیں اور یہی تفسیر کی ہے اور اسی طرح احمد و مسلم وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے اور بھی حدیث نقل کی ہے جسمیں ان چاروں لفظوں کے یہی معنی بیان ہوئے ہیں +

یہانتک پہلی بات کا ثبوت یعنی العزیز کی توضیح و تصویر تھی - مگر انھیں میں سے دوسرے وصف کا بھی جلوہ نمایاں تھا اسلیئے اسکی بھی تصریح کر دی وہو بکل شئی علیم - الحکیم کی تفسیر ہے - اسکے بعد ایک گزشتہ اور ماضی فعل کو ذکر کرتا ہے جس سے اسکی کمال قدرت و حکمت کا اظہار ہوتا ہے فقال ہو الذی خلق السموات الخ کہ اسی نے تو آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں بنایا - اسکی تفسیر کئی جگہ ہو چکی ہے - ثم استوی علی العرش - اسکے بعد تخت حکومت پر تصرفات کرنے کو بیٹھا - اسکی بھی تفسیر و تحقیق ہو چکی - اسکے بعد پھر اپنی حکمت و علم کا اظہار کرتا ہے یعلم مایلج فی الارض کہ وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں گھستا ہے پانی اور نباتات کے تخم اور خزانے اور مردوں کی لاشیں وغیرہ و مایخرج منہا اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اسکو بھی جانتا ہے نباتات معادن وغیرہ - و ماینزل من السماء اور جو کچھ آسمانوں سے اترتا ہے ملائکہ - رحمت - عذاب - بارش - احکام حوادث وغیرہ سب کو جانتا ہے - و مایعرج فیہا اور جو کچھ نیچے سے اوپر چڑھ کر جاتا ہے بندوں کے نیک اعمال اور نیک روحیں اور بعض انبیاء زندہ - اور بندوں کی دعائیں اور زمین کے ابخرات - سب کو جانتا ہے ! اور انھیں پر کیا موقوف ہے وہو معکم اینما کنتم - وہ ہر جگہ تمھارے ساتھ ہے واللہ بما تعملون بصیر اور جو کچھ تم کر رہے ہو وہ دیکھ رہا ہے - پھر اسی جملہ کا اگلے مضمون کی تمہید بناکر اعادہ کرتا ہے فقال لہ ملک السموات والارض اسکے بعد پھر اپنی قوت و حکمت کا اظہار شروع کرتا ہے - فقال والی اللہ ترجع الامور عالم سفلی سے لیکر علوی تک اور جسمانی سے لیکر روحانی تک جنکے کاروبار اسباب پر مبنی ہیں سب اسباب اسی مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرتے ہیں یعنی قبضۂ قدرت میں ہیں - اور تمام کائنات کا وہی مرکز اصلی ہے سب کا میلان اسی طرف ہے ؏ ہمہ رو سوے تو بود وہمہ سو روے تو بود مگر بہیمیت کے ظلمات اور رسم و رواج کی تقلید کے پتھر

* مصاحب فتح یعنی حصول مرادات و نعماء جنہیں سے اعداء دین پر فتح اور انکے مسکن پر غلبہ بھی ہے جو فتح مکہ کو بھی شامل ہے اور نفس امارہ پر قابو پانے کو بھی شامل ہے گو اصلی معنی یہی ہیں جو متن تفسیر میں گزر چکے

انکے رستے میں حائل ہوکر اسکو اس طرف جانے سے روک دیتے ہیں انھیں کے دور کرنے کو دنیا میں انبیا علیہم السلام اور کتابیں بھیجی جاتی ہیں سب چیزوں کا اسکی طرف رجوع کرنا یعنی اسکے ہاتھ میں ہونا بیان فرمایا تھا اسکے بعد چند بڑی بڑی باتوں کا اسکی طرف رجوع کرنا فرماتا ہی فقال یولج الیل فی النہار الخ رات دن کو دیکھو کہ وہ قائم مطلق انکو کس طرح سے الٹی پلٹی دیا کرتا ہی تمام جہان منور ہوتا ہی دن کی بادشاہت زور پر ہوتی ہے کہ اسکو نیست کرکے رات کو اسمیں داخل کردیتا ہی پھر رات ذیل ہوکر تمام جہان پر اپنا قبضہ کرلیتی ہی اسکے بعد پھر دن کو اسمیں داخل کردیتا ہے یہ کیسا انقلاب عظیم ہی پھر کسکے قبضے میں ہے؟ ایسے آفتاب بھی اسکے حکم سے چلتا ہی اسکی لگام بھی اسیکے ہاتھ میں ہی۔ یہ قدرت کا نمونہ ہے اور علم کی یہ کیفیت ہے کہ وہ علیم بذات الصدور وہ ان چیزوں کو بھی تو جانتا ہے جو سینہ میں ہوتی ہیں یعنی دل میں مخفی ہوتی ہیں دل کی بات کو سینے کی بات بھی محاورہ عرب میں کہتے ہیں اسلیے بھی ہی کہ دل سینے میں ہوتا ہی انسان کے تمام مخفی الشی خطرات بھی اسکے سامنے حاضر ہیں جب یہ ہی تو انسان کو اپنے دل میں سب سے عمدہ خیال اور سب سے اعلی اعتقاد رکھنا چاہیے اسلیے اسکے بعد فرمایا آمنوا باللہ ورسولہ کہ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ جو نجات اور حیات ابدی کا ذریعہ ہی اور دوسری زندگانی کی روح ہی۔ مگر صرف ایمان لانا ہی کافی نہیں اسکے بعد کچھ عمدہ کام بھی کرنے چاہییں اور اعمال میں خلق خدا کے ساتھ سلوک کرنا بڑا عمدہ کام ہی اسلیے اسکو ذکر کیا وانفقوا الخ کہ خیرات بھی کرو ابتدا اسلام میں جبکہ آنحضرت صلعم کفار قریش کی سخت کشاکش میں تھے ایمان لانا اور خیرات کرنا ہی سکھایا جاتا تھا اور باتوں کے ماننے کی ابھی نہیں صلاحیت تھی جب صلاحیت بڑھتی گئی اور احکام بھی تکمیل سعادت کے لیے فرض ہوتے گئے اسلیے اس آیت میں ان کفار قریش کو انھیں دو باتوں کی طرف بلایا جاتا ہی مگر مال خرچ کرنا آسان کام نہیں طبیعت کا بخل مانع آیا کرتا ہی اسلیے مختلف طور سے اسکی تاکید کیجاتی ہے (۱) ما جعلکم مستخلفین فیہ اس مال میں سے دو جسکا تمکو خدا نے خلیفہ یا وارث بنایا باپ دادا کی میراث یا کسیکے عطیہ یا کسی سبب سے حاصل ہوا کل دوسرے کے پاس تھا آج اسکے پاس ہی کل کسی اور کا خلیفہ یعنی قائم مقام ہی اسمیں اس طرف اشارہ ہی کہ یہ سدا کسیکے پاس نہیں رہا نہ تمھارے پاس رہیگا آنی جانی چیز ہی اسمیں جو کچھ ہوسکے اپنے عہد میں نیکی کرلو مرنے سے آگے یہاں سے یہ دوسرے کے پاس چلا جاتا ہی (۲) فالذین آمنوا الخ کہ جو ایمان لاوینگے اور اللہ کے رستے میں دینگے انکے لیے بڑا عمدہ بدلہ ملیگا یہ ضائع نہ جائیگا کبھی اس دنیا میں بھی ملجاتا ہی ورنہ اکثر تو اس جہان میں ملتا ہی جہاں مرکر جاتا ہی اور دوسری زندگی حاصل کرتا ہی۔ اسلیے نیک لوگوں نے جو کچھ تھا اسکی راہ میں صرف کردیا۔ ایک صحابی سے کسی نے پوچھا کہ تمھارے گھر میں تو کچھ مال و اسباب کھائی نہیں دیتا کیا کرتے ہو انھوں نے کہا بھائی یہ میرا گھر نہیں مسافر خانہ ہی چند روزہ مہمان ہوں مجھے جو ملتا ہی اسکو اپنے اصلی گھر میں بھیجدیتا ہوں جسکو نہ کوئی چور لے سکے نہ ظالم چھین سکے۔ جواب سنکر سائل پھوٹ پھوٹ کر اپنی غفلت اور جہالت پر رونے لگا۔ یہاں سے ایمان کی بھی تاکید شروع ہوگئی کیونکہ یہ نہیں تو خیرات کا بھی نفع نہیں اور یہی اعتقاد تو اسکو خیرات پر حرکت دیتا ہی اسلیے ایمان کی تاکید کرتا ہی۔ فقال وما لکم لا تؤمنون الخ کہ تم کسلیے ایمان نہیں لاتے حالانکہ اسکا رسول تمکو ایمان لانیکے لیے کہتا ہی اور تم سے عہد بھی لے لیا ہی۔ یا تو وہی عہد ازلی جو روحوں سے لیا گیا تھا یا دنیا میں خدا تعالی کی نعمتوں کا حاصل کرنا اور روز مرہ دلائل دیکھنا عقل سلیم کا عہد ہی کہ اپنے اللہ پر ایمان لاے ان کنتم مؤمنین اگر تمکو ایمان لانا منظور ہی تو کسلیے نہیں لاتے بعض کہتے ہیں ان المنعبار شرطیہ ہی اسکا جواب محذوف ہی اگر تم ایمان والے ہو تو تمکو عظیم ملیگا۔ ہو الذی ینزل الخ کہ اللہ جسپر ایمان لانا چاہیے وہ ہی کہ جو اپنے بندے محمد صلعم پر آیتیں نازل کررہا ہی خاص تمھارے بھلے کو کہ تمکو گمراہی کی اندھیریوں میں سے نکالکر ہدایت و سعادت کی روشنی میں لاوے اور اللہ تمپر بڑا مہربان ہی جو اسنے ایمان لانیکے لیے رسول بھیجا ورنہ اسکو کیا پروا تھی۔ یہ بھی تاکیدیں ایمان کیلئے تھیں جو متصل ہی (۳) تاکید ما لکم الا تنفقوا الخ خیرات کے لیے کہ تم کسلیے خرچ نہیں کرتے آخر چھوڑ جاؤگے سب اللہ کیلئے رہجاویگا۔ یا یہ کہ سب مال اسکا ہی اسکے بدلے میں تمھیں اور دیگا (۴) پھر خیرات کے مراتب بیان فرماتا ہی۔ لا یستوی کہ خیرات گرچہ ہر حال میں بہتر ہی مگر بعض اوقات کہ جہاں اسکی زیادہ ضرورت ہوتی ہی اسکا زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ ابتدا اسلام میں کہ فتح مکہ سے پہلے نصرت اسلام بہت تنگدستی تھی اس وقت کا دیا بعد کے دیے کے برابر نہیں جسنے اس وقت اللہ کی راہ میں دیا اور جہاد کیا جان و مال دونوں کام میں لایا اسکا اسکے نزدیک بڑا درجہ ہی گرچہ بعد میں بھی ایسا کیا تو ثواب اور نیک عمدہ اسکے لیے بھی ہے مگر مدار نیت اور خلوص پر ہے اسلیے فرما دیا۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ

جس دن کہ تو دیکھیگا ایماندار مردوں اور عورتوں کو کہ دوڑتی ہوئی جاتی ہے انکی روشنی انکے آگے اور داہنی طرف کہا جاویگا آج کے روز تمکو مژدہ ہے ایسے باغوں کا کہ بہتے ہیں

تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ

نہریں یہ رہیں گے ہمیشہ ان میں یہ ہے بڑی مراد جس دن کہ منافق مرد اور عورتیں ایمانداروں کو کہیں گے ذرا ٹھیرو کہ ہم بھی تمہاری روشنی

نُورِكُمْ ۚ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا ۖ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَهُ بَابٌ ۖ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ

لیویں ۔ کہا جاویگا واپس جاؤ پھر روشنی ڈھونڈو ۔ پھر ان کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی کر دیجاویگی جس میں دروازہ ہوگا جسکے اندر کی طرف رحمت اور باہر کی طرف

مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ ۖ قَالُوا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ

عذاب ہوگا ۔ وہ انہیں پکاریں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے ۔ کہینگے بیشک لیکن تمنے اپنے تئیں آپ خرابی میں ڈالدیا تھا اور تکنے لگے اور شک میں پڑگئے

وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتّٰى جَاءَ أَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُورُ ۝ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ

اور آرزوؤں نے تمکو دھوکے میں ڈالدیا یہانتک کہ حکم الٰہی آن پہنچا ۔ اور تمکو فریب دینے والے نے خدا سے غافل کر دیا تھا ۔ پھر آج کے روز نہ تم سے فدیہ لیا جاویگا اور نہ ان سے کہ جنہوں نے

كَفَرُوا ۚ مَأْوٰىكُمُ النَّارُ ۖ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

کفر اختیار کیا ۔ تمہارا گھر آگ ہے ۔ وہی تمہاری جگہ ہے اور بری جگہ ہے ◆

(ترکیب) یوم ظرف لیضاعف وقیل العامل یسعی وقیل التقدیر یوجرون یوم تری یسعی نورہم حال بین ایدیہم ظرف لیسعی او حال من النور بشراکم مبتدا جنات الخبر ای دخول جنات والجملۃ حال ای یقال لہم ذلک ۔ یوم یقول بدل من یوم الاول وقیل التقدیر اذکر باطنہ الجملۃ صفۃ لباب او لسور ینادونہم حال من الضمیر فی بینہم ◆

واسطے یا شکوا نہ پھیر کر جو کچھ تم کرتے ہو اسکو اللہ جانتا ہے ۔ آیت سے بھی منشاء یہ ہے کہ اس سے مقصود یہ کہ ہمارے دینے کا علم اسکو ہوگا پھر بدلہ کیونکر نہ دیگا جیسا کہ دنیاوی بادشاہوں کے کارگذاروں کو فکر ہوتی ہے چلئے وہ کوشش کرتے ہیں کہ آقا کو یہ کارگذاری معلوم ہوجائے (۵) من ذا الذی الخ یہ اور زیادہ اللہ کی راہ میں دینے کی تحریک ہے یعنی جو کچھ تم دیتے ہو اللہ کو قرض دیتے ہو جو بڑا غنی اور دگنا کر کے دینے والا ہے پھر کوئی ہے جو اسکو قرض دے جو دگنا واپس دے اور اپنی طرف سے عمدہ اجر بھی دے ؟ ہر چند خدا تعالیٰ کو کسی کی حاجت نہیں نہ وہ محتاج ہے نہ اسکو قرض لینے کی حاجت ہے مگر یہ اسکی رحیمی ہے کہ جو کوئی اسکے لئے کسی حاجتمند کو دیتا ہے گویا خدا تعالیٰ اپنی ضمانت دیتا ہے کہ یہ اسنے ہمکو قرض دیا ہم دگنا کر کے دینگے پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا ہے قیامت میں خدا تعالیٰ فرمائیگا اے بندے میں بیمار تھا تونے میری عیادت نہ کی میں بھوکا تھا تونے مجھے کھانا نہ کھلایا بندہ عرض کریگا کہ الٰہی تو ان باتوں سے پاک تھا فرمائیگا تیرے پاس میرا بندہ بیمار تھا تو اسکی عیادت کرتا گویا میری عیادت کرتا اور میرا بندہ تیرے پاس بھوکا تھا اسکو کھانا کھلاتا گویا مجھکو کھلاتا کیونکہ یہ سب کام میرے ہی واسطے ہوتے اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مسکین پر اسکے الطاف کی تجلی ہوتی ہے اور وہ ہر وقت مسند پر اسلئے یہ مصائب ظاہر لوگوں پر نازل ہوتی ہیں بعض بدبخت نے اس بات کو سمجھا نہیں یہ جملہ سنکر کہدیا کہ اللہ فقیر اور ہم غنی ہیں جو ہمسے قرض مانگتا ہے ◆

سبحان اللہ اس آیت میں اسکی راہ میں دینے کی کس قدر بلیغ تاکید کی گئی اور کن کن پیرایوں میں ۔ اول یہ کہ مسکین کو دینا اسکو قرض دینا ہے دوم یہ کہ ہم دگنا کر کے دینے ہیں سوم یہ کہ اسکے سوا اور بھی عمدہ اجر دیتے ہیں چہارم من ذا الذی استفہام کیا کہ کون ہے جو ہمیں قرض دے گویا ہم مانگتے ہیں پھر اسپر بھی جو کوئی نہ دے تو بڑا ہی بدبخت ازلی ہے ۔ اے میرے اللہ آپ پر جان اور مال فدا ہے جو تو نے ہی دیا ہے ◆

ف ہمارے پاس ہے کیا جو کریں فدا تم پہ ہاں ایک زندگی مستعار رکھتے ہیں ۱۲

یہ تمام صفات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں موجود تھے فتح مکہ سے پہلے وہ ایمان لائے جہاد بھی کیا اللہ کی راہ میں مال بھی دیا خصوصاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پھر آیات کے سلسلے سے (جس کا مدار انتخاب پر تھا جو حسن خدمات و لیاقت و کارگزاری او فضل علم و صحبت پر تھا جسلیئے ان تمام صحابہ نے ابوبکر کو منتخب کیا) کس لیئے انکو کافر و مرتد او غاصب بنایا جاوے؟ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بعد میں خلیفہ بنانے سے انپر جھوٹے الزام لگائے جاویں سخت بیجا بات ہے ۔

تفسیر

پہلی آیتوں میں جہاد کرنے والوں ایمانداروں اللہ کو قرض دینے والوں کے لیئے دہ چند ملنے اور اجر عظیم کا وعدہ ہوا تھا اسلیئے اس ایفاء وعدے کا وقت بیان فرماتا ہے فقال یوم تری المؤمنین والمومنات الخ کہ یہ اس دن ہوگا کہ جس روز ایماندار مردوں اور عورتوں کے آگے ان کا نور دوڑتا ہوا چلیگا اور ان کو جنت کا مژدہ دیا جاویگا اور جس دن منافق اس نور کی حسرت کرینگے یعنی قیامت کے روز کہ جہاں سخت حاجت ہوگی اور وہ ایک دوسرے جہان کی جاودانی زندگی ہوگی اس دن انکو یہ بدلہ ملیگا۔ دنیا چند روزہ ہے اس قدر بے بہا کی یہاں چنداں ضرورت نہیں کہ دیکر ضائع کر دیا جاوے ان کسی قدر اجر یہاں بھی کبھی دیتے ہیں اجر ملنے کا وقت بھی بیان فرمادیا اور اسکے ضمن میں قیامت کا حال بھی ذکر کر دیا جس کا خوف انسان کو نیکی کی طرف حرکت دیتا ہے ۔

اب کلام اسمیں ہے کہ مومنین و مومنات کے آگے نور دوڑنے سے کیا مراد ہے اور کس موقع پر ہوگا؟ جمہور مفسرین اسکے قائل ہیں کہ یہ پل صراط کا قصہ ہے جو جہنم کے اوپر ایک باریک تار کھنچی ہوگی جسپر سے چلنے کا حکم ہوگا اور اسکے سامنے جنت کی دیواریں دکھائی دینگی کہ وہ جنت ہے مگر اس پل پر سخت اندھیری ہوگی وہاں صرف ایمان اور عمل صالح کا نور یا قندیل آگے آگے دوڑتی چلیگی ایماندار برق خاطف کی طرح عبور کر کے جنت میں چلے جاوینگے۔ منافق ایمانداروں سے کہینگے کہ ذرا ٹھیرو ہم بھی تمہاری روشنی میں چلیں کسلیئے کہ انکے پاس روشنی نہ ہوگی ایماندار کہیں گے پیچھے جاؤ یہاں روشنی نہیں ہم بھی وہیں سے لائے ہیں یعنی دنیا سے پھر بیچ میں حجاب ہو جاویگا الغرض منافق کافر اس اندھیری میں اور اس باریک رستے میں جو ایسے قعر جہنم کے منہ پر ہوگی چل نہ سکیں گے کٹ کر جہنم میں پڑینگے۔ یہ بھی بندوں کے کدورت رفع کرنیکا طریقہ ہوگا کہ جنسے تمہاری روشنی نہیں بجھائی تھیں دنیا میں اسکو ضائع کر کے آئے ہو۔ یہ احادیث صحیحہ صریحہ کا خلاصہ ہے جنکو اہل سنت مانتے ہیں فضرب بسور دیوار اس سے مراد حجاب ہے جسکے اس طرف عذاب اور اس کی طرف جنت و رحمت ہوگی اسمیں ایک دروازہ ہوگا جسمیں گذر کر ایماندار جنت میں جاویں گے۔ مجاہد کہتے ہیں یہی وہ دیوار اعراف ہے ۔

حجاب ہونیکے بعد منافق مسلمانوں کو پکارینگے کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہ تھے تمہارے جیسے اعمال نماز روزہ عمل میں لاتے تھے پھر آج کسلیئے تمنے ہمکو چھوڑ دیا ہے۔ مسلمان جواب دینگے ہاں تھے مگر تمکو اعتقاد نہ تھا جو کچھ کرتے تھے دکھانے کے لیئے اور تم دنیا کی محبت میں فریفتہ تھے جسلیئے اپنے آپ کو کفر و معاصی میں ڈال رکھا تھا جو فتنہ تھا اور اسلام کے درپردہ دشمن تھے تکا کرتے تھے کہ کب اسلام کو شکست ہو کہ ہم آزادانہ بدکاری و خرابات کے مزے اڑائیں احکام کی تکلیف سے چھوٹ جائیں اور دار آخرت اور نبی میں تمکو شک تھا اور تمہاری تمناؤں نے تمکو بھول میں ڈال رکھا تھا کہ ایسا مال ہو ایسی اولاد ہو ایسی جائداد ہو رات دن اسی کی فکر میں تھے اور شیطان نے خدا تعالیٰ کی طرف سے دھوکے میں ڈال رکھا تھا کہ وہ غفور رحیم ہے ہم جو کچھ کرتے ہیں معاف کر دیگا یا یہ کہ خدا تعالیٰ کو ہم روز کے برپا کرنے پر قادر ہی نہیں جانتے تھے یا یہ کہ اسکے منکر تھے اور وہ ہراہ طبیعت ہی کو متصرف جان رہے تھے آخر موت آگئی۔ غرکم باللہ الغرور کے یہ سب معنی ہو سکتے ہیں پھر آج تمسے اور کافروں سے کوئی فدیہ نہ لیا جاویگا کہ کوئی جرمانہ لیکر چھوڑ دیا جاوے۔ فدیہ ما یفتدی بہ۔ نہ آج کے روز تمہاری توبہ قبول ہے نہ روپیہ پیسہ لیا جاتا ہے۔ ماوٰکم النار تمہارا ٹھکانا آتش جہنم ہی ہے ہی مولٰکم یہی تمہارے پاس کی جگہ ہے یا یہی تمہارے لائق ہے۔ یا یہی تمہاری چارہ ساز ہے اور کوئی نہیں ۔

الغرور بالفتح شیطان۔ دھوکا دینے والا۔ و بالضم مصدر ہے جسکے معنی دھوکا۔ کہ دنیا میں تمپر کوئی سزا نہیں آتی تھی اس دھوکے نے تمکو ہر کی طرف سے غفلت میں ڈالدیا تھا۔ عرفا کے نزدیک وہ نور جو اسکے آگے چلتا ہے معرفت و محبت الٰہی ہے یہی جذبۂ عشق اسکو طبیعت و خواہش کی اندھیریوں او عدم و امکان کے سخت ظلمات سے آگے نکال کر نور محض حق جل علاؔ کے جوار ملاطفت تک لیجاتا ہے اور یہ جوار جنت و گلزار حیات جاودانی کی جگہ ہے اور جنکو یہ نور نصیب نہیں وہ انھیں ظلمات میں ٹکرا وینگے اس صحن نور تک نہ پہنچ سکیں گے اور یہ ابدی ظلمات جہنم و نار کی شکل میں جلوہ گر ہونگی پھر وہاں اس نور کی تمنا کرینگے جو محض بے سود ہے ۔

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ

کیا ایمانداروں کے لیے وہ وقت نہیں آگیا ہے کہ انکے دل اسکی یاد اور وہ جو حق بات اتری ہے اسکی طرف جھکیں اور وہ پہلے سے اگلے اہل کتاب جیسے

قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ۝ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

نہ ہوجاویں کہ ان پر مدت دراز گذری جس سے ان کے دل سخت ہوگئے۔ اور بہت تو ان میں سے بدکار ہی ہیں۔ جان لو کہ اللہ زمین کو اسکے مرنے کے بعد زندہ کردیا کرتا ہے

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ

بیشک تمہارے لیے آیتیں کھول کر بیان کردیں تاکہ تم سمجھو۔ بیشک خیرات کرنیوالے مرد اور خیرات کرنیوالی عورتیں اور جنھوں نے اللہ کو قرض حسن دیا ہے انکو دو چند دیا جاویگا اور انکو عمدہ بدلہ ملیگا ۔

الم یان من انی الامر یأنی اذا جاء اناہ ای وقتہ۔ وقرئ الم یئن من آن (**ترکیب**) یئین بمعنی انی یاتی۔ ان تخشع الجملۃ فاعل یان واللام للتبیین وما بمعنی الذی وہو عطف علی الذکر عطف احد الوصفین علی الآخر وفی نزل ضمیر یعود الیہ۔ ولا یکون الخ عطف علی تخشع والمراد النہی عن مماثلۃ اہل الکتاب فیما حکی عنہ بقولہ فطال الخ واقرضوا اللہ عطف علی ما فی المصدقین وجملۃ اقرضوا معترض بین اسم ان وخبرہا وہو یضاعف لان الالف واللام بمعنی الذی ای ان الذین تصدقوا

(**تفسیر**) ایمان والوں کو متنبہ کرتا ہے کہ اپنی حالت پر قائم رہیں اور آئندہ سعادت کے میدان میں ترقی کرتے رہیں اسلیے حصول سعادت کا ذکر فرماتا ہے فقال الم یان الخ **اعمش** کہتے ہیں صحابہ مدینے میں آکر کسی قدر کھیتی باڑی کے شغل میں اس سرگرمی سے سست ہوگئے تھے اس آیت میں ان پر عتاب ہے تاکہ پھر پہلی حالت کی طرف رجوع کریں ایمان و اعمال صالحہ کے بعد تخشع یعنی نرم دل ہونا اور اللہ سے ڈرتے رہنا بھی ترقی درجات کے لیے عمدہ سیڑھی ہے۔ اسکو مرتبہ **احسان** کہتے ہیں جسکی شرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث جبرئیل میں خوب فرمادی ہے جیساکہ بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے ۔

فرماتا ہے کہ کیا ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آگیا ہے کہ انکے دل لرزا کریں اللہ کا ذکر اور اسکی نازل کی ہوئی برحق بات (قرآن) سنکر اور وہ اگلے اہل کتاب جیسے نہ بنجائیں کہ جنپر زمانہ گزرنے سے انکے دل سخت ہوگئے اور بہت سے بدکار ہوگئے یعنی ذکر اللہ اور قرآن سنکر یہ ڈرا کریں اور یہود و نصاریٰ کی طرح سخت دل نہ بنجائیں زمانہ جو امد کا ترجمہ ہے اسمیں مفسرین کے چند اقوال ہیں (۱) یہ کہ نہیں اور انکے انبیاء میں مدت گزر گئی تھی اسلیے انکے دل سخت ہوگئے تھے زبان پر سب کچھ تھا مگر دل سخت ہوچکے تھے۔ (۲) یہ کہ ان پر غفلت میں ایک مدت گزر گئی تھی یہانتک کہ یہ غفلت اور حب دنیا اور دین سے بیخبری ایک پشت سے دوسری پشت تک متوارث ہوکر طبیعت ہوگئی تھی۔ (۳) یہ کہ انکی اس بیہوشی اور سخت دلی پر مدتوں کوئی عذاب و مصیبت نازل نہیں ہوئی تھی جس سے اور بھی ڈھیٹھ اور نڈر ہوگئے تھے صحابہ کے ڈر اور نرم دلی کی یہ نوبت آنحضرت صلعم کی برکت سے پہنچی تھی کہ قرآن مجید سنکر زار زار رویا کرتے تھے۔ صبح کی نماز میں امام قرآن پڑھ رہا تھا اسمیں وہ آیات تھیں کہ جنمیں تہدید و تنبیہ ہے سنکر ایک مقتدی پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ بیہوش ہوکر گر پڑا لوگ اٹھاکر اسکے گھر لیگئے اسی حالت میں مرگیا۔ (ترمذی) ۔

اسپر خیال گزر سکتا تھا کہ جب دل ایسے سخت ہوجاتے ہیں تو مرجاتے ہیں پھر وہ کیسی صحبت یا وعظ و قرآن سننے سے کیونکر زندہ ہوسکتے ہیں گویا مایوسی ہے فرماتا ہے اعلموا ان اللہ الخ کہ مایوس نہ ہونا چاہیے کوشش کرنا چاہیے کیسلیے کہ اللہ مردہ زمین کو (خشک کو) ابر رحمت سے پھر زندہ (سبز) کردیا کرتا ہے اس بات کو جان لو ہمنے تمہارے لیے آیتیں بیان فرمادی ہیں تاکہ تم سمجھو۔ اسمیں حشر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح مردہ زمین کو زندہ کردیتے ہیں ہم مرنے کے بعد تمہانکو ہم زندہ کرینگے۔ یہ بھی خوف دلانیوالی بات تھی کیسلیے کہ حشر کا یقین کامل ہونیکے بعد ڈرنا لازمی بات ہے ۔

دل مردہ کے زندہ کرنیوالے اسباب بھی ضمنًا بیان فرمادیے گئے کہ اللہ کے ذکر اور اسکی نازل کردہ کتاب سے زندہ ہوتا ہے اسکے بعد اسکا ایک اور بھی نسخہ تھا اسکو دوسرے پیرایہ میں ذکر فرماتا ہے ان المصدقین کہ صدقہ دینے سے بھی دل زندہ ہوجاتا ہے زکوٰۃ و دیگر خیرات سب کو شامل ہے کیسلیے کہ کسی کا دل خوش کردینا اور حاجت برآری کرنا اسکی خوشنودگی کا باعث ہے اسکے بدلے میں وہ دوچند دیتا ہے اور آخرت میں اجر عظیم جنت عطا کرتا ہے (واقرضوا اللہ الخ اسی صدقہ کا بیان ہے کہ انھوں نے اللہ کو قرض دیا بطور جملہ معترضہ کے) ۔

[illegible] پھر اور دل کے اوپر انکی حکومت کیونکر ہوسکتی ہے ۔ [illegible] دل بمنزلہ زمین کے ہے اور ذکر الٰہی اور قرآن بمنزلہ آب رحمت کے جس طرح آب رحمت سے خشک زمین جس کو [illegible] سے مشابہت ہے تر ہوجاتی ہے جسکو زندگی سے مشابہت ہے اسی طرح ذکر و قرآن سے دل مردہ زندہ ہوجاتے ہیں ۱۲ منہ

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ
اور وہ جو اللہ اور اُسکے رسولوں پر یقین لائے وہی صدیق اور شہید ہیں اپنے رب کے نزدیک۔ انکے لیے انکا اجر اور ان کا نور ہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ
اور جنہوں نے انکار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی دوزخی ہیں۔ جان رکھو کہ دنیا کی زندگی یہی کھیل اور کود اور آرائش

وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ ۖ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ
اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر بڑائی اور زیادتی ڈھونڈنا ہے۔ اسکی بارش کی مثال ہے کہ جسکا سبزہ کھیتی کرنیوالوں کو بھلا معلوم ہوتا ہے پھر وہ زور پر آتا ہے پھر تو اسکو زرد دیکھتا ہے پھر

يَكُونُ حُطَامًا ۖ وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ ۚ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ
ریزہ ریزہ ہوجاتا ہے اور آخرت میں سخت عذاب اور اللہ کی بخشش اور خوشنودی ہے۔ اور دنیا کی زندگی یہی ایک دھوکے کی جنس ہے +

(ترکیب)

الذین مبتدا باللہ متعلق بآمنوا و رسلہ معطوف علیہ اولئک مبتدا ہم الصدیقون الخ خبرہ والجملۃ خبر والذین عند ربہم ظرف للشہداء کمثل الکاف فی موضع نصب من معنی ما تقدم ای مثبت لہا بانہ الصفات مشبہۃ بغیث۔ ویکن ان تکون فی موضع رفع ای مثلہا کمثل غیث +

(تفسیر)

پہلے فرمایا تھا کہ ایکدن آنیوالا ہے کہ جہاں ایمانداروں کا نور انکے آگے دوڑتا ہوا انکی رہبری کریگا اور منافق نور نہونے کی وجہ سے حسرت کریگا اسکے بعد فرمایا تھا کہ کیا اب وہ وقت نہیں آن پہنچا کہ ایماندار ڈریں اور غافل نہوجاویں اور صدقہ خیرات و ذکر و تلاوت عمل میں لاویں اور صدقہ و خیرات کے بعد صدقہ و خیرات دینے والوں کے لیے دوچند ملنے اور اجر عظیم پانیکی بشارت بھی تھی جس سے ظاہر بینوں دنیا پرستوں کا خیال جاسکتا تھا کہ جو کچھ ہے روپیہ پیسا ہی اسیکے خیرات کے بدلے میں اجر عظیم ملتا ہے خالی عبادت و ایمان و محبت الٰہی کو کون پوچھتا ہے؟ اسلیئے ان آیات میں ایمان کی فضیلت اور ایمانداروں کے درجات اور کفر و تکذیب کی خرابی کو کافروں کو دنیا بھر کی خیرات کرکے بیان فرماتا ہے اور اسکے بعد خود دنیا کی بے ثباتی اور اسکی بے قدری ظاہر فرماتا ہے۔ تاکہ معلوم ہو کہ حصول سعادت ایمان ہے یہی اسکو صدیق و شہید عنداللہ بنا دیتا ہے یہی اجر عظیم کا مستحق اور اس نور کا مالک کردیتا ہے وہ نور ایمان ہی سے حاصل ہوتا ہے جو دنیا میں بھی اسکا رہنما ہے اور آخرت کی اندھیریوں میں بھی رہنمائی کریگا +

صدیق بروزن فعیل تصدیق کرنیوالا۔ دل سے سچا جاننے والا عرف شرع میں یہ ایک خاص مرتبہ ہے نبوت سے کم اور رتبوں سے بڑھکر صدیق نبی کا قوت نظریہ میں پرتو اور ظل کامل اور سچا نمونہ یا روحانی فرزند اکبر اور جانشین ہوتا ہے۔ ہر امت میں صدیق گزرے ہیں جنکے برکات و فیوض نبوت کا لوگ مشاہدہ کرتے تھے۔ اس اُمت میں ابوبکر و علی و عثمان و زید و طلحہ و زبیر و سعد و حمزہ رضی اللہ عنہم تھے +

شہید نبی علیہ السلام کی قوت عملیہ کا ظل کامل ہے صدیق کے بعد اسکا رتبہ ہے۔ مگر بڑا بلند مرتبہ ہے۔ اس شخص سے خوارق و کرامات اس کثرت سے ظاہر ہوتے ہیں کہ جنکا شمار مشکل ہے حیات میں بھی اور بعد الممات بھی انکے اجساد پاک سے انکا روحانی تعلق ایک نئی قسم کا باقی رہتا ہے۔ اس اُمت میں حضرت عمر فاروق و حمزہ و علی و حسنین و غیرہم گزرے ہیں۔ اسکی راہ میں کفار سے لڑکر جہاد میں جانے والے کو بھی شہید کہتے ہیں اور اسی طرح مبطون وغیرہ کو بھی اس ذیل میں درج کردیا جاتا ہے مگر شہید اکبر وہی لوگ ہیں کہ جنکی قوت روحانی اس اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئی ہو۔ عام ہے کہ یہ جہاد میں یا کافر کے ہاتھ سے شہید ہوئے ہوں یا وہ اپنے بستروں پر بھی مرجاویں تو بھی شہید ہیں اولیاء کرام رحمہ اللہ اسی مرتبے میں ہیں +

انما الحیوۃ الدنیا دنیا کی زندگی کو لہو و لعب کہا جو لڑکپن اور شہوانی لوگوں کی زندگی ہے۔ اور زینت جوانی کے ایام میں آرائش و تجمل مرغوب ہوتا ہے۔ اور تفاخر و تکاثر بڑھاپے میں پھر اس کو ساون کی گھانس کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے کہ جب اُگتا ہے خوشنما معلوم ہوتا ہے پھر چند روز میں سوکھ کر سوکھ کر چورا ہوجاتا ہے یہی انسان کا حال ہے گھانس تو دار آخرت کے عذاب و ثواب سے فارغ ہے مگر اس پر وہاں کا عذاب و ثواب باقی رہگیا اسلیئے دھوکے کا سرمایہ ہے +

سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ

اپنے رب کی بخشش اور اُس جنت کی طرف دوڑو کہ جس کا چوڑان آسمان و زمین جیسا ہے جو ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْۤ

یہ اللہ کا فضل ہے جسکو چاہے نصیب کرے۔ اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔ جو کوئی مصیبت زمین پر یا خود تم پر آتی ہے وہ

اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا

اس سے پیشتر کہ ہم اسکو پیدا کریں کتاب میں لکھی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ اللہ کے نزدیک آسان ہے۔ تاکہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے اس پر رنج نہ کرو

بِمَاۤ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۝ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

اور جو تمکو دیا ہے اس پر نہ اتراؤ اور اللہ کسی اترانے والے بڑائی مارنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ ان کو جو خود بھی کنجوسی کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی کنجوسی سکھلاتے ہیں اور جو کوئی منہ موڑے تو اللہ بھی بے پروا خوبیوں والا ہے

عرضہا مبتدا کعرض السماء الخ خبرہ والجملۃ صفت جنۃ۔ اعدت صفت اخری۔ (**ترکیب**) فی الارض الجار یتعلق بمصیبۃ لانہا مصدر ویجوز ان یکون صفۃ لہا علی اللفظ او المحل۔ ونسلہ ولا فی انفسکم الا فی کتاب حال ای مکتوبۃ من قبل نعت لکتاب ویتعلق بہ لکیلا کی ناصبۃ للفعل بمعنی ان۔ (الاسی) اندوہ واندوہگیں شدن من سمع یسمع

یقال اسی علی مصیبۃ ای حزن واسیت بفلان ای حزنت لہ صراح ۔

دنیا کی بے ثباتی اور بے قدری بیان فرما کر دار آخرت کی طرف توجہ دلاتا ہے (**تفسیر**) جسکے لیے انسان اس فانی گھر میں چند روزہ مہمان بنایا گیا ہے فقال سابقوا الی مغفرۃ من ربکم الخ کہ ان کاموں کی طرف دوڑو اور جلد حاصل کرو کہ جو اللہ کی مغفرت اور حصول جنت کا باعث ہیں پھر جنت کے اوصاف بیان فرماتا ہے (۱) عرضہا کعرض السماء والارض کہ اسکا چوڑان آسمان و زمین کی برابر ہے۔ مفسرین نے اسکی تفسیر میں چند قول ہیں سُدی کہتے ہیں کہ جنت کی چوڑان کو تشبیہ دی ہے آسمان اور زمین کی چوڑان سے اور بتلایا گیا ہے کہ طول تو کہیں زیادہ ہے۔ پھر اس قدر وسیع جنت کا آسمان پر قائم ہونا جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے (اسکے معنی سورۂ آل عمران کی تفسیر میں جہاں کہ یہ جملہ آیا تھا ہم بیان کر آئے ہیں جسکا خلاصہ) یہ ہے کہ جنت دوسرے عالم کا نام ہے اسکے آگے یہ عالم ناسوت جسمیں آسمان و زمین ہیں ایک بہت چھوٹی چیز ہے۔ پھر آسمانوں پر جو جنت کا ہونا بیان ہوا ہے اس سے مقصود صرف بجہت علو عالم قدس بیان کرنا ہے مقدس چیزوں کو سموٰت کی طرف اور ادناس کو زمین کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں خدا تعالیٰ کو بھی اس لیے آسمانوں پر کہتے ہیں ورنہ حقیقت میں یہ عالم ناسوت اس کا کسی طرح ظرف مکان ہو نہیں سکتا۔

بعض نے کہا ہے کہ عرض سے مراد چوڑان نہیں بلکہ صرف فراخی مقصود ہے جیسا کہ آیا ہے فذو دعاء عریض۔ ابن کثیر۔ بعض کہتے ہیں عرض سے مراد قیمت و قدر ہے (۲) اعدت للمتقین کہ وہ پرہیزگاروں کے لیے تیار ہے۔ یہ نہیں کہ تیار کیجاویگی یہ بھی رغبت کا باعث ہے۔ یہ اہل سنت کی دلیل ہے کہ جنت بالفعل موجود ہے اور احادیث صحیحہ کہ جنمیں شب معراج آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت کی سیر کرنا آیا ہے اسکے لیے مؤید ہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں قیامت کے روز تیار ہوگی۔ یہ قول غلط ہے پرہیزگاروں کے لیے تیار ہونا فرمایا۔ تاکہ پرہیزگاری کی طرف توجہ ہو کسی قوم اور کسی ملک کے باشندوں یا امیروں کا خاص حصہ نہ سمجھا جاوے جیسا کہ بعض اقوام نے خیال کر رکھا ہے ہنود میں برہمن اور یہود تو اسکو اپنے باوا کا گھر سمجھے بیٹھے ہیں اور تثلیث کے عقیدے سے عیسائی بھی اسکے مالک بنے بیٹھے ہیں پرہیزگاری بقول پولوس بیکار اور لغو کام ہے۔ اسی طرح اشراف عرب بھی اپنے آپ کو اس کا مستحق سمجھے بیٹھے تھے ۔

دار آخرت کے بعد انسان کی عاجزی اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہاں بھی رنج و راحت جو کچھ سامنے آتا ہے سب نوشتۂ ازلی کے موافق ہوتا ہے فقال ما اصاب الخ کہ جو کوئی مصیبت زمین پر آتی ہے جیسا کہ قحط و بارہ بدامنی یا خود تمہاری ذات پر پڑتی ہے جیسا کہ مرض و تنگدستی اولاد و احباب کا مرنا بے عزتی و ذلت و ناکامی نصیب ہونا۔ تمہر و زمین پر آنے سے پہلے کتاب یعنی دفتر قضاء و قدر میں لکھی ہوئی ہوتی ہے یہ تمکو اسلیے سنادیا تاکہ تم کسی ہاتھ سے جانے والی بات پر رنج نہ کرو اور کسی نعمت پر اتراؤ نہیں کہ اپنی محنت و تدبیر کا ثمرہ سمجھ بیٹھو اور بخل کرنے لگو کیونکہ اللہ کو اترانے والے متکبر پسند نہیں جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل پر ترغیب دیتے ہیں اور جو نہ مانے تو اللہ کو بھی کچھ پروا نہیں اسمیں سب خوبیاں موجود ہیں چاہیے کہ مصیبت پر صبر اور نعمت کو عطیۂ الٰہی سمجھ کر شکر کرے اور اسکے بندوں پر اسکے شکریہ میں احسان کرے ۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ

البتہ ہمنے اپنے رسولوں کو نشانیاں دیکر بھیجا اور انکے ہمراہ ہمنے کتاب اور ترازو بھی بھیجی تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ اور ہمنے لوہا بھی اُتارا جسمیں

بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۞ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا

سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے فائدے ہیں اور تاکہ خدا معلوم کرے کہ کون اسکی اور اسکے رسولوں کی غائبانہ مدد کرتا ہے البتہ اللہ قوی زبردست ہے۔ اور البتہ ہمنے نوح

نُوْحًا وَّاِبْرٰهِیْمَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۞ ثُمَّ قَفَّیْنَا عَلٰۤی اٰثَارِهِمْ

اور ابراہیم کو بھیجا اور انکی نسل میں نبوت اور کتاب قائم رکھی پھر کچھ تو ان میں راہ پر ہیں اور بہت تو انمیں سے بدکار ہیں۔ پھر انکے بعد ہمنے اپنے اور

بِرُسُلِنَا وَقَفَّیْنَا بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَاٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِیَّةَ

رسول بھیجے اور عیسی بن مریم کو بعد میں بھیجا اور اسکو ہمنے انجیل دی۔ اور اسکے ماننے والوں کے دلوں میں ہمنے نرمی اور مہر قائم کی اور دنیا چھوڑ دینا بھی

ۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَیْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا ۚ فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ

جو ہمنے انپر فرض نہ کیا تھا خود انھوں ہی نے خدا کی خوشنودی حاصل کرنیکے لیے پیدا کیا تھا پھر جیسا چاہیئے تھا اسکو ویسا نباہ نسکے پھر ہمنے انمیں سے ایمانداروں کو انکا اجر دیا اور بہت سے انمیں کے بدکار ہیں

(ترکیب) فیہ باس الخ الجملۃ حال من حدید ومنافع معطوف علی باس ولیعلم معطوف علی محذوف ای لیستعملوہ وقیل عطف علی قولہ لیقوم الناس بالغیب حال من فاعل ینصر او مفعولہ ای غائبا عنہم او غائبین عنہ رہبانیۃ منصوب بفعل مضمر یفسرہ مابعدہ وہو ابتدعوہا وقیل بالعطف علی ماقبلہا ای جعلنا فی قلوبہم رہبانیۃ مبتدعۃ من عندہم وابتدعوہا علی ہذا التقدیر صفۃ لہا والرہبانیۃ الفعلۃ المنسوبۃ الی الراہب وقرئ بضم الراء کانہا منسوبۃ الی الرہبان جمع راہب۔

(تفسیر) پہلے بخل کی برائی بیان فرمائی تھی اب اسکا ذکر بیان فرماتا ہے کہ بخل پر کیا منحصر ہے نیک باتوں کے بتلانے کے لیے ہمنے رسول بھیجے معجزات و نشانیاں دیکر تاکہ بنی آدم کی اصلاح کریں۔ مگر بنی آدم کے معاملات دو قسم پر تھے ایک انکی ذات کے متعلق عقائد سے لیکر اعمال حسنہ عبادت و ریاضت تک۔ دوم امور تمدن جنمیں حقوق عباد ہیں پہلی باتوں کیلیے انزلنا معہم الکتاب کتاب نازل کی دوسری قسم کے معاملات کے لیے والمیزان ترازو یعنی عدل و انصاف نازل کیا لیقوم الناس الخ تاکہ بنی آدم ان باتوں میں انصاف پر قائم رہیں اور کسی پر ظلم نہ کریں مگر سرکش اور کج طبع لوگوں کے لیے جو قانون انصاف پر نہیں چلتے ہیں انزلنا الحدید لوہا نازل کیا۔ لوہے سے مراد حکومت و شوکت ہے جو حاکم کے آدمیوں کے آہنی ہتیاروں سے پیدا ہوتی ہے پھر وہ حکام جبر کے زور سے انکو انصاف پر چلاتے ہیں اور لوہے کے نازل کرنے سے مراد اسکا پیدا کرنا ہے جیسا کہ اس آیت میں وانزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج اسکے احکام و قضایا عالم بالا کی طرف منسوب ہوتے ہیں اسلیے ایسی کار آمد چیز کے پیدا کرنے کو انزلنا سے تعبیر کیا۔

پھر لوہے کے فوائد بیان فرماتا ہے (۱) فیہ باس شدید باس سختی و سخت حرب شدن۔ (صراح) کہ اسمیں جنگ کے وقت بڑی سختی و شدت ہے کیسلیے کہ تلوار بندوق نیزہ گرز توپ وغیرہ تمام آلات جس سے سرکشوں کی گردن ٹوٹ جاتی ہے لوہے کے ہوتے ہیں (۲) ومنافع للناس اور بہت نفع ہیں کیسلیے کہ انسان کی حاجت کے متعلق جس قدر پیشے ہیں زراعت و معماری وغیرہ سب میں لوہے کے آلات مستعمل ہوتے ہیں (افسوس آج کل مسلمانوں کے ہاتھ میں لوہا نہیں رہا جس سے یہ نوبت پہنچی) (۳) ولیعلم اللہ الخ تیسرا فائدہ اسمیں اللہ اور اسکے رسولوں کے مددگاروں حامیوں کا پورا امتحان بھی ہے کہ دیکھیں کون ہے جو جان کو ہاتھ پر رکھ کر ہتیار باندھ کر خدا کے قانون جاری ہونے میں مدد کرتا ہے اور دنیا میں ظلمت و فساد پھیلانے والوں خدا پرستوں پر ظلم کرنیوالوں کی خبر لیتا ہے (اس میں جہاد کی ترغیب ہے)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ تاکہ تمکو اپنی رحمت سے دگنا اجر دے اور تمکو نور عطا کرے جس سے تم رستہ چلو اور تمکو بخشدے

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ لِّئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّن فَضْلِ اللَّهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ

اور اللہ غفور رحیم ہے۔ تاکہ اہل کتاب جان لیویں کہ وہ اللہ کے فضل پر کچھ بھی قادر نہیں اور یہ کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے

يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

جسکو چاہے دیوے۔ اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے ؛

اس کے بعد ان اللہ قوی عزیز بھی فرما دیا کہ اللہ کو کسی کی مدد کی حاجت نہیں صرف تمہارا امتحان مقصود ہے کہ آیا تم بھی اسکے دین کے باقی رہنے اور شائع ہونے میں مدد کرتے ہو؟ ورنہ وہ تو خود قوی زبردست ہے آپ قائم کرکے رہیگا رسولوں کے اجمالے ذکر کے بعد چند اولوالعزم رسولوں کا ذکر کرتا ہے تاکہ عرب کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں اچنبھا نہ معلوم ہو فقال ولقد ارسلنا نوحا الخ کہ ہمنے نوح کو اس کے بعد ابراہیم کو بھیجا اور انکی نسل میں کتاب نبوت قائم رکھی ان کے بعد بھی انکی نسل میں سے صاحب کتاب نبی ہوئے جیسا کہ موسیٰ و داؤد ویکے بعد دیگرے رسول بھیجتے رہے پھر کچھ لوگ انسے ہدایت پاتے رہے اور کچھ بدکار ہی رہے آخر عیسیٰؑ کو بھیجا اور اسکو کتاب دی جس کا نام انجیل ہے۔ یا انجیل یعنی خوشخبری دی کہ وہ ایمان والوں کو نجات کی خوشخبری دیتے تھے (یہ معنی جمہور اہل اسلام کے خلاف ہیں) انجیل عبرانی لفظ انگیول کا معرب ہے جسکے معنی خوشخبری کے ہیں مراد اس سے کتاب ہے جو ان پر نازل ہوئی تھی جو قیاصرہ کی گردی میں تلف ہوگئی۔ یہ بات پولوس کے بعض خطوط سے بھی سمجھی جاتی ہے۔ انکے بعد متیؔ اور مرقسؔ اور لوقا اور یوحنا انکے حواریوں اور حواریوں کے شاگردوں نے جو کتابیں ان کے حالات میں لکھیں جنکا سند رسمی و مروی باتیں ہیں اور انکا نام بھی انجیل ہے وہ دراصل وہ انجیل نہیں یہ ممکن ہے کہ ان میں اسکی بھی بعض باتیں شامل کی گئی ہوں۔ یوں تو اور بھی بہت سی انجیلیں عیسائیوں کے بزرگوں نے بنائیں ہیں جنکو یہ لوگ الہامی نہیں جانتے ؛

پھر فرماتا ہے وجعلنا فی قلوب الذین الخ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے تابعداروں کے دل میں ہمنے نرمی اور مہر قائم کردی تھی وہ لوگ نرم دل اور متواضع اور فروتن تھے اور رہبانیت بھی انکالی تھی جسکو انھوں نے از خود پیدا کیا تھا ہمنے اپنے فرض کی تھی لیکن انسے جیسا چاہیے تھی نبھ نہ سکی پھر جو انمیں سے پیغمبر آخر الزماں محمد صلعم پر ایمان لائے اجر کے مستحق ہوگئے اور بہت تو انمیں سے بدکار ہیں ؛

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیرو لوگوں میں سے جو تارک الدنیا ہو جاتے تھے کسی گوشے میں عبادت کرتے تھے نہ وہ بیاہ شادی کرتے تھے نہ عمدہ لباس پہنتے تھے نہ عمدہ کھانا کھاتے تھے انکا نام راہب ہوتا تھا جسکی جمع رہبان آتی ہے جسکے معنی درویش اور رہبانیت درویشی ؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے راہبوں میں بہت سی بری باتیں شرمناک پیدا ہوگئیں تھیں جنکا ذکر مورخین نے بہت کچھ کیا ہے قرآن نے اپنے اخلاق کریمانہ سے انکا صراحۃً ذکر کرنا مناسب جانا مگر عواقب رعایتہا میں اشارۃً ذکر کردیا ؛

ابحاث

(۱) وانزلنا الحدید کے متعلق کچھ اور بھی اسرار ہیں ازانجملہ یہ ہے۔ انسان کے کام دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ جنکو کرنا چاہیئے دوسرے وہ کہ جنکو کرنا نچاہیئے۔ پھر جنکو کرنا چاہیئے وہ دو قسم ہیں ایک وہ جو نفس سے متعلق ہیں دوسرے وہ جو بدن سے علاقہ رکھتے ہیں افعال انسانیہ یعنی معارف انکا سرچشمہ کتاب ہے کسلیئے کہ کتاب اسمہی حق و باطل میں تمیز کردیتی ہے اور بدنی اعمال جو ہاتھ پاؤں اعضا سے متعلق ہیں ان میں بڑا حصہ وہ ہے جنکا لگاؤ خلق خدا کے ساتھ ہے انکے لیئے میزان ہے اسی عدل کی ترازو پر تُل کر عدل و ظلم میں امتیاز ہوسکتا ہے۔ اب رہے وہ افعال کہ جنکو کرنا نچاہیئے انسے روکنے والا دنیا میں لوہا ہے۔ واعظ برسوں سمجھائیں کوئی نہ مانے لوہے کے خوف سے دم بھر میں ترک ہوجاویں۔ خلاصہ یہ کہ کتاب قوت نظریہ کے لیئے اور میزان قوت عملیہ کے لیئے اور حدید نالائق کاموں سے روکنے کے لیئے نازل ہوا ہے +

ازانجملہ یہ کہ اگر معاملہ خدا سے ہی تو اسکے لیئے کتاب ہے اور جو بندوں سے ہی تو میزان اور دشمنوں سرکشوں سے ہی تو اسکے لیئے لوہا ہے +

ازانجملہ بنی آدم تین قسم کے ہیں ایک سابقون جو انصاف کرتے ہیں مگر انصاف کے طالب نہیں انکا معاملہ کتاب سے ہی دوسرے وہ جو انصاف کرتے ہیں اور انصاف ہی چاہتے ہیں یعنی درمیانی لوگ انکو میزان درکار ہے تیسرے بدکار ظالم ہیں انکے لیئے حدید درکار ہی وہ اسکی دھمکی سے ٹھیک ہوتے ہیں شہوات کے تمام نشے تلوار دیکھکر ہرن ہوجاتے ہیں دم بھر میں بھلے مانس اور نیک ہوجاتے ہیں اور یہی حکمت تھی کہ آخرالزماں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جسکے عہد میں گمراہی و شہوت پرستی کا دریا طغیانی پر تھا کتاب و حکمت کے ساتھ حدید یعنی زور و شوکت بھی عطا ہوا فقیری و مسکنت کے لباس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ظاہر نہیں ہوئی جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی بلکہ شان و شوکت شاہانہ کے پیرایہ میں جلوہ گر ہوئی اور اسیکو سلطنت آسمانی کہتے ہیں جسکی خبر پہلے انبیاء علیہم السلام دیتے آئے ہیں اور اسی لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں کہ جسکو بخاری نے نقل کیا ہی مکارم اخلاق تعلیم کرکے سب کے بعد فرمادیا و ذروۃ سنامہ الجہاد کہ ان سب باتوں کا سر جہاد ہے۔ اور اسی لیئے قیامت تک جہاد و حساب قائم کرکے اور اپنے جانشینوں اور پیرووں کے لیئے ایک عمدہ دستور العمل چھوڑ گئے جسکو آج کل مسلمانوں نے ترک کر رکھا ہے اور دنیا کی آنکھوں میں حقیر ہوگئے۔ اہل اسلام خدا تعالیٰ کا لشکر خاص ہے جنکی تنخواہ دار آخرت وحیات جاودانی ہے +

ازانجملہ یہ ہے انسان یا عارف کامل ہے جو مقام حقیقت تک پہنچ گیا ہے اسکے لیئے بجز محبوب کی کتاب کے اور کوئی بات تسلی بخش نہیں یا وہ طالب ہے یعنی* مقام طریقت میں ہے اور یہ مقام نفس لوامہ کا ہے اور مقام اصحاب الیمین کا جیسا کہ اول مقام نفس مطمئنہ اور سابقون کا تھا تو اسکے لیئے معرفت اخلاق کے لیئے میزان درکار ہی یہانتک کہ افراط و تفریط سے بچے اور کسی کجی کی جانب اس سے میں نہ جھکے۔ اور یا وہ مقام شریعت میں ہے جو نفس امارہ کا مقام ہے اس وقت اسکے لیے مجاہدہ و ریاضات کے ہتیار اور نفس بد کے لیئے آہنی گرز درکار ہے۔ کبیر +

(۲) لارہبانیۃ فی الاسلام۔ یہ مسئلہ جمہور علماء کے نزدیک مسلم ہے کہ مذہب اسلام میں رہبانیۃ نہیں اسکے یہ معنی ہیں کہ دنیا ترک کر بیٹھنا نکاح نکرنا فقیری کا لباس اور قلندرانہ وضع اختیار نکرنا چاہیئے کسلیئے کہ ان باتوں میں خدا نہیں ملتا اور نیز منشاء الٰہی کے خلاف ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی متعدد نکاح کیئے اور نکاح کرنیکی ترغیب دلائی۔ عمدہ لباس بھی پہنا عمدہ کھانا بھی جب مل گیا تناول فرمایا۔ دنیا کے سب کاروبار کرو نوکری تجارت زراعت مال بیچو بھی مگر شرافت سے ہمسایوں کے ساتھ سلوک کرو۔ خدا دے تو اچھا کھاؤ پہنو مگر ہر کار میں اللہ کو نہ بھولو اس کے احکام کو ملحوظ رکھو +

مگر ایسا بھی کہ لذائذ و شہوات کے بندے بنجا ؤ رات دن اسی دھندے میں پڑے رہو اور آرائش و تجملات کے حاصل کرنے میں عمر گرانمایہ برباد کرو دین کو خیرباد کہہ بیٹھو نفس کو موٹا کرو کسلیئے کہ گو اسلام میں رہبانیت تو نہیں مگر زہد ضرور محمود ہے اور بزرگان دین نے زہد و تقویٰ اختیار کیا ہے۔ زہد و رہبانیت میں یہی فرق ہے کہ زہد دنیا سے بے رغبتی کا نام ہے نہ بالالتزام مباحات و لذائذ و طیبات کو حرام کر لینا۔ ہاں زاہد کو ان چیزوں کی طرف چنداں التفات نہیں ہوتا نہ وہ انکے طالب وجویاں ہوتے ہیں۔ اگر اتفاقاً میسر آگئیں تو کچھ انکار بھی نہیں برخلاف راہب کے۔ زاہد و راہب میں یہ فرق ہے اور بڑا فرق ہے ♦

اسکے بعد عیسائیوں کی طرف خطاب کرتا ہے فقال یا ایہا الذین آمنوا کہ اے عیسیٰ پر ایمان لانے والو اتقوا اللہ۔ اللہ سے ڈرو نفسانیت و تعصب کو چھوڑو۔ وآمنوا برسولہ اور اسکے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ خود عیسیٰ علیہ السلام نے آں حضرت کے ظاہر ہونے کی بشارت دی ہے۔ یؤتکم کفلین من رحمتہ تاکہ تمکو اپنے فضل سے دوہرا حصہ صواب کا دے دونوں پیغمبروں پر ایمان لانے کے سبب جیسا کہ اگلی آیت میں بیان فرمایا تھا فآتینا الذین آمنوا منہم اجرہم کہ جوانمیں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے انکو ہم نے انکا اجر دیا۔ یعنی دینگے کفل حصہ۔ دوہرا حصہ پانے سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ جو عیسائی ہو کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیگا اسکو دوہرا حصہ ملنے کے سبب سب سے زیادہ اجر ملیگا کسلیئے کہ دوہرے ہونے سے زیادہ ملنا ثابت نہیں ہوتا فرض کرو کہ ایک چیز کے دس حصے کیئے اور ایک شخص کو ان دس حصوں میں سے دوہرا حصہ ملا اور پھر اسی چیز کے تین حصے کر کے ایک شخص کو ایک حصہ دیا تو یہ ایک حصہ پانے والا اس دوہرے پانے والے سے کم نہیں ہے[1]۔ ویجعل لکم نورا تمشون بہ اور اس ایمان نبی آخرالزماں سے تمہارے لیئے ایک نور قائم کر دیگا جسکے سبب تم دنیا میں سیدھا رستہ چلوگے یا پلصراط پر چلوگے۔ یہ نور بغیر اس کے حاصل ہی نہیں ہوتا۔ ویغفر لکم اور تم کو بخشدے گا وہ غفور رحیم ہے پچھلے گناہ اسلام لانے سے معاف ہو جاویں گے ♦

اہل کتاب کو یہ گمان تھا کہ نبوت خاص ہمارے خاندان اسرائیل کا حصہ ہے اخیر نبی کہ جس کی موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے وہ بھی ہمارے خاندان سے ہوگا یہ عنایت خاندان بنی اسرائیل پر منحصر ہے۔ اسلیئے اہل کتاب کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی تاکید اور ایمان کے ثمرات و برکات بیان کر کے یہ فرماتا ہے لئلا یعلم اہل الکتاب ان لا یقدرون علیٰ شیء من فضل اللہ الخ کہ یہ بیان ہمنے اسلیئے کیا ہے کہ اہل کتاب جان لیویں کہ ان کو فضل الٰہی پر کوئی قبضہ و قدرت نہیں کہ وہ اسکو اپنے ہی گھر میں منحصر کریں بلکہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے جس پر چاہے کرے بنی اسرائیل کی کیا خصوصیت ؟ اسنے بنی اسماعیل پر کر دیا۔ اس تقدیر پر لئلا میں لا زائد ہے ♦

[1] بلکہ اسنے نام پایا وہ یہ اہل اسلام ہیں اس بات کی طرف بخاری کی وہ حدیث اشارہ کر رہی جس کو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے امت محمد تمہاری اور تم سے اگلوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسا کسی نے کسی کو نصف روز پر خاص اجرت پر معین کیا اور کسی کو نصف النہار سے لیکر عصر تک اسی اجرت پر مامور کیا اور کسی کو عصر سے لیکر غروب آفتاب تک دو چند اجرت پر معین کیا۔ پہلوں نے کہا ہمارا وقت زیادہ اور ان کا وقت بھی کم اور اجرت دوچند اسے کہا میں نے تمہاری مزدوری میں سے تو کچھ کم نہیں کر دیا۔ صبح سے نصف النہار تک والے اور اس سے لیکر عصر کے وقت تک والے یہود و نصاریٰ ہیں۔ اور عصر سے آخر دن تک والے جنکو باوجود بہت کم وقت محنت کے دوچند اجرت ملی اہل اسلام ہیں ۱۲ منہ

سورۂ مجادلہ مدنیہ ہے اس میں بائیس آیات تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ اَلَّذِيْنَ

اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو تجھ سے اپنے خاوند کی بابت گفتگو کرتی اور اللہ کے آگے شکوہ کرتی تھی۔ اور اللہ تمہارے جواب و سوال سن رہا تھا۔ بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ وہ جو

يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ

تم میں سے اپنی عورتوں کو ماں کہہ دیتے ہیں وہ درحقیقت انکی مائیں نہیں ہو جاتیں مائیں تو انکی وہی ہیں کہ جنہوں نے انکو جنا ہے۔ اور یہ ایک بیہودہ اور جھوٹی بات منہ سے

وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

نکالتے ہیں۔ اور بیشک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔ اور جو اپنی بیبیوں کو ماں کہہ کے پھر اس کہی بات سے پھرنا چاہیں تو ایک بردہ ایک دوسرے کے ہاتھ لگانے سے پہلے

يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۚ

آزاد کریں۔ یہ اسلئے کہ تمکو اس سے نصیحت ہو۔ اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اسکی خبر رکھتا ہے۔ پھر جسکو بردہ نہ ملے تو دو مہینے کے روزے لگاتار آپس میں ہاتھ لگانے سے پہلے رکھے

فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ

پھر جو روزے نہ رکھ سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاوے۔ یہ اسلئے تاکہ تم اللہ اور اسکے رسول کی تصدیق کرو۔ اور یہ اللہ کی حدیں باندھی ہوئی ہیں۔ اور منکروں کیلئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَاۗدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ

سخت عذاب ہے۔ وہ جو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کرتے ہیں وہ خوار ہونگے جیسا کہ ان سے پہلے لوگ خوار ہوئے اور ہمنے صاف صاف آیتیں

بَيِّنٰتٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

نازل کر دیں۔ اور منکروں کو ذلت کا عذاب ہے۔ جس دن کہ ان سب کو اللہ قبروں سے اٹھاویگا پھر انکو بتاویگا کہ وہ کیا کرتے تھے اللہ نے انکو یاد رکھا ہے اور وہ بھول گئے اور اللہ کے سامنے ہر چیز ہے

ترکیب

وتشتکی معطوف علی تجادلک وقیل حال من فاعلہ ای تجادلک وہی متضرعۃ الی اللہ تعالیٰ الذین موصول یظاہرون الخ صلتہ والکل مبتدا ما ہن امہاتہم الجملۃ خبرہ امہاتہم بکسر التاء علی انہ خبرما وبضمہا علی اللغۃ التمیمیۃ والذین یظاہرون من نسائہم مبتدا فتحریر رقبۃ الجملۃ وہی فعلیہم تحریر رقبۃ خبرہ۔ ذلکم مبتدا توعظون بہ خبرہ واللام فی لما قالوا تتعلق بیعود وما مصدریۃ ویمکن ان تجعل بمعنی الذی ونکرۃ موصوفۃ وقیل اللام بمعنی فی وقیل بمعنی الی وقیل فی الکلام تقدیم وتاخیر تقدیرہ ثم یعودون فعلیہم تحریر رقبۃ لما قالوا فصیام شہرین ای فعلیہ صیام شہرین ذلک ومحلہ النصب بفعل معلل بقولہ لتومنوا او الرفع علی الابتدا الیوم منصوب بما تعلق بہ اللام من الاستقرار او مہین او باضمار اذکر

تفسیر

یہ سورۃ باتفاق مدینے میں نازل ہوئی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں جمہور علماء اسی کے قائل ہیں۔ بعض کہتے ہیں کسی قدر مکے میں بھی نازل ہوئی ہے مگر یہ قول معتبر نہیں۔ سورۂ حدید کے اخیر میں اللہ ذو الفضل العظیم آیا تھا جو یہود و نصاریٰ کے گمان فاسد کا رد تھا کہ وہ نبوت اپنے خاندان میں ختم سمجھتے تھے۔ اس سورۃ میں منجملہ افضال الٰہی کے جنمیں سے نبوت نبی آخر الزمان بھی جنہیں اس نبوت کے برکات اولیٰ بعض افضال کا اسہل احکام او آسمانی شریعت نازل کرنے کے اور

جسکے فضل کی ایک نئی بات جسکو اُسنے ظہار میں جو جاہلیت میں اشد طلاق سمجھی جاتی تھی یہ سہولت کی کہ کفارے سے عورت کو اسکے مرد کے لیئے حلال کر دیا۔ اب
تمہید میں ایک واقعہ کے کرتا ہے۔ فقال قد سمع اللہ قول التی الخ۔ اس کے **شان نزول** میں جمہور مفسرین نے یوں نقل کیا ہے کہ خولہ بنت ثعلبہ
ابن صامت صحابی کی بیوی کو اسکے خاوند نے ناراض ہو کر یہ کلمہ کہہ دیا تھا انت علی کظہر امی کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح سے حرام ہے۔ یہ کلمہ جاہلیت میں سخت
طلاق تھا جسکے بعد ملاپ نہیں ہوتا تھا اسکو بڑا رنج ہوا خاوند سے محبت تھی اور بچے بھی تھے اسلیئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوئی
حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں میں اس وقت حضرت کا سر دھلا رہی تھی اس عورت نے آکر سب قصہ بیان کیا اور اپنی مصیبت ناک حالت بھی عرض کی کہ میں پہلے
جوان تھی اب عمر رسیدہ بھی ہوگئی اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں کہ اگر آپ رکھتی ہوں تو بھوکے ہلاک ہوتے ہیں اور اوس کو دیتی ہوں تو برباد ہوتے ہیں
اور اس سے محبت بھی ہے اب میں کیا کرونگی؟ اب میں اوس سے پھر بھی مل سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا مجھے تو طلاق ہوگئی معلوم ہوتی ہے۔ یہ سنکر اوبھی
بار بار دردناک الفاظ میں اپنی مصیبت و تنہائی بیان کر کے پھر جائز ہونے کی سبیل پوچھتی تھی آنحضرت صلعم اسکے جواب میں یہی بات فرماتے تھے۔
مایوسانہ حالت میں آسمان کی طرف منہ اٹھا اٹھا کر یہ کہنے لگی کہ الٰہی میں اپنی مصیبت کا اظہار تجھ سے کرتی ہوں میری مشکل کشائی کے لیئے اپنے نبی کی زبانی
کچھ کیجیئے اتنے میں آنحضرت صلعم پر وحی کے آثار نمودار ہوئے اور وہ یہی کہے جاتی تھی کہ یا نبی اللہ آپکے قربان جاؤں میرے معاملے میں کچھ تدبیر فکر
کیجیئے عائشہ نے آثار وحی دیکھ کر اس عورت کو کہا چپ رہو اور اپنی تکرار کو بند کر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کو نہیں دیکھتی؟ جب آنحضرت کو
وحی ہو چکی تو اس عورت کو بلا کر یہ آیات سنائیں اور کفارے کا حکم دیکر اسکو خاوند کے لیئے مباح کر دیا۔ اسکے خاوند نے کفارہ ادا کیا۔ یہ اسکا کیسا فضل ہے؟
ماحصل احکام اس سورۃ میں ہیں اب آیات کی تفسیر کرتے ہیں ؛

الذین یظاھرون منکم الخ ظہار یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کو یوں کہے انت علی کظہر امی کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح سے حرام ہے۔ ظہار شرع میں اپنی
بیوی یا اسکے کسی جزء شائع کو یا ایسے جزو کو جس سے کل تعبیر کیا جا سکتا ہو اپنی ماں سے یا اسکے کسی ایسے جزء سے تشبیہ دینا کہ جسکا دیکھنا جائز نہیں۔ اسی طرح
محرمات ابدیہ عورتوں سے تشبیہ دینا بھی ظہار ہے۔ ظہر بمعنی پشت سے مشتق ہے۔ اور پشت ذکر کی اور مراد اس سے پیٹ یا مقام مخصوص ہے مگر شرم کی وجہ سے
انکو دوسرے ناموں سے تعبیر کر دینا زبان عرب کا دستور ہے بعض علما کہتے ہیں ظہر کہ جس سے ظہار لیا گیا ہے اسکے معنی پشت کے نہیں کیونکہ اور اعضا میں سے صرف پشت ذکر کرنیکی
وجہ نہیں بلکہ یہ ظہر بمعنی علو سے مشتق ہے جس سے مراد چڑھنا یعنی مرد جو اپنی بیوی پر چڑھتا ہے اسکو اپنی ماں پر چڑھنے سے تشبیہ دے رہا ہے۔ یہ ایام جاہلیت میں سخت طلاق تھی اس
سے قرآن نازل ہونے سے پیشتر شرع نے بھی اسکو طلاق ہی قرار دے رکھا تھا اسلیئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلاق ہوگئی جسپر وہ عورت حیرت زدہ ہو کر اور حکم چاہتی تھی بالاتفاق
مگر شوہر اس کلمہ سے عورت شوہر پر ایک وقت تک حرام ہو جاتی ہے یعنی جب تک کہ کفارہ نہ دے اور اس لفظ سے طلاق نہیں واقع ہوتی بلکہ ظہار ایک جدی چیز ہے ؛
اسی ان الفاظ کے کہنے سے تو بالاتفاق ظہار ہو جاویگا اور انہیں دوسری صورت بدل کر کہنے میں اختلاف ہے اور صورتیں چار پیدا ہوتی ہیں (۱) یہ کہ ظہر و ام یا اسکے
بدلے دونوں مذکور ہوں جیسا کہ بیان ہوا اسمیں بالاتفاق ظہار واقع ہوگا (۲) یہ کہ ظہر تو مذکور ہو اور ام مذکور نہ ہو پس اگر ماں کے بدلے کوئی غیر محرم عورت ذکر ہو
اجنبی عورت سے تشبیہ نہیں اس صورت میں بھی بالاتفاق ظہار ہوگا کیونکہ اپنی عورت کے جماع کو اجنبی عورت سے تشبیہ دینے سے کوئی خرابی نہیں آتی اور اگر
نہیں کریا۔ صحیح ہے رشتوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جو اسپر ہمیشہ حرام ہیں خواہ قرابت سے جیسا کہ بہن بیٹی خالہ پھوپھی نانی دادی نواسی بھانجی بھتیجی خواہ دودھ کی
دو چند اجرت ملی اسلام ہی ... مادہ ... سبب سے جیسا کہ بیوی کی ماں۔ ان سب صورتوں [illegible] ابو حنیفہ کے نزدیک ظہار ہوگا کیونکہ جو ماں کے

تشبیہ دینے سے غرض تھی ہی انکے ساتھ تشبیہ دینے میں حاصل ہے۔ امام شافعیؒ کے اس میں دو قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ ظہار ہوگا آخر قول یہ ہے کہ ظہار ہوگا مگر بعض شافعیہ قول ملک کو ترجیح دیتے ہیں (۳) یہ کہ ماں کی پیٹھ سے تشبیہ نہو بلکہ اسکے کسی اور عضو کے ساتھ اسکی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ اسکے کسی اور عضو سے تشبیہ ہو کہ جسکا دیکھنا حرام نہیں جیسا کہ ہاتھ پاؤں ان صورتوں میں بھی ظہار نہیں مگر امام شافعیؒ تفصیل کرتے ہیں کہ اگر انمیں سے ان اعضا کے ساتھ تشبیہ ہے کہ جہاں تعظیم مقصود ہوتی ہے منہ آنکھ اسمیں دو قول ہیں پہلا یہ کہ ظہار نہیں آخر یہ کہ ظہار ہے دوم یہ کہ ان اعضا سے تشبیہ ہو کہ جنکا دیکھنا حرام ہے پیٹ ران چوتڑ وغیرہ ان صورتوں میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ظہار ہے امام شافعیؒ کے دو قول ہیں مگر بعض نے قوت اسکو دی ہے کہ ظہار نہیں (۴) یہ کہ نہ ماں کا ذکر ہو نہ پشت کا بلکہ یوں کہے کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری بہن یا بیٹی کا پیٹ یا ران۔ یا یوں کہے کہ تو میری بہن یا بیٹی جیسی ہے۔ ان صورتوں میں اختلاف ہے مگر امام اعظمؒ کے نزدیک ظہار ہے **بحث دوم** ظہار کون کرسکتا ہے اور کس سے ہے؟ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں جو مسلمان طلاق دینے کا مجاز ہے وہ ظہار کا بھی ہے کافر ذمی کا ایسا فعل ظہار نہوگا کسلیے کہ آیت میں منکم کا لفظ ہے جو اہل اسلام کی طرف خطاب ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں مسلمان ہو یا نہو جو کوئی طلاق دے سکتا ہے ظہار بھی کرسکتا ہے ذمی کے ایسے فعل کا وہی حکم ہوگا جو مسلمانوں کا ہے۔ ابوحنیفہؒ و مالکؒ و شافعیؒ کے نزدیک عورت ظہار نہیں کرسکتی اسکے اس کہنے سے کہ تو میرے لیے ایسا ہی جیسی میری ماں کی پشت کچھ نہیں ہوتا۔ اوزاعی فرماتے ہیں یہ یمین ہے عورت کو کفارہ دینا پڑیگا **مسئلہ** اگر مرد نے ظہار میں دن کی قید لگا دی کہ آج کے دن تو مجھپر میری ماں کی پشت جیسی ہے تو ظہار نہوگا۔ امام مالکؒ و ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں ظہار رہیگا آیت میں من نسائہم کا لفظ ہے اس سے ثابت ہوا کہ ظہار خاص جورو ہی سے ہوسکتا ہے لونڈی سے اگر لونڈی کو ایسی بات کہیگا تو امام ابوحنیفہؒ و شافعیؒ کے نزدیک ظہار نہوگا مالکؒ اوزاعی کہتے ہیں ظہار ہوگا کسلیے کہ من نسائہم میں لونڈی بھی داخل ہے وہ بھی مرد کی عورت ہے۔

ف آیت میں لفظ منکم عرب پر ایک طرح کی چوٹ ہے کسلیے کہ جاہلیت میں عرب کی یہ عادت تھی جس سے خدا تعالیٰ نفرت ظاہر فرماتا ہے اسلیے بعد میں صراحت کرتا ہے ما ہن امہاتہم کہ اس کہنے سے وہ انکی مائیں نہیں ہوگئیں ان امہاتہم الا اللائی ولدنہم مائیں تو انکی حقیقۃً وہی ہیں کہ جنھوں نے انکو جنا ہے اور حکم حرمت میں انکے ساتھ وہ مائیں بھی شریک ہیں کہ جنکو شرع نے ماں کے قائم مقام کیا ہے جیسا کہ دودھ کی ماں جسکی نسبت ماں کا لفظ آیا ہے وامہاتکم من الرضاعۃ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں جنکی نسبت بھی ماں کا لفظ آیا ہے وازواجہ امہاتہم مگر یہ عورتیں تو نہ حقیقی مائیں ہیں نہ حکمی وانہم لیقولون منکرا من القول وزورا تو ایک بری اور جھوٹی بات منہ سے نکالی ہے جسکی سزا کفارہ ہے اسلیے اسکے بعد کفارے کا ذکر کرتا ہے۔ فقال والذین یظاہرون من نسائہم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ۔ کہ جو اپنی بیوی سے ظہار کرتے ہیں (انکو ماں کی ظہر یعنی پشت سے تشبیہ دیتے ہیں) پھر وہ لوٹنا چاہتے ہیں تو انکو ایک بردہ آزاد کرنا چاہیے بیوی کے ہاتھ لگانے سے پہلے یہ تمہاری نصیحت کے لیے ہے اور جو تم کرتے ہو اللہ جانتا ہے اور جسکو بردہ یعنی غلام میسر نہو تو بیوی کے ہاتھ لگانے سے پہلے پے درپے دو مہینے کے روزے رکھے اور جسکو اسکی طاقت نہو تو ساٹھ مسکینوں یعنی فقیروں کو کھانا کھلاوے۔ یہ کفارہ ہے اسکے بعد پھر بدستور اسکی بیوی اسکے لیے حلال ہے ✦

ابحاث

(۱) ثم یعودون لما قالوا۔ محاورۂ عرب میں اس کلام کے دو معنی سمجھے جاتے ہیں اس کلام کے برخلاف ہونا اور اسی کو بارہ دگر کرنا کہتے ہیں۔ عاد کما فعل جبکہ اسکے کلام کو بگاڑنا چاہیے۔ اور جب بار دگر کرنا چاہیے تب بھی یہی جملے بولتے ہیں اور ہر ایک کی نظائر موجود ہیں یہ اسلیے کہ آلی اور لام ایک ہی [illegible] ہوتا ہے اسی وجہ سے اس کلام کے دو معنی ہوسکتے ہیں۔ پہلے معنی کی طرف (یعنی برخلاف مراد لینے کی طرف) ہمہ مجتہدین گئے ہیں انکے نزدیک آیت کے یہ معنی ہوے کہ جو ظہار کرکے اس سے پھرنا چاہیں اور برخلاف ہونا چاہیں تو کفارہ دیں۔ پھر ان پہلے معنوں کی تعیین میں کئی قول ہیں (۱) امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں یہ معنی ہوے کہ جو ظہار کرکے وطی وغیرہ فوائد حاصل کرنا چاہیں تو کفارہ دیں کسلیے کہ ظہار سے بجز اس خاص فائدے کے اور کوئی فائدہ ممنوع نہیں ہوا خانہ داری کے سب کام [illegible] بھی کرلینے

درست ہیں پھر عود کس چیز کی طرف ہے؟ وہی چیز کی طرف ہوگا جو فوت ہو گئی اور وہ وطی اور اسکے دواعی ہیں (۲) امام شافعی فرماتے ہیں ظہار کرنا یعنی جو شخص ظہار کر کے عود کرے کہ بیوی کو اتنی دیر تک اپنے پاس ٹھیرا رکھے کہ اس قدر زمانے میں طلاق دیسکے پس جب اسنے ظہار کر کے عورت کو نہ دیا طلاق تو گویا بیوی پنے کا حق جو ظہار کرنے سے تلف کیا تھا پھر حاصل کیا (۳) امام مالکؒ کہتے ہیں عود کہ جو کفارے کا باعث ہے ظہار کے بعد وہ صرف وطی کا قصد کرنا ہے۔ ظہار کے بعد جب یہ قصد کر لیا تو عود کیا ✤

خلاصہ یہ کہ جمہور علماء کے نزدیک کفارہ محض ظہار سے واجب نہیں بلکہ عود سے ان وجوہ ثلاثہ میں سے کسی وجہ پر عود ہو اور ابن عباسؓ نے عود کی تفسیر یہ کی کہ نادم ہو اور الفت چاہے اسکے بھی یہی معنی ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔ اور بعض علماء عود کے دوسرے معنی لیتے ہیں یعنی بار دگر اس فعل ظہار کا کرنا تو انکے نزدیک جو کفارے کا باعث ظہار ہے اور کوئی چیز پھر اسکے بھی کئی معنی ہو سکتے ہیں (۱) یہ کہ مکرر الفاظ منہ سے کہنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے نہ ایک بار کے کہنے سے جیسا کہ ابی عالیہ و داؤد ظاہری اور جمیع اہل ظواہر کا قول ہے انکے نزدیک آیت کے یہ معنی ہوئے کہ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر کے ثم یعودون لما قالوا پھر انہیں کلمات کو بار دگر منہ سے نکالیں اور اعادہ کریں تو ان پر کفارہ ہے اور جو ایکبار کہا تو کچھ نہیں مگر یہ قول محض ضعیف ہے کس لیے کہ خدا تعالیٰ اپنی ناراضی ان کلمات پر ظاہر فرما رہا ہے جو زمانۂ جاہلیت کی بات تھی سو ایکبار کہنے سے بھی وہی جاہلیت کی ناشائستہ حرکت پائی گئی۔ دوم اس صحابی کا (جسکی عورت کا آیات میں اشارتاً ذکر ہے) کسی روایت سے دوبارہ کہنا ثابت نہیں بلکہ اسنے ایک ہی بار یہ کلمات منہ سے نکالے تھے جس پر اسکی بیوی حیران و پریشان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوئی (۲) یہ کہ صرف ظہار کے کلمات باعث ایجاب کفارہ ہیں۔ یہ مجاہد و سفیان کا قول ہے انکے نزدیک ثم یعودون لما قالوا کے یہ معنی ہوئے کہ جو ایام جاہلیت میں کہا کرتے تھے اگر اب پھر کہیں تو کفارہ دیں۔ ان کے نزدیک والذین یظاہرون من نسائھم کا بیان ثم یعودون لما قالوا ہے کہ وہ جو ظہار کرتے ہیں اہل اسلام میں بار دگر پھر اسی جاہلیت کی بات کا اعادہ کرتے ہیں ✤

کفارۂ ظہار

فتحریر رقبۃ من قبل ان یتماسا تحریر حر بنانا یعنی آزاد کرنا۔ رقبہ گردن اس سے مراد گردن والا جزء سے کل تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ ہماری زبان میں کہتے ہیں ہر سر پیچھے یہ ہو یعنی ہر شخص کے لیے۔ رقبہ سے مراد غلام لونڈی تماس ہاتھ لگانا مراد عام ہے ہاتھ لگانا بوسہ دینا جماع کرنا سب کو شامل ہے عموم الفاظ کی وجہ سے صحبت کرنے اور اس کے اسباب عمل میں لانے سے پہلے ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا چاہیے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں رقبہ مطلقہ ہے مومن ہونیکی کوئی قید نہیں غلام ہو کافر ہو یا مومن کالا ہو یا گورا آزاد کر دینا چاہیے امام شافعیؒ فرماتے ہیں دوسری آیت میں رقبہ کو مومنہ سے مقید کر دیا ہے یہاں بھی یہی مراد ہوگا یعنی مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیے مگر دوسری آیت میں جو قید تھی وہ بات قید قتل کے کفارے میں ہے جو حکمت جسم ہے اسکو یہاں لانا اور قیاس کرنا کوئی وجہ نہیں کہتا من قبل ان یتماسا کے متعلق ایک اور بحث ہے وہ یہ کہ آیت کا حکم یہی ہے کہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے عورت کو ہاتھ نہ لگائے مگر جو کسی نے لگایا اور صحبت کر لی تو پھر کیا حکم ہے؟ اکثر علماء امام ابو حنیفہؒ و امام مالکؒ و امام شافعیؒ و امام احمد حنبلؒ و سفیان ثوریؒ و اسحٰقؒ وغیرہ کے نزدیک ایک ہی کفارہ دینا ہوگا پہلے ہاتھ لگانا دوسرا گناہ ہے اسکے لیے کوئی کفارہ نہیں استغفار کرے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں دو کفارے دینے ہونگے۔ ذلکم توعظون بہ یہ کفارہ یا غلام آزاد کرنیکا حکم تمہاری نصیحت کے لیے ہے تاکہ پھر ایسی بات نہ کہو۔ واللہ بما تعملون خبیر اللہ کو تمہارے اعمال کی خبر ہے اگر کوئی یہ کلمات کہکر کفارے کے ڈر کے مارے مکر جائیگا تو کیا ہے۔ اللہ تو جانتا ہے (یہ کفارے میں ایک بات تھی) فمن لم یجد فصیام شہرین متتابعین من قبل ان یتماسا پھر جسکو غلام میسر نہ آئے تو ہاتھ لگانے سے پہلے لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ دوسری بات ہوئی۔ ان روزوں میں بھی یہ شرط ہے کہ ہاتھ لگانے سے پہلے پہلے رکھے۔ اگر دس بیس روزے رکھکر بیچ میں بیوی سے صحبت کر لی تو نئے سرے سے روزے رکھنے ہونگے۔ رات میں خواہ دن میں کفارے سے پہلے بیوی کو ہاتھ لگانا نہ چاہیے عمداً تو عمداً اگر سہواً بھی کر بیٹھے گا تو پھر سے نئے سرے سے روزے رکھنے ہونگے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں اگر رات میں بیوی سے صحبت کی تو اس سے تتابع میں فرق نہ آویگا۔ امام مالکؒ و ابو حنیفہؒ کے نزدیک تتابع نہ رہا

پھر نئے سرے سے رکھے اور جو کسی عذر سے ان دو مہینے کے روزوں میں سے کوئی روزہ نہ رکھا تو اسمیں اختلاف ہے بعض[1] کہتے ہیں نئے سرے سے رکھے بعض کہتے ہیں نہیں پھر اگر بیماری یا بڑھاپے یا کسی معتبر عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو ساٹھ فقیروں کو کھانا کھلائے فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا صبح و شام دو وقت پیٹ بھر معمولی کھانا ہو اور معمولی کھانے والے ہوں ۔ اور جو انکو کھانا پختہ یا غیر پختہ دے کہ اپنے گھر جا کر کھالیں تو کس قدر نی کس دے؟ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں ہر مسکین کو گیہوں کا نصف صاع ۔ اور جو چھوہارے کا پورا صاع دے یا انکی قیمت دیدے ۔ اور دلیل انکی حدیث اوس بن الصامتؓ و سہل بن صخرؓ کی ہے جسمیں نصف صاع گیہوں ایک صاع جو چھوہارے دینے کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے ۔ اور نیز صدقۃ الفطر میں یہی مقدار آئی ہے ۔ اور صدقات واجبہ برابر ہیں ۔ یہ حدیثیں ابوداؤد و احمد و طبرانی وغیرہ نے نقل کی ہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں ہر ایک مسکین کو ایک مُد دے جو مُد نبی صلعم کے ہموزن ہو اور وہ ایک رطل و ثلث مقدار کی ہے ۔

مسئلہ اگر ساٹھ روز تک ایک ہی مسکین کو دیگا تو کافی ہوگا اور اگر ساٹھ روز کا ایک فقیر کو ایک ہی روز دیدیگا تو یہ صرف ایک روز کا دینا سمجھا جاویگا (ہدایہ) آیت میں جہاں کھانا دینے کا ذکر ہے اس جگہ قبل ان یتماسا کی قید نہیں جیسا کہ غلام آزاد کرنے اور روزہ رکھنے میں تھی ۔ اسی سے امام ابوحنیفہؒ یہ بات کہتے ہیں کہ ہر چند کھانا پہلے کھلانا واجب ہے اور جو کسی نے کھانا کھلانے سے پہلے صحبت کر لی تو یہ کفارہ کافی ہوجاویگا یعنی ہنوز مساکین دوسرے وقت کا کھانا نہ کھانے پائے تھے اسنے صحبت کر لی برا کیا استغفار کرے مگر کفارہ ادا ہو گیا ۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں گو اس جگہ قید من قبل ان یتماسا مذکور نہو مگر اس سے پہلے دو چیزوں کے ادا کرنے میں مذکور ہو چکی ہے یہاں بھی مراد ہے یہ کفارہ ادا نہو گا ۔

جمیع آیت سے متعلق بحث

اللہ تعالیٰ نے الذین یظاہرون من نسائہم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ الخ ارشاد فرمایا جس سے کئی باتیں پیدا ہوئیں (۱) ثم یعودون لما قالوا ۔ یہ تحریر رقبۃ الخ کا سبب ثابت ہوتا ہے جس لیئے تحریر رقبۃ سببیہ آئی پھر اگر کوئی ظہار کرکے رجوع کرنا نچاہے تو کفارہ لازم نہوگا کیا عورت کو عمر بھر یوں ہی اٹکائے رکھ سکتا ہے؟ فقہا فرماتے ہیں عورت کفارہ ادا کیئے بغیر مرد کو اپنے پاس نہ آنے دے اور مرد کو کفارہ ادا کرنے پر مجبور کرے کیونکہ کہ ادا نہ کرنے میں عورت کے حقوق تلف ہوتے ہیں حاکم سے رجوع کرکے کفارہ ادا کرائے (کبیر) ۔

(۲) من نسائہم کے لفظ میں وسعت ہے کہ اگر کسی کی چار بیویاں ہوں اور چاروں کو ایکبار خطاب کرکے یہ کہدے کہ تم مجھ پر میری ماں کی پشت جیسی ہو یعنی حرام ۔ یہ چار ظہار گنے جاویں گے اور چار کفارے دینے پڑینگے جس سے صحبت کرنے کا قصد کریگا پہلے کفارہ دیگا جیسا کہ ایک ساتھ سب کو طلاق ہو سکتی ہے ظہار بھی ہو سکتا ہے ۔ یہ امام ابوحنیفہؒ شافعیؒ حسن بصریؒ زہریؒ سفیان ثوریؒ وغیرہم کا قول ہے ۔ امام مالکؒ و امام احمد حنبلؒ کہتے ہیں ایک کفارہ دینا ہوگا ۔ اور عمرؓ و علیؓ و عروہؒ و طاوسؒ و عطاؒ سے بھی یہی منقول ہے ۔ یہ لوگ یمین باللہ پر قیاس کرتے ہیں ایلا میں ۔ فتح القدیر ۔

(۳) اگر کوئی ایکبار ظہار کرکے اور کفارہ دیکر پھر ظہار کرے تو ف سببیہ یہ کہہ رہی ہے کہ کفارہ دینا ہوگا تکرار علت سے معلول مکرر ہوگا (ہدایہ) کفارے کے بعد پابندی احکام کی بابت تاکید فرماتا ہے فقال ذلک یہ تعلیم احکام اسلیئے ہے کہ اللہ اور رسولؐ پر بجا آوری احکام میں ایمان لاؤ اور اسکے حدود پر قائم رہو اور کافروں کو عذاب الیم ہے اور خدا کو ناخوش کرنیوالے عزت نہیں پاتے ایکو ذلیل ہونگے جیسا کہ پہلے لوگ ہوئے ۔ ہمنے آیات بینات نازل کردیں انکو جو نہ مانے اسپر خدا کی مار اور ذلت کا عذاب ہے اس روز ان سب کو اللہ اٹھا کر انکے اعمال بتائے گا اللہ نے انکو لکھ رکھا ہے یہ بھول گئے ہیں اللہ کے نزدیک سب چیزیں حاضر ہیں اسمیں مسئلہ معاد بھی کس لطف سے ثابت کر دیا اور آخر کا ذکر بھی جو انسان کو نیکی پر تحریک دلاتا ہے ۔

---

[1] احناف وزن ۵۲ صاع پختہ تول سے جسکا اسی روپے کلدار کا سیر ہے تخمیناً ساڑھے چار سیر کا وزن ہے ۔ اور مُد ایک سیر سے کچھ کم ہے ۱۲ منہ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَ لَا خَمْسَةٍ اِلَّا

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ جو کوئی مشورہ تین آدمیوں میں ہوتا ہے تو وہ چوتھا ہوتا ہے اور جو پانچ میں ہوتا ہے تو

هُوَ سَادِسُهُمْ وَ لَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ

وہ چھٹا ہوتا ہے اور خواہ اس سے کم ہو یا زیادہ وہ ہو کہ جہاں کہیں وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے پھر انکو قیامت کے روز بتادیگا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے کیونکہ اللہ ہر

شَیْءٍ عَلِیْمٌ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ یَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ وَ اِذَا

شے سے واقف ہے کیا تم نے انکو نہیں دیکھا کہ جنکو کانا پھوسی کرنے سے منع کر دیا تھا پھر بھی وہ اس سے باز نہیں آتے اور گناہ اور سرکشی اور رسول کی نافرمانی کے لیے خفی مشورہ کرتے ہیں اور جب

جَآءُوْكَ حَیَّوْكَ بِمَا لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ اللّٰهُ وَ یَقُوْلُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ یَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ۝

تیرے پاس آتے ہیں تو تجھے ان الفاظ سے سلام کرتے ہیں کہ جن سے تجھے خدا نے نہیں کیا اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں کیوں اللہ ہمکو عذاب نہیں دیتا ان باتوں پر جو ہم کہتے ہیں ان کے لیے جہنم ہی بس ہے جس میں گرینگے پھر وہ بری منزل ہے

یکون حکایة حال ماضیة منقرة لما قبلها من سعة علمه یکون من کان التامة (**ترکیب**) وقری تکون بالتاء اعتبار التانیث النجوی وان کان غیر حقیقی نجوی مصدر کالتناجی وقال الزجاج النجوی مشتق من النجوة وهی ما ارتفع من الارض فان السر مرتفع عن استماع الغیر کالارض المرتفعة لارتفاعها ما انفصلت عن اتصال الغیر ثلاثة مجرة باضافة نجوی الیها علی انها موصوفة بها بتقدیر مضاف الا استثناء مفرغ من اعم الاحوال۔ ولا خمسة ای ولا نجوی خمسة ولا اکثر معطوف علی العدد ویقرء بالرفع علی الابتداء

پہلے فرمایا تھا اللہ علی کل شیء شہید کہ اللہ کے نزدیک ہر چیز حاضر موجود ہے (**تفسیر**) اب اس جگہ اس سعت علمی کی تشریح فرماتا ہے تاکہ ہر مکلف کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارا کوئی فعل کوئی قول کوئی حرکت کوئی دلی خطرہ بھی خدا تعالیٰ سے مخفی نہیں وہ جزا دیگا اس بات پر یقین آنا انسان کا بڑا ہادی اور منہیات سے منع کرنیوالا ناصح مشفق ہے فقال الم تر کہ کیا اے انسان تو نہیں دیکھتا کسلیے کہ اس بات کے دلائل تیرے آگے ظاہر ہیں پھر جاننا بمنزلہ دیکھنے کے ہے اور یہ بات محسوس مشاہد ہوگئی ہے کہ اللہ کو آسمانوں اور زمینوں کی سب چیزیں معلوم ہیں انسان کی مخفی اور مشورہ نہانی کی باتیں بھی اسکو معلوم ہیں جہاں تین شخص مل کر مشورہ کرنے بیٹھتے ہیں چوتھا انکے ساتھ خدا ہوتا ہے اور جو چار ہوتے ہیں تو وہ پانچواں ہوتا ہے اور پانچ ہوں تو وہ چھٹا ہوتا ہے (غالباً مخفی مشورہ میں کم آدمی ہوا کرتے ہیں جنکی اکثر تعداد یہی ہے) خواہ کم ہوں خواہ زیادہ ہر حال میں اللہ انکے ساتھ ہوتا ہے پھر وہ قیامت کے روز بتادیگا کہ کیا کرتے تھے وہ ہر بات جانتا ہے۔ مخفی مشورے کے ذکر کے بعد خاص مشورہ ہی کی بابت ایک مناسب حکم دینے کا موقع آگیا اسلیے بری باتوں کے لیے مخفی مشورت اور کانا پھوسی کی ممانعت کس عمدہ پیرایہ میں بیان فرماتا ہے فقال الم تر الی الذین نھوا عن النجوی کہ اے پیغمبر (صلعم) کیا آپ ان لوگوں کو نہیں دیکھتے کہ جو مخفی مشورے سے منع کیے گئے تھے وہ باز نہیں آتے پھر کرتے ہیں اور کس بات کی کانا پھوسی کرتے ہیں؟ گناہ اور بغاوت اور رسول کی نافرمانی کی اور اسی پر بس نہیں جب اے رسول تیرے پاس آتے ہیں تو سلام اس طرح سے کرتے ہیں کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے نہیں کیا خدا نے سلام علی عبادہ الذین اصطفی فرمایا ہے اور السلام علیکم سنت قرار پائی ہے مگر یہ کمبخت ان لفظوں سے سلام نہیں کرتے یا تو السام علیک زبان دبا کر کہتے ہیں یا انعم صباحاً و عم ظلاماً۔ اور جب مجلس سے باہر جاتے تھے تو دلیری سے کہتے تھے خدا ہماری باتوں پر ہمیں کیوں عذاب نہیں دیتا انکو جہنم کی سزا ہی کافی ہے گو دنیا میں جلدی نہیں کرتا وہ بہت بری جگہ ہے +

معتبر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ مدینے کے منافق اور بنی قریظہ و بنی نضیر کے یہود جو آس پاس رہتے تھے مسلمانوں کو پریشان و حیران کرنیکے واسطے لوگوں کو دکھا کر دو چار الگ بیٹھ کر سرگوشی کرتے اور آنکھوں بھوؤں سے مسلمانوں کی طرف اشارہ کرتے جاتے جس سے مسلمانوں کو تشویش پیدا ہوتی تھی کیونکہ اسوقت بدامنی تھی کفار کا غلبہ تھا آنحضرت صلعم نے انکو منع کر دیا تھا مگر پھر بھی باز نہ آتے تھے اور اسی طرح السلام علیکم کی جگہ جو شعائر اسلامیہ ہے کہیں السام علیک کہیں انعم صباحاً کہتے تھے مقصود خلاف کرنا ہوتا تھا

بلکہ دیکھا نہیں جاتا دیکھو آج کل سوائے انگریزی لوگوں کو اپنی زبان اوضاع کی طرف کھینچ رہی ہے حالانکہ ملکی مصلحت یہ تھی کہ خود انگریز رعایا کی زبان و اطوار کا تتبع کرتے ۱۲ منہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ

اے ایمان والو جب تم سرگوشی کرو تو گناہ اور بغاوت اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کیا کرو اور نیکی اور پرہیزگاری کا مشورہ کیا کرو۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ

اور اس اللہ سے ڈرو کہ جسکے پاس تمکو بھر جانا ہے۔ سرگوشی تو شیطانی بات ہے ایمانداروں کو رنج دینے کے لیئے اور وہ انکو بغیر حکم اللہ کے کچھ بھی ضرر نہیں

اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۖ

دے سکتا۔ اور ایمان والے تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اے ایمان والو جب تمکو کھل کر بیٹھنے کو کہا جائے تو مجلسوں میں کھل کر بیٹھو خدا تمکو فراخی دیگا۔

وَإِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

اور جب کہا جاوے کہ اٹھ جاؤ تو اٹھ جاؤ اللہ ایمانداروں کے تم میں سے اور انکے کہ جنکو علم دیا گیا ہے بلند درجے کریگا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔

لیحزن خبر اخر لانما النجوی والاول من الشیطان والذین اوتوا العلم فے محل النصب لکونہ معطوفا علی الذین آمنوا درجات منصوبۃ بالتمیز +

(تفسیر) پہلے مخفی مشاورت کی برائی بیان ہوئی تھی اب یہاں مسلمانوں کو مشورے کی بابت حکم دیتا ہے فقال یاایہا الذین آمنوا الخ کہ مخفی مشورہ بالکل ممنوع نہیں ہاں اگر ہو تو گناہ اور بغاوت اور رسول کی نافرمانی کی بات نہو بلکہ نیکی اور پرہیزگاری کی باتوں کے لیئے ہونا چاہیئے۔ اور اگر مصالح دنیاویہ کی بابت ہو بشرطیکہ گناہ اور بغاوت اور نافرمانی رسول نہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ اسی کے پاس جمع ہونا ہے۔ قیامت میں یا مرنے کے بعد عالم ارواح میں۔ اب اس پہلے مخفی مشورے کی حالت بیان فرماتا ہے انما النجوی الخ کہ وہ مشورہ شیطانی اور مسلمانوں کو رنج دینے کے لیئے ہے اور خدا کی مرضی بغیر اس سے ضرر تو کیا دیسکتے ہیں؟۔ اور ایمانداروں کا اللہ ہی پر بھروسہ ہوتا ہے وہ مخفی مشورہ اور اشاروں کی کچھ پروا نہیں کرتے یعنی نکرنا چاہیئے ؛

مخفی مشورہ جس طرح مجلس میں حضار جلسہ کی پریشانی و رنج کا باعث ہے بلا ضرورت کرنا ممنوع کیا گیا اسی طرح مجلس میں بھنچ کر بیٹھنا اور آنیوالوں کو جگہہ نہ دینا یا خواہ مخواہ جگہہ تنگ کرنے کے لیے اڑ جانا بھی اہل مجلس اور قومی جماعت اور سردار کو رنج دینے والی بات تھی اسلیئے اسکی بھی اصلاح کرنی ضرور تھی فقال یاایہا الذین آمنوا اذا قیل لکم تفسحوا الخ نشست و برخاست کی بابت دو حکم ہیں جو سراسر تہذیب ہیں (۱) یہ کہ جب مجالس میں (عام ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہو یا کسی دینی بزرگ کی یا وعظ و پند کی یا مصالح دینی و دنیویہ میں مشورہ کرنے کی یا کوئی تدبیر ملکی و مصلحت قومی کی) تنگ ہو کر نہ بیٹھو اور جب تمکو سردار کشادہ ہونیکا حکم دے تو کھل کر بیٹھو اللہ تمہارے لیئے کشائش عطا کریگا دنیا میں دینی اور دنیاوی امور میں قبر میں آخرت میں۔ فہم و عقل میں۔ دائرہ محبت و اخوتِ اسلامی و قومی میں مجلس میں مل کر بیٹھنے سے دائرہ محبت و تہذیب کھل جاویگا (۲) واذا قیل انشزوا الخ کہ جب تمکو سردار چلا جانے کے لیئے کہے تو چلے جاؤ حکم سن لیا اور جو کام تھا کر لیا چلدئے اڑ و جام کرنے کو اڑ کر نہ بیٹھو کہ سردار پر اور دیگر آنے والوں پر شاق گزرے۔ دعوت و عیادت میں بھی زیادہ جم کر بیٹھنا نہ چاہیئے۔ تم سردار کے کہنے سے مجلس سے اٹھ کھڑے ہو گے تو خدا تمہارے میں سے ایمانداروں اور بالخصوص علم والوں کے درجے بلند کرے گا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے یعنی تم اٹھنے میں جو بلند ہوتے ہو تو درجے میں بھی بلندی حاصل کرتے ہو عجب پر معنی لفظ ہیں یہ بھی اور اس سے پہلا یفسح اللہ بھی۔ اس آیت میں اہل مجلس کے مراتب بھی اشارۃً بیان کر دئے کہ اسلامی سوسائٹی میں ترجیح ایمان و علم سے ہے نہ کثرت مال و اسباب و زن و فرزند سے علم کے فضائل احادیث صحیحہ میں اس قدر بیان ہیں کہ جسکے ذکر کو ایک دفتر چاہیئے +

مباحث

(۱) مشورہ اور ہے جسکا حکم خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا وشاورہم فی الامر فرمایا۔ نجویٰ اور چیز ہے۔ نجویٰ بھی مشورہ ہے مگر مخفی اور تھوڑے آدمیوں میں ہوتا ہے اور مشورے میں یہ قید نہیں بلکہ کبھی وہ علیٰ رؤس الاشہاد سب کے سامنے ہوتا ہے راؤں میں سقم وصحت دریافت کرنے کے لیے کسی خاص بات میں بحث ہوجاتی ہیں۔ یہ عمدہ چیز ہے کسلیے ہر قسم کے لوگ اور مختلف ذہنوں اور دماغوں کا (جو مختلف تجربے اور کامیابی وناکامی کی ورزش کیے ہوے ہوں) کسی بات پر توجہ کرنا مجموعی قوت کے لحاظ سے بڑا اثر رکھتا ہے اسلامی سلطنت جو آسمانی سلطنت کے نام سے بائیبل میں نامزد کی گئی ہے اسی مشورے پر مبنی تھی اور جمہوری تھی مگر رفتہ رفتہ بعد زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے یا قومی نحوست و بدبختی سے جس طرح اور باتوں میں فرق آگیا اس میں بھی آیا سلطنت شخصی ہوگئی جس میں ایک ہی شخص پر تمام بار پڑتا ہے اگر وہ لائق اور مدبر اور اولوالعزم ہوا تو اسنے بڑے بڑے کارنمایاں کیے اور اسکے مرتے ہی وہ چراغ گل ہوجاتا اگر جمہوری ہوتی تو کیوں چراغ گل ہوتا اور نیز شخصی سلطنت میں بادشاہ کو غیر محدود اختیارات حاصل ہوتے ہیں وہ اور اسکے جو ر وظلم خلاف قانون و مذہب و ملت خلاف مشورہ جو چاہے کرسکتا ہے خزانہ شاہی خاص اسکی ملک ہوتا ہے جسکا بڑا حصہ اسکے شہوانی اور نفسانی آرائش کاموں میں صرف ہوتا ہے۔ اور پھر اسکو انتظام ملک و تدابیر سلطنت و بقائے قوت اعوانیہ و تحفظ جماعت و نظر قوانین سلطنت و ملک و ملت و انتخاب کارکنان سلطنت کے لیے کوئی وقت بھی نہیں ملتا اس غافل کے کارکن وقت کو غنیمت جان کر خوب دست برد کرتے ہیں اسلیے ملک برباد سلطنت تمام ہوجاتی ہے۔ اور نیز بدخواہان سلطنت یہ سمجھ کر کہ اس ایک شخص کے مارنے سے ملک ہاتھ لگتا ہے مارنے میں کوشش کرتے ہیں جسلیے بادشاہ اپنی جان کو سپاہیوں کی حفاظت میں رکھتا ہے اور کھانے پینے پھرنے چلنے میں اسکی آزادی جاتی رہتی ہے وہ ایک قیدی کی ایک بیا ہوتا ہے جو ہر کہیں نہیں جاسکتا نہ ہر کسیکے ہاتھ کا کھانا کھاسکتا ہے یہاں تک کہ اسکو اپنی بیوی اور اولاد اور خاندان سے بھی اطمینان نہیں ہوتا کیسی مصیبت ہے؟۔ اگر جمہوری ہو تو اسکا بوجھ بھی بٹ جائے اور نہ کوئی اسکے مارنے کا قصد کرے نہ اسکے مرنے سے اپنی کامیابی تصور کرے کیونکہ جانتا ہے قوم کو اختیار ہے وہ بعد میں بھی باقی ہے۔

ہمارے بادشاہوں نے باغ لگائے سڑکیں بنائیں قلعے مستحکم چنائے مگر ایسے پودے نہ لگائے کہ انکی چھاؤں میں ملک سلطنت کو بیٹھنا نصیب ہوتا یعنی جمہوری کرنے کے لیے۔ قوم و ملک میں ایسے حوصلے اور علوم کا رآمد نہ شائع کیے کہ جس سے عمدہ افراد پیدا ہوتے اور ہر شخص ملک سلطنت کو اپنی جان کر سچی ہمدردی اور کمال سرگرمی کرتا۔

نجویٰ یعنی کانا پھوسی اور وہ بھی ایک مجلس میں خصوص شریف شخص کے سامنے دینی و دنیاوی شہنشاہ رسول کریم صلعم کے روبرو بدمعاشوں اور چوروں کا کینہ فعل ہے اسلیے اسکو من الشیطان اور مؤمنین کو رنج رساں کہا تھا اسلیے ان آیات میں اذا تناجیتم الخ میں ہر ایسے سے ذکر کیا کہ جس سے نجویٰ کی کوئی خوبی اور بہتری نہیں نکلتی کیونکہ یوں فرمایا کہ اگر سرگوشی کرو یا جب کبھی سرگوشی کرو تو بری باتوں کے لیے نہ کرو اچھی باتوں کے لیے کرو۔ وتناجوا بالبر الخ اس تقدیر پر پہلے کلام کا تتمہ ہے مستقل حکم نہیں۔

(۲) اثم گناہ۔ عدوان سرکشی بغاوت معصیت الرسول رسول کی نافرمانی۔ یہ تینوں باتیں ہوئیں بظاہر تینوں کے مقصد میں کوئی فرق نہیں گناہ سب کو شامل ہے مگر گناہ دو قسم کے ہیں ایک بندوں کی حق تلفی اور ظلم و زیادتی دوسرے خدا تعالیٰ کے گناہ۔ نماز نہ پڑھنا روزہ نہ رکھنا وغیرہ۔ پہلے گناہوں کی تفسیر یا تفصیل عدوان ہے۔ ساتھ اور دوسری معصیت الرسول کے ساتھ کی کسلیے کہ ان امور کا ثبوت کہ جنکے ترک و فعل سے گناہ ہوتا ہے رسول اللہ صلعم کے بیان سے ہے جو وحی متلو یا غیر متلو اسمیں باریک فرق ہے جسکے ذکر کی گنجائش نہیں۔

(۳) بر نیکی نیک سلوک کرنا تقویٰ پرہیزگاری بر عدوان کے مقابلے میں اور تقویٰ معصیت الرسول کے مقابلے میں کسی اور جس طرح اثم نہی میں دونوں کو شامل تھا اسی طرح یہاں امر میں اتقوا اللہ دونوں کو شامل ہے۔ اور اللہ کی صفت میں الذی الیہ تحشرون کا ذکر منہی عنہ سے بچنے اور مامور کو بجالانے کا باعث ہے کیونکہ جب انسان یہ خیال کرلیتا ہے کہ ہم سب کو خدا کے پاس جمع ہونا اور بندوں کے حقوق کا مطالبہ ہونا اور اپنے گناہوں سے بھی پوچھا جانا ہے تو بری باتوں سے بچیگا نیک باتوں کو کریگا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ

اے ایماندارو جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو اپنے مشورے سے پہلے صدقہ دے لیا کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر اور ستھرا ہے۔

فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ أَأَشْفَقْتُمْ أَن تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ ۚ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ

پھر اگر نہ پاؤ تو اللہ غفور رحیم ہے۔ کیا تم اپنے مشورے سے پہلے صدقہ دینے سے ڈرتے ہو؟ پھر جب تم نہ کرو اور اللہ نے تم کو معاف بھی کر دیا

فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ ع ۲

تو نماز ادا کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔

ترکیب

اذا ناجیتم الخ شرط فقدموا جوابہ والجملۃ نداء من بین یدی بمعنی قبل ای قبل نجوکم۔ ہو ظرف لقدموا وصدقۃ مفعولہ۔ ذلک مبتدا خیر لکم خبرہ واطہر خبر بعد خبر۔ شفقۃ مہربانی شفوق کذلک۔ اشفاق ترسیدن از کسے یا چیزے از مہربانی بر فے صلۃ بعلی۔ و بمعنی ترسیدن از کسے وصلتہ بمن۔

تفسیر

پہلے صرف سرگوشی کی برائی بیان فرمائی تھی کہ یہ شیطانی کام اور رنج دہندہ بات ہے۔ خیر یہ تو انکی باہمی مشورت کے لیے حکم تھا۔ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں خواہ مخواہ سرگوشیاں کرکے مسلمانوں کو وحشت دلاتے تھے۔ مگر منافق تو عجب حیلہ گر تھے اب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنی انکی بات کچھ نہیں یوں ہی شیخی جتانے کے لیئے اور اسلیئے کہ اس عرصے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وعظ و پند تلقین کا موقع نہ ملے نہ مسلمانوں کو کسی بات دریافت کرنے کا موقع ملے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے کہ کچھ آپ سے مخفی طور پر عرض کرنا ہے کان جھکا کر ادھر ادھر کے خافیے ملانے لگے۔ آپ سراسر اخلاق مجسم تھے جانتے تھے کہ بیہودہ کام کی باتیں مشورہ نہیں مگر پھر بھی اخلاق کریمانہ سے کسی کی دل آزاری بھری مجلس میں پسند نہ کرتے تھے مسلمانوں پر شاق گزرتا تھا اسلیے خدا تعالیٰ نے ایک خاص حکم اس بارے میں نازل فرما دیا۔ فقال یاایہا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول الخ کہ اے مسلمانوں جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو اس سے پہلے صدقہ دے لیا کرو۔

ایسی سرگوشیاں منافق کیا کرتے تھے مگر رسول پاک کے تو اخلاق کریمانہ تھے ہی اللہ تعالیٰ کی ستاری و رحیمی کو دیکھو یہ نہ فرمایا کہ اے منافقوں جب تم سرگوشی رسول سے کرو تو پہلے صدقہ دے لیا کرو۔ اسمیں کئی باتیں بڑی پیدا ہو جاتیں ایک تو ان منافقوں کا پردہ کھل جاتا۔ دوسرے منافق کہنے میں انکو بڑی ندامت و شرمندگی اور رنج ہوتا تیسرے اخلاص اور ایمان کی امید انسے منقطع ہو جاتی کسلیئے کہ جب اللہ نے انکو منافق کہدیا تو پھر مومن رہے ہو سکتے ہیں حالانکہ انہیں سے بہت لوگ اخیر میں مخلص اور سچے ایماندار ہو گئے گویا آمنوا کے لفظ سے یاد کرنا انکے حق میں نیک فالی اور ایک طمع کی بیں کوئی اور ایک فرد تھا۔ چوتھے اسمیں منافقوں ہی کی تخصیص ہو جاتی ایمانداروں کے لیے یہ حکم نہ ہوتا حالانکہ انکے لیے بھی تھا کسلیئے کہ رسول ہر من و ناکس کا ہر بات میں مخفی طور سے سرگوشی کرنا منصب رسالت میں حرج کرنا ہے اور رسول کو اسکے اعلیٰ مقاصد سے روکنا ہے فی الجملہ یہ بھی ایک خطا ہے جس کا کفارہ اسکے وقوع سے پہلے صدقہ دینے کا حکم ہوا یعنی یہاں لا دعا نہیں لفظ لفظ ہے پہلے صدقہ دے لو پھر رسول سے کلام کرو۔ پانچویں اسمیں یہ بھی اشارہ ہے کہ جب ہم نے مسلمانوں کو انکی ضروری اور غیر ضروری باتوں میں صدقے کا حکم دیا تو منافقوں کو کیوں نہ حکم ہوگا؟

نہ کیا کریں کیا پُر حکمت بول چال ہے۔ انھیں باتوں کی رعایت رکھنا تو اعلیٰ درجہ کی بلاغت ہے ؂

اس صدقہ دینے کے حکم میں چند مصلحتیں تھیں (۱) تو یہی کہ اس حرج کا کفارہ ہے (۲) یہ کہ اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اظہار ہے (۳) مخلصین و غیر مخلصین کا امتحان ہے (۴) فقراء کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے (۵) سب سے بڑھکر مصلحت سرگوشیوں کا انسداد ہے پہلے تو مفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کان میں کہہ دینا آسان بات تھی مگر اب تو صدقہ دینا پڑا اسلیئے یہ سرگوشی بہت کم ہوگئی اور کس لطف کے ساتھ کم کیگئی ہے۔ دنیا کے عقلا جب کسی بات کی قلت اور اسکا انسداد چاہتے ہیں تو دفعۃً اسکے بند اور معدوم کرنے کا حکم نہیں دیتے بلکہ اسپر کوئی ٹیکس یا جرمانہ یا فیس قائم کر دیتے ہیں جسکی صدہا نظائر آجکل موجود ہیں۔ قرآن روحانی اخلاق تو سکھاتا ہی ہے دنیاوی تدابیر بھی تعلیم کرتا ہے۔ نیک لوگوں نے اس مسئلہ کو اپنے اخلاق ذمیمہ کم کرنے پر بہت برتا ہے اور خوب عمدہ نتائج پیدا کئے ہیں کسی بزرگ نے التزام کر رکھا تھا کہ اگر کسیکی غیبت یا کوئی جھوٹی بات یا کوئی ایذا دہندہ کلمہ منہ سے نکلیگا تو سات نفل پڑھونگا دو ایکبار روزے رکھے پھر نفس کو خبر ہوئی زبان بھی تھم گئی اسی طرح اور باتوں پر بھی ایسے احکام لگا رکھے تھے ایسے با خدا اپنی اصلاح میں شب و روز سرگرم رہتے ہیں اور یہی جہاد اکبر ہے۔ جسنے نفس پر اسکی شہوانی خواہشوں کے روکنے میں فتح پائی اسنے اقلیم جاودانی کو حاصل کر لیا ؂

ف آیت میں اس صدقہ کی کوئی مقدار بیان نہوئی کہ کس قدر ہو؟ اور نہ تعین کہ کیا چیز دے اور کس کو دے؟ ان سب باتوں کو سہولت کیلیئے عرف پر چھوڑ دیا اور صدقہ بکرہ لاکر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا۔ مسئلہ یہ صدقہ کیا واجب تھا یا مندوب؟ بعض علماء کہتے ہیں واجب تھا بعض کہتے ہیں مندوب تھا آیت کے اخیر الفاظ بتا رہے ہیں جیسا کہ فان لم تجدوا۔ واشفقتم الخ خیر جو کچھ ہو مگر کیا یہ حکم اخیر تک باقی رہا تھا یا منسوخ ہوگیا تھا؟ اکثر علماء کہتے ہیں یہ منسوخ ہوگیا تھا اور یہ اخیر جملے جو بعد میں نازل ہوئے تھے ناسخ ہیں اور وہ یہ ہیں فان لم تجدوا الخ اور اشفقتم الخ اور یہ سرگوشی کی عادت بھی جاتی رہی تھی جو مسلم کہتے ہیں جن جملوں کو ناسخ قرار دیتے ہو انمیں کوئی بات پہلے حکم کے مخالف نہیں یا تاکید ہے یا تشریح پھر کیونکر ناسخ کہا گیا ہے۔ بلکہ یہ حکم باقی رہا اسکی وجہ سے یہ عمل ہی جاتا رہا اور بہت سے منافق رفتہ رفتہ مخلصین ہوگئے ؂

صدقے کی نسبت فرمایا تھا ذٰلک خیر لکم واطھر کہ یہ تمھارے لیے بہتر اور پاکیزہ بات ہے۔ بہتر میں چار اخیر مصلحتوں کی طرف اشارہ ہے اور اطھر میں پہلی مصلحت کی طرف۔ پھر فرماتا ہے فان لم تجدوا الخ اگر تمہیں صدقہ دینے کا مقدور نہو تو خیر معاف ہے پھر اسی پہلی آیت کے تمام مضمون کی تاکید کرتا ہے فقال ءاشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوٰکم صدقات کہ کیا تم اپنے مشورے سے پہلے صدقہ دینے سے ڈر گئے؟ یعنی نڈر و صدقہ دو صدقے میں بہتری اور پاکیزگی ہے فاذ لم تفعلوا۔ پھر اگر نہ کرو جیسا کہ فان لم تجدوا میں ذکر تھا یعنی بے مقدوری کی وجہ سے صدقہ نہ دے سکو اور تاب اللہ علیکم اللہ نے تمکو معاف بھی اسی حالت میں کر دیا ہے تو اقیموا الصلوٰۃ الخ نیک کام کیا کرو۔ نماز پڑھو۔ زکوٰۃ دو۔ اللہ اور اسکے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اللہ تمھارے کاموں سے خبردار ہے اسپر کوئی بات مخفی نہیں ؂

ف پہلے تو صدقہ مفرد لفظ فرمایا تھا کسلیئے کہ حکم کے وقت مامور بہ کو تھوڑا دکھانے میں مکلف کی ہمت بڑھتی ہے کہ یہ تھوڑی سی بات ہے اسے کر لونگا مگر اخیر میں بلحاظ افراد مخاطبین یا افراد صدقہ جمع کا لفظ صدقات ارشاد فرمایا۔ **ف** بعض علماء فرماتے ہیں خصوصاً جو اسکے منسوخ ہونیکے قائل ہیں کہ فاذ لم تفعلوا میں بمقدوری سے صدقہ نہ دینا مراد نہیں کسلیئے کہ اگر یہ ہوتا اقیموا الصلوٰۃ کے بعد آتوا الزکوٰۃ نفرمایا کسلیئے کہ مفلس کیا زکوٰۃ دیگا جو تھوڑا سا صدقہ نہ دیگا؟ بلکہ حکم کو منسوخ کرتا ہے کہ اگر ایسا نکرو تو تمہیں اختیار ہے اس تقدیر پر یہ پہلی آیت کی تصریح و تشریح و تاکید نہیں بلکہ جدید حکم ہے ؂

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِم مَّا هُم مِّنكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ

کیا تو نے انکو نہیں دیکھا کہ جنہوں نے اس قوم سے دوستی کی کہ جن پر اللہ کا غضب ہے یہ نہ تمہارے میں اور نہ انکے اور جھوٹ پر جان بوجھکر قسمیں

يَعْلَمُونَ ۝ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَن

کھایا کرتے ہیں۔ اللہ نے انکے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ وہ بہت ہی برا کر رہے ہیں۔ اپنی قسموں کو آڑ بنا لیا ہے پس وہ اللہ کے

سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ لَّن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ

رستے سے روکتے ہیں سو انکے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ ہرگز انکا مال اور انکی اولاد اللہ کے عذاب ٹالنے میں انکے کچھ کام نہ آویگی۔ یہ دوزخی ہیں

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ

سدا انہیں رہا کرینگے۔ جس دن کہ اللہ سب کو قبروں سے اٹھا کھڑا کرے گا تو اسکے سامنے بھی ایسی ہی قسمیں کھاوینگے کہ جیسے تمہارے سامنے کھاتے ہیں کہ ہم بھی راہ پر ہیں۔ دیکھو یہی

الْكَاذِبُونَ ۝ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ

جھوٹے ہیں۔ ان پر شیطان نے قابو پا لیا ہے جسنے ان کو اللہ کی یاد بھلا دی یہی شیطان کا گروہ ہے۔ دیکھو شیطان کا گروہ جو ہے تو خسارے میں ہے

استحوذ لم یبدل الواو فیہا بالالف مع وجود القاعدۃ۔ ما ھم منکم ولا منہم جملۃ مستانفۃ او حال من فاعل تولوا ویحلفون عطف علی تولوا داخل فی حکم التعجب صیغۃ المضارع للدلالۃ علی تکرار الحلف وتجددہ۔ وہم یعلمون حال من فاعل یحلفون لتقبیح شناعۃ قولہم لان الحلف علی ما یعلم انہ کذب فی غایۃ القبح۔ یوم یبعثہم قیل ظرف لقولہ تعالیٰ لہم عذاب مہین

تفسیر

پہلی آیات میں منافقوں کے افعال کا ذکر تھا جو اہل ایمان کی ایذا اور پریشانی خاطر کے باعث ہوتے تھے یعنی کانا پھوسی کرنا۔ اب اس جگہ انکی دوسری بدعادت ایذا دینے والی ذکر کرتا ہے تاکہ اس سے باز آویں اور دیگر مسلمان بھی دور رہیں فقال الم تر الخ اور وہ بدبات یہ تھی کہ منافق اس قوم سے (کہ جس پر غضب الٰہی ہے یعنی یہود) خفی یارانہ رکھتے تھے اور اس یارانے میں بھی سچے اور قائم نہ تھے نہ یہود کے ساتھ نہ اہل اسلام کے ساتھ مذبذبین بین ذلک اور مسلمانوں کے روبرو انکر جھوٹی قسمیں کھایا کرتے۔ یہ مجموعہ ناپسند اور ایذا دہندہ کام تھا۔ اگر یہود سے یارانہ کیا تھا تو صاف کہدیتے مسلمان پھر ان سے بھی خبردار رہتے۔ اس سازش کو چھپانا اور یہی ظلم تھا اس مکروہ بات کو تعجب کے صیغوں میں بیان فرمایا کہ اے نبی تو نے وہ لوگ بھی دیکھے جو ایسا کرتے ہیں؟ اس سے مقصود حضرت صلعم کا دیکھنا دریافت کرنا نہیں بلکہ محاورہ تعجب و افسوس کے لیے ہے یہود کا نام نہیں لیا بلکہ یوں کہدیا کہ ان سے ملتے ہیں جن پر خدا کا غضب ہوا۔ اسلیے کہ یہود سے بالذات ملنے کی کوئی ممانعت نہیں بلکہ اسلیے کہ وہ مغضوب قوم ہے مغضوب اور بدبر لوگوں کے ساتھی ہونے میں انسان خود بھی قہر الٰہی میں آ جاتا ہے۔ ڈوبتی کشتی کا بچانیوالا آپ بھی ڈوب جاتا ہے یہ ایک بڑی کار آمد بات ہے کبھی بد اقبال اور مغضوب لوگوں سے میل جول نہ کرے۔ یہود ایک متبرک اور خاندانی قوم تھی دینی اور دنیاوی دونوں جہت سے مگر جس طرح ہر حادث کی عمر طبعی ہے قومی اقبالوں کی بھی ہے انکے اقبال کی عمر ہو چکی تھی مدت سے ستارہ اقبال غروب ہو چکا تھا سخت اندھیریوں کے عمیق گڑھے میں پڑے ہوئے تھے۔ اپنے بزرگوں پر فخر اور خاندان پر ناز انکا سرمایہ تھا اور اسلیے من گھڑت منصوبے بھی باندھ رکھے تھے کہ ہم انبیاء زادے ہیں دوزخ ہمارے لیے نہیں کیونکہ ہم نبی کا جزو بدن ہیں نبی کا جزو بدن جہنم میں نہیں جائیگا ہم جو چاہیں کریں بھلا دوسرے خاندان کے کسی شخص کو ہم سا نہیں؟ (افسوس مسلمانوں میں بھی بعض لوگوں کی اسکے قریب نوبت آگئی ہے خصوصاً مصنوعی سید اور نالائق بزرگزادے ایسی باتیں کہا کرتے ہیں) بادشاہوں اور امیروں کی بداقبالی اور کمبخت اولاد انہیں کی فوز مرام کا وسیلہ جانتی ہے خود کچھ بھی نہیں سمجھتے اسلیے وہ نبی کریم صلعم کے سخت دشمن ہو گئے تھے مدینے کے پاس انکے قبیلے رہتے تھے یہ مدینے کے منافق انسے ملا کرتے تھے اور برائیاں کیا کرتے تھے ان قسموں کو اپنے بچانے کے لیے ڈھال یا آڑ بنا رکھا تھا۔ فرماتا ہے انکو ذلت کا عذاب ہے انکے اولاد و مال آخرت میں کچھ کام نہ آویگی جسکے لیے خدا کے دشمن سے یارانہ کرتے ہیں۔ یہ جہنمی ہیں ہمیشہ وہاں رہیں گے جس دن اللہ انکو دوبارہ زندہ کریگا یعنی قیامت میں تو وہاں بھی اپنی عادت کے موافق اسی طرح قسمیں کھاوینگے جس طرح تمہارے لیے کھاتے ہیں؟ اور جانتے ہیں کہ ہم بھی کچھ ہیں۔ مگر جھوٹے ہیں انپر شیطان نے غلبہ پا لیا ہے جو قومی ہمیشہ کیلیے برغالب آ گئے ہیں اسلیے اللہ کو بھول گئے شیطانی گروہ جو ہے وہ خسارے میں ہے۔ تقدیر پھوٹنے کے یہی لوگ ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗۤ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ۝ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ

جو اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کرتے ہیں وہ کمینہ ہیں۔ اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب رہینگے۔ کیونکہ اللہ زور آور

عَزِیْزٌ ۝ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْۤا اٰبَآءَھُمْ اَوْ

زبردست ہے۔ تو ایسی قوم نہ پاویگا جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور اسکے رسول کو ناراض کرتے ہیں گرچہ وہ انکے باپ یا

اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ ؕ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ ؕ وَیُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ

بیٹے یا بھائی یا کنبے کے لوگ ہی کیوں نہوں۔ یہی ہیں کہ جنکے دلوں میں ایمان لکھ دیا اور انکی اپنی روح سے مدد کی ہے اور انکو ایسے باغوں میں داخل کریگا

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ؕ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

کہ جنکے نیچے نہریں جاری ہونگی جہاں وہ سدا رہا کریں گے۔ اللہ ان سے خوش ہوگا اور وہ اس سے۔ یہی ہے اللہ کا گروہ دیکھو اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہے ؎

اولئک الجملۃ خبر ان الذین لا تجد اما متعد الی اثنین فقولہ تعالیٰ یوادون مفعولہ الثانی واما متعد الی واحد فقولہ یوادون حال من مفعولہ لتخصصہ بالصفۃ وقیل صفۃ لقوم ولو کان الخ متصلۃ بقولہ لا تجد الخ اولئک مبتدا کتب خبرہ وایدہم ویدخلہم معطوف علیہ

یہ اور کی آیتوں میں دوستی کے متعلق بیان ہو رہا تھا پہلے بیان ہوا تھا کہ خدا کے **(تفسیر)** دشمنوں سے دوستی کرنا اللہ کو ناراض کرنا ہے اور جو اللہ کو ناراض کرتے ہیں وہ ذلیل ہیں منافق یہودیوں سے یارانہ اسلیے رکھتے تھے کہ اس سے ہمکو عزت ہوگی اور ہم اپنے دشمنوں پر غالب ہونگے انھیں دونوں باتوں سے انکا محروم رہنا بیان فرمایا پہلی بات کا اولئک فی الاذلین میں انکا ذلیل ہونا ظاہر ہے کیونکہ عزت والا خدا تعالیٰ ہے ایسے عزت والے کے مخالف کو ذلت کے سوا اور کیا ہے دوسری کا کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی میں اسکے فرمانے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہینگے بعض رسول منکروں کے مقابلے میں گو بظاہر مغلوب ہوگئے تھے مگر انجام کار وہ منکر ہلاک و برباد ہوئے اور رسول کے گروہ کے لوگ غالب آگئے +

اسکے بعد کفار و منکرین سے دوستی رکھنے کی ممانعت کا تاکیدی حکم دیتا ہے فقال لا تجد قوما الخ کہ اے محمد یا اے ہر ایک اہل بصیرت تم اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لانیوالے لوگوں کو نہ دیکھوگے کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کو ناراض کرنے والوں سے دوستی رکھتے ہوں خواہ انکا باپ ہو یا بیٹا ہو بھائی ہو یا برادری ہو۔ وہ سچے ایماندار کبھی ایسے لوگوں سے محبت نہیں رکھتے جو اللہ اور اسکے رسول کو ناراض کرتے ہیں اگرچہ انکا بھائی ہو یا باپ یا بیٹا کوئی کیوں نہو وہ کسیکی اللہ کے مقابلے میں پروا نہیں کرتے پھر ان سچے ایمانداروں کے (جو اللہ تعالیٰ کے لیے بھائی بیٹے باپ برادری کی پروا نہیں رکھتے) چند اوصاف بیان فرماتا ہے (۱) کتب اللہ الخ کہ اللہ نے انکے دلوں میں ایمان قائم کردیا۔ انکے الواح قلوب پر ازلی قلم سے ایمان لکھا گیا وہ صرف زبانی ایماندار نہیں (۲) وایدہم بروح منہ کہ انکی اپنے ہاں کی روح سے مدد کی۔ روح سے کیا مراد ہے علماء نے کئی ایک معنی بیان فرمائے ہیں نور قلب قرآن مجید دشمنوں پر فتحیابی ان سب کو روح کہا گیا اور ایسے ایمانداروں کی تائید ہوئی۔ سُدی کہتے ہیں منہ کی ضمیر ایمان کی طرف پھرتی ہے یعنی انکی روح ایمان سے مدد کی **کاتب الحروف** کہتا ہے یہ بھی سہی مگر روح منہ روح القدس ہے جس سے خدا تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی تائید کیا کرتا ہے جیسا کہ فرمایا وایدناہ بروح القدس اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان کے حق میں فرمایا تھا اللہم ایدہ بروح القدس پھر روح القدس کیا ہے اور اس سے کیونکر تائید ہوتی ہے؟ سکا بیان ایدناہ بروح القدس کی تفسیر میں دیکھو (۳) یدخلہم الخ انکو ایسے باغوں میں رکھے گا کہ جنمیں نہریں جاری ہیں وہاں ہمیشہ رہینگے یہ جسمانی بہشت کی طرف اشارہ تھا (۴) رضی اللہ عنہم الخ اللہ انسے راضی اور وہ اللہ سے۔ یہ روحانی بہشت کی طرف اشارہ ہے یہ سب انعام حضرات صحابہؓ کے نصیب ہوئے کیونکہ انہوں نے خصوصاً ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ نے جنگ بدر احد وغیرہ مواقع پر اپنے اقارب سے دل کھول کر جنگ کی اور ہر موقع میں آنحضرت کے روبرو اور بعد میں دین پر ثابت قدم رہے اسلیے یہ خوبیاں انکو نصیب ہوئیں اسلیے صحابہؓ کے نام پر رضی اللہ عنہ کہنے کا اہل سنت میں قدیم سے دستور ہوگیا ہے (۵) اولئک حزب اللہ کہ یہ اللہ کا گروہ ہے جو فلاح پائیگا۔ اسلام میں اُسنے اپنے فضل و کرم سے یہ بات عطا کردی کہ اہل حق کبھی مغلوب نہ ہونگے دیکھو صحابہ چند روز میں دنیا کی بڑی بڑی عالیشان سلطنتوں پر غالب آگئے اور قیامت تک اہل حق غالب رہینگے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے آنحضرت کی صفات کریمہ پر تقیہ کا الزام ہی نہیں ہے جیسا کہ حضرات شیعہ کا اعتقاد ہے اور وہ تو کیا انکے امام مہدی بھی خائف و مستور ہے اور اب تک چھپے بیٹھے ہیں کیا ایسے خدا کا یہ وعدہ نہیں ہے

ف کفار سے جو موالات و محبت ممنوع ہے وہ دینی ہے اور اسلام کے مقابل دنیوی امور میں کبھی حسن معاشرت و خوش اخلاقی نیکی و احسان جسکے بنی آدم مستحق ہیں ممنوع نہیں ؎

سورۂ حشر مدنیہ ہے اسمیں چوبیس ۲۴ آیات تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

اللہ کی تقدیس کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کے رہنے والے۔ اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اسی نے اہل کتاب کے کافروں کو انکے گھروں سے نکال دیا

مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ

لشکر جمع کرنے سے پہلے۔ تمکو انکے نکلنے کا گمان بھی نہ تھا اور وہ سمجھ رہے تھے کہ انکے قلعے انکو اللہ سے بچالیں گے۔ پھر خدا کا عذاب

حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ

وہاں سے آیا کہ جسکا انکو دھیان بھی نہ تھا اور انکے دلوں میں ہیبت ڈالدی کہ اپنے گھروں کو اپنے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے ڈھانے لگے۔ پس اے آنکھوں والو عبرت پکڑو

مانعتہم بالرفع علی انہ خبر مقدم و حصونہم مبتدا مؤخر و الجملۃ خبر ان من اللہ متعلق بالخبر۔ ویمکن ان یکون مانعتہم خبر ان و حصونہم مرتفع علی انہا علیہ۔ یخربون الجملۃ حال او تفسیر للرعب فلا محل لہا۔ وقری یخربون بالتشدید للتکثیر وقیل الاخراب التعطیل والتخریب الہدم +

(**تفسیر**) پچھلے سورۃ میں منافقوں کے افعال ناشائستہ کا ذکر تھا اس سورۃ میں انکی معین و مددگار یہود کی نالائق حرکت اور اسکا نتیجہ ذکر فرماتا ہے کہ عبرت ہو۔ فقال سبح للہ۔ ان آیات میں اور نیز انکے بعد آیات میں ایک واقعہ کیطرف اشارہ ہے جسکو مورخین نے یوں بیان کیا ہے کہ جب پچھلے زمانوں میں یہود پر مصائب پڑے کچھ لوگ انہیں کے عرب میں بھی آرہے تھے۔ بیشتر مدینہ منورہ کے آس پاس آبسے تھے اس خیال سے کہ وہ نبی جسکی موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے یہیں آکر رہیگا اور یہی شہر اس آفتاب کا تجلی گاہ بنیگا منجملہ انکے مدینے کے آس پاس ایک ایک فرسنگ کے فاصلے سے دو فرقے یہود کے تھے ایک بنی قریظہ دوسرے بنی نضیر کہلاتے تھے آنحضرت صلعم جب مدینے میں ہجرت کرکے آئے تو یہ دونوں آنحضرت صلعم کے حلیف ہوگئے تھے مگر احد کی جنگ میں جو مسلمانوں کو کفار قریش سے ہزیمت پہنچی تب سے بنی نضیر کے دماغوں میں حق کشی کا مادہ بھر گیا اگرچہ اس سے پہلے بدر کی لڑائی کے بعد ابو سفیان سردار قریش کو بنی نضیر کے سردار سلام بن مشکم نے اپنے ہاں مہمان رکھا تھا جو آنحضرت پر شبخون مارنے آیا تھا آخر یہود کی مدد سے اور ابو سفیان نے انکی مدد سے مدینے کے بعض مسلمانوں پر جو اپنے کھیتوں میں مصروف تھے رات کو حملہ کیا مسلمانوں نے خبر پاکر تعاقب کیا۔ یہ تو تھا ہی اب ایک نئی بات پیدا ہوئی آنحضرت صلعم بنی نضیر کی گڑھی میں مع چند صحابہؓ اسی عہد نامے اور معاہدے کی رو سے ایک مسلمان کا خونبہا دینا تھا اس روپے کے چندے میں انہیں بھی شریک کرنے تشریف لائے تھے حضرت سے کہا آپ تشریف رکھیے ہم چندہ دیتے ہیں اور بہت کچھ مدد دینگے آنحضرت گڑھی کی دیوار سے کمر لگاکر بیٹھ گئے یہود اندر گئے جاکر تجویز کی کہ اسکے اوپر سے بھاری پتھر ڈالدو مرکر رہجاوے جھگڑا ہی تمام ہو اسکی خاطر سے بھلا ہم قریش اور تمام عرب سے بگاڑ کرکے کہاں رہینگے ؟ (جب بدبختی سوار ہوتی ہے تو ایسی ہی کمینگی کی باتیں سوجھا کرتی ہیں) وہ ہنوز اپنا ارادہ پورا کرنے نہ پائے تھے کہ خدا تعالیٰ نے بذریعۂ وحی آپکو خبر کی آپ وہاں سے چلے گئے۔ حضرت مسیح علیہ السلام آپکے حق میں فرما ہی چکے تھے کہ جو آپ پر گریگا چور چور ہو جاویگا اور جسپر آپ گرینگے اسکو بھی چور کر دینگے بموجب اس بشارت کے ان ستو بدذاتیوں پر قہرمان الٰہی کب صبر کرکے پایۂ تخت اسلام میں ان پشتینی بدذاتوں اور نسلی منحوسوں کو فتنہ انگیزی کی مہلت دے سکتا تھا ؟۔

[illegible] بنی نضیر بھی اپنے سے پاس ہو والی بھی حضرت ہارون کی نسل کے یہودی ہیں [illegible] بنی قریظہ اور بنی نضیر بہت ہی قریب تھے [illegible] سنہ ۵ عرب میں قدیم دستور تھا کہ جب دو شخص یا دو قوم باہم ایک عہد و حلف قائم کرلیتے تھے کہ ہماری جان و مال تمہاری جان و مال ہے [illegible] اس طوائف الملوک کی زمانے میں [illegible] بد وحشی قوموں سے بچے کیلئے اس جتھے کی [illegible] آنحضرت صلعم سے بنی نضیر و بنی قریظہ نے حلف کرکے عہد باندھا تھا جو بعد خلاف کیا اور بہت ہی بری طرح [illegible] [illegible] بنی نضیر جلاوطن کئے گئے بنی قریظہ غزوہ احزاب کے بعد [illegible] قتل کئے گئے [illegible] [illegible] السلام کی [illegible] [illegible]

وَلَوْلَا أَن كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۖ وَمَن يُشَاقِّ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ مَا قَطَعْتُم مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ ۝

تفسیر

اسلیے آنحضرت صلعم نے بحکم الٰہی اعلان کر دیا کہ اب ہمارا تمہارا عہد باقی نہیں ہاتھ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ پھر جنگ ہے۔ ان مغروروں نے قریش اور مدینے کے منافقوں کی مدد کے بھروسے پر کہہ دیا اچھا جنگ سے لیے ہمارا آپ کیا کر سکتے ہیں؟ اپنی گڑھی کے دروازے بند کر کے بیٹھ گئے یہ گڑھی بھی مستحکم اور بلند تھی لشکر اسلام نے محاصرہ کیا کیا۔ دنوں تک سخت محاصرہ رہا۔ مدد کی امید سے کوئی مدد نہ آئی ادھر مسلمانوں نے انکے باغوں کو جنہیں بہت عمدہ کھجوریں تھیں کاٹنا اور کھیتیوں کو جلانا شروع کر دیا (انکی گڑھی سے لیکر مدینے تک باغات تھے) آخر مجبور ہو کر پیغام بھیجا کہ امن دیجئے آپ جو کہیں گے ہم کرینگے آنحضرت صلعم نے امن دیا اور یہ حکم دیا کہ اپنا اہل و عیال و مال اسباب لیکر تم سے چل سکے یا ایک اونٹ پر لد سکے لے جاؤ یہود نے منظور کیا اور دس روز کی مہلت مانگی اس عرصے میں اپنا اسباب لادنا شروع کیا اور اس حسد کی مارے کہ بعد میں مسلمان ہمارے گھروں میں آئیں اس لالچ سے بھی کہ اپنا کڑی کاٹھ کیوں چھوڑیں مکانوں کو گرانا شروع کر دیا آپ بھی ڈھاتے تھے اور مدینے کے مسلمانوں سے بھی اس کام میں مدد لیتے تھے پھر اکثر تو اریحا و اذرعات کی طرف چلے گئے (یہ شام کے مقامات ہیں) اور ابی الحقیق و حیی بن اخطب کا خاندان کچھ تو خیبر میں جا رہا اور کچھ حیرہ چلا گیا ❖

اس واقعے کے بعد یہ سورۃ نازل ہوئی ان آیات میں خدا تعالیٰ اپنی شان کبریائی جتلا کر یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ اس قادر مطلق نے ان سرکش یہود کو حشر سے پہلے ہی انکے گھروں سے نکلوا دیا محاصرہ سے پہلے یہ کہتے تھے کہ ہم حشر تک بھی اپنے گھر بار نہ چھوڑینگے لو انے حشر سے پہلے ہی گھر بار چھڑوا دیے۔ انکی بلند اور مستحکم گڑھی کو دیکھ کر ظاہر میں مسلمان یہ خیال کرتے تھے کہ یہ نہیں نکل سکتے۔ ادھر خود انکو بھی یہ غرور تھا کہ ہماری گڑھی اور یہ مستحکم قلعہ ہمکو ہر قسم کی آفت سے بچائیگا ہمکو ہمیں کون مار سکتا ہے؟ مگر انکو اس بدروز کا خیال بھی نہ تھا کہ محاصرہ ہوتے ہی انکے دلوں میں رعب بھر گیا نامردی چھا گئی اماں مان کر جلا وطنی پر راضی ہوئے اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے مکانوں کو کس نامرادی کے ساتھ آپ ڈھانے لگے۔ یہ بڑی عبرت کی بات ہے آنکھ والوں کے لیئے کہ آسمانی حکم کا مقابلہ ایسے برے نتیجے پیدا کرتا ہے۔ پیغمبر سے دغا کرنا اچھا نہیں ہوتا کسی سے دوستی کا عہد مستحکم باندھکر مکاری و عیاری کرنا ضرور برا دن دکھاتی ہے دنیا اور اسکے سامان دل لگانے کے قابل نہیں کل کس شادمانی اور کن کن میٹھی امیدوں سے یہ مکانات بنا رہے تھے اور کیا کیا خیالات پکا رکھے تھے آج کس حسرت و یاس کے ہاتھوں سے ڈھا رہے ہیں عبرت عبرت۔ پچھلی آیتوں کا یہ مطلب صاف صاف تھا اب ہم مفسرین کی نکتہ سنجیاں بھی نقل کرتے ہیں اور آیات میں جو اسرار ہیں انکو بھی دکھاتے ہیں ❖

سبح للہ تسبیح تنزیہ و تقدیس یعنی اسکی تقدیس تمام آسمانوں اور زمین کے رہنے والے کرتے ہیں شریعت نبی بھیجنے سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ انکی عبادت کا محتاج ہے بلکہ انہیں کے فائدے کے لیے۔ آسمانوں کے ستارے اور انکے اندر کی کائنات اسی طرح زمین کے رہنے والے سب زبان حال سے اپنے خالق کی یکتائی اور شان بیان کر رہے ہیں گویا ہر ایک شی اہل بصیرت کے لیے اسکے کمالات اور عظمت شان کا آئینہ اور مکمل دفتر ہے اور یہی اسکی تسبیح و تقدیس ہے اختیاری ہے اور ملائکہ اور ارواح طیبہ آسمانوں میں نیک لوگ زمین پر اسکی تسبیح و تقدیس بالارادہ کرتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین و انکے اندر کی جملہ کائنات کا اس طرز و روش فطری پر لگا رہنا (جس پر انکو انکے خالق و مالک نے لگا دیا ہے) انکی تسبیح و تقدیس ہے۔ تمام کائنات پر اسکے احکام جبروتی نافذ ہیں طوعاً و کرہاً سب انکو تسلیم کر رہے ہیں یہ بھی تسبیح و تقدیس ہے۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ

اور جو کچھ اللہ نے ان سے لیکر اپنے رسول کو عطا کیا تو اس پر تم نے نہ گھوڑے دوڑائے ہیں اور نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غالب کرتا ہے اور اللہ

عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

ہر چیز پر قادر ہے جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو بستیوں والوں سے لیکر دلوایا سو وہ اللہ اور رسول اور قرابت داروں اور یتیموں و مسکینوں و مسافروں کیلئے ہے

كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۚ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۘ

تاکہ وہ تمہارے دولتمندوں پر خرچ نہ ہو اور جو کچھ تمکو رسول دے سو لے لیا کرو اور جس سے منع کرے اس سے باز آؤ اور اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ کی سخت سزا ہے

تفسیر

اس جملہ میں اسکی کمال عظمت و شوکت و توانائی بیان ہوئی ہے اسکے بعد اسکی جبروتیت و قہاریت کی ایک خاص بات ذکر کرتا ہے کہ ہوالذی اخرج الذین کفروا من اہل الکتاب کہ وہی جبار و توانا ہے کہ جسنے اہل کتاب کے کافروں کو حشر سے پہلے انکو گھروں سے نکالدیا کفروا میں اشارہ ہے کہ یہ کفر و بدینی اس سزا کی باعث ہوئی اور اخرج کے لفظ میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ ایک تو انکے باپ دادا وہ تھے کہ جو توریت میں لکھا دیکھکر نبی عربی علیہ السلام کے ظہور کے انتظار میں بامید اعانت و اطاعت یہاں آئے تھے ایک یہ انکی نا اہل اولاد ہے کہ اس سے مخالفت کرنے کے جرم میں نکالے گئے۔ لاول الحشر کے صاف معنی ہی ہیں جو ہم بیان کر آئے ہیں لیکن بعض مفسرین نے اور بھی بیان کئے ہیں حشر جمع کرنا یعنی اس سے پہلے کہ انپر مسلمانوں کے لشکر جمع ہوں جیساکہ ہرقل روم و کسریٰ فارس پر ہوئے اس سے پہلے ہی آسانی سے نکالے گئے یا یہ معنی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معین و مددگار جمع ہوں اس سے پہلے یہ کمبخت نکالے گئے انہیں شہر یثرب میں ہونا جسلیے یہاں آئے تھے نصیب نہوا۔ یا یہ کہ معین و مددگار جمع کرنے سے پہلے نکالے گئے کوئی بھی انکی مدد کو نہیں آیا اپنے قلعے پر بڑا گھمنڈ تھا ناگہانی بلا کی خبر بھی نہ تھی ؛

اسکے بعد فرماتا ہے ولولا ان کتب اللہ علیہم الجلاء کہ اگر اللہ نے انپر جلاوطنی نہ لکھدی ہوتی تو انکو دنیا میں عذاب دیتا اور اس عذاب سے آخرت کے عذاب میں کمی نہوتی بلکہ وہاں بھی عذاب ہوتا یعنی دونوں ہوتے اس جلاوطنی سے دونوں نہ ہوئے بلکہ صرف آخرت کا ہوگا دنیا میں عذاب دیتا۔ یا تو بنی قریظہ کی طرح قتل کروانا یا لونڈی غلام ہوتا یا تنگدستی و بیماری میں مبتلا کرتا یا زلزلہ یا برق یا اور کسی آسمانی بلا سے ہلاک کرتا اسکے دنیاوی عذاب صدہا قسم کے ہیں اسکی امان۔ فرماتا ہے ذلک بانہم شاقوا اللہ الخ یہ اسلیے کہ انھوں نے اللہ اور اسکے رسول سے گردن کشی کی اور جو ایسا کرتا ہے تو اللہ اسکو سخت سزا دیتا ہے ؛

بعض مسلمانوں کو اپنی بہادری کا خیال پیدا ہوگا کہ بنی نضیر کو جو بڑے بہادر لوگ تھے ہمنے یوں نکالدیا اسلیے فرماتا ہے ما قطعتم من لینۃ او ترکتموہا قائمۃ علی اصولہا الخ کہ تم نے جو کوئی کھجور کاٹی یا یونہی قائم چھوڑی سو سب خدا کے حکم کا مقتضیٰ تھا تاکہ بدکاروں کو سزا دے وہ دیکھیں اور حسرت کریں تم اپنی بہادری اور جوانمردی کا نتیجہ نہ سمجھنا ؛

و ممکن ہے کہ کفار نے درختوں کے کاٹنے پر طعن کیا ہو کہ یہ فساد فی الارض ہے جسکو تم خود منع کرتے ہو اور صحابہؓ کے دل میں اسکا کوئی اثر پیدا ہوا ہو اسکے جواب میں یہ جملہ ہے کہ یہ جو کچھ تمنے کیا حکم الٰہی سے کیا اللہ کو بدکاروں کا رسوا کرنا منظور تھا۔ (بخاری کی کتاب التفسیر سے یہی مستفاد ہوتا ہے) ؛

ف پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے موقعوں پر منع کردیا ہے کہ میوہ دار سبز درخت کاٹو کھیتی اجاڑنا کارآمد جانوروں کو نہ مارو۔ مگر ضرورت کے موقع پر ایسا کرنا جائز ہے۔ ممانعت تو اسلیے ہے کہ ان کارآمد چیزوں کا برباد کرنا فساد فی الارض اور اپنی قسمت میں آنیوالی چیز کو مفت برباد کرنا ہے اور اجازت کسی خاص موقع پر اسلیے ہے کہ مخالفین کو صدمہ پہنچے یا وہ اسباب معیشت کے منقطع ہونے سے صلح پر یا اطاعت پر آمادہ ہوں جیساکہ بنی نضیر کے نخلستان میں ہوا

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

ان مفلسوں وطن چھوڑنے والوں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے جدا کیے گئے اللہ کے فضل اور رضامندی کے طالب ہیں اور اللہ اور اسکے رسول کی مدد کرتے ہیں

أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ○ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ

یہی راستباز ہیں۔ اور انکے لیے بھی جنھوں نے ان سے پہلے گھر اور ایمان حاصل کیا جو کوئی انکے پاس وطن چھوڑ کر آتا ہے اس سے محبت رکھتے ہیں اور جو کچھ انکو دیا گیا ہے اسکی انکے دلوں میں

حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ وَالَّذِينَ جَاءُوا

کچھ خواہش نہیں ہوتا اور انکو اپنے سے مقدم رکھتے ہیں گو انکو احتیاج ہو۔ اور جو کوئی طمع نفسانی سے محفوظ ہوا وہی کامیاب ہوا۔ اور انکو بھی کہ جو

مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ

انکے بعد آئے کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمکو اور ہمارے بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمانداروں کی طرف سے دشمنی قائم نہ کر تو ہی شفقت کا دریا

ربع

تفسیر

اسکے بعد بنی نضیر کے مال واسباب کی بابت فرماتا ہے جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور جسکو وہ نہ لیجاسکے فقال وما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب الخ فیٔ کو کہتے ہیں فاء یفیٔ کے معنی ہیں رجوع کے اور افاء اللہ جب کہتے ہیں کہ جب اللہ بھیجے۔ ازہری کہتے ہیں فیٔ اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر جنگ کفار کی طرف سے حاصل ہو خواہ اس طور سے کہ کفار چھوڑ کر چلے جاویں یا جزیہ کے طور ادا کریں یا رعب میں آکر جان بچانے کے لیے کچھ رقم یا چیزیں دیویں یہ سب فیٔ ہی اسکو لغوی معنی کے لحاظ سے فیٔ اسلیے کہتے ہیں کہ کفار سے اللہ نے مسلمانوں کے پاس بھیجا ہے۔ بخلاف غنیمت کے کہ جنگ وجدل محنت ومشقت سے جو مال کفار سے ہاتھ لگے اسکو غنیمت کہتے ہیں۔ انفال کہ جسکا شروع سورۂ انفال میں ذکر ہے اسکے دو معنی ہیں کبھی تو وہ غنیمت کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے کیونکہ نفل کے معنی لغت میں زیادت کے ہیں اور فرض کے علاوہ نماز کو اسلیے نفل کہتے ہیں کہ وہ زائد علی الفرض ہے اور غنیمت بھی جہاد کی اصل مقصود اعلاء کلمۃ اللہ سے ایک زائد بات ہی اسلیے اسکو انفال کہتے ہیں اور کبھی سردار لشکر کے اس انعام کو بھی کہتے ہیں جو وہ کسی خاص مردانہ کام کے مقابلے میں معین کرتا ہے +

انفال کی تقسیم کا حکم اللہ اور رسول کے سپرد ہونا بیان کر کے پھر اسکی تقسیم بھی ذکر کر دی گئی۔ دیکھو سورۂ انفال۔ **فیٔ اور غنیمت میں فرق** ہی اسلیے ہے اول اس فرق کو قائم کرتا ہے فقال فما اوجفتم الخ کہ تمنے اسپر نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ یعنی تمہاری محنت ومشقت اسمیں کچھ نہیں اللہ اپنے رسول کو جسپر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس طرح تقسیم نہ ہوگی جیسا کہ غنیمت ہوتی ہے صحابہ کو شاید تقسیم کا خیال پیدا ہوا ہوگا۔ اسکافی میں منقول ہے زمین بنی نضیر سے پچاس زرہیں پچاس خود تین سو چالیس اونٹ اور دیگر اسباب حاصل ہوا جسکا اختیار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا جسکو جس قدر مناسب جانا عطا کیا پچھلی آیت میں فیٔ کے صرف کا مسئلہ بھی آتا ہے۔ وجف یجف وجفا و وجیفا جلد جلد چلنا۔ دوڑانا اونٹ اور گھوڑے کا۔ خیل گھوڑے۔ رکاب اونٹ۔ ان لفظوں میں سے مفرد صیغہ نہیں۔ ہاں دوسرے لفظ سے ہے راحلہ۔ گھوڑے کے سوار کو فارس اونٹ کے سوار کو راکب کہتے ہیں +

ف یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ بنی نضیر کے مال کو فیٔ کہنا اور یہ فرمانا کہ اسپر تمہارے گھوڑے اونٹ نہیں دوڑے صحیح نہیں کیونکہ بنی نضیر کا کئی روز تک محاصرہ رہا لوگ مرے کھپے بھی آخر جلاوطنی پر وہ راضی ہو گئے تھے اسکو غنیمت کہنا چاہیے +

جواب یہ بنی نضیر مدینے سے صرف دو میل کے فاصلے پر تھا انکے لیے کچھ زیادہ سامان سفر اور تیاری کی ضرورت نہ ہوئی پیادہ جاکر محاصرہ کر لیا گیا

صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار تھے یعنی جس طرح جنگوں میں محنتیں اور تکلیفیں اٹھا کر فتح ہوتی ہے اسمیں اس قدر تکالیف اٹھانی نہ پڑی گویا کہ مفت ہاتھ آگیا اسلیئے اسکو فئی کہا گیا۔ بعض علما یہ جواب دیتے ہیں کہ ان آیات میں فدک کی طرف اشارہ ہے البتہ وہ جائداد بے محنت حاصل ہوئی تھی جسمیں سے آنحضرت صلعم اپنے اقارب اور مہمانوں کے لیئے خرچ کرتے تھے اور سامان جنگ گھوڑے ہتیار وغیرہ میں بھی صرف کرتے تھے ◆

اسکے بعد فئی کے مصارف بیان فرماتا ہے۔ فقال ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القری کہ جو کچھ گانوں والوں سے پہنچایا۔ گانوں والے یعنی کفار سے جو گانوں اور بستیوں کے لوگ تھے انسے بشوکت اسلامی وصول ہوا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں گانوں والوں سے مراد قریظہ و نضیر و فدک و خیبر ہیں (معالم) فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل تو وہ اللہ اور رسول اور قرابت داروں اور یتیموں اور فقیروں اور مسافروں کے لیئے ہے یعنی اللہ کا مال ہے اسمیں کسی کا کوئی حق نہیں وہ رسول کے پاس رہے۔ رسول اسکو اپنی ذاتی مصارف میں بھی بقدر ضرورت صرف کرے اور اپنے قرابت داروں کو بھی دے بوجہ قرابت صلہ رحمی کرے اور جو قرابت دار محتاج ہوں بدرجہ اولی صلہ رحمی کے مستحق ہیں اور یتیموں کو بھی دے عام ہے کہ رسول کے خاندان کے یتیم ہوں یا اور اور فقراء کو بھی دے کوئی ہو۔ اور حاجتمند مسافروں کو بھی دے۔ اور محتاج نہوں یوں مہمان آئے ہوں رسول کے پاس جیسا کہ قوموں کے وکیل اور جماعتیں آیا کرتی تھیں۔ یہ شاہی مہمان ہیں ان کا خرچ بھی اسی شاہی خزانے پر ہے ◆

آیت میں چھ شخص مذکور ہوئے اول اللہ جل جلالہ۔ یوں تو سب کچھ اسی کا ہے مگر یہاں اللہ کا مال کہنے سے یہ غرض ہے کہ یہ اللہ نے مخصوص حاجتوں کے لیئے اپنا خزانہ بنا رکھا ہے اس تقدیر پر یہ کہنا کہ لفظ اللہ تبرکاً مذکور ہے بیفائدہ بات ہے۔ دوم رسول۔ سوم قرابت دار۔ چہارم یتامی۔ پنجم مساکین۔ ششم مسافر۔ آیت میں قید نہیں کہ قرابت دار کسکے؟ بظاہر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار اور آنحضرت کے بعد جو آپ کا جانشین ہو۔ اسکو بھی اپنے اقارب کے ساتھ حسن سلوک کرنا انسانی خاصہ ہے جسکا بار بقدر ضرورت شاہی خزانے پر ہونا عین انصاف ہے۔ اور یتیم و مسکین و ابن السبیل قومی ذو حاجت لوگ ہیں خصوصاً شاہی مہمان جو سلطنت سے علاقہ رکھتے ہوں یا انکی مہمانداری شان سلطنت اور اسکے فوائد آئندہ پیدا کرنے میں موثر ہو یہ بھی اسی شاہی خزانے سے ہونی چاہیئے ◆

آیت میں یہ بھی ذکر نہیں کہ ان چھٹوں کے حصے مساوی ہیں یا کم زیادہ کیونکہ ان چھٹوں کی طرف تقسیم نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً حسب ضرورت ان اشخاص کو دینا مراد ہے جسکی کوئی تعداد معین قبل از وقت ہو نہیں سکتی۔ اور آیت میں چند ذو حاجت اسلیئے مذکور ہیں کہ انکی طرف زیادہ تر توجہ مبذول ہوتی ہے یہ اسکے منافی نہیں کہ اور کسی حاجتمند کو یا اور کسی کام میں جو قومی[1] اور سلطنت کے مفید ہو صرف نکیا جاوے۔ الحاصل فئی شاہی خزانے میں داخل ہو کر اشخاص مذکورہ بالا کے لیئے ہے کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم زہستری کہتے ہیں دولۃ بالضم وہ چیز جو لوگوں کے ہاتھوں میں آتے جاتے کبھی اس پاس اور کبھی اس پاس اور دولۃ بالفتح خوش حالی جو ایک قوم سے منتقل ہو کر دوسرے پر آوے پس بالضم اسم ہے اسکا جسکا تداول کریں روپیہ پیسہ کپڑا زیور وغیرہ اور بالفتح اسکا مصدر (کبیر) کہ اسلیئے مقرر کیا تاکہ وہ فئی تمہارے اغنیا کے ہاتھوں میں نہ پڑے۔ بلکہ اسکے مستحقین ہی کے پاس رہے اے اغنیا تم اسکی حرص نکرو بلکہ ما آتاکم الرسول فخذوہ جو تمکو غنیمت یا اور کسی چیز میں سے رسول دے۔ یا حکم کرے اسکو لو۔ وما نہاکم عنہ فانتہوا اور جس سے منع کرے جیسا کہ اس فئی سے یا اور بری باتوں سے تو اس سے باز آؤ۔ واتقوا اللہ الخ اللہ سے ڈرو نافرمانی نکرو اسکی سزا سخت ہے۔ یہ جملہ معترضہ تھا کیلا یکون سے لیکر یہاں تک۔ اسکے بعد مہاجرین والانصار کے فقرا اور حاجتمندوں کو اسکے حامداور اسلامی سرگرمیں اور انکی سچی جانفشانیاں ذکر فرما کر مستحق ٹھیراتا ہے اور تعمیم کے بعد تخصیص کرتا ہے کہ اور فقیروں سے یہ زیادہ تر مستحق ہیں

[1] قومی سے اسلام اور سلطنت سے وہی آسمانی سلطنت مراد ہے جسکی پہلے انبیا علیہم السلام نے خبر دی تھی جو مدینے میں آنحضرت صلعم نے قائم کی اور پھر آپکے جانشینوں کو پہنچی جو جمہوری تھی جو بگڑتے بگڑتے شخصی رہگئی اور آخرکار ذوم فعاشی شراب رنڈیاں اسکے مصارف رہگئے۔ انا للہ ۱۲ منہ

فقال للفقراء المهاجرين الخ یعنی ان فقرا مہاجرین کو ملنی چاہیے کہ جو اللہ کے لیے اپنے گھر بار مال و اسباب چھوڑ کر ہجرت کرکے نبی علیہ السلام کے پاس آگئے ہیں جب عرب میں اسلام کا چرچا ہوا اور اس آفتاب کی کرنیں اسی سرزمین پر پڑیں تو مکہ اور دیگر جگہوں کے لوگ مسلمان ہونے شروع ہوئے مگر جہاں کوئی مسلمان ہوا اسکی قوم کی طرف سے مصیبتیں آئیں اور ستانا شروع ہوا اسلیے گھر بار چھوڑ کر مدینے میں آنحضرت صلعم کے پاس چلے آتے تھے۔ اب انکے پاس کچھ بھی نہ رہا تھا کیونکہ مہاجرین کہتے تھے اسلیے ان پر توجہ دلاتا ہے کہ انکو بھی وہ اپنی فکر بھی آنحضرت صلعم کو رہتی تھی۔ فرماتا ہے کہ یہ لوگ صرف اسی بات پر ہجرت کرکے نکلے ہیں یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا اللہ کا فضل اور خوشنودی ڈھونڈتے ہیں وینصرون اللہ ورسولہ اور اللہ اور اسکے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ اسلام کا انکار جنہوں نے گردن کشوں کو سیدھا کر دیا انھیں کو تو ہے اولئک هم الصادقون یہی سچے لوگ ہیں۔ یہاں تک مہاجرین کے اوصاف تھے (۱) یہ کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کی رضامندی حاصل کرنیکو اپنے گھروں سے اور مالوں سے جدا کیے گئے اور نکالے گئے ہیں (۲) وہ اللہ اور رسول کے مددگار ہیں (۳) وہ صادقین ہیں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ بھی مہاجرین تھے اور جو دین کی حمایت میں انھوں نے کوششیں کی ہیں اسکا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اور یہ فقرا بھی ہوگئے تھے۔ پھر وہ کونسی دیانت اور کون سی خوبی تھی جو انسانی کچھ لیے انکو بدنام کرے اور یہ کہے کہ آنحضرت کے بعد انھوں نے وہ برے کام کیے جو پیغمبر علیہ السلام کا سخت دشمن بھی نہ کرے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے لاتیں ماریں اور اہل بیت پر ظلم کیے۔ معاذ اللہ صادقین سے یہ بھی ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں اولئک کا لفظ کہتا ہے کہ یہی سچے ہیں اور جو انکے الزام لگاتے ہیں وہ جھوٹے ہیں۔ اسکے بعد فقرا انصار کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ فقال والذين تبوؤا الدار والايمان من قبلهم کہ ان فقیروں کو بھی دو کہ جنھوں نے دار یعنی دار الہجرت مدینہ کو اور ایمان کو گھر بنایا پہلے سے یعنی آنحضرت صلعم کے تشریف لانے سے پہلے مدینے میں رہتے تھے اور ایمان لے آئے تھے آنحضرت صلعم ہنوز مکے ہی میں تشریف رکھتے تھے کہ عرب میں آپ کی نبوت کا شہرہ ہوا ایام حج میں چند اہل مدینہ آکر آنحضرت صلعم سے ملے اور اسلام لائے اور جاکر مدینے میں لوگوں کو ترغیب دی وہ بھی ایمان لے آئے۔ جب کفار قریش نے مسلمانوں کو زیادہ ستانا شروع کیا تو خود آنحضرت صلعم و ابوبکر صدیقؓ مدینے تشریف لے گئے جو اہل مدینہ کی دلی تمنا تھی اور رفتہ رفتہ اور لوگ بھی جانے شروع ہوئے۔ ان اہل مدینہ نے آنحضرت صلعم و دیگر مہاجرین کی خاطر و مدارات میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا جیسا کہ بعد کی آیت میں ذکر آتا ہے من قبلهم یعنی مہاجرین کی ہجرت سے پہلے مدینے کو جگہ بنایا اور ایمان کو دل میں جگہ دی۔ یا انکے گھر بنانے سے پہلے گھر بنایا۔ یحبون من هاجر اليهم جو انکے پاس ہجرت کرکے آیا اسکو دوست رکھتے ہیں محبت کا یہ حال تھا کہ آنحضرت صلعم نے ہر ایک مہاجر کا ہر ایک انصاری سے بھائی چارہ کرا دیا تھا یہاں تک کہ آیت میراث نازل ہونے سے پہلے ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا اور کو مرنے کے بعد ورثہ نہیں ملتا تھا اور ہر ایک دوسرے کی جان و مال پر اپنا مال اور جان فدا کرتا تھا جسکی مفصل کیفیت کتب سیر میں موجود ہے۔ ولا يجدون في صدورهم حاجة مما اوتوا حاجت کہتے ہیں حاجت کے معنی یہاں حرارت و حسد و غیظ کے ہیں کہ مہاجرین کو جو دیا جاتا ہے اس سے انکے دل میں کوئی رنج نہیں ہوتا بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ بخاری نے ابی ہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ انصار نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ بنی نضیر کے باغ ہم میں اور ہمارے بھائیوں مہاجرین میں تقسیم کر دیجئے آپ نے فرمایا نہیں تم کام میں شریک ہو تمکو پھل دینگے انصار نے کہا ہم راضی ہیں بسر و چشم منظور۔ اس سے بڑھکر انمیں یہ صفت ہے ويؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة کہ وہ باوجود حاجت فقر و فاقے کے مہاجرین کو اپنے اوپر مقدم رکھتے ہیں اپنی حاجت پر کام نہیں لاتے مہاجرین کو دیتے ہیں۔ یہ ایثار بڑی اولوالعزمی کی بات ہے ہر ایک کو نصیب نہیں۔ آپ بھوکا رہے اپنے بھائی کو کھلائے خصاصة حاجت فقر۔ اس ایثار کا کیا ٹھکانہ ہے کہ انصار نے مہاجرین کو اپنے گھر اور مال بانٹ دیے تھے جسکے پاس ایک مکان یا باغ تھا تو آدھا اپنے

ف هو الايمان تغليب كقول الشاعر ؎ واتقد راينك في الوغى ◦ متقلدا سيفا و رمحا ◦ مع ان الرمح لا يتقلد۔ او يقال كانهم استقروا على الايمان و تمكنوا فيه حتى جعلوه وطنا ۱۲ منہ

مہاجر بھائی کو دیدیا تھا دو کپڑے تھے تو ایک مہاجر کو اسی طرح سب چیزوں میں کیا تھا۔ بخاری نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے انکو مہمان بنایا گھر میں کسی کو بھیجا کہ کسی کے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ بیبیوں نے عرض کیا بجز پانی کے ہمارے پاس کوئی کھانے کی چیز نہیں پھر آپنے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کون ہے جو اسکو مہمان بناوے؟ ایک انصاری نے (غالباً ابوطلحہؓ تھے) کہا میں یا رسول اللہ۔ پھر وہ اسکو اپنے گھر لیگئے اور بیوی سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کی خاطر کر دانسنے کہا لڑکوں کے کھانے کے سوا ہمارے ہاں اور کچھ نہیں اسنے کہا کھانا تیار کر چراغ جلا لڑکوں کو سلادے جبکہ وہ کھانا مانگیں پھر اسنے کھانا تیار کیا چراغ جلایا لڑکوں کو سلادیا پھر بتی اکسانے کے بہانے سے اٹھی و چراغ گل کر دیا تاکہ اندھیرے میں مہمان کو یہی معلوم ہو کہ میرے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں مگر آپ نہ کھایا مہمان نے کھایا آپ بھوکے سو رہے صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپنے فرمایا تمہاری رات کی بات سے خدا تعالیٰ نہایت خوش ہوا تب آیت نازل فرمائی۔ ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ۔ اسی طرح اور مواقع میں انصار نے ایسی ہمدردی اختیار کی ہے جسکا نظیر اور قوموں یا کسی اور نبی کے پیروں میں پایا نہیں جاتا۔ اسلیئے اسکے بعد فرماتا ہے ومن یوق شح نفسہ فاولئک ہم المفلحون یعنی انصار کو لالچ نہ تھا اس سے خدا نے انکو بچا لیا تھا اور جسکو خدا لالچ سے دور رکھے وہ کامیاب ہے شح بالضم والکسر شح اور بخل میں علماء نے فرق کیا ہے بخل صرف منع کرنا نہ دینا اور شح وہ نفسانی حالت ہے جس سے یہ بات پیدا ہوتی ہے شح صفات ذمیمہ میں سے تھا جسکا ترجمہ لالچ ہے اسلیئے اس سے بچنے کو کامیابی فرمایا۔ دنیا و دین کی صدہا مضرتیں اسی شح سے پیدا ہوتی ہیں لوگوں کی آنکھوں میں یہ انسان کو حقیر کر دیتا ہے ہمدردی اور سعادت کے کاموں میں حصہ نہیں لینے دیتا۔ لالچی او بخیل کو ہمنے اپنے گھر میں بھی اسکے متعلقین کے نزدیک عزت پاتے نہیں دیکھا۔ ایسے آدمی کو لئیم کہتے ہیں جسکا مال اسکے بعد فضول خرچی میں صرف ہوتا ہے۔ دنیا میں جس قدر اولو العزم لوگ آئے ہیں انمیں سے کسی میں بھی یہ ناپاک خصلت نہ تھی تمام عمر خون جگر کھایا دولت سے تمتع نہوا نہ نفس کو آرام دیا نہ کار خیر میں حصہ لیا مرگیا چھوڑ گیا حسرت لے گیا یہی انسان کو چوری خیانت قتل ظلم جھوٹھ بولنے کم تولنے پر مجبور کرتا ہے۔ بہادرانہ کاموں سے روکتا ہے اسلیئے خدا تعالیٰ اپنی مخلوق کو اس سے نفرت دلاتا ہے اسکے نام لینے کو بھی لوگ معیوب سمجھتے ہیں مرنے کے بعد برائی سے یاد کرتے ہیں۔ پھر جسکو خدا نے اس ناپاک خصلت سے بچا لیا اسکے کامیاب ہونے میں کیا شک ہے ٭

انصار و مہاجرین جو اسلامیوں کی دو اعلیٰ اور بزرگترین جماعت ہیں انکے محامد بیان فرما کر تیسری گروہ کی مدح کرتا ہے جسمیں تابعین و انکے بعد کے آنیوالے نیک بزرگ لوگ ہیں فقال والذین جاؤ من بعدہم یہ بھی مہاجرین پر عطف ہے یعنی جو انکے بعد ہجرت کر کے آئے یا اسلام میں انکے بعد آئے قیامت تک جو کوئی ہو انکے اندر یہ خوبی ہے یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔ وہ اپنے لیئے بخشش مانگتے ہیں کہ الٰہی ہمکو بخشدے اور اسکے بعد اپنے متقدمین بھائیوں کے لیئے بھی بخشش مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو ہم سے پہلے ایماندار گزرے ہیں۔ ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا اور ایمانداروں کی طرف سے ہمارے دل میں رنج اور عداوت نہ پیدا کر ربنا انک رؤف رحیم۔ اے ہمارے رب تو نرمی کرنیوالا اور رحمت کرنیوالا ہے جسمیں یہ خاصیت نہیں وہ اس تیسری گروہ میں داخل نہیں ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں لوگوں کے تین درجے ہیں مہاجرین انصار اور جو انکے بعد آئے اور انسے محبت رکھتے ہیں انکے لیئے استغفار کرتے ہیں دعاء خیر میں شریک کرتے ہیں انکے رستے پر چلنے میں سعی کوشش کرکر ان میں سے خارج نہونے پائے۔ مہاجرین و انصار تو گزر گئے انمیں داخل ہونا تو ممکن نہیں خیر یہ نہیں تو تیسرے فریق میں تو شامل رہے کہ انکو بھلا سمجھے دل سے انکی محبت رکھے انکے مساعی جمیلہ کی قدر دانی کرے نہ یہ کہ انپر جھوٹے سچے الزامات قائم کر کے تبرا کرنے کو ایمان و سعادت جانے۔ جمہور سے اگر پوچھا جاتا ہے تو ۵

۵ مسلمانوں سے عداوت رکھنا گناہ ہے بدگمانی اور بھی گناہ انپر اتہام اور بھی معصیت ہے ۱۲ منہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کو اچھا کہتے ہیں اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو اچھا جانتے ہیں۔ مگر افسوس شیعہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مہاجرین و انصار کو باستثنائے چند اشخاص سب کو برا کہتے ہیں بلکہ برا کہنے کو حسنات و برکات کا موجب سمجھتے ہیں۔ دنیا میں اس خصلت کا یہ اثر ہے کہ کبھی انکا جھنڈا کھڑا نہیں ہونے پاتا نہ مقابلے میں پاؤں جمتا ہے اہل حق کے مقابلے میں مقہور ہی رہے اور ہمیشہ رہیں گے ❊

اور وہ بات کیا ہے ؟

جس سے وہ ان بزرگوں سے پھر گئے۔ اس آیت کے ذیل میں اسکا بیان محققانہ طور پر مناسب ہے۔ بنی نضیر اور فدک اور خیبر کی کچھ زمین آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے معین ہوئی تھی جس میں سے آپ نے کسیکو مہمانوں اور سامان حرب کے لئے کسیکو خرچ ازواج مطہرات کے لیے کسیکو اقارب و یتامیٰ و مساکین کے لیے معین کر رکھا تھا چنانچہ فدک کی آمدنی سے آپ قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ آنحضرت صلعم کے بعد جب جانشین کی ضرورت سمجھی گئی تو انھیں مہاجرین و انصار نے جنکی مدح آیات مذکورہ میں ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو انتخاب کیا۔ اس وجہ ترجیح کو وہی لوگ خوب جانتے تھے جو ایک مجموعی اوصاف سے انکے دلوں میں جاگزین تھی جسلیے ان بزرگوں کے نزدیک یہی حضرت اس مسند پر بیٹھنے کے مستحق ٹھیرے۔ ہاں کوئی رعایت یا ابوبکرؓ کا ذاتی دباؤ تو قطعاً نہ تھا کیلیے کہ نہ انکی قوم زیادہ تھی نہ انکے پاس کوئی لشکر و خزانہ تھا اور ایسے مہاجرین و انصار ایسے بیجا باتوں کو ماننے والے بھی کب تھے فوراً مخالفت ظاہر کرتے اور سیوف کے قبضوں پر ہاتھ دھر لیتے ❊ شیعہ کہتے ہیں یہی بات بری کی کیلیے کہ نبی صلعم کے بعد جانشینی کا استحقاق علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تھا اور امامت لوگوں کے انتخاب پر موقوف تھی بلکہ آسمانی عہدہ ہی نبوت کے عہدہ کی برابر یا کسیقدر کم مگر شاہ حضرت علیؓ کیلیے آسمانی سند موجود تھی۔ مگر افسوس حضرت علیؓ نے اس آسمانی سند کو پیش نہیں کیا اور نہ وہ مہاجرین و انصار کو معلوم ہوئی کیلیے کہ اگر معلوم ہوتی تو ہماری سمجھ میں نہیں آسکتا کہ وہ باوجود اس آسمانی سند کے اور باوجودیکہ حضرت علیؓ پیغمبر خدا صلعم کے بھائی اور داماد اور مہاجرین میں ذی مرتبہ شخص تھے انسے عداوت اور بغض رکھتے جو رحماء بینہم اور مہاجرین و انصار کی اسلامی سیرت کے برخلاف تھا اور ابوبکرؓ کو قائم مقام کر دیتے۔ اور ابوبکرؓ یا عمرؓ سے ڈر جاتے حالانکہ کوئی ڈرانے کا سامان انکو میسر نہ تھا۔ اسپر وہ سب مہاجرین و انصار کو جو اس جانشینی میں شریک تھے برا بھلا کہتے ہیں۔ یہ پہلا خلاف تھا۔ مگر تعجب ہے کہ حضرت علیؓ نے بھی انکی جانشینی تسلیم کی اور انکے ساتھ بخوشی دنیوی کاروبار میں شریک رہے۔ شیعہ کہتے ہیں دل میں ناراض تھے ظاہرداری کرتے تھے اسکو تقیہ کہتے ہیں۔ مگر ایسے بزرگ کی نسبت یہ ظاہرداری اور ظاہر کچھ باطن کچھ منسوب کرنا انکی شان حیدری کو گھٹانا ہے حضرت علیؓ نے معاویہؓ کے مقابلے میں حضرت حسینؓ نے یزید کے مقابلے میں تقیہ نہ کیا۔ توبہ توبہ برگزیدۂ ہاشم کبھی کسی سے دبنے والے تھے جو زبان سے جھوٹی باتیں بنلاتے اور دل میں کچھ اور رکھتے ؟۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت میں ایک مقدمہ پیش ہوا جسمیں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مدعیہ تھیں۔ اور خلافت مدعی علیہ۔ دعویٰ یہ تھا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جائداد میں سے بموجب فرائض مجھے حصہ ملنا چاہیے۔ دعویٰ بہت درست تھا مگر خلافت کی طرف سے یہ جواب ملا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں اس جائداد کو وقف کر چکے تھے پیغمبر علیہ السلام کی یہ شان نہ تھی کہ وہ جائداد یا روپیہ پیسہ چھوڑ کر دنیا سے رحلت کریں اسپر شہادت گزر گئی۔ دعویٰ نہ چلا مگر جس قدر جائداد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اقارب کے مصارف میں لگا دی تھی خلافت نے اقارب کے خرچ و اخراجات بلحاظ قرابت پیغمبر علیہ السلام بدستور جاری رکھے۔ یعنی منافع جاری رہے تملیک عین نہ کی بلکہ وہ سب خلافت کا مال تصور ہوا۔ اسپر حضرت فاطمہ زہراؓ کو اگر رنجیدگی ہوئی ہو تو انسانی جبلت اور براد نے

[illegible]

شیعوں سنیوں کے اختلاف کا باعث

۱۰۱ (اضافہ)

رنجش خیال ہو سکتی ہے۔ یہ **دوسرا اختلاف** ہوا۔ اس پر شیعہ کے مؤرخین نے جس قدر مبالغہ آمیز روایات تیار کی ہوں تو تعجب نہیں کس لیے کہ منشار
موجود تھا اور ایسے مواقع پر مبالغہ کرنے والوں کو بڑا موقع ہاتھ آتا ہے۔ میں اُن ناپاک روایات کا ذکر بھی اہل بیت کی اہانت سمجھتا ہوں مگر یہ سمجھنا چاہیے
کہ فاطمہؓ کس باپ کی بیٹی ہیں اور کس رتبے کی ہیں وہ ایسے قلیل دنیاوی معاملات پر اس قدر رنج و بغض دل میں اپنے باپ کے جانشین سے رکھیں جیسا کہ اسکان سے باہر ہے
حاشا و کلا ثم حاشا و کلا۔ مگر حضرت علیؓ نے اپنے عہد خلافت میں بھی اس جائداد کو خلافت کا مال سمجھا آنحضرت صلعم کے ورثہ میں تقسیم نہ کیا ؎

اسکے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسی انتخاب سے خلیفہ کیا انکے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو۔ یہ بھی شیعہ کے نزدیک رنجش کا باعث ہوا۔ یہ
تیسرا اختلاف تھا اسکے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد۔ مگر معاویہؓ عثمانؓ کے عہد سے شام کے حاکم یا گورنر تھے
اور اسمیں بھی کوئی شبہ نہیں کہ وہ اور انکے احباب سلطنت کی باریکیاں خوب سمجھتے تھے اور دنیاداری کی تدابیر پر پورے قابو یافتہ تھے۔ لوگوں نے
حضرت علیؓ سے کہا اول معاویہؓ سے بیعت لے لیجیے پھر چاہیے انکو معزول کیجیے اور عثمانؓ کے قاتلوں سے بھی اول دار و گیر کیجیے مگر شیر خدا نے جانے
کس مصلحت سے مہاجرین و انصار کے اس مشورے پر عمل نہ کیا؟ معاویہؓ نے بغاوت اختیار کی اور کہدیا کہ میں تمکو خلیفہ ہی نہیں سمجھتا تم سے ابتک قاتلان
عثمانؓ کا بھی پتا نہ چل سکا اس بنا پر طرفین میں رنجش آمیز خط و کتابت بھی جاری رہی۔ ادھر لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور طلحہؓ و زبیرؓ وغیرہ کو تحریک لائی کہ
قاتلان عثمانؓ علیؓ کے لشکر میں پناہ گزین ہیں اور اس وقت حضرت علیؓ اطراف کوفہ میں ہیں اُم المومنینؓ علیؓ کے پاس چلیں اور صدہا لوگ شریک ہوتے گئے
ایک لشکر مہیا ہو گیا جب یہ لشکر حضرت علیؓ کے لشکر کے قریب پہنچا اور باہم قاتلان عثمانؓ کی بابت گفتگو شروع ہوئی ایک رات چند بدمعاشوں نے حضرت
ام المؤمنین کے لشکر پر تیر مارنے شروع کر دیے پھر تو ادھر سے بھی تیاری ہو کر دونوں لشکروں میں خاطر خواہ جنگ ہوئی حضرت عائشہؓ کے لشکر کو شکست ہوئی
یہانتک کہ جنگ آور اس اونٹ تک پہنچ گئے کہ جسکے اوپر ہودے میں ام المومنینؓ سوار تھیں اسلیئے اس مصیبت ناک واقعہ کو **جنگ جمل** کہتے ہیں عائشہؓ کو
بحفاظت مدینہ منورہ پہنچا دیا گیا اور طرفین سے بڑے بڑے اسلام کے نامآور اور بہادر شہید ہو گئے۔ اسکے بعد حضرت علیؓ کی معاویہؓ کے لشکر سے لڑائیاں
شروع ہوئیں صفین کا میدان مسلمانوں کے گرانبہا خونوں سے لالہ زار ہو گیا۔ ایسے مواقع پر برادرانہ رنجشیں ایک معمولی بات ہے اور طرفین کے غالیوں کے
لیے افراط و تفریط اور بیشمار روایات بنانے کا عمدہ محل ہے۔ اسکے بعد حضرت علیؓ شہید ہوئے۔ ابن ملجم ملعون نے (جو گھات میں تھا) مسجد کوفہ میں زخمی کیا
اسکے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر بیٹھے پھر باہمی جنگ شروع ہوئی۔ آخرکار ابن رسول اللہ صلعم نے خلافت معاویہؓ کے سپرد کر کے کنارہ کشی
کی اور باہمی معاہدہ ہو کر جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ اسکے بعد معاویہؓ کا انتقال ہو گیا۔ اور انکی جگہ انکا نالائق فرزند یزید پلید نہ انتخاب سے بلکہ انکی باپ کی
شوکت کے زور سے خلیفہ کیا گیا تھا مسند پر بیٹھا اس ناخلف نے حضرت حسنؓ کو زہر دلوا کر شہید کیا اور پھر امام حسینؓ کو کربلا کے میدان میں شہید کیا اور مسلمانوں پر
جو ظلم کیئے۔ اسکے بعد یہ مر گیا اور چند روز کے لیئے اسکا بیٹا جانشین ہوا مگر اب انتخاب نہ رہا حکومت و سلطنت کی تخت نشینی رہگئی۔ اسکے بعد مروان
خلیفہ ہوا اور مروانی خاندان میں کچھ کم سو برس حکومت رہی پھر اس خاندان کا استیصال بنی العباس نے کیا عباسیوں کی خلافت و حکومت کا پایۂ تخت
بغداد تھا۔ ان باہمی لڑائیوں میں حضرت علیؓ کی اولاد پر ظلم و ستم بھی ہوتے رہے۔ معاویہؓ کی لڑائی سے لیکر اخیر تک اہل سنت کے نزدیک بھی جو حضرت
علی اور حسنینؓ کے مقابلے میں ہوئیں ان میں فریق مخالف سراسر خطا پر تھا اور حق اس طرف تھا ؎

ف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مصیبتناک واقعات کی پہلے ہی سے نہایت دردانگیز الفاظ میں پیشین گوئی کی تھی ؎ ۱۲ منہ

شیعہ حضرت علیؓ کی اولاد میں فرقہ فرقہ ہو گئے پاس مسند خلافت سے اس مسند نشینی کو بلقب امامت بارھویں امام مہدیؑ حسن عسکریؒ کے بیٹے تک مانتے ہیں کسی کو زیدیہ برحق نہیں جانتے ہیں غرض باہمی فرقہ بندی ہو گئے کسینے حضرت علیؓ کی کسی اولاد کو کسینے اور کسی کو امام مانا۔ اسی طرح ایک فریق بالکل امر خلافت میں کا لحاظ فرماتے تھا وہ دونوں فریق سے برگشتہ ہو کر دونوں کو برا کہنے لگا انکو خوارج کہتے ہیں ۞

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ پہلے کچھ تھا کہ ان باہمی ملکی لڑائیوں سے جنکا بیشتر منشا برادری کی عصبیت وحمیت ہی ہم انکو کافر نہیں کہہ سکتے اور نہ کفر واسلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص خاص کے ماننے یا نہ ماننے پر منحصر ہے کفر واسلام وہی ہی جسکو خدا ورسولؐ نے کفر واسلام بتایا ہاں باہمی فساد وعصبیت و جنگ کے حق الفاظ سے پیغمبر علیہ السلام نے ممانعت فرمائی ہے اصلی بات تو یہ ہے اسپر لوگوں نے حاشیہ چڑھا چڑھا کر کاہ کا کوہ بنا دیا اور افراط وتفریط کو کام میں لا کر ایسے مباحث سے کتابیں بھر دیں۔ مگر اسمیں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ بڑی نامبارک لڑائیاں تھیں اسلام کی تلوار جسنے تھوڑے عرصے میں قطعہ ارض پر بے نظیر قبضہ کیا تھا اسلامیوں ہی پر الٹ پڑی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۞

افسوس کہ ہر فریق کے تیز طبع اور بیباک لوگوں نے ان واقعات سے کیا کیا باتیں اختراع کی ہیں بعض سنیوں نے تو بمقابلہ شیعہ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کے لیئے آسمانی سند بنانے میں کوشش کی اور روایات واحادیث بنائیں اسی طرح شیعہ نے تو سینہ بسینہ علوم واسرار و تبعیت جدی گھڑنے میں کوشش کی اور روایات کا تو ڈھیر لگا دیا کسینے زبرجیات نکالے کسینے دعوی کیا کہ علی مرتضیؓ و فاطمہ زہراؓ وحسنینؓ کی کتاب ہمارے پاس ہے جو خاص انکو آنحضرت صلعم نے عنایت کی تھی اسمیں لکھا ہے کہ بارہ امام اس ترتیب سے ہونگے اور یہ سب معصوم تھے نبی کی طرح انکے پاس بھی وحی آتی تھی جس طرح موسی علیہ السلام کے بعد انکے اتباع میں سے نبی گزرے ہیں یہ آنحضرت صلعم کے اتباع میں سے نبی ہیں۔ گو نبی کے لفظ کا اطلاق نہیں کرتے مگر معنی اسکے لیے جاتے ہیں۔ بارہ اماموں کو اہل سنت بھی مانتے ہیں یعنی انکو بزرگ اور نیک سمجھتے ہیں جنکے عقائد و اعمال اہل سنت کے موافق تھے نہ یہ کہ وہ معصوم تھے انپر وحی آتی تھی ۞

بعض نے قرآن مجید کے آیات کی ایسی تفسیریں لکھیں کہ گویا تمام قرآن اسی باہمی جھگڑے اور علیؓ کی خلافت اور دیگر خلفا کی مذمت میں نازل ہوا ہے اور کوئی اہم مقصد بجز اسکے نہ تھا اور لطف یہ کہ سارے قرآن میں صاف صاف کہیں بھی انکے مقاصد کو خدا تعالی نے بیان نہیں فرمایا کہ جھگڑا ہی طے ہو جاتا اور نہ پیغمبر علیہ السلام نے صحابہ کے مجمع عام میں اس بات کو طے کر دیا معاذ اللہ کیا اللہ اور اسکے رسولؐ کو صاف بیان کرنا نہیں آتا تھا کیا وہ بھی ابوبکرؓ و عمرؓ سے ڈرتے تھے؟ معاذ اللہ معاذ اللہ۔ رہیں مناقب علی مرتضیؓ کی بعض سچی احادیث سو انمیں کلام ہی کیا ہی مگر انسے وہ بات پیدا کرنی توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ کا مضمون ہے۔ اور سب سے بڑھکر غور طلب یہ بات ہے کہ وہ خلافت جو ابوبکرؓ و عمرؓ نے کی اسمیں دنیا کا حظ ہی کیا تھا وہ تو ایک سخت مشقت تھی جسلیئے ان بزرگواروں نے اپنی اولاد کو ندی شیعہ اسکو دنیاوی سلطنت وامارت سمجھے ہوئے ہیں جسلیئے اپنے پیارے علی مرتضیؓ اور انکی اولاد پاک کے پاس ملنے سے آپسے ناخوش ہیں۔ ہاں یزید کے عہد میں امارت ہو گئی تھی اس وقت تو ہم بھی یہی کہیں کہ یہ نعمت دنیا جگر گوشہ رسول کو دیجائے بشرطیکہ وہ اسکو قبول بھی کرتے ۞

ف شیعہ کے بارہ امام یہ ہیں اول علیؓ انکے بعد حسنؓ انکے بعد انکے بھائی حسینؓ انکے بعد انکے بیٹے علی زین العابدین انکے بعد انکے بیٹے محمد باقر انکے بعد انکے بیٹے جعفر صادق انکے بعد انکے بیٹے موسی کاظم انکے بعد انکے بیٹے علی رضا انکے بعد انکے بیٹے محمد تقی انکے بعد انکے بیٹے علی نقی انکے بعد انکے بیٹے حسن عسکری انکے بعد انکے بیٹے محمد مہدی رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین جو غار سر من راے میں چھپے بیٹھے ہیں ۱۲ منہ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا

کیا تو نے منافقوں کو نہیں دیکھا کہ [illegible] اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم نکالے گئے تو ضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جاویں گے اور تمہارے معاملہ میں کسی کی بات نہ مانیں گے

وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ وَلَئِنْ

[illegible] ان کے ساتھ نہ نکلیں گے [illegible]

نَصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ۝ لَأَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝ لَا يُقَاتِلُونَكُمْ

[illegible] پیٹھ دے کر بھاگیں گے۔ پھر کہیں سے مدد نہ پائیں گے۔ ان کے دلوں میں تو تمہارا ہی خوف اللہ سے زیادہ ہے یہ اسلئے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں۔ وہ تم سے مل کر

جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ۝

نہ لڑیں گے مگر قلعے والے گاؤں میں یا دیواروں کی آڑ میں۔ انکی لڑائی تو آپس ہی میں سخت ہے۔ تو انکو متفق سمجھتا ہے حالانکہ انکے دل مختلف ہیں یہ اسلئے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں ٭

تفسیر

ایمانداروں کے اقسام بیان فرماکر انکے مقابلے میں بدکاروں کا حال بیان فرماتا ہے کہ وہ بدبخت بجائے ان اصول سعادت کے جو پہلے مذکور ہوئے یہ باتیں کرتے ہیں فقال الم تر الی الذین نافقوا الخ جس میں منافقین کی پوشیدہ نالائق حرکات سے خبر دیتا ہے کہ ایسے موقع پر وہ اپنے کافر بھائیوں سے یوں کہتے اور ایسے غلط وعدے دیتے ہیں جنکو وہ ہرگز پورا نہ کرسکیں گے اللہ اور رسول کی مخالفت میں اسکے دشمنوں سے یہ ساز و باز اور زبان سے ایمان کا دعوی۔ ایک وہ لوگ تھے ایک یہ ہیں ٭

جب یہود بنی نضیر سے آنحضرت صلعم کی مخالفت ہو رہی تھی اور ابھی انکا محاصرہ بھی نہیں ہوا تھا اس وقت مدینے کے منافق وانکا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول خفیہ کہلا بھیجتا تھا کہ اگر تمکو نکالیں گے تو تمہارے ساتھ ہم بھی وطن چھوڑ کر نکل جاوینگے اور اسمیں کسی کی بات بھی نہ مانیں گے اور جو تم سے لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے مضبوط رہو۔ یہ سردار منافق کا کلام تھا اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ بطور پیشین گوئی کے نہایت تاکید سے فرماتا ہے واللہ یشہد انہم لکاذبون کہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں ہرگز ہرگز کوئی بات بھی ان دونوں میں سے نہ کرینگے لئن اخرجوا الایخرجون معہم اگر وہ نکالے گئے تو انکے ساتھ یہ نہ نکلیں گے ولئن قوتلوا الخ اگر انسے لڑائی ہوئی تو انکی مدد نہ کرینگے اور بالفرض مدد بھی کی تو شکست کھاوینگے اور پیٹھ پھیر کے بھاگیں گے اور پھر کبھی غلبہ نہ پاویں گے ٭

اس پیشین گوئی کی پوری تصدیق ہوئی بنی النضیر سے نوبت جنگ آئی انکی گڑھی کا محاصرہ ہوا اسکے بعد وہ عرب سے نکالے گئے مگر منافقوں پر وہ رعب غالب آیا کہ نہ تو انکی مدد کرسکے نہ انکے ساتھ آپ جلاوطن ہوئے پیغمبر علیہ السلام کی خبر کو جھوٹا کرنے کے لیئے انکے لیئے بڑا موقع تھا کچھ مدد کرتے یا دس بیس کوس وہ چار روز کے لیے نکل جاتے مگر خدا نے قادر کب تکذیب کرنے دیتا یہ بھی منجملہ اخبار بالغیب کے ایک پیشین گوئی تھی جو صادق ہوئی۔ اعجاز قرآن و نبوت کی کھلی دلیل ہے ٭

اس خلاف وعدگی کا سبب بیان فرماتا ہے لانتم اشد رہبۃ الخ کہ یہ منافق اللہ سے اتنا نہیں ڈرتے جس قدر اے مسلمانوں تمسے ڈرتے ہیں بے سمجھ لوگ ہیں بندہ کا کیا ڈر اللہ سے ڈرنا چاہیئے جسکے قبضۂ قدرت میں ہر بات ہے جو قوم اللہ سے ڈرتی ہے اس سے سب ڈرنے لگتے ہیں پھر کسی کا خوف نہیں غالب آتا ہے یہی نجات کا اصل ہے جو صحابہ کو حاصل تھا۔ اب یہ بیہودہ بھی بزدل ہیں تمسے مقابلہ نہیں کرسکتے مگر ایک میں بیٹھکر یا شہر پناہوں کی آڑ میں ہاں آپس میں خوب ہیں ظاہر میں موافق اور باطن باہم مخالف یہ بدعقل ہیں۔ افسوس یہی خصلت آج کل ہم مسلمانوں میں پیدا ہو گئی +

٭ کفر ایک ملت ہے اسلیئے انکے بھائی کہا یا ان میں اور یہود میں بھائی چارہ تھا موافقت و موالات قائم تھی ۱۲ منہ

كَمَثَلِ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنسَانِ اكْفُرْ

ان لوگوں جیسی مثال جو ان سے کچھ ہی پہلے تھے اپنے کام کی سزا پا چکے ہیں اور انکو عذاب سخت ہے۔ شیطان کی طرح جبکہ انسان آدمی سے کہا کہ تو منکر ہو جا۔

فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ

پھر جب وہ منکر ہو گیا تو بول اٹھا میں تجھ سے بیزار ہوں کیونکہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہان کا رب ہے۔ پھر ان دونوں کا یہی انجام ہوا کہ وہ دونوں ہمیشہ کے لیے جہنم میں پہنچے۔ اور ستمگاروں کی یہی سزا ہے۔

الکشبیہ مثلہم [illegible] اخبر [illegible] وبال امرہم قریبا ای عن قریب کان ذلک فی زمن قریب [illegible] بالنصب خبر کان والعکس خالدین حال [illegible] الظرف [illegible] خالدان علی انہ خبران ابن الصالح ۔

(تفسیر)

یہود بنی نضیر نے اپنی نالائقی کی ایسی سزا پائی جیسا کہ ابھی انسے پہلے اور لوگ اپنے افعال بد کا وبال اور سزا پا چکے ہیں دنیا میں اور آخرت میں انکے لیے سخت عذاب ہے ان بنی نضیر سے پہلے تھوڑے دنوں ہوئے کون لوگ آسمانی تازیانہ سے پٹے تھے؟ مجاہد کہتے ہیں مشرکین مکہ تھے جو بدر میں قتل اور قید ہوئے بنی نضیر کے واقعہ سے پہلے ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں بنی قینقاع کی طرف اشارہ ہے بعض کہتے ہیں یہود بنی قریظہ کی سزا کی نسبت ارشاد ہے کہ انکو ایسی سزا ملی جو تھوڑے ہی دنوں آگے بنی نضیر کو ملی تھی۔ بنی نضیر کے دو برس بعد یہود کے دوسرے قبیلے پر جسکو بنی قریظہ کہتے تھے اور وہ بھی مدینے کے قریب رہتے تھے انکی بدعہدی سے آفت آئی ۔

کمثل الشیطان الخ مدینے کے منافق جو یہود بنی نضیر کو حضرت صلعم کے مقابلے میں جھوٹی باتوں کے گھمنڈ پر ابھار رہے تھے اور وہ کمبخت انکی باتوں میں آکر خراب ہوئے اسکی تمثیل بیان فرماتا ہے کہ یہود بنی نضیر کے بہکانے کی مثال یہی ہے کہ جیسے شیطان آدمی کو بہکا کر کافر بنا دیتا ہے اور جب بہکا چکتا ہے تو شیطان آپ الگ ہو جاتا ہے اور اسی ملامت کرنے لگتا ہے کہ میں تجھ سے بری ہوں مجھے رب العالمین سے ڈر لگتا ہے اسی طرح منافق بہکا کر الگ ہو گئے اور جب آخر بری نوبت آئی تو انھیں کو برا بھلا کہنے لگے انجام یہ ہے کہ شیطان و اس بہکے ہوئے آدمی کا جہنم ہوتا ہے اور ظالموں کی سزا بھی یہی ہے ۔

یہ ایک بڑی عبرت انگیز نصیحت دل پر اثر کرنے والے الفاظ میں انسان کے لیے ہے کہ وہ کسی بہکانے پھسلانے والے کی باتوں میں آکر برباد نہ ہو وہ بہکانا بوقت مصیبت ساتھ نہیں دیتا الگ ہو جاتا ہے شیطان سے مراد ابلیس ہے وہ ہر روز انسان کو بہکاتا اور کفر و بدکاری میں مبتلا کرتا ہے انسان کے اندر قوتِ بہیمیہ، شہوانیہ و غضبیہ ہیں وہ آدم کی جس رگ تک بذریعہ سرایت شیطان کا ہاتھ پہنچتا ہے اگر مدد غیبی کا محافظ نہ روکے تو یہ بدبخت انمیں ناجائز تحریک پیدا کر دیتا ہے انسان کی ان تینوں قوتوں کی ناجائز تحریک اور فطری ترک سے دوسری طرف روانگی شیطانی تحریک و تضلیل ہے۔ جس طرح ملائکہ کو ان چیزوں کی اصلاح کے لیے بذریعہ الہام و تلقی رسائی ہے اسی طرح شیطان کو فساد کے لیے اور خود انسانی خیالات فاسدہ جو خلاف فطرت پیدا ہوتے ہیں اور بنی آدم کے گمراہ کرنے والوں کی تائید و تحریک بھی تضلیل شیطانی ہے ۔

بعض مفسرین نے کمثل الشیطان کے الفاظ سے چسپاں کرنے کے لیے ایک قصہ طول طویل نقل کیا ہے جسمیں برصیصا راہب کے پاس شیطان کا بشکل راہب آنا اور انکو اسم سکھانا اور بیماروں کا بھیجنا اور انہیں بادشاہ کی لڑکی کا آنا اور برصیصا کا اس سے زنا کرنا اور اسکو حمل رہ جانا اور بدنامی دور کرنے کے لیے مشورہ شیطان اسکا قتل کر کے دبانا اور شیطان کا خبر کر دینا اور برصیصا کا دار پر چڑھنا اور اس وقت شیطان کو باسید خلاص سجدہ کرنا اور پھر شیطان کا ملامت کر کے غائب ہو جانا اور برصیصا کا حالت کفر میں مرنا نقل کیا ہے جسکا صحیح احادیث سے ثبوت نہیں اگر کہیں ایسا ہوا ہو تو کچھ تعجب نہیں ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرا کرو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کیلئے کیا آگے بھیجا۔ اور اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ اور تم ان جیسے نہ ہو جاؤ کہ جنہوں نے

نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۚ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝

اللہ کو بھلا دیا پھر اللہ نے بھی انکو بھلا دیا۔ یہی وہ بدکار ہیں۔ دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہوتے۔ جنتی جو ہیں تو کامیاب ہیں۔

لَوْ أَنزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۚ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو اللہ کے خوف سے اسکو دبا پھٹتا ہوا دیکھتا۔ اور یہ مثالیں ہیں کہ جنکو ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں۔

تفسیر

اہل سعادت و اہل شقاوت کا ذکر کر کے اہل سعادت کو ان اصول سعادت کی طرف متوجہ کرتا ہے جو دارین میں اسکے لیئے کافی ہیں فقال یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ واضح ہو کہ انسانی سعادت کے دو حصے ہیں اول قوت نظریہ کی تکمیل جہل بسیط و جہل مرکب کی ظلمات سے نجات پانا علم کی روشنی میں آنا خدا تعالیٰ کی صفات و ذات اور دیگر امور ضروریہ کو واقعی طور پر یقین کر کے توہمات و تخیلات باطلہ کی دلدل سے گذر جانا۔ اسکو شرع میں ایمان کہتے ہیں جنکو یہ صفت حاصل ہوگئی ہے انکو ایمان والے بس وہ ایمان والے انکو اس پر ثابت رہنے یا اس میدان میں ترقی کرنیکے لیئے تقوی کا حکم دیتا ہے۔ تقوی اللہ سے ڈرنا اور ڈر کر عمدہ اور کار آمد وسائل سعادت حاصل کرنا مضرات سے بچنا۔ دوسرا حصہ سعادت کا اصلاح عمل و تہذیب اخلاق ظاہری و باطنی ہے۔ اور یہ ایک مشقت کا کام ہے اور نفس سے بڑے جہاد کرنے پڑتے ہیں اسلیئے ہلکو ان تاکیدی الفاظ میں ادا کرتا ہے فقال ولتنظر نفس ما قدمت لغد واتقوا اللہ کہ ہر شخص (نکرہ میں تعمیم ہے) کسی قوم اور کسی نسب کا ہو یہ دیکھے کہ فردا کل کے لیئے یعنی اس جہان کے لیے۔ (جو بہت قریب پیش آنیوالا ہے گویا دنیا اور اسکی تمام زندگی ایک ہی دن ہے اگلا دن اس دوسرے جہان کا ہے گویا بہت ہی قریب ہے غد کے لفظ میں اس مطلب کو کس خوبی کے ساتھ ادا کر دیا) کیا آگے بھیجا ہے۔ یعنی کیا توشہ اور کونسا سامان اس جہان کیلئے جہاں ہمارا رہنا ہے تیار کیا ہے؟ اور وہ توشہ تقوی ہے اسلیئے تقوی کرنا چاہیئے۔ انسان جب اپنی عمر وال و اسکے اندر ملک جاودانی کیلیئے توشہ دینا کرنیکا خیال کریگا تو قطعاً اسکے تمام قوی باطنیہ میں ایک سخت تحریک پیدا ہوگی۔ اور اسکے بعد جب یہ بھی خیال ہوگا کہ ان اللہ خبیر بما تعملون اللہ خبردار ہے ہمارے ہر عمل سے واقف ہے تو اور بھی کوشش اور اخلاص میں سرگرمی کریگا۔ تقوی تمام حسنات و حصول سعادت کا اصل الاصول ہے اسلیئے ہر ایک بات یا ہر ایک حصہ کے لیے جداگانہ اتقوا اللہ کا اطلاق ہوا۔ اور بظاہر اس لفظ کو مکرر لا کر نفس غافل کو متنبہ کر دیا اسکے بعد اور بھی سرگرمی کرنیکا حکم دیتا ہے ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ الخ اور ان جیسے نہ ہو جاؤ کہ جو اللہ کو بھول گئے اور شب و روز اس چند روزہ زندگی کیلیئے شہوات و لذات میں ایسے محو ہیں کہ اللہ کو بھی بھول گئے پھر اس آخرت کی یاد اور وہاں جانیکا خیال کیسا؟ اسلیئے اللہ نے بھی انکو بھلا دیا اپنی سعادت حیات جاودانی سے محروم کر دیا اور وہ بدکار لوگ ہیں یہ اہل سعادت کے برابر نہیں ہونگے لا یستوی اصحاب النار الخ جہنم میں جلنے والے اور جنت میں آرام پانیوالے ہرگز برابر نہیں اہل جنت جو ہیں بامراد ہیں جہنمی کون ہیں؟ یہ بیان نہیں کیا اسکو عاقل سمجھ سکتا ہے یعنی نامراد۔

یہ اصول سعادت جو قوت نظریہ و عملیہ کے متعلق ہیں انسان کو بذریعہ ایک الہام الٰہی کے پہنچے ہیں جسکا نام قرآن ہے اسلیئے سعادت کا مدار قرآن کی پابندی پر ہے ۲۱ اس لیے قرآن مجید کی عظمت شان بیان فرماتا ہے فقال لو انزلنا ہذا القرآن الخ کہ اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے جیسا کہ انسانوں پر نازل کیا ہے تو ہیبت الٰہی کے مارے پھٹ جاتا۔ یہ تمثیل ہے یعنی باوجودیکہ پتھر سخت اور غیر متاثر ہے اگر وہ عاقل و قابل خطاب ہوتا اسپر قرآن نازل ہوتا تو وہ خوف کے مارے پھٹ جاتا مگر انسان با سخت دل ہے اسی لیے روز میثاق آسمانوں اور زمین و پہاڑوں نے بار امانت نہ اٹھایا انسان نے اٹھا لیا۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ

وہی اللہ ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ چھپے اور کھلے کا جاننے والا۔ وہ بڑا مہربان بہت رحم والا ہے۔ وہ اللہ ہے کہ جسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ پاک ذات

السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ

[illegible]

الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

جسکے لئے اچھے اچھے نام ہیں آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے ؏

اصول سعادت میں سے اصلی مقصد تکمیل قوت نظریہ تھا جسکا اصلی حصہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کو علی الیقین معلوم کرنا تھا اسلیے اسکے بعد اپنی ذات و صفات کا بیان فرماتا ہے تاکہ اسکی عظمت ذہن میں آوے اور پھر قرآن کی عزت بھی خیال میں آجاوے کہ وہ کس کا کلام ہے۔ اسکا کہ جسکی ہیبت سے سارا زمین میں آسمان کانپتے ہیں سمندر کا زہرہ آب ہوتا ہے فقال ہو اللہ الذی لا الہ الا ہو کہ اللہ وہ ہے کہ جسکے سوا اور کوئی معبود نہیں وہی یکتا ہے انتہا طاقتوں والا آسمانوں کا خالق اور انکو تاننے والا زمین اور اسکے اوپر جو ہیں انھیں پھیلانے والا ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہاں تک ذات حق سبحانہ کا بیان تھا اسکے بعد صفات کا بیان کرتا ہے عالم الغیب والشہادۃ پوشیدہ اور ظاہر ہر چیز کا جاننے والا ہے جو بندوں کے نزدیک ظاہر اور جو پوشیدہ ہے سب کو جانتا ہے الغیب بڑا وسیع المعنی لفظ ہے۔ انسان کے حس بصر سے لیکر دماغ تک سے بھی جو غائب ہے۔ انسان پر کیا موقوف بلکہ ملائکہ بلکہ جمیع ما کنات سے غائب ہے وہ بھی غیب ہے عالم ملکوت انسان کا غیب اور لاہوت و جبروت ان سے اوپر والوں کا غیب بلکہ عالم ناسوت ہر ایک میں ہر چیز کے لحاظ سے باعتبار زمانی و مکانی کے سبب پاس ہے اور اسکے بعد دور ہے جس کے لحاظ سے غیب ہے کہ دوسرے کا کہ جسکے آگے حجاب نہیں شہود ہے غیب کے بیشمار پردے بے انتہا اور عمیق گہرائیاں ہیں فرشتوں کے ادراک سے بھی صدہا چیزیں غائب خدا تعالیٰ کے نزدیک حاضر ہیں اسکے غیب الغیب پر کسیکو آگاہی نہیں عالم شہود میں نزول اجیہ پر بڑی مسافت طے کر کے آتی ہیں پھر عالم شہود میں حقد جو عالم غیب کے بے انتہا وسیع وادیوں کو طے کرتی جاتی ہیں ہزاروں منازل طے کرکے بھی یہ سب انسان سے غائب اسکے نزدیک حاضر ہیں مگر شخص کی قوت ادراک کے لحاظ سے غیب و شہادۃ میں اضافی اور اعتباری وجہات نکلتے آوینگے بلکہ غیب شہادۃ اضافی ہوگا جس طرح غیب کے مراتب ہیں اسی طرح شہود کے بھی۔ مگر اسکے نزدیک سب عیاں ہے سب کو برابر جانتا ہے۔ ہو الرحمن الرحیم ان دونوں لفظوں کی شرح بسم اللہ کی تفسیر میں ہو چکی کسی قدر خلاصہ یہ ہے کہ دونوں لفظوں میں رحمت کا مادہ موجود ہے مگر قلت و کثرت تمام و غیر تام دنیا و آخرت کی رحمت مومن و کافر پر رحمت کے لحاظ سے ان دونوں لفظوں میں فرق ہے۔ رحمن میں کمال اور پوری رحمت ہے اسلیے بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی پر اس لفظ کا اطلاق عموماً درست نہیں برخلاف لفظ رحیم کے۔ رحمت مہربانی عنایت اگر معنی پر غور کیا جاوے اور آدمی تھوڑی دیر بھی ان لفظوں کے معنی کا مراقبہ کرے تو معلوم ہو جاوے کہ اسکی رحمت کے ہزاروں دریا موجیں مار رہے ہیں بلکہ آسمان و زمین اور جو کچھ اسکی ظاہری یا درباطنی نظر میں آئے سب رحمت ہے وجود اشیا خواہ بعض اشیا بعض کو بلحاظ فوت ہونے کسی منفعت کے زحمت معلوم ہوتی ہو مگر رحمت ہی رحمت ہے ✣

اسکے بعد پھر اسی کلمہ توحید کا اعادہ کرکے چند اوصاف بیان فرماتا ہے فقال ہو اللہ الذی لا الہ الا ہو اسکا اعادہ مضمون توحید کی تاکید ہے۔ الملک بادشاہ حقیقی سلطنت تمام کائنات پر اسکی ہے۔ نہ اسکے خزانوں کی کچھ انتہا ہے نہ لشکروں کی تعداد ہے۔ دنیا میں جو بادشاہت اسکی بادشاہت کا ایک ادنیٰ پرتو ہے اور پھر سریع الزوال جسکو ہزاروں خطرے سیکڑوں خدشے بغاوت کا ڈر کارکنان سلطنت کی خیانت کا خطرہ اسیر و متی سماوی مصائب کا کوئی مقابلہ نہیں خزانہ صرف ہو جانیکا اندیشہ سب سے بڑھ کر یہ کہ رعیت کی احتیاج انکے اموال کی دست نگری برخلاف اس شہنشاہ حقیقی کے۔ اسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے کہ دنیاوی بادشاہ کو ملک الملوک کہلانا نہیں چاہیے وہی ملک الملوک ہے وہی خداوند خدا یگان ہے۔ القدوس پاک ہر عیب سے بری ہر بات سے جو اسکو شایاں نہیں کثیر البرکات دالضم والفتح کمترا السلام باتوں کو

سلامتی سے لیا جاوے اور اسی سے دار السلام و سلام علیکم ہے تب اسکے معنی ہیں ہر نقصان و زوال سے سلامت ۔ مصدر ہے مبالغۃً اطلاق ہوا جیسا کہ کسی کو کہتے ہیں
عدل و غیاث ۔ پھر سلام و قدوس میں فرق ہے کہ سلام آئندہ نقصانوں سے بری ہونیوالا اور زوال پذیر نہونیوالا ۔ قدوس زمان ماضی و حاضر کے نقصانوں سے مبرا ۔ یا سلام
کے معنی باعث سلامتی تب یہ معنی ہونگے کہ وہ سلامتی عطا کرنیوالا ۔ المؤمن یا امن سے لیا جاوے کہ وہ امن دینے والا ایمانداروں کو اور اسکی پناہ میں آنیوالوں کو
عذاب و بلیات سے یا ایمان سے لیا جاوے کہ وہ اپنے انبیاء اور ملائکہ اور احوال آخرت کی تصدیق کرنیوالا ہے معجزات آیات قدرت سے المہیمن خلیل اور ابو عبیدہ
کہتے ہیں ہیمن یہیمن فہو مہیمن اسکو کہتے ہیں جو محافظ اور نگہبان ہو ۔ اور علماء کہتے ہیں مہیمن اصل میں مؤیمن تھا امن یؤمن سے ہمزہ کو ہے سے بدل لیا جیسا کہ
ارقت ہرقت میں اسکے معنی ہیں مؤمن کے حسن کہتے ہیں اسکے معنی ہیں امین خلیل کہتے ہیں محافظ سعید بن المسیب و ضحاک کہتے ہیں قاضی ابن کیسان کہتے
ہیں اسکے ناموں میں سے ایک نام ہے معنی وہی جانتا ہے العزیز عزت والا ۔ غالب قاہر زبردست الجبار فعال کے وزن پر ہے جبر نقصان سے یعنی وہ فقیر کو غنی کرنیوالا
ٹوٹے کو جوڑنیوالا نقصان کی جگہ فائدہ دینے والا ۔ بھر دینے والا ۔ یا جبر بمعنی قہر سے لیا جاوے جبار بمعنی قہار مجبور کر دینے والا اسکے کاموں سے اسکو کوئی روکنے والا نہیں
فراء کہتے ہیں فعال افعل سے بجز ان دو جگہ کے نہیں آیا ایک اجبر سے جبار دوسرا ادرک سے دراک ابن عباسؓ کہتے ہیں جبار کے معنی ہیں عظیم اور اسکی جبروت اسکی
عظمت ہے ۔ المتکبر کبر بسکون اوسط کبریا بزرگی و بزرگ شدن تکبر استکبار بزرگی نمودن (صراح) اسکے معنی ہیں بزرگی والا ۔ او علو و برتری ظاہر کرنیوالا تمام صفات
کمال اسکو حاصل ہیں ۔ یہ وصف بھی اسی کو حاصل ہیں ۔ یہ وصف بھی اسکو زیبا ہے ۔ نہ مخلوق میں سے کسی کو ؎ مر اورا رسد کبریا و منی ۔ کہ ملکش قدیم ست و ذاتش غنی ؞
حدیث میں آیا ہے کہ کبر میری چادر ہے جسنے اسکو اختیار کیا گویا میری چادر پر ہاتھ ڈالا سنت اللہ جاری ہے دنیا میں متکبر اور گردن کش اور نخوت شعار ایک نہ ایک روز سرنگوں
کیا جاتا ہے ۔ بندگان خدا کے دل میں اس سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اسی لیئے اسکے بعد فرماتا ہے سبحان اللہ عما یشرکون کہ لوگ تکبر کرتے ہیں اور اللہ کے ساتھ اس
وصف میں مشارکت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اللہ اس تکبر سے جو خلق کو حاصل ہے پاک ہے کس لیئے کہ وہ اپنی ذات و صفات میں ناقص ہیں پھر ادعاء کبر نقصان پر نقصان ہے
ہو اللہ الخالق کہ پیدا کرنے والا اللہ ہے ۔ الباری بنانیوالا ۔ خالق اور باری کے ایک ہی معنی ہیں مگر کسی قدر فرق ہے ۔ باری کا استعمال جواہر و اجسام میں ہوتا ہے
نہ اعراض میں برخلاف خالق کے کہ وہ عام ہے ۔ دنیا میں اجسام و جواہر یا مواد کسی بندے کے پیدا کیئے ہوئے نہیں ہاں بعض مواقع میں بندہ ترکیب دیدیتا ہے
جسکے بعد ایک نئی صورت پیدا ہو جاتی ۔ گارے میں کمہار تصرف کر لیتا ہے آبخورے پیالے بناتا ہے المصور بلکہ حقیقی طور پر صورت بھی وہی بناتا ہے حدیث میں آیا ہے جو
کوئی کسی ذی روح کی تصویر یا مورت بناتا ہے قیامت کو حکم ہوگا کہ انمیں جان ڈالے مگر نہ ڈال سکیگا عذاب ہوگا قطع نظر اسکے کہ اس کام میں خدا دعویٰ فعل کی تعالیٰ سے ہے
بت پرستی کا بھی سامان ہے اسلیئے شرع محمدی میں حرام کر دیا گیا ۔ یہ چند اسماء بیان فرما کر ارشاد فرماتا ہے ۔ لہ الاسماء الحسنیٰ اسکے اور بھی نیک نام ہیں
یسبح لہ ما فی السموٰت والارض آسمانوں اور زمین میں اسکی تسبیح و تہلیل ہوتی ہے ۔ وہو العزیز الحکیم اور وہ زبردست بھی ہے اسکے ساتھ حکمت والا بھی ہے ؞

ابحاث

(۱) ولہ الاسماء الحسنیٰ اسکی بابت ہم بحث کر آئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی بیشمار صفات حمیدہ ہیں ہر صفت کے لحاظ سے اسکا ایک نام ہے جس سے اسکو تعبیر کرتے ہیں ۔
اور حدیث میں جو ننانویں نام آئے ہیں انمیں حصر نہیں امام ابو موسیٰ اشعری وغیرہ اہل سنت کے اکابر کہتے ہیں کہ اسماء الٰہی توقیفیہ ہیں کہ جس قدر شارع کی طرف سے ہمارا کا
اطلاق اس پر وارد یا جائز ہوا ہے انھیں پر بس کرنا چاہیئے گو اسکا ہم معنی لفظ آیا ہو ۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ بت پرست قوموں نے اپنے اوہام باطلہ سے مخلوقات کے کبرا پر قیاس
کر کے خدا تعالیٰ کے نام بنائے ہیں جنسے صفت ناقصہ کا ثبوت ہوتا ہے یا وہ نام کسی خاص وجہ سے جیسا کہ اشتراک الٰہ باطلہ عند اللہ مکروہ ہیں بہ طور اس بعض شرع نے منع ہیں ہیں ؟

مگر مثلاً زید و فاضل و بکر یا فلاں کہتے ہیں اگر اس نام کے معنی میں کوئی قباحت نہیں و عقلاً اس صفت سے خدا کا اتصاف جائز ہے تو اسکا اطلاق ذات باری پر عقلاً ممنوع نہیں ؀

(۲) کیا اسماء میں کوئی جداگانہ خاصیت یا تاثیر بھی ہوتی ہے؟ حکما کہتے ہیں کہ صرف یہی تاثیر ہے کہ ان معانی کے تصور سے جو ان اسماء سے مستفاد ہوتے ہیں دل پر ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ مگر محققین نے اسکے سوا اور بھی تاثیر ثابت کی ہے یہاں تک کہ حروف مفردہ میں جداگانہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اثر رکھا گیا ہے جیسا کہ دوا میں اور پھر انسے مرکب نام ہر ایک کا نام ہوا ایک نیک یا نحس یا سعد ہوا اور پھر اس تاثیر کے ظہور کے لیے شروط ہیں جنکے بعد قطعاً اثر ظاہر ہوتا ہے پڑھنے سے بھی اور انکو لکھ کر پاس رکھنے اور باندھنے سے بھی بلکہ انکے اعداد بقاعدہ فن تکسیر لکھنے سے بھی جسکا صدہا بار تجربہ ہوا ہے اور اسکا انکار بداہت کا انکار ہے۔ **راقم الحروف** ورم طحال (تاپ تلی) کے لیے چند اسماء لکھ کر دیا کرتا ہے صدہا بار تجربہ ہوا ہے کہ فوراً مرض جاتا رہا اور جب شرائط میں خلاف ہوا اثر نہ ہوا یا ان اسماء کی جگہ دوسرے بدل دیے گئے پھر بھی اثر نہ ہوا میں تجربہ کرا سکتا ہوں اور بہت لوگ موجود ہیں کہ جنپر تجربہ ہوا ہے تاثیر کچھ ان اسماء کے مسمیات کے روحانی تصرف پر موقوف نہیں بلکہ جن اسماء کے کچھ معنی بھی نہیں اور نہ ہمکو انکا علم ہے نہ انکا تصور ہمارے ذہن میں آتا ہے انکے مسمیات سے استمداد و استعانت کا تو کیا ذکر ان میں بھی اثر ہے اور پھر یہ کچھ عربی یا فارسی الفاظ پر موقوف نہیں کیونکہ جس قدر ہیں کہ وہ اسماء ان میں ہیں انکے معانی قلب میں تحریک پیدا کرتے ہیں اور انکے سبب سے کا روحانی اور علوی اثر عظیم بھی انکے ساتھ مربوط ہے انکے اثر میں کوئی شبہ ہی نہیں دفع مرض رزق کی فراخی نجات آخرت فتح بر اعداء وغیرہ میں قرآن مجید کے الفاظ میں بڑا اثر ضرور رکھا گیا ہے اسی لیے جو معنی پر واقف نہیں بغیر بھی تلاوت کرتے ہیں تنویر قلب حل مشکلات میں بڑا اثر ہوتا ہے اور اسی وجہ سے احادیث صحیحہ میں بعض بعض سور یا اسماء کے جداگانہ اوصاف آئے ہیں چنانچہ سورۂ حشر کی ان اخیر آیات کی بابت ہو اللہ الذی سے آخر تک ترمذی و دارمی نے یوں روایت کیا ہے کہ جو شخص اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھکر تین آیت صبح کو تین بار پڑھیگا تو اسکے لیے ستر ہزار (یعنی بہت سے) فرشتے مقرر ہونگے کہ اسکے لیے دعاء خیر کرینگے اور جو اس روز مریگا تو شہید مریگا اور جو شام کو پڑھیگا یہی بات پیدا ہوگی ترمذی نے کہدیا کہ یہ حدیث غریب ہے جو خاص ایک سند سے ثابت ہے ؀

اسماء کی تاثیرات کی بابت قدیم زمانے سے حکماء اشراقیین کا اور خصوصاً اہل ریاضت کا یہی اعتقاد تھا اور اسکا ایک خاص علم تھا حکماء مصر و ہند وغیرہ اس فن میں شہرت رکھتے تھے یہ فن بہت مخفی کیا جاتا تھا اشاروں اور رموز میں لکھا جاتا تھا اسلیئے شدہ شدہ تلف ہو گیا اور لوگوں کے بخل نے اور بھی اسکو خاک میں پنہاں کر دیا۔ قدماء یہود میں جو سحر بابل یا نقوش سلیمان کے آثار عجیبہ مشہور تھے وہ اسی فن سے متعلق تھے اسی طرح قدماء ہنود ہوم اور یگ کرنے میں منتر پڑھا کرتے تھے دفع بلا و شکست اعداء کے لیے یہ انکا قوی ہتھیار خیال کیا جاتا تھا۔ یہ سب کچھ سہی مگر عالم کے کارخانے اور اسباب تمدن و تدابیر ترقی ان باتوں پر کچھ بھی وابستہ نہیں اسلیئے صحابۂ کرام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف کچھ بھی توجہ نہ کی بلکہ عالم اسباب کی تدابیر کا اثر عملی و قولی طور پر ثابت کر دیا۔ ان باتوں کے پابند یا بھیک مانگا کرتے ہیں یا جہلاء خصوصاً عورات کو دام تزویر میں پھنسا کر پیٹ پالتے ہیں ہندو فقیر اور مسلمانوں کے پیرزادے اور سیانے تو اسی ورطۂ ضلالت میں پڑے ہوئے ہیں انھیں خیالات سے بادشاہوں کی سلطنتیں برباد ہوئیں افلاس آیا تجارت و حرفت سے محروم رہے۔ بہت سے سادہ لوحوں کو دیکھا گیا کہ تدابیر عالم اسباب یا توکل کو تو چھوڑ دیا ہے اور صدہا تعویذ لٹکا رکھے ہیں ہر کو سوانگ بنا رکھا ہے صبح و شام پھو چھو ہو رہی ہے مگر ہوتا خاک بھی نہیں۔ ہندو قوم اس بلا میں سب سے زیادہ گرفتار ہے معاذ اللہ ؀

ف مسلمانوں کے اسباب تنزل کے ایک یہ بھی سبب ہوا مزدوری نہیں کیجاتی تجارت نہیں کرتے صنعت و حرفت نہیں سیکھتے۔ کرتے کیا ہیں دست غیب کی تلاش میں سامنے بادام کا ڈھیر لگا رکھا ہے۔ ترک حیوانات و لذات ان مشقت اٹھائی جاتی ہے مگر حصول کچھ بھی نہیں اگر ہر ایک کے ساتھ یوں ہوا کرے تو نظام عالم بگڑ جائے اسی طرح کیمیا کی تلاش میں گھر پھونک دیا تاجروں کے گھروں میں چاندی سونے کا ڈھیر ہے اس کمبخت کے ان راکھ کے ڈھیر کے سوا کچھ بھی نہیں خزانوں تلاش کرتے تھے دیوانے بنگالہ رمل و جفر و نجوم والوں ریاضت کرکے غیب کے آئندہ مصائب دفع کرنے میں کوشش ہو رہی ہے حالانکہ رمال و نجومی آپ کچھ نہیں کر سکتا فقراء کا لباس پہنکر گداگری کا پیشہ اختیار کر لیا اور لوگوں کو دم دیتے پھرتے ہیں یہ سب ادبار کے زیورات ہیں ۱۲ منہ

سورۂ ممتحنہ مکیہ ہے اسمیں تیرہ آیات دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ وَقَدْ کَفَرُوْا بِمَا جَآءَکُمْ مِّنَ الْحَقِّ

اے ایماندارو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ انکے پاس دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آیا اسکے منکر ہو چکے ہیں

یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاکُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ رَبِّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِھَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ تُسِرُّوْنَ

رسول کو اور تمکو اسبات پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ اپنے رب پر ایمان لائے ہو (دوست نہ بناؤ) اگر تم جہاد کو نکلے ہو میری راہ میں اور میری رضامندی ڈھونڈھنے کے لیے۔ تم انکے پاس چھپ چھپ کر

اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَیْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ یَّفْعَلْہُ مِنْکُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ اِنْ یَّثْقَفُوْکُمْ یَکُوْنُوْا لَکُمْ

دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں خوب جانتا ہوں جو کچھ تم مخفی کرتے اور ظاہر کرتے ہو۔ اور جسنے تم میں سے یہ کام کیا تو وہ سیدھے رستے کو بھولا۔ اگر وہ تم پر قابو پاویں تو تمہارے

اَعْدَآءً وَّیَبْسُطُوْٓا اِلَیْکُمْ اَیْدِیَھُمْ وَاَلْسِنَتَھُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَکْفُرُوْنَ لَنْ تَنْفَعَکُمْ اَرْحَامُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَفْصِلُ بَیْنَکُمْ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

دشمن ہو جاویں اور تمپر اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی سے دراز کریں اور چاہتے ہیں کہ کہیں تم کافر ہو جاؤ۔ تمہاری رشتہ داری اور اولاد تمہارے کچھ کام نہ دیگی۔ قیامت کے دن فیصلہ کر دیگا اور اللہ

تلقون الخ حال من ضمیر الفاعل فی تتخذوا او صفۃ لاولیاء او استیناف (**ترکیب**) والباء زائدۃ وقد کفروا الخ حال من فاعل تلقون وقیل من فاعل لا تتخذوا

یخرجون الخ حال من فاعل کفروا او استیناف مبین لکفرہم وصیغۃ المضارع لاستحضار الصورۃ ان تؤمنوا مفعول لہ معمول یخرجون ان کنتم الخ جوابہ محذوف دل علیہ لا تتخذوا جہادا مصدر

فی موضع الحال او معمول فعل محذوف دل علیہ الکلام تسرون الخ تاکید لتلقون تکریر معناہ وانا اعلم حال وقیل اعلم مضارع والباء مزیدۃ وما موصولۃ او مصدریۃ +

سورۂ حشر میں منافقوں کی بدسیرت کا بیان تھا جس سے حذر کرنا چاہیے (**تفسیر**) اب اس سورۃ میں منافقانہ سیرت کی مذمت کرتا ہے اور اس سورۃ کی شان

نزول میں بخاری وغیرہ محدثین نے ایک واقعہ نقل کیا ہے وہ یہ کہ حاطب بن ابی بلتعہ صحابی بدری نے ایک عورت کو جو مدینے سے مکے واپس جا رہی تھی مشرکین مکے کے

نام ایک خط دیا جسمیں اظہار محبت کے بعد آنحضرت صلعم کے راز کا اظہار تھا کہ حضرت تم پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے ہیں ہوشیار رہو۔ وہ عورت خط لیکر نکل گئی جبرئیل

نے آنحضرت صلعم کو خبر دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی مرتضیٰؓ و زبیرؓ و مقدادؓ کو دوڑایا کہ ایک عورت تمکو فلاں باغ کے پاس ملیگی اسکے پاس حاطب کا خط ہے

وہ لے آؤ اور عورت کو جانے دو۔ یہ حضرات گھوڑے دوڑاتے ہوے چلے اُسی باغ کے پاس عورت کو جا لیا اس سے خط مانگا۔ وہ مکر گئی حضرت علیؓ نے تلوار سے

ڈرایا تو خط بالوں میں سے نکال کر دیا۔ یہ لیکر حضرت صلعم کے پاس آئے حاطبؓ کو بلایا اور خط دکھایا اُسنے سچا عذر کر دیا کہ نہ میں نے دین سے برگشتہ ہو کر یہ کام کیا نہ

مشرکین کی محبت سے۔ ہر مہاجر کا کوئی نہ کوئی مکے میں قرابتدار ہے جو اسکے عیال و اطفال کی نگہبانی کرتا ہے میرا وہاں کوئی بھی نہیں اسلیے یہ خط لکھا کہ

اس کے سبب مشرکین میرے عیال و اطفال کو نہ ستاویں اور اس میں آپ کا کوئی ضرر بھی نہیں حضرت عمرؓ نے کہا حکم ہو تو اس منافق کی گردن ماروں

آنحضرت صلعم نے فرمایا یہ سچا ہے اور اہل بدر ہے خدا نے بدریوں کے حق میں کہدیا کہ مینے انکو بخشدیا +

یہ کام خدا کے نزدیک ناپسند تھا۔ ان آیات میں اس محبت اور مودت کو ناپسند کرتا ہے۔ کہ انسے دوستی اور یارانہ کرو اگر میری رضامندی

مطلوب ہے کیونکہ وہ میرے اور تمہارے دشمن ہیں اگر قابو پاویں تو تمپر ہاتھ اور زبان سے نہ چوکیں اور تمہیں کافر بنانے میں کوشش کرتے ہیں اور تمہاری

رشتہ داری اور اولاد قیامت میں کچھ کام نہ آویگی جسکے لیے تم ناپسند باتیں کر رہے ہو +

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ

تمکو ابراہیم اور انکے ساتھ والوں کی عمدہ چال چلنی چاہیے۔ جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہدیا تھا کہ ہم تم سے اور جنکو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بیزار ہیں ہم تمہارے قائل نہیں

وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ

اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لیے دشمنی اور کاوش پیدا ہو گئی جب تک تم اکیلے اللہ پر ایمان نہ لاؤ مگر ابراہیم کی اس بات میں پیروی نہیں جو انہوں نے اپنے باپ کے لئے کہی تھی کہ میں تو تیرے لیے بخشش مانگوں گا اور میں اللہ کے ہاں تیرے لیے

مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۖ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ

کسی بات کا مالک بھی نہیں ہوں (اور یہ بھی کہا) اے رب تجھی پر ہم نے بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع ہوئے اور تیری ہی طرف پھر کر آنا ہے اے رب ہمکو کافروں کے ہاتھ میں نہ ڈال اے ہمارے رب ہمکو بخشدے تو جو ہے

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ ع

زبردست حکمت والا ہے۔ البتہ تمہیں تمکو انہیں کے اچھے طریقے پر چلنا چاہیے اسپر ہی جلنا جو اللہ اور قیامت کے دن کے ملنے ہونیکی امید رکھتا ہو اور جو کوئی منہ موڑے تو اللہ بھی بے پروا خوبیوں والا ہے

فی ابراہیم الوصفۃ ثانیۃ لاسوۃ او خبر لکانت ولکم بیان او حال من المستکن فی حسنۃ او صلۃ لہا اذ قالوا ظرف لخبر کان براء جمع بری کظریف وظرفاء وقری براء بالکسر مثل ظراف بالضم اسم مصدر مثل سلام والتقدیر انا ذو براء الا قول استثناء منقطع من قولہ لکم اسوۃ حسنۃ فان استغفار ابراہیم علیہ السلام لابیہ وان کان جائزا قبل النہی عنہ لکنہ لیس ان یوتسی بہ لمن کان بدل من لکم ۝

کفار کی موالات و محبت سے دوسرے پیرایہ میں منع کرتا ہے۔ فقال (**تفسیر**) قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم والذین معہ کہ اے مسلمانوں تمکو ابراہیم علیہ السلام اور انکے ساتھ والوں کی پیروی کرنی چاہیے۔ انکا عمدہ طریقہ اور بہتر روش تمہارے لیے قابل اقتدا ہے۔ پھر انکے عمدہ طریقے کو بیان فرماتا ہے کہ وہ کیا تھا اذ قالوا لقومہم انا براء منکم الخ کہ جب ابراہیم اور انکے ساتھ والوں نے اپنی بت پرست قوم سے یہ کہدیا کہ ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے کہ جنکو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بیزار ہیں ہم تمہارے منکر ہیں یعنی تمہارے معبودوں اور انکی نسبت جو کچھ تمہارے اعتقاد ہیں کہ وہ نفع وضرر کے مالک ہیں ہم اسکے منکر ہیں اور اس سے بڑھکر یہ ہے وبدا بیننا وبینکم العداوۃ الخ کہ ہم میں اور تم میں ہمیشہ کو دشمنی اور بغض پیدا ہو گئی جبتک کہ تم خدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ ۝

نینوی اور بابل کے بادشاہ اور انکی قوم اور سرا سر بت پرست تھے صرف ابراہیم اور انکے بھتیجے لوط اور حضرت ابراہیم کی بیوی ایمان لائی تھی اس وقت اس قوم کے مقابلہ میں جو ہر طرح سے قابو یافتہ تھی اس بیکسی کی حالت میں یہ کہدینا کوئی آسان بات نہ تھی۔ یہ جوانمردی محض اس قادر مطلق کے بھروسے پر تھی مسلمانوں سے فرماتا ہے کہ تمکو بھی ابراہیم کی پیروی کرنی چاہیے۔ مشرکین تمہارا کیا کر سکتے ہیں کس لیے انسے محبت رکھتے ہو برادری اور دوستی خدا کے دشمنوں سے کیسی؟ مسلمان کے سچے ایمان اور خدا تعالیٰ کی پوری محبت کا یہ مقتضی ہے کہ اسکے دشمنوں بدوینوں ملحدوں پر قولاً فعلاً تمسخر کرنے والوں سے قطع کرے۔ انسے محبت اور یگانگت اور دلی اخلاص ایمان کے ساتھ ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتا ہاں خوش خلقی اور حسن معاشرت کی ممانعت نہیں یہ اور بات ہے۔ الا قول ابراہیم الخ ہاں اس بات میں ابراہیم کی پیروی نہیں جو انہوں نے اپنے باپ کے لیے کہی تھی کہ میں خدا سے ضرور بخشش مانگوں گا اور حالانکہ مجھے اسکے معاملے میں کچھ اختیار نہیں (ابراہیم سا پیغمبر اپنے باپ کے حق میں بے اختیاری ظاہر کرے پھر وہ بزرگزادے جو اپنے بزرگوں کے طریقے پر نہیں کس بھروسے پر نجات کا بیڑا اٹھاتے ہیں؟) پھر آگے ابراہیم کی مناجات ہے جو اس وقت اپنے رب سے کی تھی کہ ربنا علیک الخ اے رب تجھ پر ہمارا بھروسہ ہے اور تیری طرف ہم رجوع ہوئے اور تیری طرف پھر کر جانا ہے۔ ہمکو کافروں کے ہاتھ میں ڈال کر آزمائش نکر اور ہمکو بخشدے تو جو ہے تو زبردست اور حکمت والا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا نے کفار کی تکلیف سے بچایا اور جو کوئی ایسا کرے اسکو بچاتا ہے الغرض کافر باپ کے لیے بخشش مانگنے میں ابراہیم کی پیروی نکرو اور سب باتوں میں کرو اگر اللہ اور قیامت کے سامنے ہونیکی امید ہے اور جو اس بات کو نہ مانے اور کفار و فجار سے دوستی رکھے تو اللہ کو بھی اسکی پروا نہیں۔ یہ سخت تہدید کا کلمہ ہے ۝

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ

شاید کہ اللہ تم میں اور ان میں کہ جن سے تم کو دشمنی ہے دوستی کرا دے اور اللہ قادر ہے اور اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے تم کو نہیں منع کرتا اللہ ان لوگوں سے

لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا

کہ جو تم سے دین میں نہیں لڑے اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا کہ تم ان سے نیکی کرو اور انصاف سے پیش آؤ کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ تم

يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ

اللہ منع تو انہیں سے کرتا ہے کہ جو دین میں تم سے لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا یا تمہارے نکالنے پر مدد کی کہ ان سے دوستی کرو۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی ظالم ہیں ۔

(**ترکیب**) الفاعل عسیٰ ان یجعل الجملۃ خبرہا وہ مفعول یجعل ان تبروہم فی موضع جر علی البدل من الموصول بدل البعض وتقسطوا معطوف علیٰ تبروا منصوب بان، ان تولوہم بدل من الموصول (الذین) بدل الاشتمال ای نہٰکم ان تولوہم ۔

(**تفسیر**) پچھلی آیات میں مسلمانوں کو کفار کی دوستی اور ملاپ سے منع کر دیا تھا اسکے بعد مسلمانوں نے بالکل ملنا ترک کر دیا اور اس حکم کی پابندی میں یہانتک مبالغہ کیا کہ حسن معاشرت کے قانون سے تجاوز ہو گیا چنانچہ بخاری نے نقل کیا ہے کہ اسماء بنت ابی بکر کے پاس مکے سے اسکی ماں آئی اس وقت کہ قریش میں اور نبی صلعم میں معاہدہ قائم ہو گیا تھا اسمائؓ نے بغیر آنحضرتؐ سے دریافت کئے اپنی مشرکہ ماں کو گھر میں بھی آنے نہ دیا اسکے تحفے قبول کئے پیچھے جا کر آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ میری ماں مشرکہ ہے کیا میں اس سے سلوک کروں ؟ آپ نے فرمایا اس سے سلوک کر اسپر یہ آیت نازل ہوئی ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ قبیلہ بنی خزاعہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے آنحضرت صلعم سے عہد کر لیا تھا کہ ہم آپ پر چڑھائی نہ کرینگے نہ آپکے برخلاف کسی کو مدد دینگے خیر کوئی واقعہ ہو مگر یہ آیات اس زمانے کے لئے نازل ہوئیں جنکا خلاصہ ایک ربانی ہدایت اور اعتدال کی کارروائی ہے فقال عسی اللہ الخ شاید خدا تم میں اور تمہارے دشمن کافروں میں دوستی کرا دے اب ان سے بغض کر کے حسن معاشرت و مکارم اخلاق سے بھی گزر جاؤ پھر دوستی ہو جانے کے بعد شرمندہ ہونا پڑے اسی جگہ سے عقلاء نے کہا ہے کہ دشمنی کے وقت اس بات کا بھی لحاظ رکھ کر دوستی ہو جانے کے بعد کسی نامناسب بات پر ندامت اٹھانی پڑے اور دوستی میں بھی دشمنی کے زمانے کو خیال کرے کوئی ایسی بات اسکے ہاتھ میں نہ دے کہ دشمن ہو جائے تو تجھے مشکل پڑے ۔

واللہ قدیر اللہ اس بات پر قادر ہے اور تمہاری ان لغزشوں و تفریط کیلئے غفور رحیم ہے اور شاید ملاپ کی ممانعت سے جو مسلمانوں کو عزیز اقارب کا یکبارگی ترک کرنا ناگوار بھی گزرا ہو جیسا کہ انسانی طبیعت کا مقتضی ہے اگر چہ وہ لوگ اس حکم کے امتحان میں پورے نکلے تو خدا نے آئندہ دوستی قائم ہونیکا مژدہ بھی سنا دیا اور اس ملال قلبی کی معافی بھی کر دی فقولہ واللہ غفور رحیم اور اس بشارت کا جلد ظہور بھی ہو گیا فتح مکہ کے بعد جن سے لڑائی تھی شیر و شکر ہو گئے پھر اس میں یہ استثناء کر دیا لا ینہٰکم کہ جو لوگ تم سے دین میں نہیں لڑے نہ تم کو گھروں سے باہر کیا ان سے احسان و انصاف کرنے کی اللہ تعالیٰ ممانعت نہیں کرتا احسان و انصاف انسے کرو مگر دوستی و محبت اور چیز ہے وہ نہیں اور جنہوں نے تم سے لڑائی کی گھروں سے نکالا یا نکالنے میں مدد کی جیسا کہ قریش مکہ اور انکے حلیف قبائل انسے دوستی کرنے کی ممانعت کرتا ہے تعلق دوستی یا کسی کروں (صلح) احسان اور عدل کرنیکی بابت ان لوگوں سے کچھ نہیں فرمایا۔ اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ ان دشمنوں سے اسکی بھی ممانعت ہے آیت کا سیاق و دلالت کرتا ہے یہ لوگ حربی تھا تعبیر انسے بجز مقابلے کے اور کیا کیا جائے ۔ اور احسان و سلوک کفار میں سے صرف میلوں کے ساتھ درست ہے جو ہلاک کرنے یا ہمارے خلاف میں جیسا کہ عرب میں قبیلہ خزاعہ تھا ۔

فوائد

(۱) عسی اللہ ان یجعل بینکم الخ میں یہ پیشین گوئی تھی جس میں اسلام کی ترقی اور اسکے غلبہ کی طرف اشارہ تھا کیونکہ ان صادق اہل اسلام کی ان کفار سے دوستی ہو سکتی بجز اسکے کوئی صورت
نہ تھی کہ یا وہ بھی مسلمان ہو جاویں یا مغلوب ہو کر اسلام کی ماتحتی اختیار کرلیں ایس آیت کے نزول کے تھوڑے زمانے بعد اسکا ظہور کامل طور پر ہوا۔ مکہ اسکے بعد فتح ہوا وہاں کے کفار
جو مسلمانوں کو محض اسلام کے لیے تکلیف دیتے تھے مغلوب بنے اور اسلام لائے پھر کیا تھا بھائی بھائی تھے اس سے پہلے علی مرتضیٰ اور انکے اقارب میں بنی عداوت تھی پھر وہی
محبت ہو گئی ابو سفیان کو غصہ کی نظروں سے دیکھتے تھے بھائی بنے گئے مسلمانوں کے اس صبر و برداشت و فرمانبرداری کا نتیجہ خدا نے دکھا دیا اسکے فرمان کے موافق اقارب سے
سب عداوت بیگانگی ہو گئی تھی (۲) دنیا میں اسلام کا آنا ایک تغیر عظیم تھا اسکے مقابلے میں اسکے تین دشمن کھڑے ہوئے اول کفر و بت پرستی کیونکہ اسکی تو اسلام نے دنیا میں
بنیاد ہوتے ہی بیخ کنی کی تھی کفار قریش جو مسلمانوں کے قرابت دار اور بھائی بند تھے سب سے اول مقابل ہوئے اور بڑی بیرحمی اور بے مروتی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ ایذا
دہی کا قتل و ضرر رسانی کا کوئی دقیقہ ان غریب مسلمانوں سے اٹھا نہیں رکھا آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان وطن عزیز سے نکال دیئے گئے جو مدینہ میں آ جمع ہوئے۔
دوسرا رقیب عیسائیت تھی جو نہایت بدنما اور عجیب صورت میں ظاہر ہو رہی تھی اور ایک ایسی بیماری کی حالت میں تھی کہ جس میں صدہا امراض نے گھر کر لیا ہو یہ بھی مقابل
ہوئی اور شام کی سرزمین پر عیسائی اور اسلام میں آخر کشت و خون کی نوبت پہنچی اور پھر قرنوں تک دونوں دنیا کے اکھاڑے میں لڑتے رہے اور قیامت تک لڑتے رہیں گے
تیسرا دشمن اور بغلی گھونسا یہودیت و مجوسیت تھی اخرکار اسلام کے دلکش نظاروں نے دنیا کو اپنے اوپر فریفتہ ہی کر لیا۔ اور یہ کشمکش اسلام کو اب بھی جہاں تا عمل
دخل کرتا ہے پیش آتی ہے اسلیے اسکے مخالفوں کے برتاوے کے لیے خدائے پاک نے ان آیات میں دستور العمل قائم کر دیا جسکی تفصیل یہ ہے (۳) اسلام کے
غیر لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں قسم اول جو اس سے مقابلہ نہیں کرتے اور نہ اسکی ایذا و ضرر رسانی میں سعی کرتے ہیں اب عام ہے کہ وہ اسکے ذمے یا عہد میں ہی داخل
ہیں یا نہیں اس قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ صلہ رحمی حسن سلوک انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا اسلام کی فیاضی و ہمدردی ایسے کافروں پر بھی ہے اور ان میں
بن کو تنہائی حالت میں کسی طرح بھی کم نہیں سمجھا گیا۔ دوسری قسم وہ ہیں جو اس سے مقابلہ کرتے ہیں تکلیفیں دیتے ہیں قتل و ضرب کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھتے جو
انکے امکان میں ہو جیسا کہ قریش مکہ تھے اب ایسے لوگوں کے ساتھ وہ مذہب (جو دنیا میں سلطنت و شوکت کے لباس میں جلوہ گر ہوا ہو اور خدا تعالیٰ کے ان سخت
وعدوں کا ایفا جو انہی سرکشوں کے لیے کیا تھا اسکی شمشیر ابدار کے قبضے سے بندھا ہوا ہو) کیا کریگا؟ یہ مقابلہ اور اپنی قوت کا اجتماع۔ اجتماع قوت اعوانیہ کا یہ
پہلا اصول ہے کہ مخالفوں سے یکسوئی اختیار کریں تاکہ انپر اثر پڑے اور انتخاب صادق ہو کر ایک لشکر قہار تیار ہو جاوے اسلیے خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کی محبت سے
منع کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام اور انکے ساتھ والوں کے حال کو نمونہ پیش کر کے یہی کہہ دیا کہ انکی دوستی کچھ بھی نفع نہ دیگی اُلٹا دنیا و آخرت میں خسارہ ہوگا؛
حکم تو یہ تھا مگر اسکو کس عمدہ عبارت میں ادا فرمایا ہے اور لفظوں میں دوسرے مطالب کی طرف اشارہ بھی کرتا گیا اول تو کفار کے ساتھ جو قسم اول ہی کیوں نہ ہوں
سلوک کرنیکا حکم نہیں دیا بلکہ یہ کہا لا ینہکم اللہ انکو منع نہیں کرتا اجازت و رخصت دیتا ہے تاکہ کفر کی ذلت اس عارضی صلح و ذمہ سے مٹ نہ جائے دوم ان تبروا
و تقسطوا فرمایا کہ نیکی اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جس سے یہ نکلا کہ دوستی کی اجازت نہیں دیتا سوم قسم دوم کے کفار کے لیے یہ فرمایا کہ انسے دوستی کرنیکو
منع کرتا ہے نیکی و انصاف کا ذکر چھوڑ دیا تاکہ دونوں پہلو ملحوظ رہیں کفر و عداوت پر غور کیا جاوے تو انسے بجز جنگ اور جواب کی ترکی بہ ترکی کے اور کچھ نہ کیا جاوے تاکہ دنیا سے
کفر کا جھنڈا اکھڑے اور جو انہیں سے کسی کی حالت زار فقر و فاقہ و مصیبت پر خیال کیا جاوے تو نیکی اور حسن سلوک کرو بھوکے کو کھانا کھلا دو ننگے کو کپڑے پہنا دو تمہاری
عدالت میں انکا جھگڑا آئے تو انصاف کرو۔ چہارم قاتلوکم فی الدین میں مسلمانوں کو جوش مذہبی دلایا۔ واخرجوکم الخ میں جوش عصبیت و حمیت و غیرت کو دوبالا کر دیا؛

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ ۖ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ ۖ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ

اے ایمان والو جبکہ تمہارے پاس ایماندار عورتیں ہجرت کرکے آویں تو انکا امتحان کرلو۔ اللہ انکے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ پھر اگر تم جان لو کہ وہ ایماندار ہیں

فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ۖ لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۖ وَآتُوهُمْ مَا أَنْفَقُوا ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ

تو انکو کافروں کے پاس نہ بھیجو۔ نہ یہ عورتیں انکو حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کو حلال ہیں اور ان کافروں کو وہ دیدو جو انھوں نے خرچ کیا اور تم ان عورتوں سے نکاح کرلینے میں کوئی گناہ نہیں

إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۚ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنْفَقُوا ۚ ذَٰلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ ۖ

جبکہ تم انکے مہر دے چکو۔ اور کافر عورتوں سے نکاح باقی نہ رکھو اور جو تم نے دیا ہے مانگ لو اور جو انھوں نے دیا ہو مانگ لیں۔ یہی حکم ہے اللہ کا۔

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَآتُوا الَّذِينَ

تم میں وہ فیصلہ کرتا ہے۔ اور اللہ بہت جاننے والا حکمت والا ہے۔ اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی چلی جاوے کافروں کی طرف پھر تمہاری باری آوے تو تم ان لوگوں کو دو

ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُمْ مِثْلَ مَا أَنْفَقُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝

کہ جنکی بیویاں چلی گئیں جتنا کہ انھوں نے دیا تھا۔ اور اس اللہ سے ڈرو کہ جس پر تم ایمان لائے ہو۔

ترکیب

مہاجرات حال من المؤمنات فامتحنوہن جواب اذا اللہ اعلم جملۃ معترضۃ مؤمنات مفعول ثان لعلمتموہن والہاء مفعول اول فلا ترجعوہن الجملۃ جواب الشرط لا ہن حل الجملۃ فی موضع التعلیل تقدم فلا ترجعوا ولا تمسکوا من الامساک وقرأ ابو عمرو ویعقوب بالتشدید والاخرون بالتخفیف بعصم جمع عصمۃ وہی ما یعتصم بہ من العقد والنسب والعہد والمراد ہنا النکاح الکوافر جمع کافرۃ وان فاتکم اے سبقکم وانفلت منکم شیء فاعل فاتکم من ازواجکم بیان لشیء وایقاع شیء موقعہ للتحقیر والاشباع فی التعمیم او شیء من مہور ازواجکم۔ فعاقبتم اے فجاءت عقبتکم ای نوبتکم من اداء المہر شبہ الحکم باداء ہؤلاء المہور اولئک تارۃ واداء اولئک مہور نساء ہؤلاء تارۃ بامر یتعاقبون فیہ کما یتعاقب فی الرکوب وغیرہ قال المبرد فعاقبتم اے فعلتم ما فعل بکم یعنی ظفرتم وہو من قولک العقبی لفلان اے العاقبۃ ومعنی العاقبۃ الکرۃ الاخیرۃ وقال ابن عباس ومسروق ومقاتل معنی عاقبتم غنمتم وغزوتم معاقبین غزوا بعد غزو وکانت العقبی والغلبۃ لکم وقیل اصبتم الکفار فی القتال بعقوبۃ حتی غنمتم۔ قرأ حمید الاعرج فعقبتم بالتشدید وقرأ الزہری بالتخفیف بغیر الف وقرأ مجاہد فاعقبتم ای صنعتم بہم کما صنعوا بکم۔ فہو معطوف علی فاتکم فی حیز الشرط فآتوا الخ جواب مثل مفعول ثان فآتوا +

تفسیر

دشمن اسلام تین قسم کے تھے اول وہ کہ انکی دشمنی ہنوز باقی تھی دوم وہ کہ جنکی دشمنی دور ہوجانے کی امید تھی سوم وہ کہ انکی دشمنی جاتی رہی تھی اور وہ مطیع اسلام ہوگئے تھے۔ ان آیات میں خدا تعالیٰ نے انکے احوال بیان فرماکر ہر ایک فریق سے اسکے مناسب معاملہ کرنیکا حکم دیا قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم میں اول قسم کے کفار کا حکم دیا کہ انسے بالکل ترک کرنا چاہیئے اور دوسری قسم کے لوگوں کا حکم اس آیت میں بیان فرمایا عسی اللہ ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم منہم مودۃ کہ انسے ایکو دوستی ہوجاویگی حسن معاشرت سے پیش آؤ تیسری قسم کے کفار کا حال و حکم ان آیات یا ایہا الذین آمنوا اذا جاءکم المؤمنات مہاجرات میں بیان فرماتا ہے کہ جو کفار میں اور تم میں بمقام حدیبیہ صلح و عہد ہوگیا ہے وہ دشمنی تمام ہوگئی انسے عدالت و انصاف کی کارروائی کرو جسکی تفصیل آگے آتی ہے +

بخاری نے روایت کی ہے کہ مقام حدیبیہ میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور کفار مکہ میں صلح ہوئی اور عہد نامہ لکھا گیا اور سہیل بن عمرو کفار کی طرف سے عہد نامہ لکھنے والا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ ہمارا جو کوئی آدمی تیرے پاس بھاگ کر آئے تو آپ اسکو ہمارے حوالے کردیں گرچہ وہ آپ کے ہی دین پر ہو۔ مسلمانوں کو یہ شرط ناگوار معلوم ہوئی اور انکار کیا مگر اسی زمانہ آخر لکھی گئی۔ اسی روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل سہیل مذکور کے بیٹے کو جو کہ مکے سے بھاگ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا اسکے والد کے حوالے کیا اور اسی میں ہی مصلحت الٰہیہ تھی وہ یہ کہ یہ لوگ گئے کو واپس نہ گئے نہ مدینے میں رہے بلکہ ایک مقام پر جمع ہو کر کفار مکے کے آمد و رفت کو لوٹنا شروع کر دیا جس سے کفار نے انکو مدینے ہی میں رہنا غنیمت جان کر واپس لینے کی درخواست کو چھوڑ دیا۔ یہ معاملہ مردوں کے ساتھ تھا مگر عورتوں کی بابت اس عہد نامے میں کوئی بات طے نہیں ہوئی تھی۔ اس عرصے میں چند عورتیں بھی مکے سے محض دین اسلام اختیار کرنے کی غرض سے مسلمانوں میں آملیں منجملہ کے سبیعہ بنت حارث قبیلہ اسلم کی بھی آئی اور عہد نامہ لکھ کر اس پر مہر ہو چکی تھی اسکے پیچھے اسکا خاوند بھی آیا جسکے نام میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں مسافر مخزومی مقاتل کہتے ہیں اسکا نام صیفی بن راہب تھا۔ اسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری بیوی کو میرے ہمراہ کر دیجئے آپ نے ہمراہ نہ کیا کسلیئے کہ یہ آیت نازل ہو گئی تھی اس بابت میں عورتوں کا واپس دینا ممنوع ہو گیا +

تفسیر۔ خلاصہ یہ کہ اسلام کا دریا جوش زن تھا لوگ مسلمان ہوتے تھے مگر اپنے وطنوں میں کفار برادری سے امن نہ تھا اسلیئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے آتے تھے مکے کے لوگوں سے صرف مردوں کی بابت معاہدہ ہو گیا تھا اس آیت نے کھول دیا کہ عورتوں کی بابت معاہدہ نہیں وہ ہرگز واپس نہیں بھیجی جاسکتیں کسلیئے کہ کفر و اسلام میں زوجیت باقی نہیں رہتی نہ کافر کو مسلمان عورت حلال ہے نہ مسلمان عورت کو کافر مرد مگر شرط یہ تھی کہ وہ عورت خاص اسلام کے لیئے ہجرت کرکے آئی ہو کسی مرد یا دنیوی خواہش یا اپنے شوہر کی نفرت سے نہ آئی ہو اسلیئے سب سے اول اس آیت میں اسی مسئلہ کی تشریح ہوئی +

فقال یا یہا الذین آمنوا اذا جاءکم المؤمنات مہاجرات فامتحنوہن کہ اے مسلمانو جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں وطن چھوڑ کر آویں تو ان کا امتحان کر لو کہ آیا دراصل دین کے لیے آئی ہیں یا کوئی اور دنیاوی غرض ہے؟ امتحان آزمائش قرآن میں اسکا کوئی خاص طریقہ بیان نہیں ہوا احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم انسے حلف دیکر پوچھتے تھے کہ تو اپنے خاوند سے ناراض ہو کر یا کسی مرد کی رغبت سے یا کسی دنیاوی غرض سے تو نہیں آئی؟ اللہ اعلم بایمانہن حقیقت الامر اور انکا ایمان تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ یہ اسلیئے فرمایا کہ دنیا میں احکام شرع ظاہر پر جاری ہوتے ہیں جب وہ حلف سے ایمان ظاہر کردیں تو تمہیں اعتبار کرنا چاہیئے کسی بدگمانی کو دخل نہ دینا چاہیئے۔ اور نیز انکے ایمان کی تائید بھی ہے کسلیئے کہ امارات تو ظاہر ہیں مگر وطن و اقارب کا چھوڑنا ان پاکباز بیویوں کا محض ایمان اور محبت الٰہی سے تھا۔ فان علمتموہن مومنات فلا ترجعوہن الی الکفار اگر تم کو یقین ہو جاوے کہ وہ ایمان والیاں ہیں تو پھر انکو کفار کے پاس نہ جانے دو کسلیئے کہ لاہن حل لہم یہ عورتیں ان کفار شوہروں کے لیئے حلال نہیں ولاہم یحلون لہن اور نہ وہ کافر شوہر انکو حلال اور جائز بنا سکتے ہیں +

ان آیات میں یہ پہلا حکم ہے کہ کفار کی بیویاں اگر اسلام لاکر مسلمانوں کی گروہ میں آملیں تو انکا نکاح سابق باقی نہیں رہتا کبھی مسلمان عورت کافر کے لیے حلال نہیں کوئی مسلمان عورت کسی ہندو یا نصرانی یا مجوسی یا یہودی یا کسی غیر مذہب والے سے نکاح کرے تو نکاح نہ ہوگا بلکہ حرامکاری ہوگی

بادشاہ اسلام کا فرض ہے کہ انکو جدا کر دے اور جو نہ مانیں تو سزا دے تاکہ ملک بدکاری سے پاک رہے اس پر جمہور اہل اسلام کا اتفاق ہے +

ف ۱ جب کوئی عورت مسلمان ہو جاوے یا اسلام کے ارادے سے مسلمانوں کے گروہ کی طرف سفر کرے باین نیت کہ پھر کفار میں نجاویگی اسکا نکاح کافر شوہر سے فسخ ہو گیا۔ اسی طرح مرد اسلام لاوے یا بارادۂ اسلام دار الاسلام کی طرف آوے اسکی کافرہ بیوی سے اسکا نکاح فسخ ہو جاتا ہے ان دونوں میں زوجیت باقی نہیں رہتی۔ عینی شرح ہدایہ۔ باب العدۃ +

ف ۲ اب اس مسلمان عورت کو مسلمان مرد سے نکاح درست ہے پہلے خاوند کا جو کافر تھا کچھ تعلق باقی نہیں رہا اس بات کو اللہ تعالےٰ اس آیت کے بعد یوں فرماتا ہے۔ ولا جناح علیکم ان تنکحوھن اذا آتیتموھن اجورھن کہ مسلمانوں پر ان مہاجرات عورتوں سے نکاح کر لینے میں کوئی گناہ نہیں جب کہ انکے مہر ادا کر دیں۔ مہروں کا ادا کرنا اس حکم کے لیئے دائمی قید نہیں بلکہ اس واقعے کے لحاظ سے یہ قید لگائی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش آرہا تھا وہ یہ کہ کفار مکہ سے عہد نامہ ہو چکا تھا اور مکے والوں کی عورتیں ہجرت کر کے مدینے میں آتی تھیں یہ واپس نہ بھیجی جاتی تھیں بلکہ انکا مسلمانوں سے نکاح درست تھا مگر بموجب اس باہمی مصالحت کے یہ ضرور ہوتا تھا کہ انکے کافر خاوندوں نے جو مہر ان بیویوں کو دیئے تھے وہ واپس دیئے جاتے تھے چنانچہ اس آیت سے پہلے جملے میں اسکا ذکر تھا واتوھم ما انفقوا کہ ان کافروں نے جو کچھ اپنی بیویوں پر صرف کیا ہے وہ دیدو۔ ما انفقوا جو کچھ خرچ کیا اگرچہ لفظ عام ہے روٹی کپڑے اور دیگر عطیات کو بھی شامل مگر مراد مہر ہے کیونکہ اور چیزیں عرف میں کم واپس لیجاتی تھیں جدائی کے وقت مہر ضرور واپس لیا جاتا تھا۔ اب یہ مہر کون دے؟ بیت المال دے اگر اس عورت سے کسی نے نکاح نہیں کیا ورنہ جسنے نکاح کیا وہ عورت کو مہر دیئے اور یہ مہر اس مہر کے بدلے میں جو اسنے کافر خاوند سے وصول کیا تھا واپس دیدے۔ مہر جدید جو مسلمان مرد سے بندھا وہ اسی قدر ہونا چاہیئے کہ جس قدر اس کافر نے دیا تھا۔ اس میں اور علماء کے اقوال بھی شاید کچھ ہوں +

مگر اس بات کی تشریح آیت میں نہیں کہ مہاجرہ عورت سے مسلمان مرد آیا عدت کے بعد نکاح کرے یا فوراً؟ ہدایہ کتاب العدۃ میں لکھا ہے وکذا اذا خرجت الحربیۃ الینا مسلمۃ فان تزوجت جاز الخ وہذا کلہ عند ابی حنیفۃ وقالا علیہا وعلی الذمیۃ العدۃ کہ اس عورت پر عدت نہیں صاحبین کے نزدیک عدت ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں آیت لا جناح میں عدت کی کوئی قید نہیں صاحبین کہتے ہیں گو نہو مگر اس بات کی تمیز کے لیے کہ پہلے کافر خاوند کا حمل ہے یا نہیں عدت ضرور ہے کیونکہ اگر اسکو حمل ہے تو نکاح درست نہیں اور جو درست بھی کہا جاوے تو صحبت کرنا وضع حمل تک قطعاً ممنوع ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ اور نیز امام احمدؒ اور ابو داؤدؒ اور دارمیؒ نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کی عورتوں کی بابت جنکو مسلمان اسیر کر کے لائے تھے یہ فرمادیا تھا کہ حمل والی سے صحبت نہ کیجاوے جب تک نہ جنے اور بغیر حمل والی سے صحبت نہ کیجاوے جب تک کہ ایک حیض نہو لے استبراء کرنے کا حکم گو سبایا اوطاس میں صادر ہوا مگر علت عامہ مہاجرات میں بھی پائی جاتی ہے +

ف ۳ میاں بیوی کافر ہیں اور ان میں سے کوئی اسلام لاکر دار الاسلام میں چلا آوے تو انکا نکاح جاتا رہتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر پھر دوسرا بھی اسلام لاوے تو نکاح جدید کرنا پڑیگا۔ واذا خرج احد الزوجین الینا من دار الحرب مسلما وقعت البینونۃ بینہما (ہدایہ کتاب النکاح) امام شافعیؒ کہتے ہیں اگر اس عرصے میں بیوی نے مسلمان ہو کر اور مرد سے نکاح نہیں کیا ہے اور اسکا خاوند بھی مسلمان

ہو گیا تو نکاح جدید کی حاجت نہیں پہلا نکاح کفر کا فی ہے کیلئے کہ آنحضرت صلعم کے عہد میں بہت سی عورتیں مکے سے ہجرت کر کے مدینے میں آئیں اور بعد میں انکے شوہر بھی مسلمان ہو گئے اور ہجرت کر کے مدینے میں آئے تو آنحضرت صلعم نے وہی نکاح سابق باقی رکھا مسئلہ اگر دونوں یک لخت مسلمان ہو جاویں اور انکا نکاح کفر میں اس طور سے ہوا تھا جو انکے نزدیک بھی درست تھا تو وہی نکاح کافی ہوگا۔ مگر جو کسی نے اپنے ناجائز قانون یا دستور کے موافق بیٹی یا بہن سے نکاح کیا تھا تو اسلام میں یہ باقی نہ رہیگا بلکہ جدا کر دیجاوینگے۔ (ہدایہ کتاب النکاح) مسئلہ اگر کافر میاں بیوی مسلمانوں کے قید میں آجاویں یعنی لڑائی میں پکڑے جاویں جیسا کہ مغلوبی کے بعد ہوتا ہے پھر انکا باہم نکاح سابق رہا یا نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں نکاح باقی نہیں رہا۔ یہ عورت لونڈی میاں غلام ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں باقی رہتا ہے۔ ہاں اگر ان دونوں میں سے ایک قید میں آجاوے تو باقی نہیں رہتا اگر عورت ہاتھ آگئی تو مسلمان کی لونڈی ہے اگر اسکو حمل نہیں تو ایک حیض کے بعد اس سے صحبت درست ہے۔ **مسئلہ** اگر کوئی عورت مسلمان ہو جاوے اور دار الحرب میں ہی رہے اسکا نکاح تین حیض کے بعد فسخ ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں اگر اس عورت سے اسکا خاوند صحبت کر چکا ہے تو بیشک عدۃ کے بعد فسخ ہوگا ورنہ اسلام لاتے ہی نکاح فسخ ہو جاویگا خواہ دار الحرب ہو یا دار الاسلام۔ ہدایہ ✤

دوسرا حکم **ولا تمسکوا بعصم الکوافر** اور نہ تھام رکھو کافر عورتوں کی عصمت۔ یعنی انکو اپنے نکاح میں نہ سمجھو کہ انکی حفاظت عصمت کی طرف تمہیں حاجت پڑے بلکہ انکو چھوڑ دو کسی مرد سے نکاح کریں یا نہ کریں۔ تم کچھ علاقہ نہ رکھو۔ جو لوگ ہجرت کر کے مدینے چلے آئے تھے اور مکے میں انکی بیویاں اسی کفر کی حالت میں تھیں مسلمانوں نے انکو چھوڑ دیا تھا۔ زہری کہتے ہیں اس آیت کے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی دو مشرک بیویوں کو جو مکے ہی میں رہ گئی تھیں چھوڑ دیا ایک کا نام **قریبہ** تھا جو ابی امیہ بن المغیرہ کی بیٹی تھی جسنے اسکے بعد معاویہ بن ابی سفیان سے مکے میں نکاح کیا۔ اور اس وقت وہ دونوں مشرک تھے۔ دوسری کا نام **ام کلثوم** تھا جو عمرو بن جرول کی بیٹی تھی عبداللہ بن عمرؓ کی ماں۔ اس سے ابو جہم بن حذافہ ابن غانم نے نکاح کیا اور وہ دونوں بھی اس وقت مشرک تھے ✤

ف اسلام نے ایک عظیم الشان تفرقہ پیدا کر دیا تھا اسلام اور شرک میں کوئی رشتہ نہ رکھا تھا جسکی صادق الایمان صحابہ نے بڑی خوشی سے تعمیل کی جو انکی صداقت اور سچے جوش کا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر پر اعجاز کا کامل نمونہ تھا۔ مگر اسلام کے سبب اس بیوی سے مفارقت ہے کہ جس سے اسلام میں بھی نکاح درست نہیں مثلاً اگر عورت یہودیہ یا نصرانیہ ہے اور خاوند کسی مذہب کا تھا اسنے اسلام قبول کر لیا۔ اس صورت میں بیوی خاوند سے جدا نہو گی زوجیت باقی رہیگی کسلیئے کہ مسلمان مرد کا اہل کتاب عورت سے نکاح درست ہے ہاں اگر عورت کسی ایک مذہب کی تھی اور مرد اہل کتاب تھا عورت مسلمان ہو گئی نکاح فاسد ہو جاویگا کسلیئے کہ مسلمان عورت بجز مسلمان کے اور کو درست نہیں (ہدایہ وغیرہ کتابوں میں ایسا ہی ہے) ✤

تیسرا حکم **واسئلوا ما انفقتم ولیسئلوا ما انفقوا** تمہاری جو عورتیں کافر ہو کر کافروں سے انہوں نے نکاح کر لیا ہے اور تمنے انکو مہر دیا تھا وہ تم واپس لے لو

---

[1] مجملہ انکے زینب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں وہ اسلام لائیں اور ہجرت کر کے مدینے میں چلی آئیں اور انکے شوہر ابو العاص مشرک مکے میں رہے پھر جب وہ بھی مسلمان ہو کر مدینے میں آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب رضی اللہ عنہا کو انکے حوالے کر دیا ۱۲ منہ

اور جو کافروں کی عورتیں مسلمان ہوکر تمہارے پاس آگئیں اور اُنھوں نے تم سے نکاح کرلیا ہے تو کافروں نے جو مہر دیا تھا تم واپس کردو۔ ذلکم حکم اللہ یحکم بینکم واللہ علیم حکیم یہ اللہ کا حکم ہے تمہارے لیئے۔ اسکے فوائد اور حکمتیں وہی خوب جانتا ہے کیونکہ اللہ علیم بڑا علم والا حکیم حکمت والا ہے۔ واضعان قوانین ملی و قومی و سیاسی کے قوانین و احکام جب ہی قابلِ پزیرائی ہوتے ہیں کہ جب انکو علم بھی ہو عواقبِ امور پر نظر ہو طبائع بشریہ و خواص قومیہ و ملکیہ سے واقف ہوں اور اسکے ساتھ رفق و سہولت و تدابیر برجستہ بھی پہچانتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے ان باتوں میں کون زیادہ ہے؟ بلکہ وہ سب سے زیادہ ہے۔ پھر خرابی ہے اس ملک اور قوم کی جسکے واضعان قوانین ان باتوں سے واقف نہوں انہیں رعایت مصالحہ کا مادّہ ہو بلکہ وہ جاہل ہوں یا غیر لوگ اپنے طبائع اور خیالات پر دوسرے لوگوں کو حکومت و شوکت کے دباؤ سے مجبور کرتے ہوں اسلیئے شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ و سلام سے کوئی قانون اور دستورالعمل بہتر نہیں بشرطیکہ اس بات کے سمجھنے کا دماغ بھی رکھتا ہو ✦

ف یہ آیت منسوخ ہے یا محکم؟۔ یعنی اب اگر ایسا واقعہ ہو تو کیا مہر لینے اور دینے چاہئیں؟۔ اکثر کے نزدیک یہ حکم محدود اور موقت تھا کفار مکہ کے لیئے بموجب عہدنامۂ حدیبیہ کے۔ کفار عرب میں بھی مہر دینے کا دستور تھا وہ عورت کو پہلے دیدیا کرتے تھے اسلام نے بھی اسکو باقی رکھا اسلیئے عہدنامہ ہونے کے بعد یہ واپسی قائم رکھی کیونکہ کفار کی بیویں جو مہر لے چکی تھیں مسلمان ہوکر مسلمانوں میں آملتی تھیں اور مسلمانوں کی مہر دی ہوئی عورتیں جو اسلام نہیں لاتی تھیں کفار کے پاس چلی جاتی تھیں۔ فتح مکے کے بعد پھر اس حکم کی ضرورت نہ رہی عرب کے اور قبائل کی عورتیں مسلمان ہوکر آئیں نکاح مسلمانوں سے کیئے یا ان قبائل کے لوگ بیویں چھوڑکر مسلمان ہوئے مہر نہ لیے گئے نہ دیے گئے اسلیئے دارالحرب کے کفار کی بابت تو یہ حکم ہرگز نہیں۔ اور ذمیوں کی بابت بھی یہ حکم نہیں کوئی ذمّی عورت مسلمان ہوکر مسلمان سے نکاح کرلے تو مسلمان کو اسکے ذمّی شوہر کا مہر یا خرچ شادی واپس دینا لازم نہیں۔ ہاں اگر کسی قوم سے معاہدہ ہو تو دینا چاہیئے ✦

چوتھا حکم وان فاتکم شیٔ من ازواجکم الی الکفار فعاقبتم فاتوا الذین ذہبت ازواجہم مثل ما انفقوا کہ جو تمہاری بیویوں میں کوئی کفار کی طرف جاوے اور تمہاری نوبت آوے تو تم وہ مہر جو مہاجرہ کی بابت اسکے پہلے خاوند کافر کو دینا تھا ان مسلمانوں کو دیدو جنکی بیویاں مہر پاکر کفار کے پاس چلی گئیں ✦

عام مفسرین اس آیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ اگر تمہاری بیویوں میں سے مرتد ہوکر کفار کے پاس چلی جاویں الخ مگر بغور دیکھیئے تو تعمیم ہے جو ان کو بھی شامل ہے کہ جنکی بیویں مسلمان نہیں ہوئیں اور کفار ہی کے پاس رہگئیں اور مہر پاچکیں تھیں جیساکہ اوپر بیان ہوا کہ چند عورتیں اس قسم کی تھیں جنمیں سے حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی بھی تھی فاتکم شیٔ من ازواجکم الی الکفار۔ ان لوگوں پر صادق آتا ہے اور یہ بھی یہی کہ جنکی بیویاں وہاں رہگئیں تو ان مہاجرات کا مہر جو انکے کفار خاوندوں کو دینا چاہیئے تھا ان مسلمانوں کو دینا چاہیئے کہ جنکی عورتیں مہر پاکر وہیں رہگئیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مسلمانوں کو غنیمت میں سے مہر دیا۔ تاکہ حساب برابر ہوجاوے کیونکہ کفار سے ان عورتوں کا مہر لینا تھا جو انکے ہاں رہگئیں اور انکی عورتیں جو یہاں آئیں انکا مہر واپس کرنا تھا وہ اسمیں وضع ہوگیا ✦

عاقبتم کے معنی میں بھی علماء کے کئی قول ہیں ایک یہ کہ تمہاری باری آوے مہر لینے کی اس صورت میں کہ تمہاری بیویاں کفار کے پاس رہجاویں۔ دوم یہ کہ تم کفار سے جہاد کرکے غنیمت حاصل کرو۔ ان سب باتوں کے بعد یہ بھی فرمایا۔ واتقوا اللہ الذی انتم بہ مؤمنون۔ کہ تم اس اللہ سے ڈرو کہ جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ یہ جملہ تمام احکام کی پابندی پر اُبھارنے والا ہے ✦

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ

اے نبی جب تیرے پاس ایمان والی عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو

أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ ۙ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ

قتل کریں گی اور نہ بہتان لاویں گی ... سامنے گھڑ کر ... اور نہ کسی نیک بات میں تیری نافرمانی کریں گی تو انکی بیعت قبول کر لے اور انکے لیے اللہ سے

اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ

بخشش مانگ اللہ تو بے شک معاف کرنیوالا مہربان ہے ... ایمان والو اس قوم سے دوستی نہ کرو کہ جن پر اللہ غصہ ہوا وہ تو آخرت سے ایسے ناامید ہوگئے

كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ۝

کہ جیسے کافر قبر والوں سے ناامید ہوئے۔

لضفع

(ترکیب) اذا جاءک شرط یبایعنک حال من المؤمنات ولا یسرقن وما بعدہ معطوف علی لا یشرکن یفترینہ نعت لبہتان او حال من الضمیر فی یاتین فبایعہن وما عطف علیہ جواب الشرط غضب اللہ علیہم الجملۃ نعت لقوم قد یئسوا الخ نعت اخری من اصحاب القبور متعلق بیئس ای یئسوا من بعث اصحاب القبور ویمکن ان یکون حالا ای کائنین من اصحاب القبور والکاف فی کما فی محل النصب۔

(تفسیر) پہلی آیات میں مومنات کے امتحان کا ذکر تھا جبکہ وہ ہجرت کرکے آویں اور اسکے بعد ہجرت سے جو تفرقہ کافر خاوند اور بیوی میں تھا اسکا احکام تھے کہ باہمی معاہدے کی صورت میں کیا کرنا چاہیے اب یہاں ان عورتوں کے احکام بیان کرتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کو آتی تھیں کہ اگر وہ ان باتوں پر بیعت کریں یعنی عہد موثق کریں تو بیعت قبول کر لے (۱) کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی۔ عرب میں بت پرستی عام تھی عورتیں اس بلا میں زیادہ مبتلا تھیں اب بھی توہمات باطلہ اور تخیلات فاسدہ کی پرستش اسی گروہ میں مردوں کی نسبت زیادہ ہے اسلیے سب سے اول اسی اہم بات کو پیش کیا (۲) چوری نہ کریں گی۔ چوری گو مردوں کے لیے بھی سخت عیب اور بدنما دھبہ ہے لیکن عورت کے حق میں اور بھی زیادہ عیب ہے خصوصاً خانہ داری میں خاوند سے چوری خانہ بربادی کا سبب ہے اسکے بعد اسکو منع کیا (۳) زنا نہ کریں گی۔ زنا مردوں کے لیے بھی برا کام ہے مگر معاذ اللہ عورت کے لیے تو اور بھی شرمناک دھبہ ہے جو اسکی اولاد اور خاندان سے بھی دور نہیں ہوتا اور گو توبہ کرکے یہ عورت محاسبۂ آخرت سے پاک ہو جاوے مگر دنیا میں تو عمر بھر کلنک کا ٹیکا ہے لیکن شریف عورتیں ایسا کام نہیں کرتیں اور بہت کم انسے یہ حرکت وقوع میں آتی ہے اسلیے چوری کے بعد اسکو ذکر کیا۔ خاوند کے مال میں سے کچھ چرا لینا شریف عورتیں ایسا برا عیب نہیں سمجھتی تھیں چوری عام لفظ ہے پیسہ سے لیکر بے انتہا تک خواہ نقد کی ہو خواہ گھر کے اسباب کی ہو جیسا کہ بے اجازت اسکی کوئی چیز چھپانا یا اپنے ماں باپ یا رشتہ داروں یا اور کسیکو دینا سخت معصیت ہے اور خدا تعالیٰ کی بازپرس کا باعث اور دنیا میں اسکی یہ تاثیر ہوتی ہے کہ اس عورت سے خاوند کو نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور پھر خاوند کے گھر کا پورا اختیار اسکو نصیب نہیں ہوتا۔ امانت و دیانت عجب چیز ہے زنا جس طرح ممنوع ہے اسی طرح اسکے دواعی بھی ممنوع ہیں یعنی وہ باتیں جو زنا کا باعث اور سبب ہیں۔ غیر محرم کا گھر میں آنے دینا یا اس سے بے ضرورت باتیں اور اخلاق کا اظہار کرنا یا اس سے تخلیہ کرنا۔ اور اسی طرح خاوند کے گھر سے باہر جانا اور غیروں کے ساتھ سیر و تفریح میں باغوں سیرگاہوں میں جانا۔ یا فحش اور شہوت انگیز قصہ کہانی کی ... دیکھنا یا سننا جیسا کہ فسانۂ عجائب۔ بدر منیر وغیرہ اخلاق کو برباد کرنیوالی کتابیں ہیں یا نئے ناول نکلے ہیں اسی طرح ناچ و رنگ کی محفلوں میں شریک ... شہوت انگیز ... ات سننا۔ یا آپ گا کر لوگوں کو سنانا یا اپنے زیور یا کپڑے کی جھلکی دکھانا شراب و مسکرات کا استعمال کرنا یہ ساری باتیں زنا کاری کے ... ہیں جنہیں ...

باتیں ہیں وہ ان ناکاری کی ابھی کچھ انتہا نہیں جس قدر ترقی ہوتا ہے یہ باتیں پیدا ہوتی ہیں وہیں ناکاری بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ بخلاف قرا دقبائل کے لوگوں کے کہ انہیں کم ہے اور اسلیے عصبیت اور جوانمردی بھی ان لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے۔ ناکار قوم میں غیرت نہیں رہتی۔ انجام کار وہ قوم دنیا میں تنزل و پستی کا منہ دیکھتی ہے۔ اس بات پر ایک روایت یاد آئی جسکو مفسرین نے اس مقام پر نقل کیا ہے۔ وہ یہ کہ فتح مکہ کے دن جب عموماً وہاں کے لوگ مسلمان ہوگئے اور مردوں کی بیعت سے آنحضرت صلعم فارغ ہوئے تو مسلمان عورتیں بھی بیعت کے لیے آمادہ ہوئیں نبی کریم صفا پہاڑی پر چڑھے اور عمرؓ نیچے تھے عورتوں نے بیعت کرنی شروع کی انہیں میں ہند بنت عتبہ زوجۂ ابی سفیان بھی برقع اوڑھے بے پہچانے پیش ہوئیں (یہ ہند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلے بڑی دشمن تھی حضرت حمزہؓ کا کلیجہ دانتوں سے چبایا تھا اسکا ایک بیٹا حنظلہ تھا بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا) عمرؓ نبی صلعم کی طرف سے بیعت لے رہے تھے جب آنحضرت نے فرمایا اللہ سے شرک نکرنا۔ ہند نے سر اُٹھایا اور کہا کہ ہم نے اب تک بت پرستی کی تھی آپ ہم سے وہ عہد لیتے ہیں جو مردوں سے نہیں لیا انسے تو صرف اسلام و جہاد پر عہد لیا تھا۔ اسکے بعد آپنے فرمایا چوری نکرنا۔ اسپر ہند نے کہا ابو سفیان کنجوس آدمی ہے اسکے مال سے میں نے کچھ لے لیا اب نہیں معلوم کہ حلال ہے یا حرام؟ ابو سفیان نے کہا کہ میرے مال سے جو کچھ تو نے پہلے لے لیا یا آئندہ لے سب تجھکو معاف اور حلال ہے اسپر آنحضرت صلعم ہنس پڑے اور ہند کو پہچان لیا اور فرمایا کیا تو ہند عتبہ کی بیٹی ہے؟ اُسنے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ جو کچھ مجھسے پہلے قصور سرزد ہوا معاف کیجئے اللہ آپکو معاف کرے اسکے بعد آپنے فرمایا۔ زنا نکرنا۔ ہند نے کہا کیا بیویاں بھی زنا کرتی ہیں؟ یہ تو چھوکریوں لونڈیوں کا فعل ہے بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ ہند نے یہ کہا کہ ان بیویوں میں سے کسی نے کبھی یہ کام نہیں کیا (اسمیں شرافت و عصبیت کفر و بت پرستی میں بھی یہ کام نہایت بُرا و حقیر سمجھا جاتا تھا تف ہے ان پر کہ بہن بیٹیوں سے یہ کام کرائے اور انکی کمائی سے عمدہ کپڑے پہن کر اینٹھتے پھرتے ہیں) اسکے بعد آپنے فرمایا (۴) ولا یقتلن اولادہن کہ اپنی اولاد کو قتل نکرنا۔ عرب میں دستور تھا کہ دامادی کی عار و ننگ سے بیٹیوں کو مار ڈالتے تھے اسکی بھی ممانعت ہوئی اسپر ہند نے کہا ہم تو انکی لڑکپن میں پرورش کرتی ہیں جب وہ بڑے ہوتے ہیں تم انکو مار ڈالتے ہو اب تم جانو وہ جانیں (جنگ بدر کے مقتولوں کی طرف اشارہ تھا جنمیں اسکا بیٹا حنظلہ بھی مارا گیا تھا) اسپر عمرؓ کو اس قدر ہنسی آئی کہ لوٹ گئے اور آنحضرت صلعم نے بھی تبسم کیا۔

(۵) ولا یاتین ببہتان یفترینہ بین ایدیہن وارجلہن۔ پھر فرمایا کہ کوئی بہتان نہ باندھے۔ یہ لفظ عام ہے ہر قسم کے بہتان کو شامل ہے خواہ کسی پر چوری کا لگایا جاوے یا زنا کا۔ عورتوں میں یہ عادت بدبہت ہے کہ وہ جھٹ پٹ بدگمان ہوکر بہتان لگا دیتی ہیں اس سے بھی منع کیا خاوند پر بہتان لگا دینا تو ایک ادنیٰ بات سمجھتے ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں اسکے یہ معنی ہیں کہ کسی غیر کے بیٹے کو اپنے خاوند کی اولاد نہ بناؤ۔ فراء کہتے ہیں عرب میں عورتیں کسی کا بچہ اُٹھا لاتی تھیں اور خاوند سے کہدیتی تھیں کہ یہ میرا بچہ ہے تجھسے۔ یہ ہے وہ بہتان کہ جو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے بنایا گیا اور یہ اسلیے کہ لڑکا جب وہ جنتا ہے تو ماں اُسکو سامنے ڈال لیتی ہے اور اُسکے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے ہوتا ہے۔ مگر اسکے معنی دیدہ و دانستہ کے ہیں ہندی محاورہ ہے اس معنی میں کہ دیدہ و دانستہ کسی پر بہتان نہ باندھو۔ یہ بھی سخت جرم ہے۔ اسکے بعد ہند نے کہا واللہ بہتان بُری بات ہے اور آپ عمدہ باتیں اور مکارم اخلاق سکھاتے ہیں (۶) ولا یعصینک فی معروف۔ پھر فرمایا اور کسی نیک بات میں رسول کی نافرمانی نکریں۔ یہ بڑا وسیع لفظ ہے اسمیں اور بہت باتیں آگئیں اگر ان چھ باتوں پر عہد کرلیں اور اسپر بیعت کریں تو اے نبی انکی بیعت قبول کرلے اور انکے لیے پہلے گناہوں پر اللہ سے معافی مانگ اللہ غفور رحیم ہے اس بیعت پر قائم رہنے کا یہ صلہ ہے کہ انکے لیے مغفرت اور اگلے جہان میں جہاں نئی زندگانی ہے عیش و آرام ابدی ہے +

ف آج کل نئے علوم اور نئی روشنی کا بہت کچھ زور شور ہے اور نئی تہذیب یافتہ قومیں جو عیسائی مذہب کے برائے نام پابند ہیں اس امر میں بہت کچھ دعویٰ کرتی ہیں

عورتوں کی تعلیم پر انکی بڑی ہمت مصروف ہے اور اپنے کالجوں و سکولوں کی تعلیم یافتہ عورتوں کو فوقیت دیتے ہیں۔ اور اسباب تمدن کے علاوہ ناچنا گانا بھی
سکھاتے ہیں جو کچھ ہوا کرا میں یہ باتیں نہیں تو کسی غیرتمند آدمی کے نزدیک انکا مرتبہ ایک بازاری عورت سے بھی زیادہ نہیں جو دلربائی اور عیش و نشاط
کے واسطے اپنے خانگی مکتبوں میں سیکھ رہی ہیں۔ ان چند باتوں کے سوا سینا پرونا اور خانہ داری کی باتیں بھی اگر عورت میں موجود ہوں تو نور علی نور۔ اسلام اپنی
تعلیم نسوان میں ان باتوں پر بلکہ بڑے علوم پر بھی فخر کر سکتا ہے۔ زمانہ حال کے غیرتمند تعلیم یافتہ سے وہ صدمہ پہنچا چاہیے جو اسکو اپنی دلربا بیوی کی خیانت
اور سرکشی اور غیروں کے ساتھ اختلاط کی بدولت ہوتا ہے۔ ہندوستان میں ایک جماعت ہے جو فرنگیوں کی ہر بات میں تقلید کرنا ہی ترقی جانتے ہیں فرنگی تو
اپنی آزادی نسوان سے تنگ آگئے ہیں اور یہ اپنی نیک بیویوں کو اسی طرح آزاد ہونے پر مجبور کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ کیا کہ بیوی گھر میں بیٹھی ہوئی ہے بجز ہمارے
اور کسی مرد کی شکل بھی نہیں دیکھتی اسکی عقل میں فراخی نہیں آتی بلکہ ہمارے ساتھ بن ٹھن کر کسی تھیٹر یا مجلس میں چلے اور ہمارے جوان جوان دوست اٹھ اٹھ کر
اس سے مصافحہ کریں بغل میں لیں پاک محبت سے بوسہ بھی لیں اور بغل میں ہاتھ دبا کر کسی کرسی پر جا بٹھا دیں اور کوئی دبنگ جنٹلمین برانڈی کی بوتل چڑھائے
ہوئے اسکے بغل میں ہاتھ دیکر اسکو کرسی پر سے اٹھا لے اور دونوں ناچتے ہوئے چلے جاویں اور ہارے تھکے بڑی دیر میں دورہ تمام کرکے آویں۔ کسی روز
ہماری غیبت میں ہمارا کوئی سچا دوست آوے اور سوار کرکے اسکو سیر کرانے لیجاوے اور جہاں چاہیں پھراویں اور جب چاہیں آویں۔ اور کبھی یہ بھی ہو کہ بیگم صاحبہ کے
کمرے میں بکواوئی ہمارا دوست بیٹھا ہوا ملے جسکو ہم نہ پہچانتے ہوں اور ہم تہذیب کے قاعدے سے انکے پاس نہ جا سکتے ہوں اور جب تک وہ چاہیں بیٹھے
رہیں اور ہم جلا کریں اور کچھ کر نہ سکیں ایسی باتوں سے ذہن میں فراخی ہو جاتی ہے پھر یہ پولیٹکل امور میں بھی رائے دینے کی قابل ہو جاوینگی۔ عورتیں کسی طرح
مردوں سے کم نہیں تمام باتوں میں انکو مردوں کا ہم پہلو اور پلہ بپلہ رہنا چاہیئے۔ پرانے خیالات نے انکو اثاث البیت سمجھ رکھا تھا۔ نستغفر اللہ اس نئی روشنی کے
خیال کو نبوت کے پہلے ارشاد کے ساتھ مقابلہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ قوئی بہیمیہ کا کہاں تک غلبہ ہوگیا۔ الامان الامان ◆

ف بیع۔ خریدن و فروختن۔ اسلام میں یہ بھی ایک قسم کا معاہدہ قوی ہے کہ کسی بزرگ یا سردار قوم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھکر اقرار کیا جاتا ہے
جسکی پابندی اشد ضروری خیال ہوتی ہے گویا اس بیعت کرنے والے نے کسی ثواب یا رضائے الٰہی میں اس اقرار پورا کرنے کے لیئے اس بزرگ
کی معرفت اپنے تئیں بیچ ڈالا۔ اس بیعت کی چند قسمیں ہیں۔ **اول** جو بیعت اسلام میں ہوئی وہ غزوہ حدیبیہ میں تھی صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے ہاتھ پر ہاتھ رکھکر اقرار کیا تھا کہ آپ کا ساتھ دینگے پیٹھ نہ پھیرینگے جسکا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ
فوق ایدیہم کہ اے نبی جو تجھسے بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ سے کر رہے ہیں کسلیئے کہ تیرا ہاتھ ان کے ہاتھ پر اللہ کی طرف سے ہے گویا اللہ کا ہاتھ انکے ہاتھ پر
ہے اسکا نام بیعت رضوان تھا۔ **دوم** اسلام و جہاد پر بھی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کیا کرتے تھے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔
سوم بیعت ترک معصیت والتزام حسنات پر اس آیت میں یہی بیعت مراد ہے۔ **چہارم** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت پر بھی بیعت
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مسند نشینی پر شروع ہوئی یعنی خلیفہ تسلیم کرلینے کے لیئے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے تھے۔ اسکو بیعت خلافت کہتے تھے۔ خلفائے
اربعہ اور انکے بعد کے خلفا کے لیئے بھی رسم تخت نشینی تھی عباسی خلفا بھی لوگوں سے بوقت خلافت بیعت لیتے تھے۔ یہ بھی اسلام کی قدیم سنت ہے جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جاری ہوئی۔ **پانچویں قسم** بیعت انابت ہے جو پیران طریقت سے کی جاتی ہے۔ دراصل یہ کوئی نئی قسم نہیں
بلکہ وہی ہے یعنی تیسری قسم کی بیعت ہے جو ترک معصیت والتزام حسنات کے لیئے ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی ہوتی تھی۔

مگر اسمیں قدرے تغیر ہوگیا ہے وہ کیا ہے؟ التزام اذکار طریقہ معینہ اور انکے روش کی پابندی۔ اس قدرے تغیر سے اسکو بدعت قرار دینا بڑی زیادتی ہے یہ بیعت بھی بیعت خلافت کی ہمعصر ہے۔ اسی عہد سے یہ بھی جاری ہے اور بڑی مقدس جماعت میں جاری رہی۔ اور اسکے عمدہ نتائج پیدا ہوئے۔ تہذیب قوائے باطنیہ و تزکیہ روح و اکتساب کمالات روحانیہ اسی کے ثمرات ہیں ❖

مگر آج کل بعض نے تو اسکو بہت ہی بدنما کر دیا ہے۔ یہ حالت ہوگئی ہے کہ خود بیعت لینے والا جاہل طریقت تو درکنار شریعت سے بھی محروم صرف یہی تفاخر انکو حاصل ہے کہ وہ کسی بزرگ کی اولاد میں سے ہیں یا کسی خانقاہ کے موروثی سجادہ نشین ہیں پھر بیعت بھی ایک نئی بیعت کہیں شربت کا پیالہ پلایا جاتا ہے کہیں صرف شجرہ لکھ کر دیدیا جاتا ہے نہ کسی عمل کا تعہد نہ اوراد و اذکار کی تلقین نہ معاصی کے ترک کا اقرار لیا جاتا ہے۔ پھر بیعت کرنے والے کون ہیں؟ اکثر عوام جہلا، بدکار امرا، شہوت پرست رنڈیاں قوال۔ اور بیعت کسلئے ہے؟ محض اسلیے کہ اسکے سبب سے ہم جمیع آفات و بلیات دنیاوی سے محفوظ رہینگے آخرت میں وہ بزرگ کہ جنکی طرف یہ سلسلہ منسوب ہے خواہ ہم کچھ ہی کریں عذاب کے فرشتوں سے چھڑا کر جنت میں لیجاوینگے۔ اور یہ سجادہ نشین بھی اسی خیالی بخشش کی ترغیب کو نذرانہ حصول کرنے اور اپنی فرمانروائی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ بعض پیرزادے تو رنڈیوں ڈوموں بھانڈوں کو مرید کرکے ناچ مجرا دیکھتے ہیں اور اس شہوت پرستی کو فقیری اور معرفت و حقیقت کی سیڑھی سمجھتے ہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی ان بدکاروں اور فواحش کا انکی قبروں پر جمگھٹا رہتا ہے۔ بہت سے تو یہ پیری مریدی معاش کا ذریعہ سمجھ رکھا ہے اگر وہ امرا اور فساق کو معصیت و ترک شریعت پر توبیخ کریں اور انکے اعمال بد کے برے نتائج پیش آنیوالوں سے ڈراویں تو نذرانہ اور آمدنی جاتی رہے بلکہ اپنے بزرگوں کی بے انتہا قدرتیں بیان کر کے اور انکے مبالغہ آمیز قصے سنا کر اور بھی جرأت دلاتے ہیں ایسی پیری مریدی بدعت کیا بلکہ دام شیطانی ہے نعوذ باللہ منہ ❖

عورتوں کے لیے بیعت امور مذکورہ پر بیان فرما کر مردوں کو حکم دیتا ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا لاتتولوا الخ کہ اے ایمان والو تم اس قوم سے دوستی اور محبت نہ رکھو کہ جس پر خدا تعالیٰ کا غضب ہوا یعنی اللہ تعالیٰ انسے غصہ ہوا۔ قد یئسوا من الآخرۃ کما یئس الکفار من اصحاب القبور۔ وہ قوم آخرت سے ایسی ناامید ہوگئی ہے کہ جیسا کفار مُردوں سے ناامید ہیں کہ وہ پھر جی کر اٹھیں گے۔ یا یہ معنی کہ وہ قوم جسپر خدا غصہ ہوا ہے آخرت سے ایسے ناامید ہیں ذخیرۂ ثواب آخرت کی انکو کچھ امید نہیں یا تو اسلیے کہ وہ قوم یعنی یہود آخرت کے منکر تھے کسلیے کہ یہود میں ایک فریق آخرت کا منکر تھا یا اپنے اعمال بد کی وجہ سے) ہوگئے ہیں جیسا کفار جو اصحاب القبور ہیں یعنی مردے آخرت کے ثواب سے منکر ہیں۔ چنانچہ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ کفار جب قبروں میں داخل ہوتے ہیں تو رحمت الٰہی سے ناامید ہوجاتے ہیں۔ کسلیے کہ قبر میں اپنے کفر اور بداعمال کا بدنتیجہ انکو ناامیدی دلا دیتا ہے اور دار آخرت کی کیفیت انکو معلوم ہوجاتی ہے وہاں اپنے لیے کوئی بھلائی نہیں پاتے ❖

یہ کون قوم ہے؟ مفسرین کہتے ہیں کہ یہود مراد ہیں۔ اور معاذ اللہ جب انسان کو دار آخرت کا خیال نہ رہے تو پھر اس سے کسی کو بھلائی کی امید نہ رکھنی چاہیے۔ دغا فریب عیاری سب کچھ اس سے بعید نہیں اسلیے انکی دوستی سے منع کیا گیا کہ سوائے مضرت کے اور کوئی بات نہیں ❖

مسلمانوں میں کچھ لوگ فقیر و محتاج تھے وہ یہود مدینہ سے جا کر ملا کرتے تھے انسے یہود کچھ سلوک کرتے تھے اور مسلمانوں کے حالات دریافت کیا کرتے تھے۔ اور زمانہ تھا باہمی جدال و قتال کا پھر یہ غربا اندرونی تدابیر سے انکو مطلع کر دیتے تھے اسلیے منع کر دیے گئے کہ انسے دوستی نہ کرو۔ اور قطع نظر اسکے یہ ایک مقہور و مغضوب قوم تھی اور ایسی قوم سے دوستی رکھنے والا بھی انکے ساتھ اس بلا میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ جسمیں وہ ہونے والے ہیں لہٰذا ایسے بدوں کی صحبت سے حذر لازم ہے جس طرح امراض متعدیہ کا دوسرے میں اثر پہنچتا ہے اسی طرح بد کی صحبت کا اثر پڑتا ہے ❖

سورۂ صف مدینہ میں نازل ہوئی اسمیں چودہ ۱۴ آیتے دو ۲ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ

پاکی بیان کرتے ہیں اللہ کی آسمانوں اور زمین کے رہنے والے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اے مسلمانو تم کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝

اللہ کے نزدیک بڑی ناپسند بات ہے کہ جو کہو اور کرو نہیں۔ بیشک اللہ تو انکو پسند کرتا ہے جو اسکی راہ میں صف باندھکر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسا پلائی ہوئی دیوار ہے ۔

(ترکیب) لم تقولون الجار والمجرور متعلق بتقولون مقتا تمیز منہ عند اللہ متعلق بکبر صفا حال من فاعل یقاتلون فی سبیلہ متعلق بہ کانہم الجملۃ کذلک حال منہ۔ وصفا بمعنی صافین قال صاحب الکشاف لم ہی لام الاضافۃ داخلۃ علی ما الاستفہامیۃ کما دخل علیہا غیرہا من حروف الجر کقولک بم وفیم وعم ومم وحذف الالف لان ما والحرف کشئ واحد ۔

(تفسیر) یہ سورۃ بھی بالاتفاق مدینے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ بھی اسی لئے مدینہ میں نازل ہوئی کہ جب ملک عرب میں کھلبلی مچی ہوئی تھی کفار کا مسلمانوں پر چاروں طرف سے نرغہ تھا اور مسلمانوں کی قلیل جماعت کو استقلال و جوانمردی سے اپنے دینی دشمنوں کا مقابلہ ضرور تھا اسلئے اس سورۃ میں ان باتوں کی بھی ترغیب ہے خدا تعالیٰ سب سے اول اس سورہ میں یہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ ہماری مخلوق میں ہر ایک چیز ہماری قدرت و یکتائی کا نمونہ اور مظہر ہے ہر شے کا حال اور بعض کا مقال اس بات کو بیان کر رہا ہے یہی انکی تسبیح و تقدیس ہے۔ پھر اے انسان اشرف المخلوقات تو کس لئے جہل و غفلت و شہوات کے عمیق گڑھوں میں اوندھا پڑا ہے کس لئے اسکی تسبیح و تقدیس نہیں کرتا اور اسکے اوامر کو بجا نہیں لاتا اور کس لئے لاف زنی کرتا ہے؟ اے مسلمانوں ای پاکباز جماعت تمہارا صف باندھکر ثابت قدمی سے اعدائے دین سے لڑنا بھی تسبیح و تقدیس ہے جیسا کہ آسمانوں پر فرشتے صف باندھکر ہماری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اسی طرح زمین پر صف بستہ ہو کر تمہاری جاں نثاری کرنا ہے اسلئے ہمکو نہایت پسند ہے ۔

مباحث

(۱) کفار و مشرکین حق سبحانہ کی نسبت برے برے اعتقاد رکھتے تھے اور اسپر جمے ہوئے تھے اور حضرات انبیاء علیہم السلام سے یکدل ہو کر مقابلہ کرتے تھے اسلئے شروع سورۃ میں فرمایا سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض کہ آسمانوں کے فرشتے اور زمین کے ایماندار خدائے پاک کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور بری باتوں اور عیوب سے اسکی ذات کو مبرا ٹھیراتے ہیں اور اسی طرح ہر چیز اسکی مخلوق میں سے بزبان حال اسکی پاکی بیان کر رہی ہے پھر ان نادانوں کے عیوب لگانے سے کیا ہوتا ہے انکے مقابلے میں انکی کیا مقدار اور کیا اعتبار؟ اسکے بعد فرمایا وہو العزیز الحکیم کہ کچھ آسمانوں اور زمین والوں کی تسبیح و تقدیس پر موقوف نہیں وہ خود بھی عزیز یعنی ہر شے پر غالب اور حکیم حکمت والا ہے۔ ان دو لفظوں میں بیشمار صفات حمیدہ کے ثبوت اور بری باتوں اور عیوب سے مبرا ہونے پر دلالت ہے۔ اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ غالب ہے کسی کا مقابلہ اسکی مرضی کو روک نہیں سکتا اور حکیم ہے اپنی حکمت بالغہ سے دنیا میں رسولوں کو بھیجتا ہے (۲) کفار و مشرکین جو بری باتیں ذات پاک کی نسبت بناتے تھے اسپر انکی سبح للہ الخ میں بڑی حکمت بالغہ سے تنبیہ و توبیخ کی گئی مگر اسکے ساتھ ان مسلمانوں پر بھی تنبیہ کرنا مناسب ہوا کہ جو بڑھ چڑھ کر باتیں بناتے تھے اور کرتے کچھ نہ تھے کیونکہ یہ تسبیح و تقدیس کرنے والوں کی شان سے بعید ہے یعنی ایسا کرنے والے اس جماعت میں داخل ہونے کے قابل نہیں۔

اسلیئے اسکے بعد فرمادیا۔ یاایھا الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون اے مسلمانوں تم کسلیئے وہ باتیں کہتے ہو جو کرتے نہیں یہ بری بات ہے مسلمان جو کہے اسکو کرے بھی صرف زبانی لاف زنی سے کچھ فائدہ نہیں علماء کہتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کی طرف اشارہ کررہی ہے جو زبان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اظہار محبت وجلادت کرتے تھے کہ ہم آپ پر جان فدا کرینگے مگر احد کی لڑائی میں سست پڑگئے اور پھر پھر کرنے لگے۔ بعض کہتے ہیں ان منافقوں کی طرف اشارہ ہے کہ جو زبان سے دعوی ایمان وجاں نثاری کا کرتے تھے مگر وقت پر کچھ بھی نہ نکلے۔ قوی تر یہی بات ہے کہ اسمیں کسی کی خصوصیت نہیں جو کوئی لاف کرے اسکی نسبت ہے۔ اس آیت میں ایک سخت مؤکد حکم کی جو اس سے پچھلی آیت میں آنیوالا ہے تمہید ہے کہ جو کچھ اللہ اور اسکے رسول یا رسول کے جانشینوں سے عہد کرو اسکو پورا بھی کیا کرو۔ اس آیت نے صحابہ کے دلوں میں ثبات اور بات پر قائم رہنے کا مادہ پیدا کردیا تھا اور حقیقت میں جس قوم میں یہ مادہ نہیں وہ کبھی کسی کام میں کامیاب نہوگی۔ انکی مجلسیں اور کمیٹیاں سب بچوں کا کھیل ہیں اسلیئے اسکے بعد یہ فرمادیا۔ ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانہم بنیان مرصوص کہ اللہ کو ان لوگوں سے محبت ہے جو اسکی راہ میں صف باندھکر لڑتے ہیں یعنی جس طرح کفار ومشرکین خدا تعالی کے احکام روکنے میں اور انبیاء علیہم السلام کے مغلوب کرنے میں صف بستہ ہوکر لڑتے ہیں جو اللہ کے نزدیک بہت برے ہیں اسی طرح ایمانداروں کو انکے دفع کرنے میں صف بستہ ہوکر لڑنا چاہیئے۔ اسمیں جہاد کی ترغیب ہے +

صف باندھکر لڑنے سے کیا مراد ہے؟ لڑائی میں صف باندھکر عرب لڑا کرتے تھے حال کے زمانے میں باقاعدہ فوجیں صف بستہ ہوکر لڑتی ہیں اس سے مخالف پر رعب بھی پڑتا ہے اور دشمن کے مغلوب کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے کیسلیئے کہ صدہا آدمی بمنزلہ شخص واحد کے ہوجاتے ہیں پھر انکے زور کا کیا کہنا ہے اتفاق عجب چیز ہے اسلام نے عبادات سے لیکر دشمنوں کے مقابلے کے وقت تک جماعت اور اتفاق کی تاکید کرکے افراد متفرقہ کو جمع کردیا پھر صف بھی کیسی ہو۔ کانہم بنیان مرصوص گویا وہ سیسا پلائی ہوئی دیوار ہے یعنی غیر مستقل اور بھگوڑے نہوں بلکہ آہنی دیوار کی طرح جم جاویں۔ کیسیکے مرجانے زخمی ہوجانے سے تتربتر ہوکر نہ بھاگ پڑا کریں (فراء کہتے ہیں مرصوص بالرصاص اس وقت کہتے ہیں کہ جب دیوار کے ٹکڑوں کو جوڑکر ایک کردیا جاوے۔ لیث کہتے ہیں رص کے معنی ملادینا ہے کہ ایک کو دوسرے کے ساتھ ملادیا جاوے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پتھر پر پتھر رکھ چھوٹے پتھروں سے درزبندی کرتے تھے اسکے بعد اینٹ اوپر رکھتے تھے ایسی دیوار کو اہل مکہ مرصوص کہتے تھے) **بعض علما** کہتے ہیں کچھ خاص صف بستہ ہونا بھی مراد نہیں بلکہ یہ ثبات قدمی اور باہمی اتفاق اور یکدلی کے لیے ایک تمثیل ہے یعنی ایک دل ہوکر لڑنا چاہیئے +

اس آیت نے صحابہ کا ایک ایسا باقاعدہ اور مستحکم لشکر پیدا کردیا تھا جسکے مقابلے میں اسلام وہدایت کے روکنے والے ٹھیر نہ سکے۔ قیصر وکسری کے چمکدار ہتھیار اور زرق برق کے سپاہی کچھ بھی کام نہ آئے۔ ایسے لشکر کا غالب آنا تو معجزہ تھا ہی مگر سرے سے ایسا لشکر ایسے مفلس اور خستہ ملک میں پیدا کردینا جسپر کسی خزانے سے کسی بادشاہ نے ایک کوڑی بھی صرف نہ کی ہو ایک عظیم الشان معجزہ اور کتب مقدسہ کی پیشین گوئیوں کی پوری تصدیق تھی آیت کے شروع میں عزیز حکیم اسی بات کی طرف اشارہ کررہا تھا +

صف بستہ ہوکر لڑنا انسان کا اپنے جمیع قوی روحانیہ کو ابھارکر شیطانی قوتوں اور شہوات کے لشکر کو زیروزبر کرنے کی طرف بھی اشارہ کررہا ہے اس جنگ میں بھی استقامت واستقلال شرط ہے ذرا دنیاوی تجمل دیکھا اور پھسل گئے خواہش نفسانی نے غلبہ کیا اور اپنے تجملات دکھائے ڈگمگا گئے ایسے لوگوں کو اس ملک باقی اور شہر قدس کی سلطنت کب نصیب ہوتی ہے +

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۭ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ

اور جبکہ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم تم مجھے کیسلیے ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس اسد کا بھیجا ہوا ہوں۔ پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اسد نے انکے دل ٹیڑھے کر دئے

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

اور اسد بدکار قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور جبکہ عیسیٰ مریم کے بیٹے نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اسد کا بھیجا ہوا آیا ہوں تصدیق کرتا ہوا اپنے

يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

سامنے کی چیز توریت کی اور خوشخبری دیتا ہوا ایک رسول کی جو میرے بعد آئیگا جسکا نام احمد ہے۔ پھر جب انکے پاس بیان لیکر آیا تو کہنے لگے یہ جادو ہے کھلا ✦

(ترکیب)

واذ منصوب علی المفعولیۃ باضمار اذکر والجملۃ مستانفۃ مقررۃ لما قبلہا من شناعۃ ترک القتال یاقوم بیان لقولہ قال وقد تعلمون الجملۃ حال مؤکدۃ لانکار الایذاء والتقدیر ای تؤذوننی عالمین علما قطعیا انی رسول اسد وقد لتحقیق العلم وصیغۃ المضارع للدلالۃ علی استمرارہ۔ واسد الخ اعتراض تذییلی مقرر لمضمون ما قبلہ من الازاغۃ واذ قال عیسیٰ الخ معطوف علی اذ الاولی معمول لعاملہا والمعمول لمضمر معطوف علی عاملہا مصدقا حال مؤکدۃ والعامل فیہا رسول او مادل علیہ الکلام ومبشرا حال ایضا ای ارسلت الیکم حال کونی مصدقا لما تقدمنی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد الجملۃ فی موضع جر نعتا لرسول او فی موضع نصب حال من الضمیر فی یاتی ✦

(تفسیر)

پہلے بعض لافزنوں کی برائی بیان ہوئی تھی اور اسکی راہ میں ثابت قدم ہو کر مخالفان راہ راست کے مقابلے کا حکم تھا۔ وہ لافزن جنکو بسبب ظاہری ایمان کے مومن کے لفظ سے تعبیر کیا دراصل منافق تھے وہ علاوہ لافزنی کے پیغمبر علیہ السلام کی جناب میں اور نیز مخلصین اہل ایمان کے حق میں بدگمانی اور تمسخر بھی کیا کرتے اور ایذائیں بھی دیا کرتے تھے اسلیئے اسد تعالیٰ اپنے رسول کو تسلی دیتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں موسیٰ کو بھی باوجود صدہا معجزات دیکھنے کے اسکی قوم نے ایذائیں دیں اور اس پاکباز بندے نے سہیں اسلیئے فرمایا۔ واذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم لم تؤذوننی وقد تعلمون انی رسول اسد الیکم کہ یاد کر جبکہ موسیٰؑ نے اپنی قوم کی پے در پے ایذاؤں کے بعد انسے یہ کہا کہ اے قوم مجھے کیسلیے ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں یوں بھی کسی ہادی اور خیرخواہ قوم کو ستانا برا ہے مگر جبکہ اس بدنصیب قوم کو یقین ہو جاوے کہ یہ اسد کے رسول ہمارے پاس آئے ہیں تو اور بھی برا ہے۔ موسیٰ کی قوم بنی اسرائیل تھی آپکے صدہا معجزات اس قوم نے مصر میں بھی دیکھے تھے۔ قلزم سے خشکی سے پار لیجانا اور فرعونیوں کا اسی رستے میں غرق ہونا اور نیز فرعون کی قید سے آزاد کرنا اور ید بیضا اور عصیٰ اور پتھر میں سے پانی نکلنا ابر کا سایہ کرنا من وسلویٰ نازل ہونا وغیرہ سیکڑوں معجزے دیکھے تھے۔ جنسے انکو آپکے رسول ہونے کا یقین کامل تھا مگر جبلی شرارت اور ازلی بدبختی سے مجبور تھے پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طرح طرح سے ستاتے تھے کہیں بچھڑا پوجنے لگے کہیں قارح وغیرہ ایک جماعت نے موسیٰؑ سے ہارونؑ کی امامت کی بابت سخت جھگڑا کیا ایکبار عمالیق کے مقابلے کے وقت پھر گئے کہ ہمسے نہیں لڑا جاتا کہیں سفر کی صعوبتوں پر ناخوش ہو کر مصر کی ترکاریاں یاد کر کے موسیٰؑ کے حق میں سیکڑوں ناشائستہ باتیں کہنے لگے (از توریت) اسپر موسیٰؑ نے انسے یہ کہا کہ مجھے کیسلیے ستاتے ہو؟ ✦

انحضرت صلی اسد علیہ وسلم کو حضرت موسیٰؑ سے کمال درجے کی مشابہت نبوت میں تھی جیساکہ توریت سفر استثناء کے اٹھارویں باب اور قرآن مجید کی اس آیت سے ظاہر ہے انا ارسلنا الیکم رسولا شاہدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ اسلیئے اس بارے میں خاص حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ یاد دلایا ورنہ اور بہت نبیوں کو انکی قوم نے ایذائیں دی ہیں کس نبی کے رستے میں قوم نے پھول بچھائے ہیں؟ بلکہ کانٹے ڈالے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا جس طرح انکی قوم کو یقین کامل تھا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت بھی کسی ہوشمند کی نظر غائر میں مخفی نہ تھی قطع نظر آیات و معجزات کے آپ کی سیرت و صورت پاک بھی ایک اعجاز تھی اسکے سوا سب سے اخیر نبی بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپکے ظاہر ہونیکی خبر دے چکے تھے۔ اسلیئے اسکے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور نیز خاص انکا معاملہ بھی ذکر کرتا ہے کہ بنی اسرائیل نے انکے ساتھ صدہا معجزات و آیات دیکھ کر کیا سلوک کیا ؟ یہ دو نبی حضرت موسیٰ و عیسیٰ موجودہ دنیا کے مسلم الثبوت نبی تھے پھر انکے ساتھ ایذا اور نافرمانی کا برتاو جو انکی قوم نے کیا انکی رسالت میں کوئی نقص نہیں پیدا کرتا تو آپ کی شان میں چند منافقوں کا ایذا دہ معاملہ کیا نقص پیدا کر سکتا ہے ؟ - پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو قضا و قدر نے انکے دل بھی ٹیڑھے کر دیے بدکام کے کرتے کرتے بدی کا ملکہ اور دل میں کجی پیدا ہو جاتی ہے یہی اللہ کا ٹیڑھا کرنا ہے اور پھر ہدایت بھی نہیں ہوتی اور یہی مراد ہے اس سے کہ اللہ بد قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ یا یوں کہو ازلی بدکاروں کو جو علم الٰہی میں ہمیشہ کے لیے بدکار قرار پا چکے ہیں ہدایت نہیں ورنہ عارضی سیکڑوں بدکاروں کو ہدایت ہوتی ہے اور انھیں کی ہدایت کیلئے قرآن اور نبی علیہ السلام آئے بیمار کو حکیم کی زیادہ ضرورت ہے۔ فقال و اذ قال

عیسی بن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم اور یاد کر جبکہ عیسیٰ مریم کے بیٹے نے بنی اسرائیل سے کہا کہ میں خدا کی طرف سے تمہارے پاس رسول و پیغام پہنچانیکو بھیجا گیا ہوں

ف عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن میں اکثر جگہ ابن مریم کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ تاکہ زمانہ موجودہ کے عیسائیوں کا وہ خیال رد ہو جائے کہ عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں۔ اسمیں اشارہ ہے کہ وہ اللہ کے نہیں بلکہ مریم کے بیٹے ہیں (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے باوجودیکہ شام میں اور بھی قومیں تھیں مگر خاص بنی اسرائیل یعنی یہود سے کہا کہ میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں اسمیں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰ تمام جہان کے لئے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے بلکہ خاص بنی اسرائیل کے لیئے گویا حضرت موسیٰ کے دین کے مصلح اور کامل کرنے والے تھے۔ (انجیل متی باب دسواں ورس پانچواں) (۳) حضرت عیسیٰ نے یا قوم نہ کہا بلکہ یا بنی اسرائیل کہا اسکا سبب یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو بنی اسرائیل اپنا ہمقوم سمجھتے تھے برخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ انکا دنیا میں کوئی باپ نہ تھا ہاں انکی ماں مریم ضرور اسرائیل کے خاندان سے تھیں اور اولاد کا نسب باپ کی جانب منسوب ہوتا ہے نہ ماں کی طرف اسلیئے بنی اسرائیل انکو اپنی قوم سے شمار کرنے میں کلام کرتے تھے۔ اناجیل میں جو ابن داؤد کے لقب سے حضرت کو یاد کیا گیا ہے یہ انکے معتقدین خاصہ کا کام ہے (۴) عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کے ثبوت یا اظہار میں علاوہ معجزات و آیات بینات کے دو باتیں کہیں اول مصدقا لما بین یدی من التوراۃ کہ میں اپنے سے پہلی کتابوں کی یعنی توریت کی تصدیق کرتا ہوں یہی مضمون انجیل متی کے پانچویں باب سترھویں جملے میں ہے "یہ خیال مت کرو کہ توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے آیا ہوں میں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے کو آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان و زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا شوشہ توریت کا ہرگز نہ مٹیگا جب تک سب کچھ پورا نہو" انتہی ؛

جن لوگوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہو کر آئے تھے وہ توریت کو مانتے تھے پھر آپکا اسکی تصدیق کر کے معجزات دکھانا عمدہ تعلیم دینا ان لوگوں کیلیے صاف نبوت پر یقین لانے والا امر تھا اور کوئی وجہ سرتابی اور سرکشی کی نہ تھی مگر ازلی بدبختی مانع آئی ؛

ف حضرت مسیح علیہ السلام تو توریت کی بابت یہ فرمائیں اور نیک کاموں پر پابند ہونیکی تاکید کریں اور پولس اور اسکے بعد لوتھر وغیرہ جو عیسائیوں کے رسول اور مجتہد اور دینی بزرگ ہیں وہ توریت اور حضرت موسیٰ کے حق میں یوں کہیں اور حلال حرام عمل کی قید سے آزادی دیویں۔ جو شریعت ہی کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں سو لعنت کے تحت ہیں۔ ۱۳ مسیح نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنتی ہوا

کیونکہ لکھا ہے جو کوئی (یعنی مسیح) کاٹھ پر (صلیب پر) لٹکایا گیا سو لعنتی ہے۔ ۳۔ ۱۔ پر شریعت کو ایمان سے کچھ نسبت نہیں۔ یہ حضرت پولس کے اُس خط کے فقرے ہیں جو آپ نے گلتیوں کو لکھا تھا اسکے تیسرے باب میں مذکور ہیں پھر اس خط میں جو عبرانیوں کو لکھا تھا اسکے ساتویں باب میں پولس صاحب توریت کی بابت یہ فرماتے ہیں **قولہ** اگلا حکم اسلیے کہ کمزور اور بیفائدہ تھا اُٹھ گیا یعنی توریت جو کمزور اور بیفائدہ تھی اُٹھ گئی۔ وارڈ صاحب اپنی کتاب اغلاط نامہ مطبوعہ ۱۸۴۱ء کے صفحے ۳۰ میں مارٹن لوتھر کا قول اسکی کتابوں سے نقل کرتا ہے۔ اور یہ مارٹن لوتھر فرقہ پراٹسٹنٹ کا جو آج کل ہندوستان میں حکومت کر رہا ہے پیشوا اور مصلح دین اور مجتہد ہے۔ مارٹن فرماتے ہیں اپنی ایک کتاب کی تیسری جلد صفحہ ۴۰-۴۱ میں **قولہ** ہم نہ سنیں گے اور نہ دیکھیں گے موسیٰ کو اسلیے کہ وہ صرف یہودیوں کے لیے تھا اور اسکو ہم سے کسی چیز میں علاقہ نہیں۔ پھر دوسری کتاب میں کہتے ہیں کہ ہم موسیٰ کو قبول نہ کرینگے اور نہ اسکی توریت کو اسلیے کہ وہ دشمن عیسیٰ ہے۔ پھر لکھتے ہیں موسیٰ تو جلادوں کا استاد ہے۔ پھر لکھتے ہیں توریت کے دس حکموں کو عیسائیوں سے کچھ علاقہ نہیں ان کو دور کرنا چاہیے تمام بدعات انسے موقوف ہو جاوینگی۔ حالانکہ ان دس حکموں میں یہ باتیں بھی ہیں بت پرستی نکرو ماں باپ کی تعظیم کرو ہمسایہ کو ایذا نہ دو ناحق خون نکرو زنا نکرو جھوٹی گواہی ندو وغیرہ۔ پھر لوتھر فرماتے ہیں حرام و حلال کی قید سے آزاد ہو جاؤ حرام کاری کرو خون کرو جس قسم کی چاہو بدکاری کرو اور خوب دلیری سے کرو اور دن میں سو بار کرو مگر صرف مسیح پر ایمان رکھو تمہاری نجات ویسی ہی یقینی ہے جیسا کہ مسیح کی۔ سب عیسائیوں کا صدہا برس سے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی عقیدہ ہو گیا تھا اور اسلیے وہ بدکاریوں اور ہر قسم کے گناہوں کے دریا میں ڈوبے ہوئے تھے اسلیے **حکمت الٰہیہ کا مقتضے** ہوا کہ ان سب کے سدھارنے کے لیے ایک زبردست رسول قائم کرے اور الہام سے یہ بات کہ عیسائی ایسے ہو جاویں گے اور انکے پاس اصلی کتابیں بھی نہ رہیں گے اور وہ مجھکو خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگیں گے آپ کو معلوم کرائی گئی تھی جسلیے آپ نے یہ دوسری بات اپنی نبوت کے ثبوت میں بیان فرمائی۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کہ میں ایک رسول کی خوشخبری بھی دیتا ہوں کہ جو میرے بعد آئیگا جسکا نام احمد ہے انتہا ایک ایسی نبی کی پیشین گوئی نبوت مسیح علیہ السلام کی پوری دلیل تھی۔ اور ایسی پیشین گوئی جبکہ اس قوم سرکش نے حضرت مسیح کو قبول نکیا اور ایذا رسانی پر کمر باندھکر کھڑے ہو گئے پر ضرور تھی تاکہ ان سرکشوں کو تنبیہ کیا جاوے کہ ایک ایسا نبی صاحب شوکت بھی آنے والا ہے جو تمہارے بل سیدھے کر دیگا ✦

دوسری بات

اب ہمکو اس پیشین گوئی کی بابت بحث کرنی ہے؟ عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام نے جسکی بابت خبر دی ہے اور اسکو فارقلیط سے تعبیر کیا ہے اس سے روح القدس کا نازل ہونا مراد ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد حواریوں پر جبکہ وہ ایک مکان میں مجتمع تھے نازل ہوا تھا جس سے وہ مختلف زبانیں بولنے لگے تھے۔ روح القدس کسی خاص شکل میں دکھلائی نہیں دیا تھا بلکہ انپر اسکا ایک ایسا اثر ہو گیا تھا جیسا کہ کسیکے سر پر شیخ سدو یا کوئی جن چڑھکر بولتا ہے۔ اور یہ معاملہ تھوڑی دیر تک رہا تھا۔ اس سے مراد کوئی نبی نہیں جیسا کہ اہل اسلام سمجھتے ہیں ✦

فارقلیط کی بحث

قبل اسکے کہ میں فارقلیط کی تحقیق کروں اور اسکے ساتھ جو اور بھی الفاظ ہیں کہ جو کسی طرح روح القدس کے نازل ہونے پر دلالت نہیں کرتے اور روح القدس پر چسپاں نہیں ہو سکتے انکو بیان کروں عیسائیوں کی دینی کتابوں پر بحث کرتا ہوں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد سے ہمارے حضرت صلعم کی بعثت تک انکا کیا حال تھا؟ آیا وہ اصلی کتابیں بغیر تحریف و تبدیل کے سب کلیساؤں میں موجود تھیں ہے یا نہیں ✦

اہل کتاب موسیٰ علیہ السلام کی پانچ کتابوں کو توریت کہتے ہیں اور پھر حضرت یوشع بن نون خلیفۂ حضرت موسیٰؑ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے تصنیف کردہ کتابوں کو ملاکر عہدِ عتیق اور انجیلِ اربعہ اور حواریوں کی تاریخ اور ان کے ملفوظات و مکاشفات کو عہد جدید کہتے ہیں اور کبھی عہدِ عتیق کو کہ جسکو پرانا عہد نامہ یا اولڈ ٹسٹمنٹ بھی کہا کرتے ہیں سب کو **توریت** کہدیتے ہیں اور عہدِ جدید کو کہ جسکو نیا عہدنامہ یا نیو ٹسٹمنٹ بھی کہتے ہیں سب کو **انجیل** کہدیتے ہیں +

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو کلامِ الٰہی الہام ہوا تھا خواہ انکو کوہ طور پر ہوا ہو یا دیگر مقامات پر **اصل توریت** جسکا ذکر قرآن مجید میں ہے وہی ہے اور ہونا بھی چاہیئے اور اسکے برحق ہونے میں کچھ بھی کلام کسی ایماندار کو نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس توریت کو کاغذوں پر لکھوایا تھا یا لکڑی کے تختوں پر یا اور کسی چیز پر اسکا پورا پتا دریافت کرنا مشکل بات ہے۔ خواہ کسی چیز پر لکھوایا ہو مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صدیوں بعد تک وہ کتاب (جسکا غالباً ایک ہی نسخہ ہوگا کاغذ و کتابت کی قلت کی وجہ سے) بنی اسرائیل میں ہی کسی خاص خاص ان میں لوگ اسکو پڑھا بھی کرتے تھے اور اس کا وعظ بھی سنتے تھے اور وہ کتاب حضرت موسیٰؑ نے صندوق شہادت میں رکھوادی تھی جیسا کہ توریت سفر استثناء کے اکتیسویں باب کے چوبیسویں جملے میں ہے **قولہ** اور ایسا ہوا کہ جب موسیٰؑ اس شریعت کی باتوں کو کتاب میں لکھ چکا اور وہ تمام ہوئیں تو موسیٰؑ نے لاویوں کو جو خداوند کے عہد کے صندوق کو اٹھاتے تھے فرمایا کہ اس شریعت کی کتاب کو لیکے خداوند اپنے خدا کے عہد کے صندوق کے ایک بغل میں رکھو تاکہ وہ تمھارے برخلاف گواہ رہے انتہیٰ۔ شریعت کی کتاب توریت ہی تھی ورنہ اسکے سوا اور کوئی کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ثابت نہیں ہوتی +

پھر رجعام بادشاہ یہود کے عہد میں ایکبار مصر کا بادشاہ **سیسق** بنی اسرائیل پر چڑھ آیا وہ بیت المقدس کا تمام سامان لوٹ کرلے گیا جو اسکے باپ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تیار کیا تھا اور اسی حادثے میں وہ کتاب اور صندوق بھی غارت ہوا۔ مگر اول کتاب السلاطین کے آٹھویں باب نویں ورس سے یوں ثابت ہوتا ہے کہ وہ کتاب حضرت سلیمانؑ کے عہد سے پہلے ہی حادثوں میں جاتی رہی تھی کیونکہ اسمیں لکھا ہے کہ سلیمان نے جب وہ صندوق کھولا تو بجز دو لوحوں کے اسمیں سے اور کوئی چیز نہیں نکلی اس عہد سے لیکر یوسیاہ بادشاہ کے عہد تک جو حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً چھ سو چوبیس برس پہلے تھا توریت کا کہیں پتا نہ تھا مگر اسکے عہد میں اٹھارویں سال **خلقیاہ** سردار کاہن نے دعویٰ کیا کہ مینے خداوند کے گھر میں توریت کی کتاب پائی ہے (۲۔ کتاب السلاطین باب ۲۲) اس کے بعد یوسیاہ نے تمام قوم کو جمع کر کے یہ کتاب جسمیں احکام شرعی تھے سنوائے اور اسی کا نام توریت تھا +

فرض کرلو کہ اس عرصۂ دراز تک کوئی توریت سے واقف بھی نہ تھا صرف خلقیاہ کو کسی جگہ سے ملگئی اور اسمیں کوئی کمی بیشی نہوئی کوئی ورق کم ہوا نہ عبارتیں مٹیں مگر یہ بھی اسکے بعد بخت نصر کے حادثے میں دنیا سے معدوم ہوگئی جیسا کہ کتبِ تواریخ شاہد ہیں پھر ستر برس کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام اور دیگر انبیاء نے احکامِ شریعت و دستوراتِ عبادت و بعض روایات کو اپنی یادداشت سے لکھا۔ عام اہل کتاب اسی کو توریت کہتے ہیں کہ از سرِ نو اسکو لکھوایا مگر یہ نہیں ثابت ہوتا۔ بلکہ یہی کہ دینی دستورات و روایات کو یادداشت کے موافق جمع کیا تھا

لہ اسمیں حضرت داؤد علیہ السلام کی زبورات اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے امثال اور غزلیں بھی شامل ہیں جو استعارات و تشبیہات سے پر ہیں ۱۲ منہ

پھر اسکے بعد انٹیوکس ابی فانس سریا کے بادشاہ نے سن عیسوی سے ایک سو ستر برس آگے یروسلم پر کئی بار چڑھائی کی ایک بار اسنے چالیس ہزار یہودیوں کو قتل کیا اور تمام کتابوں کو تلاش کرکے جلا دیا اور بیت المقدس کو مسمار کرکے اسکی جگہ بتخانہ بنا دیا اور کئی کروڑ کا قیمتی اسباب لے گیا۔ مقابیں کی پہلی کتاب کے اول باب میں ہے کہ انٹیوکس نے یروسلم کو فتح کرکے عہد عتیق کی کتابوں کے جتنے نسخے اسے ملے پھاڑ کر جلا دیے اور حکم دیا کہ جسکے پاس کوئی کتاب عہد عتیق کی نکلے گی یا وہ شریعت کے رسم بجا لائیگا مارا جاویگا اور ہر مہینے میں یہ تحقیقات ہوتی تھی۔ انتہی +

اس حادثے میں حضرت عزیر علیہ السلام وغیرہ انبیاء کی تصانیف یا انکے بعد جو شمعون صادق نے تخمیناً دو سو بانوے برس مسیح علیہ السلام کے آگے یادداشت کے طور پر یا توریت کی سنی سنائی باتیں لکھیں اور اسی کو یہود توریت سمجھنے تھے وہ بھی سب کچھ اس حادثے میں تلف ہو گیا اور یہود بالکل ہی کتابوں اور احکام شریعت سے بے بہرہ ہو گئے یہ عہد عتیق پر **تیسرا حادثہ** تھا جو بہت بڑا حادثہ تھا اسکے بعد یہوداہ مقابیں نے سن عیسوی سے تخمیناً ایک سو ترسٹھ برس آگے پھر بیت المقدس کی تعمیر شروع کی اور حضرت عزیر علیہ السلام کی طرح یادداشت پر عہد عتیق کی نقل جمع کی پھر یہی نسخہ بنی اسرائیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد تک بلکہ انکے بعد تک توریت اور کتب انبیاء سمجھا جاتا تھا اور یہ صرف ایک ہی نسخہ تھا جو بیت المقدس میں دھرا رہا کرتا تھا مگر ستر عیسوی میں روم کا شہزادہ یہودیوں کی سرکشی اور بدعہدی کی وجہ سے بڑے طیش میں آکر شہر یروسلم پر چڑھ آیا اور محاصرے کے بعد شہر کو غارت کیا اور بیت المقدس کو بالکل مسمار کر دیا اور گیارہ لاکھ یہودیوں کو قتل کیا اور بہت کو غلام بنایا اور کتابوں اور بیشمار اسباب اور بیت المقدس میں آگ لگا دی جسکا شعلہ آسمان تک بھڑک اٹھا اور اس نسخے کو اپنے ساتھ روم میں لے گیا جیسا کہ بعض اہل کتاب کا خیال ہے (مفتاح الکتاب رومن صفحہ ۱۲۔ مطبوعہ مرزاپور ۱۸۵۶ء) پھر جب توریت کا یہ حال ہوا تو اور کتب انبیاء علیہم السلام زبور وغیرہ کیونکر ان حوادث میں بچ رہے ہونگے ؟ +

اب **سوال** یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا توریت کی تصدیق کرنا اور وعظ فرمانا اور اسی طرح حواریوں کا اس سے سند لینا اکثر تواریخ سے ثابت ہے پھر جب اصل توریت دنیا میں موجود نہ تھی تو یہ کیونکر ہوا ہی ؟۔ اسکا **جواب** یہ ہے کہ کسی تاریخ اور قوی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور انکے حواری کرام نے یہ شہادت دی ہو کہ یہ وہی توریت اور صحف انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان میں کسی جگہہ تحریف و تبدیل نہیں ہوئی نہ کمی زیادتی اور یہ ہرگز ہرگز وہ حضرات نہیں کہہ سکتے تھے کسلیئے کہ کیا حضرت عیسے مسیح علیہ السلام کو بھی نہیں معلوم تھا کہ موسیٰ کا جنگ نامہ اور یا ہو شیبین کی کتاب اور اسی طرح اور کتابیں جنکی تعداد پندرہ بیس کے درمیان ہی مفقود ہو گئیں اور کیا آپ کو اتنی بھی خبر نہ تھی کہ کتاب استثنا کا اخیر باب اور کتاب یشوع کا اخیر باب اور دیگر مقامات کہ جنمیں ان چیزوں کا ذکر ہے کہ جو حضرت موسیٰ و یوشع علیہما السلام کے سیکڑوں برس بعد پیدا ہوئیں ہرگز ہرگز موسیٰؑ و یوشعؑ کا کلام نہیں بلکہ بعد میں کسی اور نے ملا دیا اور اس ملانے والے نے حاشیہ و تفسیر کا بھی کوئی امتیاز نہیں رکھا اور نہ اپنا نام ظاہر کیا یوں خوش اعتقادی سے چاہو حضرت عزیر علیہ السلام کا نام لے لو یہ اور بات ہے اسی طرح زبورات و دیگر صحف انبیاء کے مصنفین میں آج تک علمائے اہل کتاب کو اختلاف ہے پھر کیوں انکی بابت حضرت مسیح علیہ السلام نے

فیصلہ نہیں کر دیا؟ اور سامریوں نے اپنی توریت میں عیبال پہاڑ کی جگہ جرزیم بنالیا اور ہر ایک دعویٰ کرتا تھا کہ توریت میں ہمارے موافق ہے۔ سامری کہتے تھے کہ جرزیم پہاڑ پر حکم ہوا تھا اصلی ہیکل ہماری ہے۔ اور یہود کہتے تھے نہیں بلکہ عیبال پہاڑ پر بنانے کا حکم ہوا تھا وہ اصلی ہیکل ہماری ہے۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام نے (جبکہ ایک سامری عورت نے آپ سے اس کا فیصلہ پوچھا۔ یوحنا ۴۔ باب ۱۹ و ۲۵) تو اسکا بھی کوئی فیصلہ نہ کیا اور دونوں میں سے کسی ایک کو بھی جھوٹا یا سچا نہ بتایا۔ اور ممکن ہے کہ توریت کی تحریف اور اصلی حال بھی کھول دیا ہو مگر لکھنے والوں نے نہ لکھا ہو کیونکہ آپ کی بہت سی باتیں نہیں لکھی گئیں جیسا کہ انجیل یوحنا کے ۲۰۔ باب ۳۰۔ ورس اور ۲۱۔ باب ۲۵۔ ورس میں تصریح ہے ✤

اور حال کے روشن دماغ توریت کے طرز کلام کو دیکھ کر فوراً یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بہت دنوں بعد تاریخ کے طور پر کسی نے جمع کی ہے۔ چنانچہ لندن میں ایک بشپ پادری نے توریت کی بابت اپنی یہی رائے ظاہر کی جس پر وہ اس عہدے سے معزول کیا گیا پھر اسکا اپیل اسنے کیا۔ پھر کیا حضرت مسیح علیہ السلام کو معلوم نہ ہوا ہوگا خصوصاً جبکہ یہود کی دیانت داری اور سخن پروری اور حق پوشی کا انکو صدہا باتوں سے یقین کامل ہو گیا تھا اور عیبال اور جرزیم کے مقدمے میں ایک گروہ دوسرے پر تحریف کا الزام لگا رہا تھا ✤

طیطس کے بعد روم کے بت پرستوں کی طرف سے جو سخت سخت حادثے اہل کتاب پر پڑے وہ ایسے تھے کہ ان میں جان بچانا بھی مشکل تھا پھر ایسی کتاب کہ جسکے متعدد نسخے نہوں اور سامان کتابت میسر نہ آنے کے سبب تختیوں یا موٹے بدنما کاغذوں پر لکھی ہوئی ہو کہ جو کئی اونٹوں پر لادی جاوے کیونکر بچ سکتی تھی؟ اور جو بچی بھی تو یہ کیونکر یقین ہو سکتا ہے کہ اسمیں سے کوئی جزو یا کوئی حصہ کم نہیں ہوا ✤

اب ایک اور **سوال** پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ تھا تو یہ کتابیں جو اہل کتاب کے پاس بالفعل موجود ہیں اور موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے بھی استشہاد کی طرف منسوب ہیں وہ کہاں سے آگئیں؟ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد تک بھی اہل کتاب پاس تھیں جنکا قرآن میں متعدد جگہ اور آنحضرت علیہ السلام کے طور پر کیا ہے؟ اسکا **جواب** یہ ہے کہ جس طرح علماء اہل کتاب پچھلے حادثوں میں جہاں توریت کا دنیا سے مفقود ہو جانا یقیناً ثابت ہوتا ہے یادداشت کے طور پر بنام نہاد ان اصلی کتابوں کے جمع کرتے تھے اسی طرح ان حوادث کے بعد کسی نے اصل توریت کے مطالب جو پچھلے نسخوں میں جمع تھے اور مسائل شریعت اور حکایات و روایات کو اپنی یادداشت سے اور کسی سے سن سنا کر یا کوئی شکستہ و برباد شدہ پچھلے نسخوں کا حصہ بہم پہنچا کر جمع کیا اور اسکا نام توریت و زبور وغیرہ رکھا۔ یہ دستور اہل کتاب میں نیا نہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد خلقیاہ سردار کاہن نے کیا جبکہ دنیا میں کوئی بھی توریت کا واقف کار نہ رہا تھا اسکے بعد بابل کی اسیری کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام وغیرہ انبیاء نے ملکر کیا اسکے تلف ہو جانے کے بعد شمعون صادق نے کیا جب انٹیوکس گردی میں یہ بھی جاتا رہا تو مقابیس کا جمع کردہ ذخیرہ طیطس گردی میں جاتا رہا تو پھر اور کسی نے جمع کر لیا ہوگا ✤

توریت موجودہ میں اور اسی طرح زبور وغیرہ دیگر صحف انبیاء علیہم السلام میں اصل توریت وغیرہ کے الہامی مطالب بھی ہیں اور دیگر رطب و یابس روایات و حکایات بھی ہیں اسلیئے جہاں تک یہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے موافق ہیں ٹھیک ہیں ورنہ غلط یا منسوخ۔ چنانچہ نور الانوار وغیرہ کتب اصول فقہ میں علمائے اسلام نے اسکی تصریح کر دی ہے اور صحیح بخاری کی ایک حدیث بھی یہی کہہ رہی ہے

لا تصدقوا اہل الکتاب ولا تکذبوہم الحدیث کہ انکی تصدیق کرو نہ تکذیب یہ وہاں ہے جہاں کتاب و سنت ساکت ہو اور چونکہ اس مجموعے میں اصل توریت کا خصوصاً احکام شریعت میں ایک بڑا حصہ تھا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود کو احکام شرعیہ کی مخالفت پر الزام دینے کے لیے انکے زعم کے موافق اسکو استشہاد میں لانا اسکا حوالہ دینا یا اسکی تعظیم کرنا اس بات کی شہادت نہیں ہوسکتی کہ ان بزرگواروں نے بلا کم و کاست اس کتاب کو اصلی اور غیر محرف مان لیا ہو یا کسی مورخ کا انکے حوالے دینے سے بھی اس بات کی شہادت نہیں ہوسکتی۔ لا تصدقوا۔ کا فقرہ جو خاتم المرسلین ؐ کے منہ مبارک کا نکلا ہوا ہے اور اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کا یہود کے حق میں یہ فرمانا **قولہ** پس تمنے اپنی روایت سے خدا کے حکم کو باطل کیا انتہی۔ انجیل متی ۱۵۔ باب ۶۔ ورس اس بات کی طرف صاف صاف اشارہ کر رہا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ قول کہ میں توریت کو مٹانے نہیں آیا بلکہ پورا کرنے آیا ہوں اس بات کی شہادت نہیں کہ وہ موجودہ کتاب کو اصلی اور غیر محرف کہہ رہے ہیں یہ اسکے احکام کی بابت ہے کہ جنکو یہود نے ترک کر دیا تھا خواہ وہ احکام کسی کتاب میں لکھے درج کیے ہوں یا سینہ بسینہ چلے آتے ہوں ؛

اسکے سوا عیسائیوں کے قدما محققین بوقت مباحثہ یہود پر یہ بھی الزام قائم کرتے تھے کہ تمنے بہت سی پیشینگوئیاں کتاب مقدس سے نکال ڈالیں چنانچہ جسٹن نے جو عیسائیوں کا بڑا عالم تھا طریفون سے جو ایک یہودی عالم تھا مباحثے کے وقت یہ کہا۔ اس بات کو یوسی بلیس مورخ اپنی کتاب چہارم کے ۱۸۔ باب میں لکھتا ہے۔ اور علاوہ اسکے صدہا مقامات میں اختلاف اور غلط ہونا جسکی تفصیل علما اسلام نے کتب مناظرات میں کی ہے اس بات کی صاف دلیل ہے کہ یہ وہ توریت نہیں اگر اسمیں اصلی حصہ بھی ہے تو اسکے ساتھ لوگوں کا کلام بھی اس طرح مخلوط ہوا ہے کہ امتیاز کرنا مشکل ہے ؛

پھر اسکے بعد بھی جو کچھ تبدیل و تغیر اہل کتاب کی غفلت یا بددیانتی سے اسمیں واقع ہوئی وہ بھی کتاب مذکور کو قابل اعتبار نہیں ہونے دیتی اور اس بات کا ذکر ابھی کسی قدر آتا ہے اسی لیے سیکڑوں محققین یورپ نے اور دیگر مورخین نے اقرار کر لیا ہے کہ اصلی توریت جاتی رہی ؛

انجیل شریف

اسکا حال تو توریت مقدس سے بھی زیادہ افسوس ناک ہے۔ اسمیں کوئی شبہ بھی اہل اسلام کو نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی تھی کما قال وآتیناہ الانجیل کہ ہمنے عیسیٰ کو (نہ کسی اور کو) انجیل عطا کی۔ انجیل کے حضرت مسیح علیہ السلام کو دیے جانے سے انکو صرف قوت الہام و بشارات دیا جانا مراد لینا ایک بیکار توجیہ اور سست تاویل ہے۔ اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کتاب کتنی بڑی تھی اور کس طرح اور کس وقت لکھی گئی تھی؟ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی موجودگی میں کسکے پاس رہا کرتی تھی؟ مگر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے الہامات کو جمع کرایا تھا اور یہی وہ کتاب مقدس انجیل تھی جسپر اہل اسلام کو ایمان لانا ضرور ہے ؛

نصاریٰ اس بات کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں مسیح علیہ السلام پر کوئی خاص کتاب نازل نہیں ہوئی تھی نہ آپنے اپنے اہتمام سے ان الہامات کو جمع کرایا تھا جسکے گم کر دینے کا الزام ہمپر لگایا جاتا ہے بلکہ الہامات کو حواریوں نے انکے بعد جمع کیا حواریوں کی جمع کردہ کتابیں ہی انجیل ہیں ؛

مگر پولس کے خطوط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں حضرت کی کوئی کتاب تھی پولس اس خط میں جو گلتیوں کو لکھا ہے اسکے اول باب کے ۶ جملے سے۔ اتنک کہتا ہے **قولہ** میں تعجب کرتا ہوں کہ تم ایسی جلدی اس سے جسنے تمھیں مسیح کے فضل میں بلایا پھر کے دوسری انجیل

کی طرف مائل ہوئے سو وہ دوسری انجیل تو نہیں مگر بعض ہیں جو تمکو گھبراتے ہیں اور مسیح کی انجیل اُلٹ دینا چاہتے ہیں لیکن اگر ہم یا کوئی آسمان کا فرشتہ سوائے اس انجیل کے جو ہمنے سنائی دوسری انجیل تمھیں سُنائے سو ملعون ہو انتہیٰ ✤

یہ لوگ کہ جنسے پولس خطاب کر رہا ہے دوسرے عیسائی واعظوں کے تابع ہو کر بدعات کی طرف متوجہ ہوئے تھے جنکو پولس انجیل حضرت عیسیٰؑ کی پیروی پر آمادہ کرتا ہے اس عہد میں ان چاروں اناجیل کا جواب انجیل متی و انجیل مرقس و انجیل لوقا و انجیل یوحنا کے نام سے نامزد ہیں وجود بھی نہیں تھا کیونکہ یہ انجیلیں اس خط لکھنے کے بعد لکھی گئیں جیسا کہ تواریخ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے پھر بتلاؤ کہ وہ کونسی انجیل اس وقت پولس کے پاس تھی جسکو وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی انجیل کہتا اور اسکی پابندی پر مامور کرتا ہے؟ معلوم ہوا کہ وہی انجیل کہ جس کا ہمنے ذکر کیا۔ اور اسی طرح انجیل مرقس کے ۱۶ باب ۱۵ ورس میں بھی اس انجیل کا ذکر ہے **قولہ** اور اسنے کہا کہ تم تمام دنیا میں جاکے ہر ایک مخلوق کے سامنے انجیل کی منادی کرو ✤

اور یہ بھی تعجب کی بات ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس مصیبت کے سفر میں توریت لکھیں حضرت یوشعؑ کو اس لڑائی کے وقت کتاب لکھنے کی فرصت ملے۔ اسی طرح اور اور انبیاء علیہم السلام کے صحیفے انکے روبرو لکھے جاویں مگر حضرت مسیح علیہ السلام کو نہ فرصت ملے نہ وہ حکم الٰہی سے اس ضروری کام پر مامور ہوں؟ بھلا اگر انجیل چند بشارات و تعلیم ہی کا نام تھا اور اس نام کی کوئی کتاب نہ تھی تو حواریوں کو اپنی کتاب کا نام انجیل پر رکھنا کسنے بتادیا اور اسکی انکو کیوں ضرورت ہوئی اور کسلیئے اس بات کی طرف انکا دل للچایا۔ اور انکے بعد پھر سیکڑوں انجیلیں پیدا ہو گئیں؟ ✤

ضرور ایک کتاب اس نام کی تھی جو خاص حواریوں کے پاس رہتی تھی جسپر انھوں نے بھی اپنی اپنی کتابوں کے نام تبرکاً اور اعتبار جمانے کیلئے انجیل رکھے اور بعد تک یہ دستور جاری رہا۔ مگر پولس کے عہد کے بعد سے خصوصاً جبکہ یہ چاروں انجیلیں مشہور ہوئیں اس اصل انجیل کا نام و نشان بھی سننے میں نہ آیا اسکے مفقود ہونیکا زمانہ ان بے انتہا مصائب کا زمانہ ہے جو اول ہی صدی میں عیسائیوں پر پڑیں اور سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دشمنان دین مسیحی نے حواریوں سے وہ نسخہ چھین کر تلف کر دیا اسکے بعد حواریوں نے یادداشت کے طور اسکے مضامین اور حضرت مسیح علیہ السلام کے تاریخی واقعات کو لیکر جمع کرکے اسکا نام انجیل رکھا اور کچھ عجب نہیں کہ ہر ایک نے اپنی انجیل مروج کرنے کے لیئے اس تسلی سے کہ اسکے مضامین بھی تو اسمیں ہیں اصل نسخے کو طاق نسیان میں ڈال دیا ہو شدہ شدہ مفقود ہو گیا ہر چہ باشد مگر حضرت مسیح کی عبرانی زبان میں ایک کتاب انجیل تھی جو سیکڑوں برسوں سے مفقود ہے بلکہ دوسری صدی عیسوی سے اسکا پتا نہیں حفظ کا رواج نہ تھا قلمی نسخوں کی قلت تھی اسپر ہر ایک کو اپنے اپنے پیرو مرشد کی انجیل پر تکیہ تھا کہ بس یہی تو وہ ہے بلکہ مع شئے زائد اسلیئے اسکے نقص جانیکی پروا نہ کی۔ اہل اسلام کے سے انکے نہ طبائع تھے نہ حافظے کہ خدا کے کلام کو جدا محفوظ رکھتے اور پیغمبر کی احادیث و تاریخ کو جدا۔ خدا کو یہ منظور تھا نہ اسکی قلت کے اسباب پیدا کیے جس مصلحت سے اسنے اگلے انبیاء علیہم السلام کے صحیفوں کو مفقود ہونے دیا آنے والے خاتم المرسلین علیہ السلام کی خواری کی وجہ سے اسکے بھی مفقود ہونے کو روا رکھا۔ تلک حکمۃ بالغۃ ✤

اب جنکو عیسائی انجیل کہتے ہیں میں کسی قدر انھیں کا حال بیان کرتا ہوں وھو ہذا۔ انجیل متی۔ انجیل لوقا۔ انجیل مرقس۔ انجیل یوحنا۔

---

۵ ہارن مفسر اپنی کتاب کی چوتھی جلد میں کہتا ہے کہ قدیم علماء کا قول ہے کہ متی اور مرقس اور لوقا کے پاس عبرانی میں ایک صحیفہ تھا جسمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات تھے انھوں نے اس سے نقل کیا متی نے بہت لوقا اور مرقس نے تھوڑا۔ انتہی۔ فاضل نورٹن نے اپنی کتاب صحۃ الاسناد مطبوعہ شہر بوسٹن ۱۸۳۷ء کے دیباچہ جلد اول میں عبارت کا نقل کیا ہے کہ ابتدائے ملت مسیحی میں ایک کتاب تھی جائز ہے کہ یہ وہی اصل انجیل ہو ✤

نیز قدماء کے پاس عبرانی کی ایک انجیل تھی جسکو وہ بارہ حواریوں کی انجیل کہتے تھے۔ یہ ساری باتیں ہمارے خیال کی مؤید ہیں ۱۲ منہ

حواریوں کے اعمال یعنی تاریخ پولس کے خطوط یعقوب کا خط وغیرہ - ان اناجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات اقوال و افعال مندرج ہیں طرزِ تحریر کہہ رہا ہے آنکھوں دیکھے یا سنے سنائے حالات لکھتے ہیں نہ الہام کا دعویٰ ہے نہ الہامی طور ہے نہ الہام کی حاجت۔ ان کتابوں میں واقعات کی نسبت کمی زیادتی بھی ہے اور مخالفت بھی پائی جاتی ہے +

ان کتابوں کو عیسائی منزل من اللہ جانتے ہیں مگر لطف یہ ہے کہ نہ انکے مصنفوں کی نبوت ثابت ہے نہ کوئی معجزہ انسے سرزد ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اس سے بھی بڑھکر یہ تعجب ہے کہ لوقا اور مرقس حواری نہیں اور متی اور یوحنا جو حواری ہیں تو حواریوں میں بڑے رتبے کے نہیں انسے بڑے بڑے مقرب حواری شمعون پطرس وغیرہ تھے انکی کوئی انجیل نہیں +

ان کتابوں کے سوا تخمیناً ایک سو تیس اور کتابیں ہیں کہ جنمیں عیسائیوں کے ہاں اختلاف ہے یا یوں کہو اختلاف تھا قدماء نے انمیں بعض کو الہامی بعض کو غیر الہامی مانا اور متاخرین نے اسمیں خلاف کیا اور بعض کتابوں کو الہامی تو نہیں مگر جس طرح اہلِ اسلام حدیث کی کتابوں کو مانتے ہیں وہ بھی انکو اسی مرتبے میں سمجھتے ہیں انھیں میں سے برنباس حواری کی انجیل ہے +

متی نے انجیل عبرانی زبان میں لکھی تھی لارڈنر نے اپنی کتاب مطبوعہ ۱۸۲۷ء بمقام لنڈن کے صفحہ ۵۰ جلد دوم میں اُرجن کے تین قول نقل کیے ہیں جنسے ثابت ہوتا ہے کہ اسکی انجیل عبرانی میں تھی اور اسی طرح یوتی بیس اور جروم وغیرہ عیسائیوں کے بڑے بڑے عالم اسکے قائل ہیں۔ اور ہارن مفسر نے اپنی تفسیر جلد چہارم میں انکے اقوال نقل کیے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اسکی تصنیف ۳۱ء یا ۳۸ء میں ملک یہودیہ میں ہوئی۔ اور ۶۱ء میں پھر اسکا عبرانی سے یونانی زبان میں ترجمہ ہوا مگر تحقیق یہی ہے کہ متی نے نہیں بلکہ کسی اور شخص نے ترجمہ کیا۔ پادری فانڈر اختتام دینی مباحثہ مطبوعہ سکندرہ اکبرآباد ۱۸۵۵ء کے صفحہ ۲۰۰ میں کہتا ہے کہ یا حواریوں کے کسی مرید نے اسکا ترجمہ یونانی میں کیا ہے۔ انتہی +

اصل عبرانی انجیل متی کا اب کیا صدیوں سے دنیا میں نشان نہیں کسی کلیسا میں نہیں اور اسکے مفقود ہونے پر تمام عیسائی متفق ہیں۔ اب اسکے مفقود ہونے کی جو وجہ خیال میں آوے وہی اصل انجیل کی سمجھ لینی چاہیے۔ اب رہا ترجمہ یونانی اول تو مترجم کا حال یقینی طور پر معلوم نہیں کہ وہ کس لیاقت اور کس دیانت کا آدمی تھا؟۔ پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ دراصل یہ اس کتاب عبرانی کا ترجمہ ہے یا اور نئی کتاب ہے؟۔ اور پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ ترجمہ صحیح ہے یا غلط اور غلط ہے تو کس قدر؟۔ کیونکہ یہ باتیں اصل سے مطابق کیے بغیر معلوم ہو نہیں سکتیں اور اصل کا دنیا میں نشان بھی باقی نہیں اور اس انجیل یونانی کے اول اور دوسرے باب کو عیسائیوں کے محقق ڈاکٹر ولیمس وغیرہ اور نیز عیسائیوں کا ایک فریق جسکو یونی ٹیرن کہتے ہیں الحاقی اور جعلی کہتے ہیں۔ اور خصوصاً باب اول میں جو نسب نامہ ہے مسیح علیہ السلام کا اسمیں تو ایسی فاش غلطیاں ہیں جنکی بابت مفسرین انجیل کو کوئی جواب بھی بن نہیں پڑتا مگر اور عیسائی اسکو بھی الہامی مانتے ہیں۔ پھر فارقلیط کی بشارت میں الحاق ہونا کون بڑی بات ہے؟۔ +

انجیل مرقس

مرقس کا ابتک صحیح حال بھی عیسائیوں کو معلوم نہیں کہ وہ کس ملک میں پیدا ہوا اور کس برس میں عیسائی ہوا صرف اتنی بات کہتے ہیں کہ وہ پطرس حواری کا شاگرد ہے اور اسنے پطرس وغیرہ لوگوں سے سنکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات لکھے اور اس کتاب کے سن تالیف بھی بخوبی معلوم نہیں

ف پادری اسکاٹ اپنی تفسیر دوم میں انجیل متی جو عبرانی میں تھی اسکا زمانۂ تصنیف ۶۳ء بتاتا ہے ۱۲ منہ

پادری اسکاٹ دیباچہ تفسیر رومن صفحہ ۲۳۹-۲۴۰ میں کہتا ہے۔ ٹھیک معلوم نہیں کہ کس وقت یہ صحیفہ لکھا گیا مگر گمان غالب ہے کہ اسکی تصنیف ۵۶ء اور ۶۳ء کے درمیان ہوئی اور بالاتفاق شہر روم میں اسنے یہ کتاب تصنیف کی۔ اور رومیوں کے لئے لکھی تو لاٹین یعنی رومی زبان میں لکھی گئی کسلیئے کہ رومی لوگونکی زبان لاٹین ہے مگر اس اصل نسخے کا ابتک پتا نہیں ہاں اسکا ترجمہ یونانی موجود ہے +

اب اول تو مرقس کی نبوت ثابت نہیں پھر الہام تو درکنار۔ دوم پطرس اور پولس اسکے راوی ہیں۔ لیکن وہ اپنے شیوخ کا ذکر تک بھی نہیں کرتا اور یہ بات پوری شبہ پیدا کرنیوالی ہے۔ سوم اصل کتاب مفقود ہے ترجمے میں کلام ہے +

انجیل لوقا

یہ بھی حضرت عیسی علیہ السلام کے حواریوں میں سے نہیں بلکہ پولس کا شاگرد ہے نہ اس شخص کا پورا حال دریافت ہوا کہ کہاں کا باشندہ تھا اور کس کے ہاتھ پر دین میں داخل ہوا اور اسکی اصلی زبان کیا تھی اور یہ انجیل اسنے کب لکھی اور کس زبان میں لکھی اور جبکہ متی اور مرقس کی انجیل تصنیف ہو چکی تھی تو پھر اسکو انھیں باتوں کے قلمبند کرنے کی کیا ضرورت پڑی تھی کیا وہ اسکے نزدیک پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی تھیں اسکا سن تالیف بھی قیاسی طور پر ۶۴ء بیان ہوا ہے +

یہ کہیں نہیں کہتا کہ میں رسول ہوں اور میں جو کچھ لکھتا ہوں الہام سے لکھتا ہوں اسکی روایت بھی منقطع ہے کیونکہ یہ اپنے شیوخ کا ذکر تک بھی نہیں کرتا +

انجیل یوحنا

یہ یوحنا حواری کی طرف منسوب ہے اسکی تالیف کا زمانہ بھی تخمینی ہے یعنی تخمیناً سنہ ۹۸ عیسوی میں یعنی عروج مسیح سے ستر برس بعد۔ مگر یہ بھی الہام اور رسول ہونے کا مدعی نہیں۔ اسکے طرز بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ مبالغہ بھی اسکے کلام میں ہے چنانچہ اسی انجیل کے ۲۱۔ باب ۲۵۔ ورس میں یہ ہے کہ مسیح کے حالات میں کتابیں جو لکھیں جاتیں تو دنیا میں نہ سماتیں۔ ہرگز یہ صحیح نہیں کسلیئے کہ اگر کوئی حضرت مسیح کا روز تولد سے آخر تک روزنامچہ بھی لکھتا اور فرض کرلو کہ ایک ورق کے حالات ایک کتاب میں درج ہوتے تو بھی وہ سب کتابیں یروشلم میں سما سکتی تھیں دنیا تو بڑی وسیع ہے اور ایک عجیب بات یہ ہے کہ دوسری صدی میں لوگوں نے انجیل یوحنا کی بابت کلام کیا کہ یہ انکی تصنیف نہیں اس وقت آرنیوس موجود تھا اور یہ پولی کارپ کا شاگرد تھا اور پولی کارپ یوحنا حواری کا۔ مگر آرنیوس نے اپنے دادا استاد کی کتاب پر شہادت نہ دی معلوم ہوا کہ اسکو بھی شک تھا یا اسکے استاد نے ذکر بھی نہیں کیا تھا ورنہ ایسے موقع پر سکوت کرنا کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ اسکے سوا کاتلک ہرلڈ کی چوتھی جلد مطبوعہ ۱۸۴۴ء صفحہ ۲۰۵۔ میں یہ ہے۔ استادلن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ انجیل یوحنا مدرسہ اسکندریہ کے کسی طالب العلم کی تصنیف ہے اسمیں کوئی بھی شبہ نہیں اور اسی طرح محقق برتشنیڈر کہتا ہے کہ یوحنا کی تصنیف سے نہ یہ انجیل ہے نہ اور رسائل بلکہ دوسری صدی عیسوی میں کسی اور شخص نے تصنیف کر کے انکے نام سے مشہور کر دیے کہ لوگوں میں اعتبار ہو +

جب ان چاروں انجیلوں کی یہ کیفیت ہے تو اور کتابوں کا کیا ذکر ہے۔ پولس کے خطوط اور بعض دیگر رسائل جو اب عہد عتیق میں شامل ہیں مدتوں عیسائیوں میں غیر معتبر مانے گئے +

سنہ ۵۸ء بعض پادریوں نے انطاکیہ لکھا را ۶۱ سنہ

تحریف

سے جو بعد میں ان کتابوں میں ہوئی اور بھی اعتبار کھو دیا اور عیسائیوں کے مقدس لوگوں میں خاص پہلی ہی صدی سے اس بات نے تجویز ہو لکہ بھی یہی کوشش
کرنا اور جو عیسائی یوحنا کہتا ہے اور بھی تصنیف ... کی بے اعتباری کر دی اور جبکہ یہ طوفان بے تمیزی موجزن تھا کہ آپ تصنیف کرنا اور رواج دینے کیلئے کسی مشہور
آدمی یا نبی کے نام سے منسوب کر دینا عیسائیوں نے یونانیوں کا قدیم شیوہ تھا ان عیسائیوں کا بھی انھیں یونانی نسلوں کی جماعت میں داخل ہو جانے سے بائیں ہاتھ کا
کرتب ہو گیا تھا اور جس وقت عیسائیوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا اور زمین میں ان کے لیے کوئی جگہ امن کی نہ تھی اور یہ بات وہم کے بت پرست ظالم بادشاہوں اور
ان کے عمال و حکام سب کی طرف سے ہوں تھی اور اس وقت جان بچانا ہی غنیمت تھا تلاش کر کر کے کتابیں جلائی جاتی تھیں اور جس کے پاس کوئی ورق بھی نکلتا
تھا تو شکنجے میں کھینچ دیا جاتا تھا اس وقت اس کام کا ایسے چالاکوں کیلئے بڑا موقع تھا کہ آپ تصنیف کر کے جس حواری کے نام چاہا لگا دیا پوچھنے والا اور تحقیق کرنے والا ہی
کون تھا اور جس کتاب میں جو چاہا کم زیادہ کر دیا۔ درحقیقت اس طوفان کے زمانے میں کتب سابقہ کو جیسا کچھ صدمہ پہنچا بیان سے باہر ہے پرانے یونانی اور سریانی
زبان کے ترجمے سپٹواجنٹ وغیرہ سب ہی پر تو آفت آئی اور جب امن کا زمانہ چوتھی صدی عیسوی میں آیا اور عیسائیوں کے ہوش و حواس بجا ہوئے تو اب کتب
مقدسہ کی تلاش کرنے لگے اور جو کوئی کتاب بہم پہنچا تھا تو بڑی قدردانی سے لیجاتی تھی اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ ان کتابوں کے بھی (جو اس طوفان کے پہلے نقص
خواہ وہ کیسی ہی دوران عیسائی پہلے معلوم ہوا) چند نسخے ہاتھ لگے ہوں گے کیونکہ استیصال کلی خلاف تجربہ ہے اور ان میں سے بہت مفقود بھی ہو گئیں ہوں گی اسلامی
مصنفوں کی بہت سی کتابیں مفقود ہیں اور جو کتاب حفظ کے ذریعے سے صدہا آدمیوں کے سینے کے صندوقوں میں محفوظ رکھی جاوے جیسا کہ قرآن مجید
اور صرف دو ایک قلمی نسخوں ہی پر اس کے وجود کی بنیاد ہو جیسا کتب مقدسہ کا تھا ایسے حوادث میں پورا بچنا سمجھ میں نہیں آسکتا۔ پھر کسی کتاب کا جو ہم پہنچی
ہوگی اول و آخر نہ رہا کسی کا اول نہیں کسی کا آخر نہیں اول سے کوئی درمیان سے کم ہے کسی کے چند اوراق کو کیڑا چاٹ گیا کسی کے کچھ اوراق پانی سے
بھیگ کر باہم مل گئے اور اب جو چھڑائے گئے تو کچھ پڑھا نہیں جاتا اور کبھی کچھ پڑھا بھی جاتا ہے تو صاف نہیں پھر اس نقصان کو پورا کرانے کے لیے کسی کا اول بنا لیا
کسی کا آخر کسی کے بیچ میں سے جملے بنا ملائے گئے اور کہیں جو یہ معلوم نہیں ہوا کہ کس کی تصنیف ہے اس کے مطالب کی شان پر نظر کر کے ایسے ہی شخص کی طرف
منسوب کر دی گئی اور یہی سبب ہے کہ کتب عہد کے مولفوں میں علماء اہل کتاب کا اختلاف ہے ایک کتاب ہے کوئی کہتا ہے یہ فلاں شخص کی تصنیف ہے
کوئی کہتا ہے دوسرے شخص کی ہے۔ اور یہی اسباب ہیں جن سے ان انجیلوں اور پرانی کتابوں کے باہم نسخوں میں اس قدر اختلاف ہے کہ جس کا
ٹھکانا نہیں اور ان کتابوں کی تو یوں ترمیم کی اور جو نہ ملیں اور نام یاد تھے ان کی جگہ نئی تصنیف انھیں کے ناموں سے کی گئیں کسی نے اپنے تصنیف کر کے
کسی کے کسی نے اور دوسرے کے نام لگائیں اور پھر تو وہ بازار گرم ہوا کہ صدہا مصنف اٹھ کھڑے ہوئے ایک سو کئی ایک انجیلیں نکل پڑیں اور حواریوں کے خطوط و ملفوظات
کا تو یہ شمار ہی نہ رہا کسی جوانمرد نے ایک خط گھڑ کے یہ بھی اڑا دی کہ یہ آسمان سے گرا ہے حضرت مسیح نے لکھ کر بھیجا ہے علماء کی مجالس اس تحقیق کے لیے
آمادہ ہوئی ہوں گی اور جہاں تک ہو سکا تحقیق کی مگر پھر بھی بہت جگہ پتا نہ چلا۔ اس بیان کی تصدیق کے لیے شہر نائس اور دیگر شہروں میں جو مجلسیں
ہوئیں ان میں فہرست کتب مقدسہ جو پیش ہوتی رہی وہ غور کے قابل ہے کہ کسی مجلس میں کوئی کتاب کسی اور دوسری معتبر ٹھیری۔
پھر دوسری مجلس نے پہلی مجلسوں کے حکم کو رد کر کے اور چند کتابیں داخل کر دیں اور بعض کتاب اور بعض کے چند ابواب و فقرات پر
خط کھینچ دیا +

اور اسی لیئے عیسائی مذہب کے بہت سے فرقے ہوگئے اور انکا اصل کتب مقدسہ میں بھی اختلاف ہے۔ مانی کا فرقہ اور یونی ٹیرن وغیرہ چند اُن کتابوں کو نہیں مانتے جنکو اور عیسائی مانتے ہیں اسی طرح رومن کاتلک اور پراٹسٹنٹ فرقے میں اختلاف ہے اور بہت سے محققین تو بول اُٹھے کہ صرف ظنی اور قیاسی طور پر یہ کتابیں حواریوں اور انکے شاگردوں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں ورنہ ثبوت یقینی کچھ بھی نہیں +

اس بیان کی شہادت نسخوں کے اختلاف سے بھی ہوسکتی ہے۔ وارڈ اپنی کتاب اغلاط نامہ میں کہتا ہے کہ ڈاکٹر مل صاحب نے جو عہد جدید کے نسخے ملائے تو تیس ہزار اختلاف پائے۔ اور ڈاکٹر گریسباخ نے جو اور زیادہ نسخوں کا مقابلہ کیا یعنی تین سو پچپن کا تو ڈیڑھ لاکھ اختلافات ملے اگر اور زیادہ نسخوں کا مقابلہ کیا جاتا تو اور بھی اختلافات نکلتے یہ صرف انجیل کے اختلافات ہیں۔ اس بات کو پادری فنڈر نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ (اختتام مباحثہ دینی مطبوعہ اکبرآباد) ہم پادری مذکور کی عبارت نقل کرکے اپنے تمام بیان کی تصدیق کرائے دیتے ہیں۔ **قولہ** اگرچہ ہم لوگ قائل ہیں کہ بعض حروف والفاظ میں تحریف وقوع میں آئی اور بعض آیات کے مقدم وموخر اور الحاق کا شبہ ہے تو بھی انجیل کو نے تحریف کہتے ہیں اس لحاظ سے کہ اسکا مضمون او مطلب نہیں بدل گیا ہیکیلس صاحب ڈاکٹر نبلی صاحب کا قول اپنے عہد جدید کے دیباچہ جلد اول صفحہ ۲۶۳ میں نقل کرتے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس صرف ایک ہی قلمی نسخہ بچا ہوا تھا جیسے رومی اور یونانی انہیں بھی معلموں کے ایسے قصور پائے گئے ہیں اور انکی اصلاح میں ایسے عیب ملے ہیں کہ باوجود دو پوری صدیوں سے نہایت عالم اور تیز فہم نکتہ چینوں کی محنتوں کے وہ کتابیں ابتک غلطیوں کا انبار ہیں اور اسی طرح رہینگی۔ انتہی +

پادری صاحب کو اختیار ہے یا یوں دکتابوں وآیتوں کے تبدل تغیر والحاق بلکہ مصنفوں کے نام معلوم ہونے پر وہ اپنی کتاب کو بلاتحریف کہیں مگر لطف یہ ہے کہ پادری فنڈر صاحب یہ بھی صفحہ ۱۳۰ میں کہتے ہیں **قولہ** کہ یہ بات سچ ہے دیریوس ریڈنگ (غلطی کتابت) بہت ہیں اور ہر حال میں تمام یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ صحیح کون ہے صفحہ ۱۳۱۔ پہلے یوحنا کے ۵ باب کے ۷ - ۸ آیتیں اور یوحنا کے ۵ باب کی پہلی سے ۱۱ آیت تک کو اکثر محققین مشتبہ جانتے ہیں انکے سوا صرف دو آیات اور ہیں جنکی صحت پر شبہ ہے یعنی یوحنا کے ۵ باب کی ۴ آیت اور اعمال کے ۸ باب کی ۳۷ آیت۔ انتہی۔ کیا اب بھی پادری صاحب کو انجیل کی تبدیل وتحریف میں کوئی شبہ ہے۔ اور عجب تر یہ ہے کہ ان مشکوک اور الحاقی آیات کو ابتک انجیل میں لکھ رکھا ہے +

خیر یہ تو جو کچھ تھا سو تھا اسکے بعد جب پوپوں کا دور دورا ہوا اور بت پرستی اور جہالت کی گھٹا عیسائیوں پر چھائی اور سنہ ۴ عیسوی کے قریب شمال کی جانب سے بت پرست اور وحشی اور ظالم وجاہل قوموں نے قیصروں پر حملہ کیا اور جہاں انکا غلبہ ہوا انھوں نے مدرسوں اور کتب خانوں اور علم اور دین کی کتابوں کو جلا کر نیست ونابود کر دیا۔ اس پر آشوب حادثے سے شب تاریک سے زیادہ تاریکی عیسائیوں پر زمانہ دراز تک چھائی رہی۔ اور اسی زمانہ آفتاب ہدایت مکے سے جلوہ گر ہوا +

اس حادثے کے بعد جب کچھ اسی دور ہوئی تو پھر کتابوں اور علم کی درستی کی طرف التفات ہوا۔ اب خود غرضوں کو اور بھی تحریف تبدیل کا موقع ہاتھ آیا۔ دیدہ ودانستہ کتاب میں کم زیادہ کرنا اہل کتاب کا قدیم دستور ہے بلکہ اپنے اغراض کے مخالف کتابوں کا جلا دینا بھی انکا پیشہ قدیم ہے۔

چنانچہ ڈاکٹر کینی کاٹ کہتا ہے کہ عبرانی کے عہد عتیق کے تمام قلمی نسخے جنکا وجود ہونا اب ہمکو معلوم ہے ایک ہزار اور ایک ہزار چار سو ستاون عیسوی کے درمیان کے لکھے ہوئے ہیں اس سے وہ یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ اس سے پیشتر کے نسخے یہودیوں نے معدوم کر دیے اور بشپ والٹن اس بیان کی تصدیق کرتے ہیں ✦

عیسائیوں میں جعل سازی کا بازار تو پہلی ہی صدی عیسوی سے گرم ہوگیا تھا چنانچہ پولس کے عہد میں جھوٹی انجیل اور جھوٹے واعظ پیدا ہوگئے تھے۔ خود پولس بھی دین کے رواج دینے کے لیے جھوٹ بولنا پسند کرتا ہے (دیکھو وہ خط جو رومیوں کو لکھا تھا اسکا ۳۔ باب) اور جب دوسری صدی میں مباحثے کے بعد اجن کی رائے کو مان لیا گیا کہ غیر قوموں سے مباحثے کے وقت حکما کا طور اختیار کر لینا چاہیے اس سے عیسائیوں کی راستبازی میں فرق آنے لگا اور اسی سبب سے جعلی تصانیف پیدا ہونے لگیں کیونکہ فیلسوف جب کسی کے طریقے کی پیروی کرتے تھے تو اسکے نام سے ایک کتاب تصنیف کر کے مشہور کر دیتے تھے یہ دستور کئی سو برس تک یہاں رومی کلیسیا میں جاری رہا جو سخت ہی خلاف حق اور قابل الزام شدید تھا (تاریخ کلیسا) ✦

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد مطبوعہ لندن ۱۸۲۲ء صفحہ ۳۲۱۔ میں لکھتے ہیں کہ بلا شک بعض خرابیاں (تحریفات) جان بوجھ کر ان لوگوں نے کیں ہیں جو کہ دیندار مشہور تھے اور اسکے بعد انھیں تحریفات کو ترجیح دیجاتی تھی تاکہ اپنے مطلب کو قوت دیں یا اعتراض اپنے اوپر آنے نہ دیں۔ انتہی ✦

اب میں ان پرانے نسخوں کا کہ جنپر اہل کتاب کو ناز ہے اختلاف باہمی اور ایک کی دوسری سے کمی زیادتی چھوڑ کر جو تفصیل طلب بیان ہے اہل کتاب کی ایک تھوڑی سی خیانت بتاتا ہوں وہ یہ کہ اگر آپ جب سے مطبوع ہونا شروع ہوا ہے مطبوعہ نسخے صرف انجیل کے ملا کر دیکھیں عبرانی اور انگریزی اور فرنچ زبان کے مطبوعہ اور انکے ساتھ اردو فارسی عربی کے بھی رکھ لیں پھر دیکھیے کیا کچھ تفاوت نہ صرف الفاظ میں بلکہ مطالب و معانی میں۔ آپ کو معلوم ہونے اور قلمی نسخوں کو بھی سامنے رکھ لو تو پریشان ہو جاؤ۔ صرف اردو کے نئے اور پرانے چھپے ہوئے نسخوں کو ملاحظہ فرمایے کہ پہلے لفظ فارقلیط لکھا جاتا تھا جب دیکھا کہ اہل اسلام اس سے سند پکڑتے ہیں تو یہ لفظ ہی نکال ڈالا اور اسکی جگہ روح کا لفظ لکھ دیا کسی نے وہیں اپنی طرف سے تفسیر بھی کر دی اور اسکو متن میں شامل کر دیا تاکہ کسی کو کچھ پتا نہ لگے۔ اور یہ جو آج کل پادری انجیل چھپی ہوئی اور صاف اور عمدہ کاغذ پر لکھی ہوئی جاہلوں کو دکھا کر کہا کرتے ہیں کہ تمام اناجیل اس موافق ہیں اسمیں تحریف دکھاؤ کہاں ہے اور اگر یہ محرف ہے تو تم اصلی انجیل اور غیر محرف دکھاؤ جو خداوند عیسیٰ مسیح کا انجیل ہے محض دھوکا اور جاہلانہ گفتگو ہے۔ جب وہ اصلی انجیل اول اور دوسری صدی عیسوی میں مفقود بھی ہوگئی جس طرح کہ متی حواری کی عبرانی انجیل مفقود ہوگئی اور اب جو عبرانی انجیل متی ہے تو یہ یونانی ترجمہ کا ترجمہ ہے تو ہم کہاں سے دکھاویں۔ جو لوگ دنیا میں نہیں رہے اور عالم ہستی سے انکا نام و نشان ہی مٹ گیا تو اب انکو کوئی کہاں سے لاکر دکھائے پھر کیا کوئی فرضی شخص انکے نام سے وہی ہو سکتا ہے؟ اور خداوند کی یہ انجیل نہیں ہیں یعنی متی مرقس۔ لوقا یوحنا کی ہیں خداوند کی تو وہ انجیل تھی جسکو پولس کہتا ہے کہ میرے پاس ہے اور قطعاً وہ ان چاروں انجیلوں کے سوا تھی کیونکہ اسکا تو دیکھنا بھی پولس کو ثابت نہیں اور قرآن مجید میں انجیل کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی قرآن مجید میں متی مرقس لوقا یوحنا کی انجیل کا ذکر تک نہیں پھر یہ مسلمانوں پر کس طرح حجت ہو سکتی ہیں ہاں بعض مضامین نقل کرتے ہیں تو محض تمھارے قائل کرنیکو کیونکہ تم انکو مانتے ہو ورنہ ہمیں کچھ ضرورت نہیں اور جو کوئی کوڑ مغز مسلمان انکو انجیل سمجھے یہ اسکی جہالت ہے

جسکا وہی ذمہ دار ہے نہ اور مسلمان۔ اور ان متعدد انجیلوں کے منکر کو انجیل شریف کا منکر قرار دینا جہالت پر جہالت ہے ✦

اب ہم مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی تفسیر کرتے ہیں۔ ان اناجیل میں بھی کہیں کہیں اس کا نام و نشان ان دیندار عیسائیوں کے ہاتھ سے جو قصداً تحریف کیا کرتے تھے باقی رہگیا ہے کہ نہیں؟۔ انجیل یوحنا میں جانے کیونکر اس بشارت کو ان دینداروں نے باقی رہنے دیا اس انجیل میں متعدد جگہ اس بشارت کا پتا ملتا ہے۔ یہ انجیل یوحنا جو عربی زبان میں ترجمہ ہوکر شہر لندن میں ۱۸۳۳ و ۱۸۳۱ء میں چھپی ہے اس سے نقل کرتا ہوں چودھویں باب کا سولھواں جملہ یہ ہے قولہ اور میں اپنے باپ سے درخواست کرونگا اور وہ تمھیں اور فارقلیط دیگا کہ ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے (یعنی روحِ حق جسے دنیا حاصل نہیں کرسکتی کیونکہ نہ اسے دیکھتی ہے نہ جانتی ہے لیکن تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمھارے ساتھ رہتی ہے اور تم میں ہوو یگی) ۲۶۔ لیکن وہ فارقلیط (جو روح حق ہے) جسے باپ میرے نام سے بھیجیگا وہ تمھیں سب چیزیں سکھاوے گا اور سب باتیں جو میں نے تم سے کہیں ہیں یاد دلائیگا۔ ۲۹۔ اور اب میں نے تمھیں اسکے واقع ہونے سے پیشتر کہا کہ جب وہ واقع ہو تو تم ایمان لاؤ۔ ۳۰۔ بعد اسکے میں تم سے بہت کلام نکروں گا اسلیئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اسکی کوئی بات نہیں۔ ۱۵۔ باب ۲۶۔ ورس۔ پھر جب وہ فارقلیط جسے میں تمھارے لیئے باپ کی طرف سے بھیجوں گا (یعنی روح حق جو باپ سے نکلتی ہے) آوے تو وہ میرے لیئے گواہی دیگا اور تم بھی گواہی دوگے کیونکہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو۔ ۱۶۔ باب ۷ ورس۔ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمھارے لیئے میرا جانا ہی بہتر ہے کیونکہ اگر میں نجاؤں تو فارقلیط تمھارے پاس نہ آوے پس اگر میں جاؤں تو اسکو تمھارے پاس بھیجونگا۔ ۸۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ پر اور راستی پر اور عدالت پر سزا دیگا گناہ پر اسلیئے کہ وہ مجھپر ایمان نہیں لائے راستی پر اسلیئے کہ میں باپ پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے عدالت پر اسلیئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا۔ میری اور بہت باتیں ہیں کہ جنکو تم سے کہوں لیکن تم انکی اب برداشت نکر سکو گے پھر جب روح حق آویگا تو ساری سچائی کی راہ تمکو بتا دیگا کسلیئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا لیکن جو سنے گا وہی کہیگا اور تمھیں غیب کی خبریں دیگا اور میری بزرگی بیان کرے گا ✦

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام یوحنا حواری نقل کرتا ہے جو حضرت نے اپنے ساتھ یہود کی بدسلوکی اور تدبیر قتل سے خبر پاکر حواریوں سے کیا تھا اس کلام میں آپ اپنا دنیا سے تشریف لیجانا ظاہر فرماتے ہیں اور حواریوں کے غمگین دلوں کو ایک آنیوالی فارقلیط سے تسلی دیتے ہیں اور یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ وہ فارقلیط آکر میری بزرگی بیان کریگا اور جن لوگوں نے مجھے نہیں مانا اور مجھپر موت کا حکم لگایا یعنی انکو ملزم اور سزاوار ٹھیرائیگا اور وہ فارقلیط جہان کا سردار اور مجھسے زیادہ بلند مرتبہ ہے اسکی کوئی بات مجھ میں نہیں ✦

ہم کہتے ہیں یہ بشارت ہمارے نبی پاک کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کی آپ بشارت دے رہے ہیں اور آنحضرت کا نام احمد بھی ظاہر کر رہے ہیں کسلیئے کہ عیسیٰ علیہ السلام عبرانی زبان میں کلام کرتے تھے اور عبرانی میں صاف احمد کا لفظ ذکر کیا تھا اہل کتاب کی عادت ہے کہ وہ جب کسی کلام کا ترجمہ کرنے بیٹھتے ہیں تو ناموں کا بھی ترجمہ کردیا کرتے ہیں اسکے بہت سے نظائر موجود ہیں پھر جب یوحنا کے کلام کا یونانی میں ترجمہ کیا تو احمد کا ترجمہ بھی کردیا اور یونانی زبان میں پیرکلوطوس لکھدیا جسکے معنی ہیں احمد یعنی بہت سراہا گیا یا بہت حمد کرنیوالا پھر جب یونانی سے عبرانی میں ترجمہ کیا تو اسکا معرب فارقلیط کردیا ✦

عیسائی کہتے ہیں یونانی نسخوں میں پارکلی طوس ہے جسکے معنی معین وکیل کے ہیں۔ اگر پیرکلوطوس ہو تو بیشک احمد یا محمد کے قریب اسکے
معنی ہوتے ہیں۔ اول تو کچھ بڑا تفاوت نہیں کس لیے کہ بعض زبانوں میں رسم الخط دیکھا جاتا ہے کہ وہ اعراب کی جگہ میں حروف مفردہ ہی لاتے ہیں
اور بعض خطوں میں سرے سے اعراب ہی نہیں جیسا کہ عبرانی خط اسمیں ایسے اختلاف کو بڑی گنجائش ہے۔ قدیم یونانی خط کا بھی یہی حال ہے۔
اسمیں کل کو کال کیل بطرح سے پڑھ سکتے ہیں۔ پھر جو کا تلفظ پارا اور کلو کا کلا یا کلیہ کوئی بڑی بات اور زیادہ تفاوت نہیں دوم یہ بھی تسلیم
کرلیا جاوے کہ یہ تفاوت تلفظ اور خط میں اعراب ہونے کے سبب سے نہیں بلکہ دراصل یوں ہی ہے جیسا کہ کہتے ہیں تو بھی ہمارا مدعا ثابت
ہے کس لیے کہ ہمارے حضرت کا نام معین اور وکیل بھی ہے۔ تو بھی ایک نام سے نہیں دوسرے نام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بشارت
دینا ثابت ہوتا ہے۔ سوم ہم دینداروں نے بقول ہارن صاحب اعتراض سے بچنے کے لیے یا مخالف کا مدعا ثابت نہونے دینے کی وجہ سے
یا اپنا مدعا ثابت کرنے کے لیے انجیل و توریت میں بہت جگہ تحریف و تبدیل کی ہے اور عبارت کو گھٹایا بڑھایا ہے تو یہ ذراسی تحریف تبدیل انسے کیا
بعید ہے جو ایسی کمی بیشی کرتے ہے عیسائیوں نے فارقلیط کے آگے روح کا نازل ہونا مراد لے لیا اور پھر اس مطلب کو قوی کرنے کے لیے یہانتک خیانت
کی متن میں امیں کرکے روح کی تفسیر کو بھی ملادیا۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ نہ تو حضرت مسیح کا کلام نہیں نہ یوحنا نے بڑھایا یہ تو بعد میں کسی دیندار پادری صاحب نے
ملادی ہے مگر بڑے شرم کی بات ہے کہ عبارت میں تحریف آپ پکار رہی کہ مجھ میں تحریف ہوا اور پادری صاحب ہیں کہ انکار کررہے ہیں وہی
نسخہ جو غلطی کا داغ لگتے ہے موجود مگر غلطی کا انکار۔ اگر پادری صاحبوں کے اگلے بزرگاروں کو اتنی گنجائش اس بشارت میں ملی کہ وہ اسکو نزول
روح پر بیان کرتے تو جملے لایزال اسکو کتاب ہی میں سے نکال ڈالتے مگر انکو یہ کیا خبر تھی کہ اس بشارت میں جو اور بھی الفاظ ہیں وہ اسکو نزول روح
پر چسپاں نہیں ہونے دینگی اور مسلمانوں کے ہاتھ میں ایک حجت الزامی آجائیگی ✦

اور ایک تعجب کی بات ہے کہ ستر برس جو یوحنا حواری کو تو یہ بشارت یاد رہی کہ انہوں نے اپنی کتاب میں لکھدی مگر متی اور مرقس اور لوقا کو انسے
پہلے یا بعد الی انمیں سے کسی نے بھی اسکا ذکر تک نہیں کیا اور یہ کوئی ایسی چھوٹی بات نہیں تھی بلکہ اپنے سے زیادہ مرتبے والے کے آنیکی خبر تھی جسکے
بیان کرنے کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام نے کیسا اہتمام کیا۔ ہمارا یقین ہے کہ ضرور ذکر کیا ہوگا مگر اس وقت یا اسکے بعد یاروں نے اسکا باقی رکھنا
مصلحت نہ سمجھی کس لیے کہ انکی بشارتوں میں آنحضرت صلعم کے ظہور کا پورا پورا پتا ہوگا تاویل کی گنجائش نہوگی اس کتاب میں تاویل کی گنجائش دیکھی اسکو
رہنے دیا مگر کسی قدر ادھر ادھر سے تراش کر اپنے موافق کرلیا مگر تو بھی موافق نہوئی۔ اور ان الحاقات اور کتابوں میں گھٹاؤ بڑھاؤ کرنیکا حال ہمارے
بیان سابق سے جو کتب مقدسہ کی بابت تھا آپ بخوبی معلوم ہوگیا ہوگا ✦

دو امر اور بھی غور طلب ہیں اول یہ کہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے پہلے تک اس فارقلیط کو عیسائی کوئی آدمی اور بڑا
اولوالعزم شخص خیال کرتے تھے کہ ضرور ایک ایسا شخص جو دین عیسوی کا معین اور مددگار اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا طرفدار ظاہر ہوگا اور اسی لیے دوسری
صدی عیسوی میں منتنس عیسائی نے جو بڑا پرہیزگار اور عالم تھا یہ دعویٰ کیا تھا کہ جسکے آنے کی حضرت مسیح نے خبر دی ہے وہ میں ہوں اور ایشیاے کوچک میں ہزاروں عیسائی
اسپر ایمان لائے (دیکھو تاریخ کلیسا ولیم میور مطبوعہ ۱۸۴۸ء) اسکے سوا دوستھیوس شمعون مجوسی وغیرہ چوبیس شخص نے آدرین قیصر کے عہد سے
لیکر سن ایک ہزار چھ سو بیاسی کے قریب تک فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیا۔ (تفسیر رومن اسکاٹ مطبوعہ الہ آباد صفحہ ۱۸۶) ✦

پھر کیا ان کو انجیل یوحنا بھی معلوم نہ تھی اور پادریوں کی بھی تاویل سے واقف نہ تھے کہ فارقلیط سے روح مراد ہے نہ کہ انسان۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو ایک شی بقول پادریاں سرے سے ہی نہیں تو اسکا ان لوگوں نے کیونکر دعویٰ کر لیا ہے؟ یہ بات اور ہے کہ وہ دراصل اس فارقلیط کے مصداق نہ تھے مگر اس زمانے میں یہ بات ہر ایک عیسائی جانتا تھا کہ فارقلیط کوئی انسان آنیوالا ہے۔ جیسا کہ اسلامیوں میں مہدی آخر الزمان کے آنے کی ایک ایسی مشہور خبر ہے کہ جسکو سب جانتے ہیں اس بنا پر آج تک بہت سے بوالہوسوں نے مہدی ہونیکا دعویٰ کر دیا اگر مسلمان اسکو جانتے ہی نہ ہوتے یا وہ مہدی سے مراد کسی فرشتہ کا نازل ہونا لیتے کہ وہ صحابہؓ کے عہد میں نازل ہو چکا تو پھر کسی کو بھی اس عہدے کی تمنا نہ ہوتی ❖

لب التواریخ کا مصنف لکھتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاصر یہودی اور عیسائی ایک نبی کے منتظر تھے۔ اس بات نے محمد کو فائدہ بخشا کہ آپ نے کہدیا وہ میں ہوں۔ انتہیٰ۔ وہ نبی حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کے ظاہر ہونے کے بعد تک بھی انتظار کیا جاتا تھا۔ **دوم** بہت سے عیسائیوں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھے اس بات کا اقرار کیا کہ آپکا ذکر انجیل میں ہے منجملہ انکے حبشہ کا بادشاہ **نجاشی** جو انجیل و توریت کا بڑا عالم تھا منجملہ انکے **جارود بن علا** ہے جو عیسائی اور بڑا عالم تھا اپنی قوم کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر اسلام لایا اور اقرار کیا کہ آپ کا ذکر انجیل میں ہے۔ معلوم ہوا کہ اس وقت تک یہ بشارت ان حبشی اور عربی عیسائیوں میں بدلی نہیں گئی تھی۔ اب ہم لفظ فارقلیط پر اور دیگر الفاظ پر بحث کرتے ہیں اور عیسائیوں کے شبہات کا جواب دیتے ہیں ❖

بحث اول۔ فارقلیط

یہ کس زبان کا لفظ ہے؟ اسمیں کئی اقوال ہیں بعض کہتے ہیں زبان خالدیہ کا لفظ ہے جو بابل اور اسکے اطراف کی زبان تھی اور اسی کو کلدیہ اور کلدانی بھی کہتے ہیں۔ مگر مجھے اسمیں کلام ہے کسلیئے کہ یہ بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے فرمائی تھی اور یہ مسلم ہے کہ حضرت کی زبان عبرانی تھی جو ملک یہودیہ کی زبان ہے آپ کو کلدانی زبان کا لفظ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ مگر یہ ممکن ہے کہ کلدانیوں کے غلبہ سے اور بنی اسرائیل کے مدت دراز ان میں رہنے سے اس زبان کے الفاظ بھی عبرانی میں شامل ہو گئے ہوں جیسا کہ اور زبانوں میں اختلاط ہوا اور ہوتا رہتا ہے اس تقدیر پر یہ لفظ خاص حضرت کے منہ مبارک کا نکلا ہوا ہے پھر یونانی میں یا تو اسکا ترجمہ پیرکلوطس کیا گیا یا تغیر کر کے لایا گیا جسکے معنی احمد کے ہیں بشپ مارش اسکے قائل تھے جو عیسائیوں میں مسلم شخص تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سریانی لفظ ہے یعنی ملک سریا یا شام کی زبان کا۔ تیسرا یہ کہ یہ عربی لفظ ہے۔ بشپ مذکور ان دونوں قولوں کو بھی مانتے ہیں۔ مگر زبان عرب میں اسکا پتا نہیں معلوم ہوتا۔ چوتھا قول وہ ہے کہ جسکو ہمنے پہلے فاضل محقق مولانا مولوی محمد رحمت اللہ صاحب مرحوم کی کتاب **اظہار الحق** سے نقل کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عبرانی زبان میں پیشین گوئی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص نام احمد لیا مگر جب اسکا یونانی زبان میں ترجمہ ہوا تو اسکے ہم معنی لفظ پیرکلوطوس ذکر کیا جسکا معرب فارقلیط ہوا اور یونانی زبان میں پیرکلوس ہونے کی ایک بڑی دلیل ہے کہ سینٹ جروم نے جب انجیل کا ترجمہ لاطینی زبان میں لکھنا شروع کیا تو پیرکلوس کی جگہہ پارکلوس لکھدیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کتاب سے نقل کیا تھا پیرکلوس تھا۔ دستی تحریروں کا غارت ہونا اس گمان کی اور بھی مدد کرتا ہے۔ اور لفظ پیرکلوس ہومر وغیرہ شعراء و فضلاء کی استعمال میں بھی آیا ہے جسکے معنی ستودہ ہیں جو محمد یا احمد کا ٹھیک ہم معنی ہے ❖

اسکے علاوہ ایک بڑی تائید اور بھی ہے وہ یہ کہ بعض عبرانی نسخوں میں ابتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک موجود ہے۔

دیکھو پادری پارکہرسٹ صاحب کی یہ عبارت و بادصدہ نقل کہو ہیں (از حمایت الاسلام مطبوعہ بریلی ۱۸۷۳ء صفحہ ۱۰-۴۴- ترجمہ اپالوجی کا ڈفری ہیگنس صاحب مطبوعہ لندن ۱۸۲۹ء ✦

واضح ہو

کہ عرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عیسائیوں کا ایک فرقہ تھا جو آج کل کے پراٹسٹنٹ فرقے اور رومن کاتلک سے بھی علیحدہ تھا وہ نسطوریا کلئیرقہ کہلاتا تھا انکے پاس ان چاروں انجیلوں کے علاوہ ایک اور ہی انجیل تھی جسکو اب کے عیسائی انجیل طفولیت کہتے ہیں جو انکی کتب الہامیہ کی فہرست سے خارج شمار ہی خیر یہ چاہیں کہیں اسکی تحقیق یورپین عیسائیوں کو ہوئی ہوگی مگر وہ گروہ تو ایسکو اصلی اور الہامی انجیل کہا کرتے تھے اسکے سوا وہ کسی انجیل کے معتقد نہ تھے یہ چاروں انجیلیں تو انھوں نے آنکھ سے بھی نہیں دیکھیں تھیں۔ پھر جب انھوں نے نہیں دیکھیں تو مسلمانوں کو خصوصاً ایسی حالت میں جو انپڑھ جاری تھی کہاں سے مل گئیں ہونگی؟۔ جو گمان کیا جاوے کہ انسے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ کی طرف سے اپنے لیئے پیشین گوئی بنالی ہو۔ یہ گمان محض فاسد ہے اور بالکل بے اصل بدگمانی ہے ✦

و بہت سے عیسائیوں میں سے اس پیشین گوئی کے اظہار سے پہلے ایسے لوگ اسلام میں داخل ہو چکے تھے جنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس پیشین گوئی کو آپکے حق میں پورا پورا مطابق پالیا تھا۔ اور اس پیشین گوئی کے اظہار کے بعد ان عیسائیوں کو بھی یہ حوصلہ نہوا جو کہ ابھی اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے اور اسلام کی تکذیب میں نہایت سرگرم تھے کہ وہ کہتے یہ غلط بات ہے ہرگز حضرت عیسیٰ نے آپ کی پیشین گوئی نہیں کی اگر انکی انجیل میں آپکے نام سے پیشین گوئی نہ ملتی یا انکو ذرا بھی تامل کرنے کی گنجائش ملتی تو وہ بغیر غل شور مچائے کبھی چپ نہ رہتے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دعوے سے پیشین گوئی کا اظہار فرماتے۔ یہ بات حیطۂ ادراک سے باہر ہے۔ کوئی دانشمند بھی ایسا نہیں کرسکتا ✦

عیسائیوں میں

برنباس حواری کی بھی ایک انجیل ہے گو یہ عیسائی اسکو الہامی نہیں جانتے یہ انکو اختیار ہے کہ لوقا اور مرقس کی کتاب کو الہامی مانیں اور اسکو نہیں اسکی کوئی کھلی ہوئی دلیل بجز گمان اور قیاس یا حسن ظن کے اور کوئی بات ہمکو تو اب تک معلوم نہیں ہوئی لیکن بایں ہمہ وہ اسکو معتبر جانتے ہیں اس انجیل میں صاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کی تصریح ہے ✦

اسکے جواب میں عیسائی یہ کہدیا کرتے ہیں کہ یہ کسی مسلمان کی تحریف ہے یا کسی ملحد نے بات بنائی۔ مگر تعجب ہے کہ مسلمان کو دنیا بھر کے نسخے کہاں سے مل گئے کہ انسے سب میں تحریف کردی جس انجیل برنباس کو دیکھیے اسمیں یہی بشارت ہے۔ اور ملحد کو پہلے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک کہاں سے معلوم ہوگیا تھا جو اُسنے انجیل میں داخل کردیا؟۔ یہ سب جھوٹے حیلے ہیں جنکو عقل سلیم ہرگز قبول نہیں کرتی۔ اسکے سوا اور بہت جگہ بائبل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں ہیں جو بجز ذات بابرکات کے اور پر صادق نہیں آتیں پھر کیا وہ بھی کسی مسلمان نے لکھدیں یا کسی ملحد نے داخل کردیں؟۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پادریوں کی کتابوں میں ملحد آمیزش کردیا کرتے ہیں ✦

اب ہم انجیل یوحنا کی پیشین گوئی کے اور الفاظ پر بحث کرتے ہیں جو نزول روح القدس پر کسی طرح صادق نہیں آتے۔ (۱) میں اپنے باپ سے درخواست کرونگا اور وہ تمھیں اور فارقلیط دیگا کہ ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے۔ اس سے مراد روح القدس نہیں ہوسکتا کیلیے کہ وہ ہمیشہ انکے ساتھ نہیں رہا

بلکہ ایک دن تھوڑی سی دیر تک پھر عمر بھر وہ بات نصیب نہیں ہوئی۔ (۲) روح حق تمہیں سب وہ باتیں جو میں نے کہیں بتا دیگا۔ روح القدس جب حواریوں پر
اُترا اسنے انکو وہ سب باتیں جو مسیح نے کہیں تھیں یاد نہیں دلائیں اور نہ وہ بھولے ہوئے تھے کہ یاد دلانا پڑتا بلکہ مختلف زبانیں بولنے لگے تھے البتہ
بھولی ہوئی باتیں توحید و عبادات الٰہی ترک شہوات و آرزو آخرت کی رغبت وغیرہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد دلائیں (۳) میں نے واقع ہونے
سے پہلے تمکو خبر کر دی تاکہ جب واقع ہو تو ایمان لاؤ۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ ایک ایسی چیز کے واقع ہونے کی خبر دیتے ہیں کہ جسکا انکار انسے قریب الوقوع تھا
اسلیئے تاکید اور بندوبست کر دیا کہ ایمان لائیں انکار نہ کریں۔ یہ روح القدس کے نازل ہونے پر صادق نہیں آتا کسلیئے کہ اوّل تو روح القدس کا نازل ہونا
حواری پہلے بھی دیکھ چکے تھے۔ دوم وہ ایک حالت سی تھی جسپر طاری ہوا اسکا کوئی انکار کر نہیں سکتا ہاں خاتم المرسلین کا انکار بہت قریب القیاس تھا
اور ابتک ہو رہا ہے حیلے بہانے بنا رہے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہنے کو بھی ٹالدیا (۴) اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اسکی
کوئی بات نہیں۔ روح القدس اور باپ یعنی خدا اور بیٹا یعنی عیسیٰؑ یہ تینوں تو عیسائیوں کے نزدیک ایسے ایک ہیں کہ مجموعہ مرکب بنا کر خدا کہا
جاتا ہے پھر روح القدس عیسیٰ اور عیسیٰ روح القدس ہیں اگر وہ جہان کے سردار ہیں تو اب بھی جو کچھ ایک میں ہے وہ دوسرے میں ہے پھر یہ جملہ اسپر
کس طرح صادق آسکتا ہے؟۔ ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے کسلیئے کہ وہ جہان کے نبی تھے اور نبی سردار ہوتا ہے یہ اوصاف
حضرت مسیح علیہ السلام میں کہاں تھے؟۔ (۵) فارقلیط آکر میرے لیئے گواہی دیگا۔ روح القدس نے اول تو گواہی نہیں دی اور جو دی
بھی تو صرف حواریوں کے سامنے جسکی کوئی بھی ضرورت نہ تھی برخلاف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ نے تمام دنیا کے سامنے عیسیٰ
علیہ السلام کی گواہی دی یہود کو ملزم کیا (۶) میں نہ جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے۔ یہ بھی روح القدس پر صادق نہیں آتا کسلیئے کہ
روح القدس اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو اتحاد مانا جاتا ہے پھر اگر نہ جاؤں تو نہ آوے کیا معنی رکھتا ہے؟۔ البتہ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
پوری صادق ہے کسلیئے کہ حضرت عیسیٰ اور آں حضرت صلعم میں تقدم اور تاخر زمانی ہے آپ کا دور تمام نہولے تو دوسرا شروع نہو (۷) روح الحق آکر
دنیا کو گناہ اور راستی اور عدالت پر سزا دیگا۔ یہ بھی صرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے کسلیئے کہ روح نے کسی کو کچھ سزا تو کیا ملزم بھی
نہیں کیا مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منکرین مسیح علیہ السلام کو خطاکار ہی ثابت نہیں کیا بلکہ انتقام بھی لیا اور اس فقرے کے لفظ یہی
اشارہ کر رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے کسی ذی شوکت منتقم کے آنے کی خبر دیکر حواریوں کو یہود کی جفاکاری اور ستم پر وری پر تسلی
دے رہے ہیں (۸) روح حق تمکو ساری سچائی کی باتیں بتا دیگا۔ روح القدس نے کوئی بات حواریوں کو نہیں بتائی ہاں آنحضرت نے بھولے
نصاریٰ کو ضرور رستہ بتایا (۹) جو سنے گا وہی کہیگا اور غیب کی خبریں بتا دیگا۔ روح القدس تو عیسائیوں کے نزدیک عین خدا یا جزو خدا ہے پھر سنتا
ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ خدا ہیں نہ اسکے جزو وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے تھے۔ وما ینطق عن الھویٰ آپ نے دار آخرت اور صفات کے متعلق غیب
ہے سیکڑوں خبریں بتائیں جنکی ضرورت تھی مگر عیسائیوں کے روح القدس نے اس روز کچھ نہ بتائیں ◆

باایں ہمہ جب وہ **فارقلیط** صلی اللہ علیہ وسلم آیا اور اپنے ساتھ معجزات و آیات بیّنات بھی لایا کما قال اللہ تعالیٰ فلما جاءھم
بالبینٰت قالوا۔ تو ازلی گمراہوں نے بجائے اسکے کہ اسکو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وصیت کے مطابق قبول کرتے یہی کہدیا
سحر مبین۔ کہ یہ تو کھلا ہوا سحر ہے۔ اور صاف جادو ہے ◆

یہ بات عرب کے مشرکین نے بھی کہی اور عیسائی فرقے بھی انکے ہمزبان ہوگئے۔ جہالت و وحشت میں یہ عیسائی ان مشرکین عرب سے کم نہ تھے ✦

بعض مفسرین کہتے ہیں فلما جاء کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان یہود کے پاس معجزات لیکر آئے تو کہنے لگے کہ یہ جادو ہے کھلا ہوا۔ مگر سیاق کلام پہلے معنی کی تائید کرتا ہے ✦

آیات کی تفسیر کے بعد یہ بھی کہتا ہوں کہ انجیل یوحنا سے جو ہمنے فارقلیط کی بشارت نقل کی وہ اس مقام کے مطابق تھی ورنہ اسکے سوا اب بھی بس قدر پیشین گوئیاں بائبل یعنی توریت و اناجیل و صحف انبیاء علیہم السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پائی جاتی ہیں اور کسی کے حق میں نہیں اسکے سوا صدہا دلائل حضرت صلعم کی نبوت پر آفتاب سے زیادہ روشن موجود ہیں لیکن کوری باطن اور شقاوت ازلی کا کوئی علاج نہیں وہ سب کی طرف سے آنکھوں پر پردہ ڈالتی ہے کانوں میں ٹینٹیاں ٹھونس دیتی ہے دلوں پر مہر کردیتی ہے پھر انکو ان گہری اندھیریوں میں سے کون نور کی طرف لاسکتا ہے۔ مرنے کے بعد یہی ظلمات جہنم بنکر ہمیشہ جلا دینگی ✦

اگر ذرا بھی انصاف ہو اور کچھ بھی فہم سلیم ہو تو کسی عیسائی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار اور عداوت کی گنجائش نہیں کیلئے کہ آپ اصل عیسوی مذہب کے سر مو مخالف نہیں نہ حضرت عیسیٰ کے منکر نہ حواریوں کے خلاف۔ ہاں اگر خلاف ہے تو انھیں زیادتیوں میں جو مسیح علیہ السلام کے بعد لوگوں نے دین عیسوی کا جزو قرار دے لیں اور پھر اندھے مقلد بنکر انکی تحقیقات اور سمجھنے میں کوشش کرنا ممنوع قرار دے لیا۔ روشن دماغ عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دین عیسوی کا مصلح سمجھتا ہے ✦

حکایت ایک بار ایک بوڑھے پادری سے سفر میں ملاقات کا اتفاق پڑا۔ مذہبی گفتگو بھی چھڑ گئی۔ کفارہ اور الوہیت مسیح اور تثلیث پر بڑی دیر تک بحث ہوتی رہی پادری صاحب نرم دل اور خدا ترس تھے آخر کار ہر بحث میں اقرار کردیا کہ یہ تینوں مسئلے حواریوں کے عہد تک نہ تھے اور نہ ان پر نجات موقوف ہے اگر ہوتی تو خدا تعالیٰ ان احکام کو اگلے نبیوں اور انکی نجات یافتہ جماعت پر ضرور ظاہر کرتا اور اسی طرح انکا شہرہ ہوتا جیسا کہ عیسائیوں میں ہے ✦

پھر میں نے کہا اب تمہارے نزدیک نجات کس اعتقاد پر موقوف ہے؟ کہا خداوند تعالیٰ اور روح القدس اور عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے پر۔ میں نے کہا ہر مسلمان ان چیزوں پر ایمان رکھتا ہے پھر فرمائیے ہماری نجات میں کیا کلام ہے؟۔ اسنے کہا کچھ نہیں۔ پھر پوچھا آپ کے نزدیک ہماری نجات میں کلام ہے؟۔ میںنے کہا اگر بغیر حضرت مسیح پر ایمان لائے کسی یہود کی نجات ممکن ہے تو بغیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے آپ کی بھی نجات ممکن ہے اسنے سر نیچا کرلیا اور کہنے لگا ہم ضرور محمد صاحب پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ بھی خدا کا نبی ہے ہمارا کوئی حق نہیں کہ اسکو برا کہیں نہ ہمکو اسکی کوئی انجیل ہدایت کرتی ہے بلکہ بغور دیکھو تو یہ دونوں مذہب ایک ہی ہیں حضرت محمد مسیح کے مذہب کے لیئے ریفارمر ہیں اور ایک زمانہ آتا ہے کہ سب عیسائی اس ریفارمر کی طرف متوجہ ہونگے ✦

ف انبیاء علیہم السلام جو خیر خواہ خلق ہیں انکے لیئے لوگوں نے جو کچھ سلوک کیئے وہ ظاہر ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا مگر جو لوگ دنیا میں ان کا نام لیوا ہیں کسی قدر صدمہ ان کو بھی مل کر رہتا ہے چنانچہ یہ راقم الحروف مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی تفسیر لکھ رہا تھا کہ کسی نے زہر دیا اور اسکے کئی روز تک جو کچھ کیفیت اور سختی طاری رہی وہ اس وقت کے دیکھنے والوں سے دریافت کرنی چاہیئے کیلئے کہ میں تو بیہوش تھا اور آج پانچواں روز ہے ابتک حالت اصلی نہیں عود کر آئی۔ الحمد للہ کہ یہ بیچارہ بھی اس زمرے میں داخل کیا گیا۔ ۵ ربیع الاول [illegible] ہجری۔ ابھی چند روز کا عرصہ گزرا کہ مولانا مولوی محمد لطف اللہ صاحب مدظلہ کو زہر دیا گیا تھا ۱۲ منہ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ يُرِيْدُوْنَ

اور اس سے بڑھکر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹھ باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاوے۔ اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔ چاہتے ہیں کہ

لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى

اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا ڈالیں۔ اور اللہ تو اپنا نور پورا ہی کرکے رہیگا منکر پڑے برا مانیں۔ وہی ہے کہ جسنے اپنا رسول بھیجا ہدایت

وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ ع

اور دین حق دیکر تاکہ اسکو سب دینوں پر غالب کرے مشرک اگرچہ ناخوش رہیں ✦

ترکیب

والعطف الجملة او للاستیناف من مبتدا اظلم مع المفضل علیہ وصلتہ خبرہ وہو یدعی قرا الجمہور یدعی من الدعا مبنیا للمفعول وقری یدعی من الادعا مبنیا للفاعل وانما عدی بالی لتضمین معنی الانتما والانتساب والجملۃ حال من فاعل افتری واللہ الجملۃ مقررۃ لمضمون ما قبلہا یریدون جملۃ مبینۃ لغرضہم من الافترا لیطفؤا منصوب بان مقدرۃ واللام مؤکدۃ مزیدۃ دخلت علی المفعول لان التقدیر یریدون ان یطفؤا (قالہ ابن عطیہ) والاطفاء الاخماد واصلہ فی النار واستعیر لما یجری مجراہا من الظہور والمراد من النور القرآن او الاسلام او النبی صلعم فنور اللہ استعارۃ تصریحیۃ والاطفاء ترشیح واللہ مبتدا متم نورہ الخ خبرہ قرا الجمہور متم نورہ بالاضافۃ وقری بالتنوین واعرابہا ظاہر بالہدی حال من رسولہ لیظہرہ ای یغلبہ واللام متعلقۃ بارسل الدین المراد بہ الجنس ای الادیان ولذا صح تاکیدہ بکلہ ولو الجملۃ مقررۃ لما قبلہا ✦

تفسیر

پہلے ذکر تھا کہ جب وہ رسول کہ جسکے آنیکی خبر پہلے آتی تھی ان لوگوں کے پاس نشانیاں لیکر آیا تو اسکو جادو کہنے لگے۔ اب فرماتا ہے کہ اس سے بڑھکر اور کون ظالم اور جفاکار ہے کہ اللہ پر جھوٹھ باندھے یعنی اسکی آیات کو سحر کہے اور اسکے لیئے بیٹا اور جورو قرار دے حالانکہ اسکو کسی بری بات کی طرف نہیں بلایا جاتا بلکہ اسلام کی طرف یہ جفاکار ہٹ دھرم لوگ ہدایت کا منہ نہیں دیکھیں گے محروم رہیں گے اور رہتے ہیں ✦

توضیح۔ دنیا میں جس قدر مذاہب موجود ہیں یا تھے خواہ انکی اصل من اللہ تھی اور بعد میں لوگوں کے خیالات نے اسپر قلعی کرکے انکی اصل صورت بدل دی یا وہ سرے سے جاہلانہ خیالات اور اوہام باطلہ کا ایک مجموعہ تھا جب ان سب کو حقانی مذہب سے جسکو اسلام کہتے ہیں مقابلہ کرکے دیکھیں گے تو ان میں سیکڑوں جھوٹی اور خیالی آمیزشیں ملیں گی جنپر ان مذاہب کے مروجین نے خداوند تعالی کی خوشنودی اور ناراضی اور نجات و عذاب کو منحصر کیا ہے یہی وہ خدا تعالی پر جھوٹھ باندھنا ہے عیسوی مذہب کو دیکھو تثلیث اور کفارہ اور الوہیت مسیح اور اسی طرح عشاء ربانی اور اصطباغ کا مسئلہ و انکے بعد پوپوں کے سیکڑوں ڈھکوسلے ایسے ہیں کہ جنپر وہ لوگ نجات کا مدار سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ہنود نے گائے کی پرستش اور برہما بشن مہیش کے سوا اور سیکڑوں غیر مرئی چیزوں کی الوہیت و نافع و ضار ہونے کی عقیدت اور خودکشی اور تغیر ہیئت جو انکے جوگیوں اور گسائیوں کا دستور ہے اور گوشت کا ترک اور بتوں کی پرستش اور سیکڑوں فرو از قیاس افسانے جو انکے کتابوں وید اور پرانوں کا سرمایہ ہے نجات اور مکتی اور سعادت دارین کا باعث و نارائن کی خوشنودی کا سبب قرار دے رکھا ہے اسی طرح عرب کے جاہلوں کے سیکڑوں غلط دستور اور بہت سے جھوٹھے افسانے تھے جنکو مرضی الہی کا مدار رکھا تھا۔ کہیں کہتے تھے کہ ہمارا فلاں بت قیامت کے روز ہمکو جہنم سے بچالیگا اور فلاں کو رزق و ارزانی کا مختار کر رکھا ہے وغیرہ وغیرہ

افسوس اس انسان کی یہ سخت نا قدر یوں اٹکا گو یا ان کی بڑی آخرت میں نجات کے بدلے عذاب کا باعث ہے۔ اسلیئے اس رحیم کریم نے دنیا میں وہ رسول بھیجا جو اس اہم مسئلہ کو حل کرے اور توہمات و تخیلات باطلہ کو دور کرکے مرضیات الٰہی اور نجات و سعادت انسانی کا سیدھا رستہ دکھاوے جناب محمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام پورا کر دیا اور اس سیدھے رستے کا نام خدا تعالیٰ نے اسلام رکھا جسکے ظاہری معنی خدا کی فرمانبرداری اور اسکے آگے گردن جھکانے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ پھر افسوس پر افسوس کہ جب اس گم گشتہ وادی توہمات کو اس سیدھے رستے کی طرف بلایا جاتا ہے تو اسکو یہ بات بار گراں ہو جاتی ہے اور اس پرانے دستور مالوف کا چھوڑنا شاق جانتا ہے اگر اسکو خدا نے چراغ توفیق عطا کیا ہے تو دوڑ کر سیدھا چلا آتا ہے ورنہ اس داعی سے مقابلے میں ان جھوٹے افسانوں اور تخیلات فاسدہ کو پیش کرتا ہے درحقیقت اس سے بڑھکر کون ظالم ہوگا اور اسکو ہدایت بھی نہیں ہوتی۔ یہی معنی ومن اظلم ممن افتری علی اللہ الکذب وھو یدعی الی الاسلام واللہ لا یھدی القوم الظالمین کے ہیں اسی قدر پر بس نہیں بلکہ اپنے اُس ناقص اور قابل ترک مذہب کے غالب کرنے کے لیئے اس آسمانی طریقے کو جسکو محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں لایا جو اس پر آشوب تاریکی اور پرخطر ظلمات کے لیئے نور یعنی شمع ہے اسکو بجھانا بھی چاہتے ہیں یریدون لیطفؤا نور اللہ اور بجھانا بھی کاہے سے بافواھھم اپنے منہ سے یعنی پھونکیں مار مار کر۔ بافواھھم میں اشارہ ہے کہ وہ جو منہ سے من گھڑت افسانے بیان کرتے ہیں اسلام کے مقابل جسکو افتراء علی اللہ کہنا چاہیے ان منہ کی نکلی باتوں سے اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں۔ پھر کیا وہ انسے مٹ سکتا ہے؟ کیونکہ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون اللہ تو اپنی روشنی پوری ہی کر کے رہیگا اسکے منکر شپرہ چشم کو نچا ہیں۔

یہ بات صادق آئی اس آسمانی شمع پر جسکا کتاب یسعیاہ کے ۴۱-۴۲-۴۳-۶۱-ابواب میں اشارہ ہے اس وقت کے مخالفوں کے پھونکنے سے نہ بجھی بلکہ وہ خود جل جل کر مر گئے اور یہ شمع اس قدر روشن ہو گئی کہ تمام ہر عرب سے بھی اسکی روشنی نکل کر شام و ایران و خراسان و ممالک یورپ و ایشیا و افریقہ تک پہنچی اور خلفائے راشدین کے عہد میں انکی سعی کوششوں کی چمنی نے اسکو حفاظت میں لیکر اور بھی تیز کر دیا اندھوں نے رستہ پایا راہ ہدایت صاف دکھائی دینے لگی انکے بعد جو فتنے ہوئے اس پر جلیں وہ اہل تاریخ سے مخفی نہیں باہمی قتال و جدال پھر حرب صلیب کا فتنہ کہ صدیوں تک تمام عیسائیوں نے ملکر زور مارا اور کوئی دقیقہ اسکے گل کرنے میں اٹھا نہیں رکھا مگر آخر وہی جل کر خاکستر ہو گئے پھر چنگیز خانی مغلوں کا بلا جسنے بغداد کیسے دار السلام شہر کو نیست و نابود کر دیا اسکے کتب خانوں کی سیاہی سے دجلہ کا پانی سیاہ ہوا مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہیں تب بھی کچھ نہ ہوا نہ قرآن میں ایک حرف کی کمی یا زیادتی ہوئی نہ اصول اسلامیہ میں فرق آیا نہ اسکے علوم مندرس ہوئے اور اب بھی مخالف کمال کمی نہیں کسے بیجا اور برائے نام مسلمانوں نے بھی کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا ہے کہیں بدعت کیا کہیں تعزیہ پرستی گور پرستی اور صدہا رسم و رواج کو جزو اسلام بناکر اس شمع کے گل کرنیکا کافی بندوبست کیا مگر کچھ نہیں ہوا اب اس شمع کی روشنی امریکا اور یورپ کے دور دراز ملکوں تک بھی جا پہنچی چین و جاپان میں بھی پرتو اندازہ ہے۔

یہ شمع چونکہ آسمانی شمع ہے اسکو کون بجھا سکتا ہے اس بات کو اس آیت میں بیان فرماتا ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ کہ اللہ نے دنیا میں اپنا رسول ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو سب دینوں پر غالب کرے یعنی ان غلط آمیز شرک کے مذہبوں کو بے رونق کرے ایسا ہی کر دیا کوئی مذہب بجز اسلام دنیا کے عقلمندوں کے نزدیک توہمات جاہلانہ سے پاک نہیں اور یوں بھی جہاں اس مذہب کے پاک اصول بیان کیئے جاویں اور اسکے مقابلے میں دوسرے کے بھی تو یہی غالب آویگا اور یہی وجہ ہے کہ ممالک افریقہ میں اور دیگر بلاد میں بغیر کسی کوشش کے خود بخود اسلام پھیلتا جاتا ہے اور نصرانیت شکست کھاتی جاتی ہے کوئی دن جاتا ہے کہ تمام دنیا کا مذہب اسلام ہو جاویگا اور اسکے سچے پیرو بھی مخالفوں پر غالب رہے اور رہینگے ولو کرہ المشرکون منکرین عیسیٰ کے پوجنے والے پادری اور بتوں اور عناصر کے پوجنے والے ہندو آریہ وغیرہ گو برا مانیں اور زبانی قیل و قال کریں اور اگر مگر کرکے باتیں بنائیں اور اسلام پر جھوٹے الزام لگا کر کیا ہوتا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ

اے ایمان والو میں تمھیں ایک ایسی سوداگری بتلاؤں جو تمکو عذاب الیم سے بچالے۔ وہ یہ کہ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

اسکی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم کچھ جانتے ہو۔ بخشدیگا تمھارے لیے تمھارے گناہ

وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

اور تمکو ایسے باغوں میں داخل کریگا کہ جنکے تلے نہریں بہتی ہونگی اور عمدہ مکانوں میں جو جنت عدن میں ہیں۔ یہ ہے بڑی مراد۔

وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور ایک چیز اور بھی دیگا کہ جسکو تم چاہتے ہو۔ خدا کی مدد اور جلد فتحیابی اور مژدہ سنادے ایمانداروں کو ۔

ترکیب

هل ادلكم الخ الجملة نداء بل الاستفهام ایجاب و اخبار معنیً وقیل المعنی سادلكم تنجيكم الجملة صفة تجارة قرأ الجمهور تنجيكم من الانجاء ای بالتخفیف وقرئ بالتشدید من التنجية - تؤمنون تفسير للتجارة وقيل استئناف كانهم قالوا كيف نعمل فقال تؤمنون الخ وهو خبر فی معنی الامر ویجوز ان تكون فی موضع جر علی البدل او فی موضع رفع علی تقدير هی ان محذوفة ولما حذفت بطل عملها وتجاهدون عطف علی تؤمنون ان كنتم شرط جوابه محذوف فاعلوه يغفر مجزوم اما هو جواب شرط محذوف دل عليه الكلام تقديره ان تؤمنوا يغفر لكم واما ان تؤمنون بمعنی آمنوا الخبر بمعنی الامر هذا قول الزجاج والمبرد واما انه جواب لما دل عليه الاستفهام والمعنی هل تقبلون ان دللتكم واما انه جواب الاستفهام علی اللفظ هذا قول الفراء ضعفه بعض وصوبه الفخر الرازی فی تفسيره ويدخلكم معطوف علی يغفر لكم ومساكن جمع مسكن منصوب لكونه معطوفا علی جنت واخری منصوب علی تقدير يعطيكم اخری ای نعمة اخری او علی تقدير تحبون المدلول عليه تحبونها وقال الفراء والاخفش هی معطوفة علی تجارة فهی فی محل جر ای وهل ادلكم علی خصلة اخری وقيل هی فی محل رفع ای ولكم خصلة اخری نصر وفتح خبر مبتدأ محذوف ای هی - وبشر معطوف علی محذوف ای قل يا محمد او علی تؤمنون بمعنی آمنوا

اگلی آیت میں تھا کہ اللہ اپنے دین کو سب دینوں پر غالب کریگا اسمیں اشارہ تھا کہ **تفسیر** عالم بالا دنیا پر ایک آسمانی سلطنت قائم کرنیوالا لشکر تیار کرنیوالا ہے جس سے اس نور کے بجھانیوالوں کو زیر کیا جاوے اسلیے ان آیات میں ایک بڑے اجر و بشارت کا تذکرہ ہے جو دنیا و آخرت کی سعادت کو شامل ہے اعلان دیتا ہے اور اسکے ضمن میں اس ضروری کام سے پہلو تہی کرنے پر عذاب الیم کا خوف بھی دلاتا ہے تاکہ بڑی مستعدی کے ساتھ ایک لشکر جرار تیار ہو جائے جو دنیا کو تمام نجاستوں سے پاک کردے یا یوں کہو انسان اس دنیا میں ناحق نہیں آیا ہے بلکہ اس عمر گرانمایہ میں کچھ حاصل کرکے ایک اور جہان میں جانا ہے اس بات کو خدا تعالیٰ اس پیرایے میں بیان فرماتا ہے کہ انسان تاجر ہے مگر تجارت کرنا نہیں جانتا ہم اسکو تجارت سکھاتے ہیں فقال یا ایہا الذین آمنوا ہل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم کہ اے ایماندارو تمکو میں ایسی تجارت بتاؤں جو تمکو دردناک عذاب سے بچاوے۔ **تجارت** ایک شئ کا دوسری شئ سے معاوضہ۔ تجارت میں دو چیزیں ہوا کرتی ہیں ایک مال جس سے کوئی چیز خریدی جاوے۔ دوسری وہ چیز جسکو خریدتا ہے اور تجارت میں نفع بھی ہوتا ہے اور نقصان بھی اور عقلاء کے نزدیک وہ تجارت کہ جسمیں ضرر کا احتمال بھی نہ ہو اعلیٰ درجے کی ہے اور اسپر اور بھی خوبی ہو کہ جس سے وہ چیز خریدی جاوے وہ اپنی طرف سے معاوضے کی چیز کے سوا کچھ اور بھی دے۔ اس جگہ سب سے پہلے دفع مضرت کا ذکر کردیا تنجیکم من عذاب الیم کہ عذاب الیم جو نہان اس گرانمایہ زندگی کے عبث اور بیکار اور گناہوں کے کاموں میں صرف کردینے سے ہوتا ہے اس سے تمکو یہ تجارت نجات دیگی۔ بلکہ خسارہ انسان کیلیے آخرت میں

عذاب الیم کا ہو سو اس عقد سے پہلے ہی اطمینان کیوں کر اس تجارت میں گھاٹا ہی نہیں۔ اسکے بعد تجارت کیلئے مال بیان فرماتا ہی تؤمنون باللہ ورسولہ کہ اللہ پر اور اُسکے رسول پر
ایمان لاؤ جب اللہ اور اسکے رسول کو برحق جانیگا اور انکو ماننے گا تو فرشتوں اور قیامت اور اسکے سب رسولوں اور کتابوں کو بھی برحق سمجھیگا اور انکے تمام اقوال کی تصدیق
کریگا جو تکمیل قوت نظریہ کو حاوی ہو **شبہ** یا ایہا الذین آمنوا سے معلوم ہوا کہ آیت میں ایمانداروں سے خطاب ہے پھر جو انکو تؤمنون باللہ ورسولہ فرمایا پھر کیا وہ اللہ
اور رسول پر ایمان لائے تھے اگر نہ لائے تھے تو انکو مومن کیوں کہا ہی اور اگر لائے تھے تو پھر اسکی کیا ضرورت کہ بار دگر ایمان لاویں؟ **جواب** ایمانداروں سے
خطاب تھا مگر باوجود فرمایا کہ ایمان لاؤ تو اس سے اسپر دوام وثبات مراد ہی یعنی اس ایمان پر ہر وقت قائم رہو یہ ایک محاورے کی بات ہی کہ کسی کام کے کرنیوالے کو جو کہا جاتا ہی
کرتے رہو مراد ہوتی ہی کہ خوب مضبوطی سے اور ہمیشہ کرو غافل نہ ہوجاؤ ایمان ایک بڑا بیش بہا جوہر ہی اسکے چور بھی بہت ہیں اسلیئے بار بار تاکید ہوتی ہی کہ اپنی
جیب کو دیکھتے رہو ہر گھڑی اسکی تصدیق قلبی پر نظر کرلیا کرو بعض مفسرین نے اسکے جواب میں یہ کہا کہ آمنوا کے لفظ سے منافقوں کو خطاب ہے وہ بظاہر مومن تھے اسلیئے
انکو باطن میں بھی ایمان لانیکی تاکید کی۔ یہ اس تجارتی نقد کا ایک حصہ تھا۔ اب دوسرے کو بیان فرماتا ہی۔ وتجاہدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم کہ اپنے مالوں اور
جانوں سے اسکی راہ میں کوشش کرو۔ یہ جملہ تکمیل قوت عملیہ کے لیئے بڑا وسیع المعنی جملہ ہی کیونکہ جہاد کے کئی مرتبے ہیں **اول** اپنے نفس سرکش کا مقابلہ مال سے اور جان
مال سے اس طرح کہ طمع نفسانی نہیں چاہتی کہ نیک کاموں میں کچھ خرچ کرے اقارب یتامیٰ مساکین آفت زدے اسکے ہاتھ کو نکمی میں نفس ہی کہ دو رابیٹیوں کی عیب صورتیں دکھا
دکھا کر اسکے ہاتھ کو روکے لیتا ہے اب اسکو لازم ہی کہ اس نفس بد کا مقابلہ کرے یا وہ نیک و مفید کام جو قوم یا بنی آدم کیلئے نافع اور اُسکے یادگار ہونگے انمیں دینے سے
روکتا ہی۔ یا برے کاموں میں ناچ تماشے۔ رنڈی بازی۔ شراب خوری۔ جوا۔ تھیٹر کا تماشا۔ میلے ٹھیلے۔ ارباب نشاط کے جلسے لہو و لعب اور تجمل کے کارخانے دوسروں کی ایذا رسانی
وغیرہ وغیرہ بیہودہ کاموں میں صرف کرنیکو نفس خبیث اُبھارتا ہے وہاں اسکو روکنا اور سخت مقابلہ کرکے شکست دینا چاہیئے۔ مال سے زیادہ جان عزیز ہی اسلیئے اموالکم
کے بعد انفسکم کا لفظ آیا۔ جان کا جہاد اس مرتبہ میں یہ ہی کہ خواہشات نفسانیہ سے روکے اور عبادات و ریاضات اور عمدہ کاموں میں اسکو لگاوے۔ یہ نہیں کہ شتر بے مہار
کی طرح جس طرف اسکا نفس خبیث لیجائے دوڑا چلا جائے **دوسرا مرتبہ** حجاب ظلمانیہ کو اٹھا کر انوار قرب الٰہی میں مراقبہ ذکر فکر اشغال بالعبادات سے آگے قدم رکھنا
اور اس رستے میں جو قدم قدم دشمن سامنے آویں شمشیر ہمت سے انکو مار بھگانا۔ اخیر مرتبہ جسکو اس جہاد کی شہادت کہتے ہیں یہ ہی کہ اپنی ہستی کو اس باقی کی ہستی میں فنا کر دے
جسکے بعد اسکو حیات جاودانی اور بقائے سرمدی عطا ہوتی ہی کشتگان خنجر تسلیم را ٭ ہر زماں از غیب جانے دیگر ست ٭ **تیسرا مرتبہ** اس تکمیل نفس کے بعد
تکمیل غیر کا ہی اسمیں جان اور مال سے کوشش کرنا بدراہوں کو نرمی اور لینت سے راہ پر لانا انکی ہدایت کے رستے کھولنا آخرکار جو کجرو اور بدنہاد اس راہ میں کانٹے بچھاتے
ہیں انکا جوانمردی سے مقابلہ کرنا مال سے لشکر کے سامان تیار کرنا جان سے لڑنا یہ **جہاد شرعی** ہی اسکے شہید کے بھی بڑے مرتبے ہیں وہ بھی ہمیشہ زندہ رہتا ہی ٭

اسکے بعد اس تجارتی مال کو بیان فرماتا ہی جو ان دونوں مالوں سے خریدا گیا ہی فقال یغفر لکم ذنوبکم تمہارے گناہوں کو معاف کر دیگا لکم کے لفظ نے یہ بھی فائدہ دیا
یہ تمہارے گناہ کسیکے واسطے یا وسیلے سے نہیں بلکہ تمہارے لیئے بخشدیے جاوینگے رہی شفاعت نبی کریم صلعم تو ان لوگوں کے حق میں گناہوں کے معاف کرانیکے لیئے نہوگی بلکہ اور
زیادہ انعام اکرام عطا کرانیکے لیئے۔ دوسری بات ویدخلکم کہ تمہیں ایسی بہشتوں میں بساوینگے کہ جہاں نہریں جاری ہیں اور عمدہ مکانوں میں جگہ دینگے کہ جنکے آگے دنیا کے بادشاہوں
کے محل بے حقیقت ہیں مال بھی دو قسم کے تھے اسکے بدلے میں چیزیں بھی دو دیں۔ اب اپنی طرف سے ایک اور تیسری چیز عطا فرماتا ہی واخریٰ الخ مدد الٰہی اور فتح جسکو ہر ایک پسند کرتا ہی
ہر مرتبے کے جہاد میں فتح اور مدد بھی ساتھ لگی ہوئی ہی صحابہ کرام نے بڑے بڑے دشمنوں پر کیسی کیسی جلد فتحیابی حاصل کی یہی مضمون قرآن میں ایک اور آیت میں بھی آچکا ہی
ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون۔ اس مبارک سورۃ کا ثمرہ لے ہی ایمانداروں کو دے دے ٭

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ

اے ایمان والو اللہ کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ مریم کے بیٹے نے حواریوں سے کہا کہ کون ہے میرا مددگار اللہ کی راہ میں؟ کہا حواریوں نے

نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ ۖ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ ۖ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ

ہم ہیں اللہ کے مددگار پھر ایک گروہ بنی اسرائیل کا ایمان لایا اور ایک گروہ کافر ہو گیا۔ تب ہم نے ایمانداروں کو غالب کیا ان کے

عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ۝

دشمنوں پر پھر تو وہی غالب آئے ۝

ع ۲

انصار اللہ۔ الانصار جمع نصیر کشریف اشراف منصوب لکونہ خبر (**ترکیب**) کونوا قری انصار اللہ بالتنوین و بالاضافۃ والرسم یحتمل القرائتین کما والکاف فی موضع نصب علے اضمار القول ای اقول لکم کما قال وقیل ہو محمول علی المعنی اذ المعنی انصروا اللہ کما نصر الحواریون عیسی بن مریم الی اللہ ای من یکون معی فی نصرۃ اللہ لیطابق السوال وحواری الرجال صفیہ وخلصانہ من الحور وہو البیاض الخالص ٭

اس تجارت کے بعد صاف صاف لشکر آسمانی میں داخل ہونیکی تاکید فرماتا ہے اور (**تفسیر**) اسکے ضمن میں ایک پہلی قوم سے تشبیہ پیدا کرنیکا ارشاد فرماتا ہے فقال یا ایہا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ کہ اے ایمان والو اللہ کے مددگار ہو جاؤ۔ اللہ پاک و بے نیاز ہے اسکو کسی کی مدد کی کچھ بھی حاجت نہیں مگر مراد یہ کہ دین الٰہی کے پھیلانے اور اسکی تعمیل میں سرگرم اور آمادہ ہو جاؤ اس کام کے لیئے کمر باندھکر تیار رہو کما قال عیسی بن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ۔ ایسے سرگرم ہو جاؤ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری سرگرم اور مستعد ہو گئے تھے جبکہ حضرت عیسیٰ نے حواریوں سے کہا میرا کون مددگار ہوتا ہے اللہ کی راہ میں قال الحواریون نحن انصار اللہ۔ حواری بول اٹھے کہ ہم ہیں اللہ کے کاموں میں آپکے مددگار۔ حواری کا لفظ عربی زبان میں حور سے مشتق ہے جسکے معنی خالص سفیدی کے ہیں اسلیے دھوبی کو بھی حواری کہتے ہیں کہ وہ کپڑے سفید کرتا ہے اور مددگار اور خالص دوست کو بھی جسکے دل میں محبت و نصرت کی سفیدی یعنی روشنی ہے اور یہ جمع نہیں بلکہ بروزن حوالی ہے جو کثیر الحیل کو کہتے ہیں جمع اسکی حواریون ہے ٭

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ شاگردوں کو جو اول اول انپر ایمان لائے اور یار و مددگار رہے اسلیے حواری کہتے ہیں اسلیئے کہ وہ دھوبی تھے جیسا کہ بعض کا خیال ہے ان بارہ شخصوں کے یہ نام ہیں شمعون جو پطرس کہلاتا تھا اور اسکا بھائی اندریاس زبدی کا بیٹا یعقوب اور اسکا بھائی یوحنا فیلبوس اور برتھولما۔ توما اور محصول لینے والا متی۔ حلفا کا بیٹا یعقوب۔ اور لبی جو تہدی بھی کہلاتا تھا شمعون کنعانی اور یہوداہ اسکریوطی جسنے اسے پکڑوا بھی دیا (انجیل متی باب دسواں) ٭

یہ بنی اسرائیل تھے انمیں سے کچھ ماہی گیر تھے یا یہ کہ ماہی گیری کرتے انکو حضرت مسیح علیہ السلام نے بلایا جیسا کہ انجیل متی کے چوتھے باب میں پہلے چاروں حواریوں کی بابت مذکور ہے ان حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کو سب سے اول قبول کیا اور حضرت کی ہمدردی و محبت میں نہایت سرگرم اور مستعد و مخلصین تھے۔ چنانچہ متی کے دسویں باب میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بہت سی باتیں کہکر کہ پہلے اسرائیل کی بستیوں میں جاؤ اور چلتے ہوئے منادی کرو لعدلیکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی سامان سفر کچھ ساتھ نہ لو اور میں تمہیں بھیڑیوں میں بھیجتا ہوں لوگ تمہیں کوڑے مارینگے عدالتوں کے حوالے کرینگے میرے نام کے سبب تم سے سب دشمنی کرینگے پر جو آخر تک برداشت کریگا وہی نجات پائیگا مت خیال کرو کہ میں صلح کرانے آیا ہوں نہیں بلکہ تلوار چلانے کو آیا ہوں کیونکہ میں آیا ہوں کہ مرد کو

ف اس خطرہ جانے کے لیے شدید کام تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیش آیا آنحضرت ... [illegible] ... باب میں ... [illegible]

اسکے باپ اور بیٹے کو اسکی ماں اور بہو کو اسکی ساس سے جدا کروں اور آدمی کے دشمن اسکے گھر ہی کے لوگ ہونگے جو کوئی ماں باپ بیٹے بیٹی کو مجھ سے زیادہ چاہتا ہے وہ میرے لائق نہیں جو کوئی اپنی صلیب[۵] اٹھا کے میرے پیچھے نہیں آتا وہ میرے لائق نہیں جو کوئی اپنی جان بچاتا ہے وہ اسے کھوئیگا اور جو میرے واسطے اسے کھوئیگا وہ پائیگا۔ جو تمہیں قبول کرتا ہے مجھے قبول کرتا ہے انتہی ٭

اسکے مطابق ان حضرات حواریین نے کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ملک یہودیہ میں بھی منادی کرتے پھرے۔ پھر شریا کے علاقوں میں سے گزر کر یونان اور روم کے شہروں میں پہنچے اور سفر کی اور لوگوں کی بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائیں اور طرز معاشرت بھی درویشانہ ہی تھا کسی سے کچھ لیتے دیتے نہ تھے انہیں اس خلوص کی بدولت خدا تعالیٰ نے کرامت بھی دی تھی انکی دعا سے بیمار تندرست ہوجاتے تھے اور ہر طرح کے کرامات و برکات لوگ دیکھتے تھے آخر لوگوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے مگر دین عیسوی کو خوب پھیلا دیا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَکَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ۔ کہ بہت سے بنی اسرائیل ایمان لے آئے اور بہت سے منکر۔ مگر حواریوں کی کوشش اور جانکاہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ بحری اور بری بہت سے ممالک نے مذہب عیسوی قبول کرلیا اور اس عرصے میں گھر گھر لڑائی اور جنگ کی آتش بھی مشتعل ہوئی مگر آخر کار خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کے ماننے والوں کو منکروں پر غلبہ دیا۔ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ۔ یہ بات اور ہے کہ پھر ان عیسوی لوگوں میں اصلی دین محرف ہوگیا۔ ان آیات میں اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں جیسے ہونے کی ترغیب دلاتا ہے کہ تم بھی اشاعت اسلام کے لیے ویسی ہی کوشش کرو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری بنجاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو پچھلے نبی تھے جو حضرت عیسیٰ و موسیٰ و ابراہیم علیہم السلام کے رستے کے پتھر اور کانٹے صاف کرنے آئے تھے اور قومیں جو اگلے انبیا کی مخالف تھیں ہیں اب تو یہ موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے نام لیوا یہود و نصاریٰ ہی سب سے بڑھکر دشمن ہو گئے کیونکہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ کے بعد جو کچھ دین حق میں انکے درویشوں اور مولویوں نے ملونیاں ملا کر معجون مرکب بنایا جو حق کے سراسر خلاف تھا اسکا ترک کرنا انکے نزدیک جان دینے سے بھی مشکل تھا اسلیے آنحضرت صلعم کو بھی دنیا میں تلوار چلانے اور باپ بیٹے ساس بہو میں جنگ کرانے لے چنانچہ مکے میں ظہور اسلام سے لیکر فتح مکہ تک یہی حال رہا۔ بدر کی لڑائی میں ایک بھائی اس طرف تھا تو دوسرا دوسری طرف تھا بیٹا ادھر تو باپ ادھر تھا اور جہاں جہاں اسلام پہنچا اسکے ساتھ اسکے رقیبوں اور اپنے دشمنوں نے کیا کچھ نہیں کیا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کی ایک عمدہ جماعت اس کام کے لیے منتخب کی اور پھر ایک عمدہ انتظام سے انکو مختلف خدمات پر مامور کیا کچھ قرا تھے تو کچھ قوموں میں جا کر تبلیغ کرتے تھے اور بوقت جنگ سپاہی تو سب ہی تھے۔ یہ سب آنحضرت صلعم کے حواریین تھے آنحضرت صلعم کے بعد بھی جو کچھ انھوں نے اسلام کے لیے جانثاری کی اور آنحضرت کو بحکم حدیث لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و والدہ والناس اجمعین (متفق علیہ) ایسا ہی محبوب سمجھکر فرمان ولیبلغ الشاہد الغائب پر عمل کیا اور فقر و فاقہ بھی اٹھایا اور انکے بیشمار کرامات دنیا نے دیکھیں پھر تابعین و تبع تابعین کی کوششوں نے ادھر سپین اور یورپ و افریقہ کے ممالک تک ادھر ہند و چین ایران و ترکستان تک اس سرعت کے ساتھ اسلامی جھنڈا بلند کیا جو عیسائیوں کو اور حواریوں کے صدیوں تک نہ ہو سکا اس فرق بلکہ تفوق کو عیسائی مورخ بھی تسلیم کرتے ہیں سر ولیم میور صاحب کہتے ہیں کہ عیسیٰ کے پیروکاروں کو اگر محمد کے پیروں سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو عیسیٰ کے پیروکاروں کو انسے کچھ بھی رتبہ نہیں اس وقت کے مسلمانوں نے حواریوں کا مثل ہونے سے بڑھکر کام کیا کہ انسے بھی زیادہ بڑھ گئے مگر آج کل کے علما و مشائخین و امرا کیا کر رہے ہیں؟ ہندوستان کے علما سے تو یہی نہیں ہو سکتا کہ ہندوستان کے دیہات و قریات میں پھر کر شرائع اسلام کی تعلیم کرتے رسوم قبیحہ سے روکتے اور مشائخین و امرا مدد دیتے پھر غیر مذہب والوں کی ہدایت کرنا تو دوسری بات ہے۔ افسوس باہمی جزئیات مسائل پر کیسے جھگڑے اور اصول سے کیا بیخبری ٭

---

[۵] صلیب سولی یا یک محاورہ ہے کہ مرنے نہ ڈرے بلکہ ہمیشہ کہ سولی دیا جاؤنگا اور سولی بھی آپ ہی اٹھائے پھرے ایسا مرنے کو تیار ہو جیسا کہ کہتے ہیں کفن سر سے باندھ کے میرے ساتھ آئے ۱۲ منہ

سورۂ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اسمیں گیارہ آیات دو رکوع ہیں

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي

اللہ کی تسبیح بیان کیا کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کے رہنے والے جو بادشاہ قدوس زبردست حکیم ہے۔ وہ ہے کہ جسنے ان پڑھوں میں

الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

ایک رسول بھیجا انہیں میں سے۔ پڑھکر سناتا ہے انکو اسکی آیتیں اور پاک کرتا ہے انکو اور سکھاتا ہے انکو کتاب اور حکمت۔ اور اس سے پہلے تو وہ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

اور دوسروں کے لیئے بھی جو ہنوز انسے نہیں ملے۔ اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اللہ کا فضل ہے جسکو چاہے دے۔ اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

ترکیب

الملک القدوس العزیز الحکیم مجرور علی انہ صفۃ للہ وقرئ بالرفع علی الاستیناف والجمہور علی ضم القاف من القدوس وقرئ بفتحہا وہما لغتان منہم صفۃ رسولا او حال کذا ما بعدہ یتلوا ویزکیہم ویعلمہم وان مخففۃ من الثقیلۃ واسمہا محذوف ای وانہم واللام ہی دلیل علیہا وآخرین مجرور عطفا علی الامیین ای بعثہ فی الامیین الذین فی عصرہ وبعثہ فی آخرین منہم لم یلحقوا بہم الی الآن او منصوب علی انہ عطف علی الضمیر المنصوب فی یعلمہم ای ویعلم آخرین او انہ عطف علی مفعول یزکیہم ای ویزکی آخرین ولما یلحقوا صفۃ لآخرین +

تفسیر

قرطبی کہتے ہیں سب متفق ہیں کہ ابن عباسؓ کا قول اس سورہ کی بابت یہ ہے کہ یہ مدینے میں نازل ہوئی اور ابن الزبیر بھی یہی کہتے ہیں مسلم و سنن اربع کے مصنفوں نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ مینے نبی صلعم کو نماز جمعہ میں یہ سورہ اور سورۂ منافقین پڑھتے سنا ہے۔ ابن حبان اور بیہقیؒ نے جابر بن سمرہؓ سے نقل کیا ہے کہ جمعہ کی رات مغرب کی نماز میں نبی صلعم قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ پڑھتے تھے اور عشا کی نماز میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون پڑھتے تھے مسلم اور اہل سنن نے ابو ہریرہؓ سے نقل کی ہے مینے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ جمعہ کی نماز میں سورۂ جمعہ و اذا جاءک المنافقون پڑھتے تھے +

اس سے پہلے یہ ذکر تھا کہ دین و اطاعت الٰہی میں ہمیشہ سرگرم اور ثابت قدم رہنا چاہیئے۔ اسمیں خیال پیدا ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کی مدد و اعانت اور دینی استقامت کی حاجت ہے یا کوئی اسکا اس سے فائدہ ہے یا دفع مضرت ہے اسلیئے ان خیالات کا ابطال اول سورۃ میں کرتا ہے۔ فقال یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض کہ آسمانوں اور زمین کے رہنے والے اللہ کی ہر وقت پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اسکو کسیکی بندگی و اطاعت کی کوئی ضرورت نہیں اب جو کچھ تمکو حکم دیا جاتا ہے وہ صرف تمہاری بھلائی کیلئے۔ پہلی سورۃ میں سبح بلفظ ماضی ذکر کیا تھا یہاں یسبح بلفظ مضارع تاکہ تجدد و دوام پر دلالت کرے مضارع کے صیغے جیسا کہ تجدد پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح ہمیشہ کرنے پر بھی بقرائن۔ یہ بھی ایک وجہ مناسبت اگلی سورہ سے ہے تسبیح کے معنی اور یہ کہ آسمان اور زمین کے رہنے والے کیونکر اسکی تسبیح کرتے ہیں (بزبان حال و بزبان مقال) اسکو ہم کئی بار بیان کر آئے ہیں اس جملے میں پہلے خیال کا ابطال ہے اسکو کوئی حاجت نہیں تمام عالم اسکے آگے مسخر ہے ہر چیز کی قدرتی بناوٹ اور اسکے حالات کا تغیر اپنے خالق کی یکتائی و بندگی بیان کر رہا ہے جسکے کان ہوں سن لے آنکھ ہو دیکھ لے دل ہو سمجھ لے اسی بات کو ایک جگہ فرماتا ہے۔ وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم اسکے بعد فرماتا ہے الملک وہ بادشاہ بھی ہے یعنی غنی اور بے پرواہ ہے اسکے معنی واجب الوجود کے قریب قریب اس موقع پر مراد ہیں

اسکے ثبوت اشارات بعینہٖ ہیں ہونے تمام کمالات واسباب عاشقت کے حاصل ہیں تو انسے اشارہ ہی ثبوت صفات عالیہ کی طرف جسمیں وہ سبے خیال کا رد ہے القدوس یعنی پاک ہے جسمیں سے خیال کی طرف اشارہ ہے کہ کوئی مضرت و نقصان اسکی ذات پاک کی طرف عائد نہیں ہو سکتا ۔

نیازات کے ابطال کے ... الفاظ قرآنیہ میں ایک مسئلہ تو سب بیان فرمایا جاتا ہے یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض سے الحکیم تک تو یہ کہ مسئلہ کا عجب لطف کے ساتھ اثبات ہے کہ تمام موجودات علوی و سفلی اسکی تسبیح کرتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے سوا ہیں زمینوں کے حالات و آفتاب و ماہتاب و دیگر ستاروں کی حالت کہہ رہی ہے کہ کوئی ہے جو ان موجودات کا خالق ہے اسکی حرکت ہو رہی ہے جو لوگ کرات ہی کو باعتبار فوق ہونے کے سماوات کہتے ہیں اب وہ بھی غور کریں کہ آفتاب و دیگر سیارات جو زمین سے ہزاروں حصے بڑے اور کروڑوں کوس دور ہیں وہ اسی کے ساتھ دورہ کرتے ہیں کس قدر فاصلہ طے کرتے ہیں اور باوجود اسکے آپس میں ٹکراتے نہیں باتے پھر انکی یہ حالت اپنے خالق و مالک کی تسبیح ہی تو ہے احادیث میں آیا ہے کہ آسمانوں پر ایک بالشت بھر بھی ایسی جگہ نہیں جہاں ملائکہ تسبیح و تہلیل نہ کرتے ہوں وہ ایک قسم کی غیر مرئی مخلوق ہے جسکے اسکے فضل و کمال ... اسمیں اسطرف اشارہ ہے کہ پھر انسان کیوں بگاڑ غیر معبودوں کی پرستش میں گرفتار ہے سکو بھی اسکی تسبیح چاہیے الملک میں اسطرف اشارہ ہے کہ وہی مالک حقیقی ہے وہی قابل پرستش و اطاعت ہے یہ کسی فانی شے کی ستودہ ہے کرتی ہے القدوس میں اسطرف اشارہ ہے کہ جو اوہام باطلہ نے خدا کے لیے تثلیث اور بیٹے بیوی وغیرہ کا گمان کر رکھا ہے وہ ان سب سے پاک ہے اسمیں یہود و نصاریٰ کا ابطال ہے العزیز وہ زبردست بھی ہے اسمیں اس طرف اشارہ ہے کہ قوت و غلبہ اسکو ہی ہے اسکے احکام قابل اذعان ہیں الحکیم وہ حکمت والا ہے اسمیں اس طرف اشارہ ہے کہ انتظام دنیا ہی جس طرح اسکی حکمت بالغہ کا مقتضی ہے اسی طرح دنیا میں انبیاء علیہم السلام کا بھیجنا کتابوں کا نازل کرنا بھی بندوں کی معاد و معاش درست کرنے کے لیے اسی حکیم کی حکمت کاملہ کا مقتضے ہے۔ لہٰذا اسکے بعد مسئلہ نبوت کا اثبات کرتا ہے۔ فقال ہو الذی بعث فی الامیین رسولا منہم ۔ اس حکیم نے امیوں یعنی ان پڑھوں میں جن سے مراد ملک عرب لیا گیا ہے انہیں میں سے ایک رسول یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ مگر امیوں سے مراد تمام دنیا ہی کیلیے کہ جن باتوں کی تعلیم کے لیے رسول آیا ان سب کی نسبت دنیا ان پڑھ اور جاہل ہی تھے اور جو کسی کو کچھ خبر بھی تھی تو اسپر سیکڑوں جہالت کی تہیں چڑھی ہوئی تھیں پھر یہ کہنا کہ آنحضرت خاص عرب کے لیے نبی تھے غلط بات ہے۔ بالفرض امیوں سے مراد عرب ہی ہوں تو انہیں پر کچھ یہ مراد نہیں کہ اور قوموں کے لیے نبی نہ تھے بلکہ ایک واقعی بات کا بیان ہے جو اصل آنحضرت صلعم ملک عرب ہی میں پیدا ہوئے اور ظاہر ہوئے تھے کیسا رسول بھیجا یتلوا علیہم آیاتہ کہ انکو خدا کی آیتیں پڑھکر سناوے ویزکیہم اور انکو اخلاق بد کی نجاستوں سے پاک کرے اپنی روحانی روشنی سے انکے نفوس کو منور کرے کوئی کتاب ہی پڑھ دے واعظ ہو ہزاروں وعظ کہا کرے جب تک اسمیں روحانی کشش اور باطنی جاذبہ نہیں کچھ بھی اثر پیدا نہیں ہوتا اور ہوتا ہے تو جلد زائل ہو جاتا ہے وہ کیا اثر تھا جو عرب کے جاہل شہوت پرست مفرور جاہلوں کے دلوں پر قائم کر دیا تھا کہ جو صدیوں تک قائم رہا اور انکی دنیاوی اور دینی ترقی کا منبع بنا رہا ہے زبانی سیکڑوں واعظ دیکھے کہ باتیں کرتے ہی ایک گئے ... اثر ہوا اگر حضرت نے تو پاک دل موسوم کر دیا اسکو رسالت کبریٰ کہتے ہیں اور صرف پڑھکر سنا دینے ہی نہیں بلکہ ہمیشہ سلسلہ جاری رکھنے کے لیے انکو ویعلمہم الکتاب کتاب یعنی قرآن سکھاتے۔ والحکمۃ اور حکمت بھی۔ کتاب سکھانا اور چیز ہے اور اسکے برکات سے فائض ہونا دل میں جم جانا اور چیز ہے اسی لیے الکتاب کے بعد الحکمۃ کا لفظ ارشاد فرمایا۔ حکمت سے بعض نے سنت کو مراد رکھا ہے ۔

ف تکمیل کا اول مرتبہ یہ ہے کہ کلام سنایا جاوے جسکے بعد اسکے دل پر سے کثافت جہالت کی تاریکی دور ہوتی ہے یہ دوسرا مرتبہ ہے ان دونوں کو یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم میں بیان فرمایا تیسرا مرتبہ جو ان دونوں سے بعد ہے یہ ہے کہ کتاب الٰہی سکو سکھا دیجاوے سکھانے اور پڑھکر سنانے میں بڑا فرق ہے چوتھا مرتبہ یہ کہ اس کتاب کے اسرار و معانی اور اسکے احکام کے علل و اسباب و مصلحتیں بیان کی جاویں ان دونوں کو ویعلمہم الکتاب والحکمۃ میں بیان فرمایا۔ حکمۃ کا لفظ اہل علم کے نزدیک حقائق الاشیاء کو ٹھیک ٹھیک پہچاننے میں بولا جاتا ہے

حکمت کے معنی

اسلیے موجودات خارجیہ آسمان و زمین انسان و دیگر حیوانات وغیرہا کے حالات جاننے کا نام حکمۃ رکھا ہے پھر موضوع متعین کر کے حکمت کو تقسیم کر دیا کسیکا نام حکمۃ عملیہ کسیکا نظریہ رکھا اور پھر حکمۃ عملیہ و نظریہ کے بھی بہت سے اقسام جداگانہ ناموں سے نامزد ہوے نظریہ میں سے فلکیات و عنصریات و الٰہیات ۔ اور عملیہ میں سے تدبیر المنزل سیاست مدن تہذیب الاخلاق نام قرار دئے گئے اور پھر ہر ایک کی اور بھی شاخیں ہیں ریاضی اور طب پھر ریاضی کے اقسام ہیئت نجوم زیج اکر مرایا حساب ہندسہ وغیرہ ✦

حکمت شرعی کا بیان

شرع محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں یہ لفظ ان معنوں میں مستعمل نہیں بلکہ اسمیں کسی قدر تغیر کیا گیا ۔ اور اللہ حق اور مبدء و معاد رسالت اور اسرار حکمۃ نوامیس اور احکام الٰہیہ اور انکے اسرار و مصالح اور تزکیہ نفس اور اسکے متعلق امور اور اسی طرح قوانین عدل انصاف سیاست و اخلاق طہارت باطنی و ظاہری کا جاننا نہ صرف دلائل عقلیہ سے بلکہ الہام الٰہی سے نبی مرسل اور اسکے سچے پیروں کے وسیلہ سے جاننا حکمت ہے ۔ ان میں علم بالسنۃ المطہرہ بھی داخل ہے دونوں حکمتوں میں فرق ہے اول کی بنیاد دلائل عقلیہ یا حکماء کے اشراق پر ہے جسمیں بیشتر توہمات اور تخیلات کو دخل ہے اور اسی لیے یہ حکمت ہر زمانے میں نیا رنگ بدلتی رہتی ہے آج کل کا فلسفہ اور ہیئت کچھ اور ہی ہے اور قدیم فلسفہ و دیگر علوم پر بڑے زور شور کے حملے ہو رہے ہیں اور شاید اسکے بعد جو زمانہ ترقی کر جائے تو اسپر بھی حملے ہونے لگیں اور یہ خیالات باطل ثابت ہو جاویں بخلاف دوسری حکمت کے کہ اسمیں ان امور کو دخل ہی نہیں وہ ان کدورتوں سے پاک و صاف ہے زمانہ کیسا ہی بدلے پر وہ حکمۃ نہ بدلیگی ۔ اسی فرق کی طرف اشارہ کرنے کے لیے حکیم و جہاں آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ الایمان یمان والحکمۃ یمانیۃ (متفق علیہ) کہ ایمان تو یمانی ہے اور حکمۃ تو یمانی ہے یعنی میری امت میں سے جو اہل یمن ہیں میری حکمۃ وہ خوب جانتے ہیں یا یوں کہو حکمۃ الٰہیہ کا مدرسہ یمان ہے نہ یونان ۔ اور دراصل لفظ یمان میں یمن و برکت کی طرف بھی اشارہ ہے جس سے حکمۃ آسمانی مراد ہو سکتی ہے ✦

فوائد حکمت

اس حکمۃ کے فضائل شرع محمدیہ میں بہت آئے ہیں ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا کہ جسکو حکمت دی گئی اسکو بہت خیر دی گئی ۔ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی حکمۃ میں دل پر نور روح کو سرور ابدی ملتا ہے حکمۃ یونانیہ میں بجاے اسکا تیرہ و خبط اور شک و ظلمات روحانیہ کے سوا کچھ نہیں اسلیے مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔

ع چند چند از حکمۃ یونانیاں ✦ حکمۃ ایمانیاں را ہم بخواں ✦ یہ ذات بابرکات عرب جیسے اُمی اور جاہل ملک میں ظاہر ہوئی یعنی اس علم کو ایسے سخت اور جاہل لوگ دئے گئے پھر دیکھیے کہ آپ نے انکو حکمۃ کی تعلیم کہاں تک کی ۔ مورخین با انصاف عرب کی اس حالت کا کہ جب آپ نے اظہار نبوت نہ کیا تھا اور اسکے بعد کی حالت سے خلفاے راشدین کے عہد تک جو مقابلہ کرتے ہیں تو انکو ایک سخت حیرت ہوتی ہے صحابہ اور انکے بعد والوں کے علوم و برکات اور انکی جدید ترقیاں اور یقینیں صاف صاف کہہ رہی ہیں کہ آپ نے حکمۃ سکھائی ہی نہیں بلکہ حکمۃ کا دریا بہا دیا ۔ اب اسکے ساتھ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی قوم کو بھی دیکھیے باوجودیکہ وہ لوگ عرب جیسے اَجد نہ تھے لکھے پڑھے شائستہ بھی تھے مگر پھر انکو حکمۃ الٰہیہ سے کہاں تک حصہ ملا ۔ کیا اسرائیلیوں کی گوسالہ پرستی اور بات بات پر سرکشی اور جلد جلد بت پرستی و بدکاری کی طرف رجوع کرنا جو بائبل و توریت سے ثابت ہے ۔ یہ نہیں کہیگا کہ عرب کے ان مقدس اور باکباز اور مستقل اور مردانہ وفرزانہ جماعتوں سے انکو کوئی بھی مناسبت نہیں ۔ بڑی تعجب کی بات ہے کہ انکے معلم تو حکیم کامل یعنی نبی مرسل قرار پاویں اور انکے معلم حکیم کامل یعنی نبی مرسل قرار نہ پاویں ✦

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا

وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ۔ کہ اس سے پہلے وہ امی عرب بیشک صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے ۔ اسمیں اسی مقابلہ حالت سابقہ کی طرف اشارہ ہے ۔ عرب کی پہلی ضلال مبین کی جو کچھ مورخین نے شرح کی اسکے ذکر کی تو یہاں گنجائش نہیں مگر اسقدر جاننا کافی ہے کہ علم و ہنر سے خالی تھے لکھنا پڑھنا بھی سیکڑوں ہزاروں میں سے کوئی جانتا تھا افلاس کی کوئی انتہا نہ تھی قزاقی اور چوری اور قتل و زنا شراب اُنکی دن رات کی

شہوت پرستی یہانتک تھی کہ بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیویوں کو بھی اپنے تصرف میں لاتا تھا سنگدلی یہانتک کہ معصوم بچوں کو زندہ دفن کر دینا ایک عام بات تھی ہم سیکڑوں معبود اور سیکڑوں تھان جھنڈے پوجتے تھے رمالوں کاہنوں عیاروں کے کرشموں پر ایمان تھا فال و شگون پر سفر و اقامت منحصر تھی گنڈے بیلے جنتر منتر بنے ہوئے تھے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے وقت تک تھا گو پہلے عرب میں ابراہیم کے ذریعے سے شائستگی ہوئی ہوگی اور علم و ہنر کی چمک اپنی بڑی ہوگی مگر اب تو چاروں طرف سے جہالت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں ملت ابراہیمیہ بالکل مٹ گئی تھی اور اسی طرح تمام مذاہب اور جمیع اقوام کی حالت تھی مجوس کا مذہب اصل میں جو کچھ ہو مگر اب تو شہوت پرستی اور عناصر پرستی کا مجموعہ رہگیا تھا اسی طرح اہل کتاب کی حالت خراب تھی یہود توریت اور انبیاء علیہم السلام کے اصل نسخے کھو بیٹھے تھے جو بخت نصر وغیرہ بادشاہوں کے عہد میں ہوا صرف کچھ مضامین اصل کتابوں کے باقی قصص و حکایات یا مذہبی دستورات تھے جنکو توریت و صحف انبیاء کہتے تھے اسکے سوا انکے احبار کی بے ایمانیاں اور قوم کی بیہودگی تو اس حد تھی کہ جسکے حضرت مسیح علیہ السلام بھی شاکی تھے اور دنیا سے شاکی گئے اور ملت مسیحیہ کا تو پوپوں کی بددیانتی سے اور بھی خراب حال تھا سیکڑوں فرقے تھے اور سیکڑوں جدا جدا خیالات۔ انجیل انکے پاس بھی نہ رہی تھی عجائب پرستی اور پیروں کی پرستش اور اوہام باطلہ کی پابندی اور معمولی دستورات کی بجاآوری ہی مذہب رہگیا تھا۔ تواریخ کلیسا کے دیکھنے سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے رہے ہنود و اہل چین و تتار تو ابتک بت پرستی اور توہمات باطلہ کے دریا میں ڈوبے ہوئے ہیں ✦

اور صرف اس عہد کے لیے یہ آفتاب ہدایت جلوہ گر نہیں ہوا تھا یا عرب کے لوگوں کے لیے ہی نہ تھا بلکہ وآخرین منھم اور آئندہ آنے والے لوگوں کے لیے بھی۔ یہ مجرور ہے اسکا عطف امیین پر ہے یہ معنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے عہد کے امی لوگوں کے لیے بھیجا اور انکے سوا اوروں کے لیے بھی جو ہنوز نہیں پیدا ہوئے یا پیدا ہیں مگر ان میں نہیں ملے اور منصوب بھی ہو سکتا ہے تب اسکا عطف ضمیر منصوب پر ہوگا جو یعلمھم میں ہم ہے تب یہ معنی ہوں گے کہ آپ کو بھیجا کہ ان امیوں کو کتاب و حکمت سکھائے اور ان کے سوا اوروں کو بھی جو ہنوز ان سے نہیں ملے لما یلحقوا بھم ✦

بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ابی حاتم و ابن جریر نے ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ جب آپ نے یہ جملہ لما یلحقوا بھم پڑھا تو لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہ آپ نے جواب دیا پھر سوال کیا تیسرے بار سلمان فارسیؓ جو ہم میں موجود تھے ہاتھ رکھکر فرمایا کہ ایمان اگر ثریا تک چلا جاوے تو انہیں کے لوگ اسکو پالیں گے یعنی اگر دنیا سے ایمان و خیر اٹھ کر آسمان تک بھی جا پہنچے مطلب یہ کہ اسکا لینا مشکل ہو جاوے تو ابنائے فارس کے لوگ اسکو حاصل کرلیں گے مقصد یہ کہ آنے والے لوگوں سے غیر عرب جمیع امم مراد ہیں خواہ اہل فارس ہوں یا اہل روم اور اسی لیئے آپ نے قیصر و کسری وغیرہ کو دعوت اسلام کے لیئے نامے لکھے (مجاہد وغیرہ سب کا یہی قول ہے) اس حدیث کی پیشین گوئی کے مطابق بالخصوص اہل فارس میں سے بڑے بڑے نامور اسلام میں پیدا ہوئے جنکی مساعی جمیلہ کی ابتک امت محمدیہ مشکور ہے اور یہ بشارت امام ابوحنیفہؒ اور انکے تلامذہ پر صادق آئی جیسا کہ جلال الدین سیوطی وغیرہ محدثین نے بھی اقرار کیا ہے ✦

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ یہ اسکی عنایت ہے جسکو چاہے نصیب کرے یہود و نصاری یا کسی اور کا کیا خدا تعالی کر دینا آتا تھا کہ خیر نبی اور اسکے لیسے نامور پیرو انہیں میں سے پیدا کرتا اس کی حکمتیں وہی جانتا ہے کہ کس قوم میں اس خدمت کی بجاآوری کا مادہ ہے واللہ ذو الفضل العظیم اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے ✦

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ

ان لوگوں کی مثال کہ جنپر توریت دھری گئی پھر اسکو انھوں نے اٹھایا اس گدھے کی مثال ہے جو کتابیں اٹھائے پھرتا ہے۔ کیا ہی بری مثال ہو اس قوم کی کہ جس نے اللہ کی آیتیں

اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ

جھٹلائیں اور اللہ ہدایت نہیں دیتا ظالموں کے گروہ کو۔ اے محمد کہدے اے جو یہودی ہوگئے اگر تمکو دعوی ہے کہ سب لوگوں کے سوا تمہیں اللہ کے پیارے ہیں

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ

تو موت کی خواہش کرو اگر تم سچے ہو۔ اور وہ اسکی کبھی خواہش نہ کرینگے اپنے ہاتھوں کے کئے کاموں کے سبب اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ کہدے وہ موت کہ

الَّذِىْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ع

کہ جس سے تم بھاگتے پھرتے ہو وہ ضرور تمکو آئیگی پھر تم چھپی اور کھلی چیزوں کے جاننے والے کے پاس پھرائے جاؤگے پھر وہ تمکو بتادیگا جو تم کیا کرتے تھے۔

ترکیب

مثل الذین مبتدأ کمثل الحمار خبرہ یحمل الجملۃ اما حال والعامل فیہا معنی المثل او صفۃ للحمار اذ لیس المراد بہ معینا فہو فی حکم النکرۃ کما فی ہذا القول اتقاء علی اللئیم یسبنی بئس مثل القوم فاعل بئس الذین فی موضع خبر نعتا للقوم والمخصوص بالذم محذوف ای ہذا المثل ویمکن ان یکون فی موضع رفع تقدیرہ بئس مثل القوم مثل الذین فمثل المحذوف ہو المخصوص بالذم وقد حذف واقیم المضاف الیہ مقامہ۔ (ابن الصائغ) وقدر العلامۃ ابو السعود ہکذا ای بئس مثلا مثل القوم الذین کذبوا علی ان التمییز محذوف والفاعل المضمر مستتر ومثل القوم ہو المخصوص بالذم والموصول صفۃ للقوم۔ فانہ ملاقیکم الجملۃ خبر ان ودخلت الفاء لما فی الذی من شبہ الشرط وقیل الفاء زائدۃ وفیہ ما فیہ۔

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ اس حکیم کی حکمت کاملہ کا تقتضیٰ ہے کہ اسنے رسول بھیجا تاکہ لوگوں کو پاک کرے اور علم و حکمت سکھائے اور یہ رسول عرب میں ظاہر کیا جس پر رشک کرتے تھے یہود کی قوم کو اپنے علم و خاندان کا بڑا گھمنڈ تھا (اور خاندانی آدمیوں کا جب اصلی کمال جاتا رہتا ہے تو انہیں یہی باقی رہا کرتا ہے) انکو اس نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور اسکے نور سے مستفید ہونے سے عار ہوا اور کہنے لگے کہ علم و حکمت کا خزانہ ہمارے پاس ہے بڑے بڑے کتابوں کے ذخیرے ہمارے ہاں موجود ہیں یہ جاہلوں کے سمجھانے کے لئے ہے نہ ہمارے اسلئے خدا تعالیٰ اس قوم بدنصیب کی اصلی حالت بیان فرماتا ہے اور انکے علم بے عمل کی پوری تشبیہ دیتا ہے فقال مثل الذین الخ کہ انکی مثال جنپر توریت لادی گئی یعنی انکی پابندی کی تاکید کی گئی گویا توریت کو انپر سوار کیا گیا۔ یا یہ معنی کہ توریت کے ذمہ دار ٹھیرائے گئے کیونکہ حمل معنی اٹھانے نہیں بلکہ حمالہ یعنی کفالہ و ضمان سے ہے (یہ زمخشری کا قول ہے) اور پھر انھوں نے انکی پوری ذمہ داری نہکی ایک گدھے کی مثال ہے جسکی پیٹھ پر کتابیں لادی ہوں بھلا اس گدھے کو ان کتابوں سے کیا فائدہ بجز اسکے کہ انکے بوجھ کی مشقت اٹھا رہا ہے۔ نہ محقق بود نہ دانشمند۔ چارپایہ برو کتابے چند۔ یہی حال ان یہود کا ہے۔ گدھا حیوانات میں بالخصوص بالکل بے عقل جانور ہے اسلئے اس سے تشبیہ دی نہ گھوڑے خچر گاڑی چھکڑے سے۔ اور تہذیبا یہود کا نام نہ لیا بلکہ یہ فرمایا کہ ان لوگوں کی مثال جنپر توریت لادی گئی ایک گدھے کی مثال ہے جو کتابیں اٹھائے پھرتا ہے اسفار سفر کی جمع ہے اور سفر بڑی کتاب کو کہتے ہیں اسوجہ سے کہ اسکے اصلی معنی روشنی کے ہیں کہتے ہیں اسفر الصبح جبکہ کتاب جب پڑھی جاتی ہے تو پڑھنے سننے والے کو علم کا نور اور روشنی بخشتی ہے اسلئے اسکو سفر کہنے لگے اور اسکی نظیر اشبار دو جو شبر کی جمع ہے۔

یہ ایک ایسی مثال ہے جس سے علماء امت محمدیہ کو بھی سنکر ڈرنا چاہیے اور علم پر عمل نیکی کوشش کرنی چاہیے ورنہ وہ بھی گدھے شمار ہونگے جنپر کتابیں لدی ہیں۔

یہ فرماتا ہے کہ بئس مثل القوم الذین کذبوا بآیات اللہ کہ اس قوم کی جنے آیات اللہ کو جھٹلایا یعنی یہود بری مثل ہے مثل کے برے ہونے سے یہ مراد نہیں کہ یہ
مثل بیہودہ اور نامناسب ہے بلکہ یہ مثل ٹھیک ہے اور انچسپاں ہے مگر وہ بہت بری قوم ہے کہ جسکی یہ مثل ہو۔ آیات اللہ سے مراد آیات قرآنیہ ہی نہیں بلکہ وہ
دلائل ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و اسلام کے برحق ہونے پر دال ہیں خواہ وہ عقلیہ ہوں خواہ نقلیہ یعنی وہ بشارتیں جو انکی کتابوں میں آنحضرت صلعم
کی بابت مذکور ہیں جب نہ عمل کیا بلکہ انکے برخلاف کیا تو انکو جھٹلا دیا۔ یا یوں کہو کہ جب یہودیوں نے توریت و صحف انبیا کی ان ہدایات و تاکیدی احکام کو
پس پشت ڈال دیا اور نہ عمل کیا تو گویا انکو جھٹلا دیا۔ یہ بھی ایک قسم کی تکذیب ہے لسانی نہ حالی سہی۔ واللہ لا یہدی القوم الظالمین ایسے متعصب
لوگوں کو ہدایت الٰہی سے حصہ نہیں ملتا ہمیشہ بدنصیبی و خسران و ضلال ہی کے گڑھے میں پڑے رہتے ہیں ◆

یہود کہتے تھے کہ ہم پر یہ الزام غلط ہے کیونکہ ہم خدا تعالیٰ کے خاص اور پیارے بندے ہیں خواہ کچھ ہی کریں اسکے جواب میں فرماتا ہے قل یا ایہا الذین
ہادوا ان زعمتم انکم اے پیغمبر یہودیوں سے کہدے اگر تمکو گمان ہے کہ ہم اللہ کے خاص دوست ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کی نسل ہونے کے سبب سے روحانی بزرگی و
نجات و دار آخرت میں جنت کے مستحق ہیں تو فتمنوا الموت ان کنتم صادقین۔ موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو تاکہ تم مرنے کے بعد عیش و آرام اپنے ادعا کے موافق
پاؤ مگر دل تو انصاف ہے اپنے اعمال بد کی شامت اسے معلوم ہو جاتی ہے اسلیے ولا یتمنونہ ابدا بما قدمت ایدیہم۔ وہ اسکی ہرگز تمنا نہ کرینگے اپنے اعمال بد کے خوف سے۔
ملزم حالت میں جانتے ڈرتا ہے پاک کو کوئی خوف نہیں ہوتا نیک اور باخدا لوگ جنکو دار آخرت کے نعمائے اپنے رب کی طرف سے یقین دلایا گیا ہے مرنے کے مشتاق
رہا کرتے ہیں وہ دنیا کے عیش و آرام کو قید خانہ کے آب و دانہ سے کم نہیں سمجھتے مگر خدا تعالیٰ کے ملزم زبان سے لاکھ لاف ماریں جیسے ڈرتے ہیں یہیں کی زندگی پر
مرتے ہیں یہیں کے سامان و اسباب پیدا کرنے کی فکر میں رہا کرتے ہیں۔ واللہ علیم بالظالمین اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ وہ بدکاروں کو ابرار کے درجے
نہیں دیتا البتہ نیک نسل اپنے بزرگوں کے انعام کا حصہ پاتی ہے۔ یہود اس امتحان سے بھاگ نکلے اور موت سے ڈرتے تھے اسلیے فرماتا ہے قل ان الموت الذی
تفرون منہ فانہ ملاقیکم کہ کہدے جس موت سے تم بھاگتے ہو آخر وہ ایکدن تمہیں آکر رہیگی اس سے بھاگ کر کوئی کہاں جا سکتا ہے ثم تردون الی عالم الغیب والشہادۃ فینبئکم بما کنتم
تعملون پھر بعد مرنے کے اسکے پاس چلے جاؤ گے جو چھپی اور کھلی باتوں کو جانتا ہے یعنی اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے پھر وہ تمکو بتا دیگا جو کچھ تم دنیا میں کرتے تھے ◆

ان آیات میں مسئلہ معاد بھی کس خوبی کے ساتھ بیان کر دیا اور ہدایات انبیا علیہم السلام سے بےخبر ہونیکا نتیجہ اور اپنے مفاخر آبائی کے غرور میں سرتابی کا انجام
بہت پر اثر الفاظ میں ظاہر فرمایا گیا۔ **ف** اسلام میں انبیاء و اولیا زادہ ہونا بغیر ایمان و عمل صالح کے کچھ کام نہیں آتا ◆

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صداقت الہیہ کے زور پر عیسائیوں سے بھی مباہلہ کیا اور یہود سے بھی مگر وہ ڈر گئے۔ بخاری و ترمذی و نسائی اور احمد نے
روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کہیں ابوجہل کعبے کے پاس مجھ پہ حملہ کرتا (جیسا کہ وہ کہتا تھا کہ کعبے میں پاؤں گردن پر رکھ دوں) تو سب کے روبرو اسکو فرشتے
اچک لیتے اور اگر یہود موت کی تمنا کرتے تو فوراً مرجاتے اور اپنا گھر دوزخ میں دیکھ لیتے اور جو رسول اللہ صلعم سے مباہلہ کرنیکو نکلتے تو گھر آکر مال و اہل کچھ نہ دیکھتے ◆

ف ہنود میں برہمن ایک قوم ہے وہ بھی مدعی ہے کہ ہم برہما جی کے پوتر حصے سے پیدا ہیں ... نجات ہر حال میں ہے خیرات وغیرہ برہمن کو دو نیکی کرو تو برہمن سے کرو برہمن کسیکو مارے تو اس سے بدلا لینا [illegible]
[illegible] برہمن کے گھر جنم لیتے ہیں برہمن سے نفع حاصل کرنا بھی [illegible] ایک گروہ کو پوجت کہتے ہیں وہ تو بہت بڑھ کر [illegible] موت و سفر کے [illegible]
[illegible] اپنے ہاتھ میں ہے [illegible] جہاں کو رہنا ہی پڑتا ہے پھر جو [illegible] عالم میں [illegible]
[illegible] سب پوجت ہی لیکر مرنے کے [illegible] اگر پوجت ہی کے گھر [illegible] نہیں فرماتے ہیں [illegible] کی [illegible]
[illegible] ہندوستان میں جب [illegible] مسلمان آئے اور [illegible] ہنود سے میل جول ہوا تو بعض مسلمانوں کے منہ میں [illegible] جو ہندو مسلمان [illegible]
[illegible] مسلمانوں کو گھیر [illegible] اپنے دینیات کو انھیں رسوم کے قوالب میں [illegible] شروع کیا [illegible]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن

اے مسلمانوں جب اذان دی جائے نماز کے لیے جمعہ کے روز تو جلدی چلو اللہ کی یاد کو اور سودا چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر

كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

تم کچھ جانتے ہو پھر جب نماز ہو چکے تو زمین پر پھیلو اور اللہ کا فضل (روزی) ڈھونڈو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ۚ قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝

اور جبکہ تجارت یا تماشہ دیکھتے ہیں تو اسی طرف بٹ جاتے ہیں اور تجھے کھڑا چھوڑ دیتے ہیں کہہ دو جو اللہ کے پاس ہے وہ تماشہ اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ بہتر روزی دینے والا ہے ٭

(ترکیب) فاسعوا والجمعۃ بضمتین باسکان المیم مصدر بمعنی الاجتماع فاذا قضیت شرط فانتشروا جوابہ کثیرا صفۃ ذکرا کثیرا او اذا راوا شرط وانفضوا جوابہ وترکوا معطوف علیہ قائما حال من المفعول فی ترکوک ما موصولۃ عند اللہ صلۃ خیر خبر للموصول واللہ اعلم ٭

(تفسیر) فخر کیا اور یہود اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جاہل قرار دیا تو انکو گدھے سے تشبیہ دی۔ اور جب انہوں نے یہ فخر کیا کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے سبب خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر اور خاص دوست ہیں اور آنحضرت کی نبوت کے لیے تیار ہیں تو انکی تکذیب کی اور فرمایا کہ اگر سچے ہو تو موت کی آرزو کرو کہ وہ چیزیں تمہیں مل جائیں۔ تیسرا انکا ایک اور فخر تھا کہ خدا نے ہمارے دین میں سبت (ہفتے کا دن) رکھا ہے جسکی تعظیم و حرمت ہم پر واجب ہے اور اسمیں سب برکات ہمارے لیے ہیں مسلمانوں کے لیے یہ نعمت نصیب نہیں اس تفاخر کے مقابلے میں اسکی جگہ خدا تعالیٰ مسلمانوں کے لیے جمعہ کا دن مقرر کرتا ہے جو ہفتے اور اتوار سے بھی مقدم ہے اسلیے اس دن کی خاص عبادت کے لیے حکم دیتا ہے فقال یا ایہا الذین آمنوا الخ الی ان کنتم تعلمون۔ کہ اے ایماندار جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دیجائے تو اسکی طرف چلو اور جاکر یاد الٰہی کرو اور سوداگری یا اور کوئی دنیاوی کام ہو اسکو چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو کسلیے کہ دنیا اور اسکے نفع جنکے حاصل کرنے میں تم سرگرمی اور کوشش کرتے ہو فانی ہیں تم کیا یہاں سدا رہوگے اور کیا تمہارے کام یہ چیزیں ہمیشہ آوینگی؟ جہاں تمہیں جانا اور وہاں جاکر سدا رہنا ہے اسکے لیے کوشش کرنا بہتر ہے اور منجملہ اونکی جمعہ کے لیے چلنا اور تیار ہونا اور کاروبار دنیاویہ کو چھوڑ دینا ہے ٭

مباحث (۱) فضائل جمعہ احادیث صحیحہ میں بکثرت وارد ہیں نبی صلعم نے فرمایا کہ ہم پچھلے ہیں مگر قیامت میں سب سے آگے ہونگے ہی بات ہے کہ انکو ہم سے پہلے کتاب ملی اور ہمکو بعد میں پھر یہ دن جمعہ کا ان پر فرض ہوا وہ اسمیں جھگڑے اللہ نے ہمکو بتا دیا سب لوگ ہمیں ہمارے پیچھے ہیں یہود اسکے اگلے روز بعد نصاریٰ انکے ایک دن بعد (متفق علیہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب دنوں سے جمعہ افضل ہے اسی دن آدم پیدا ہوئے اسی دن جنت میں گئے اسی دن وہاں سے نکلے اسی دن قیامت ہوگی (رواہ مسلم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جمعہ کے روز ایک ایسی ساعت آتی ہے کہ جو کچھ بندہ اس ساعت میں مانگتا ہے پاتا ہے (متفق علیہ) مسلم کی روایت میں جو ابی بردہ سے ہے وہ ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لیکر نماز تمام کرنے تک کے زمانے میں ہے۔ اور ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی اور احمد کی روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حسب قول عبداللہ بن سلام وہ ساعت آخر ساعت ہے یعنی غروب کے قریب تک عصر سے لیکر ابو داؤد و نسائی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلعم فرماتے ہیں یہ دن تمہارے سب دنوں سے افضل ہے اس دن مجھ پر درود بہت پڑھا کرو یہ میرے سامنے لایا جاتا ہے ٭

ہفتے کے دن کی تعظیم کرتے ہیں ... [illegible]

(۲) احکام جمعہ (۱) یہ نماز ہر مسلمان عاقل بالغ غیر معذور پر واجب ہے۔ مگر علمائے احادیث و آثار میں غور کر کے اس نماز کے وجوب کے لیے باتفاق شرطیں قائم کی ہیں جو خاص پڑھنے والے کے لیے وہ یہ ہیں۔ حریت یعنی آزاد ہو کسی کا غلام نہو کیلئے کہ وہ بیگانہ تابعدار معذور ہے۔ ذکورۃ یعنی مرد ہو عورت پر واجب نہیں اقامت یعنی مقیم ہو مسافر نہو کیلئے کہ مسافر پر واجب نہیں صحت تندرستی کیلئے کہ بیمار پر واجب نہیں سلامۃ الرجلین یعنی پاؤں ہوں لنگڑا اپاہج نہو کیلئے کہ اسپر بھی واجب نہیں سلامۃ البصر بینا ہو کیلئے کہ اندھے پر واجب نہیں بعض کہتے ہیں جب اندھے کو لیجانیوالا ہو اسپر بھی واجب ہے۔ اور جمعہ درست کے شروط میں مصر جامع کہ شہر ہو جسمیں بازار وغیرہ ہوں کیلئے کہ دیہات میں جمعہ واجب نہیں امام شافعی فرماتے ہیں یہ شرط ثابت نہیں بلکہ جو بستی ہیں چالیس آدمی جمعہ میں آسکتے ہوں وہاں جمعہ واجب ہے۔ اور یہی امام احمد حنبلؒ کا قول ہے اور امام مالکؒ کہتے ہیں کہ چالیس سے بھی کم ہوں تو بھی واجب ہے۔ سلطان یا اسکا نائب منتظم بھی ہو اس شرط میں بھی دیگر ائمہ کو کلام ہے۔ جماعت اگر جماعت میسر نہ آئے تو جمعہ واجب نہیں۔ امام اعظمؒ کے نزدیک کم از کم امام کے سوا تین آدمی اور ہونگے تو جماعت ہو جاویگی صاحبین کہتے ہیں امام کے سوا دو اور ہوں تو کافی ہے۔ وقت ظہر کے وقت پر ہونا چاہیے ظہر کے وقت سے پہلے یا اسکے بعد جمعہ نہوگا۔ مگر حنبلیوں کے نزدیک زوال سے پہلے بھی جمعہ پڑھنا جائز ہے احادیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم نے اول وقت جمعہ پڑھا اسکو دیواروں کے سایہ دیکھکر بعض نے زوال کا وقت سمجھ لیا ہوگا۔ اظہار یعنی مخفی اور پوشیدگی کی حالت میں جمعہ نہیں شہرت اور اذن عام ہونا چاہیے خطبہ بھی ہونا نماز سے پہلے شرط ہے اگر خطبہ نہوگا جمعہ صحیح نہوگا (ملخص از ہدایہ و شرح وقایہ ومن الاحکام) باقی طہارت مثلی وغیرہ اور نماز کی سب شرطیں ہیں جب یہ شروط پائی جاویں تو جمعہ واجب فرض ہے اسکا ترک کرنیوالا گنہگار ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے ہوئے فرماتے تھے کہ لوگ جمعہ ترک کرنے سے باز آویں ورنہ اللہ انکے دلوں پر مہر کردیگا کہ وہ غافل ہو جاویں (رواہ مسلم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو سستی سے تین جمعے ترک کریگا اللہ اسکے دل پر مہر کردیگا (رواہ ابوداؤد والنسائی والترمذی وابن ماجہ والدارمی و مالک و احمد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے قصد کیا تھا کہ کسیکو جمعہ پڑھانے کیلئے کہوں پھر دیکھوں جو شریک نہیں ہوتے انکے گھروں میں آگ لگا دوں (رواہ مسلم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ حق اور واجب ہے ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ مگر چار شخص غلام عورت لڑکے بیمار پر نہیں (رواہ ابوداؤد) +

(۲) مسنون یہ ہے کہ جمعہ کے روز غسل کرے اچھے اور صاف کپڑے پہنے خوشبو لگائے اور جب اول اذان ہو تو خرید و فروخت سب کاروبار بند کردے اور مسجد میں جاکر جہاں جگہ ملے چار رکعت سنت پڑھے پھر جب امام منبر پر چڑھے اور اذان ثانی شروع ہو تو بات چیت بند کردے اور نوافل و سنن بھی نہ پڑھے متوجہ ہو کر خطبہ سنے۔ امام خطبہ منبر پر کھڑا ہو کر پڑھے اور بیچ میں تھوڑی دیر بیٹھ جاوے پھر شروع کرے خطبہ میں خدا کی حمد و ثنا اور پیغمبر علیہ السلام پر درود کے بعد وعظ و پند اور احکام الٰہی کی تعلیم و ترغیب ہو۔ الکنی میں ہو صاف اور سادی وضع پر ہو اور خطیب لباس مسنون پہنے ہاتھ میں عصا لیئے اسپر سہارا کیئے ہو خطبہ عربی زبان میں ہو اور جو قوم بالکل نہ سمجھے انکو ترجمہ کرکے سمجھا دینے میں کوئی مضائقہ نہیں خطبہ کے بعد امام منبر سے اتر آئے اور اقامت کے بعد دو رکعت نماز پڑھائے پکار کر نماز میں الحمد اور اسکے ساتھ اور سورۃ یا آیات قرآنیہ پڑھے سلام کے بعد چار رکعت و پھر دو رکعت یا صرف چار علی حسب اختلاف الروایات اور بھی ہر ایک جماعت کا نماز پڑھے یہ مسنون ہے واجب نہیں۔ جمعہ کی نماز سے ظہر کے چار فرض ساقط ہو جاتے ہیں اور مسافر وغیرہ جو جمعہ میں شریک ہو جاویں تو انسے بھی ظہر کی نماز ساقط ہو جاتی ہے اور جو کوئی بلا عذر شریک نہو گو شریک نہونے سے گنہگار ہوگا مگر وہ ظہر پڑھے لیکن جماعت نکرے۔ جمعہ سے پہلے اور نماز کے بعد کاروبار دنیاویہ کی ممانعت نہیں۔ ہاں جو اس تمام روز شرک میں خیرات و عبادت کے لیے تعطیل کرے تو بڑی برکت ہوگی ؛

(۳) جمعہ کو اسلیے جمعہ کہتے ہیں کہ اس دن لوگ نماز کے لیے جمع ہوتے ہیں جسنے سب سے اول اس دن کا نام جمعہ رکھا ہے بعض کے نزدیک کعب بن لوی ہے اور عرب پہلے اس دن کو عروبہ کہا کرتے تھے بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق انصار نے ہجرت سے پہلے جمع ہونیکا اور ملکر عبادت کرنیکا

یہ دن مقرر کیا تھا اسلیے کہ ہفتہ یہود کے لیے اتوار نصاریٰ کیلیے تھا تب سعد بن زرارہ کے پاس جمع ہوئے انہوں نے انکو دو رکعت نماز پڑھائی اور اس سے پہلے کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا جسمیں وعظ و
نصائح تھے تب سے اس دن کا نام جمعہ قرار پاگیا یہ پہلا جمعہ اسلام میں ہوا جب ہجرت کرکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے اور قبا میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں اترے اور پیر اور
منگل اور بدھ اور جمعرات کے روز وہیں رہے اور مسجد کی بنیاد ڈالی پھر جمعہ کے روز وہیں رہے اور مسجد کی بنیاد ڈالی پھر جمعہ کے روز نکلے مدینے میں آنے کیلیے تو آپ نے جمعہ بنی سالم
ابن عوف میں پڑھا خطبہ پڑھکر نماز پڑھائی یہ آنحضرت صلعم کا پہلا جمعہ تھا۔ یہانتک کہ جمعہ کے بارہ میں آیت نازل ہوئی۔ اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ کہ جب جمعہ کے روز نماز کیلیے آواز
دیجاوے اس سے مراد وہ اذان ہے جو امام خطبہ کیلیے منبر پر بیٹھتا ہے اسوقت دیجاتی ہے کیونکہ آنحضرت صلعم اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے عہد تک صرف یہی ایک اذان تھی مگر عثمانؓ کے عہد میں
جب آبادی بڑھ گئی اور لوگ زیادہ ہوگئے اور یہ اذان کافی نہ سمجھی گئی تو حکم دیا کہ اس سے پہلے ایک اور اذان دیا کرو جو انکے مکان پر دیجاتی تھی جسکو زوراء کہتے تھے اسکو سنکر
لوگ نماز کیلیے آنے لگتے تھے پھر جب سب جمع ہوجاتے تھے تو امام جب منبر پر بیٹھتا تھا تو دوسری اذان بدستور ہوتی تھی۔ گو یہ حضرت عثمانؓ کا فعل تھا مگر آنحضرت صلعم نے
فرما دیا تھا کہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی کہ میرے طریقے کو اور میرے سچے جانشینوں کے طریقے کو لازم پکڑو اسلیے یہ بھی مسنون ہوگئی اور اس وقت
صحابہ میں سے کسی نے اسمیں کلام نہ کیا تو آج تک یہ دستور چلا آیا اس پہلی اذان سننے سے بھی نماز جمعہ کا علم حاصل ہوجاتا ہے اسلیے علماء احناف فرماتے ہیں کہ اس اذان سننے کے
بعد بیع وشراء کار بار دنیاوی ممنوع ہیں۔ فاسعوا الی ذکر اللہ تو ذکر اللہ یعنی خطبہ اور نماز کیلیے چلو۔ ذکر اللہ سے دونوں چیزیں مراد ہیں خطبہ اور نماز بعض کہتے ہیں نماز
بعض کہتے ہیں خطبہ اور سعی سے مراد دوڑنا بھاگنا نہیں کیونکہ دوڑ بھاگ کر آؤ بلکہ چلنا اور قصد کرنا اور کوشش کرنا کما فی قولہ وان لیس للانسان الا ما سعی۔ ولما بلغ معہ السعی غسل کرنا
کپڑے پہننا بھی اس سعی میں داخل ہے۔ وذروا البیع اور خرید وفروخت چھوڑدو۔ مراد کار بار دنیاوی ہیں چونکہ اس دن لوگ اسکام میں زیادہ مصروف رہتے تھے اسلیے اسکا ذکر کیا
اذان سننے کے بعد خرید وفروخت حرام ہے کشاف میں ہے کہ عامہ علماء کے نزدیک باوجود ممنوع ہونیکے جو کوئی بیع کریگا تو یہ فاسد نہوگی کیونکہ حرمت لعینہ نہیں بلکہ نماز سے روکنے کیلیے
چنانچہ اذان سنکر چلتے ہوئے جو کوئی رستہ میں بیع وشراء کرے اسمیں کچھ بھی قباحت نہیں امام مالکؒ کہتے ہیں بیع فاسد ہوگی ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون اس وقت خرید وفروخت چھوڑنا
تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمہیں علم ہے کیونکہ دنیا فانیہ کی تجارت سے آخرت باقیہ کی تجارت بہرحال بہتر ہے۔ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ
اور جب نماز سے فارغ ہوچکو تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کا فضل رزق روزی تلاش کرو فضل اللہ سے مراد روزی ہے۔ یہ حکم وجوبی نہیں بلکہ پہلے جو ممانعت کی تھی اسکی اجازت ہے۔
واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون اور صرف روزی ہی کی تلاش میں بیہوش نہو جاؤ بلکہ اللہ کو یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ تسبیح وتحمید استغفار وذکر قلبی ولسانی سے بہرحال میں اللہ کو نہ بھولو بہت کار
وبار سے نماز کے باہر بھی ذکر الٰہی جاری رہے۔ بخاری ومسلم وغیرہما نے جابر بن عبد اللہ سے نقل کیا کہ ایک وقت نبی صلعم جمعہ کے دن کھڑے ہوئے خطبہ پڑھ رہے تھے کہ شام کا قافلہ آیا شام
غلہ لیکر آیا اور ان دنوں قحط سالی کے تھے اور اس کی ڈگڈگی بجی تو لوگ اسکے دیکھنے کو چلنے لگے یہانتک کہ بارہ آدمی رہگئے جنمیں ابوبکرؓ و عمرؓ بھی تھے۔ تب آیات نازل ہوئیں واذا راوا
تجارۃ او لہوا انفضوا الیہا کہ جب تجارت یا لہو یعنی ڈھونڈی پٹتی دیکھتے ہیں تو اسکی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ وترکوک قائما اور تجھ اے نبی کھڑا چھوڑ جاتے ہیں شاید اس وقت خطبہ عیدین کی طرح بعد میں ہوتا
یہ سمجھے کہ نماز تو ہوچکی۔ قل ما عند اللہ خیر من اللہو ومن التجارۃ۔ کہدے جو کچھ اللہ کے پاس ہے ثواب اور دار آخرت کی نعمتیں جو خطبہ اور نماز سے حاصل ہیں وہ لہو ڈگڈگی کی آواز اور تجارت سے
بہتر ہیں کیونکہ وہ نعمت باقیہ ہیں پھر عمدہ چیز چھوڑکر بری کیطرف دوڑنا کونسی عقل ہے۔ واللہ خیر الرازقین اللہ بہتر روزی دینے والا ہے کیونکہ دراصل وہی روزی دیتا ہے نہ تجارت نہ زراعت نوکری۔

ف اسلام نے عبادات میں بھی قوت اجتماعیہ ملحوظ رکھی ہے نماز باجماعت جسمیں مسلمانوں کو پانچ وقت میل جول محبت ہمدردی کا موقع ملتا ہے جمعہ میں شہر کے مسلمانوں کا مجمع ہو خطیب کو قومی مصالح کی تعلیم [illegible]
میں دو عیدیں تمام ملکوں کے مسلمان باہم مل سکتے ہیں سب ایک مشورہ [illegible] مطلع ہوسکتے ہیں مگر افسوس ہے کہ ہم نے ان باتوں سے برکات حاصل کرنا چھوڑ دیا جمعہ کی جماعتیں [illegible]
[illegible]
اور حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی سبت کے دن [illegible]
[illegible] کشاف [illegible]

بارہ میں آیت نازل ہوئی [illegible]

سورۂ منافقون مدینہ میں نازل ہوئی اس میں گیارہ آیات دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ

[illegible] اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک

الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ۝ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ذَٰلِكَ

[illegible]

بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ۝ وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ ۖ وَإِن يَقُولُوا تَسْمَعْ

[illegible]

لِقَوْلِهِمْ ۖ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۖ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۚ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۖ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝

[illegible] اور انھیں ہر ایک کھانے پھرنے جلتے ہیں؟

(**ترکیب**) اذا شرطیۃ قالوا جوابہ وقیل محذوف قالوا حال ای جاؤک قائلین کیت [illegible] جوابہ اتخذوا [illegible] واللہ یعلم الجملۃ معترضۃ مقررۃ [illegible] الجملۃ مستانفۃ لبیان [illegible] کانھم خشب مسندۃ [illegible] بالتثقیل [illegible] من الاسناد معنی الامالۃ [illegible] والتشدید للمبالغۃ وقری خشب بضم الشین وقری باسکان الشین وقری بفتحتین ❁

یہ سورہ بھی مدینہ میں نازل ہوئی ابن عباس وغیرہ کا یہی قول ہے جمعہ کی (**تفسیر**) نماز میں اول رکعت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ جمعہ پڑھتے تھے یا اذا جاءک پڑھا کرتے تھے اور دوسری رکعت میں اس سورہ کو پڑھتے تھے منافقوں کی سرزنش کیلئے۔ (اس حدیث کو سعید بن منصور نے اور اوسط میں طبرانی نے نقل کیا ہے) ❁

بخاری اور مسلم وغیرہما نے زید بن ارقم صحابی سے نقل کیا ہے کہ ہم آنحضرت صلعم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے تو وہاں لوگوں کو تکلیف پہنچی (بھوک پیاس کی) اور بخاری وغیرہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کے کسی بات پر غصہ ہو کر تھپڑ مار دیا تھا انصاری نے مدد کیلئے انصار کو پکارا اور مہاجر نے مہاجرین کو اور اس وقت مہاجر تھوڑے اور انصار بہت تھے آنحضرت صلعم نے سنکر فرمایا کہ کیا گندی بات ہے بات گئی گزری ہوئی (مگر عبداللہ بن ابی انصار میں بڑا شخص تھا اور آنحضرت صلعم کے مدینے میں تشریف لانے سے پہلے اسکو سرداری کی پگڑی بندھنے والی تھی جو آپ کے آنے سے خاک میں مل گئی اسکے دل میں آنحضرت صلعم اور مہاجرین کی عداوت تھی اور منافقوں کا سردار تھا اسنے کہا کیا مہاجر نے ایسا کیا ہے تو اب اسکو دلی بغض نکالنے کا موقع مل گیا جوش میں آکر کہنے لگا کہ ہمارے ٹکڑے کھا کر ان لوگوں کو یہ دن لگے ہیں بخدا مدینہ پہنچکر ہم شہر کے معزز ان ذلیل پردیسیوں کو نکالدینگے اور لوگوں سے کہا کہ جو اس نبی کے پاس ہیں یعنی مہاجرین انکو آئندہ سے کچھ نہ دیا کرو پریشان ہو کر بھوک کے مارے آپ بھاگ جاوینگے یہ باتیں یہ کہتے ہیں میں نے سن لیں میں نے اپنے چچا (طبرانی کے نزدیک چچا سے مراد سعد بن عبادہ ہیں جو قوم خزرج کا سردار تھا) یا عمرؓ سے ذکر کردیا انھوں نے آنحضرت صلعم سے جا کہا آپ نے مجھے بلا کر پوچھا میں نے صاف صاف کہہ دیا پھر عبداللہ بن ابی سردار منافقین کو بلا کر پوچھا اسنے انکار کردیا اور قسمیں کھانے لگا اور بڑی باتیں اخلاص مندی کی کرنے لگا زید کہتے ہیں

ف بعض کہتے ہیں [illegible] بعض کہتے ہیں نہیں بلکہ خود وہی اسلم اخلاق تھا اور ف انصاری [illegible] آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے حاشیہ

لوگوں نے مجھے جھوٹا سمجھ کر بڑی ملامت کرنی شروع کی یہاں تک کہ میں شرمندگی کے مارے گھر میں بیٹھ رہا مگر خدا تعالیٰ سے امید تھی کہ قرآن میں میری بابت کوئی بات ضرور
نازل فرمائیگا پھر جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر فرمایا اے زید خدا نے تجھے سچا کر دیا (خلاصۃ الروایات) یہ ہے ان آیات کا **شان نزول**
ان آیات میں خدا تعالیٰ منافقوں کے اس قول کو بھی نقل کرتا ہے اور پھر انکے قسمیں کھانے اور اخلاص ظاہر کر کے جان بچانے کا بھی حال بیان فرماتا ہے مگر شان الہامی و رحمت خدائی
یہ ہے کہ کسی کا نام نہیں لیا جاتا۔ فرماتا ہے اذا جاءک المنافقون قالوا نشہد انک لرسول اللہ جبکہ تیرے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ای محمد اللہ کا رسول ہے
منافق شرع میں اسکو کہتے ہیں جو بظاہر مسلمان اور در پردہ کافر ہو۔ وہ عند اللہ بھی کافر ہے گو شرع ظاہر ہے اسلام کے ظاہری احکام میں شریک ہے اسپر نماز جنازہ بھی پڑھی جاویگی
میراث کا حصہ بھی پاویگا لیکن مرنیکے بعد ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہیگا اور جسکا ظاہر کچھ ہو باطن کچھ ہو اسکو بھی منافق کہتے ہیں مگر حقیقی منافق نہیں اسی طرح جس میں منافقوں کے
عادات ہوں جھوٹھ بولنا وعدہ خلافی کرنا امانت میں خیانت کرنا گالی بکنا نماز میں سستی کرنا وہ حقیقی منافق نہیں بشرطیکہ دل میں کلمہ کی تصدیق ہو مگر ان بری عادتوں کے
سبب گنہگار اور نفاق کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ مدینے میں ابتدا اسلام کے وقت چند لوگ ایسے تھے جنکا سردار عبداللہ بن ابی تھا۔ وہ اور اسکا گروہ آپ کے سامنے آکر ایسی گواہی
دیتے تھے۔ واللہ یعلم انک لرسولہ فرماتا ہے انکی گواہی پر موقوف نہیں اللہ خود جانتا ہے کہ تو اسکا اے محمد رسول ہے یعلم اللہ کا لفظ عرب کے محاورہ میں قسم میں بھی مستعمل
ہوتا ہے تب اس جملہ میں قسم سے تاکید اور زیادہ ہو جاویگی مگر انکی گواہی دل سے نہیں اور گواہی میں دل اور زبان موافق ہونا ضرور ہے اگر دونوں موافق نہیں تو وہ
شہادت جھوٹی ہے اسلیئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واللہ یشہد ان المنافقین لکاذبون کہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق اپنی شہادت میں ضرور جھوٹے ہیں نہ اس کہنے میں کہ
آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ یہ خبر تو صادق ہے واقع کے مطابق ہے۔ اور خبر کے صدق و کذب کا اسی پر مدار ہے اگر واقع کے مطابق ہے تو صادق ورنہ کاذب۔ مخبر کے
اعتقاد کا اعتبار جمہور کے نزدیک نہیں۔ مگر جاحظ کہتا ہے کہ جس طرح شہادت کے سچے ہونے میں واقع سے مطابق ہونیکے ساتھ اعتقاد سے مطابق ہونا بھی شرط ہے
اسی طرح خبر میں بھی کیونکہ شہادت بھی خبر ہے۔ ہاں خبر موکد ہے چونکہ انکی خبر اعتقاد کے مطابق نہ تھی گو واقع کے مطابق تھی اسلیئے انکو خدا پاک نے جھوٹا کہا بعض کہتے
ہیں خدا نے جو انہیں اس سچی بات کے کہنے میں جھوٹا کہا تو اسکے یہ معنی کہ وہ اپنے نزدیک جھوٹے ہیں کیونکہ وہ انک لرسول اللہ کو جھوٹ جانتے تھے نہ یہ کہ وہ در اصل جھوٹے
تھے کیونکہ یہ بات تو سچی تھی اشہد اور نشہد یا اسکا ترجمہ بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یمین اور حلف ہے۔ کچھ قسم کھا کر کہنے پر موقوف نہیں ؞

پھر فرماتا ہے کہ یہ جھوٹی قسمیں اسلیئے کھاتے ہیں اتخذوا ایمانہم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ کہ اپنی قسموں کو آڑ بنا رکھا ہے الزام سے بچنے کے لیئے پھر وہ اللہ کے رستے
سے روکتے ہیں یا خود رک گئے۔ **ایمان** یمین کی جمع۔ یمین کے لغت میں معنی قوۃ کے ہیں اور شرع میں اس کلام کو کہتے ہیں جسکو حلف اور قسم سے قوی کیا جاوے خواہ لفظ
اللہ یا اسکے کسی اور نام یا صفات سے صادر ہو جیسا کہ عربی میں باللہ تاللہ بالرحمن بالرحیم بعزۃ اللہ وجلالہ کہہ کر کوئی بات کہے۔ اردو میں خدا کی یا اللہ کی قسم یا
اسکو حاضر ناظر جانکر کہتا ہوں۔ ان الفاظ سے جو کہے۔ پھر یمین کی تین قسم ہیں۔ **اول** یمین غموس جو کسی گزشتہ بات پر ایسی قسم کھا کر کہے اور مقصود جھوٹھ کہنا ہو۔ کہ
واللہ یہ بات یوں تھی۔ اور جانتا ہے کہ یوں نہ تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جھوٹی قسم کھائے اللہ اسکو دوزخ میں داخل کریگا اسکا بجز توبہ و استغفار کے
اور کوئی کفارہ نہیں۔ منافق بھی یمین غموس میں مبتلا تھے۔ اس سورہ میں آگے انکے لیئے بھی استغفار ہی کی تاکید ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کفارہ دے
دوم یمین منعقدہ کہ آئندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھاوے کہ واللہ یوں کروں گا یا بخدا ایسا نہ کروں گا اسکے خلاف کرنے میں کفارہ ہے۔ **سوم**
یمین لغو کہ کسی گزشتہ بات کی قسم کھا کر خلاف خبر دی مگر یہ اسکو خلاف نہیں جانتا (یا یوں ہی بلاقصد واللہ باللہ کہا کرے جیسا کہ بات بات پر عوام واللہ
باللہ کہا کرتے ہیں۔ اسمیں کفارہ نہیں مگر ایسی قسم نہ کھانا چاہیئے) الشافعی ؞

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ کہ رسول اللہ تمہارے لئے معافی کرا دے تو اپنے سر ہلاتے ہیں اور تو انہیں دیکھے کہ رکتے ہوئے تکبر میں آکر

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

برابر ہے خواہ تو ان کے لئے معافی مانگے یا نہ مانگے اللہ انکو ہرگز نہ بخشے گا بیشک اللہ بدکار قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یہ وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ مت خرچ کرو ان لوگوں پر جو رسول اللہ کے پاس رہتے ہیں تاکہ وہ بھاگ جاویں۔ اور آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں

وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ

لیکن منافق نہیں سمجھتے۔ کہتے تھے کہ اگر ہم مدینہ پھر کر گئے تو عزت دار وہاں سے ذلیلوں کو نکال دینگے۔ اور عزت تو اللہ کی

وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور اسکے رسول کی اور ایمانداروں کی ہے اور لیکن منافق نہیں جانتے۔

ترکیب

واذا قیل شرط تعالوا یستغفر مجزوم لانہ جواب الامر تعالوا لووا جواب الشرط وہم مستکبرون جملۃ حالیۃ ورایتہم کان من الرؤیۃ البصریۃ فیصدون حال

تفسیر

فرمایا تھا کہ ایسی جھوٹی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے کہ اللہ کے رستہ جہاد و ایمان و اعمال صالحہ سے روکتے ہیں اور لوگوں میں شبہ ڈالکر اسلام میں عیب و الزام لگا کر جو انکا ہم پیشہ ظاہر کرے یا تو قسمیں کھا کر سزا سے بچ گئے یہ دستور کر رکھا ہے لیکن ساء ما کانوا یعملون یہ بہت بری بات ہے۔ اب انکے اس جرم کے ارتکاب کا سبب بیان فرماتا ہے ذلک بانہم آمنوا ثم کفروا کہ وہ زبان سے ایمان لائے پھر دل سے منکر ہوگئے یا یوں کہو کہ اول ایمان لائے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں کافر و مرتد دل میں ہوگئے فطبع علی قلوبہم پھر تو انکے دلوں پر مہر ہوگئی۔ فہم لا یفقہون پھر کچھ نہیں سمجھتے حق و باطل میں امتیاز نہ رہا۔ اب اسکے بعد انکے ظاہری حالات بیان فرماتا ہے واذا رایتہم تعجبک اجسامہم کہ بڑے چکنے چپڑے ڈول ڈیل کے خوبصورت بھلے مانس معلوم ہوتے ہیں کہ دیکھنے سے بھلے معلوم ہوں یا تعجب ہو۔ وان یقولوا تسمع لقولہم اور خوش بیان بھی ہیں کہ مجلس میں بات کریں تو انکی بات کان لگا کر دھیان سے سنی جاوے۔ مگر یہ ظاہری ڈھول ہیں اندر سے خالی ہیں کانہم خشب مسندۃ گویا وہ دیوار سے لگی ہوئی لکڑیاں ہیں۔ تشبیہ اس بات میں ہے کہ خشک لکڑی جب جلانے کے سوا اور کسی کام میں نہیں لائی جاتی نہ عمارت میں نہ کسی چیز کے بنانے میں تو اسکو دیوار کے سہارے کھڑا کر دیتے ہیں اس طرح کھڑے ہونے کی بھی طاقت نہیں یہی حال ان منافقوں کا ہے نکمے ہیں دل خالی ہیں خیر و ایمان سے صرف جہنم میں جلانے ہی کے قابل ہیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں کیلئے کہ دلوں پر مہر ہے کوئی بات حق و باطل کی سمجھ نہیں سکتے (۲) یہی ہے کہ وہ خشک لکڑیاں اصل میں تر و تازہ تھیں کٹ کر خشک ہو گئیں اسی طرح اصل فطرت انسانیہ کے لحاظ سے یہ بھی اچھے اور ایماندار تھے مگر جب اس سے کٹ گئے خشک ہو گئے (۳) اب جس طرح جلانے کے سوا ان لکڑیوں سے اور کوئی مقصود نہیں اسی طرح ان کفار و منافقین کو جہنم کا ایندھن سمجھنا چاہئے (۴) لکڑی کٹی ہوئی کے دو سرے نقص ہیں ایک پر دیوار سے لگا ہوا دوسرا زمین سے اگا ہوا اسی طرح منافقوں کے بھی دو رخ ہیں ایک بظاہری ایمان اور جرب زبانی کا دوسرا کفر و بد باطنی کا نہ گویا عزت و ذلت اندر ہے (۵) دیوار سے لگے ہوئے خشک تختے سے انکے قد و قامت میں بھی تشبیہ ہے۔ نادر ایسے ہیں یحسبون کل صیحۃ علیہم کہ جو کوئی آواز ہو گھوڑا چھوٹ جائے یا کوئی کھٹکا ہو یا کوئی کسی کو پکارے تو سمجھتے ہیں کہ ہم ہی پر بلا آئی فوراً اچھل پڑتے ہیں۔ فرماتا ہے کہ چکنی چپڑی باتوں پر نہ جاؤ ہم العدو فاحذرہم یہی دشمن اسلام ہیں انسے بچو۔ آپ ہی بددعا کرتا ہے محاورہ عرب کے موافق قاتلہم اللہ اللہ انکی گردن مارے۔ انی یؤفکون کہاں سے پھرے جاتے ہیں ہدایت کے چشمے سے پیاسے جاتے ہیں۔ اور جب انکی بدباطنی نہیں کھلنے اور انکے کذب ثابت ہو جانے یا منہ سے وہ نالائق باتیں کہنے پر جتا دی جاتی ہیں آیا ہی کہا جاتا ہے کہ چلو رسول اللہ پاک تمہارے لئے خدا سے بخشش و معافی مانگیں تو اکڑتے اور سر ہلاتے ہیں اور رسول خواہ انکے لئے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں اللہ انکو نہ بخشے گا۔ ہم الذین سے لیکر آخر تک وہ کلمات ہیں جو عبداللہ بن ابی نے کہے تھے کہ آنحضرت کے لوگوں کو کچھ نہ دو کہ چلے جاویں اسکے جواب میں فرماتا ہے وہ کیا دیکھتے زمین و آسمان کے خزانے اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور یہ بھی کہتا تھا کہ لیخرجن الاعز منہا الاذل عزیز یعنی ہم ذلیل یعنی مہاجرین کو نکالدینگے اسکے جواب میں فرماتا ہے عزت اللہ اور اسکے رسول ہی کو ہے یعنی مہاجرین ذلیل نہیں اے منافق تم ہو مگر تم جانتے نہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

اے ایمان والو تمکو تمہارا مال اور اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائے۔ اور جس نے ایسا کیا تو وہی خسارے میں پڑگیا۔ اور ہمارے دیے میں سے دو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجاوے تو یوں کہنے لگے کہ اے رب مجھے ذرا تو مہلت دی ہوتی کہ میں صدقہ دے لیتا اور نیک ہو جاتا اور اللہ تو کسی کو ہرگز مہلت نہیں دیتا جبکہ اسکا وقت آجاتا ہے۔ اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو ✦

فیقول بالنصب بالقار الواقعة فی جواب الامر وهو انفقوا ولولا حرف التخصیص معناها حض على الفعل ان دخلت على المضارع ولوم ان دخلت على الماضی فاصدق بالنصب لوقوعه فی جواب لولا واصله اتصدق والجمهور على ادغام التاء فی الصاد۔ واكن اصله اكون سقطت الواو بالجزم۔ وقرء الجمهور بالجزم عطفا على محل فاصدق كانه قیل ان اخرتنی اصدق واكن وقرئ اكون بالنصب عطفا على لفظه فاصدق لن یوخر الخ الجملة تدل على جواب اذا جاء ✦

(**تفسیر**) منافقوں کی افسوسناک حالت بیان فرماکر مسلمانوں کو یاد الٰہی اور خیرات کی طرف ابھارتا ہے اور ایک ناگہاں آجانیوالے وقت سے ڈراتا ہے۔ فقال یا ایہا الذین امنوا کہ اے ایماندارو مال اور اولاد کے شغل میں اللہ کی یاد سے غافل نہو جانا اور جو غافل ہوگیا۔ فاولئک ہم الخاسرون تو وہ بڑے نقصان میں ہے یہ مانا کہ حق سے غافل ہو کر آپنے بہت مال جمع کیا بڑی جائداد حاصل کیں نقد و زیور جواہرات ہاتھی گھوڑے شال و دوشالوں نقرئی طلائی برتنوں کی کوئی کمی نہیں ہے مکان بھی اونچے باغ بھی بہت آراستہ کیے نہریں بہ رہی ہیں حوض چھلک رہے ہیں عیش و نشاط کے ہزاروں سامان موجود ہیں خوبصورت اور عورتیں بھی بناؤ سنگار کیے ان باغوں میں آپکے ساتھ گا بجا کر دل بہلا رہی ہیں والا بھی ہی مگر عمر گرانمایہ کہاں وجوانی اور طبیعت کے جوش کہ ہے تو سب ہیچ دنیا ہی میں معلوم ہونے لگا پھر ایک دن چلدے سب یہیں پڑا رہا ایک گڑھے میں تنہے ہیں چند روز بعد ہڈیوں کے ریزے ریزے ہوگئے یہ سب عیش خواب پریشان معلوم ہونے لگا گناہوں کا بوجھ سر پر اور وہاں ہمیشہ رہنا ہے اسکا کوئی سامان نہیں پھر ہمیشہ طرح طرح کی ذلت اور آفت اور حسرت و ندامت اگر خسارہ اور نقصان نہیں تو اور کیا ہے۔ لعنت ہے اس تھوڑی دیر کے عیش پر جسکے بعد ہمیشہ کی یہ مصیبت ہو ✦

بس آخرت کا توشہ لو۔ وہ کیا ہے۔ یاد الٰہی اس سے ایک گھڑی نہ بھولو۔ روح جو لطیفہ ہے آلودگی جسمانی سے یہ اس نور حقیقی کی طرف متوجہ ہونے میں اپنے میں کس قدر دل لذائذ دنیا سے کری پڑتی ہے یہ اسکے حق میں زہر ہے اسلیے اسکو روک تھام کر اسکی یاد میں لگانا سعادت ہے اسکے بعد اسکی رضامندی کے لیے مال جو تمام سامان دنیا اور جملہ غفلات کا ذریعہ تھا اسکے دینے کا حکم دیتا ہے وانفقوا مما رزقنکم کہ ہمارے دیے میں سے دو جس طرح ذکر اللہ میں نماز فرائض یا نوافل حج وغیرہ کی تخصیص نہ تھی بلکہ عام مراد تھی نماز و روزہ حج بھی اور ایسے ذکر و فکر و مراقبہ بھی ہو اسی طرح یہاں خرچ کرنے سے خاص زکوٰۃ و صدقات واجبہ مراد نہیں بلکہ عام ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ کام بہت جلد کرو برسوں کے آنے والے سامانوں پر بھروسہ رکھو یوں ہوگا اور اسقدر ہو جاوے گا تب دینگے اور فرصت سے اللہ کو یاد بھی کیا کرینگے کیونکہ موت کا کوئی وقت معین نہیں ہر وقت کھٹکا لگا ہوا ہے اجل اگلے ہوئے گھات ہر کسی پر ہے ✦ بہوش باش کہ عالم سوار وی بہ ہے ✦ پھر عمر بھر تو یاد الٰہی نہ کی حتیٰ کہ نماز پنجگانہ سے بھی غافل پڑے رہے اسکی راہ میں کوڑی تک نہ دی زکوٰۃ و صدقات واجبہ بھی نہ دیے اور خیالات میں بھٹکتے رہے کہ موت کے سامان پیدا ہوگئے اور یقین ہوگیا کہ اب ان سب رفیقوں کو چھوڑتے ہیں ایسا کہ پھر کبھی یہاں آنا نہوگا تب لگے حسرت و افسوس سے یہ کہنے کہ اے خدا مجھے ذرا تو مہلت دے کہ میں خیرات دے لوں نیک ہو جاؤں مگر اس وقت کسی کو ایک ذرا بھی مہلت نہیں اللہ دیتا اب تمکو مہلت بہت ہے جو کرنا ہو کرلو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے تمہارے کاموں سے خبردار ہے ✦

سورۂ تغابن مدینہ میں نازل ہوئی اسمیں اٹھارہ آیات دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ

اسکی پاکی بیان کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین والے ہیں اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کو تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہی ہے

خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ

کہ جس نے تمکو پیدا کیا پھر کوئی تم میں کافر اور کوئی مومن ہے اور اللہ جو تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے بنائے آسمان اور زمین ٹھیک طور پر

وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ

اور صورت بنائی تمہاری پھر اچھی صورت بنائی تمہاری اور اسکے پاس پھر کر جانا ہے جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جانتا ہے جو تم چھپی کرتے ہو

وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ

اور جو ظاہر کرتے ہو اور اللہ کو معلوم ہے دلوں کی بات کیا تمکو ان لوگوں کا حال نہیں معلوم ہوا جو تم سے پہلے منکر تھے انہوں نے اپنے کام کی سزا چکھی اور ان کو سخت

اَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ

عذاب ہوا یہ اسلئے کہ انکے پاس انکے رسول آیا کرتے تھے نشانیاں لیکر تو وہ کہا کرتے تھے کہ کیا آدمی ہمکو ہدایت کرینگے سو منکر ہوگئے اور منہ موڑا اور اللہ نے بھی پروا نہ کی

(ترکیب) فمنکم خبر مقدم کافر مبتداء والجملۃ تشریح وتفصیل للخلق ومنکم مومن الجملۃ معطوفۃ علی الجملۃ السابقۃ واللہ مبتدا بصیر خبرہ بما تعملون متعلق بہ۔ بالحق حال من فاعل خلق اے خلق متلبسا بالحق ابشر مبتدا یہدوننا خبرہ + وہو الجملۃ معطوفۃ علی ماقبلہا۔ ویکن ان تکون حالا من الضمیر فی لہ فمنکم

(تفسیر) یہ سورہ بھی اکثر کے نزدیک مدینے میں نازل ہوئی ہے چنانچہ ضحاک یہی کہتے ہیں ابن عباس اور ابن زبیرؓ بھی یہی فرماتے ہیں۔ مگر کلبی کہتے ہیں کہ یہ سورۃ کچھ مکے میں کچھ مدینے میں نازل ہوئی یعنی اخیر کی چند آیات یا ایہا الذین آمنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروہم مدینے میں نازل ہوئیں جبکہ عوف بن مالک اشجعیؓ نے اپنی اولاد اور بیوی کی بدسلوکی اور زیادتی آنحضرت صلعم سے بیان کی تھی عطا بن یسار بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں اور ابن حبان نے ضعفا میں اور طبرانی وابن مردویہ وابن عساکر نے روایت کی ہے کہ ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے اسکی پیشانی پر اس سورۃ کی پانچ آیتیں اول کی لکھی ہوئی ہوتی ہیں ابن کثیر فرماتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں +

مناسبت اس سورۃ کو اول سورۃ منافقون سے یہ ہے کہ اسمیں منافقوں کی مذمت تھی اسمیں مومنوں کی مدح و خوبی ہے اور یہ بھی ہے کہ اس سورۃ کی اخیر میں یہ تھا کہ تمہارے مال اولاد تمہیں یاد الٰہی سے غافل نہ کریں جو سراسر خسران ہے اور موت کا ہر وقت کھٹکا ہے پھر اس وقت مہلت نیکی کرنے کی نہیں ملیگی اسی مضمون پر ہدایت کی اس سورۃ میں تاکید فرماتا ہے کہ اسکی یاد کچھ تم پر موقوف نہیں بلکہ یسبح للہ ما فی السموٰت ما فی الارض۔ کہ آسمان زمین کے رہنے والے اسکی ہر وقت تسبیح و تقدیس کیا کرتے ہیں اور وہ اسکے لائق بھی ہے (۱) اسلئے کہ لہ الملک ولہ الحمد بادشاہت اور ستائش اسی کو ہے بادشاہت حقیقی کے تو کیا کہنے ہیں مجازی بادشاہت جسکو حاصل ہوتی ہے سب اسی کی طرف جھکتے ہیں اسیکا ذکر خیر کرتے ہیں ہر ایک عزت اسکی طرف دوڑتی ہے پھر جبکہ بادشاہ میں صفات حمیدہ بھی ہوں (جنکی طرف ولہ الحمد میں اشارہ ہے کیونکہ کبھی کسی ذاتی یا صفاتی خوبی پر ہوا کرتی ہے اور اسلئے اس جملہ کو بعد میں ذکر کیا) تو اور بھی مرغوب ممدوح ہوتا ہے چہ جائیکہ بادشاہ حقیقی ہو اور اسمیں تمام خوبیاں بھی ہوں غصہ کا دھیما جواد کریم آنکھوں میں اسکے انتہا مروت جبکہ ہی سامنے جاکر مذاق ہو معاف کرنے اور پھر (۲) وہو علی کل شیء قدیر ہر چیز پر قادر بھی ہو بھلا کرنے پر بھی مضرت پہنچانے پر بھی جیساکہ وہ صاحب نعمت وجود ہے ویساہی صاحب ہیبت و جبروت

ف: یہانی بیان آیتوں کے لکھے ہونے سے یہ مراد نہیں کہ یہ آیات اور اس طرح سے سنخ نہ ہمیں لکھی ہوئی ہوتی ہیں بلکہ یہ مراد کہ ہر بچہ بنیونہ رنگ جہالت بت پرستی سے مبری ہوتا ہے اسکی وہی اصل فطرت ہوتی ہے

بھی ہر ہر بادشاہ ہر بات پر قادر نہیں ہوتا ہی لیکن وہ ہر بات پر قادر ہی اسلیے اور بھی ہر ایک مخلوق اسکی تسبیح و تہلیل کر رہی ہی غیر ذوی العقول کی صرف حالت امکانیہ و صورت احتیاجیہ بزبان حال سے پکار پکار کر رہی ہی سبوح قدوس مالک الملک لک الحمد اور ذوی العقول میں سے ایماندار تو زبان سے بھی ثنا خواں ہیں خصوصاً ملائکہ جو ہر گھڑی جل شانہ عمّ نوالہٗ ہی میں رہتے ہیں۔ بھلا اے انسان تو کیوں غافل اور مہلت چند روزہ میں دنیا کی لذات و شہوات میں مشاغل رہے ؟ ۔ ♦

اسکے بعد پھر حضرت انسان کی طرف خطاب کرکے اپنے انعام و افضال سابقہ و لاحقہ یاد دلاکر تسبیح و تقدیس پر آمادہ کرتا ہے (اور یہی آیت کا مقصود اصلی ہے) فقال هو الذي خلقكم کہ اللہ جسکی ہر وقت تسبیح و تقدیس آسمانوں اور زمین میں ہو رہی ہی وہ وہی ہی کہ جسنے تمکو بھی پیدا کیا اسلیے وہ لائق ہی کہ تم بھی اسکی تسبیح کرو مگر تمہاری یہ حالت ہے فمنكم كافر ومنكم مؤمن کہ تم میں سے کچھ کافر و ناشکر ہیں نہ اللہ کو جانتے ہیں نہ مانتے ہیں تسبیح و تقدیس کیسی بجائے اسکے غیر معبودوں کی طرف رجوع ہیں اور بعض مؤمن ہیں اسی کی پرستش کرتے ہیں اسی کو مانتے ہیں۔ اس دنیا میں جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسکو دیکھ رہا ہے ضرور سزا و جزا دیگا۔ واللہ بما تعملون بصیر ♦

ف اہل سنت کے نزدیک بندہ اور اسکے جملہ افعال کفر و ایمان نیکی بدی اللہ کے مخلوق ہیں۔ بدلیل قولہ تعالیٰ واللہ خلقکم وما تعملون۔ چونکہ بندہ کاسب ہے اسلیے اسکے عمل کی جزا و سزا اسکو ملتی ہی اور کاسب خالق میں فرق ہی۔ معتزلہ کہتے ہیں خدا ئے پاک کفر وغیرہ قبائح کا خالق نہیں کیونکہ اسکی تقدیس میں فرق آتا ہی اسلیے اس آیت کو معتزلہ نے یوں بیان کیا کہ اللہ نے تمکو پیدا کیا بعد میں انہوں نے خود کچھ کافر کچھ مؤمن ہو گئے۔ سنی مفسروں نے کہا نہیں بلکہ اسکے یہ معنی کہ اللہ نے تمکو پیدا کیا پھر کیونکر پیدا کیا کہ کچھ کافر پیدا کیے کچھ مؤمن اس آیت کے معنی عطا و حسین بن فضیل وغیرہ کے نزدیک یہی ہیں کہ تم میں سے کچھ کافر کچھ مؤمن ہونگے اور یہی سیاق کلام کے مناسب ہے اہل سنت کا استدلال کچھ اسپر موقوف نہیں ♦

پھر فرماتا ہی کہ کچھ تمھیں ہی پیدا نہیں کیا بلکہ خلق السموات والارض آسمانوں اور زمین کو بھی اسی نے پیدا کیا۔ یہ نہیں کہ حرکات فلکیہ اور کواکب کی تاثیرات سے حوادث ظہور کرتے ہیں اور اچھی بری صورتیں بھی تاثیرات فلکیہ سے ہوتی ہیں حتی کہ سعادت و نحوست بھی انہیں سے ہی جیساکہ بہت ملکا اور عرب یونان ہندو وغیرہ لوگوں کا خیال تھا انکا رد کرتا ہی۔ وصورکم فاحسن صورکم کہ تمہاری صورتیں بھی اسی کے ید قدرت نے بنائیں پھر دیکھو کیا عمدہ نقشہ کھینچا۔ ناک کی جگہ کان اور منہ کی جگہ شانے ہوتے تو کیا ہی بدنما معلوم ہوتا یہ اور بات ہے کہ انسانوں میں بھی تفاوت ہے کوئی خوبصورت کوئی اسکے لحاظ سے بدصورت مگر بدصورت بھی مناسبت و اعتدال فطری کے لحاظ سے خوبصورت ہی۔ اسکی شکل کو طبعی مناسبت و اعتدال کے خلاف تصور کرکے دیکھو تو کیسا برا معلوم ہوگا۔ پھر فرماتا ہی کہ پیدا کرکے آزاد نہیں کر دیا کہ آیندہ اس سے کوئی سروکار نہیں ہا بلکہ والیہ المصیر اسکی طرف پھر کر جانا ہے۔ دنیا میں بھی جب اسباب منقطع ہو جاتے ہیں تو اسی کی طرف پھر کر جاتا ہی پھر وہی بچاتا ہے۔

اسکے بعد اپنے وصف علم کا ثبوت کرتا ہی۔ فقال یعلم ما فی السموات الخ کہ آسمانوں و زمین کی اور تمہارے دل کی مخفی باتیں جانتا ہی۔ اسمیں تنبیہ ہی منافقوں پر کہ لعین کفر و نفاق رکھکر خدا سے کہاں چھپاؤگے؟ یہ تمام امور اس بات کی دلیل ہیں کہ وہی تسبیح و تقدیس کے لائق ہی اور جو کوئی احسان فراموشی کرکے خدا تعالیٰ سے سرکشی کرتا ہی تو وہ دنیا میں بھی گردن مروڑ دیتا ہی اسلیے پہلے برباد شدہ قوموں کے حالات کی طرف اشارہ فرماتا ہی الم یاتکم الخ کہ تمہیں پہلے لوگوں کی خبر نہیں معلوم ہوئی کہ دنیا میں بھی انہوں نے اپنی کردار کا مزہ چکھا اور آخرت میں عذاب الیم کے حوالے ہونگے۔ یہ کیوں ہوا اسلیے کہ انکے پاس رسول نشانیاں لیکر آئے تو وہ منکر ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہی آدمی ہم جیسے انمیں کیا فوقیت ہے جو ہمکو ہدایت کرنے آئے ہیں (یعنی رسول بشر نہیں ہونا چاہیے گوکہ یہ بات تو مناسب نہیں) منہ موڑ لیا اور نخوت و تکبر سے بے پروائی کی پھر اللہ نے ان سے بے پروائی کی چاہتا تو انکو راہ راست پر لاتا انکے ایمان کی کیا پرواہ ہے۔ وہ غنی حمید ہی تعریف کیے جاتے ہیں وہ اسکو خاک میں جلد ملایا کرتے ہیں اسکو کسی کی کچھ پروا بھی نہیں ♦

ف آیت میں [illegible]
[illegible]
[illegible]

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

کافروں نے سمجھ لیا کہ قبروں سے اٹھائے نہ جائیں گے۔ کہہ کیوں نہیں قسم ہے مجھے اپنے رب کی ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر تم کو بتلایا جاوے گا جو کچھ تم نے کیا تھا۔ اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ

پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس نور پر کہ جسکو ہم نے نازل کیا اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ جس دن تم کو جمع کریگا جمع ہونے کے دن وہ دن ہے

التَّغَابُنِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

ار جیت کا۔ اور جو ایمان لایا اللہ پر اور اس نے اچھا کام کیا اس کی برائیاں دور کردیگا اور اسکو ایسے باغوں میں داخل کریگا جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں سدا

فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ع

رہا کرینگے۔ یہ ہے بڑی کامیابی۔ اور جنہوں نے انکار کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ ہیں دوزخی اسمیں ہمیشہ رہنے۔ اور بری جگہ ہے۔

(**ترکیب**) زعم یتعدی الی المفعولین کالعلم ان مخففۃ واسمہا ضمیر الشان محذوف ای انہم لن یبعثوا فان المخففۃ مع اسمہا وخبرہا قامت مقام المفعولین۔ قل بلیٰ الخ لایجاب النفی وربی قسم لتبعثن جواب القسم ثم لتنبئن الخ جملۃ مستقلۃ داخلۃ تحت الامر وارادۃ لتاکید ما افادہ کلمۃ بلیٰ من اثبات البعث فامنوا الفاء فصیحۃ تدل علی شرط محذوف ای اذا کان الامر کذا فامنوا واللہ الخ جملۃ تذییلی مقرر لما قبلہ من الامر یوم قال النحاس الناصب لہ لتنبئن وقیل منہ وقیل خبیر وقیل محذوف ہو اذکر وقیل دال علیہ الکلام ای تتفاوتون یوم یجمعکم خلدین فیہا ابدا حال مقدرۃ وفیہ ما عاملا معنی من والذین الموصول صلۃ مبتدا اولئک الخ الجملۃ خبرہ وبئس الخ بیان لکیفیۃ التغابن ؛

(**تفسیر**) مسئلہ توحید و نبوت کے بعد مسئلہ معاد کو بیان فرماتا ہے تاکہ بیان پورا ہو جاوے فقال زعم الذین کفروا الخ کہ کافروں کو گمان ہے مرکر اٹھائے نہ جانیکا کیونکہ وہ حشر کے منکر تھے اور سمجھتے تھے کہ ہم مرکر خاک ہو گئے گویا روح بھی مر گئی بار دیگر زندہ ہونا اور حساب و کتاب کیسا؟ اسکے جواب میں فرماتا ہے قل اے محمد کہدے بلیٰ کیوں نہیں۔ قیامت ہوگی اٹھائے جاؤ گے پھر قسم کھا کر بلیٰ کی تاکید کرتا ہے وربی لتبعثن اے محمد کہدے مجھے اپنے رب کی قسم ضرور زندہ کرکے قبروں سے اٹھائے جاؤ گے ثم لتنبئن بما عملتم پھر تمکو بتایا جائیگا کہ تم کیا کرتے تھے یعنی نیک و بد کاموں کی جزا و سزا ہوگی۔ کہ ملک عرب اور دیگر ممالک کے باشندے یہ سمجھے ہوئے تھے کہ مرکر جینا نہیں ہاں اعمال کی جزا و سزا اگر ہے تو اسی زندگی میں ہے برے کام کیے کسیکو ستایا بیمار ہو گیا یا اولاد مر گئی یا مال کا نقصان ہو گیا اور اچھے کام کئے تو تندرستی مال و اولاد کی ترقی عزت و آبرو حاصل ہوگی یا دوسرے جنم میں برائی بھلائی ظاہر ہوگی بعض کا یہ خیال تھا کہ یہ سزا و جزا بھی کیسے ؟ اعتبار نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کے تو وہ قائل تھے دہریے کہتے تھے کہ طبیعت اجسام ہی مدبر ہے جسکو آج کل نیچر کہتے ہیں پس اگر خدا بھی کچھ انکے عقاد میں تھا تو وہی نیچر جیسا بے اختیار کہ عالم میں خلاف قانون نیچر کچھ کر نہیں سکتا جیسا کسی کل کا محرک کہ اب چلانے کے بعد اسکو کچھ اختیار نہیں اور یہ خدم تھا ایشر یعنی خدا بھی اسکے تعریف ہے اسلئے وہ لوگ شہوت پرستی جفاکاری عیاری وغیرہ افعال قبیحہ کی مضرت کا کچھ زیادہ اندیشہ نہیں کرتے تھے۔ اور افعال کا حسن و قبح بھی انہیں کے خیالات و رسم و عادات پر منحصر تھا مخلوق خدا پر رحم کرنا نفع پہنچانا بڑوں کی تعظیم محسن کی شکرگزاری کو وہ بھی نیکی سمجھتے تھے اور اسکے برخلاف کو بدی اور اس قدر سمجھنے میں انکا خیال غلط نہ تھا مگر اور بہت سے بد اور بیہودہ کام تھے جنکو وہ یا تو بد اور بیہودہ ہی نہیں سمجھتے تھے یا اسکے برعکس عبادت جانتے تھے جیسا کہ بت پرستی شراب خوری عیاری کھیل کود کا بجانا ناچنا کودنا شادی غمی کے بیہودہ مصارف اولاد کا قتل کرنا وغیرہ اسی طرح بہت سے نیک کاموں کو بد یا عبث سمجھتے تھے۔ ان سب باتوں کے فیصلے کیلئے بھی الہام نبوت کی ضرورت تھی اور پھر دار آخرت اور وہاں ان اعمال کی جزا و سزا دوسری زندگی میں پانا وغیرہ امور بیان کرنا بھی الہام ہی کا کام تھا اسلئے مسئلہ نبوت کے بعد مسئلہ حشر شروع کیا اور ان جملہ امور کی طرف ثم لتنبئن بما عملتم میں اشارہ کر دیا اور اسکے ساتھ یہ بھی فرما دیا۔ وذلک علی اللہ یسیر کہ بار دگر زندہ کرنا اللہ کو آسان ہے کچھ مشکل نہیں۔

پھر جب یہی ہے تو فآمنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا اللہ اور اُسکے رسول اور اُس نور پر کہ جسکو ہم نے نازل کیا ایمان لاؤ تاکہ تم کو اُس دن کی خوبی حاصل ہو اور وہ کس دن حاصل ہوگی یوم یجمعکم لیوم الجمع کہ جس دن وہ تم سب کو جمع کریگا جمع کرنیکے دن یعنی قیامت میں ذٰلک یوم التغابن وہ دن خسارے کا ہے کسلیے کہ دنیا میں جن کاموں کو عمر بھر محنت اُٹھا کر نیکی سمجھکر کیا تھا آج عدالت آسمانی میں وہی سزا اور ناراضگی کے سبب ہوگئے محنت برباد گناہ لازم ہوگئے اسی سارے کو ایک اور آیت میں بیان فرماتا ہے ہل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا کہ کہو تو میں تمکو سب سے زیادہ نقصان پانیوالوں کو بتاؤں؟ وہ کہ جنکی دنیا کی کوشش بیکار گئی اور وہ سمجھتے رہے کہ ہم اچھا کر رہے ہیں اس دن سیکڑوں خیالات و ہزاروں غلط مذاہب کا فساد معلوم ہو جاویگا۔ پھر اس سے بڑھکر اور کیا خسارہ اور غبن ہوگا۔ (والتغابن تفاعل من الغبن فی المجازاۃ والتجارات کبیر) (اور اسی تغابن کے لفظ کی وجہ سے اس سورۃ کا نام تغابن ہوگیا)

پھر اس دن میں کام آنے والی چیزیں بیان فرماتا ہے ومن یؤمن باللہ ویعمل صالحا کہ جو دنیا میں اللہ پر ایمان لایا اسکو حضرت رسول کریم صلعم کے فرمانے کے موافق ویسا ہی جانا اور یقین کیا اور اسکے ساتھ نیک کام بھی کیے۔ نیک وہی کام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہیں جنکی رسول نے خبر دی اور عقل سلیم نے بعض کی تصدیق کی۔ خالی ایمان بغیر نیک کاموں کے درخت بے برگ و بے ثمر ہے۔ یعقوب حواری اپنے خط میں یہی کہتا ہے اور اعمال کی بڑی تاکید کرتا ہے مگر پولوس اعمال صالحہ کو بیکار ہی نہیں بلکہ ملعون ہونیکا سبب کہتا ہے۔ پھر عیسائیوں نے پولوس ہی کی بات کو مزہ دار سمجھکر مانا۔ معاذ اللہ جس مذہب میں اعمال کوئی چیز نہوں صرف ایمان کافی سمجھا جاوے انکی بدکاری ظلم و عیاری جس قدر ہو کم ہے جسکی نظیر عیسائی ممالک ہیں جہاں شراب و زنا کی انتہا نہیں پھر اس ایمان اور اعمال صالحہ کا کیا نتیجہ ہوگا یکفر عنہ سیاتہ (۱) پہلی بات یہ ہوگی کہ اسکے گناہ اس سے مٹا دیگا۔ بشریت سے گناہ بھی ہوگئے ہیں تو انکے لیے کفارہ اسی کے اعمال صالحہ اور ایمان ہے نہ حضرت مسیح علیہ السلام جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں۔ اور یہ سمجھ میں بھی آتا ہے کسلیے کہ دل سے خلوص و محبت رکھکر اطاعت کرنے والے غلام کے قصور معاف ہونیکا سبب اگر ہے تو اسیکا خلوص و اطاعت ہے نہ کوئی اور ہاں اس خلوص و اطاعت پر نظر کرکے شاہی منشا دیکھکر اور کوئی مقرب سفارش کر سکتا ہے۔ یہاں سے شفاعت و کفارہ کا فرق بھی معلوم ہوگیا۔ گناہوں کو مٹا دینا فرمایا بخشنا نہیں کہا جس یہ سر ہے کہ گویا سرے سے گناہوں کا وجود ہی اسکے نامہ اعمال میں نہ رہیگا وہ دفتر دھویا جاویگا اور بخشنے میں یہ ہوتا ہے کہ گناہ تو ہیں مٹے نہیں مگر انکی سزا سے درگزر کیا گیا بلکہ ایسے مخلصین کے وہ قصور کہ جنکے بعد وہ گریہ و زاری کرکے معافی مانگتے ہیں نیکیاں بنجاتے ہیں کما قال اولٰئک یبدل اللہ سیاتہم حسنات۔ اور کتاب یسعیاہ کے اول باب ۱۸ درس میں بھی یہی مضمون ہے۔ (۲) ویدخلہ جنٰت تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا۔ کہ اسکو صاف کرنیکے بعد ہم ایسے باغوں میں داخل کرینگے کہ جہاں نہریں بہتی ہونگی اور وہ وہاں ہمیشہ رہا کرینگے نہ وہاں سے کبھی باہر کیے جاوینگے نہ موت و بیماری دیکھیں گے۔ وہ باغ اس جہان کے باغ نہیں بلکہ دوسرے جہان کے جہاں مرتے ہی آدمی جاتا ہے وہاں نہ غم ہے نہ کوئی اندیشہ ہے ہمیشہ سرور و فرحت ہے۔ ذٰلک الفوز العظیم اور یہ بڑی مراد کا پانا ہے اس سے زیادہ اور کونسی مراد اور کامیابی ہوگی۔ اسکے بعد فریق مخالف کا حال بیان فرماتا ہے۔ والذین کفروا۔ اور جنہوں نے کفر کیا یعنی اللہ اور اسکے رسول کو نہ مانا یہ ایمان کے مقابلہ میں کیا۔ وکذبوا باٰیٰتنا۔ اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہ اعمال صالحہ کے بدلے میں کیا۔ آیات سے عام مراد ہے خواہ آیات الہامیہ یعنی کتاب اللہ کے مطالب و جملے ہوں۔ خواہ اُسکی قدرت و یکتائی کے وہ دلائل جو شب و روز بندہ کے سامنے آتے ہیں اور یہ اُنسے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ اور یہی جھٹلانا ہے۔ انکی اس جہان میں کیا حالت ہوگی۔ اولٰئک اصحٰب النار۔ یہ آگ والے ہونگے یعنی جہنم کی آگ میں جلا کرینگے۔ خالدین فیہا۔ ہمیشہ رہا کرینگے وبئس المصیر اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ پھر اس دن سے زیادہ کونسا دن حسرت اور تغابن کا ہوگا کہ ایک فریق عزت و شادمانی کے ساتھ حیات ابدی پاکر شادمانی کے تخت پر بٹھلایا جاتا ہے اور دوسرا فریق ابدی قید خانے میں ڈالا جاتا ہے جہاں سوائے رونے پیٹنے چیخنے چلانے کے کوئی آرام نہیں ۔

ایمان اور عمل صالح کا ثمرہ

شفاعت و کفارہ میں فرق ہے

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ ۭ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ یَہْدِ قَلْبَہٗ ۭ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ

اللہ کے حکم بغیر مصیبت نہیں پڑتی۔ اور جو اللہ پر ایمان لاتا ہے اسکے دل کو ہدایت دیتا ہے۔ اور اللہ ہر بات جانتا ہے۔ اور اسکی اطاعت کرو

وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۭ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ

اور رسول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر تم منہ موڑو تو ہمارے رسول پر بھی صرف کھول کر پہنچا دینا ہے۔ اللہ جسکے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اور اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں

الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْہُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا

ایماندار۔ اے مسلمانو۔ تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں سو انسے بچتے رہو۔ اور اگر تم معاف کرو

وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ ۭ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝

اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بھی بخشنے والا مہربان ہے۔ تمہارے مال اور اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں اور اللہ جو ہے اسکے پاس بڑا اجر ہے ۔

من شرطیۃ یہد قلبہ جوابہ۔ قلبہ بالنصب الرفع فالرفع (**ترکیب**) علی الفاعلیۃ والنصب علی انہ مفعول لیہد شمل سفہ نفسہ

فان تولیتم شرط فانما الجملۃ جوابہ وعلی اللہ متعلق بتوکل قدم للتخصیص۔ عدوا بالنصب علی انہ اسم ان وخبرہ من ازواجکم واولادکم ۔

(**تفسیر**) فائز المرام اور کامیاب ہوتے ہیں اسپر خیال گزرتا تھا کہ بہت سے ایماندار بھی فرمایا تھا کہ اللہ پر ایمان لانے والے نیک کام کرنے والے

نیکوں کو ہم مصائب میں مبتلا دیکھتے ہیں پھر وہ کامیابی کہاں۔ اسکے جواب میں فرماتا ہے۔ ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ کہ کوئی مصیبت (بیماری تنگدستی

آفات کی شدت دشمنوں کا غلبہ مال جاہ کا زوال یا اس میں کوئی فرق وغیرہ) بغیر حکم الٰہی انسان پر نہیں پڑتی۔ اذن اللہ کے معنی ابن عباسؓ نے امر اللہ کے بیان

فرمائے یعنی اسکی تقدیر ومشیت سے۔ غرض یہ کہ اسمیں کوئی مصلحت ہوتی ہے یا اسکے بعد کوئی سامان عمدہ پیدا ہونیوالا ہوتا ہے جسکو یہ نعمت موجودہ حائل تھی یا مومن کا تعلق قلبی

اس چیز سے اٹھانا مقصود ہوتا ہے یا اسکو خدا تعالیٰ کی طرف سے اجر دینا مقصود ہوتا ہے۔ یا اسکی غفلت ومعصیت کا تازیانہ ہوتا ہے کہ جلد ہوشیار ہو جاوے اس سے فائز المرام

ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ دنیا کا فوز مراد نہیں بلکہ آخرت کا۔ ومن یومن باللہ یہد قلبہ اور جو اللہ پر ایمان لاتا ہے اللہ اسکے دل کو ہدایت دیتا ہے وہ اس مصیبت کی

رمز سے آگاہ ہو جاتا ہے سو جان جاتا ہے کہ یہ مصیبت میری فلاں گناہ یا غفلت کی سزا دنیا ہی میں مجھے دیدی عقبیٰ کے عذاب سے پاک کر دیا۔ اور یہ بھی جان جاتا ہے کہ

میرا کیا تھا اسنے دیا تھا اسنے لیلیا ہے اب جزع وفزع گلہ وشکایت کیا ہے اسلیے مصیبت کے وقت مومن انا للہ وانا الیہ راجعون کہتا ہے کہ ہم اسکے ہیں اور

اسی کے پاس جانیوالے ہیں۔ اور بہت سی حکمتیں ہیں جنکی طرف واللہ بکل شیء علیم میں اشارہ کرتا ہے ۔

ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر پوچھنے لگا کہ سب سے افضل کونسا کام ہے؟ آپنے فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور اسکی تصدیق کرنا اور اسکی

راہ میں جہاد کرنا اسنے عرض کیا اس سے آسان بتائیے آپنے فرمایا تو اللہ کو کسی کام میں جو تیرے لیے فیصلہ کرے متہم نہ کر ایمان باللہ اور نور معرفت کے فوائد سے ہیں نعمت کا

شکر اور مصیبت پر صبر۔ انسان جس طرح حصول نعمت کیلیے بجا و بیجا کوشش کرکے اپنے وقار وقرار کو برباد کرتا ہے اسی طرح دفع مضرت کیلیے بھی پہلے سے پہلے ناز یبا تدبیر

عمل میں لاتا ہے۔ آپنے دیکھا ہوگا بیٹا بیمار پڑا تو پھر علاج وغیرہ جائز تدابیر کے سوا کوئی ناجائز اور خلاف عقل طریقہ بھی نہیں چھوڑتا۔ فال جفار اور ٹونے ٹونکے کرنیوالے

ملاں سیانے جادوگر بھنتی والے برہمن کے آگے ہاتھ جوڑے بیٹھا ہے پھر خلاف عقل جو کچھ وہ کہتے ہیں عمل میں لاتا ہے گدھوں کو گھنگنیاں کھلاتا ہے چولہے پر چراغ

جلاتا ہے کھانا پکا کر رکھتا ہے چیل کووں کو گوشت کھلاتا ہے مقابر حضرات اولیاء کرام سے التجائیں ہو رہی ہیں عرضیاں لکھ لکھ کر لٹکائی جا رہی ہیں اور کیا کیا خرافات

کر رہا ہی دیوانہ بنا ہوا ہی نہ دن کو چین نہ رات کو خواب کھانا پینا کیسا اگر ہوتا وہی ہی جو مقدر ہو چکا ہی پھر جسکو یہ یقین کامل نصیب ہو جائے کہ ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ وہ کس
اطمینان کے ساتھ اپنے خدائے ذوالجلال کی طرف ملتجی ہی اور مصیبت واقع ہو جانے کے بعد دل ٹھیرا ہوا ہی کہ یوں ہی مقدر الٰہی تھا یہ ہائے وائے شور و فغاں ہیچ۔ یہ باتیں
تیرہ سو برس ہوئے عرب کے وحشیوں کو نبوت نے تعلیم کیں تھیں جن پر انکا پورا عمل تھا آج ترقی یافتہ اور مہذب قومیں انسے حصہ لینے کا قصد کر رہی ہیں۔ واہ اسلام آپ کی
کیا کیا برکات ہیں جنسے ہم قدیمی مسلمان محروم رہے جاتے ہیں۔ ان جملہ امور کی پابندی مذہب اسلام کا ایک عمدہ رکن ہی اسلیئے فرماتا ہی واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کہ اللہ اور
اسکے رسول کی تابعداری کرو اور کسی دوسرے طریقے پر نہ چلو۔ فان تولیتم فانما علی رسولنا البلاغ المبین اگر تم نہ مانوگے تو تمہارا ہی نقصان ہی ہمارے رسول پر کوئی الزام
نہیں کیونکہ اسکا کام تو صرف کھول کر حکم پہنچا دینا ہی۔ اور یہ بھی جان لو کہ اللہ لا الہ الا ہو اللہ بھی وہ ہے کہ جسکے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پھر اس سے سرتابی و عدول حکمی
کر کے جاؤگے کہاں اور کروگے کیا؟ بعض احادیث قدسیہ میں وارد ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی جو میری بھیجی مصیبتوں پر صبر نہ کرے اور میری دی ہوئی روزی پر قناعت
نکرے تو وہ میرے آسمان کے تلے سے نکلجائے میری زمین پر نہ رہے اور کوئی خدا تلاش کرے کس قدر توکل کی تاکید ہی اسلیئے فرماتا ہی وعلی اللہ فلیتوکل المومنون
اور اللہ پر (نہ کسی اور پر) ایماندار بھروسہ رکھا کرتے ہیں۔ ایمان کی یہی شان ہی کہ ہر کام میں اسکا اللہ پر بھروسہ ہو اور اسباب کو صرف اسباب ہی سمجھے اور جانے کہ کبھی اسباب
ہوتے ہیں اور کام نہیں ہوتا اور اسباب ہی پورے ہونے نہیں دیتا اسباب بنانے اور بگاڑتے اسکو دیر ہی کیا لگتی ہی؟ یہی اعتقاد عرب کے غریب اور بیکس مسلمانوں کا رہبر تھا جو
وہ قیصر و کسریٰ جیسے قہار بادشاہوں پر غالب آئے یہی وہ شراب ہے کہ جسکو پیکر تیس مسلمانوں نے جنگ یرموک میں تیس ہزار سپاہ مخالف سے بڑی جوانمردی کے ساتھ
مقابلہ کیا یہی اعتقاد آدمی کو قومی کاموں میں محنت اور صرف کرنے پر آمادہ کر دیتا ہی۔ ایسے لوگ دنیا میں بھی شاہانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ توکل اور تعطیل میں فرق ہی اسباب کو
ترک کر کے بیٹھنا تعطل ہی نہ توکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہؓ تدابیر حسنہ عمل میں لاتے تھے۔ ہمارے احدی اور سست لوگوں نے جو کاہلی اور عیاشی کے سبب نکمے
بنے بیٹھے رہتے ہیں اس بیہودہ صفت کا نام توکل رکھا ہے۔ یہ ہرگز توکل نہیں جسمیں یہ صفت توکل نہیں مومن کامل نہیں ایمان کامل کا مزا اُسے نصیب نہیں رسمی اسلام
کچھ کام نہیں آتا حقیقی ایمان و اسلام حاصل ہونا چاہیئے۔ توکل ترک کرا کے بیقرارانہ کوششوں کی طرف اکثر انسان کی اولاد اور بیوی مجبور کیا کرتی ہی انکی خواہشیں اور
خانگی مصارف توکل چھڑا دیتے ہیں نیک کاموں سے روک دیتے ہیں اسلیئے خدا تعالیٰ انکے بیجا تعلق کے رشتہ کو قطع کرتا ہے فقال یا ایہا الذین امنوا ان من ازواجکم
واولادکم عدوا لکم کہ اے ایمان والو تمہاری اولاد اور بیویوں میں سے تمہارے دشمن بھی ہیں۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ یہ آدمی کو معصیت اور قطع رحم پر ابھارتے ہیں ہر چند
نہیں کرنا چاہتا مگر پھر کرنا ہی پڑتا ہے۔ میاں نہیں چاہتا کہ شادی میں رنڈیاں نچوائے بھانڈ کو بلائے دولت اڑائے مگر بیوی صاحبہ کے حکم سے مجبور ہے وہ صدہا
خرافات میں مبتلا کرتے ہیں بیٹا مصر ہے کہ میری شادی میں ناچ ہو باوا کرتا ہے۔ ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے کہ ابن عباسؓ سے کسی نے اس آیت کے معنی پوچھے
فرمایا کہ مکے میں کچھ لوگ اسلام لائے تھے وہ ہجرت کرنا چاہتے تھے انکے بال بچے اور بیویوں نے نہ چھوڑا رونے لگے چمٹ گئے۔ ایسا ہی ترمذی و ابن جریر نے
نقل کیا ہے۔ فرماتا ہے فاحذروہم کہ انسے بچو۔ نہ یہ کہ قتل کر دو مار پیٹو اور دلی رنجش جو خلاف کرنے میں بیوی بچوں سے پیدا ہو جاتی ہے اسکی نسبت فرماتا ہے
وان تعفوا الخ اگر تم معاف کرو درگزر کرو بخشدو تو بہتر ہے اللہ غفور رحیم ہے۔ انما اموالکم واولادکم فتنۃ مال اور اولاد آزمائش کی جگہ ہے انمیں مسلمانوں کو اللہ سے
غافل نہ ہونا چاہیئے اور انکے سبب بُرے کام کرنے چاہئیں نہ مکارم اخلاق اور حسنات باقیات سے رُکنا چاہیئے۔ یہ دنیا کے جھگڑے ہیں انمیں بقدر ضرورت
مصروف ہونا چاہیئے کیونکہ کہ جانا دوسری جہان میں ہی یہ تو سفر میں شب باشی کے سامان ہیں واللہ عندہ اجر عظیم اجر عظیم کہ حیات جاودانی کہنا چاہیئے
اللہ کے پاس ہی مرنے کے بعد ملیگی من من کے لفظ میں اشارہ ہی کہ سب اولاد اور بیویاں ایسی نہیں بلکہ بعض دین و دنیا میں [illegible] مددگار بھی ہوتی ہیں۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

جہاں تک ہوسکے اللہ سے ڈرو اور سنو اور مانو اور دو اپنے بھلے کو اور جو بچایا گیا اپنے دل کے لالچ سے سو وہی ہیں

الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

فلاح پانیوالے۔ اگر تم اللہ کو اچھی طرح سے قرض دو تو تمکو دوگنا دیگا اور تمکو معاف کریگا۔ اور اللہ قدردان سمائی والا ہے جاننے والا چھپے اور کھلے کا زور آور حکمت والا ہے

(**ترکیب**) خیرا منصوب بفعل مضمر دل علیہ انفقوا کانہ قال ائتوا فی الانفاق خیرا لانفسکم او قدموا خیرا لہا ہذا قول سیبویہ۔ وعند الکسائی والفراء ہو نعت لمصدر محذوف ای انفاقا خیرا او قال ابو عبیدہ ہو خبر کان مقدرۃ ای یکن الانفاق خیرا۔ وقال الکوفیون منصوب علی الحال وقیل ہو مفعول بہ لانفقوا ومن شرطیۃ فاولئک الجملۃ جوابہ ان تقرضوا شرط یضاعفہ جوابہ ولذا صار مجزوما ویغفر معطوف علیہ عالم الغیب بالرفع علی انہ خبر بعد خبر العزیز موصوف الحکیم صفتہ وکلاہما خبر مبتدأ او واحدہما مبتدأ والاخر خبر ♦

(**تفسیر**) پہلے فرمایا تھا تمہارے مال اور اولاد فتنہ ہیں اور اجر عظیم اللہ کے پاس ہے اور انسان بھی انسان ہے اس فتنہ میں پڑہی جاتا ہے اسلئے فرماتا ہے خیر اگر تم مال اولاد کے سبب معاصی میں مبتلا بھی ہوجاؤ تو فاتقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا۔ تو جہانتک ہوسکے اللہ سے ڈرو اور اللہ اور اسکے رسول کا حکم سنو اور بسر کرو تو یہ کفارہ زن و فرزند کی محبت کا ہے اور مال کی محبت کا یہ کفارہ ہے کہ انفقوا خیرا لانفسکم اسکو اپنی بھلائی کیلئے خرچ کرو کیونکہ جو دے لوگے وہ تمہارے ساتھ جائیگا جسکا اجر یقینا ملیگا اور جو چھوڑ گئے وہ تمہارے پاس سے جاتا رہا ♦ بایوں کہو کہ اجر عظیم جو اللہ کے پاس ہے اسکے حاصل کرنے کے طریقے بتلاتا ہے (١) اللہ سے ڈرو جہانتک ہوسکے۔ یہ قوت نظریہ کی تکمیل ہے (٢) سنو اور عمل کرو۔ یہ قوت عملیہ کی تکمیل ہے مگر دونوں بدنی عبادت ہیں (٣) اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ یہ مالی عبادت ہے خرچ کرنا عام ہے زکوٰۃ ہو یا صدقات نافلہ ہوں اقارب یتامیٰ و غرباء مسافرین وغیرہ اسکے مستحق پہلے کئی بار بتلا چکا ہے اسلئے اسکا ذکر نہیں کیا۔ قتادہ و ربیع بن انس و سدی و ابن زید وغیرہ علماء فرماتے ہیں کہ یہ آیت فاتقوا اللہ ما استطعتم ناسخ ہے اس آیت کی۔ اتقوا اللہ حق تقاتہ کہ اللہ سے ڈرو جیساکہ ڈرنا چاہئیے۔ ابن ابی حاتم نے اسکی تائید میں ایک روایت کی ہے کہ جب فاتقوا اللہ حق تقاتہ نازل ہوئی تو لوگوں نے اعمال کی سخت مشقت اختیار کی یہانتک کہ نماز میں کھڑے رہنے سے پاؤں سوج سوج گئے تب اللہ نے مسلمانوں پر تخفیف کرنے کے لئے یہ آیت فاتقوا اللہ ما استطعتم نازل فرمائی کہ جہانتک طاقت ہو وہاں تک ڈرو۔ مگر ابن عباسؓ وغیرہ علماء فرماتے ہیں یہ ناسخ نہیں دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں کیلئے کہ حق تقاتہ کے یہ معنی نہیں کہ اپنی طاقت سے زیادہ ڈرو کیونکہ خدا تعالیٰ بندے کو اسکی طاقت سے زیادہ کوئی حکم نہیں دیتا بلکہ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے کہ جہانتک طاقت ہو اور یہی ڈرنے کا حق بھی ہے۔ ابن عطاء فرماتے ہیں کہ ما استطعتم اسکے لئے ہے جو اللہ سے ثواب پر راضی ہو اور جو راضی نہو تو اسپر وہی حکم حق تقاتہ ہے ♦

پھر فرماتا ہے کہ خرچ کرنا انکا کام ہے جو لالچی اور حریص نہیں اور جو لالچ اور حرص سے بچے ہوئے ہیں وہی دنیا اور آخرت میں کامیاب بھی ہیں (شح بخل و لالچ یہ عام ہے مال کا ہو جاہ کا ہو عورت کا ہو) انسان کے اوصاف ذمیمہ میں سے یہ بھی ایک ایسی بری خصلت ہے کہ عزت سے محروم کرتی ہے اور نیک کاموں سے روکتی ہے بری باتوں چوری قتل غضب جھوٹھ بولنے بدعہدی کرنے پر ابھارتی ہے عصمت پارسائی کو کھو دیتی ہے ♦

پھر اس اللہ کے راہ میں صرف کرنیکو قرض دینا فرما کر اطمینان دلاتا ہے اور اسکے فوائد ظاہر کرتا ہے (١) یضاعفہ لکم اسکا دو چند ثواب دیگا یہانتک کہ ایک کے سات سو تک لیجئے اور اسمیں اس طرف اشارہ ہے کہ اس مال کو بڑھاویگا۔ یہ تجربہ ہے کہ سخی کے مال میں برکت ہوتی ہے (٢) تمکو بخشدیگا۔ اور اللہ قدردان ہے حلیم بھی ہے سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا بہر دینے کے اجر ضائع نہیں کیونکہ جلدی کریگا مگر صدقہ میں نیت اخلاص پر مدار ہے اسلئے قرض حسن فرمایا تھا اسکی طرف عالم الغیب والشہادۃ میں اشارہ کرتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے اور اس کہنے سے کہ اللہ کو قرض دو یہ نہ سمجھو کہ وہ عاجز ہے بلکہ العزیز زبردست اور وہ اور ہی ہونگے تو وہ برباد بھی کرسکتا ہے الحکیم اس دینے میں تمہارے لئے مصلحتیں ہیں ♦

سورۃ الطلاق مدینہ میں نازل ہوئی اس میں بارہ آیات دو رکوع ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ

اے نبی کہدے کہ جب تم طلاق دینا چاہو عورتوں کو تو انکو عدت پر طلاق دو اور عدت گنتے رہو۔ اور ڈرو اللہ اپنے رب سے نہ نکالو انکو

مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ

اپنے گھروں سے اور نہ وہ خود نکلیں مگر جب کھلم کھلا کوئی بیحیائی کا کام کریں۔ اور یہ اللہ کی حدود باندھی ہوئی ہیں۔ اور جو اللہ کی حدوں سے بڑا

اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝

تو اسنے اپنا بُرا کیا۔ اسے کیا معلوم کہ شاید اللہ اسکے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دے ◆

اذا طلقتم شرط والمراد اذا اردتم تطلیقھن علی تنزیل المقبل علی الامر المشارف (**ترکیب**) منزلۃ الشارع فیہ کقولہ علیہ السلام من قتل قتیلا فلہ سلبہ ومنہ الماشی الی الصلوۃ والمنتظر لہا فی حکم المصلی (کشاف) فطلقوھن لعدتھن الجملۃ جواب الشرط والجار فی لعدتھن متعلق بطلقوا ای مستقبلات لعدتھن کقولک اتیتہ لیلۃ بقیت من المحرم ای مستقبلا لھا والمراد ان یطلقھن فی طہر لم یجامعھن فیہ ثم یخلین حتی تنقضی عدتھن الا استثناء من قولہ لا تخرجوھن ◆

(ربط) اس سے پہلی سورۃ کے اخیر میں فرمایا تھا کہ ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم (**تفسیر**) فاحذروھم کہ بعض اولاد و بیویں تمہاری دشمن ہیں انسے بچو اور بعض مواقع پر بدا بجانا بڑا یعنی طلاق دینی پڑتی ہے اسلیے اس سورۃ میں طلاق کے احکام نازل فرمائے اور عرب میں جو طلاق کے برے دستورات تھے انکو اٹھا کر عمدہ دستور قائم کیا۔ یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ۔ کہ اے نبی جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو عدت کے موقع پر طلاق دو اور عدت کو گنتے رہو ◆

ابحاث

اول یا ایہا النبی سے کیا مراد ہے؟ بعض کہتے ہیں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے مگر مراد امت ہے کہ اے مسلمانو جب تم طلاق دینا چاہو الخ اور جب کسی قوم سے خطاب کرنا ہوتا ہے تو اسکے رئیس سے خطاب کر کے اس قوم سے کہا جاتا ہے کہ تم ایسا کرو۔ بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم و امت دونوں کی طرف خطاب ہے کیونکہ اس حکم میں جس طرح امت پر پابندی ہے ویسی ہی آنحضرت صلی اللہ پر بھی۔ **دوم** اذا طلقتم النساء سے یہ مراد نہیں کہ بے ضرورت و بے قصور جب چاہو عورت کو طلاق دیدو جیسا کہ یہودی شریعت میں تھا جسپر حضرت عیسی علیہ السلام نے یہود کی سخت دلی پر کمال نفرت ظاہر فرما کر طلاق دینے سے روکا اور فرمایا کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوائے زنا کے اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے اور جو کوئی اُس چھوڑی ہوئی کو بیاہے زنا کرتا ہے اور موسیٰ نے جو تمہیں حکم دیا کہ طلاق نامہ دیکے اُسے چھوڑ دے تو تمہاری سخت دلی کے سبب سے تھا۔ انجیل متی ۱۹۔ باب عرب کا دستور بھی یہودی شریعت کے قریب قریب تھا۔ عورت گائے بھینس کی طرح سمجھی جاتی تھی چاہا رکھا چاہا اپنی خواہش کے موافق چھوڑ دیا۔ ہمارے بعض علماء نے بھی اذا الفاظ سے شاید ایسا خیال کیا ہو اور دستور عرب اور دلی خواہش نے اسکی تائید کی ہو۔ اسی خیال فاسد کو یورپ کے ناواقف عیسائیوں نے دل سے مستند کیا ہے اسلام کو تیروں کا نشانہ بنایا اور لوگوں کو بالخصوص عورتوں کو اسلام سے نفرت دلانے کا کافی بندوبست کیا ◆

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ

جب مطلقات اپنی میعاد یعنی عدت کے ختم کے قریب پہنچیں تو ان کو رکھ لو یا دستور کے موافق جدا کر دو اور گواہ کر لو اپنے میں سے دو معتبر کو

وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ڛ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا

اور سیدھی ادا کرو گواہی اللہ کے لیے۔ یہ وہ ہے جس سے نصیحت حاصل کرتا ہے وہ شخص جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ اور جو اللہ سے ڈرتا ہو وہ اس کے لیے خلاصی کر دیتا ہے

وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا

اور اس کو ایسے روزی دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کو بس کرتا ہے۔ بیشک اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے اسنے ہر چیز کیلئے ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے

(ترکیب)

فاذا شرط فامسکوا فارقوا جواب الشرط واشہدوا واقیموا جملۃ مستانفۃ ذلکم مبتدا یوعظ فعل مجہول من موصولۃ مع صلتہ مفعول مالم یسم فاعلہ والجملۃ خبرہ ومن شرطیۃ یجعل ویرزقہ جوابہ وکذا من یتوکل حسبہ المصدر بمعنی الفاعل بالغ امرہ قری بتنوین بالغ ونصب امرہ وقری بالاضافۃ وقری بتنوین بالغ ورفع امرہ لانہ فاعل بالغ او علی ان امرہ مبتدا مؤخر و بالغ خبر مقدم وقری بالغا بالنصب علی الحال ویکون خبر ان قولہ قد جعل +

اسلام نے نہ عیسوی مذہب کی طرح طلاق کا جواز صرف زنا پر منحصر کر کے دائرہ معیشت کو تنگ کیا اور نہ یہود کی طرح ادنیٰ ادنیٰ بات پر طلاق روا رکھ کر بے دردی اور سنگدلی پر دھبہ لگایا اس عہد میں جو یہودیوں کا دستور طلاق کے بارہ میں سخت نفرت خیز اور وحشیانہ تھا حضرت مسیح علیہ السلام نے طلاق کا دروازہ بند کرنا مناسب جانا اور صرف ایک ہی سبب طلاق کے لیے جائز سمجھا مگر یہ حکم عام نہیں ہو سکتا کیلئے کہ زنا کے سوا اور بھی بہت سے ایسے اسباب پیش آجاتے ہیں کہ جہاں بغیر طلاق کے مرد اور عورت کے لیے جانبری اور رستگاری اور عافیت کی اور کوئی صورت نہیں ہوتی اور فریقین کو ایک دوسری کی موت کا بندوبست نہیں کرنا پڑتا۔ اسلام نے بھی طلاق کو بہت بند کیا اور بے ضرورت اور بے سبب کے اجازت نہیں دی اور عورتوں کی کج خلقی پر صبر و برداشت کی تاکید فرمائی چنانچہ نبی صلعم نے فرمایا کہ میں عورتوں کی حق میں نیکی کرنے کی تاکید کرتا ہوں وہ انسان کی پسلی سے پیدا ہوئی ہے اور ٹیڑھی پسلی اوپر ہی کی پسلی ہے اگر سیدھا کرنا چاہو گے تو ٹوٹ بھی جائے گی اور اگر چھوڑنا چاہو تو ٹیڑھی رہیگی پس عورتوں سے نیکی کرنے کی تاکید کرتا ہوں (متفق علیہ) پھر فرمایا ایماندار مرد ایماندار عورت سے نفرت نہ کرے اگر اسکی کسی بات سے ناخوش ہوگا تو دوسری بات سے خوش بھی ہو جاویگا (مسلم) پھر فرمایا تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح نہ مارے پھر شام کو گلے لگا کر سوئے (متفق علیہ) پھر فرمایا اللہ کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ مکروہ ہے (دارقطنی) ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ عورتوں کو طلاق نہ دو بغیر زنا کے شبہ کے بیشک اللہ تعالیٰ کو مزہ لینے والے مرد اور عورتیں پسند نہیں (طبرانی و دارقطنی) یہ حدیث تو حضرت مسیح علیہ السلام کے مقولہ کے قریب قریب ہے اور اسمیں اس بات کی صاف تصریح بھی ہو گئی کہ جو کوئی بغرض شہوت طلاق دے کہ اسکو چھوڑ کر دوسری کر لے یا عورت ایک مرد کو چھوڑ کر مرغوب دل مرد کو لینے کے لیے طلاق حاصل کرے یہ امر خدائے علیم کے نزدیک سخت ناپسند ہے اسی کو حضرت مسیح نے زناکاری سے تعبیر کیا ہے +

لیکن اسلام نے زنا کی قید پر انحصار نہیں کیا صرف یہ فرق ہے اور اسکو زمانہ اور ملکوں اور قوموں کی مصلحتوں پر لحاظ رکھنے والے ضرور پسند کرینگے۔ باقی حسن معاشرت اور عورتوں سے نرمی و اخلاق سے پیش آنا اسلام کی بڑی ہدایت ہے مگر اسمیں بھی اس قدر ترمیم ضرور کی ہے کہ میاں کو جورو کا غلام نہیں بنا دیا اور عورت کے اس قدر اختیارات وسیع نہیں کیے کہ جنکو کوئی بھی غیرت مند طبیعت پسند نہیں کر سکتی۔ باقی اور کوئی فرق نہیں اور وہ جھوٹے الزامات ہیں جنکے ذمہ دار وہی وحشی ظالمانہ برتاؤ اپنی بیویوں سے کرتے ہیں نہ کہ اسلام +

کچھ جانتا ہی نہیں پہنچے

کچھ جانتا ہی ہوں اس کہنے سے کچھ اسلام نے باہمی ملاپ ہو جانے کو ملحوظ رکھا ہے وہ طلاق کے دستور اور قاعدے سے آپ ظاہر ہو رہا ہے فطلقوہن لعدتہن

وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ

اور جو عورتیں حیض سے ناامید ہو گئیں تمہاری عورتوں میں سے اگر تمکو شبہ ہو تو انکی عدت تین مہینے ہیں اور انکی بھی جنکو حیض نہیں آیا اور حمل والیوں کی

اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ○ ذٰلِکَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَیْکُمْ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ

عدت یہ ہے کہ بچہ جنیں اور جو اللہ سے ڈرتا ہے تو اسکے کام آسان کر دیتا ہے یہ اللہ کا حکم ہے جسکو تمہاری طرف اتارا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے

یُکَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَیُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ○ اَسْکِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِکُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَیِّقُوْا

اسکی برائیاں اس سے اتار دیتا ہے اور اسکو بڑا اجر دیتا ہے۔ طلاق دی ہوئی عورتوں کو وہیں رکھو جہاں تم رہتے ہو اپنے مقدور کے موافق اور انکو ستاؤ نہیں کہ انکو تنگ کرو

عَلَیْهِنَّ وَاِنْ کُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَیْهِنَّ حَتّٰی یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَکُمْ فَاٰتُوْهُنَّ

اور اگر ان طلاق دی ہوئی عورتوں کو حمل ہو تو انکو جب تک بچہ نہ جنیں روٹی کپڑا دو پھر اگر تمہارے بچے کو دودھ پلائیں تو انکو انکی

اُجُوْرَهُنَّ وَاْتَمِرُوْا بَیْنَکُمْ بِمَعْرُوْفٍ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰی ○ لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ

اجرت دو اور آپس میں نیک بات کہو اور اگر تنگی کرو تو اسکو کوئی اور دودھ پلا دے گی۔ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے

وَمَنْ قُدِرَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ فَلْیُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا سَیَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا ○ ع ۱

اور جو تنگدست ہو تو جو کچھ اللہ نے اسکو دیا ہے اس میں سے خرچ کرے اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی قدر جسقدر اسکو دیا ہے عنقریب اللہ تنگی کے بعد آسانی کر دیتا ہے ○

(ترکیب) واللائی موصول یئسن صلۃ من نسائکم بیان واللائی ان ارتبتم شرط فعدتہن جوابہ والجملۃ خبر واللائی واللائی لم یحضن مبتدا و الخبر محذوف ای فعدتہن کذلک اولات الاحمال اجلہن مبتدا ان یضعن خبرہ والجملۃ خبر اولات الاحمال من حیث قال الزمخشری من للتبعیض ای بعض مکان سکناکم قال الرازی والکسائی ثلاثۃ قال ابو البقاء والحوفی لابتداء الغایۃ من وجدکم الوجد بضم الواو والفتح والکسر معناہ من سعتکم وطاقتکم وہو بدل من حیث و اتمروا قال الکسائی معناہ تشاوروا بدلیل قولہ تعالیٰ ان الملا یاتمرون بک قال مقاتل المعنی یتراضی الاب والام علی اجر مسمی ◆

واحصوا العدۃ کہ انکو عدت کے لیے طلاق دو اور عدت گنتے رہو۔ اس جملہ کی شرح اس حدیث سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دی تھی اسکی عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دی آنحضرت صلعم سنکر بہت خفا ہوئے پھر فرمایا اس سے رجوع کرکے رکھے یہانتک کہ حیض سے پاک ہو جائے پھر حیض آوے اور پھر پاک ہو جائے اسکے بعد اگر طلاق ہی دینا منظور ہو تو پاکی کی حالت میں طلاق دے قبل اسکے کہ اسکو ہاتھ لگایا ہو۔ یہی وہ عدت کہ جسپر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کو کہا ہے (متفق علیہ) ◆

اول حکم حیض میں طلاق نہ دے جو فطلقوہن لعدتہن کا خلاصہ **(احکام)** مطلب ہے۔ اس بات پر جمہور کا اتفاق ہے اور حدیث مذکور اسپر پوری دلیل ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کو رجوع کرنے کا حکم دیا اور خفا ہوئے۔ یا اسلیے کہ حیض میں عورت سے دل راغب نہیں ہوتا اور دوسری کیطرف بھی ہوتی ہے شاید اس نفرت طبعی نے کسی رنجش کو طلاق دینے پر ابھار دیا ہو اسلیے طہر میں طلاق دینی چاہیے تاکہ اصلی مصلحت کا تقاضا معلوم ہو ◆

ف قرآن مجید میں عدت طلاق ثلاثۃ قروء بیان ہوئی۔ صدر اول کے بعد جب علماء نے احکام میں زیادہ غور و تامل کرنا شروع کیا تو اس لفظ کے معنی میں بھی غور کیا گیا امام ابو حنیفہؒ اور بہت سے علماء نے یہ فرمایا کہ اسکے معنی ہیں تین حیض اور پھر اس قول کو لغت اور صحابہ کبار کے اقوال سے مستند کیا۔ امام شافعیؒ اور ماننے والے اور علماء نے کہا اسکے معنی ہیں تین طہر یعنی وہ زمانہ کہ جسمیں عورت حیض کے بعد پاک ہوتی ہے ◆

امام شافعی کے دلائل میں سے یہ آیت بھی ہے فطلقوہن لعدتہن کیونکہ لام لعدتہن میں وقت کے معنی دیتا ہے یعنی عدت کے وقت میں طلاق دو اور مسلّم کہ طلاق کا وقت طہر ہے پس معلوم ہوا کہ عدت بھی طہر ہے نہ حیض اسکے جواب میں امام ابوحنیفہ کی طرف سے ایک آیت پیش کیجاتی ہے وہ یہ ہے والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلثۃ قروء کہ طلاق کی ہوئی تو تین تین قروء تک اپنے آپ کو روکیں معلوم ہوا کہ عدت تین قروء ہیں اور قروء حیض کو کہتے ہیں گو طہر پر بھی استعمال ہوتا ہے مگر ثلٰثہ کا لفظ کہ وہ تین کے معنی دیتا ہے تین حیض مراد لینے چاہییں کیونکہ طلاق تو بالاتفاق طہر میں ہونی چاہیے پھر اگر اس طہر کو بھی عدت میں شمار کیا گیا تو تین پورے نہ ہوئے کیونکہ کچھ زمانہ اس طہر کا طلاق دینے سے پہلے صرف کر لیا تھا اور اگر اسکے سوا اور تین طہر لیے گئے تو پھر تین سے زیادہ ہو گئے ہاں تین حیض لینے میں یہ خرابی پیش نہیں آتی اور لام اضافت کیلئے بھی آتا ہے اور بیان علّت کے لیے بھی جیسا کہ اس آیت میں انما نطعمکم لوجہ اللہ اور عند کے معنی بھی دیتا ہے جیسا کہ اس آیت میں اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس کہ نماز قائم کرو نزدیک آفتاب ڈھلنے کے۔ اور استقبال کے لیے بھی آتا ہے جیسا کہ عرب کہتے ہیں اتیتہ لِلیلۃ بقیت من المحرم آیت میں لام اسی معنی میں ہے کہ عدت کے موقع پر طلاق دو یعنی طہر میں اور اسکے بعد عدت حیض شروع ہوگی اور اسکی موید بہت احادیث ہیں منجملہ انکے یہ کہ ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعدتہن کے موقع پر قبل عدتہن پڑھا رواہ عبدالرزاق فی المصنف ابن المنذر والحاکم وابن مردویہ) ابن عمر و مجاہد و ابن عباس سے بھی یہ قرأت منقول ہے۔ یہ تفسیر کے طور پر آنحضرت صلعم نے پڑھا ہوگا۔ اور ایک حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ عدت حیض ہے نہ طہر اور وہ یہ ہے۔ عائشہ نبی صلعم سے نقل کرتی ہیں کہ لونڈی کے لیے دو طلاق ہیں اور اسکی عدت دو حیض ہیں (رواہ الترمذی ابوداؤد وابن ماجہ والدارقطنی) لونڈی کا نصف مرتبہ حرہ سے رکھا گیا مگر تین طلاق کا نصف ڈیڑھ طلاق اور تین حیض کا نصف ڈیڑھ حیض شرع میں کوئی تعداد صحیح نہ تھی اسلیے پورے دو کر دیے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ حرہ کی بھی عدت تین حیض ہیں نہ طہر ۔

دوسرا حکم

(۲ حکم) واحصوا العدۃ کہ عدت کا شمار کرتے رہو کہیں غفلت میں میعاد نہ گزر جائے اور پھر رجوع کرنے کا موقع ہاتھ سے نہ جاتا رہے جاہلیت میں عورت پر طرح طرح سے ظلم کرتے تھے طلاق دیکر عدت میں بھگا دیا کرتے تھے۔ اور عدت کو بڑھا دیتے تھے اور عدت میں نفقہ اور مکان بھی نہیں دیتے تھے۔ ان باتوں کو اسلام نے منع کر دیا۔

(یہ بات) قابل بحث باقی رہی کہ طلقتم النساء میں نساء سے کون عورتیں مراد ہیں؟ گو لفظ میں کوئی تخصیص نہیں مگر بقرینہ کلام آئندہ وہ عورتیں مراد ہیں کہ جنکو حیض آتا ہو (صغیرہ اور آئسہ اور حاملہ نہوں) اور ان سے کم از کم ایکبار صحبت بھی کی ہو۔ یہ اسلیے کہ جس سے صحبت نہ کی ہو اسکے لیے طلاق کے بعد عدت ہی نہیں جیسا کہ قرآن میں آچکا ہے من قبل ان تمسوہن فما لکم علیہن من عدۃ تعتدونہا۔ حاملہ کی اور جنکو حیض نہیں آتا انکی عدت ابعد میں مذکور ہے بقولہ واللائی یئسن الخ۔

اقسام طلاق

اقسام طلاق

طلاق تین قسم پر ہے (۱) احسن یہ کہ جس طہر میں وطی نہیں کی ہو اسمیں صرف ایک ہی طلاق دے یہانتک کہ عدت گزر جائے کیونکہ صحابہ ایک طلاق سے زیادہ دینا پسند نہیں کرتے تھے اور اسمیں بغیر رضی عورت کے عدت کے اندر مرد کو رجوع کر لینے کا اختیار باقی رہتا ہے (۲) حسن وہ یہ کہ وطی کی ہوئی عورت کو تین طہر میں تین طلاق تفریق دے اسکو بھی حنفی طلاق مسنون کہتے ہیں مگر امام مالک اسکو بدعت کہتے ہیں کیونکہ انکے نزدیک ایک طلاق سے زائد دینا کسی حال میں سنت نہیں خواہ ایک طہر میں ہو خواہ کئی میں مگر امام ابوحنیفہ اور انکے اصحاب ایک طہر میں ایک طلاق سے زیادہ دینا بدعت جانتے ہیں نہ کئی طہر میں اور امام شافعی کے نزدیک ایکبار تین طلاق دینے میں بشرطیکہ

لہ یعنی یہاں حرہ کو تین طلاق دیکر مقابلہ کیا جاتا ہے لونڈی کے لیے دو طلاق کافی ہیں ۱۲ منہ سے غیر وطی کی ہوئی کو ایک ہی طلاق دینا احسن ہے گو حیض میں ہو۔ اور اسی طرح جس کو حیض نہیں آتا اس کو ہر مہینے کے بعد ایک طلاق دینا حسن ہے اگرچہ وطی کے بعد ہو بتفسیر احمدی ۱۲ منہ سے اصل آیت سورۂ احزاب میں یوں ہے۔ یا ایہا الذین اٰمنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموہن من قبل ان تمسوہن فما لکم علیہن من عدۃ تعتدونہا ۱۲ منہ سے مسنون تو احسن بھی ہے مگر اس میں امام مالک کا اختلاف ہے وہ اسکو بدعی کہتے ہیں اسلیے حنفی اسکا نام طلاق السنہ رکھتے ہیں ۱۲ منہ

طہر میں ہوں کچھ حرج نہیں کسلیئے کہ وہ کہتے ہیں طلاق کی تعداد میں بدعت و سنت کچھ نہیں ایک مباح بات ہے بس امام مالکؒ صرف ایک طلاق دینا مسنون جانتے ہیں طہر میں اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تفریق اور وقت طہر کی رعایت ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک صرف وقت طہر کی رعایت ہے (کشاف) ۞

(۴) طلاق بدعی یہ وہ ہے جو حالت حیض میں ہو یا ایک طہر میں ایک سے زائد ہو یا اُس طہر میں ہو کہ جس میں وطی کی ہو گو ایک ہی طلاق ہو عام ہے کہ وہ مدخولہ ہو یا نہو اور جسکو صغر یا کبر کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو اسکو ایک مہینے میں ایک طلاق سے زیادہ دینا بھی بدعت ہے اُسی طرح حاملہ کو بھی ایک مہینے میں ایک سے زیادہ طلاق دینا بدعت ہے۔ یہ طلاق بدعی بھی پڑجاتی ہے مگر طلاق دینے والا گناہگار ہوتا ہے ملخص از ہدایہ ۞

الفاظ طلاق

دو قسم ہیں ایک صریح لفظ طلاق استعمال کیا جاوے اس سے طلاق رجعی پڑتی ہے کہ اسکے بعد رجوع کرسکتا ہے اسمیں نیت کو نہ دیکھا جاویگا دوسری قسم کنائی ہے کہ کنایہ سے طلاق دے صریح الفاظ کا استعمال نکرے البتہ اسمیں اسکی نیت دیکھی جاویگی ان الفاظ سے جو مراد وہ کہے گا وہی عدالت شرع منظور کریگی جیسے چھوڑ دی تیری گردن پر پھر کنایات بھی دو طرح پر ہیں تین لفظ تو ایسے ہیں کہ جن سے طلاق رجعی پڑتی ہے وہ یہ ہیں۔ عدت کر۔ رحم پاک کر۔ تو اکیلی ہے۔ اور باقی الفاظ سے طلاق بائن پڑتی ہے کہ بغیر نکاح جدید شوہر رجوع نہیں کرسکتا۔ جیسا کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ تو حرام ہے۔ تیری رسی چھوڑ دی۔ وغیرہ ذالک ۞

احکام

اگر عورت غیر مدخولہ ہے تو اسکو ایک ہی طلاق کافی ہے اب یہ اسکی ہرگز بیوی نہیں ہی عدت کے بعد اسکو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے خواہ اُس کرے یا غیر سے اسی طرح مدخولہ کو اگر طلاق بائن دی ہے یا تین طلاق دے چکا ہے تب بھی کوئی حق شوہر اول کا نہیں رہتا عدت کے بعد اسکو اختیار ہے۔ ہاں اگر ایک یا دو طلاق دی ہیں خواہ ایک طہر میں خواہ دو میں تب زوج کو اختیار ہے کہ عدت سے پہلے رجوع کرے خواہ بیوی راضی ہو یا نہو۔ اور رجوع یہ ہے کہ زبان سے کہدے کہ میں نے رجوع کیا یا وہ افعال کرے جنسے زن و شوئیت ہوں بوسہ لینا صحبت کرنا شہوت سے ہاتھ لگانا وغیرہ۔ امام شافعی فرماتے ہیں بغیر زبان سے کہے رجوع کرنا معتبر نہوگا اور رجوع کے لیے دو گواہ کرلینا بہتر ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں واجب ہے۔ اور عدت کے بعد بھی ہر طلاق کے بعد بار دگر نکاح کرسکتا ہے مگر تین طلاق کے بعد نکاح بھی بغیر حلالہ کے نہیں کرسکتا۔ وہ یہ کہ بیوی پہلے کسی اور سے نکاح کرلے اور وہ اُس سے صحبت کرلے پھر وہ طلاق دے پھر عدت کے بعد زوج اول نکاح کرے۔ یہ سزا اسلئے مقرر کی کہ تین طلاق دینے سے باز آوے یہ سخت مکروہ ہے۔ ایکبار تعلق منقطع کرنا شرع نے پسند نہیں کیا اسلیئے تدریج طلاق دینا مسنون ہوا کہ پھر کہیں گھر بس جاوے تو بہتر اور طلاق کے موقع سے پہلے باہمی پنچایت کے ذریعہ سے ملاپ کی تاکید کی گئی ہے ۞

ف طلاق رجعی کی عدت میں بیوی کا شوہر کے سامنے آنا بناؤ سنگار کرنا رغبت دلانا ممنوع نہیں بلکہ محمود ہے کسلیئے کہ ہنوز نکاح باقی ہے اور ملاپ مقصود ہے۔ اور طلاقوں کی عدت میں یہ حکم نہیں بلکہ زینت سے مرد کے سامنے آنا اختلاط کرنا حرام ہے ۞

اسکے بعد فرمایا۔ اتقوا اللہ ربکم کہ اللہ سے ڈرو جو تمہارا پرورش کرنے والا ہے۔ لفظ اللہ ذات پر دال ہے جسکی جبروت سے ہر عقلمند کو ڈرنا اور اُسکی مخالفت سے بچنا لازمی ہے مگر عقول سافلہ کو وہاں تک بغیر کسی صفت کے رسائی نہیں اسلئے اسکے بعد ربکم بھی بیان فرمادیا کہ اللہ کون ہے؟ تمہارا رب جو تمکو پرورش کرتا ہے رزق کے سامان بھی وہی پیدا کرتا ہے ہر گھڑی تمہارے وجود کا وہی محافظ و مربی ہے البتہ مربی اور محسن کی مخالفت سے عام طبائع ڈرسکتی ہیں اسلیئے کہ وہ کہیں اپنے یہ انعام نہ بند کرلے اسی لیئے ایسی صفت کا ذکر کیا ۞

وَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُّكْرًا ○ فَذَاقَتْ وَبَالَ

اور کتنی ہی بستیاں اپنے رب اور اسکے رسول کے حکم سے سرکش ہوئیں پھر تو ہمنے انسے سخت حساب لیا اور انکو بری سزا دی۔ پھر انہوں نے اپنے کیے کا مزہ چکھا

أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ○ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۚ الَّذِينَ آمَنُوا

اور انکی انجام کار بربادی ہوئی۔ اللہ نے انکے لیے سخت عذاب تیار کیا۔ پھر اے دانشمندو اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ اے وہ جو ایمان لائے

قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ○ رَّسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ

اللہ نے سمجھانے والا رسول بھیجا جو سناتا ہے تمکو اللہ کی کھلی کھلی آیتیں تاکہ انکو جو ایمان لائے اور نیک کام کئے اندھیروں سے

إِلَى النُّورِ ۚ وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا ○

نکال کر روشنی میں لائے۔ اور جو اللہ پر ایمان لائے اور نیک کام کرے اسکو ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جنکے نیچے نہریں بہ رہی ہیں انہیں سدا رہا کریں گے۔ البتہ اللہ نے اسکو اچھی روزی دی۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اس اللہ نے کہ جسنے سات آسمان بنائے اور زمین بھی ایسی ہی۔ نازل ہوا کرتا ہے ان میں حکم تاکہ جانو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ○

اور اللہ کے علم نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے ٭

پھر آیندہ حکم کیلئے تاکید ہے اسلیے اسکے بعد میں احکم ذکر کرتا ہے۔ لاتخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ۔ کہ ان مطلقہ عورتوں کو ایام عدت میں انکے گھروں سے نہ نکالو نہ وہ آپ نکلیں مگر جب صریح فحش کریں تو نکال دینا مضائقہ نہیں مطلقہ کو اسی گھر میں رہنا چاہیے جہاں وہ طلاق سے پہلے رہتی تھی گو وہ خاوند کا گھر تھا مگر گھر عورت ہی کی طرف منسوب ہوا کرتا ہے اسلیے بیوتھن فرمایا۔ اضافت بیت کی انکی طرف کی جیساکہ سورۂ احزاب میں ازواج مطہرات کو قرن فی بیوتکن سے مخاطب کیا تھا اور بیت کو انکی طرف مضاف کیا تھا۔ اضافۃ تملیکیہ نہیں بلکہ سکونت کے سبب سے۔ فاحشۃ مبینۃ بالکسر فاعل کا صیغہ جسکے معنی بیان کر دینی یعنی وہ فاحشہ بات بری ہرائی آپ بیان کر رہی ہو اور مبینۃ بالفتح بھی پڑھا ہے کہ اسکی برائی بدیہی دلائل سے بیان ہو گئی ہے۔ فاحشۃ مبینۃ کے معنی اکثر مفسرین نے زنا کے بیان کیے ہیں کہ جب عورت بدکاری کرے تو اسکا نکالنا ممنوع نہیں بعض نے اسکی وجہ تخصیص کی ہے کہ وہ حد مارنے کیلئے نکالی جاوے اسکے بعد پھر وہیں رکھی جاوے (وفیہ مافیہ) امام شافعی فرماتے ہیں فاحشۃ مبینۃ سے مراد بدزبانی فحش گوئی ہے کیونکہ مطلقہ کو نا خوشی طلاق کے بعد رنج پیدا ہونا طبعی بات ہے پھر عورتوں سے ایسے وقت بدزبانی فحش گوئی کچھ بھی بعید نہیں پھر جب ایسی نوبت ہو تو آیندہ اور فسادات کے اندیشے ہیں اس صورت میں نکال دینا مصلحت ہے اسکے سوا اور ضرورتوں کے سبب بھی (جیساکہ مکان گرنے کو ہو یا دشمن کا خوف ہو یا مکان کرایہ کا تھا مالک اٹھاتا ہو) باہر نکلنا ممنوع نہیں مگر ان صورتوں میں خاوند کو لازم ہے کہ اور مکان عدت گزارنے کو دے ٭

قرآن مجید کے الفاظ میں کوئی قید نہیں طلاق رجعی ہو یا بائن یا مغلظہ کوئی ہو اور مطلقہ حائض ہو یا حاملہ یا آئسہ یا صغیرسن سب کے لیے سکنی یعنی سکونت کا مکان دینا شوہر کا ذمہ ہے اور چند آیات کے بعد اور بھی تاکید فرماتا ہے۔ اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم۔ جمہور ائمہ کا یہی قول ہے مگر حسن بصری و عطاء بن ابی رباح و شعبی و احمد و اسحاق تخصیص کرتے ہیں کہ جس عورت سے شوہر طلاق کے بعد رجوع نہیں کر سکتا (طلاق بائن یا تین طلاقوں کے بعد) تو وہاں خاوند پر نہ مکان و نان و اجب ہے نہ روٹی کپڑا

ف رسولا منصوب لکونہ بدلا من ذکرا بمعنی مذکرا و وجوہ اخری ذکرہا القوم قد احسن الجملۃ حال ثانیۃ او تداخلۃ لتعلموا۔ متعلق بخلق سبع سموات وقرئ بالرفع علی الابتداء ۱۲ منہ

حاشیہ: ع ۲ ۔ فاحشۃ مبینۃ ۔ مطلقہ کو مکان دینا واجب ہے ۔ مطلقہ کو خرچ دینا

کسلیے کہ شوہر کا کوئی تعلق نہیں رہا اور دلیل نقلی انکی حدیث فاطمہ بنت قیس ہے وہ کہتی ہیں کہ آنحضرت صلعم کے زمانے میں میرے خاوند نے مجھے تین طلاق دی تھیں حضرت نے مجھے نہ مکان دلوایا نہ روٹی کپڑا اور ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا۔ اسکو محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے جنہیں اصحاب سنن اربعہ اور مسلم بھی ہیں جمہور کہتے ہیں اس حدیث کو حضرت عمرؓ نے رد کر دیا تھا کہ کیا ہم ایک عورت کے کہنے سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو چھوڑ دینگے کیا معلوم بھول گئی یا یاد سے کہتی ہے پس حضرت عمرؓ سکنیٰ اور نفقہ دونوں دلاتے تھے (اس بات کو بھی مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و طحاوی و دارقطنی نے روایت کیا ہے)

جمہور کا مکان دینے میں اتفاق ہے اور مکان کے ساتھ نفقہ بھی خاوند پر واجب ہے کسلیے کہ رجعی طلاق میں تو خاوند کا تعلق ہی قائم ہے اس سے صحبت کر سکتا ہے اور بائن میں عورت نکاح ثانی سے خاص شوہر اول کی وجہ سے روکی گئی کہ اسکا حمل بخوبی معلوم ہو جائے اور جلد دوسرے کے پاس جانے میں مظنہ تہمت تھا پس اسکو مکان اور نفقہ دونوں دینے چاہئیں اور نیز چند آیات کے بعد مطلقہ حاملہ کے لیے نفقہ دینے کا صاف حکم ہے۔ وان کن اولات حمل فانفقوا علیہن الآیۃ اور حاملہ و غیر حاملہ کا اس بارہ میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ عمرؓ و عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ کبار صحابہ کا یہی قول تھا اور سفیان ثوری و امام ابو حنیفہ اور انکے تلامذہ اور علماء کوفہ کا بھی یہی قول ہے بعض اہل علم کہتے ہیں غیر طلاق رجعی میں بھی شوہر کو مکان دینا ضرور ہے اس آیت کے بموجب لیکن اس میں نفقہ کا ذکر نہیں صرف حاملہ کے لیے نفقہ کا ذکر ہے اسلیے نفقہ نہ دیا جاویگا یعنی خرچ۔ یہ امام مالکؒ و لیث بن سعد و امام شافعی کا قول ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں فاحشہ مبینہ سے مراد بدزبانی ہے فاطمہ بنت قیس بدزبان اور فحش گو عورت تھی اسلیے اسکے لیے مکان بھی آنحضرت صلعم نے نہ دلایا غیر کے گھر عدت گزاری اور نفقہ بھی نہ دلایا۔ ان سب احکام میں غور کرنے سے ظاہر ہوگا کہ اسلام نے طلاق کو کہاں تک محدود کیا ہے اور پھر ملاپ ہو جانا ملحوظ رکھا ہے ⁂

ان احکام کے استحکام کرنے کے لیے فرماتا ہے وتلک حدود اللہ کہ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدود ہیں ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ اور جس نے اللہ کے حدود سے تجاوز کیا اللہ کا کیا بگاڑا اپنا ہی نقصان کیا کسلیے کہ ان احکام میں صدہا دنیوی مصلحتیں خدا تعالیٰ نے ودیعت رکھی ہیں اسکو کیا معلوم کہ ان احکام کی پابندی کے بعد خدا کہاں تک نتیجہ دکھاتا ہے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا کے یہی معنی ہیں بعض مفسرین کہتے ہیں یہ بلا صرف عدت اور مکان دینے کی طرف راجع ہے جس سے مراد یہ کہ شاید بعد میں اس ارتباط و حسن سلوک سے ملاپ ہو جاوے ⁂

چوتھا حکم۔ فاذا بلغن اجلہن فامسکوہن بمعروف او فارقوہن بمعروف۔ کہ جب ان مطلقات کی اجل یعنی عدت پوری ہونے کو ہو (بلغن کے یہی معنی ہیں) تو انکو دستور کے موافق رکھ لو یا دستور کے موافق چھوڑ دو آیت کا سیاق کہہ رہا ہے کہ یہ حکم طلاق رجعی کی عدت سے متعلق ہے کہ ہنوز خاوند کو رجوع کرنے کا اختیار ہے پھر عدت تمام ہونے کو آوے تو عورت کو پھر بدستور سابق بغیر نکاح جدید اپنی بیوی کر لے مضرت کا قصد نہ کرے کہ بار دگر گھر میں ڈال کر خوب دل کے غبار نکالے بلکہ حسن معاشرت سے پیش آوے اور جو اپنے مصالح کے مناسب نہ سمجھے تو ترک کرے یہاں تک عدت تمام ہو جاوے اسکا مہر وغیرہ دیدے اور دوسرے شخص سے نکاح کرنے میں حارج نہ ہو۔ مگر طلاق بائن و ثلاث میں بھی امساک بمعروف و تسریح باحسان ہو سکتا ہے کہ نکاح جدید کے بعد حسن معاشرت سے رکھے یا اسکو بالکل چھوڑ دے جس سے چاہے نکاح کرے اسکا مہر وغیرہ سب دیدے یہی مضمون سورۂ بقرہ میں بھی آچکا ہے ⁂

پانچواں حکم۔ واشہدوا ذوی عدل منکم واقیموا الشہادۃ للہ۔ کہ اس مراجعت یا ترک پر اپنے لوگوں یعنی مسلمانوں میں سے کم از کم دو شخص ثقہ اور نیک چلنوں کو گواہ بھی کر لو کہ پھر کسی طرح کا باہمی جھگڑا نہ پیدا ہو مثلاً دونوں میں سے ایک مر جائے اور دوسرا وراثت کا دعویٰ کرے اور وارث جھٹلانے لگیں کہ تم نے رجوع نہیں کیا تھا یا باہم نکاح باقی نہیں رہا اور نیز یہ بھی ہے کہ مرد نے رجوع کیا کیکو خبر تو کی نہیں عدت گزر گئی اسنے دوسرے سے نکاح کر لیا ناحق ہی جھگڑا پڑا اور بھی مصلحتیں ہیں

چوتھا حکم

پانچواں حکم

سلہ کسلیے کہ جاہلیت میں طلاق بائن کے بعد بھی عورت کو اور کسی سے نکاح نہیں کرنے دیتے تھے نہ روٹی کپڑا دیتے تھے ۱۲ منہ

اہل معاملہ کو گواہ کرنیکا حکم دیا تو لوگوں کو اللہ کے لیے بلا کم و کاست گواہی ادا کرنے کا بھی حکم دیا یہ حکم امام شافعیؒ کے نزدیک ضروری التعمیل یعنی واجب ہے
رجوع کرنے کے وقت ضرور گواہ بنالے۔ امام ابو حنیفہؒ اور دیگر علماء فرماتے ہیں ہاں گواہ کرنا بہتر ہے لیکن واجب نہیں اور یہ امر ایسا ہی ہے جیسا کہ اس آیت میں
واشہدوا اذا تبایعتم۔ حالانکہ بیع کے وقت گواہ بنانا واجب نہیں +

ف صاحب اتقان فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ذوی عدل منکم گواہوں کی تخصیص نے سورۂ مائدہ کی تعمیم ذوی عدل منکم او آخران من غیرکم کو منسوخ کر دیا یعنی سورۂ مائدہ میں تو یہ حکم تھا کہ وہ ثقہ شخص تم میں سے ہوں یا اور لوگوں میں سے ہوں اور یہاں یہ کہدیا کہ تم میں سے ہوں اس تعمیم کو منسوخ کر دیا
لیکن یہ قول چنداں قوی نہیں کس لیے کہ سورۂ مائدہ میں گواہی وصیت کے باب میں تھی یہاں رجعت کے بارہ میں ہے +

پھر ان احکام کی پابندی پر تاکید فرماتا ہے ذلکم۔ احکام یوعظ بہ من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر۔ وہ ہیں کہ جسے نصیحت پکڑتا ہے یا فائدہ اٹھاتا ہے وہ شخص جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ اشارتاً یہ کہدیا کہ جو ان احکام کی پابندی نہیں کرتا گویا وہ اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اسمیں ایما عرب کی جاہل قوموں کی طرف ہے کہ وہ طلاق دیکر عورت کو معطل کر دیتے تھے بیچاری یوں ہی جھپی جھولتی رہتی تھی نہ تو آپ اسکی خبر گیری کرتا تھا نہ اوروں سے نکاح ہونے دیتا تھا۔ یہ بڑا ظالمانہ برتاؤ تھا۔ اب بھی بعض فی الحال لوگ جو عزت و غرور کے نشہ میں چور ہیں ایسا ہی کرتے ہیں نکاح اور طلاق میں قانون محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر انکا مطلقاً عمل نہیں وہ کہتے ہیں اشراف ایسا نہیں کرتے۔ معاذ اللہ یہ کلمہ حد کفر تک پہنچاتا ہے قیامت کو جبکہ اللہ جبار و قہار تخت پر بیٹھکر عدالت کریگا شرافت معلوم ہو جاویگی +

یہ ساری خرابیاں خوف خدا نہونے کے سبب ہیں اور ان احکام میں غفلت و اعراض کا باعث طمع یا فکر ہوتی ہے کہ اسکو کہاں سے کھلائینگے مہر کیونکر دینگے روک رکھو کہ مہر نہ مانگے بلکہ جو کچھ لیا ہے واپس کر دے اسلیئے سب سے پہلے خوف خدا کی تاکید اور اسکے فوائد بیان فرماتا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔ کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے آخرت میں تو اسکو اسکے ثمرات ملیں ہی گے مگر دنیا میں بھی اسکو دو چیزیں عطا کرتا ہے +

اول یجعل لہ مخرجا کہ اسکے لیے ہر مشکل میں خلاصی دیتا ہے رنج و غم سے رستگاری عطا کرتا ہے یہ اسلیئے کہ جب انسان اللہ سے ڈرا اور ہر مصیبت کو اسی کی طرف سے سمجھکر اسکی طرف رجوع کیا اول تو اسکے دل کو اطمینان و انشراح پیدا ہو جاتا ہے اور وہ مصیبت اسکے نزدیک بہت ہلکی ہو جاتی ہے اور واقعی لوگوں کے قلوب کے موافق مصیبت کا اثر پڑتا ہے بعض ایسے بھی ہیں کہ ذرا سی بات سے دست آنے لگتے ہیں بیقرار ہو جاتے ہیں اور بعض کو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ حادثہ کس پر گزر گیا ہے۔ الغرض استقلال و جوانمردی تقویٰ سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یوں بھی عالم بالا سے اسکی مشکل کشائی کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ خدا ترس لوگوں کو جو جو مدد غیبی حوادث میں پہنچی ہے اسے کوئی ایماندار جو کتب سماویہ پر یقین رکھتا ہے انکار نہیں کر سکتا البتہ حال کا فلسفہ اسکو کچھ نہیں سمجھتا یہ انکی جہالت ہے +

بعض مفسرین نے مخرجا کو خاص بھی کیا ہے چنانچہ کلبی کہتا ہے کہ جو اللہ سے ڈر کر مصیبت پر صبر کرتا ہے تو اللہ اسکو آتش جہنم سے خلاصی دیتا ہے شعبی اور ضحاک کہتے ہیں یہ خاص طلاق کی بابت ہے کہ جسے حکم الٰہی کے موافق طلاق دی اسکے لیے رستہ رجوع کرنے کا عدت میں خدا نکال دیتا ہے +

دوم ویرزقہ من حیث لا یحتسب کہ جہاں سے گمان بھی نہو گا روزی دیگا۔ وہ قادر مطلق اپنے پاکباز بندوں کے لیے ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ جنکا گمان بھی نہیں ہوتا۔ یہ بھی خاوند کو تسلی ہے کہ رزق و روزی کے فکر سے طلاق مت دو نہ طلاق کے بعد بزور روک رکھو ہم بیگمان روزی دیتے ہیں +

بعض مفسرین نے اسکو بھی خاص کیا ہے۔ حسین بن فضلؒ کہتے ہیں کہ جو اللہ سے ڈریگا اور اسکے فرض کریگا اسکو عذاب سے خلاصی دیگا اور ایسی طرح ثواب دیگا کہ اسکو گمان بھی نہوگا۔ تخصیص کی کوئی وجہ نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ گناہوں کے سبب رزق سے محروم کیا جاتا ہے اور تقدیر کو دعا کے سوا اور کوئی چیز نہیں روکرتی اور عمر کی زیادتی کا باعث نکوئی ہی ہوتی ہے (رواہ الامام احمد) اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ ایمانداروں کیلئے خدا تعالیٰ گناہوں سے تنگدستی دیتا ہے اور نیکی سے فراغ دستی اور نیکی و احسان کرنے والے کی عمر میں برکت ہوتی ہے اور بندہ جب اللہ سے عجز و زاری سے مانگتا ہے تو عطا کرتا ہے آئی مصیبت کو ٹالدیتا ہے۔ توریت میں جا بجا بنی اسرائیل کی تنگدستی اور فراغبالی کو انکی نیکوکاری و بدکاری پر محول کیا ہے۔ ہاں کبھی ازلی بدبختوں اور کفار کو انکی سرکشی اور بدکاری پر بھی افزائش مال و جاہ کرتا ہے یہ اسکا امتحان و ابتلا ہے۔ آخرکار دنیا میں بھی ایک دن بدکار قوم کو اقبال و عزت کو رخصت کرنا پڑتا ہے اور نکبت و بدبختی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ فلسفہ حال اس بات کو بھی لچر و پوچ اور پرانا خیال سمجھتا ہے اسلیئے پاکدامنی خدا پرستی انکے نزدیک ایک عبث کام ہے جسپر وہ ٹھٹھے لگاتے ہیں عنقریب انپر ٹھٹھے لگیں گے +

اسکے بعد توکل کے فوائد اور اسکی تاکید فرماتا ہے ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ کہ جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اسکے لیے کافی ہوتا ہے۔ توکل اللہ پر تمام اور اسباب کی فراہمی اور انپر کامیابی سب کو اسیکے دست قدرت میں سمجھنا جسمیں یہ صفت پیدا ہو جاتی ہے تو بڑی جوانمردی سے معاملات میں لوگوں میں آتا ہے سیر چشمی کرتا ہے جو اسکی عزت و حرمت بڑھانے کا عمدہ ذریعہ ہے اور جو کوئی مصیبت بھی اسپر آجاتی ہے تو اسکو من اللہ سمجھکر دل میں بیقراری پیدا نہیں ہونے دیتا عجب شادمانی سے زندگی بسر کرتا ہے یہ ہے خدا تعالیٰ کا اسکے لیئے کافی ہونا اور یوں بھی غیب سے ایسے لوگوں کے کام بنا یا کرتے ہیں مسبب الاسباب اسباب پیدا کر دیا کرتا ہے۔ اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ توکل و تقویٰ روح کو منور کرنیوالی چیز ہے اس سے ظلمات ہیولانیہ جو اسکے اور خالق کے درمیان حجاب اکبر ہیں اٹھ جاتے ہیں پھر روح کا بارگاہ قدس تک پہنچنا اور وہاں سے قوت پانا دنیا میں ایسے ایسے حیرت انگیز کاموں کا باعث ہو جاتا ہے جنھیں کمتر درجہ کے دماغ خلاف قانون قدرت سمجھ کر خواہ مخواہ انکار کرتے ہیں۔ کیا حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں کے حیرت افزا کام اور انکے برکات اناجیل میں نہیں؟ پھر کوئی عیسائی انکار کر سکتا ہے؟ اسی طرح صحابہ کرامؓ و اہل بیت عظامؓ اور بعد میں حضرات اولیاء اللہ کے کرامات اس قدر ہیں کہ جنکا انکار ہو نہیں سکتا +

ف اسمیں شوہر کو تسلی ہے کہ اللہ پر بھروسہ رکھو بدمعاملگی نکرو وہ تمہارے لیے کافی ہے بندوبست کردیگا ہر معاملے میں راستی اختیار کرنے کے لئے اس اعتقاد سے بڑھکر اور کوئی چیز محرک نہیں۔ اس طرف کم تر درجے کے لوگوں کا خیال جا سکتا تھا کہ خدا نے کیا اور عالم اسباب میں کر کیا سکتا ہے کارخانہ دنیا اسباب پر مبنی ہے جیسا کہ آریہ اور آج کل کے روشن دماغ یوروپین کہتے ہیں اسلیئے انکے اطمینان کے لیئے فرماتا ہے ان اللہ بالغ امرہ کہ اللہ اپنا کام پورا کر کے ہی رہا کرتا ہے اسکے ید قدرت کو کوئی روک نہیں سکتا مگر قبل از وقت نہیں کرتا کیونکہ قد جعل اللہ لکل شیء قدرا۔ ہر چیز کا اسنے اندازہ کر رکھا ہے جو مصالح پر مبنی ہے۔ عدت حیض آنے والیوں کی آیت سے پہلے مسلمانوں کو معلوم ہو چکی تھی۔ ثلثۃ قروء۔ تین حیض ہیں۔ مگر جنھیں حیض نہیں آتا عمر زیادہ ہونے یا کم ہونے کے سبب یا حمل کے سبب سو یہ تین قسم کی عورتیں وہ ہیں کہ جنکی عدت طلاق دریافت طلب تھی اسلیئے حق سبحانہ تینوں قسموں کی عدت بیان فرماتا ہے والّائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلثۃ اشہر کہ جو نا امید ہو جاویں تمہاری عورتوں میں سے حیض آنے سے اگر تمکو شبہ ہو تو انکی عدت تین مہینے ہیں۔ جو عورتیں سن یاس میں ہو جاتی ہیں پھر انکو حیض نہیں آتا۔ جو جسمانی قوت کے دنوں میں

یا کثرت استعمال کی وجہ سے رطوبت ہی آنے لگتی ہے اور بعض کو وہ بھی نہیں آتی بلکہ اور کسی خاص بیماری کی وجہ سے ایام معتاد یا غیر معتاد میں خون آتا ہے جس سے حیض کا دھوکا ہوتا ہے اور کبھی انقطاع حیض کے قریب زمانہ میں وہ رطوبت بھی شبہ میں ڈالتی ہے الغرض ایسی عورت کو آئسہ کہتے ہیں یعنی حیض آنے سے ناامید ہوگئی اور سن ایاس جسمانی اور ملکی قوی کے تفاوت سے ضرور متفاوت ہوتے ہیں گرم ملکوں میں عورتوں کو جلد حیض آتا ہے اور بڑھاپا بھی جلد آجاتا ہے اور حیض بھی چند برسوں بعد بند ہو جاتا ہے یہاں تک کہ چالیس برس کی عمر میں اچھی خاصی بڑھیا ہو جاتی ہے اور سرد ملکوں میں چالیس برس کی عمر میں نوجوان سمجھی جاتی ہے اسی طرح قویٰ جسمانی کا تفاوت ہے اسلئے اسکا کوئی زمانہ معین نہیں ہوسکتا نہ قرآن مجید نے کیا ہاں فقہائے کرام نے تخمینہ کیا ہے بعض نے کہا ساٹھ برس کی عمر میں عورت آئسہ ہو جاتی ہے بعض نے کہا پچپن برس کی عمر میں اگر انکو شبہ ہو حیض آنے میں تو انکی عدت تین مہینے ہے۔ ان ارتبتم کی نسبت فرماتے ہیں یہ صفت کاشفہ ہے کوئی قید نہیں کسلئے کہ جو عورتیں آئسہ ہیں انکی ہر حال میں یہی عدت ہے خواہ انکو شک ہو یا نہو۔ پھر ارتبتم کے معنی میں کلام ہے کہ کا ہے میں شک ہوا اسمیں دو قول ہیں اول یہ کہ حیض منقطع ہو گیا اور اسکی ہمعمروں کو آتا ہے اب انکو شک ہے کہ رک گیا یا آنا ہی بند ہو گیا یا حیض منقطع ہونے کے بعد استحاضہ[ف] کا مرض ہو گیا اب حیض نہیں معلوم ہوسکتا یا بعد انقطاع کے کوئی رطوبت آیا کرتی ہے جس سے حیض کا شبہ ہوتا ہے۔ یہ سلف کا قول ہے جیسا کہ مجاہد و زہری و ابن زید۔ دوسرا قول جسکی طرف ابن جریر و ابن سعید وغیرہم کا رجحان ہے یہ کہ انکو انکی عدت میں شبہ ہو گیا ہے۔ اور اسکی تائید میں ابن جریر ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ ابی بن کعب نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ چند عورتوں کی عدت معلوم نہیں ہوئی بڑی عمر والیوں کی اور چھوٹی عمر والیوں کی یعنی نابالغوں کی اور حمل والیوں کی اسکے جواب میں یہ آیت واللائی الخ نازل ہوئی۔ اور ابن ابی حاتم نے اس سے بھی تفصیل وار نقل کیا ہے ؛

دوسری قسم واللائی لم یحضن وہ عورتیں کہ جنکو حیض نہیں آتا ہے کم سنی کی وجہ سے تو انکی عدت بھی تین مہینے ہیں (یہ پہلے واللائی پر معطوف ہے) ان کی عدت بھی تین مہینے ہیں۔ یہ عدت طلاق ہے اس میں کسی کو بھی کلام نہیں ؛

اسکے بعد تیسری قسم کی عورتوں کی عدت بیان فرماتا ہے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن کہ حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے یعنی جننا عدت ہے جب وہ جنیں عدت پوری ہو گئی ؛

ف اگر پورے دنوں میں بچہ نہیں ہوا اور حمل ساقط ہو گیا کیا اس سے بھی عدت طلاق پوری ہو جاوے گی ؟۔ ظاہر الفاظ کہہ رہے ہیں کہ عدت تمام ہو جاویگی۔ کسی نے آج طلاق دی اور اسکو مہینے بھر کا حمل تھا تو آٹھ مہینے تک عدت میں رہیگی نویں مہینے جنتے ہی عدت تمام ہو جائے گی ؛

ہدایہ میں ہے۔ وان کانت ممن لاتحیض من صغر او کبر فعدتھا ثلاثۃ اشھر لقولہ تعالی واللائی یئسن الخ وکذا من بلغت بالسن ولم تحض (بآخر الآیۃ) وان کانت حاملا فعدتھا ان تضع حملھا۔ کہ اگر صغر سنی یا کبر سنی سے حیض نہ آتا ہو تو اسکی عدت تین مہینے ہیں اس آیت سے واللائی یئسن الخ اور اسی طرح اگر بالغہ ہو جاوے اور حیض نہ آتا ہو تو بھی عدت تین مہینے ہیں اور اگر حمل ہے تو عدت وضع حمل ہے ؛ (ترجمہ)

بحث

بظاہر آیت واولات الاحمال الخ عدت طلاق کے بارے میں ہے اور عدت وفات سورۂ بقرہ میں اربعۃ اشھر وعشرا۔ چار مہینے دس دن کی آچکی

[ف] خون آنے کی بیماری جو عورتوں کو حیض کے علاوہ ہو جاتی ہے ۱۲ منہ

اسمیں کوئی تفسیر نہیں آسہ ہو صغیرہ ہو حامل ہو لیکن جب عدت کی مصلحت کی طرف غور کیا گیا کہ وہ امتیاز نطفہ ہے کہ ایک نطفہ کے ساتھ دوسرا مخلوط نہو تو حاملہ کے پیٹ میں اول شوہر کا نطفہ باقی ہے خواہ وفات کی عدت ہو خواہ طلاق کی جب تک یہ الگ نہولے عدت قائم رہیگی اور رہنی بھی چاہیے اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفسیر کردی کہ طلاق پر موقوف نہیں وفات میں بھی یہی عدت ہے اور جمہور علما کا سلف سے خلف تک یہی قول ہے ؏

سورۂ بقرہ میں فرمایا تھا۔ الذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا۔ کہ جنکے خاوند مرجائیں چار مہینے دس دن عدت کریں اس میں یہ قید نہ تھی کہ وہ حاملہ ہوں یا غیر حاملہ اسی طرح اس آیت واولات الاحمال میں یہ ہے کہ حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے کوئی قید نہیں کہ وہ حمل والیاں مطلقہ ہوں یا بیوائیں ہوں۔ اب آخر دونوں آیات میں حاملہ بیوہ کی عدت میں تعارض ہوا سورۂ بقرہ کی آیت تو کہتی ہے کہ چار مہینے دس دن عدت کرے خواہ حمل اس سے پہلے وضع ہو یا بعد میں اور یہ آیت کہتی ہے وضع حمل عدت ہے خواہ چار مہینے دس دن کے بعد ہو خواہ دوسرے روز ہی وضع حمل ہوجاوے عدت تمام ہوجاویگی۔ مگر یہ آیت واولات الاحمال بعد میں نازل ہوئی ہے لہذا اس بارہ میں سورۂ بقرہ کی آیت منسوخ قرار دیجاویگی بخاری مسلم و ترمذی و ابوداؤد وغیرہ محدثین نے مختصراً و مطولاً ایک حدیث نقل کی ہے کہ سُبیعہ اسلمیہ سعد بن خولہ بدری کے نکاح میں تھی سعد حجۃ الوداع میں مرگیا اور سبیعہ حامل تھی بعد چالیس روز کے اسنے بچہ جنا پھر جب نفاس سے پاک ہوئی تو اپنے آپ کو نکاح کیلئے آراستہ کیا اسکے پاس ابوالسنابل بن بعکک بھی گیا اسنے کہا تو نکاح کرنا چاہتی ہے؟ یہ نہوگا کسلیئے کہ تیرے شوہر کو مرے چار مہینے دس دن نہیں ہوئے تب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے گئی آپ نے فرمایا جب تیرا حمل وضع ہوا تیری عدت تمام ہوگئی اسکے بعد اسنے نکاح کرلیا ؏

اس حدیث مشہور کی صحت میں کسی کو کلام نہیں یہ مختلف طرق سے متعدد راویوں نے روایت کی ہے اور اسی پر اکثر صحابہ و تابعین و ائمہ کا عمل رہا ہے مگر ابن عباسؓ و حضرت علی مرتضیٰ فرماتے تھے کہ دونوں عدتوں میں سے جو زیادہ ہو وہ کرے یعنی اگر دس روز بعد وضع حمل ہوا تو چار مہینے دس روز عدت کرے مگر عبداللہ بن مسعودؓ نے اس قول کو ہرگز نہ مانا اور کہا جو چاہے مجھ سے مباہلہ کرلے کہ سورۂ نساء قصریٰ یعنی سورۂ طلاق کہ جسمیں اولات الاحمال الخ ہے سورۂ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے یعنی یہ اسکی ناسخ ہے اس بارہ میں۔ ہدایہ میں ہے۔ وعدۃ الوفاۃ فی الحرۃ اربعۃ اشھر وعشرا وعدۃ الامۃ شھران وخمسۃ ایام وان کانت حاملا فعدتھا ان تضع حملھا۔ علماء احناف کا بھی یہی قول ہے ؏

اس حکم کے بعد اسکی تاکید فرماتا ہے۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسرا۔ کہ جو اللہ سے ڈریگا اللہ اسکا کام آسان کریگا یعنی ان احکام پر عمل کرو اللہ سے ڈر کر تاکہ تمھیں نکاح و طلاق کے بارہ میں کوئی مشکل پیش نہ آوے اور خدا تمھارے سارے کام آسان کرے۔ ذلک امر اللہ انزلہ الیکم۔ یہ حکم اللہ نے تمھارے لیئے نازل کیا اللہ سے ڈرو اور اسپر عمل کرو کسلیئے ومن یتق اللہ یکفر عنہ سیئاتہ ویعظم لہ اجرا۔ کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے خدا اسکے گناہ اس سے مٹا دیتا ہے اور اسکے لیئے بڑا اجر تیار کرتا ہے ؏

طلاق کے بعد ایام عدت میں خاوند کو مطلقہ کے ساتھ کیا کرنا چاہیئے؟۔ اسکا حکم بیان فرماتا ہے (۱) اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم کہ جہاں تم رہو اپنے مقدور کے موافق انکو بھی وہیں رکھو کسلیئے کہ طلاق کے بعد طرفین میں رنجش معمولی بات ہے فوراً نکالدینا قریب الوقوع بات ہے اسمیں عورت کی کمال بیحرمتی اور معاملہ سابقہ کے لحاظ سے کمال بے مروتی ہے اسلیئے مکان دینے کا حکم دیا اسپر علماء کا اتفاق ہے مگر خرچ و خوراک میں کلام ہے جیسا کہ ابھی آپ کو معلوم ہوا۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک خواہ طلاق بائن ہو خواہ رجعی مکان کے ساتھ خرچ خوراک بھی ضروری ہے کسلیئے کہ اگر صرف مکان مراد ہوتا یہ تو پہلے بھی بیان ہوچکا لاتخرجوھن من بیوتھن میں و من وجدکم کا لفظ بھی یہی کہہ رہا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں طلاق بائن میں خرچ و خوراک دینا واجب نہیں ؏

(۲) ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن۔ خدائے پاک مطلقہ پر تنگی کرکے ضرر پہنچانے سے منع کرتا ہے کہ مکان اور کھانے پینے میں تنگی نکرو کہ تنگ ہو کر نکل جاوے اور ہر قسم کی ایذاء سے ممانعت ہے سخت کلامی لڑائی جھگڑا ترش روئی اور یہ بھی ہے کہ جب عدت تمام ہونے کو آوے مثلاً دو روز باقی رہجاویں

عدت حاملہ

اول حکم

دوسرا حکم

ﻟﻪ کسلیئے کہ حاملہ مطلقہ کی عدت تو بالاتفاق وضع حمل ہے اسمیں پہلی آیت متعارض نہیں تو اسی طرح غیر حاملہ بیوہ کی عدت چار مہینے دس دن ہے اسمیں بھی یہ آیت متعارض نہیں ۱۲ منہ

پھر رجوع کرے اور پھر طلاق دیدے تاکہ اوس کی عدت بڑھ جائے۔ اس سے بھی منع کیا۔ عرب ایسے ایسے ظالمانہ معاملات عورتوں سے کرتے تھے جن سے اسلام نے روکدیا اور تہذیب و شائستگی سکھادی۔ معاملات میں مہذب ہونا بڑی بات ہے۔

(۳) وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن۔ اگر وہ مطلقہ حمل والیاں ہیں تو وضع حمل تک انکو خرچ و خوراک بھی دو۔ اس قید سے امام شافعیؒ نے یہ سمجھا ہے کہ اگر مطلقہ کو حمل نہیں تو صرف مکان دینا واجب ہے نہ نفقہ۔ اسکا جواب پہلے گزر گیا۔ مگر آیت میں ایک بات غور طلب ہے کہ آیت مطلقہ کے بارہ میں ہے اگر خاوند مرجاوے تو اسکے لیے مکان اور نان و نفقہ کا کیا حکم ہے۔ حضرت علیؓ و ابن مسعودؓ و شریح و نخعی و شعبی و حماد و ابن ابی لیلی و سفیان اور انکے شاگرد کہتے ہیں کہ اسکو مکان و خوراک میت کے کل مال میں سے ملیگا اور ابن عباسؓ و ابن زبیرؓ و جابر بن عبداللہؓ و مالکؒ و شافعیؒ و ابوحنیفہؒ کہتے ہیں اسکے حصے میں سے خرچ ہوگا۔

سوال جب ہر قسم کی طلاق میں خواہ بائن ہو خواہ رجعی خواہ وہ عورت حامل ہو خواہ غیر حامل امام ابوحنیفہؒ کے قول کے موافق مکان کے سوا نفقہ بھی واجب ہے تو وان کن اولات حمل کے ذکر کی کیا ضرورت تھی؟

جواب اسلیے کہ حمل کی مدت معمولی عدت سے زیادہ ہوتی ہے کوئی یوں نہ سمجھ لے کہ تین مہینے تک نفقہ دینا چاہیے پھر نہیں اسلیے یہ ذکر کرنا پڑا۔

(۴) فان ارضعن لکم فاتوھن اجورھن۔ اگر وہ مطلقہ وضع حمل کے بعد تمہارے بچے کو دودھ پلائے تو انکو اسکی اجرت دو یہ خیال نکرو کہ دودھ تو ہمارے ہی حمل سے تھا مجبور کر کے بغیر اجرت دودھ پلایا جائے۔

اس حکم کی کئی صورتیں ہیں اول یہی جو بیان ہوئی۔ دوسری یہ کہ عورت بچے کو دودھ پلا رہی تھی کہ خاوند نے طلاق دیدی اب عدت کے ایام میں نفقہ جدا دینا ہوگا اور دودھ کی اجرت جدی دینی ہوگی (طلاق دینے سے کس خوبصورتی سے روکا گیا ہے) تیسری یہ کہ تمہاری دوسری بیوی کے بچے کو دودھ پلاوے یعنی اپنے تمکو کہ سو تو بھی اجرت کی مستحق ہے (سب صورتوں میں جب ہی اجرت دینا واجب ہے اگر وہ طلب کرے) واتمروا بینکم بمعروف۔ اور باہم مشورہ سے کام کرو یعنی رضامندی ایک دوسرے کی ملحوظ رکھے نہ خاوند بہت کم اجرت دے نہ یہ زیادہ طلب کرے دستور و معمول کے موافق دے اور لے۔ وان تعاسرتم فسترضع له اخری۔ اور اگر باہم ایک دوسرے کو تنگی میں ڈالے تو غیر اور عورت سے دودھ پلاوے۔

ف اگر اور عورت نہ ملے یا بچہ دودھ اور کا نہ پیوے تو عورت کو مجبوراً دودھ پلانا پڑے گا اور دستور کے موافق اجرت دیجاوے گی۔

ف غیر مطلقہ جو اپنے بچے کو دودھ پلاوے اسکی اجرت جداگانہ خاوند پر واجب ہے کہ نہیں؟ اسکا کوئی حکم قرآن مجید میں بصراحت نہیں جو کچھ ہو قیاسی حکم ہوگا۔

(۵) مگر اس اجرت اور نان نفقہ کی تعداد معین کرنا نظام عالم میں خلل انداز تھا کیونکہ ملک اور قوم اور رواج کے موافق ہر جگہ یکساں حکم جاری کرنے میں بڑی دقت تھی اسلیے اسکا فیصلہ بھی کردیا لینفق ذو سعة من سعته۔ کہ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے یعنی مرد کی حیثیت خیال کیجاوے اور اوسط درجہ لیا جاوے۔ ومن قدر علیه رزقه فلینفق مما اتاہ اللہ۔ اور جو ایسا ہے کہ اسکا رزق اسکے اندازہ کے موافق ہے یعنی تنگدست ہے تنگدست کو قدر علیہ رزقہ سے تعبیر کرنے میں تسلی کے سوا ایک لطیفہ بھی ہے تو وہ اسمیں سے دے جو اسکو اللہ نے دیا یعنی وہ اسکے موافق دے۔ لا یکلف اللہ نفسا الا ما اتاھا۔ اللہ کسیکو زیادہ حکم نہیں دیتا مگر اسی قدر کہ جو اسکو دیا یعنی قوت و مقدور سے بڑھکر حکم نہیں دیتا۔ انسان پر کوئی حکم اسکی طاقت سے باہر نہیں صادر نہیں ہوتا اسکے ساتھ کم مقدور لوگوں کو تسلی بھی دیتا ہے۔ سیجعل اللہ بعد عسر یسرا۔ کہ تنگی کے بعد خدا فراغدستی بھی عطا کردیتا ہے نہیں مرضع کو سمجھایا جاتا ہے کہ کیا خبر یہ لڑکا تونگر ہو جاوے یا اس شخص کو خدا کشائش عطا کرے تو تیری وقت افلاس کی رفاقت کو ملحوظ رکھے اور ایسا ہوتا ہے۔

یعنی ہر ایک کیلئے عام حکم نہیں کہ ہر تنگدست کو فراغدستی ملیگی یوں بھی ہوسکتا ہے کہ ایماندار وں کو دنیا کی تنگدستی اور تکلیف کے بعد فراخی اور راحت ضرور ملیگی اور جلد ملیگی دنیاکی زندگی سریع الزوال ہے۔ لیکن آیت میں صحابہؓ کی طرف خطاب ہے اور وہ اس وقت بہت تنگدست تھے اپنے وعدے کے موافق خدا نے بہت جلد انپر فراغدستی کے دروازے کھولدئے قیصر و کسریٰ کے خزائن اور عمدہ اشیاء اور ان کے سامان ان کے پاؤں تلے ڈالے گئے۔ یہ بشارت پوری ہوئی ؛

ان احکام کو بیان فرماکر

انکی پابندی کی تاکید کرتا ہے کہ وکائن من قریۃ عتت عن امر ربہا ورسلہ فحاسبناہا حسابا شدیدا وعذبناہا عذابا نکرا۔ کہ بہت سی بستیوں یعنی شہر والوں نے اپنے رب سے سرکشی اور اسکے رسولؑ کی نافرمانی کی تھی جیساکہ لوطؑ کی بستیاں وغیرہ تو خدا نے انسے سخت حساب لیا انکے اعمال بد کاگن گن کر بدلہ انکی گودوں میں ڈالا اور انکو سخت عذاب میں مبتلا کیا۔ فذاقت وبال امرہا وکان عاقبۃ امرہا خسرا۔ پس ان لوگوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور انجام خسران ہوا آخرت میں عذاب شدید انکے لیے مہیا کیا گیا اجڑے ہوے شہروں اور برباد شدہ قوموں اور خاندانوں کو دیکھ کر فاتقوا اللہ یا اولی الالباب اے ہوشمند و عقل والو اللہ سے ڈرو اسکی نافرمانی سے بچو عبرت کرو۔ پھر آپ ہی بتلاتا ہے کہ عقلمند کون ہیں۔ الذین آمنوا وہ جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے۔ وہی بہی لوگ عقلمند ہیں جنکی انجام پر نظر ہے اور یہی اللہ سے ڈرنے والے ہیں کافر بے عقل کیا ڈریگا۔ قد انزل اللہ الیکم ذکرا۔ کہ تحقیق اللہ نے تمھارے پاس ذکر یعنی مذکر (یاد دلانیوالا سمجھانیوالا) بھیجا ہے وہ کون رسولا۔ رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ یتلوا علیکم آیات اللہ مبینات جو تمکو اللہ کی آیتیں سناتا ہے جو صریح اور ظاہر ہیں جنمیں کوئی پیچیدگی اور خلاف عقل بات نہیں۔ یا یہ معنی کہ آیات تمھارے لیے مسائل حلت و حرمت مبدء و معاد اخلاق و قصص سابقہ کو بیان کرتی ہیں۔ لیخرجکم من الظلمات الی النور۔ تاکہ تمھیں اندھیریوں سے نکال کر روشنی میں لائے۔ مذہب باطل کی اندھیری اخلاق بد کی اندھیری رسم و رواج کی پابندی کی اندھیری خدا اور آخرت سے جہالت کی اندھیری عرب پر گھٹا کی طرح چھائی ہوئی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسے نکال کر نور میں لائے۔ ومن یومن باللہ ویعمل صالحا پس جو اس نور میں آگیا یعنی اللہ پر ایمان لایا اعتقاد درست کرلیا اور پھر اچھے کام کیے جنکا اللہ اور اسکے رسول نے حکم دیا۔ وہی بہی نور ہے جو قیامت میں آگے اور داہنے بائیں دوڑتا ہوا چلیگا اور مرنیکے بعد عالم قدس میں پہنچاویگا تکمیل قوت نظریہ علیہ دونوں کی طرف اشارہ ہے تو یدخلہ جنات تجری من تحتہا الانہار۔ اسکو مرنے کے بعد ایسے باغوں میں بساویگا جہاں نہریں بہتی ہونگی یعنی عالم قدس میں باغ اور نہریں اسکی قوت نظریہ وعلیہ کا مظہر ہونگی۔ خالدین فیہا ابدا وہاں ہمیشہ رہا کریگا۔ ایمان و اعمال بھی اسکے ساتھ ہمیشہ تھے انکی نہریں جاری رہا کرتی تھیں۔ قد احسن اللہ لہ رزقا۔ اللہ نے اسکے لئے عمدہ روزی تیار کر رکھی۔ وہاں کے نعماء و دیدار الٰہی یہ قابل اعتبار بات ہے کیسلیے کہ اس اللہ نے خبر دی جسنے خلق سبع سموات۔ سات آسمان ومن الارض مثلہن اور انکے مانند زمین بنائی۔ یتنزل الامر بینہن ان میں اسکا حکم نازل ہوتا ہے آسمانوں اور زمین میں بغیر حکم قضا و قدر کے ذرہ نہیں ہلتا۔ یہ اسلیئے لتعلموا ان اللہ علی کل شئی قدیر وان اللہ قد احاط بکل شئی علما۔ کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ کے علم میں ہر چیز ہے پس وہ قادر بھی ہے کہ دار آخرت میں اپنے وعدے کو پورا کرے دنیا میں مخالف کو تباہی آخرت میں روسیاہی دے اور اسکا فرمانا خبر دینا اسکے علم کی وجہ سے صداقت پر مبنی ہے ؛

ف

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سات زمینوں سے سات اقلیم مراد لیجاویں جیساکہ تیر سیارات مختلف بنائے ہیں ہونکو ممکن ہو مرد روایت جنمیں سات زمینوں کا ایک کے بعد دیگر ہونا اور ہر ایک میں انبیاء ہونا فاصلہ ہونا اور خبر زمین کا پہلی پہ ہونا مذکور ہے اور اسی طرح آسمانوں کی بابت ایک یاقوت کا دوسرا زمرد کا وغیرہ لکھ پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی ۱۲ منہ

سورۃ تحریم مدنی میں نازل ہوئی اس میں بارہ آیات دو رکوع ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ

اے نبی کیلئے حرام کرتا ہے اس چیز کو جو اللہ نے تیرے لیے حلال کر دی کیا اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتا ہے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ نے تمہارے لیے

تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ وَ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا فَلَمَّا

قسموں کا کھولنا فرض کر دیا۔ اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ دانا حکیم ہے۔ اور جب نبی نے چھپا کر اپنی کسی بیوی کو ایک بات کہی۔ پھر جب

نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ

اس بیوی نے اس بات کو کہہ دیا اور اللہ نے یہ کہدینا نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے بعض کا اقرار اور بعض کا انکار کیا۔ پھر جب نبی نے اس عورت کو خبر دی تو کہنے لگی تجھے یہ کس نے بتایا ہے۔ کہا مجھے بڑے دانا و

الْخَبِیْرُ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ

بتایا۔ اے دونوں بیویوں اگر تم اللہ سے توبہ کرو تو تمہارے دل تو مائل ہی ہو گئے۔ اور اگر تم دونوں نبی پر چڑھائی کرو گی تو اسکا رفیق بھی اللہ اور جبرئیل اور نیک

الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ

ایمان دار ہیں۔ اور فرشتے اس کے بعد مددگار ہیں ۔

ظہر راجا بڑے کھلاں یدی اب عادت لے ایام میں بعضہ ... حیات او تفسیر لقولہ تحرم او حال من الضمیر فی تحرم

(ترکیب)

الی ان ترضی ازواجک او الی الفاعل ای ان یرضین بہن۔ ومعناہ الرضاء۔ والمرضاۃ اسم مصدر واصلہ مرضوۃ۔ وہو مضاف الی المفعول

واذ فی موضع نصب باذکر فلما شرط عرف جوابہ فلما شرط قالت جوابہ ان تتوبا شرط والجواب محذوف ای فذاک واجب ودل علیہ فقد صغت لان صغار

القلب الی ذلک قریب۔ قلوبکما انما جمع وہما اثنان لان لکل انسان قلبا وما لیس فی الانسان الا واحد جاز ان یجعل الاثنان فیہ بلفظ الجمع وجاز ان یجعل

بلفظ التثنیۃ وقیل وجہہ ان التثنیۃ جمع ہو مبتدأ وخبرہ خبران ویجوز ان یکون ہو فصلا فاما جبریل وصالح المؤمنین ففیہ وجہان احدہما ہو مبتدأ والخبر

محذوف والثانی ان یکون مبتدأ والملائکۃ معطوفا علیہ وظہیر خبر الجمیع وہو واحد فی معنی الجمع ای ظہراء ۔

یہ سورۃ بالاتفاق مدینے میں نازل ہوئی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں (**تفسیر**) اسمیں کسی کا بھی اختلاف نہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ و ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں

ربط اسکا اول سورۃ سے یہ ہے کہ اول سورۃ میں طلاق کے احکام بیان ہوئے تھے جو عورتوں کے متعلق تھے اور نیز طلاق کے بعد جو عورت

حلال تھی حرام ہو جاتی ہے اسلیے اس سورۃ میں بھی عورتوں کی ضد و خواہش اور ہٹ اور اصرار سے مباح چیز کو لینے اور ممنوع کر کے معاشرت

کے دائرہ کو تنگ کرنے کی ممانعت کا ذکر ہے اسلیے فرماتا ہے ۔

یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک۔ اے نبی کیوں حرام کرتا ہے اس چیز کو جو اللہ نے تیرے لیے حلال کر دی۔ تبتغی مرضاۃ ازواجک اس حرام کرنے میں

اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتا ہے یعنی ایسا نہ کر یہ ایک قسم کی ناپسند بات ہے اللہ غفور رحیم خدا معاف کرنیوالا ہے۔ اور تم جو بیویوں کے کہنے سے قسم کھا بیٹھے

ہو تو قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم تو اللہ نے تمہارے لیے ایسی قسموں کا توڑ دینا فرض کر دیا ضرور توڑ دو کیونکہ اللہ مولکم وہو العلیم الحکیم۔ اللہ تمہارا رفیق کارساز ہے

وہ جانتا ہے کہ اسمیں تمہیں وقت اور تنگی پیش آویگی اور ہمیشہ کے لیئے ایک مباح چیز امت میں حرام سمجھی جاویگی اور یہ اصول شریعت محمدیہ کے برخلاف ہے اور وہ علم و حکمت ہے کسی چیز کو حرام و ممنوع قرار دینا اسکے عواقب امور پر نظر کرکے اسیکا کام ہے۔ پھر جسکو وہ حرام نہ بناوے تم نہ بناؤ۔ رہبانیت جسکو اسلام نے رد کردیا اسمیں بھی یہی بات تھی کہ نفس کو تکلیف دینے کے لیئے حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کرلیا جاتا تھا۔ اسی طرح ہنود وغیرہ قوموں کے درویش کیا کرتے ہیں کوئی دودھ نہیں پیتا کوئی میٹھا نہیں کھاتا کوئی نکاح نہیں کرتا کوئی ایک قسم کی چیز جو بے مزہ ہو اور ایک قسم کا کپڑا جو بے قدر ہو پہننا شروع کرتا ہے اور اسکو تقرب الی اللہ اور سعادت آخرت کا عمدہ ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ شریعت مصطفویہ نے ان باتوں کو بے اصل قرار دیکر سچے اصول سعادت بیان کردیے وہ اخلاق و عقائد کی درستی کے بعد اللہ کی عبادت و مراقبہ و فکر و ذکر اور مخلوق کے ساتھ بھلائی اور احسان کرنا فقراء اہل اسلام میں جو ریاضت ہے وہ اور معنوں پر مبنی ہے وہ ان چیزوں کو حرام و ممنوع نہیں قرار دیتا بلکہ مباح امور میں نفس کی خواہش روکنے کی مشاقی کرتا ہے اور دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے ؛

یہ بات کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کے کہنے یا انکے خوشنود کرنے کو کونسی چیز اپنے اوپر ممنوع کردی تھی اور اسکے لیئے قسم کھا بیٹھے تھے اور پھر قسم توڑ دی کیا تھی؟ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلعم کی ایک حرم محترم کی بابت اشارہ ہے جسکا نام ماریہ قبطیہ ابراہیم کی والدہ ہیں حفصہؓ کے گھر میں انسے (جبکہ وہ اپنے والد ماجد کے ہاں گئی ہوئی تھیں) اختلاط کیا اور دونوں کو آکر حفصہؓ نے اپنے حجرہ میں دیکھا اور کچھ رنج کے آثار انکے چہرہ سے ہویدا ہوئے تب آنحضرت صلعم نے انکی خوشی کے لیئے یہ فرمادیا کہ میں اب سے ماریہ کے پاس ہی نہیں جاؤنگا اس بات کو حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہدیا جو آنحضرت صلعم کی مرضی مبارک کے خلاف تھا الہام سے آنحضرتؐ کو خبر ہوگئی کہ انسے عائشہؓ سے کہدیا اور آپ نے عائشہؓ سے کچھ بات حفصہؓ کی بتلائی ہوئی کہدی اور کچھ اوپر سے اپنی طرف سے کہی تھی اس سے سکوت کیا عائشہؓ نے تعجب سے پوچھا کہ آپ کو کسنے بتایا اسلیئے کہ اس مخفی بات کو یا عائشہؓ جانتی تھیں یا حفصہؓ آپ نے فرمایا اللہ نے جو علیم و خبیر ہے۔ اسکے بعد یہ آیات نازل ہوئیں جنمیں آنحضرت صلعم کو تنبیہ ہے کہ ماریہ آپ کی حرم ہیں کسلیئے انکی خوشی سے آپ اسکو اپنے اوپر ممنوع کرتے ہیں قسم توڑ دیجئے۔ آپ نے قسم توڑ دی اور کفارہ ادا کردیا۔ اس بات کو نسائی و حاکم و ابن مردویہ و بزار و طبرانی و ابن سعد و ابن المنذر و ہیثم بن کلاب نے اپنی مسند میں و ضیاء مقدسی نے مختارہ میں نقل کیا ہے مگر کسینے کوئی جملہ زیادہ کیا ہے کسینے کم اور پھر کسیکی سند ضعیف ہے کسیکی صحیح لیکن امور خارجیہ پر جو نظر ڈالی جاتی ہے تو یہ روایت ٹھیک نہیں معلوم ہوتی کسلیئے کہ ماریہ آنحضرت صلعم کی حرم تھیں جنکی پیٹ سے ابراہیم پیدا ہوئے تھے صرف حفصہؓ کے گھر میں جو درحقیقت نبی صلعم کا گھر تھا انسے اختلاط کرنے سے حفصہ کے نزدیک کوئی بڑی بات تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان تعیشوں کو اپنے اوپر حرام کرنے والے شخص تھے ؛

دوسری روایت جسکو بخاری و مسلم وغیرہ جلیل القدر محدثوں نے نقل کیا ہے اس آیت کی شان نزول میں یہ ہے کہ حضرت زینب بنت جحش کے ہاں شہد آیا ہوا تھا آپ کو شہد سے رغبت تھی یا آپ صحت جسمانی کے لیے مفید سمجھے ہوئے تھے صبح آپ زینبؓ کے گھر جاتے اور شہد نوش فرماتے تھے اور یہ طبعی بات ہے کہ آخر وہ بھی بی بی تھی تھوڑی دیر وہاں بیٹھے بھی ہونگے یہ بات حضرت حفصہؓ اور عائشہؓ کو جو باہم محبت رکھتی تھیں اور زینبؓ کے مقابلہ پر تلی ہوئی تھیں بری معلوم ہوئی اور بی بی آپ ہی دونوں نے شہد چھڑانے کے لیئے باہم کوئی تدبیر نکالی کہیں ایک نے کہدیا کہ آپ کے منہ سے بو آتی ہے آپ کو بو سے نفرت تھی آپ نے فرمایا کہ میں نے کوئی بدبودار چیز نہیں کھائی صرف زینبؓ کے ہاں شہد ضرور کھایا آیندہ نہیں کھاؤنگا اسپر آیت نازل ہوئی یہی بات قرین قیاس ہے کسلیئے کہ عورتوں کی باہم رقابت معمولی بات ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کے کہنے سے حرام کی تھی

توبۃً نصوحا

زینبؓ کے ساتھ [illegible] شہد میں کیکر وغیرہ پھولوں کی اکثر خوشبو یا بدبو بھی ہوا کرتی ہے آپس میں کچھ تھی پھر ایک نے نفرت دلانے کیلئے اس بات کو بڑھا کر اور نہ دیگر
کہا اور انکے ساتھ [illegible] بھی ہوگا اور رنجیدگی بھی ظاہر کی ہوگی تو آپ نے انکی تسلی بھی کی ہوگی بیویوں کی کچھ معمولی بات ہے آپ نے زینبؓ کے گھر جا کر شہد کھانا
اپنے اوپر ممنوع کیا اور قسم بھی کھائی ہوگی پھر ایک [illegible] دوسری سے [illegible] ظاہر کیا ہوگا کہ وہ اور جل گیا۔ یہ بات خلاف ہے آپکے نزدیک اچھی معلوم ہوئی اور
[illegible] تو قسم کے توڑ ڈالنے کا حکم دیا گیا۔ اسی طرح آیات کا صاف ظاہر ہو گیا اور کوئی قبح بھی پیدا نہیں ہوا ۔

پھر آگے اس معاملہ کا تذکرہ ہے [illegible] اور جب نبی نے اپنی کسی ایک بیوی سے مخفی بات کہی۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں وہ
حفصہؓ سے [illegible] مخفی بات تھی [illegible] اپنے بعد ابوبکر و عمر کی خلافت کی بشارت بھی دی تھی۔ مگر تحقیق کرنا کہ وہ مخفی بات کیا تھی مشکل امر ہے
[illegible] نبی صلعم نے [illegible] کس طرح یقین ہو کہ یہی بات تھی لیکن قرینہ کہتا ہے کہ اسی قسم کی بات ہوگی کہ جو شوہر اپنی بیوی سے
اسکی عزت اور دوسری پر فوقیت کے بارے میں کہا کرتا ہے فلما نبأت به پھر جب اس بیوی نے اس بات کو کہدیا کسی سے کہا۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں عائشہؓ سے
واظهره الله عليه اور خدا نے یہ معاملہ نبی صلعم پر ظاہر کر دیا عرف بعضه واعرض عن بعض تو نبی صلعم نے کسی قدر کا عائشہؓ سے اظہار کیا کہ تجھ سے حفصہؓ نے یہ کہا ہے
اور کسی قدر سے اعراض سکوت کیا۔ وہ کچھ مناسب جانی ہوگی [illegible] باتیں خاوند ایک بیوی سے کہدیتا ہے دوسری سے کہنی مناسب نہیں سمجھتا بعض کہتے
ہیں خلافت ابوبکرؓ و عمرؓ کی بات تھی [illegible] مصلحت جانکر سکوت کیا۔ فلما نبأها به پھر جب نبی صلعم نے عائشہؓ کو یہ بات بتادی کہ تجھ سے حفصہؓ نے یہ کہا تو تعجب سے
عائشہؓ نے کہا من انبأك هذا آپ کو کس نے کہا کہ حفصہؓ نے مجھ سے یہ کہا۔ قال نبأني العليم الخبير نبی صلعم نے فرمایا مجھے علیم خبیر نے بتا دیا قصہ تمام ہوا اب حفصہؓ و عائشہؓ
دونوں کو اس [illegible] پر تنبیہ کرتا ہے ان تتوبا الى الله اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو تو بہتر کیونکہ فقد صغت قلوبكما تمہارے دل تو ضرور مائل تھے کہ آپ زینبؓ
[illegible] ترک کردیں شہد نہ کھاویں ماریہ کو ترک کردیں [illegible] شکایت کا بتانا اور نبی صلعم پر چڑھائی کرو۔ وان تظاهرا اور اگر چڑھائی کروگی فان الله هو
مولاه اسکا رفیق و حامی [illegible] عالم ملکوت میں جبرئیل بھی [illegible] میں موید ہے اور ناسوت میں صالح المؤمنين نیک بخت ایماندار مددگار ہیں
[illegible] اور اسکے سوا ہر وقت ہر جگہ فرشتوں کا [illegible] محافظی لشکر آپ کے ساتھ رہتا ہے۔ والملائكة بعد ذلك ظهير کے یہی معنی ہیں ۔

ف حلال چیز کا اپنے اوپر حرام کر لینا جیسا کہ آیت میں لم تحرم ما احل الله لك ہے امام ابوحنیفہؒ وغیرہ علماء کبار کے نزدیک یمین ہے کیونکہ اسکے بعد میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے
قد فرض الله لكم تحلة ايمانكم کہ اللہ نے یمین کا کھولنا فرض کیا ہے اور یمین کا کھولنا کفارہ دینا ہے۔ اگر گناہ کی بات پر قسم کھائے یا خواہ مخواہ کسی مباح اور حلال چیز پر قسم کھا بیٹھے کہ
ایسا کرونگا تو کفارہ دیکر اس قسم سے الگ ہو جانا چاہئے۔ فرض اللہ کا لفظ بتا رہا ہے کہ ضرور اس قسم سے دور ہونا چاہئے۔ کفارہ یمین غلام آزاد کرنا۔ یا دس مسکینوں کو اوسط
کپڑا دینا [illegible] زیادہ ہے تو توفیق ہے یا دس مسکینوں کو کھانا پیٹ بھر کر کھلانا۔ اور مقدور نہ ہو تو تین روزے رکھنا۔ یہ تحلیل یمین ہے بعض کہتے ہیں یمین میں انشاء اللہ
کہدینا ہی تحلیل ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ مباح کا حرام کر لینا یمین نہیں لیکن کفارہ دینا خاص اس صورت میں ہوگا کہ جب اپنی عورت کو اپنے اوپر حرام قرار دے لیگا
آیت میں یہی بات تھی۔ اور اگر شہد کا معاملہ تھا تو آپ نے بعد میں اسپر حلف بھی کیا تھا اسلئے اسکو یمین قرار دیا گیا نہ محض اسلئے کہ مباح کو حرام کر لیا تھا ۔
اسکے بعد حضرت صلعم نے کفارہ دیا ایک غلام آزاد کیا۔ ابن کثیر حسنؒ کہتے ہیں کہ کفارہ نہیں دیا کیونکہ آپ مغفور تھے۔ کفارہ اور یمین میں جو ائمہ کے اقوال ہیں انکی کتابوں میں [illegible] ہیں ۔

[illegible]

عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىِٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىِٕحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ

اگر نبی تمکو طلاق دے تو بہت جلد اسکا رب اسکے بدلے تم سے اچھی بیویاں دیگا فرمانبرداریں ایماندار یں دعا کرنیوالیاں توبہ کرنیوالیاں عبادت کرنیوالیاں روزہ داریں گھر بیٹھی ہوئیں

وَّ اَبْكَارًا ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا

اور کنواریاں ۔ اے ایمان والو اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچائے رکھو کہ جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اسپر

مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۝

فرشتے معین ہیں بدمزاج سخت جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو انکو کہی جائے اور جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں ۔

عسیٰ من افعال المقاربۃ ربہ فاعلہا ان یبدلہ الی الجملۃ خبرہا ان طلقکن (**ترکیب**) شرط وقع بین فاعل عسیٰ وخبرہا وعسیٰ مع اسمہا وخبرہا جواب الشرط ۔ یبدل بالتخفیف والتشدید ازواجا منصوب لکونہ مفعول یبدل خیرا وکذا مسلمات وما بعدہا صفات لازواجا والیکم عطف علی انفسکم وکلاہما مفعول اول لقوا نارا مفعول ثانی وقودہا الناس الجملۃ صفۃ لنارا وکذا علیہا ملائکۃ ۔ لا یعصون اللہ الجملۃ صفۃ للملائکۃ ما امرہم ما موصولۃ والعائد محذوف ای لا یعصون اللہ الذی امرہم بہ او مصدریۃ ای لا یعصون اللہ امرہ علی ان یکون ما امرہم بدل اشتمال من اللہ ویفعلون ما یؤمرون بہ الجملۃ صفۃ ثانیۃ للملائکۃ ۔

اسکے بعد ازواج مطہرات کو ڈرایا جاتا ہے فقال عسیٰ ربہ الخ کہ تم کس او خیال میں (**تفسیر**) نہ رہنا اگر نبی علیہ السلام نے تمکو طلاق دیدی تو اللہ تم سے بہتر اور عورتیں انکو دیدیگا جو مسلمات حضرت کی دل سے مطیع ہونگی یا انکا ظاہر بھی اسلام ہوگا مومنات دل میں بھی ایمان ہوگا یعنی ظاہر و باطن ایماندار دیندار ہونگی قانتات عبادت کرنیوالیاں قنوت کے معنی طاعت ہیں اس سے مراد تہجد گزار ہیں نہ کہ نماز پڑھنی والیاں دعائیں مانگنی والیاں یعنی صرف ایمان و اسلام ہی پر بس نہیں بلکہ اسکے بعد عمل حصہ میں بھی بڑا حصہ پانیوالیاں ہونگی ۔ ایمان و اسلام کے بعد اگر طاعت و عبادت نہیں تو ایمان میں رونق نہیں اور اپنی طاعت پر فخر کرنیوالیاں اور بشریت سے جو قصور ہوا اسپر ہٹ اور ضد کرنیوالیاں نہونگی بلکہ تائبات توبہ کرنیوالیاں ہونگی ۔ توبہ کے معنی رجوع کے ہیں گنہگار گناہ سے توبہ یعنی رجوع کرتے ہیں اور ابرار زاہد یر کی حق سبحانہ سے غفلت سے توبہ کرتے ہیں اور اسکی طرف رجوع کرتے ہیں ۔ اور ان میں سے اعلیٰ ترین مقامات قرب کو طے کرکے ان سے توبہ کرکے اس سے بلند زینہ پر پاؤں دھرتے ہیں ۔ یہ انسان بالخصوص عورت میں نہایت عمدہ وصف ہے کہ وہ اپنے قصور پر نادم ہو ہٹ دھرم اور ازیل سے امید نہیں کہ وہ اس بات سے باز آوے عابدات یہ تخصیص کے بعد تعمیم ہے کہ نماز و دعا کی عبادت پر بس نہیں بلکہ ہر قسم کی عبادت کرنیوالیاں ہونگی صدقہ و خیرات حج و زکاۃ خدمت شوہر و پرورش اولاد عزت و مال کی حفاظت صلہ رحمی خاوند سے ادب خوش خلقی اور اسکی فرمانبرداری اور اسکے ساتھ ہمدردی سب عورت کی عبادت ہے ۔ عبادت کے معنی ہیں تذلل یعنی پستی اور جھکنا خداوند تعالیٰ کے آگے اور اسکے بعد اپنے دنیاوی آقا کے آگے جھکنا عبادت ہے اسمیں اشارہ ہے کہ نرم اور خوش خلق بھی ہونگی بعض عورتیں نیکبخت نمازی پرہیزگار بھی ہوتی ہیں مگر سخت مزاج سرکش شوخ بھی ہوتی ہیں یہ وصف خاوند کے حق میں بلحاظ معاشرت کے لیئے قہر ہے وہ اس سے بھی بری ہونگی ۔ سائحات یہ سیاحت سے مشتق ہے جسکے معنی لفظ سیاحت مفسرین نے مختلف طور پر بیان کئے ہیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں روزہ رکھنے والیاں ۔ روزہ میں صبح سے شام تک بھوک پیاس کے میدان کو طے کرنا پڑتا ہے اسلیے اسکو بھی سائح اور عورت کو سائحہ کہتے ہیں ۔ زید بن اسلمؓ اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں اسکے معنی ہیں ہجرت کرنیوالیاں ۔ کسلیئے کہ ہجرت یعنی وطن چھوڑ کر خاص اللہ کے لئے مدینے میں عورتیں آئی تھیں یہ انکی سیرت تھی ۔ اسمیں لطیف اشارہ ہے کہ تم یہ سمجھو کہ مدینے میں ہمسے زیادہ بہتر اور کون ہے جو ہماری جگہ حضرت صلعم کے ازواج میں داخل ہوگی بلکہ ممکن ہے کہ باہر سے ہجرت کرکے آجاویں خدا کے ملک میں کیا کمی ہے ۔ میں کہتا ہوں معنی کو عام رکھنا بہتر ہے تخصیص کی حاجت کیا ہے ۔ اسمیں

ع ۱

اسطرف بھی اشارہ ہو کہ وہ صفت میں پرندوں کے میدان کی ہی سیر کرنیوالیاں نہ ہونگی بلکہ دنیا اور اسکے تجلیات فانیہ کے میدانوں کی بھی سیر کرنیوالیاں ہونگی انکی نگاہ میں دنیا
کی سائنس نیچی ہوگی حوادث دہر اور انقلاب عالم سے وہ سبق اور عبرت لینے والیاں ہونگی اور اسکے بعد صحبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انکو سیر آفاق و انفس بھی نصیب ہوگی
اور عالم وجود کے منازل طے کرکے بارگاہ قدس میں پہنچنے والیاں ہونگی - ثیبات ابکارا یعنی کچھ خاوند برتے ہوئیں اور کچھ کنواریاں ہونگی ثیب وہ جو شوہر دیدہ
وہ عورت جسکا نکاح ہوچکا ہو عام ہے کہ بعد خاوند نے طلاق دی ہو یا بیوہ ہوگیا ہو ابکار بکر کی جمع جس سے مراد کنواری۔ یہ بیان امر واقعہ کے لحاظ سے ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی بیویاں بیوہ اور کنواری دونوں تھیں انکے جواب میں یہ کلام صادر ہوا اور اسمیں اس طرف بھی اشارہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نکاح حظ نفسانی سے نہیں کرتے
تھے بلکہ اشاعت دین کے لیے یہ جماعت مثل ازواج مطہرات میں داخل کی گئی اور شرف زوجیت عطا کیا گیا۔ ان صفات میں عجب لحاظ رکھکر تقدیم و تاخیر کی گئی ہے
اول اجمالی طور پر خیرا منکن فرمایا گیا اسپر یہ شبہ ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر تھیں پھر انسے بہتر اور کون عورتیں ہونگی؟ اسکا جواب یہ ہے کہ اول میں
ان طلقکن فرمادیا ہے طلاق کے بعد جب شرف زوجیت جاتا رہا تو پھر انسے وہی عورتیں بہتر ہوسکتی ہیں جو آپ کے نکاح میں آویں گی ✦

ف ان طلقکن تعلیقیہ کلام ہے اسکے لیے تحقق شرط نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر کسی بیوی کو طلاق نہیں دی اجمالی کے بعد ازواج کے اوصاف
حمیدہ بیان فرماتا ہے۔ اوصاف تین قسم پر ہیں اول ایمان و اسلام جو تمام حسنات کی اصل ہے ایمان کے ساتھ اسلام کا لفظ ظاہری و باطنی یکرنگی
کے لیے آیا قسم دوم اعمال حسنہ انکو چار صفتوں میں محصور کیا۔ قانتات تائبات عابدات سائحات۔ ان میں خدا تعالیٰ کی بندگی بھی آگئی اور خاوند
کی طاعت اور فرمانبرداری کی طرف بھی اشارہ ہے قسم سوم انکی جسمانی خوبی اور حسن ظاہری اسکے لیے یہ دو لفظ کافی تھے۔ ثیبات و ابکارا کنواری کی
خوبی اور اسپر رغبت تو عام طبائع کا بھی فعل ہے مگر بہت سی بیویں مطلقہ اپنے ذاتی کمالات اور حسن و خوبی کی وجہ سے کنواریوں سے بدرجہا فائق ہوتی ہیں
انکا امور خانہ داری میں تجربہ اپنے ناز و ادا سے درگزر کرکے مرد کی نازبرداری و اطاعت اور پھر ہمعمری عجیب لطف دیتی ہے ✦

ازواج مطہرات پر تنبیہ تھی اسکے ضمن میں مردوں کو بھی نصیحت دینا لازمی تھا کیونکہ عورتوں کی محبت و رغبت میں اور شہوت کی آگ میں مرد دیوانہ ہو کر
اصول حسنات سے غافل ہوجاتا ہے اور جو نکرنا ہو وہ کرتا ہے۔ فقال یا ایہا الذین آمنوا قوا انفسکم واہلیکم نارا۔ کہ اے ایماندارو (صرف ایمان پر تکیہ کرکے
نہ بیٹھو) بلکہ آپ کو اور اپنے گھر والوں بیوی اور مرغوب اولاد کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ ایسے کام نہ خود کرو نہ انکو کرنے دو جس سے جہنم کی آگ میں جانا پڑے
اور فرائض و واجبات کی تاکید کرو۔ صرف آپ دیندار پرہیزگار ہونا کافی نہیں زن و فرزند کی تعلیم و تدبیر کرنی چاہیے حق محبت بھی یہی ہے کیونکہ آپ جنت
میں گیا یہ دوزخ میں گئے تو جدائی میں کیا لطف؟ احادیث صحیحہ میں بڑی تاکید ہے کہ اپنے گھر والوں کو بری باتوں سے روکو فرائض و واجبات پر مامور کرو۔
پھر وہ آگ بھی کیسی آگ ہے؟ (۱) وقودہا الناس والحجارۃ جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں یعنی معمولی آگ نہیں بلکہ سخت اور تیز جسمیں پتھر اور آدمی جلتے ہیں
یا یوں کہو بت پرست اور گناہگار اور انکے معبود جو پتھر تھے سب جہنم میں جائینگے کسی کے کام نہ آئینگے۔ (۲) علیہا ملائکۃ غلاظ شداد۔ اسکے داروغہ
یا محافظ فرشتے ہیں سخت بدمزاج سخت دل یا بڑے قد آور طاقت والے جنپر کوئی مجرم زور سے غالب نہیں آسکتا نہ وہ کسی پر رحم و مہر کرتے ہیں۔
(۳) لایعصون اللہ ما امرہم خدا کے حکم میں ذرا بھی قصور کرنے والے نہیں نہ رشوت لیں نہ سفارش مانیں نہ کسیکی سنیں۔ (۴) ویفعلون ما یؤمرون۔ وہ
وہی کرتے ہیں جسکا انہیں حکم ہوتا ہے عصیان عیب تھا اسلیے اسکی اول نفی کی پھر طاعت کی خوبی ثابت کی۔ اسمیں مشرکین عرب کے خیالات باطلہ کا
ابطال ہے وہ کہتے تھے فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں ہم انکو پوجتے ہیں ہمپر ضرور رحم کرینگے اور ہمارے بت ہمکو آگ سے بچالیں گے ✦

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً

اے کافرو آج باتیں نہ بناؤ۔ تمکو وہی بدلہ دیا جاتا ہے جو تم کیا کرتے تھے۔ اے مسلمانوں توبہ کرو اللہ کے سامنے توبہ

نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ

خالص۔ شاید تمہارا رب تم سے تمہاری برائیاں دور کردے اور تمکو ایسے باغوں میں داخل کرے جنکے تلے نہریں بہ رہی ہیں جس دن کہ اللہ نبی کو

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اور اسکے ساتھ ایمان لانیوالوں کو رسوا نکریگا۔ انکا نور دوڑتا چلیگا انکے آگے آگے اور دائیں طرف کہتے جائیں گے اے رب ہماری روشنی پوری کیجیو اور ہمکو بخشدے تو ہر بات پر قادر ہے ✤

ترکیب

الیوم منصوب بلا تعتذروا نصوحا النصوح بفتح النون ویقرء بضمها علی الاول مصدر یقال نصح نصاحة ونصوحا وقیل ہو اسم فاعل اے ناصحة والاسناد مجازی وعلی الثانی ہو مصدر لاغیر مثل القعود ثم اما علی الوجہین النصب علی الوصف للتوبة اے توبة بالغة فی النصح ویدخلکم منصوب علی انہ معطوف علی یکفر منصوب بناصبہ وقری بالجزم عطفا علی محل عسی کانہ قال توبوا یوجب تکفیر سیاتکم ویدخلکم یوم منصوب بیدخلکم او باذکروا الذین آمنوا معہ معطوف علی النبی وقیل مبتدأ وخبرہ قولہ نورہم علی الاول الجملة (نورہم الخ) حالیة او مستانفة لبیان حالہم یقولون خبر ثان او حال ✤

تفسیر

یہ تتمہ ہے کلام سابق کا کہ ملائکہ اُس روز عذاب کریں گے اور سخت و تند ہونگے ان کے عذاب پر کفار معذرت کریں گے ان کے جواب میں کہا جاوے گا (ملائکہ کہیں گے) یا ایہا الذین کفروا الخ کہ اے منکرو آج عذر نہ کرو باتیں نہ بناؤ کسلیئے کہ آج معذرت کا دن نہیں (معذرت توبہ ہے) اسکا موقع دنیا میں تھا سو گزر گیا۔ اور یہ بھی نہ سمجھو کہ تمکو ناحق عذاب دیا جاتا ہے کسلیئے کہ انما تجزون ماکنتم تعملون تمکو وہی بدلہ دیا جاتا ہے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے یعنی تمہارے اعمال بد کی سزا ہے جو بویا تھا اسکو کاٹ رہے ہو۔ دنیا میں اعمال بد کی برائی چنداں ظاہر نہ تھی اب حجاب کھل گیا وہ برائی آنکھوں کے سامنے آگئی ✤

اسلیئے ایمانداروں سے شفقت کی راہ سے فرماتا ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا توبوا الی اللہ توبة نصوحا کہ اے ایمان والوں دنیا میں توبہ کا وقت ہے بشریت سے جو کوئی گناہ ہوجاوے تو اس سے توبہ کرو توبہ بھی کیسی توبہ نصوح یعنی خالص سچے دل سے حسن کہتے ہیں توبہ نصوح یہ ہے کہ اس گناہ کو برا اور مکروہ جاننے لگے جسکو مرغوب جانکر کیا تھا اور جب یاد کرے تو استغفار کرے کلبی کہتے ہیں توبہ نصوح دل میں ندامت زبان سے استغفار اور اس کام سے باز رہنا۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں توبۂ مقبولہ کا نام توبہ نصوح ہے۔ حضرت عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ توبہ نصوح کیا ہے؟ فرمایا برے کام سے باز آنا اور پھر اسکو نہ کرنا۔ امام احمد و ابن مردویہؒ نے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا توبہ گناہ سے یہ ہے کہ پھر نہ کرے ✤

اسکے بعد توبہ کے نتائج بیان فرماتا ہے عسی ربکم ان یکفر عنکم سیاتکم کہ امید ہے اللہ تمہارے گناہ تم سے مٹا ڈالے انکو محو کردے توبہ سے گناہوں کا معاف ہوجانا یا ان کا مٹایا جانا قرآن و احادیث سے ثابت ہے۔ اور قرین قیاس بھی ہے اور پہلی کتابیں بھی اسکی شہادت دے رہی ہیں کتاب یسعیاہ کے اول باب ۱۸ جملے میں صاف تصریح ہے کہ اگرچہ تمہارے گناہ قرمزی ہوں پر برف کی مانند سفید ہو جاوینگے خود حضرت مسیح علیہ السلام نے

ع ۱۹

توبہ نصوح

اعمال کا اثر

توبہ کرو تو یہ عمدہ بات ہو تاکہ فلاں توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی۔ انجیل متی باب چہارم جملہ ۱۷۔ اگر توبہ سے گناہوں کے معاف ہونے کی امید نہیں تو پھر اس کا فائدہ کیا تھا؟ مگر بعد میں پولوس اور اسکی امت نے ایک عجیب مسئلہ گھڑا کہ توبہ سے گناہ نہیں معاف ہوتے معافی کا صرف یہی ایک ذریعہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے سب کے گناہ اپنے اوپر اٹھا لئے اور پھانسی پائی اور ملعون بنے اور تین روز جہنم میں رہے اب سب کے گناہ جو مسیح علیہ السلام پر ایمان لاکر معاف ہیں انکو کسی عمل خیر کی بھی ضرورت نہیں بلکہ عمل حسنہ لعنت کا باعث ہیں۔ اسکو یہ کفارہ کہتے ہیں معاذاللہ کیا برا اعتقاد ہے کیا ایسا شخص خدا کی مرضی حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا رکھیگا؟ پھر دنیا میں انبیا علیہم السلام کے آنے کا فائدہ کیا ہوا؟ ✦

توبہ کے بعد حقوق عباد ذمہ سے ساقط نہیں ہوتے۔ توبہ فرض ہے کیونکہ موت کا ٹھیک نہیں کہ کب آجاوے۔ پھر دوسرا نتیجہ توبہ کا ظاہر کرتا ہے ویدخلکم جنات تجری من تحتہا الانہار اور تمکو ایسے بہشتوں میں داخل کریگا جنکے نیچے نہریں بہتی ہونگی بہشت عالم قدس ہے اسمیں جانے سے انسان کی کثافت ہی مانع ہے جو توبہ کے بعد دور ہو جاتی ہے۔ یکس؟ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ جسدن کہ اللہ نبی کو اور اسکے ساتھ ایمان والوں کو رسوا نہ کریگا اسمیں تعریض ہے کہ نبی اور اسپر ایمان لانے والوں کے سوا اور لوگ رسوا ہونگے یہ جو آج تمہارے خیالی معبود اور گمراہ کنندہ بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں کہ قیامت میں ہمارا جھنڈا ہوگا اور خیمہ ہوگا ہم اپنے ماننے والوں کو اسکے تلے لیکر عذاب سے بچالینگے یہ غلط بات ہے وہ خود رسوا ہونگے اور انکے ساتھ انکے مرید بھی۔ قیامت کو ظلمت ہوگی اور کسی پاس کوئی روشنی نہوگی مگر نبی اور اسکے متبعین کے پاس۔ اسمیں نبی کریمؐ اور دیگر حضرات انبیا علیہم السلام بھی شامل ہیں۔ نورہم یسعی بین ایدیہم وبایمانہم انکی روشنی (جو ایمان اور توبہ اور عمل خیر کی روشنی ہوگی) انکے آگے آگے اور داہنی طرف سے دوڑتی ہوئی چلیگی اور اس ظلمانی راہ کو طے کرکے جنت میں چلے جاوینگے آگے اور داہنی کی قید سے یہ مراد نہیں کہ اور طرف روشنی نہوگی بلکہ ہر طرف مگر یہ دو جہت عمدہ ہیں اسلئے انکا ذکر کیا۔ اسکی کیفیت سورۂ حدید میں بھی بیان ہوئی ہے جب وہ دیکھینگے کہ دنیا میں بدکاروں منافقوں کی روشنی اس روز جھپک کر گل ہوگئی تو دعا کرینگے۔ ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علی کل شیء قدیر۔ کہ اے ہمارے رب ہماری روشنی پوری کیجیو رستہ میں گل نہونے پاوے اور ہمکو بخشدے تو ہر بات پر قادر ہے ✦

یہ ہیں توبہ کے نتائج جسکی طرف ایمانداروں کو منکروں کی اندوہناک حالت بیان فرماکر ترغیب دلائی گئی ہے۔ قیامت کو اندھیرا ہونا اور ایمان کی روشنی میں اس سے رستہ طے کرنا اور جنت میں جانا اور وہاں حیات ابدی اور ہمیشہ کی شادمانی حاصل کرنا ایک مسلمہ مسئلہ ہے جسکو تمام انبیا علیہم السلام اور انکے پیرو اور برگزیدہ بیان کرتے آئے ہیں جسمیں کسی کو بھی شبہ نہیں کرنا چاہیئے ✦

اسکے علاوہ انسان کو عدم سے ہستی میں لایا ہے اور عدم ایک ظلمانی عالم ہے اسکے صفات کاملہ جو اسکو پروردگار کی طرف سے نصیب ہوتے ہیں وہ اسکا ہر معاملات میں نور ہیں جو اسکو تمام ظلمانی اور پرتاریک وادیوں میں سے نکال کر راہ مقصود پر چلانے اور منزل مقصود تک پہنچانے کا عمدہ ذریعے ہیں دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد عالم قبر میں بھی اور حشر میں بھی اور ایماندار کو لازم ہے کہ ہردم یہی دعا کرے ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علی کل شیء قدیر۔ خدا نہ کرے کہ یہ نور کسی کا بجھ جائے اور وہ اندھیریوں میں ہاتھ پاؤں مارتا پھرے اور فسق و فجور کے خطرناک گڑھوں میں جاگرے اور شاہد مقصود رب العزت تک نہ پہنچے۔ الٰہی میں بھی یہی دعا کرتا ہوں قبول کر آمین ✦

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا

اے نبی جہاد کر کفار اور منافقوں سے اور سختی کر انپر اور انکا ٹھکانا دوزخ ہے اور بری سی جگہ ہے۔ اللہ کافروں کے لیے ایک مثال بیان کرتا ہے

امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ

نوح اور لوط کی بیوی کی۔ وہ ہمارے دو نیک بندوں کے ماتحت تھیں پھر ان دونوں عورتوں نے انکی خیانت کی پھر وہ اللہ کی سے بچانے میں انکے کچھ کام نہ آئے

ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي

کہ دونوں جہنم میں جاؤ اور جانے والوں کے ساتھ۔ اور اللہ ایمانداروں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کرتا ہے جب اسنے کہا کہ اے رب میرے لیے اپنے پاس ایک گھر بنا

الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا

جنت میں اور مجھے فرعون اور اسکے کام سے بچا اور مجھے ظالموں سے رہائی دے۔ اور مریم عمران کی بیٹی کی بھی مثال بیان کرتا ہے جسنے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا پھر ہم نے

فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝ ع

اسمیں اپنی طرف کی روح پھونکدی اور اسنے اپنے رب کی باتوں کو اور اسکی کتابوں کو سچ جانا اور وہ عبادت کرنے والوں میں سے تھی ؏

ترکیب

امرات نوح معطوف علیہ وامرات لوط معطوف وکلاہما مفعول اول لضرب ومثلا مفعول ثان وانما اخرالمفعول الاول لتتصل ما ہو تفسیرلہ وایضاح لمعناہ۔ ویمکن ان یکون امرات نوح وما بعدہا بدلا عن مثلا او بیانا لہ کانا بذہ جملۃ مستانفۃ مفسرۃ لضرب المثل امرات فرعون مراعرابہا اذ ظرف لمثلا اولضرب عندک حال من ضمیر المتکلم او من بیتا لتقدمہ علیہ فی الجنۃ بدل او عطف بیان لقولہ عندک او متعلق بقولہ ابن۔ ومریم ای اذکر مریم او مثل مریم من القانتین من للتبعیض ویجوز ان یکون لابتداء الغایۃ ؎

تفسیر

پہلے ذکر ہوا تھا کہ اے ایماندارو توبہ خالص کرو تاکہ تمہارا عاقبت میں بھلا ہو اور کفار اور منافقوں کی بھی اصلاح مقصود تھی جسکا ذریعہ عفو و بدکاریوں سے توبہ و استغفار ہے۔ مگر یہ بھی انسانی خاصہ ہے کہ وہ بدی سے کبھی محض وعظ و نصیحت سے باز نہیں آتا وہاں مشفق اور دردمند کو بشرط قدرت یہ بھی کرنا ضرور ہے کہ اسکو دھمکا کر ڈرا کر اس بدی سے روکے جب نادان شخص ہمارے سامنے سنکھیا ہاتھ میں لیکر کھانے کو تیار ہے اور ہماری نصیحت سے باز نہیں آتا پھر ہماری دردمندی کا یہ مقتضی نہیں کہ چپ ہو کر بیٹھ رہیں اور اسے مرتے دیکھیں بلکہ دھمکا کر مار کر ہاتھ چھین لیں اسلیے خدا تعالیٰ اپنے نبی رحیم و کریم کو ان نادانوں کی بابت حکم دیتا ہے۔ یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم کہ اے نبی ان کافروں اور منافقوں سے جہاد کر (۲) اور ان پر سختی کر۔ جہاد عام لفظ ہے اسمیں زبانی نصیحت اور دلیل و حجت سے الزام قائم کرنا بھی شامل ہے اور جو مخالف شمشیر بکف ہو کر مقابلہ میں کھڑا ہو تو وہاں اسکے لیے تلوار سے بھی کام لینے کو شامل ہے۔ اور سختی کرنے سے گالیاں دینا سخت کلامی یا بدمزاجی کرنا مراد نہیں کیونکہ یہ باتیں شان مصطفویہ و اخلاق محمدیہ سے بہت دور ہیں اور اس سے کوئی نتیجہ بھی نہیں نکلتا۔ بلکہ الطاف و عنایت کے حصے سے محروم کرنا اور بے توجہی اور عدم التفات کے چابک لگانا اسکا بڑا اثر پہنچتا ہے۔ جہاد کفار کے لیے۔ واغلظ منافقوں کے لیے۔ منافقوں سے جہاد نہیں کیا گیا کیونکہ وہ بظاہر مسلمان تھے اور جو اسپر بھی وہ باز نہ آئیں تو وماویٰہم جہنم وبئس المصیر انکا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے ؎

کفار و منافقین میں سے ایسے بھی لوگ تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مقبول صحابہؓ کی قرابت پر نازاں تھے اور اس قرابت اور ظاہری اختلاط کو نجات کے لیئے کافی جانتے ہوں۔ یا یوں کہو ایمانداروں کو تو یہ خاص کا حکم دیا تھا مگر ممکن تھا کہ بعض ایماندار آنحضرت صلعم کی قرابت ہی کو بس سمجھ کر عمل صالحہ سے سست و ارتکاب منہیات میں دلیر ہوں جنہیں اسلیے انکے لیئے خدا تعالیٰ حضرت نوح و حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں کی مثال بیان کرتا ہے۔ فقال ضرب اللہ مثلا للذین کفروا امرات نوح وامرات لوط۔ کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین کہ وہ باوجودیکہ ہمارے دو نیک بندوں کے نیچے تھیں یعنی حکماً و زوجیت میں تھیں اور یہ ایک بڑی قرابت ہے جسمیں اندرونی و بیرونی کوئی پردہ بھی نہیں سمجھا جاتا۔ خاوند بیوی میں جو کچھ اتحاد ہوتا ہے اور جہانتک اسکی رسائی ہوتی ہے کسیکی بھی نہیں ہوتی یہ ایک فطری بات ہے مگر جبکہ فخانتاہما۔ انکی خیانت کی۔ یہ مراد نہیں کہ زناکاری کی اسلیئے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کسی نبی کی بیوی نے کبھی ایسا کام نہیں کیا) بلکہ اطاعت و انقیاد ایمانی و دینی کا حق ادا نہیں کیا جسکو خیانت سے تعبیر کرنا ایک عمدہ استعارہ ہے۔ فلم یغنیا عنہما من اللہ شیئا۔ پھر وہ نیک بندے نوح اور لوط علیہما السلام اپنی بیویوں کے کچھ کام خدا کے مقابلے میں نہ آئے عذاب الٰہی سے بچا سکے دنیا میں نوح کی بیوی طوفان میں غرق ہوئی لوط کی بیوی جسکا گھر انہی میں تھا اسپر بھی وہی آفت آئی جو اس قوم پر آئی سب ہلاک ہوئے یہ دنیا میں ہوا۔ آخرت میں حکم ہوا وقیلا ادخلا النار مع الداخلین کہ داخلین کے ساتھ تم بھی جہنم میں جاؤ آگ میں ڈالی گئیں۔

ف۱ یہاں سے ثابت ہوا کہ قیامت سے پہلے بھی مرنے کے بعد جہنم و جنت ہے اور یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔

ف۲ اسمیں ایک لطیف سا اشارہ حضرت عائشہؓ و حفصہؓ کی طرف بھی ہے کہ تم دونوں نے جو رسول کریم کے مقابلہ میں مشورہ کیا تھا تو ذرا نوح اور لوط کی بیویوں کا حال سنکر عبرت کرو اسکے بعد ان دونوں نیک بیویوں نے کبھی [illegible] آنحضرت صلعم کی اطاعت سے انحراف نہیں کیا یہانتک کہ دم اخیر تک حضرت انسے خوش رہے اور حضرت عائشہؓ کی گود میں سر تھا [illegible] صلوات اللہ علیہ وسلامہ ابدا۔

ف۳ اولاد اولیا کرام و بزرگان دین و حضرات سادات و علماء کو بھی تنبیہ ہے کہ قرابت کے غرہ میں رہو [illegible] رسول کی اطاعت سے تابی نہ کریں ورنہ یہ قرابت کچھ بھی مفید نہوگی۔ حدیث میں ہے اے فاطمہ اس بات پر تکیہ نہ کرنا کہ میں محمد کی بیٹی ہوں [illegible] میں کام نہ آؤں گا نیک کام کر۔

اسکے مقابلہ میں مسلمانوں ایمانداروں کیلیئے دو نیک بیویوں کی مثال بیان فرماتا ہے جو بدکاروں کے پنجہ ظلم میں مبتلا تھیں مگر اپنی ایمانداری اور نیکی سے باز نہ آئیں بعض مسلمان مرد یا عورتیں کفار کے پنجہ میں تھے اور [illegible] سمجھتے ہونگے انکے لیئے یہ مثال از حد نافع ہے اسلیئے تخصیص فرماتا ہے وضرب اللہ مثلا للذین آمنوا۔ کہ ایمانداروں کے لیئے مثل بیان کرتا ہے جسکی مثال ہے امرات فرعون۔ فرعون کی بیوی کی۔

توریت موجودہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دریا سے نکالکر پرورش کرنا فرعون کی بیٹی کیطرف منسوب کیا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ فرعون موجود کی بیوی اگلے فرعون کی بیٹی ہو دونوں باتوں میں کچھ تعارض نہیں بیگیات جو خاندانی اور بادشاہی نسل کی ہوتی ہیں انکو شہزادی کہا کرتے ہیں گو پھر وہ ایک شاہ کی بیوی بھی ہوتی ہیں۔ توریت میں فرعون کی بیوی کا ایمان لانا اور یہ دعا کرنا مذکور نہیں۔ مگر مذکور نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ واقعہ گزرا نہیں۔ توریت مذکورہ میں سیکڑوں واقعات نہیں اور سیکڑوں واقعات میں مبالغہ اور غلطی بھی ہے جسکو اہل کتاب کی دیانت یا غفلت سمجھنا چاہیئے۔

مورخین اہل اسلام نے نقل کیا ہے کہ اس وقت کے یہود نے تسلیم کرلیا ہے کہ فرعون کی بیوی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتی تھی پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے کھلم کھلا مقابلہ شروع ہوا تو فرعون کو اس بیوی پر کمال غصہ آیا کہ اس نے اسکی پرورش کی تھی۔ وہ کمبخت اس نیک بیوی کو

طرح طرح سے ستاتا تھا مگر وہ سب تکلیفوں کی برداشت کر کے اپنے ایمان اور خدا پرستی پر قائم تھی مگر جب از حد مجبور ہو گئی تو یہ دعا کی۔ رب ابن لی عندک بیتا فی الجنۃ کہ اے رب مجھے دنیا سے اٹھا اور اپنے پاس بلا لے اور میرے لیئے اس شاہی گھر کے بدلے اپنے پاس جنت میں گھر بنا کہ میں سدا وہاں رہا کروں ونجنی من فرعون وعملہ اور مجھے فرعون سے اور اسکے کام سے نجات اور خلاصی دے۔ یعنی موت دے فرعون کا کام کفر اور تکلیف دینا تھا ونجنی من القوم الظالمین اور فرعون کیا تمام خاندان ہی ناپاک اور موذی ہے وہ بھی طرح طرح سے ایذائیں دیتے ہیں انسے بھی مجھے نجات دے۔ یہ نہیں فرمایا کہ اسکی دعا قبول ہوئی یا نہیں؟ مگر روایات سے معلوم ہوا کہ قبول ہوئی اور خدا پاک نے اسکو خواب یا بیداری میں جنت کا گھر دکھا دیا اور اسکی روح پرواز کر کے وہاں چلی گئی ۔

ومریم بنت عمران۔ اور مریم عمران کی بیٹی کا بھی حال بیان کرتا ہے اور اسکی بھی تمثیل دیتا ہے۔ مریم کون تھی؟ التی احصنت فرجہا۔ جسنے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔ یہ اسلیئے فرمایا کہ یہود انپر زنا کی تہمت لگاتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (توبہ توبہ) حرامی کہتے تھے اسکی پاکدامنی کے سبب فنفخنا فیہ من روحنا۔ ہمنے اسمیں اپنے ہاں کی روح پھونکدی جس سے وہ حاملہ ہو گئیں۔ فیہ کی ضمیر فرج کی طرف راجع ہے اور فرج کا اطلاق اس جگہ عضو مخصوص پر نہیں کسلیئے کہ محاورۂ عرب میں کرتے اور اسکے دامن یا گریبان کو بھی فرج سے تعبیر کرتے ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جبرئیلؑ نے انکے گریبان میں پھونکدیا تھا۔ بعض کہتے ہیں فیہ کی ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف راجع ہے اور بعض قرأت میں فیہا مؤنث کی ضمیر ہے اسکا مرجع نفس عیسیٰ علیہ السلام ہیں کسلیئے کہ لفظ نفس مؤنث ہے اور حضرت مریمؑ کی طرف بھی رجوع ہو سکتی ہے کسلیئے کہ حضرت مریمؑ کے اندر روح پھونکی گئی تھی جس سے حمل ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ۔

مراد یہ کہ روح ڈالدی گئی چونکہ روح حیات کا باعث ہے وہ تمام جسم میں منتشر ہو جاتی ہے جس طرح کہ ہوا پھونکنے سے تمام ظرف میں منتشر ہو جاتی ہے اسلیئے اسکو نفخ سے تعبیر کیا جو ایک عمدہ تشبیہ ہے۔ من روحنا کے یہ معنی نہیں کہ خدا تعالیٰ کی روح کا کوئی جزو مریمؑ کے پیٹ میں ڈالدیا گیا جس سبب عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں بلکہ روح کی نا ضمیر متکلم کی طرف اضافت تشریف و تعظیم کے لیے ہے جیسا کہ بیت اللہ خدا کا گھر ناقۃ اللہ اللہ کی اونٹنی۔ پھر کیا اللہ تعالیٰ کسی گھر میں رہتا اور کسی اونٹنی پر سوار ہوتا ہے عزت دینے کے لیے کسی چیز کو اپنی طرف منسوب کر لینا عام محاورہ ہے بادشاہ عمدہ غلام یا عمدہ گھوڑے کو کہدیا کرتا ہے ہمارا غلام ہمارا گھوڑا ۔

حضرت مریمؑ کو بغیر باپ کے بیٹا جننے کی فرشتہ نے خبر بھی دی تھی اس نیک عورت نے اسکی تصدیق کی وصدقت بکلمات ربہا اپنے رب کی باتوں کو سچا جانا وکتبہ اسکی فرستادہ کتابوں پر بھی ایمان لائی پہلی کتابوں میں حضرت عیسیٰؑ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا مذکور تھا۔ یہ اسکے ایمان کی کمال قوت ہے وکانت من القانتین اور وہ عبادت کرنیوالیوں میں سے تھی بیت المقدس میں جو جماعت مردوں کی شب و روز عبادت میں رہتی تھی مریمؑ بھی انہیں سے تھی یا یہ کہ گو عورت تھی مگر مردانہ تھی اسلیئے قانتین فرمایا نہ قانتات۔ نبی صلعم نے فرمایا جنت کی عورتوں میں افضل مریمؑ و آسیہؑ امرأۃ فرعون کی بیوی خدیجہ بنت خویلد و فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (اخرجہ احمد والطبرانی والحاکم) صحیحین میں ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا مردوں میں سے بہت کامل ہوئے مگر عورتوں میں سے آسیہ فرعون کی بیوی و مریم عمران کی بیٹی و خدیجہ بنت خویلد اور عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسا کہ ثرید کی سب کھانوں پر ۔

ف ان چار عورتوں کی مثال میں بہت فوائد ہیں۔ از انجملہ یہ کہ کسی کی نیکی بد کو فائدہ نہیں دیتی اور بد کی بدی نیک کو مضرت نہیں پہنچاتی۔ از انجملہ یہ کہ نیکوں کی صحبت کبھی بدوں پر کچھ بھی اثر نہیں کرتی۔ از انجملہ یہ کہ عورت کی عصمت و عفت نیک نتائج پیدا کرنے کے لیے ہے جیسا کہ حضرت مریمؑ کے لیے ہوا۔ از انجملہ یہ کہ حق سبحانہ کی طرف تضرع اور رجوع کرنا سینکڑوں مصائب سے نجات دیتا ہے اور ہر حال میں حضرت الٰہیہ کی طرف رجوع کرنا لازم ہے (از کبیر) ۱۲ منہ ف ثرید روٹیاں توڑ کر شوربے میں بھگو کر جو کھاتے ہیں اس کھانے کو ثرید کہتے ہیں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کھانوں سے مرغوب تر تھا اسلیئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس سے تشبیہ دی ۱۲ منہ

تیس آیات دو رکوع ہیں	بسم اللہ الرحمن الرحیم	سورہ ملک مکیہ ہے اس کی

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۝ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ

بڑا بابرکت ہے وہ کہ جسکے ہاتھ میں سلطنت ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جسنے موت اور زندگی بنائی تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں

أَحْسَنُ عَمَلًا ۝ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ۝ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝ مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَوُّتٍ

کسکے اچھے کام ہیں۔ اور وہ غالب بخشنے والا ہے۔ جسنے کہ سات آسمان بنائے اوپر تلے۔ نہ دیکھیگا تو رحمان کی بناوٹ میں کوئی فرق

فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِنْ فُطُورٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ۝

سو پھر دیکھ کیا تجھے کوئی شگاف دکھائی دیتا ہے۔ پھر دوبارہ دیکھ کہ تیری نگاہ تیرے طرف رد ہو کر تھک کر لوٹ آئیگی +

تبارک تفاعل من البرکة وهی النماء والزیادة حسیة کانت او عقلیة وکثرة (**ترکیب**) الخیر ودوامه ایضا وصیغة التفاعل للمبالغة فی ذلک الملک مبتدا بیده خبره والجملة صلة الذی وهو فاعل تبارک وهو علی کل شیء قدیر جملة معطوفة علی الصلة مقررة لمضمونها لیبلوکم واللام متعلقة بخلق ایکم مبتدا احسن عملا خبره والجملة واقعة موقع مفعول ثانیا لفعل البلوی لتضمنه معنی العلم الذی خلق سبع سموات قیل هو نعت للعزیز الغفور او بیان او بدل والاوجه انه نصب او رفع علی المدح متعلق بالموصولین السابقین معنی وان کان منقطعا عنهما اعرابا. طباقا صفة سبع سموات ای مطابقة علی انه مصدر وصف بالمفعول او مصدر موکد لمحذوف هو صفتها ای طوبقت طباقا او ذات طباق جمع طبق کجبال وجبل او طبقة کرحبة ورحاب ماتری صفة اخری لسبع سموات وقری تفوت ومعناهما واحد کرتین مصدر ای رجعتین والمراد بالتثنیة التکریر والتکثیر کما فی لبیک وسعدیک ینقلب مجزوم لکونه جواب الامر خاسئا بعیدا عن اصابة المطلوب کانه طرد عنه طردا بالصغار حال من البصر وهو حسیر حال فعیل بمعنی فاعل من الحسر وهو الاعیاء یقال حسر بعیره یحسر حسورا کل وانقطع وبلغ الغایة فی الاعیاء +

اس سورۃ کا نام سورہ تبارک اور واقیہ اور منجیہ ہے۔ تبارک اسلیے کہ لفظ (**تفسیر**) اسکے اول میں ہے اور اسکے پڑھنے اور عمل کرنے والیکو برکت حاصل ہوتی ہے۔ واقیہ اور منجیہ اسلیے اپنے پڑھنے والے کو ضلالت سے دنیا میں عذاب سے آخرت میں بچاتی اور نجات دیتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن میں تیس آیت میں جنہوں نے ایک شخص کی شفاعت کی یہانتک کہ وہ بخشا گیا وہ تبارک الذی بیدہ الملک ہے (رواہ احمد والترمذی وابوداود والنسائی وابن ماجہ) ابن عباس فرماتے ہیں بعض صحابہ نے ایک قبر پر خیمہ قائم کیا اور اسے معلوم نہ تھا کہ یہاں قبر ہے وہاں ایک آدمی کو سنا کہ تبارک الذی پڑھتا ہے یہانتک کہ اسکو تمام کیا تب اس صحابی نے آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی آپ نے فرمایا یہ سورہ مانعہ ہے منجیہ اپنے پڑھنے والیکو عذاب قبر سے نجات دیتی ہے (رواہ الترمذی) جابر کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوتے نہ تھے جبتک کہ الم تنزیل و تبارک الذی بیدہ الملک تمام نہ کرلیتے تھے (رواہ الترمذی والدارمی) +

یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی۔ قرطبی کہتے ہیں اسپر سب کا اتفاق ہے ابن عباس بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ بھی مکہ میں نازل ہوئی اسکے بعد سورہ حاقہ و سورہ معارج نازل ہوئی مگر حسن بصری وغیرہ فرماتے ہیں مدینہ میں نازل ہوئی لیکن کلام کا طرز کہے دیتا ہے کہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اور یہ سورہ رحمانیات سے ہے کہ بجائے اسم ذات کے اسم رحمن اسمیں مستعمل ہے اور دیگر سورتیں کہ ان میں اسم رب کا استعمال ہے انکو ربانیات کہتے ہیں +

ربط اس سورۃ کا اس سے پہلے سورہ تحریم سے متعدد وجوہ سے ہے جو تامل کرنے سے واضح ہوسکتی ہیں۔ **ازانجملہ** یہ کہ پہلی سورۃ میں آداب و شرائط مرد و عورت کے

دکھو رہے کہ عورت کو مرد کی مخالفت نہ چاہیے اور مرد کو لازم ہے کہ اہل و عیال کو معاصی سے روکے اور انکے لئے اور کر یا انکی رضامندی کے لئے احکام الٰہی میں کوتاہی نہ کرے۔ لم تحرم ما احل اللہ۔ اس سورۃ میں لوازم و آداب خدائی مذکور ہیں وہاں ایک گھر کی ریاست مذکور تھی یہاں تمام عالم کی جہانداری مسطور ہے
ازانجملہ یہ کہ اس سورۃ میں مرد و عورت کی خانہ داری مذکور تھی اور یہ بھی کہ باوجودیکہ مرد گھر بنا تا عورت کے لئے رزق و آسائش کا سامان کرتا ہے مگر پھر بھی وہ ذرا سی خلاف طبع بات پر بگڑ بیٹھتی ہے اور مرد کو اُسکے فرائض منصبی سے ترک کرنے پر مجبور کرتی ہے اس سورۃ میں یہ بتلایا گیا کہ خدا تعالیٰ بادشاہ حقیقی ہے موت و حیات کا مالک ہے دنیا کا گھر آسمان و زمین اُسی نے بنائے اس گھر کو قندیلوں سے آراستہ کیا رزق و روزی کے سامان پیدا کئے دار آخرت کا رستہ بتانے والے ہادی بھیجے اور ہر طرح سے اسکا قبضہ و قدرت ہے مگر اسکے بندے اسکی کیا کیا نافرمانی کرتے ہیں اُسکی خدائی میں اوروں کو حصہ دار ٹھیراتے ہیں مگر وہ دنیا میں اسپر بھی کسیکے رزق کا دروازہ بند نہیں کرتا درگزر کرتا ہے۔ اسمیں بالا دستوں کو تعلیم ہے کہ زیردستوں پر رحم کیا کریں اور اپنے بالا دست کی نافرمانی سے باز آویں ورنہ ایک دوسری جہان میں جہنم کے قیدخانہ میں سزا بھگتنی پڑیگی اور اس مخالفت و نافرمانی سے اسکی بادشاہت میں کوئی بھی قصور نہیں آتا
ازانجملہ یہ کہ قرآن مجید اور تمام آسمانی کتابوں کی زیادہ توجہ ان چند مسائل کی طرف ہے۔ **اول** خدا تعالیٰ کی توحید و صفات کا مسئلہ **دوم** دار آخرت کا مسئلہ کہ وہ ایک جہان ہے جہاں جا کر برے بھلے کاموں کی جزا سزا پانی ضرور ہے **سوم** نبوت کا مسئلہ کہ اسنے دنیا میں بندوں کی رہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً حضرات انبیا علیہم السلام بھیجے ہیں **چہارم** اصلاح معاش کا مسئلہ کہ دنیا میں ایسا کرنا چاہیے منجملہ انکے حقوق زوجیت و خانہ داری کے طریقے بھی ہیں اور قرآن مجید میں کمال یہ ہے کہ ان مسائل کو مختلف عنوان اور نئے نئے اسلوب سے موٹی موٹی نظیروں اور عام محاوروں اور مشہور قصوں اور لوگوں کے مسلمہ واقعات اور ذہن میں بیٹھے ہوئے علوم و خیالات میں بیان کرجاتا ہے جس سے عالم و جاہل اپنے اپنے مذاق کے موافق لطف حاصل کرتے ہیں۔ سورۃ تحریم میں ابتدا مسئلہ معاش سے تھی اور بعد میں اور مسائل بھی ضمناً بیان ہوئے تھے اس سورۃ میں ابتدا مسئلہ مبدء حق سبحانہ کی ذات و صفات سے کی گئی۔ اور اسکے بعد اور مسائل بھی بیان کیے گئے اور معاد کے مسئلہ کا بھی ثبوت کیا گیا تاکہ اس بادشاہ حقیقی سے ڈر کر ہر کوئی مسئلہ معاش کے قوانین و دستورات کی پابندی کرے اور بھی وجوہ ہیں۔ فقال

تبارک الذی بیدہ الملک۔ بڑا بابرکت ہے وہ جسکے قبضہ میں ملک ہے۔ برکت خیر کثیر و افزائش و دوام مبارک جسمیں یہ برکت ہو۔ دنیا میں جسکے پاس مال و اولاد زیادہ ہو اسکو کہتے ہیں اسکے مال و اولاد میں برکت ہے اور جو یہ چیزیں جلد جاتی رہیں کہتے ہیں اسکے مال و اولاد میں برکت نہ ہوئی۔ اور ہر چیز اپنے موقع پر کام آوے اسمیں بھی برکت کا لفظ مستعمل ہوتا ہے فضول خرچی سے جو مال اُڑ جائے کہتے ہیں برکت نہ ہوئی یا بے موقع صرف ہو تب بھی کہتے ہیں برکت نہ ہوئی ایسی علم کی برکت عمر کی برکت ہے۔ خیر کثیر۔ اور موقع پر استعمال اور مثمر منتج ہونا اور دوام یہ چار باتیں برکت کے معنی میں ملحوظ ہیں جو شخص اس جہان زمین و آسمان کا پیدا کرنیوالا ہوا اور جسنے دنیا میں طرح طرح کی مخلوق پیدا کی ہو اور پھر ہر ایک کی روزی رزق اور انکے سامان عطا کرتا ہو اس سے زیادہ بابرکت کون ہوگا۔ قدر صرف پر بھی اسکے ہاں کمی نہیں اسلیئے لفظ تبارک فرمایا گیا جسکے معنی زیادہ برکت والا۔ الذی بیدہ الملک۔ گویا تبارک کے دعوی پر ایک واضح دلیل ہے ملک۔ عالم محسوسات آسمان و زمین بحر و شجر انسان و اشجار و احجار یعنی عالم اجسام۔ ملک جب اُسکے ہاتھ یعنی قبضہ میں ہے تو اسکی بابرکت ہونے میں کلام ہے اور اسلیئے تبارک الذی یا تبارک الرحمن نہ فرمایا ورنہ دعوی دلیل کا محتاج ہوتا عالم ملک کو جب تصور کیا جائے اور ذرہ سے لیکر آفتاب تک جو جو اسکے فیضان و انعامات کے دریا رواں ہیں اور پھر ہر روز ترکیبات نادرہ و اوضاع عجیبہ امکان سے فعلیت کے مرتبہ میں ظاہر ہو رہے ہیں انکو بھی خیال کیا جائے تو بے اختیار دل کو اسکی طرف کشش پیدا ہو اور روح پکار اٹھے کہ تو ہی تو ہی تو ہی ہے تو ہی ہے۔ عالم ملک کے لیے بلحاظ فیض رسانی لفظ تبارک

مناسب ہے جیسا کہ عالم ملکوت کیلئے (جو نفس ناطقہ سے لیکر قلم اعلیٰ تک ہے یعنی عالم ارواح) باعتبار تنزیہ و تقدیس کے جو روحانی عالم کیلئے مناسب ہے لفظ تسبیح بنایا گیا
چنانچہ سورۂ یٰسین کے اخیر میں فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیء فرمایا۔ وہاں تبارک الذی بیدہ ملکوت کل شیء نہ کہا بیدہ الملک میں اس طرف بھی ہم جا سکتا تھا کہ
موجودہ عالم اجسام پر اسکی بادشاہی ہے اس سے بڑھکر اور قدرت اسمیں نہیں اسلیئے ترقی دی گئی وہو علیٰ کل شیء قدیر کہ وہ ہر شئی پر قادر ہے ایسے ایسے اور سیکڑوں عالم پیدا
کرسکتا ہے اس عالم کو فنا کرسکتا ہے جس جا ہے تصرف کرسکتا ہے جہاں تک تمہارے فہم کو بھی رسائی نہیں وہاں تک بلکہ اس سے بھی پرے تک اسکی قدرت کا جھنڈا قائم ہے

شئے کے لفظ میں علماء نے بہت کلام کیا ہے بعض کہتے ہیں لفظ کے لحاظ سے شئی ممکن کو کہتے ہیں جس سے واجب و ممتنع خارج ہیں اسلیئے اسکو اپنی ذات پر
قادر ہونا کہ ہر خیال کرنا کہ وہ اپنے آپ کو یا اپنی صفات کو نیست کرسکتا ہے غلط خیال ہے کیسلئے کہ وہ اور اسکے صفات واجب ہیں ممکن نہیں اور ممکن نہیں تو شئی کا اطلاق
بھی ان پہ جائز نہیں اسی طرح محالات عقلیہ بھی کہ اپنے جیسا دوسرا بھی پیدا کرسکتا ہے وغیرہ قدرت کے تحت میں نہیں اسلیئے کہ انمیں مقدور ہونے کی صلاحیت ہی نہیں
اسکی قدرت میں کوئی قصور نہیں بعض کہتے ہیں شئی موجود کو کہتے ہیں جسمیں ممکن اور واجب دونوں شریک ہیں نہ ممتنع۔ پھر ان اصول پر علماء کلام نے
بہت سی تفریعات قائم کی ہیں اس سے بڑھکر اور کسکی کیا قدرت ہوگی کہ عالم وجود (جسمیں فلک و ملکوت ہیں) اور عالم عدم دونوں اسکے ہاتھ کے بنائے
ہوئے ہیں اسلیئے فرماتا ہے الذی خلق الموت والحیوۃ کہ اسنے موت یعنی عالم عدم اور حیات یعنی عالم وجود بنایا۔ یا یوں کہو اسنے اپنی برکت کا اظہار دو جملوں
میں کیا اول الذی بیدہ الملک وہو علیٰ کل شیء قدیر جس سے تمام نعمتوں کی طرف اشارہ تھا۔ دوسرا جملہ الذی خلق الموت والحیوۃ ہے۔ اسمیں عالم آخرت کی
نعمتوں کی طرف اشارہ ہے موت سے مراد دنیا کی موت اور حیات سے مراد حشر کے دن کی حیات۔ گویا ایک جملہ میں اس جہان کی بادشاہت کا
ثبوت تھا تو دوسرے میں اس جہان باقی کی بادشاہت کی طرف ایما ہے۔ پھر جو دونوں جہان کا بادشاہ ہو اس سے زیادہ کون مبارک ہے؟ اسلیئے ہر حال میں
اسکی طرف ملتجی ہونا چاہیئے۔ اس تقدیر پر موت کا مقدم کرنا اور حیات کا موخر کرنا بھی ہر ایک کی تقدیم و تاخیر ذاتی پر مبنی ہے کیسلئے کہ دنیا کی موت اول
ہوتی ہے پھر آخرت کی زندگی ہوگی۔ یا یوں کہو کہ منجملہ ظہور برکات الٰہیہ کے ایک برکت انسان کو اپنا مظہر بنا کر علم و ادراک سے مزین کرنا اور خلافت
کی کرسی پر بٹھانا ہے مگر پوری برکت یہ ہے کہ عالم باقی کیلئے نیک کاموں پر بھی اسکو آمادہ کر دینا چاہیئے اسلیئے برے کاموں سے روکنے والی اور
نیک کاموں پر آمادہ کرنیوالی چیز کو ذکر کیا کہ اسنے موت اور زندگی بنائی۔ دنیا کی زندگی مراد لیجائے تو موت کو اسلیئے مقدم کیا کہ موت کو خیال کرتا ہے
اور اس چندروزہ زندگی کو ہیچ سمجھے دوم یہ کہ اس جہان میں موت ذاتی اور حیات عارضی ہے اور ذاتی عارضی پر مقدم ہوتا ہے اور اگر موت سے مراد وہ
حالت لیجائے جو نطفہ میں تھی یعنی انسان جس وقت نطفہ تھا تو بھی موت مقدم ہے۔ حیات تو نعمت ہی ہے مگر دنیا میں موت بھی اسکے برکات کا مظہر ہے
کیسلئے کہ اگر موت نہ ہوا اول تو یہ قویٰ جسمانیہ سو دو سو برس کے بعد بلکہ اس سے پہلے بیکار ہو جاویں اور زندگی وبال ہو جاوے۔ دوم دنیا میں بہت
لوگوں کی موت اور دردمندوں کے لیے راحت ہوتی ہے سوم دار آخرت کی زندگی اس کڑوے پھل کھانے پر موقوف ہے ہر ایک کو اس پل سے گزرنا ہے
اور عالم جاودانی میں جانا اور نیک و بد اعمال کی سزا و جزا پانا ہے اسلیئے فرماتا ہے لیبلوکم ایکم احسن عملا تاکہ تمہیں آزماوے کہ کسکے اچھے عمل ہیں؟ یہ دنیا ایک
کھیت ہے جسنے نیک کاموں کا تخم بویا ہے وہ اس جہان میں اسکے عمدہ پھل پاویگا برکت حاصل کریگا۔ حسن عمل کی تفسیر بعض روایات میں یوں آئی ہے کہ احسن عقلا و اورع
عن محارم اللہ واسرع فی طاعۃ اللہ کہ عقل عمدہ پیدا کرے کیسلئے کہ تمام دینیات کا اعتبار مدار عقل پہ ہے عاقل بہت جلد عبرت حاصل کرتا ہے اور اسکے
بعد خدا کی ممنوع چیزوں سے اور ممنوع کاموں سے بچے اور اسکی اطاعت میں جلدی کرے غفلت اور آج کل میں اس عمر گرانمایہ کو نہ گزارے ؛

ایک بات قابل بحث یہ باقی ہے کہ موت زوال حیات کا نام ہے پھر اسکے پیدا کرنے کے کیا معنی؟ **جواب** (۱) موت و حیات میں مقابلہ ہے تقابل عدم وملکہ کیونکہ موت اسکے حس وحرکات کا زوال ہے کہ جسمیں اس حس و ادراک کی صلاحیت ہو اسلئے لکڑی پتھر کو مردہ یا زندہ نہیں کہتے اور عدم ملکہ عدم محض نہیں بلکہ اسمیں وجود کا شائبہ ہے اسلئے اسکا مخلوق ہونا بعید از قیاس نہیں (۲) بعض روایات سے ثابت ہے کہ عالم مثالی میں موت وحیات وجودی چیزیں ہیں موت کو اس عالم میں ابلق مینڈھے سے مشابہت ہے اور حیات کو ابلق گھوڑی سے اسلئے پھر خلق کا لفظ استعمال کرنا درست ہے لیکن بعض علماء نے خلق کو بمعنی جعل قرار دیا کہ موت اور زندگی بنائی ۔

سوال

سوال لیبلو حق سبحانہ کی نسبت کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کیونکہ اسکو ہر چیز کا علم ازلی ہے اسکو آزمائش کی ضرورت کیا ہے؟ +

علم اجمالی و تفصیلی

جواب علم کی دو قسم ہیں ایک اجمالی یعنی اشیاء کے پیدا ہونے سے پہلے دوم تفصیلی اشیاء کے پیدا ہونے کے بعد علم تفصیلی ہیں حق سبحانہ کو علم اجمالی سے کوئی زیادہ بات معلوم نہیں ہوتی دونوں یکساں انکشاف ہوتا ہے اسجگہ مراد علم تفصیلی ہے اور وہی بندوں پر الزام و اکرام کے لئے حجت و سند ہے ؛

بندوں کے اعمال دو قسم کے ہیں بد یا نیک انکے وقوع ہونے کے بعد خدا کی طرف سے دو ہی باتیں پیش آتی ہیں یا توری سزا و جزا نیک اعمال کا عمدہ بدلہ برے اعمال کی سزا جو تم یاد رکھو یا در گزر اور بخشش اسلئے اسکے بعد یہ بھی فرمادیا وہو العزیز کہ وہ زبردست ہے ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے نیک کاموں کا بدلہ بھی دیسکتا ہے برے کاموں کی سزا بھی دیسکتا ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ اسمیں پہلی بات کی طرف اشارہ ہے الغفور وہ معاف کرنیوالا بھی ہے اسمیں دوسری بات کی طرف اشارہ ہے اور نیز شایان شاہی بھی یہ دونوں وصف ہیں بادشاہ میں اگر قدرت و شوکت نہیں تو بھی اسکی بادشاہت میں نقص ہے اور اگر بخشش و عطا نہیں تو بھی اسکی سلطنت اور اسکی برکت میں کمی ہے ؛

تبارک الذی بیدہ الملک وہو علی کل شیء قدیر تک مسئلہ توحید و اثبات صفات باری کا ثبوت تھا اور الذی خلق الموت والحیوۃ پہلے مسئلہ کا تتمہ اور دوسرے مسئلہ معاد کی تمہید ہے لیبلوکم ایکم احسن عملا وہو العزیز الغفور میں مسئلہ معاد کا بیان ہے اور دونوں مسئلوں میں تقدیم و تاخیر ایک عجب لطف دے رہی ہے کیونکہ انسان جب تک خدا کا اور اسکے صفات شاہنشاہی وغیرہ کا قائل نہ ہوگا مرنے کے بعد یا دنیا میں نیک و بد کاموں کی سزا و جزا کا بھی قائل نہیں ہوسکتا اور یہی عقیدہ انسان کو راستی نیکوکاری بر و احسان کی طرف محرک اور بری باتوں سے مانع ہے چونکہ مسئلہ توحید ایک ایسے بیان سے ثابت کیا کہ جسکو عقول عالیہ بخوبی سمجھ سکتی ہیں مگر عقول سافلہ و متوسطہ بغیر کسی نظیر و شاہد کے جو اسکی شاہنشاہی اور قدرت کاملہ کی واضح دلیل ہو اچھی طرح سے نہیں سمجھ سکتی تھی اور سمجھانا ہر فریق کا مقصود تھا اسلئے اسکے بعد شواہد و دلائل پیش کرتا ہے۔ فقال الذی خلق سبع سموات طباقا وہ کہ جسنے اوپر تلے سات آسمان بنائے۔ عالم ملک میں آسمانوں اور انکے ستاروں سے بڑھکر کوئی بڑی چیز نہیں۔ آفتاب ماہتاب زحل مشتری مریخ زہرہ عطارد اس قدر بڑے جسام ہیں کہ زمین سے لاکھوں اور ہزاروں حصے زیادہ ہیں پھر انمیں نور اور عجائبات رکھے ہوئے ہیں جنکے آگے زمین کے عجائب و مخلوقات کی کچھ بھی حقیقت نہیں ان ساتوں کے سوا جو ایک کے اوپر دوسرا ہے اور سیکڑوں ثوابت اور بعض ستارے ہیں جو زمین سے کروڑوں حصے بڑھکر ہیں یہ کسنے بنائے ؟ یہ از خود نہیں بنگئے کیونکہ اجرام علویہ کا مادہ یکساں ہے اور ہر ایک کا مقتضی طبعی برابر ہے پھر ان کو اوپر تلے اور بڑا چھوٹا کسنے کردیا از خود ہوتے تو یکساں ہوتے طباقا کے لفظ میں اسی طرف اشارہ ہے جب ان ستاروں کی یہ کیفیت ہے تو ان آسمانوں کی وسعت کا کیا ٹھکانا ہے جنمیں یہ ہیں اور حرکت کرتے پھرتے ہیں ؛

حال کا فلسفہ سات آسمانوں کا قائل نہیں وہ ان بلند سات ستاروں کو سبع سماوات کا مصداق سمجھتے ہیں۔ مگر توریت سفر الخلیقہ کے اول باب اور دیگر مقامات پر بھی آسمانوں کا بنانا مذکور ہے پاک کتابیں اور کلام حکیم سب اسکی شہادت دے رہے ہیں ۔

ان ستاروں کی ایسی تیز حرکت کہ منٹوں میں سیکڑوں کوسوں کا فاصلہ طے کر جاتے ہیں پھر باہم ٹکراتے نہیں پاتے ہر ایک اپنے مدار پر دورہ کر رہا ہے۔ ایسی بادشاہ ذوالجلال قادر کا کام ہے نہ طبائع اجرام علویہ کا نہ کسی اور کا۔ پھر انکی شعاعوں سے جو کچھ تاثیرات زمین پر ہوتے ہیں وہ بھی قابل غور ہیں ۔

اسکے بعد دوسرا اشارہ اس محکم عمارت کی استواری سے فرماتا ہے ما تریٰ فی خلق الرحمٰن من تفاوت اے نظر کرنیوالے تو رحمٰن کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں ذرا برابر بکستر بادشاہ اور سقادہ کے کوئی فرق نہیں دیکھیگا۔ قدرت نے اپنی کاریگری میں کہیں فرق نہیں کیا ہر چیز میں انسان سے لیکر حیوانات نباتات تمام اجرام علویہ سبع سماوات اور نیرات تک یکساں کاریگری کی ہے یہ نہیں کہ بعض اشیاء کو حکمت و ترتیب سے بنایا اور بعض کو یوں ہی کیف ما اتفق بے سوچے سمجھے یا بیکار و فضول بنا دیا ہے۔ صرف انسان کے اعضاء کا تناسب و حسن ترتیب عقل کو حیرت میں ڈالنے والی چیز ہے کسی درخت کے پتے یا پھول کو ہاتھ میں لیکر دیکھیے گا تو آپ بول اٹھئے گا کہ سبحان تیری صنعت۔ یہ ہیں ما تریٰ فی خلق الرحمٰن من تفاوت کے معنی۔ یہ مراد نہیں کہ مخلوقات میں باعتبار انکی جسامت اور رنگت و تاثیر کے کوئی فرق نہیں کیونکہ اگر ایسا ہو تو شبہ ہو جاوے کہ یہ طبیعت اجسام کا یکساں فعل ہے اور نیز کارخانۂ دنیا میں انتظام نہ رہے۔ فارجع البصر ہل تریٰ من فطور۔ اگر ایکبار دیکھنے میں شبہ باقی رہجائے تو پھر دیکھ تجھکو کوئی اسکی صنعت میں فطور بھی دکھائی دیتا ہے؟ ہرگز نہیں فطور فطر کی جمع ہے اور فطر کے معنی دراز یا دراڑ کے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں اسکے معنی خلل کے ہیں ابن عباس سے بھی ایسا ہی کچھ منقول ہے۔ سدی کہتے ہیں فطور کے معنی خروق ہیں شگاف کے لحاظ سے یہ دیکھنا آسمانوں اور ستاروں کے لیے زیادہ چسپاں ہیں ۔

سوال احادیث صحیحہ و آیات قرآنیہ سے آسمانوں میں دروازے ثابت ہیں ابواب السماء کا لفظ آیا ہے پھر فطور تو پایا گیا ۔

جواب کسی چھت یا مکان مرتفع میں کھڑکی یا دروازہ جو ہوتا ہے تو کاریگر کے ارادہ اور صنعت سے ہوتا ہے اسکو فطور نہیں کہتے۔ فطور دراڑ یا درز جو کاریگر کی صنعت میں قصور ہونے سے اسکے ارادے بغیر ہو جاوے یہی اس عمارت کا نقص ہے۔ اسکے بعد بھی اگر شبہ رہجاوے تو ثم ارجع البصر کرتین پھر دوبارہ نگاہ کر ۔

سوال نگاہ دوبارہ ہو گی بلکہ تیسری بار کیلیے کہ دو بار اس سے پہلے نظر کر چکا پھر کرتین کا لفظ کیونکر صحیح ہوگا جو کرۃ بمعنی بار کا تثنیہ ہے ۔

جواب تثنیہ سے مراد کثرت ہے جسکے معنی ہونگے بار بار دیکھ یعنی کئی بار نظر کر کہ شبہ نہ رہے اور عرب کی زبان میں تثنیہ کثرت کیلیے بھی مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ لبیک و سعدیک حنانیک وہاں ذیک ینقلب الیک البصر خاسئا و ہو حسیر کوئی عیب و خلل دکھائی نہ دیگا بلکہ نگاہ دیکھتے دیکھتے تھک جائیگی۔ پھر آئیگی تیری طرف تیری نگاہ خیرہ اور ماندہ ہو کر۔ خاسئا مبعدا من قولک خسات الکلب اذا باعدتہ۔ مبرد کہتے ہیں خاسئی کے معنی ہیں ذوکار اہو الذلیل ابن عباسؓ کہتے ہیں خاسئی وہ ہے جو اپنے مقصود کو نہ دیکھے (حسیر) یہ حسر العین بعد المرئی سے مفعول بھی ہو سکتا ہے اور سو رتمان کے معنی سے فاعل بھی ہو سکتا ہے۔ بہت دیر تک جب کسی چیز کو دیکھا جاتا ہے تو آنکھیں پتھرا جاتی ہیں اور اندھیرا سا ہو جاتا ہے نگاہ جو اس شئے پر تھی ایسی حالت میں وہاں سے لوٹ آتی اور چوندھیا جاتی ہے ۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاۤءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝

اور ہمنے قریب کے آسمان کو قندیلوں سے آراستہ کیا اور ہمنے تاروں کو شیاطین پر پھینک مارنے کو بنایا اور انکے لیے آتشی عذاب تیار کر رکھا ہے ؎

الدنیا من الدنو بمعنی القرب ہے صفۃ للسماء ای القربی الی الارض من بقیۃ سمٰوٰت (**ترکیب**) وقیل التی یراہا الناس مصابیح جمع مصباح ای بہا الکواکب الا انہا تضئ کاضاءۃ السراج ففی الکلام استعارۃ تصریحیۃ لان حقیقۃ المصابیح السرج والباء متعلق بزینا جعلنا عطف علی زینا رجوما مفعول ثان جعلنا والرجوم جمع رجم بالفتح وہو مصدر یراد بہ المرجوم والضمیر المنصوب فی جعلناہا الی المصابیح واللام فی للشیاطین تتعلق بجعلنا وقیل برجوما واعتدنا عطف علی زینا السعیر قال المبرد سعرت النار فہی مسعورۃ وسعیر کقولک مقتولۃ وقتیل ؎

تیسرا شاہد ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح کہ ہمنے نیچے کے آسمان کو (یعنی (**تفسیر**) ساتوں آسمانوں میں جو سب سے نیچے ہے اور جو ہمکو دکھائی دیتا ہے) ستاروں کے چراغوں سے رونق دی جب رات کو دیکھتے ہیں تو ہزاروں قندیلیں نظر آتی ہیں آسمان پر جگمگاتے دکھائی دیتی ہے۔ اہل ہیئت نے ثابت کیا ہے کہ وہ تارے جو از خود حرکت نہیں کرتے انکو ثوابت کہتے ہیں آٹھویں آسمان پر ہیں اور سات ستارے چاند سورج زحل عطارد مریخ زہرہ مشتری جو حرکت خود بھی کرتے ہیں ان میں سے صرف چاند تو اول آسمان پر ہے جسکو سب سے نیچے کا آسمان اور السماء الدنیا کہتے ہیں باقی اوپر کے آسمانوں میں ہیں۔ مگر آسمان صاف و شفاف ہیں اسلیئے اوپر کے آسمانوں کے ستارے اور ثوابت بھی اسی آسمان پر دکھائی دیتے ہیں جس طرح پانچ چھ آئینے اوپر تلے دھرے ہوں اور اوپر کے آئینوں میں نقش و نگار ہوں وہ سب نیچے کے آئینے میں معلوم ہوتے ہیں ؎

اب غور کرو کہ ان ثوابت و سیارات کا ایسا طلوع و غروب اور ایسے مواقع پر ہونا بھی اس حکیم و قادر کا فعل ہے جسنے انہیں روشنی عطا کی۔ نئی ہیئت والوں کے نزدیک یہ ثوابت و سیارات ابعاد مختلفہ پر دورہ کرتے ہیں اور جو بہت چھوٹے دکھائی دیتے ہیں وہ بہت دور ہیں گو فی نفسہ وہ زمین سے سیکڑوں حصے بڑے ہیں اور بعض ایسے دور ہیں کہ دکھائی ہی نہیں دیتے اور یہ فضاء جسمیں دورہ کرتے ہیں آسمان ہے اور ہر ستارے کے لحاظ سے فضاء کی وسعت ہے ستارے مشہور ہمیشہ سے سات ہیں اسلیئے ان ساتوں فضاء کو سبع سماوات کہتے ہیں گو حال میں اور بھی ستارے ثابت ہوئے ہیں انکے نزدیک بھی اس فضا کا شب میں مختلف قندیلوں سے مزین نظر آنا بہت قوی دلیل آثار قدرت و حکمت پر ہے۔ **چوتھا شاہد** وجعلناہا رجوما للشیاطین کہ ہمنے تاروں کو شیاطین کے پھینک مارنے کیلئے بھی بنا رکھا ہے احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ شیاطین اسرار آسمانی سننے کیلئے اوپر چڑھا کرتے ہیں فرشتے انکو ان انگاروں سے مارتے ہیں رات کو جو تارہ ٹوٹتا ہوا معلوم ہوتا ہے وہ یہی رجوم ہیں سورۂ صافات میں بھی آیا ہے انا زینا السماء الدنیا بزینۃ الکواکب وحفظا من کل شیطان مارد لا یسمعون الی الملاء الاعلیٰ ویقذفون من کل جانب دحورا ولہم عذاب واصب الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شہاب ثاقب۔ جعلناہا کی ضمیر جنس مصابیح کی طرف راجع ہے عین مصابیح کی طرف نہیں کیونکہ شیاطین پر وہ ستارے نہیں پھینکے جاتے جو آسمان پر ہیں (ابن کثیر) لفظ مصابیح یا کواکب یا نجوم ان ستاروں پر بھی مستعمل ہوتا ہے جو آسمان پر ہیں اور ان ادخنہ پر بھی جو رات کو ٹوٹتے ہیں یہ جنس ہی ہے جسکے بعض افراد زینت کا کام دیتے ہیں اور بعض سے شیاطین مارے جاتے ہیں یہ نہیں کہ وہ خاص ستارے جو آسمانوں پر ہیں شیاطین پر پھینکے جاتے ہیں زمین سے جو ادخنہ اٹھکر اوپر جاتے ہیں اور کرۂ نار کے قریب پہنچتے ہیں تو ان میں آگ لگجاتی ہے اور وہ جلتے ہوئے انار سے چھوٹتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں گو علت یہ ہو مگر اس سے کام یہ لیا جاتا ہے کہ وہ شیاطین پر پھینکے جاتے ہیں حال کی تحقیقات سے وہ ستارے اور دیگر چھوٹنے والے تارے ادخنہ ثابت نہیں ہوئے بلکہ وہ بھی ایک خاص تارے اور خاص مادے ہیں اور لوگوں نے بھی بارہا مشاہدہ کیا ہے کہ جب کبھی یہ تارے ٹوٹتے ہیں تو سیدھے زمین کی طرف نہیں آتے۔ انکا گرنا طبعی تھا بلکہ ادھر اُدھر ایسے جاتے ہیں جیسا کسی نے پھینک کر مارا ہو۔ شیاطین کا وجود اور اسرار سماوات کے لیے اوپر جانا کئی بار ہم ثابت کر چکے ہیں مقدمہ دیکھو۔ یہ شیاطین کی دنیا میں سزا ہے آخرت میں انکے لیے جہنم کا عذاب ہے۔ یہ شاہد بھی اسکی شاہنشاہی پر دال ہے کہ مفسدوں کے لیے کیسے توپ گولے تیار کر رکھے ہیں ؎

وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ○ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ ○ تَكَادُ

اور اپنے رب کے منکروں کو جہنم کا عذاب ہے۔ اور برا ٹھکانا ہے۔ جب اسمیں ڈالے جاوینگے تو اسکی شور کی آواز سنیں گے اور وہ ابلتی ہوگی۔ جوش کے

تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ○ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ

مارے پھٹی پڑتی ہوگی۔ جب اسمیں ایک گروہ ڈالا جاویگا تو انسے اسکے داروغہ پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی نذیر نہیں آیا تھا۔ وہ کہیں گے ہاں بیشک ہمارے پاس نذیر آیا تھا۔

فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ○ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ

پھر ہم نے جھٹلا دیا اور کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ بھی نہیں بھیجا۔ تم خود بڑی گمراہی میں پڑے ہو۔ اور فرشتوں سے کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے

مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ○ فَاعْتَرَفُوا بِذَنْبِهِمْ فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ○

تو آج یہ دوزخیوں میں ہوتے۔ پھر وہ اپنے گناہ کا اقرار کریں گے۔ سو پھٹکار ہے دوزخیوں کو۔

(**ترکیب**) عذاب جہنم مبتداء وللذین کفروا خبرہ مقدم وقری عذاب بالنصب علی انہ عطف علی عذاب السعیر وللذین علی لہم شہیقا منصوب علی انہ مفعول سمعوا لہا ای فی محل النصب علی الحال ای کائنا لہا وہی تفور الجملۃ حال من الضمیر فی فیہا تکاد الجملۃ اما حال من فاعل تفور وخبرہا کلما القی استیناف سوق لبیان حال اہلہا بعد بیان حال نفسہا وقیل حال من ضمیرہا بلی کان یکفی فی الجواب ولکن جاؤا باجابۃ الجواب بہا مبالغۃ فی الاعتراف قد جاءنا فسحقا قری بضم الحاء باسکان الحاء وقری بضمہا ونعت ان مثل الرعب منصوب۔ قال الزجاج وابو علی الفارسی منصوب علی المصدر ای سحقہم اللہ سحقا وکان القیاس اسحاقا فجاء المصدر علی الحذف والسحق البعد۔

ان شواہد کے بعد پھر مسئلہ معاد کو شروع کرتا ہے اور اسکے لیے مناسبت یہ تھی (**تفسیر**) کہ شیاطین کیلیے عذاب السعیر تیار کرنا فرمایا تھا اس مناسبت سے شیاطین کے سوا اور جس قدر کفار و مشرکین ہیں انکا بھی انجام کا بیان فرماتا ہے فقال وللذین کفروا بربہم عذاب جہنم کہ انکے لیے جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا جہنم کا عذاب ہے جو بری جگہ ہے۔ رب کا لفظ مربی اور محسن کے معنی ہی پھر جو اپنے مربی محسن کا انکار کرے اسکے لیے عذاب جہنم ہو تو کیا ہوا اس لفظ نے عجب لطف پیدا کر دیا انکار کرنا ایک تو یہی معمولی انکار ہے کہ اسکے رسول کو نہیں مانا یا اسکے احکام کو نہ مانا یا صفات توحید و تنزیہ کے خلاف اعتقاد کیا۔ انھیں باتوں کے مرتکب کو کافر کہا جاتا ہے شرک بھی اسی میں آگیا۔ دوسرا سرے سے اسکی ذات کا انکار کرنا کہ خدا تعالیٰ ہی نہیں جیسا کہ دہریہ کہتے ہیں۔ یہ سب لوگ کافر سمجھے جاتے ہیں۔ اور اسکی نعمتوں کی ناشکری اور کلمہ گزاری بھی ایک قسم کا کفر یا کفران ہے ایسے لوگوں کے لیے بھی عذاب جہنم ہے گو ابدی نہو۔

اسکے بعد اذا القوا سے لیکر فسحقا لاصحاب السعیر تک جہنم اور جہنمیوں کے کچھ حالات خوفناک بیان فرماتا ہے (۱) کہ جب یہ کفار اسمیں ڈالے جاوینگے تو بجائے خیر مقدم و مرحبا و اہلاً و سہلاً کے جہنم کی آوازیں سنیں گے جو اسکے جوش سے نکلتی ہونگی جب آگ زیادہ گرم اور تیز ہوتی ہے تو اسکے شعلوں میں سے ایک مہیب صدا آیا کرتی ہے اسی طرح جہنم کی آواز ہوگی وہ تنور جب زیادہ گرم ہوگا جسکو جوش اور غصہ کرنے اور غصے سے پھٹے پڑنے کو استعارۃً تعبیر کیا ہے تو اسکی دور دراز سے ہیبتناک آوازیں آئینگی العیاذ باللہ (۲) کلما جب جہنم میں ایک گروہ داخل ہوگا تو انسے جہنم کے داروغہ یعنی فرشتے پوچھیں گے کہ کیا دنیا میں تمہارے پاس کوئی نذیر ڈرانیوالا نہیں آیا جو تمکو اس گمراہی سے نہیں روکتا جسکے سبب آج اس بلا میں گرفتار ہو؟ (نذیر خدا کا رسول اور اسکی کتاب یا اسکے نائب علماء و واعظین۔ اور جہاں کہیں یہ نہ آویں تو وہاں احکام شرعیہ پر مواخذہ نہیں وہاں نذیر عقل و فکر اور آیات قدرت میں غور و فکر ہی نذیر ہے جو خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا حکم دیتا ہے وہاں صرف توحید ہی کافی ہے۔ اور عمر کا تبدل حوادث دہر موت اقران و امثال بھی خدا کا نذیر ہے جو بندہ کو خواب غفلت سے بیدار کر کے عالم جاودانی کی طرف

متوجہ کرتا ہے۔ مگر یہ ظلمات شہوات کے ایسے گراں تودوں میں دبا ہوا ہے کہ سر بھی نہیں اُٹھا سکتا) کفار فرشتوں کے جواب میں کہیں گے بلی کیوں نہیں۔
قد جاءنا نذیر۔ بیشک ہمارے پاس نذیر آیا فکذبنا لیکن ہمنے جھٹلا دیا ◆

ف ہر نذیر کی تکذیب اسی کے موافق ہے۔ رسول اور کتابوں کی تکذیب ان کو نہ ماننا یا انکے احکام و ہدایات کو قبول نکرنا جیسا کہ کفار کرتے تھے اور ہا ہے دنیا میں جو ہادی اصلاح کرنے آیا لوگوں نے پھولوں کی جگہہ انکی راہ میں کانٹے بھی ڈالے یا حسرۃ علی العباد ما یاتیہم من رسول الا کانوا بہ یستہزؤن۔ یا انکے نائبوں حضرات علماء کرام کی تکذیب انکو نہ ماننا انسے تمسخر کرنا انکی عیب جوئی کرنا انپر بہتان لگا کر انکے اعتبار میں فرق ڈالنا وغیرہ۔ نذیر عقل کی تکذیب آیات الٰہیہ و حوادث دہر میں غور و تدبر نکرنا اور توحید و خداپرستی پر نہ چلنا رسوم و شہوات میں پڑا رہنا بت پرستی بدکاری باز نہ آنا۔ عمر کے تبدل موت اقران و انقلابات دہر کے نذیر کی تکذیب عبرت نکرنا عالم جاودانی سے غافل رہنا اس حسنی اور فانی جہان کی حیرانی مفتون ہونا ہے۔ ہائے افسوس اس نذیر کو ہم کس طرح جھٹلا رہے ہیں بیماری یا مصیبت خدا تعالیٰ کا ایک نذیر آیا تھا اسکے بعد پھر ہم انھیں ظلمات میں مبتلا ہو گئے اقارب و احباب سامنے مرتے ہیں یہ بھی ایک نذیر ہے جو ہمیں پکار پکار کر کہہ رہا ہے ؎ تمھیں ہی چلنی عدم کی منزل کہ جسمیں کچھ کا قدم قدم ہے نسیم جاگو کمر کو باندھو اُٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے ۔ مگر ہم سمجھے ہوئے ہیں کہ یہی مرگئے اور دنیا میں انھیں کا نام و نشان مٹ گیا بھلا ہم کب مرنے والے ہیں ◆

وقلنا کفار کہیں گے ہمنے صرف جھٹلایا ہی نہیں بلکہ یہ بھی کہدیا۔ ما نزل اللہ من شیء کہ خدا نے کوئی چیز بھی نازل نہیں کی نہ کتاب بھیجی نہ احکام نہ حوادث و مصائب یہ تو فلاں سبب سے ہوا موت یوں آئی افلاس یوں آگیا تھا اقبال اسلیئے جاتا رہا تھا بیماری اس وجہ سے ہوگئی تھی یہ امور اسباب پر مبنی تھے خدا نے کیا کیا؟ ان انتم الا فی ضلال کبیر۔ ای جو تم نذیر کہلاتے ہو بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو خدا نے کتاب بھیجی رسول بھیجا احکام بھیجے اسکو کیا پڑی تھی جو وہ ایسا کرتا؟ گناہوں سے مصیبت آئی و با زناسے بھیجی قحط بھیجا بیماری بھیجی اسنے کچھ نہیں بھیجا یہ پرانے خیالات اور جہالت کی باتیں ہیں اول تو خدا ہی کہاں ہے اور ہے بھی تو وہ اس عالم میں کر کیا سکتا ہے؟ یہانتک کفار کی گفتگو تھی جو دوزخ میں فرشتوں سے بطور اقرار جرم کرینگے ◆

ف گرچہ نذیر واحد ہے مگر ایک نذیر کا بھی وہی مقصد ہے جو دوسرے کا تھا اسلیئے انتم جمع کے لفظ سے سب کا انکار تھا ◆

ف بعض مفسرین کہتے ہیں یہ جملہ ان انتم الا فی ضلال کبیر دوزخ کے فرشتوں کا ہوگا کفار کی تقریر سنکر کہ ای بدنصیبو تم بڑے گمراہی میں تھے یا اب بڑی مصیبت میں ہو مصیبت و عذاب جو ضلالت کے سبب آیا۔ ہر اسپر بھی ضلال کا لفظ مجازاً محاورہ عرب میں مستعمل ہوتا ہے۔ لیکن اول قول قوی ہے ◆

اسکے بعد فرشتے کہیں گے کیا تمنے کسی ناصح کی بات نہ سنی یا تمکو خود عقل نہ تھی جو خدا کے نذیروں کو جھٹلایا جسکے سبب اس بلا میں پڑے تب کفار کہیں گے۔ وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر۔ کہ اگر ہم کسی ناصح کی بات سنتے یا خود عقل کرتے تو آج کاہیکو دوزخیوں میں ہوتے ◆

ف انسان کی فلاح کے دو ہی طریق ہیں۔ اول اور آسان یہ کہ کسی ناصح اور ہادی کی بات سنکر مان لے یہ **تقلید** کا مرتبہ ہے اسلیئے اسکو مقدم کیا۔ دوم یہ کہ خود عقل سلیم سے غور و تدبر کرے یہ **اجتہاد** کا مرتبہ ہے پھر جسکو دونوں باتیں نصیب نہوں تو اسکے برباد ہونے میں کیا شک ہے؟ ◆

ف کفار دنیا میں سنتے تھے عقل بھی رکھتے تھے ہزاروں ایجاد و اختراع کرتے تھے مگر آخرت کے بارے میں یہ دونوں باتیں نہ تھیں گم یا بہرے اور بے عقل تھے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاعترفوا بذنبہم فسحقا لاصحاب السعیر۔ کہ قیامت میں یا جہنم میں اپنے جرم کا اقرار کیا سو پھٹکار اور لعنت ہے دوزخیوں پر۔ دوزخ میں جا کر اقرار کیا پھر اسکا کیا فائدہ؟ دنیا میں کرتے تو لعنت کے بدلے رحمت ہوتی ◆

فوائد

ف۱ ان آیات میں مسئلہ معاد کی نہایت پُر اثر واقعات کے بیان میں تصویر کھینچی بالخصوص معاد کے متعلق ایک گروہ اشقیا کا حال اور اُسکے ٹھکانے کی ہیبت ناک کیفیت بیان فرمائی اور جس سے اُسکی پوری توضیح کردی کہ وہ جگہ ایسی ہے کہ آگ کے شعلوں میں سے ہیبت ناک آوازیں نکلتی ہونگی اور جہنم غصہ کی ماری پھٹی پڑتی ہوگی اور وہاں دوزخ کے فرشتے جہنمیوں سے سوال کرینگے کہ کیا دنیا میں تمہارے پاس کوئی رسول نہیں آیا جو تمکو اس مصیبت سے بچنے کی راہ بتاتا اس ضمن میں مسئلہ نبوت کی بھی تصریح کردی کہ دنیا میں اسی کام کے لئے آتے ہیں جو انکو نہیں مانتا اسکو یہ عذاب الیم ہمیشہ کیلئے بھگتنا پڑتا ہے اور یوں حسرت و افسوس سے اپنے ہاتھ کاٹتے اور دانت پیستے پڑے ہیں نبی کی تصدیق اطاعت کیلئے اس سے بڑھکر مخاطبین کے واسطے اور کوئی بیان پُر اثر نہیں ہو سکتا۔ کلام میں ان مقاصد کو ملحوظ رکھنا اور دلکش عبارت میں بیان کرنا اعجاز ہے ۰

ف۲ شروع سورۃ میں بیان کیا گیا تھا کہ اسکے قبضے میں ملک ہے یعنی وہی بادشاہ حقیقی ہے پھر جس طرح لوازم سلطنت میں سے قدرت کاملہ اور حیات و ممات پر قبضہ سات آسمانوں کا گھر بنانا اور کس خوبی سے بنانا اور پھر اسکو تاروں کی قندیلوں سے روشن کرنا اور اس کاخ کے چوروں کو تاروں سے مار کر ہانکنا بیان فرمایا تھا جسمیں سراسر رحمت و برکت کا اظہار تھا اسی طرح شیاطین اور انکے بعد بنی آدم کے کفار و منکرین کا جہنم کے قید خانے میں ڈالنا بیان فرما کر جو سراسر جبروت و اقتدار شاہانہ کی دلیل ہے اسکے بعد فرمانبرداروں کے اعزاز و اکرام بیان فرماویگا بقولہ ان الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ الخ اس تمام بیان سے بہت سے مذاہب اور عقائد فاسدہ کی اصلاح ورد ہے۔ کیونکہ جو لوگ دنیا میں خدا کے سوا کسی اور کو پوجتے ہیں یا اسکی خدائی حصے دار ٹھیراتے ہیں جیسا کہ عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو اسکا بیٹا اور خدائی کمیٹی کا تیسرا رکن قرار دیتے ہیں اور جس طرح کہ ہنود اپنے اوتاروں کو خدا اور قادر مطلق سمجھتے ہیں یا بعض لوگ ملائکہ و دیگر ارواح طیبات کو اس رتبے پر مانتے ہیں انکا ملک میں کونسا حصہ ہے؟۔ کسنے آسمان و زمین بنانے میں مدد کی ہے اور کس کا موت و حیات پر قبضہ ہے اور کون قادر مطلق ہے؟۔ انکے یہ آلہ دنیا میں بہت باتوں میں عاجز تھے اور اسی طرح آخرت میں کسی کا کیا حصہ ہے کون اسکے قید خانے سے زبردستی چھڑا سکتا ہے کون وہاں انعام و اکرام دیسکتا ہے؟۔ یہ سب دلائل و براہین توحید خالص کیلئے ایسے ہیں کہ جنمیں کسیکو بھی مجال دم زدن نہیں اور اسی طرح جو لوگ کواکب نیرات کی پرستش کرتے ہیں اور انکی تاثیر سے سعادت و نحوست موت و حیات سمجھتے ہیں جیسا کہ مجوس و فرقہ صابیہ انکی بھی کمال تسلی ہے کہ ستارے معبود ہمارے بنائے ہوئے سخر ہیں وہ کیا کر سکتے ہیں؟۔ الغرض مسئلہ معاد و نبوت میں بھی اُلٹ پھیر کر پھر مسئلہ توحید کو ثابت کر دیا اور نیز دنیا کے مغرور و متکبروں کو بھی سمجھا دیا کہ تم اپنی شاہی اور حکومت پر ناز کرکے ہم سے سرکشی نکرو تمہاری بادشاہی ہمارے مقابلہ میں کیا چیز ہے تمکو قدرت کیا ہے تم موت و حیات کے کیا مالک ہو تمنے آسمان ستارے کہاں بنائے ہیں علویات پر تمہاری کیا حکومت ہے؟ لہذا ہماری طرف رجوع کرو سر نیاز جھکاؤ ورنہ جہنم کا قید خانہ تیار ہے ؞

ف۳ مسلمانوں کا فرقہ مرجیہ کہتا ہے کہ للذین کفروا کی تخصیص سے ثابت ہوتا ہے کہ جہنم میں کفار ہی جاوینگے مومن نہ جاوینگے خواہ وہ کیسے ہی گنہگار کیوں نہوں ایمان کے بعد کوئی عمل بد جہنم میں نہیں لیجا سکتا۔ یہ عیسائیوں کے عقیدے کے قریب ہے لیکن یہ خیال غلط ہے کیونکہ کفروا کا لفظ بڑا وسیع ہے کفار شرعی کو بھی شامل ہے اور جو ایماندار ہو کر اسکی ناشکری کرتے ہیں انکو بھی گو انکو ابدی جہنم نہوگا ایمان کی بدولت۔ اور نیز دیگر آیات و احادیث میں تصریح ہے کہ ایماندار گنہگاروں کو بھی بقدر گناہ عذاب ہے لیکن عذاب دائمی نہیں اور یہ مسئلہ علم کلام میں نہایت صراحت سے مذکور ہے جو چاہے وہاں دیکھے ۰

لہ حضرت مسیح علیہ السلام بقول نصاریٰ یہود کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے سولی پر لٹکائے گئے وہاں بہت روئے پیٹے کہ اے خدا مجھے چھوڑا اور کچھ نہ کر سکے پھر ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے کھانا کھاتے سوتے جاگتے تھے الغرض تمام خصائص بشریہ میں شریک ہوئے تھے جو حدوث کے آثار ہیں اسی طرح ہنود کے اوتار اور جمیع مذاہب کے معبودوں کا حال ہے خواہ علویات میں سے ہوں خواہ سفلیات میں سے بتوں میں تراشے ہوئے جاندی سونے کے بت ہوں یا ارواح طیبات و ملائکہ ہوں سب مخلوق ہیں صفت الوہیت میں کسی کو بھی حصہ نہیں ۱۲ منہ

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ○ وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ

وہ جو اپنے رب سے غائبانہ ڈرتے ہیں ان کو بخشش اور بڑا اجر ہے۔ اور تم اپنی بات چھپاؤ یا اسکو ظاہر کرو۔ وہ تو دلوں کی بات

الصُّدُورِ ○ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ○ ۶

جانتا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا جسنے پیدا کیا۔ اور وہ جو ہے تو لطیف خبردار ہے ؛

ترکیب

الذین موصول یخشون الجملۃ صلۃ بالغیب متعلق بخشون ویمکن ان یکون حالا من ضمیر یخشون اے غائبین مغفرۃ مبتدا و اجر کبیر معطوف علیہ لہم خبر مقدم والجملۃ خبر ان والموصول والصلۃ اسمہا۔ واسروا الخ جملۃ مستانفۃ مسوقۃ لبیان تساوی الاسرار والجہر بالنسبۃ الی علم اللہ تعالیٰ انہ الجملۃ تعلیل وتقریر لما قبلہا۔ من خلق من فی موضع رفع فاعل یعلم والمفعول محذوف اے الا یعلم الخالق خلقہ وقیل الفاعل مضمر ومن مفعول لہ اے الا یعلم اللہ المخلوق الذی خلقہ وہو اللطیف الخبیر حال من فاعل یعلم ؛

تفسیر

مسئلہ معاد کی بابت گروہ اشقیا کا حال بیان فرماتا ہے فقال ان الذین یخشون ربہم بالغیب۔ کہ وہ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں غیب میں یعنی دنیا میں کہ یہاں آخرت کا عذاب و ثواب انکی آنکھوں سے غائب ہے محض مخبر صادق علیہ السلام کے کہنے پر ایمان لاکر آیندہ آنے والی مصیبتوں سے ڈرتے اور خدا کی نافرمانیوں سے بچتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ لوگوں کے سامنے تو ہر ایک پرہیزگاری جتلایا کرتا ہے مگر انکے غیب میں یعنی خلوت میں اللہ سے ڈرنے والے ہی دراصل پرہیزگار ہیں ۵ واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند ؛ چون بخلوت می روند آن کار دیگر میکنند ؛ خدا سے ڈرنا دراصل پوشیدگی ہی میں ڈرنا ہے اسکے یہ معنی نہیں کہ پوشیدگی میں تو خدا سے ڈرے اور ظاہر میں نہ ڈرے رند و فاسق بنا رہے لہم مغفرۃ واجر کبیر انکے لیے معافی اور بڑا اجر ہے۔ اگر بشریت سے انسے کوئی گناہ سرزد بھی ہوا جسپر بعد میں اظہار ندامت کیا گیا تو انکے لیے مغفرت ہی اور اجر ہے یعنی بدلہ جو روحانی اور جسمانی جنت اور وہاں کے نعیم کو شامل ہے اور وہ بھی کیسا؟ اجر کبیر یعنی بڑا بے تعداد ہمیشہ کے لیے ؛

ف مقابلہ پہلے گروہ کا یہ چاہتا تھا کہ ان الذین یشکرون ربہم کہتے جیسا کہ اشقیا کے بارہ میں فرمایا تھا ان الذین یکفرون ربہم کیونکہ کفر کا مقابلہ شکر ہی نہ ڈرنا۔ اسکی کیا وجہ کہ یخشون کہا یشکرون نہ کہا؟ **جواب** شکر منعم کی نعمت کا اظہار و تعریف یا اسکا بدلہ دینا زبان سے خواہ ہاتھ پاؤں سے خواہ دل سے۔ اور سورہ کا سیاق اظہار شان شاہنشاہی ہے کہ وہ ایسا اور ایسا شاہنشاہ حقیقی ہے اسکے لیے ڈرنا اور عجز و نیاز سے پیش آنا ہی مناسب ہے اور جو خدا سے ڈریگا وہ شکرگزاری تو بدرجہ اولیٰ کریگا شکرگزاری عبودیت و محکومیت نہیں ثابت کرتی جیسا کہ ڈرنا اور کانپنا ثابت کرتا ہے شکرگزاری برابر والا بھی اپنے مساوی درجہ کے محسن کی کرسکتا ہے اور اس جگہ عجز و نیاز زیادہ مرغوب ہے جو خشیت میں کھا ہوا ہے شکرگزاری بھی علاحدہ چیز ہے مگر ہر ایک بات کا ایک محل ہے یہاں وہ نا ہی مناسب مقام ہے پھر فرمایا تھا کہ غائبانہ اس سے ڈرنا چاہیے کسلیے کہ ظاہرداری اور اطاعت ایسی شخص کی جو مخفی امور اور دلی اسرار پر واقف ہو کچھ مفید نہیں اور خدا تعالیٰ کو ہر بات کی خبر ہے واسروا قولکم او اجہروا بہ۔ خواہ تم اس بات کو ظاہر کرو یا پوشیدہ کسلیے کہ انہ علیم بذات الصدور کہ وہ سینوں کی باتیں جانتا ہے اور کیوں نہ جانے الا یعلم من خلق وہ خالق ہے اور خالق کو اپنی مخلوق کا علم ضرور ہے اگر علم نہو تو ارادہ و اختیار سے پیدا نکر سکے اور قطع نظر خالق ہونے کے وہو اللطیف الخبیر

وہ لطیف ہے مجردات و روحانیات علم اسی لیئے وسیع ہے کہ جسمانیت کے حجاب حاجز نہیں لیکن وہ انسے بھی زیادہ لطیف ہے تو اسکے علم کی کیا حد ہے۔ مجردات و روحانیات کو صرف توجہ و التفات معلوم کرنے کے لیئے شرط ہے اور وہ توجہ اس قادر مطلق کے اختیار میں ہے برخلاف اسکے کہ وہ الخبیر ہے ہر ہر ذرہ کی طرف التفات و توجہ رکھتا ہے کسلیئے کہ جو مخلوق کے ساتھ اس کے خالق کا رابطہ ہے وہ اور کسی کا نہیں ہوسکتا ہے اس لیئے ہر چیز کی خبر رکھتا ہے ◆

اشقیا کی سزا و اتقیا جزا کی بابت کچھ عجب نہیں کہ ان لوگوں کا یہ خیال ہو کہ سزا و جزا ہر ایک کے اعمال اور احوال جاننے اور یاد رکھنے پر موقوف ہے حالانکہ صدہا کام لوگ مخفی کرتے ہیں ان کی کسی کو بھی خبر نہیں ہوتی پھر وہ کیونکر سزا و جزا دے سکتا ہے؟ اس خیال کے ابطال میں یہ آیات واسروا قولکم او اجہروا بہ انہ علیم بذات الصدور الا یعلم من خلق وہو اللطیف الخبیر نہایت اثر رکھتی ہے ◆

اور مکے کے کفار اکثر ایسا خیال رکھتے تھے انکے ناتربیت یافتہ دماغوں میں خدا تعالیٰ اور اُسکے اوصاف علم و قدرت محدود تھے ◆

ف ۱ من خلق سے بعض علماء نے یہ ثابت کیا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہے یہاں تک کہ بندہ اور اُسکے اعمال سب کا وہی خالق ہے اگر بندہ خالق ہوتا تو اُسکو علم بھی ہوتا حالانکہ جس کام کو کرتا ہے اس میں اپنے عضلات کی حرکت و سکون کا بھی اس کو علم نہیں چہ جائے کہ اس کی تمام باریکیوں کی خبر ہو جب خبر نہیں تو بالارادہ خالق بھی نہیں رہا نیک و بد کام کا بدلہ تو محض اختیار و ارادے کو نیک و بد کام میں متوجہ کرنے پر ہے اور ارادہ متوجہ کرنے کے بعد وہ کام خدا پیدا کر دیتا ہے ◆

ف ۲ غیب کے معنی پوشیدہ کے ہیں پھر یہ جو غیب پر ایمان لانا غیب میں ڈرنا ہے کسکی نسبت سے ہے؟ خدا تعالیٰ سے تو کوئی چیز غائب ہی نہیں ہاں بندہ کے لحاظ سے بہت چیزیں غائب ہیں پھر بندوں میں بھی بعض چیزیں بعض کے نزدیک غیب ہیں تو بعض کے نزدیک حاضر اسلیے ہر ایک کا غیب جداگانہ ہے اور غیب الغیب کا خزانہ اسی کے پاس ہے۔ وعندہ مفاتح الغیب۔ **لطیفہ** بعض کہتے ہیں غیب انسان کا قلب ہے جسکو دوسرا نہیں دیکھ سکتا تب غیب سے ڈرنے کے یہ معنی کہ دل سے یا دل میں خدا سے ڈرے تاکہ دل میں نور پیدا ہو ◆

ف ۳ حکماء نے بدلائل ثابت کیا ہے اور سمجھ میں بھی آتا ہے کہ جسمانیت کے حجاب علم و ادراک سے مانع ہیں۔ اسلیئے ملائکہ جسمانی کثافت سے بری ہونیکے سبب سے اُنکے بعد روحانیات انکے بعد جن اور دیگر لطیف اجسام سے مرکب چیزیں ان چیزوں کو خوب جان لیتے ہیں جو ہماری آنکھوں یا حواس سے باہر ہوتی ہیں۔ خواب میں جب روح کا تعلق جسم سے کسی قدر کم ہو کر دوسری طرف توجہ ہوتی ہے تو ہزاروں باتیں معلوم ہو جاتی ہیں اسیطرح سے کشف و مشاہدہ میں جب ریاضات و اذکار سے روح مستعد ہو جاتی اور جسمانی حجاب کمزور ہو جاتے ہیں تو سیکڑوں چیزیں دور دراز کی دکھائی دیجاتی ہیں اسیطرح بعد موت تو پردہ ہی کھل جاتا ہے مگر وہ حق سبحانہ لطیف ہے اسکے علم کا تو کچھ انتہا ہی نہیں اسلیئے علوم کے خزانے اسکے پاس ہیں وہ جس قدر جسکو چاہتا ہے دیتا ہے ◆

واسروا قولکم او اجہروا بہ وغیرہ سے بالغیب ڈرنے کے لیے۔ بالغیب کیوں ڈرے کسلیئے کہ وہ مخفی اور ظاہر باتیں جانتا ہے پھلا دستی کرتا ہے انہ علیم بذات الصدور کہ جو اسرار در موجود فی الخارج چیز دل کے جاننے پر انحصار نہیں وہ دلی خیالات سے بھی واقف ہے پھر اسپر دلیل لاتا ہے الا یعلم من خلق کہ خالق ہے اور خالق کو مخلوق کا علم ہے معلوم ہوا کہ دلی خیالات بھی اسکے مخلوق ہیں اسکے بعد اور ترقی کرتا ہے وہ لطیف ہے مجردات کو غیب کی سیکڑوں باتیں معلوم ہوتی ہیں پھر جائے کہ لطیف ہو تمام مجردات اسکے آگے کثیف ہیں اور اسپر خبیر بھی ہو ۱۲ منہ

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۭ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ۝ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاۗءِ

وہی تو ہے کہ جسنے تمہارے لیے زمین کو نرم کر دیا پس اسکے رستوں میں چلو اور اسکی روزی کھاؤ اور اسیکے پاس پھر کر جانا ہے۔ کیا تم کو جو آسمان میں ہے خوف نہیں ہا

اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاۗءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۭ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ۝ وَلَقَدْ كَذَّبَ

تمکو زمین میں دھنسا دے پھر وہ تو ہلنے لگے۔ کیا تم کو اس کا جو آسمان میں ہے ڈر نہیں کہ تم پر پتھر برسا دے۔ پھر تمکو معلوم ہو جاوے کہ میرا ڈرانا کیا ہے اور ان سے پہلے لوگ

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝

جھٹلا چکے ہیں پھر کیسا ہوا میرا عذاب سے ڈرانا

الارض مفعول اول لجعل ذلولا مفعول ثان لکم متعلق بجعل فامشوا الفاء لترتیب الامر بالمشی علی الجعل المذکور والیہ النشور جملۃ مستانفۃ من فی محل النصب علی انہ مفعول امنتم والاستفہام انکاری ان یخسف الجملۃ بتاویل المصدر بدل اشتمال من الموصول لے من وکذا ان یرسل بدل من من۔ الذلول من الذل وہو الانقیاد واللین ومنہ یقال دابۃ ذلول المناکب جمع منکب وہو الجانب ومنہ منکب الرجل ومنہ الریح النکباء لانہا تاتی من جانب دون جانب تمور من المور وہو التردد فی المجی والذہاب ای التحرک والاضطراب۔ والحاصب ریح فیہا حجارۃ وحصباء کانہا تقلع الحصباء لشدتہا وقوتہا وقیل ہو سحاب فیہا حجارۃ۔ النکیر العقاب المنکر وانما اسقط الیاء من نذیری ومن نکیری لتکون مشابہۃ لرؤس الآی المتقدمۃ والمتاخرۃ والکسرۃ دلیل علی حذف الیاء۔ وفی کلام العرب کثیرا یحذف الیاء والواو والالف من آخر الکلمۃ فی حالۃ الوقف ؎

تفسیر

ابتک اس بادشاہ بابرکت کے وہ انعام وافضال بیان ہوے تھے جو عالم بالا سے متعلق تھے جیسا کہ آسمانوں اور ستاروں کا پیدا کرنا جو اسکی قدرت تامہ کے لیے شواہد تھے اور انکے ضمن میں مسئلہ توحید ونبوت ومعاد کا بھی سلسلہ وار ثبوت تھا۔ اب یہاں سے زمین کے متعلق اپنی بادشاہی اور عالم سفلی کے انعام بیان کرتا ہے اور یہ بھی جتلاتا ہے کہ ہم وہ ہیں جو تمہاری مخفی لو ظاہر باتیں جانتے ہیں اسپر بھی تمہارے لئے ہمنے زمین میں آسائش کے سامان بہم کر رکھے ہیں اور تمہارے لیے امن کا گھر بنا رکھا ہے پس ہماری مخالفت سے ڈرو اور نعمتوں کا شکر ادا کرو ورنہ ہم چاہیں تو اسی زمین کو تمہاری ہلاکت کا باعث کر دیں تمکو اس میں غرق کر دیں یا چاہیں تو اس گھر کی چھت یعنی آسمان سے تم پر پتھراؤ کر دیں جیسا کہ پہلوں کے ساتھ ہوا ؎

فقال ہو الذی جعل لکم الارض ذلولا کہ اسنے زمین کو تمہارے لیے نرم بنا دیا (۱) یعنی اسکو ایسا سخت اور خشن کیا کہ اسپر چل پھر سکتے ہیں۔ (۲) یا یہ کہ اسکو نرم بنایا کہ جسکو کھود سکتے ہیں مکانات بنا سکتے ہیں اگر سخت سنگ خارا ہوتی تو مشکل پڑجاتی (۳) یا یہ کہ لوہے پتھر تانبے چاندی جیسی ہوتی تو گرمی میں نہایت گرم اور سردی میں نہایت سرد ہو جاتی نہ کھیتی ہو سکتی نہ باغ لگ سکتے رزق روزی کا سامان مہیا نہ ہوتا (۴) یا یہ کہ لٹ ہمارے لیے مسخر کیا اگر ہلتے جلتے جاتی تو مخلوق اسپر چلنا پھرنا محال ہوتا (۵) یا یہ کہ پانی اور ہوا کی طرح خفیف ہوتی تو کوئی اسپر بس نہیں سکتا جب زمین کو تمہارے لیے مسخر کر دیا تو فامشوا فی مناکبہا تو اسکے رستوں میں چلو مناکب میں چلنے کے کئی معنی ہیں (۱) صاحب کشاف کہتے ہیں یہ نہایت تسخر ہونیکے معنی ہیں ایک تمثیل اور مجاز ہے (۲) قتادہ وضحاک وابن عباس کہتے ہیں زمین کے مناکب پہاڑ اور ٹیلے ہیں اسلیئے کہ انسان کے مناکب (مونڈھے) اونچے ہوتے ہیں پہاڑ اور ٹیلے بھی بلند ہیں اسلیئے انکو مناکب الارض کہتے ہیں یعنی کہ جب اسکے پہاڑ اور ٹیلے تمہارے چلنے کے لیے مسخر کر دیے تو اس کے اور اجزا میں تو اور بھی اچھی طرح سے چل سکتے ہو ؎

(۳) مناکب الارض سے مراد زمین کے رستے اور گھاٹیاں اور کنارے اور اطراف ہیں کیونکہ انسان کے مناکب بھی اسکے بدن کے کنارے اور جوانب ہیں اس مناسبت سے زمین کے کناروں اور جوانب اور رستوں کو بھی مناکب کہنے لگے۔ یہ حسن و مجاہد و مقاتل و کلبی و بروایت عطا ابن عباس کا اور فرا اور ابن قتیبہ کا قول ہے۔ وکلوا من رزقہ اور اس کی پیدا کی ہوئی روزی کھاؤ جو اس نے تمہارے لئے زمین سے نکالی۔ رزق کو اپنی طرف مضاف کرکے یہ بتلا دیا کہ خدا کا پیدا کیا ہوا ہے تمہارا نہیں۔ اور من کے لفظ سے یہ بھی بتا دیا کہ خدا کا پیدا کیا ہوا کل رزق تمہارے کھانے کے لیے نہیں جیسا کہ بعض بلانوشوں کا خیال ہے کہ موت کتا شراب گوہ گو ہر سب چٹ کر جاؤ۔ فامشوا اور کلوا دونوں امر ہیں مگر یہ امر وجوب کے لئے نہیں بلکہ اباحت کے لیے۔ ان دونوں باتوں کے بعد یہ بھی بتا دیا والیہ النشور کہ دنیا میں چلنا پھرنا کھانا پینا مقصود بالذات نہیں بلکہ یہ چند روزہ منزل ہے اور جمع ہونا اسی کے پاس ہے بس دنیا اور اس کی نعمتوں پر ایسا فریفتہ نہ ہونا چاہئے کہ منزل مقصود ہی کو بھول جاؤ کفر و بدکاری اور شہوت پرستی میں بیہوش پڑے رہو ✦

اسکے بعد دنیا اور اسکے لذائذ کے متوالوں اور کفر و بدکاری کے مستوں کو جو خدا کی زمین میں بےفکر باغی ہو گئے ہیں آگاہ کیا جاتا ہے۔ فقال ءامنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ہی تمور کہ اسے خیرہ و زمین پر تسلط پاکر کیا تم آسمان والوں سے نڈر ہو گئے اور اس بات سے امن میں ہو گئے کہ تمکو وہ زمین میں دھسا دے اور یکایک زمین تمہارے دھسانے کے لیے ہلنے اور لرزنے لگے جیسا کہ زلزلے کے وقت ہوتا ہے زمین ہل کر پھٹ جاتی ہے اور آدمی اور بڑے بڑے مکانات اندر سما جاتے ہیں۔ من فی السماء سے بعض نے یہ سمجھا ہے کہ خدا تعالیٰ آسمان میں رہا کرتا ہے یہ خیال فاسد ہے کیونکہ آسمان حادث ہیں اور وہ قدیم ہے جب آسمان نہ تھے تو بھی تھا۔ دوم وہ مکان میں ہونے سے پاک ہے ہاں احادیث صحیحہ میں جو خدا تعالیٰ کو آسمانوں کے اوپر بیان کیا گیا ہے تو اس سے مراد جہت علو ہے اور آسمان مظہر تجلیات بارگاہ قدس ہیں اسلیے ناواقفوں کو اسکا پتہ بتانا مکانیت ثابت نہیں کرتا۔ اور آیت میں من فی السماء سے بالخصوص خدا پاک نہیں بلکہ اسکے کارکن ملائکہ کیونکہ ہر بلا و نعمت عالم بالا سے آتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ عرب کے جاہل اس بات کے قائل تھے کہ خدا پاک آسمان پر ہے انکے خیال کے موافق انکو ڈرایا گیا ہے کہ اس آسمان والے سے نڈر نہ ہو جاؤ۔ اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ جسکی آسمان پر حکومت ہے اس سے نڈر نہ ہو جاؤ حضرات انبیاء علیہم السلام اور کتب الہامیہ کے محاورہ میں خدا پاک کو آسمانوں سے جہت فوقانی اور مظہر تجلیات کے لحاظ سے منسوب کرتے آئے ہیں ✦

دوسری تنبیہ اور بیان فرماتا ہے۔ ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا۔ کہ کیا تم آسمان والے سے نڈر ہو گئے کہ تم پر پتھراؤ نہ کر سکیگا؟۔ یعنی زمین میں بھی وہ بالا دست دھسا سکتا ہے اور اوپر سے پتھر بھی برسا سکتا ہے ہر طرح سے ہلاک کر سکتا ہے۔ اب بھی یہ دونوں بلائیں وقتاً فوقتاً قوموں پر نازل ہوتی ہیں۔ زلزلہ آیا شہر کے شہر زمین میں سما گئے اور اوپر سے سیر سیر بھر کے اولے اور کہیں ویسے پتھر برسے ہیں فستعلمون کیف نذیر اسکے بعد تمہیں اے اہل مکہ جلد معلوم ہو جاویگا کہ نذیر یعنی رسول کیسا تھا سچا تھا یا جھوٹا؟۔ اسکے بعد اسی قسم کے گزشتہ واقعات سے عبرت دلاتا ہے۔ ولقد کذب الذین من قبلہم فکیف کان نکیر کہ انسے پہلے لوگوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا قوم عاد و ثمود وغیرہ نے پھر سُن لیا کیسا برا عذاب نازل ہوا؟۔ ✦

ان آیات میں مسئلہ توحید و نبوت و معاد تینوں کا بیان اور ہی اسلوب سے ہوا جیسا کہ عالم بالا کے بیان میں ان تینوں مسئلوں کا ثبوت اور پیرایہ میں تھا ✦

وقف لازم

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ○ أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي

اور کیا اپنے اوپر پرند اڑتے نہیں دیکھتے پر کھولتے اور سمیٹتے ہوئے۔ جنکو کوئی نہیں تھام رہا رحمان کے سوا اسکی نظر میں ہر چیز ہے بھلا وہ تمہارا کونسا

هُوَ جُندٌ لَّكُمْ يَنصُرُكُم مِّن دُونِ الرَّحْمَٰنِ ۚ إِنِ الْكَافِرُونَ إِلَّا فِي غُرُورٍ ○ أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ

لشکر ہے جو تمہاری مدد کریگا رحمان کے سوا۔ کچھ نہیں کافر دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ بھلا وہ کون ہے جو تمکو روزی دیگا

إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ بَل لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَنُفُورٍ ○

اگر وہ اپنی روزی بند کرلے۔ کوئی نہیں بلکہ سرکشی اور بدکنے پر اڑے ہوئے ہیں ◆

أو الهمزة للاستفهام والواو للعطف على مقدر اى اغفلوا ولم (**ترکیب**) ينظروا الى الطير جمع طائر ويقع على الواحد والجمع قال ابن الانبارى الطير جمع طائر وتانيثها اكثر من تذكيرها ولا يقال للواحد طير بل طائر وقلما يقال للانثى طائرة. فوقهم ظرف لصافات او حال وصافات حال من الطير او من الضمير في فوقهم. ويقبضن معطوف على صافات حملا على المعنى اى يصففن ويقبضن او صافات وقابضات. ما يمسكهن يجوز ان يكون مستانفا وان يكون حالا من الضمير في يقبضن. امن قرئ الجمهور بتشديد الميم على ادغام ميم ام في ميم من ام بمعنى بل من الاستفهامية مبتدا هذا خبره الذى موصول يرزقكم صلتها والمجموع صفة لهذا ينصركم صفة جند من دون الرحمن في محل النصب على الحال من فاعل ينصركم ان امسك رزقه جواب الشرط محذوف لدلالة ما قبله عليه اى ان امسكه فمن يرزقكم غيره. لجوا من اللجاج هو تقحم الامر مع كثرة الصوارف عنه والعتو العناد والطغيان النفور الشرود وقال ابن عباس في عتو ونفور اى في ضلال ؛

پہلے فرمایا تھا کہ کیا تم اسکے ارضی و سماوی عذاب سے نڈر ہو گئے ہو؟ (**تفسیر**) اسکے بعد ولقد كذب الذين من قبلهم سے اس امر پر ایک شہادت پیش کی تھی۔ اب اس پر ایک برہان پیش کرتا ہے اور اپنی قدرت کاملہ کا تصرف آسمان و زمین کے سوا فضا یعنی ہوا میں بھی دکھاتا ہے۔ فقال اولم یروا الى الطير فوقهم کہ کیا وہ اپنے اوپر پرندوں کی ٹکڑیاں اڑتے نہیں دیکھتے صافات پر کھولے ہوئے ویقبضن اور سمیٹے ہوئے۔ اڑنے میں پرندہ پروں کو کھول دیتا ہے اور جب اسکو اڑنے میں زور دینا ہوتا ہے تو پروں کو سمیٹ بھی لیتا ہے یعنی دونوں حالتوں میں اڑتا اور ہوا میں معلق رہتا ہے نیچے نہیں گر پڑتا۔ ما یمسکهن الا الرحمن انکو رحمان کے سوا اور کوئی تھامے نہیں اسی کی یہ قدرت ہے کہ وہ ادھر معلق رہتا ہے یعنی انکے اجسام میں (ہر چند چھوٹے اور بڑے ہوتے ہیں) ایسے ایک ایسا ہلکا پن رکھا ہے جو باوجود پر سمیٹنے کے بھی ہوا میں اڑے چلے جاتے ہیں۔ اور دوسرے اجسام کو لیجئے وہ کیوں نہوں اس طرح ادھر میں نہیں ٹھہر سکتے۔ دیکھو اسکی ہوا اور فضا پر بھی بادشاہت ہے ◆

ف۱ نحاس کہتے ہیں کہ جب پرندہ اپنے بازو کھول کر اڑتے ہیں تو انکو صاف کہتے ہیں اور جب سمیٹ لیتے ہیں تو قابض کہتے ہیں ◆

ف۲ صافات کا مقابلہ قابضات اسم فاعل کا صیغہ نہیں لایا گیا بلکہ یقبضن مضارع کا استعمال ہوا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ پرندوں میں اڑتے وقت پر پھیلائے رہنا اکثر بات ہے اور پر سمیٹ لینا اور پر مارتے اڑنا گاہے گاہے جو مضارع کے تجدد و حدوث سے مفہوم ہوتا ہے برخلاف اسکے اسم فاعل دوام و ثبوت پر دلالت کرتا ہے ◆

ف۳ پھر جو ایسی بوجھل چیزوں کو ہوا میں معلق و ٹھہرائے پر قادر ہے کیا وہ اوپر سے پتھراؤ نہیں کرسکتا؟ یا زمین کے رہنے والوں کو زمین میں نہیں دھنسا سکتا؟ لیکن انہ بکل شیء بصیر وہ ہر شے کو دیکھ رہا ہے اور اسکی نگہبانی کر رہا ہے ہوا میں اڑتے ہوئے پرندوں کا بھی وہی نگہبان ہے اور زمین

اور انکے رستے وہوں کا بھی وہی نگہبان ہے اگر ذرا بھی اپنی نگہبانی چھوڑ دے تو ہر چیز ہلاک ہو جاوے۔ بڑے بڑے کرات کس تیزی کے ساتھ حرکت کرتے ہیں
انکا بھی وہی نگہبان ہے کہ آپس میں لڑنے نہیں دیتا۔ دریا میں بڑے بڑے جہاز اور کشتیاں روزی بھرتی ہیں انکا بھی وہی نگہبان ہے انسان کا وجود
اور اسکی حیات ہزار ہا چیزوں کی روک تھام اسیکا کام ہے۔ ایک کو باطن ان سب باتوں کو اسباب سے جانتا ہے روشن ضمیر مسبب الاسباب سے
سمجھتا ہے توحید و شرک کفر و اسلام میں یہی فرق ہے۔ کافر اپنے اسباب پر مغرور رہتا ہے وہ انھیں کو اپنے فتح و نصرت کا لشکر سمجھتا ہے اسلیے انکے
مقابلہ میں فرماتا ہے امن ہذا الذی ہو جند لکم ینصرکم من دون الرحمن۔ بھلا بتلاؤ تو سہی کہ وہ تمھارا کونسا لشکر ہے جو تمکو رحمن کے مقابلہ میں مدد دیسکے گا
وہ جب چاہتا ہے ان اسباب میں کھنڈت ڈالدیتا ہے ریل گاڑی کو الٹا دیتا ہے تار کو روکدیتا ہے دریا میں آگبوٹوں کو ڈبو دیتا ہے باوجود صفائی کے
ہوا کا لشکر صحیح رستہ ناس کرا دیتا ہے لشکروں کے دلوں میں ضعف خوف ڈالدیتا ہے عقلیں مار دیتا ہے پھر جو سوجھتی ہے الٹی ہی سوجھتی ہے پھر وہاں
کوئی تدبیر میں چلتی کوئی کام نہیں آتا انکے بادلوں کے لشکر اور ہولکے توپخانے اور آسمانی پتھروں کے گولے اور زلزلہ کا ڈائنامیٹ تھوڑی سی دیر میں
کچھ سے کچھ کر دیتا ہے بارہا مشاہدہ کیا ہوگا الغرض سب تدبیریں بگاڑ دیتا ہے پھر وہاں کوئی کام نہیں آسکتا ؛

اسباب ظاہرہ کے سوا عرب کے جاہل بلکہ عمدہ اور ملکوں کے جاہل بھی اپنے خیالی معبودوں اور انکی عجائب تاثیروں کو ہر مصیبت کے
وقت اپنا یار و مددگار سمجھتے ہے بلکہ اب تک سمجھتے ہیں۔ اپنی جان اور اولاد اور مال کی حفاظت اور ترقی کہیں ستاروں پر محول کرتے ہیں
کہیں غیر مرئی ارواح کے سپرد کرتے ہیں کہیں ٹونکوں اور منتروں کی تاثیرات سے مرض و بلا کا دفعیہ سمجھتے ہیں اور خدائے قادر کو چھوڑ کر ان چیزوں
کی طرف دوڑے جاتے ہیں اسلیے فرماتا ہے ان الکافرون الا فی غرور کہ کافر محض دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اس کے سوا کوئی کچھ نہیں کر سکتا
اسلام انسان کو ان بکھیڑوں سے نجات بخشدیتا ہے ؛

کسی کی التجا کرنے اور اسکو پوجنے کے دو ہی سبب ہوتے ہیں اول دفع مضرت کہ ہماری مصیبت کو روکدیگا سو کفار و مشرکین کا اپنے خیالی
معبودوں کی نسبت یہی خیال تھا جسکو امن ہذا الذی ہو جند لکم ینصرکم من دون الرحمن میں رد کر دیا اور پورا رد کر دیا۔ دوسرا سبب نفع کی امید کہ
اس سے یہ فائدہ پہنچیگا یہ دیگا وہ دیگا سو کفار و مشرکین کو اپنے الہ باطلہ کی نسبت یہ بھی خیال تھا کہ کسی سے رزق روزی مانگتے تھے کسی سے اولاد تندرستی
طلب کرتے تھے۔ اس خیال کا ابطال اس جملہ میں کرتا ہے۔ امن ہذا الذی یرزقکم ان امسک رزقہ۔ کہ بتاؤ وہ کون ہے جو تمکو رزق روزی یا
کچھ بھی دے سکے اگر وہ اپنا رزق یا بخشش روک لے ؟ کوئی نہیں کیلیے کہ سب اسکے سوا ممکن ہیں جو اپنی ذات و صفات ہی میں اسکے
محتاج ہیں۔ صرف بارش بند کرلے تو معلوم ہو جاوے۔ سب کچھ جانتے ہیں۔ بل لجوا فی عتو و نفور۔ بلکہ اپنی سرکشی اور گمراہی پر اڑے
ہوئے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ انسان میں دو قوت عمدہ ہیں پہلی علمیہ۔ دوسری عملیہ۔ پس عتو حرص دنیا کے سبب سے ہے جو قوت عملیہ کے
ابطال پر دلالت کرتا ہے۔ اور نفور حق سے جہل کے سبب جو بطلان قوت علمیہ پر دلیل ہے۔ یعنی ان بدنصیبوں نے اپنی دونوں
قوتوں کو خراب کر دیا اسلیے بہت کر رہے ہیں ؛

ف یرزق روزی دیتا ہے کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور کبھی مطلق دینے کے معنی میں بھی خواہ رزق دینا یا اولاد و تندرستی دینا کہتے ہیں رزقنی اسد اولادا و اموالا
رزقہ اسد علما صالحا یہاں یرزقکم عام معنی میں مراد لیا جاوے تو نہایت مناسب ہے ۱۲ منہ

أَفَمَن يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّن يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ

بھلا وہ جو اپنے منہ اوندھا کر کے چلتا ہے وہ زیادہ راہ پایا ہوا ہے یا وہ جو سیدھے رستے پر سیدھا چلا جاتا ہے - کہہ دو وہ ہے جس نے تمکو پیدا کیا اور تمہارے لیے

السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ

کان اور آنکھیں اور دل بنائے - بہت کم شکر کرتے ہو - کہہ دو وہ ہے جس نے تمکو زمین میں پھیلایا اور اسی کے پاس

تُحْشَرُونَ ۝ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلْ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا

اکٹھے کیے جاؤ گے - اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو - کہہ خبر تو اللہ ہی کو ہے اور میں تو

أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سِيئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَقِيلَ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تَدَّعُونَ ۝

صرف ڈر سنانیوالا ہوں صاف صاف - پھر جب اسکو دیکھیں گے پاس آ لگا تو کافروں کے منہ بگڑ جاویں گے اور کہا جاویگا یہ وہ ہے جسکو تم مانگتے تھے ۔

ترکیب

مکبا حال من ضمیر یمشی علی وجہہ تو کیدا اہدی خبر من والہمزۃ للاستفہام الفاء لترتیب ذلک علی ماظہر من سوء حالہم والمکب اسم فاعل من اکب اللازم المطاوع لکبہ یقال کبہ اللہ فاکب ای سقط وہذا خلاف القیاس لان الہمزۃ اذا دخلت علی اللازم تصیرہ متعدیا وہنا قد دخلت علی المتعدی فصیرتہ لازما ہذا قول الواحدی وقال صاحب الکشاف لیس الامر کذلک وما جاء شیء من بناء افعل مطاوعا بل قولک اکب معناہ دخل فی الکب وصار ذا کب وکذلک قشع علیہ نظائرہ اقشع ونقض واما مطاوع کب وقشع فہو انکب وانقشع ۔ امن یمشی خبر من محذوف لدلالۃ خبر من الاولی وہو اہدی وقیل لاحاجۃ الی ذلک لان من الثانیۃ معطوفۃ علی من الاولی عطف المفرد علی المفرد کقولک ازید قائم ام عمرو والخبر واحد لان ام لاحد الشیئین ۔ قلیلا ما نعت لمحذوف وما مزیدۃ لتاکید التقلیل ای شکرا قلیلا او زمانا قلیلا ۔ ان کنتم الخ جواب الشرط محذوف اخبرونی فلما الفاء فصیحۃ معربۃ عن تقدیر جملتین وترتیب الشرطیۃ علیہما کانہ قیل وقد اتاہم الموعود بہ فراوہ فلما راوہ الخ زلفۃ مصدر بمعنی الفاعل ای قریبا او حال من المفعول سیئت الوجوہ یقال ساء الشئی یسوء فہو سیئ اذا قبح وا سوء وقیل عطف علی سیئت عطف المجہول علی المجہول تدعون قرا الجمہور بالتشدید فہو اما من الدعاء او من الدعوی کما قال الزجاج والمعنی تطلبون وتستعجلون وتمنون وتسالون وقری مخففا ومعناہ ظاہر

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ حق و تقوی میں اندھے ہو رہے ہیں اب ان دونوں وصفوں کی قباحت بیان فرماتا ہے ۔ فقال افمن یمشی مکبا علی وجہہ اہدی امن یمشی سویا علی صراط مستقیم کہ کیا وہ شخص جو اونچے نیچے رستے میں ٹھوکریں کھاتا منہ کے بل گرتا ہوا چلتا ہے اس سے زیادہ رستے پر ہے جو صاف اور برابر رستے میں سیدھا چلا جاتا ہے گرتا پڑتا نہیں ؟ ۔ حالانکہ دونوں کو برابر کوئی نہیں کہیگا چہ جائیکہ اس ٹھوکریں کھانے والے اندھے کو جو کچے رستے پر چلتا ہے اس سے زیادہ رستے پر او مقصود کو پہنچنے والا کہے ۔ پس وہ جو آسمانی قانون اور انبیاء علیہم السلام کے رستے پر صاف چلا جاتا ہے وہ مومن نیک ہے ضرور منزل مقصود کو پہنچے گا اور یہ ٹھوکریں کھانے والا جاہل سرکش نفس اور شہوت اور جہالت اور رسم آبائی کے رستے پر چلتا ہے جو بڑا خاردار اور خطرناک رستہ ہے اسمیں بڑے بڑے عمیق

گڑھے میں ٹھوکریں کھاتا منہ کے بل گرتا پڑتا جاتا ہے یہی منزل مقصود تک نہیں پہنچیگا گڑھوں میں گر کر ہلاک ہوگا یہ کافر سرکش اسلام سے نفرت کرنے والے کی مثال ہے ۔

پھر بعض مفسرین کہتے ہیں اسمیں کسی خاص شخص کی طرف اشارہ نہیں بلکہ عموم مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں شخص خاص کی طرف دونوں مثالوں میں اشارہ ہے۔ پھر بعض کہتے ہیں حضرت نبی علیہ السلام اور ابوجہل مراد ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں حمزہ بن عبدالمطلب اور ابوجہل مراد ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں آیت میں کافر و مومن کی روش کجی و راستی کا بیان ہے بعض کہتے ہیں آخرت کے حال کا ذکر ہے کہ کفار آخرت میں اوندھے گرتے ہوئے چلیں گے۔ کما قال ونحشرہم یوم القیامۃ علی وجوہہم۔ اور مومن جنت کی طرف سیدھے دوڑتے ہوئے جائیں گے۔ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور کفر کی تمثیل ہے کہ آخرت میں بھی وہ یوں متمثل ہوکر سامنے آئیگی۔ یہ بھی مسئلہ نبوت کے متعلق ایک بڑا اثر بیان ہے۔ اسکے بعد اثبات قدرت کاملہ پر پھر ایسے دلائل شروع کرتا ہے جن سے یہ بھی ثابت ہو جاوے کہ مرنے کے بعد بارِ دگر زندہ کرنے پر بھی وہ قادر ہے کیونکہ کفار عرب حشر کے منکر تھے اور یہ انکار اصول حسنات سے روکنے والا اور شہوت پرستی پر جرأت دلانے والا تھا ۔

اول شاہد تو پہلے گزر چکا تھا۔ اب **دوسرا شاہد** ذکر کرتا ہے۔ فقال قل ہو الذی انشاکم وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلا ما تشکرون۔ کہ وہی تو ہے کہ جسنے تمکو پیدا کیا نیست سے ہست میں لایا اور اسکے بعد تمہارے لیے شنوائی اور دیکھنے کو آنکھیں اور سمجھنے کے لیے دل بنائے پر تم کم شکر کرتے ہو۔ پہلی دلیل میں پرندوں کا ہوا میں تھامنا مذکور تھا جو اسکی قدرت کا ایک عجیب کرشمہ ہے۔ یہاں انسان کی پیدائش اور اسکی صفات پیدا کرنا بیان فرماتا ہے جو ایک عجیب حیرت بخش مسئلہ ہے جسمیں جس قدر غور کرتے جاؤ ہزاروں اسرار قدرت سمجھ میں آتے جائیں گے۔ آخر عقل و ادراک خیرہ ہوکر یہی کہہ دیتا ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ اس برہان میں کئی باتوں کی طرف اشارہ ہے (۱) یہ کہ جسنے تمکو پیدا کیا اور جسنے تمکو عقل و ادراک ہوش و حواس عطا کیا اسکو چھوڑ کر اور کی طرف جھکنا کس قدر ناانصافی ہے۔ (۲) یہ کہ بن مانگے جسنے تمکو یہ جواہر عطا کئے جنمیں سے ایک کی بھی قیمت کوئی نہیں دے سکتا نہ وہ کسی طرح مول لیئے جا سکتے ہیں پھر وہ تمہاری رفع حاجات و دفع بلیات میں تمہارے مانگنے پر کیوں کوتاہی کرنے لگا پھر اوروں کی طرف جاتے ہو کیا یہی شکرگزاری ہے؟۔ (۳) تمنے دنیا میں آنے کا راز نہیں سمجھا حالانکہ اسنے تم کو کان دیے تھے کہ بزرگوں سے سنکر سمجھتے اور آنکھیں بھی دی تھیں کہ اسکی مخلوقات میں نظر کرکے عبرت حاصل کرتے اور جانتے کہ یہ جو لوگ اس جہان میں آتے اور چند دن رہکر چلے جاتے ہیں کیا بات ہے؟ آنکھوں سے بھی تمنے کام نہ لیا دل بھی دیئے تھے کہ خود غور کرتے مراقبہ کرکے سمجھتے مگر اسنے بھی کام نہ لیا انکو تو حب دنیا و حب شہوات سے بھر رکھا ہے ہمارے آنے کے لیے جگہ ہی باقی نہ رکھی پھر ان چیزوں کی یہی شکرگزاری ہے سچ ہے قلیلا ما تشکرون۔ (۴) جسنے تمکو اول بار بغیر نمونے کے بنا دیا تمہارے جسم کے اجزا کن کن غذاؤں سے کیسے جمع کیے پھر کیا وہ بارِ دگر تمکو مرنے کے بعد زندہ نہیں کر سکتا؟۔ ۔

اسکے بعد **تیسرا شاہد** بیان فرماتا ہے جس میں یہاں آنے کے راز کو کسی قدر ظاہر کیا ہے کہ اسکے پاس جا رہے ہو پھر کچھ کرکے جاؤ فقال ہو الذی ذراکم فی الارض والیہ تحشرون کہ اسنے تمکو زمین پر پھیلا دیا کوئی ملک نہیں کہ جہاں اولاد حضرت آدمؑ تھوڑے دنوں میں حضرت آدم علیہ السلام کی نسل دنیا میں پھیل گئی یہ برکت اسنے عطا کی ہے پھر جسنے پھیلایا وہی تمکو سمیٹ کر اپنے پاس ایک روز جمع کریگا ۔

[حاشیہ: کافر و مومن کا بیان — دوسرا شاہد — تیسرا شاہد]

ف سورۂ الم سجدہ ... [illegible]

واضح ہو کہ یہ دلائل صحت و ثبوت حشر و نشر کے لیئے تھے تاکہ وہ آزمائش صحیح بھی جاوے جسکا اول سورہ میں ذکر تھا لیبلوکم ایکم احسن عملا وہو العزیز الغفور۔ پھر اس مقصود کے ثابت کرنے کے لیئے اپنے کمال قدرت پر چند دلائل بیان فرمائے اور انکو ہو الذی ذراکم فی الارض تک تمام کیا اور یہ ثابت کر دیا کہ جسکو ابتدأ پیدا کرنیکی قدرت ہے وہ مرنے کے بعد بھی زندہ کرسکتا ہے اسلیئے اسکے بعد یہ جملہ والیہ تحشرون گویا تمام دلائل کا نتیجہ ہے جسکے ثبوت میں کسی عقلمند کو ذرا بھی کلام ہونا چاہیئے۔ اس جملے کو سنکر منکرین حشر کو کوئی حجت باقی نہ رہی مگر صرف تمسخر کے طور یہ کہنے لگے ویقولون متی ہذا الوعد ان کنتم صادقین۔ کہ وہ وعدہ یعنی قیامت کب ہے اگر تم سچے ہو تو اسکی تعیین کرو۔ یہ ایک مہمل سوال ہے کیونکہ خواہ وہ کبھی ہو اسکے لیئے عاقل کو تیاری کرنا چاہیئے اسلیئے اسکا جواب بھی دوسری طرح سے دیا گیا۔ قل انما العلم عند اللہ وانما انا نذیر مبین کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انسے کہدے کہ اسکے وقت کا علم تو اللہ ہی کو ہے اور میں جو ہوں تو تمہیں اُس سے ڈرانے والا ہوں صاف صاف اسکے لیے تعیین وقت کا علم کوئی ضروری نہیں ہاں اسکا علم ضروری ہے جو نذیر کے لیئے کافی ہے سو وہ مجھے حاصل ہے اور اسکا مجھے کامل یقین ہے پھر جب وہ وقت آئیگا کہ جسکا کوئی تعیین نہیں جانے کب آجائے تو کیا حال ہوگا +

فقال فلما راوہ زلفۃ جبکہ اس وعدے کو دیکھیں گے کہ قریب آگیا تو سیئت وجوہ الذین کفروا۔ منکروں کے منہ بگڑ جائیں گے۔ دہشت اور ہیبت کے مارے چہرے سیاہ پڑجائیں گے۔ وقیل ہذا الذی کنتم بہ تدعون اور اس وقت شرمندہ اور ذلیل کرنے کے لیئے کہا جاویگا (فرشتے کہینگے یا ایک دوسرے سے کہیگا) لو یہی وہ وقت کہ جسکی بابت تعیین ہوتی تھا کہ ہرگز نہ ہوگا۔ یا یہ ہی وہ کہ جسکو تم دنیا میں پکارتے اور مانگتے تھے کہ وہ کب ہے اور کیوں نہیں جلد آجکتا +

معاذ اللہ مصیبت کا وقت بھی برا وقت ہوتا ہے خصوصا جسکا کوئی تدارک نہ ہوسکے جب وہ سامنے آتا معلوم ہو جاتا ہے تو ہوش و حواس باقی نہیں رہتے اور رنج و تکلیف ہیبت و دہشت کے آثار چہرے پر ایسے نمایاں ہوتے ہیں کہ چہرہ بگڑ جاتا ہے جب ایسی مصیبت آنے والی ہو اور اسکے آنے میں کچھ بھی کلام نہ ہو تو اس سے بے خبر رہ کر حجت بازی کرنا کیسی حماقت اور کیسی بدنصیبی ہے +

ان آیات میں مسئلہ حشر کی ہولناک کیفیت بیان کی گئی جو رسالت کا ایک مقصد عظیم ہے کیونکہ یہی انسان کے شہواتی خیالات کو پست کرنیوالی چیز ہے +

ف حشر حقیقی کا تو ایک وقت معین ہے کہ آسمان و زمین یعنی یہ عالم ناسوتی فنا ہو کر عالم ملکوتی ظہور کریگا اور وہاں اس عالم کی ہر چیز اپنی اصلی صورتوں میں ظاہر ہوگی اور تمام بنی آدم خدا تعالیٰ کے پاس حاضر کیئے جاوینگے جزا و سزا کے لیئے اور یہی راز ہے اس جہان میں آنے کا جسکو پہلے لیبلوکم ایکم احسن عملا میں بیان فرمایا تھا مگر مرنے کے بعد بھی خدا کے پاس ارواح جزا و سزا کے لیئے حاضر کی جاتی ہیں اور اسکو قیامت صغریٰ کہتے ہیں اور کیا سچا قول ہے من مات فقد قامت قیامتہ کہ جو مر گیا اسکی قیامت برپا ہوگئی یہ قیامت کبریٰ کا دروازہ ہے اور یہ بھی مبہم رکھی گئی ہے تاکہ انتظام عالم میں خلل نہ آوے اور زیرک ہر وقت ہوشیار رہے چہ کبھی وبا دی ہوتی ہے اور کبھی کوئی آسمانی حادثہ یکایک آپڑتا ہے کہ جس سے ہزاروں لاکھوں یکبارگی ملک عدم میں پہنچ جاتے ہیں ان باتوں کی طرف بھی والیہ تحشرون میں اشارہ تھا کفار و مشرکین کی قوت نظریہ اور عملیہ دونوں خراب ہوچکی تھی وہ اسکی بابت بھی وقت کی تعیین پوچھتے تھے کہ وہ حادثہ جسکو ہم محض خدا کی طرف سے اپنے کفر و بت پرستی کی سزا میں سمجھیں کب آئیگا۔ یہ بڑا گستاخانہ سوال ہے اس عالم میں سیکڑوں حوادث پہلے گزر چکے جنکے آثار تمہارے سامنے ہیں اور بہت سے گزر رہے ہیں پھر اسکی بابت سوال کرنا کہ وہ کب ہوں گے بڑی بیہودہ بات ہے جسکا جواب یہی ہے کہ جب اسکو سامنے آتے دیکھیں گے تو منہ بگڑ جائیں گے +

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ

کہہ بھلا دیکھو تو سہی اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کرے یا مہربانی کرے پھر وہ کون ہے جو منکروں کو دردناک عذاب سے بچاوے ۔ کہہ وہی رحمان ہے ہم اس پر ایمان لائے

وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝ ع

اور اسی پر بھروسہ کیا ۔ پھر تمکو ابھی معلوم ہو جاوے گا کون صریح گمراہی میں پڑا ہے ۔ کہہ بھلا دیکھو تو سہی اگر تمہارا پانی خشک ہو جائے تو کون ہے جو تمہارے پاس صاف پانی لے آویگا ؟

(**ترکیب**) ارأیتم بمعنی اخبرونی کما قال اکثر المفسرین وجملۃ الشرطیۃ ان اہلکنی اللہ سدت مسد المفعولین فمن یجیر الکافرین الخ جواب الشرط آمنا بہ وعلیہ توکلنا صفۃ الرحمن وقیل ہو ضمیر الشان آمنا بہ خبر الرحمن من استفہامیۃ فی محل النصب علی انہ مفعول تعلمون ان اصبح شرط غورا خبر اصبح والغور مصدر فی معنی الغائر یقال غار الماء غورا ای نضب فمن یاتیکم الجملۃ جواب الشرط معین ظاہر تراہ العیون وقیل ہو من معن الماء اذا کثر وقال قتادۃ والضحاک اے جار ۔

(**تفسیر**) ان امور کو سنکر کفار آنحضرت صلعم سے یہ کہا کرتے تھے کہ کیا ہم پر قحط وبا وغیرہ کا عذاب آویگا تو تم بچ جاؤگے ؟ یہ بھی ایک نامعقول گفتگو تھی اسلیے آنحضرت صلعم کو فرماتا ہے قل ارءیتم ان اہلکنی اللہ ومن معی او رحمنا فمن یجیر الکافرین من عذاب الیم کہ اے نبی انسے کہدے کہ بتاؤ اگر مجھے اور میرے ساتھ والوں ایمانداروں کو اللہ ہلاک کر دے یا اپنی مہربانی سے بچالے جو کچھ ہو مگر تم عذاب الیم سے جو تمہارے کفر کا بدلہ ہے کس طرح بچ سکتے ہو ۔ اپنی فکر کرو ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کفار آنحضرت صلعم وصحابہ کو برا بھلا کہتے تھے اور کوستے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ ہمارے معبودوں کو نہیں مانتے یہ جلد ہلاک و برباد ہونگے اسکے جواب یہ کہا گیا کہ ہمارا کام اللہ کے ہاتھ میں ہے چاہے ہلاک کرے چاہے بچالے مگر تمکو تمہارے معبود عذاب الیم سے کسی طرح بچا نہیں سکتے ۔ ہمکو ہلاک کرے یا مہربانی کرے شک کے طور سے نہیں کہا بلکہ آنحضرت صلعم کو اپنے اور اپنے گروہ پر مہربانی کا بھروسہ کامل تھا اور آپ کو وعدہ دیا گیا تھا لیکن ایسے محل پر مخالف ہٹ دھرم سے اسی طرح کی گفتگو کیا کرتی ہے اسی لیے اسکے بعد فرماتا ہے قل ہو الرحمن آمنا بہ وعلیہ توکلنا کہ انسے کہدے وہ رحمان یعنی نہایت مہربان الٰہی ہم اسی پر ایمان لائے اور اسی پر ہمارا ہر کام میں بھروسہ ہے ۔ بیشک وہ اپنے اوپر بھروسہ کرنیوالوں ایمان لانیوالوں کو نوازتا ہی تمہارے بت ہمارا کچھ بھی نہ کر سکیں گے تم ایسے بیہودہ خیالات کی صریح گمراہی میں ہو ابھی تمکو معلوم ہو جاویگا فستعلمون من ہو فی ضلال مبین ۔ کہ کون صریح گمراہی میں پڑا ہوا ہے ۔ ابھی سے کیا مراد ؟ موت کے بعد ۔ دو قحط سے یا وہ بلائیں عنقریب جو آنیوالیاں ہیں چنانچہ قحط آیا مقہور ہوئے ۔ یا یہ مراد کہ خدا پاک نور ہدایت کو پھیلاتا جاتا ہے ابھی تمکو بعد میں معلوم ہو جاویگا کہ ہم صریح گمراہی میں تھے چنانچہ تھوڑے دنوں کے بعد ہزاروں لاکھوں اسلام کے نور سے منور ہوئے اور بعد میں مقر ہو گئے کہ ہم گمراہی میں تھے یا قیامت کے دن گو قیامت بظاہر دور ہے مگر آنے والی ہے اور آنے والی دور بھی نزدیک ہوتی ہے ۔

اسکے بعد انکے بتوں کی کمزوری اور خداے تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ایک دلیل بیان فرماتا ہے قل ارءیتم ان اصبح ماؤکم غورا فمن یاتیکم بماء معین ۔ کہ انسے کہہ بھلا بتاؤ تو سہی خدا اگر تمہارے پانی کو یعنی کنووں کے یا نہروں کے پانی کو [illegible] تو پھر وہ کون ہے جو کثرت سے پانی تمہارے پاس لے آئے اس بات کو وہ بھی مانتے تھے کہ اسکے سوا اور کوئی نہیں بس میرا بادشاہ بابرکت جسنے برکت کے یہ سامان کیے ہیں وہی قادر ہے کہ وہ پانی کہ جو تمہاری زندگی کا مدار ہے خشک کر دے پھر وہ قادر نافع وضار ہے یا تمہارے معبود ؟ میرے معبود کے ہاتھ تمہاری جان ہے تمہارے معبودوں کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں سبحان اللہ کس موقع پر کلام تمام کیا ہے کہ جسکے اول و اوسط سے کمال ارتباط ہے علماء فرماتے ہیں کہ اس جملے کے بعد مستحب ہے کہ اللہ رب العالمین کہے جسکا یہ مطلب کہ اللہ پانی لائیگا بعض متکبرین نے یہ آیت سنکر کہا ہم کھود کر نکال لاوینگے خدا نے اسکی آنکھوں کا پانی کھو دیا ۔ اللہ سے ڈرتا رہے گستاخی نہ کرے ۔

سورۂ قلم مکیہ ہے اس میں　　بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○　　باون آیات اور دو رکوع ہیں

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ○ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ○ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ○ وَاِنَّكَ

ن ـ قسم ہے قلم کی اور اسکی جو اس سے لکھتے ہیں ـ تو تو اپنے رب کی عنایت سے دیوانہ نہیں ـ اور تیرے لیے تو بے شمار اجر ہے ـ اور تو بڑے

لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ○ فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُوْنَ ○ بِاَیِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ○ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ

ہی خوش خلق ہے ـ سو اب تو بھی دیکھ لیگا اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے ـ بیشک تیرا رب ہی خوب جانتا ہے کہ کون بہکا ہے

سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ○ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِیْنَ ○

اسکی راہ سے ـ اور وہی خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو ـ پس تو جھٹلانے والوں کی نہ مان ؎

ترکیب

ن ـ قری بادغام النون الثانیة من ہجاۓ ہا فی الواو وقری بالاظہار وبالفتح وبالکسر وبالضم فالفتح بناضمار فعل والفتح علی اضمار القسم اولالتقاء الساکنین والضم علی البناء ـ والقلم الواو للقسم وما موصولة لیسطرون صلتہ والعائد محذوف والجملة معطوفة علی القلم ما انت الجملة جواب القسم وان لک الجملة معطوفة علی الجملة السابقة و انک ایضا معطوفة علیہا والجملات الثلاث جواب القسم بایکم المفتون الباء زائدة ویمکن ان یکون المفتون مصدرا مثل لم تقول المیسور اے بایکم الجنون ؎

تفسیر

جمہور کے نزدیک یہ سورۃ بھی مکے میں نازل ہوئی ہے حسن عکرمہ عطا کا بھی یہی قول ہے ابن عباس سے منقول ہے کہ سب سے اول اقرأ نازل ہوئی ـ پھر سورۂ نون پھر مزمل پھر مدثر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی یہی فرماتی ہیں کہ یہ سورۃ مکے میں نازل ہوئی بعض کہتے ہیں کہ کچھ مکے میں اور کچھ مدینے میں نازل ہوئی اس سورۃ کو سورۃ قلم بھی کہتے ہیں اور سورۃ نون بھی کیونکہ نون بھی اسکے اول میں ہے اور قلم بھی ہے ؎

اس سورۃ میں بھی بلحاظ تقدم نزول کے مسئلہ نبوت پر عجیب بحث ہے اور آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات میں جو مخالفین نبوت اپنے خیالات فاسدہ سے عیب ثابت کرتے تھے کہ آپ دیوانے ہیں اور ناحق دنیا سے لڑتے جھگڑتے ہیں بدخلق ہیں انکی بدلا اخلاقی یعنی کی زد ہے کہ جس نے بات اتفاق سے کیونکہ ملک عرب اور اسکا مکہ شہر گمراہی اور ہلاکت کی اندھیریوں میں پڑا ہوا تھا ایسے وقت خدائے پاک کی توحید عظمت بیان کرنا اور مکارم اخلاق کی تعلیم دینا اور ان بری باتوں کی ممانعت کرنا جو انکی طبیعت میں خمیر ہو گئی تھیں جو صدیوں سے باپ دادا کو انھیں پر چلتے دیکھتے آئے تھے ایک نہایت حیرت خیز بات تھی جسکے قائل کو دیوانہ کہنا کچھ بڑی بات نہ تھی اور جا بجا پکار کر ان الفاظ میں منادی کرنا اور ان بیہودگی سے ان کی عادتوں کو بچانے کی کوشش کرنا انکی طبیعت کے برخلاف کام تھا جسکو بدخلقی اور تعصب کہتے تھے اور آپ کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ آپ کے حق میں ملک خیال کرتے تھے اور آپکو اس طرح بدلے پھیر کر اپنی طرف لانا آپ کے حق میں بہتر خیال کرتے تھے ان سب باتوں کا رد ان آیات میں بڑے تسلی بخش الفاظ میں کیا گیا ہے عرب میں دستور تھا کہ جو بات بڑی ہوتی تھی کر قسم کھاتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ جو کوئی جھوٹ پر قسم کھائے گا برباد ہو جائے گا اسلیے خدائے پاک اپنے کلام کو جو آنحضرت صلعم کی زبان سے ادا کرتا ہے قسم سے شروع کرتا ہے ـ فقال ن والقلم وما یسطرون کہ قسم ہے نون اور قلم سے لکھی ہوئی چیزوں کی ما انت الخ کہ تو اے محمد فضل الٰہی سے دیوانہ نہیں جیسا کہ وہ کہتے ہیں ؎

نون سے کیا مراد ہے؟ اسکی پوری بحث سورۂ بقرہ کی تفسیر الم میں ہم کر آئے ہیں مگر یہاں اس قدر جان لینا کافی ہے بعض علما فرماتے ہیں کہ نون کسی کلمہ کا حرف ابتدائی یا اخیر حرف ہے جس سے آنحضرت صلعم کو اطمینان دلایا جاتا ہے۔ ابتدائی حرف کی صورت میں بعض کہتے ہیں یہ ناصر یا نصیر یا نحن ننصر کا ابتدائی حرف ہے کہ اے محمد کفار کے غلبہ و شوکت اور اپنے متبعین کے ضعف و قلت کا خیال نہ کر ہم ان کی مدد کرینگے اور غلبہ دینگے چنانچہ غلبہ دیا اور وعدہ سچا کر دکھایا بعض کہتے ہیں نور کا ابتدائی حرف ہے کہ اے محمد ان ظلمات سے ہرگز نہ ڈر اسنے اپنا نور ظاہر کیا ہے [illegible] تجھے بھیجا اور جہان کو روشن کرنے کے لیے کہ بہاروں سے آفتاب ہدایت کو جلوہ گر کیا جسکی کرنیں تھوڑے سے دنوں میں سب کنارے [illegible] پہنچ گئیں اور وہ کسی کے روکے سے نہ رکیں واللہ متم نورہ - اور اخیر حرف کی صورت میں بعض کہتے ہیں الرحمن کی طرف اشارہ ہے کہ ہم نے [illegible] اپنی رحمت کاملہ سے دنیا میں نبی اور کتابیں بھیجی ہیں بعض کہتے ہیں اس میں اس حرف سے اشارہ ہے کہ اس سورہ کی آیات میں اخیر حرف نون ہے جیسا کہ بلغا قصیدہ اول ہی کہدیتے ہیں کہ تمام یعنی نام کی ردیف ہوگی ان سب تقروں میں نون حروف میں سے ایک حرف ہی مراد ہوگا۔ بعض کہتے ہیں کہ نون سے مراد مچھلی ہے بعض کہتے ہیں وہ مچھلی ہے جسنے حضرت یونس علیہ السلام کو لقمہ کیا تھا بعض کہتے ہیں کہ وہ مچھلی ہے جسکی پشت پر زمین ہے جسکا نام لہموت یا بہموت ہے اسکی تفصیل میں ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ جب خدا نے آسمان زمین بنائے تو عرش سے فرشتہ بھیجا جسنے زمین کو اپنے مونڈھوں پر اٹھا لیا مگر فرشتہ کے پاؤں ٹکنے کی جگہ نہ تھی خدا نے ایک بیل بھیجا جسکے چالیس ہزار سینگ اور چالیس ہزار پاؤں تھے بیل کے کوہان اور پر کی طرف فرشتہ نے پاؤں ٹکائے مگر بیل کے پاؤں ٹکنے کی کوئی جگہ نہ تھی اسکے لیے ایک بڑا پتھر پیدا کیا جس پر بیل کھڑا ہوا اور بیل کے سینگ زمین سے باہر نکل آئے ہیں اسکے نتھنے سمندر میں ہیں جب سانس لیتا ہے تو سمندر کا پانی زیادہ ہو جاتا ہے اور کف بھی پیدا ہوتے ہیں اور جب سانس کھینچتا ہے تو پانی سمٹ جاتا ہے یعنی مد و جزر اسکے سانس سے پیدا ہوتا ہے اور وہ پتھر جس پر بیل کھڑا ہے ایک مچھلی پر ہے جس کا نام کر ہے اور مچھلی پانی پر ہے اور پانی ہوا پر ہے جس سے اشارہ ہے کہ جہان کی بنیاد [illegible] ہے [illegible] مچھلی اور بیل کی بات عجائب و غرائب روایات [illegible] میں۔ یہ روایات ابن المنذر و عبد بن حمید و ابن مردویہ نے کی ہیں اور مجاہد سے بھی مقاتل و مرہ ہمدانی و عطا خراسانی و قرطبی وغیرہ سے بھی منقول ہیں۔ یہ روایات محققین محدثین کے نزدیک بے اصل ہیں اسلیے انھوں نے ان روایات کو اپنی کتابوں میں لکھنا پسند نہیں کیا [illegible] موضوعات میں [illegible] ائمہ جرح و تعدیل نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے ؛

بعض صوفیائے کرام فرماتے ہیں نون سے مراد نفس کلیہ و قلم سے عقل کل ہے اول مرتبہ ہی کلمہ کے اول حرف کے ساتھ [illegible] دوم باب تشبیہ سے ہے کہ نفس میں موجودات اثر عقل سے منقش ہو جاتے ہیں جیسا کہ لوح پر قلم کی تاثیر سے منقش ہوتی ہیں۔ وما یسطرون سے مراد صور اشیا اور انکی [illegible] احوال [illegible] رکھنے والے عقول متوسط و ارواح مقدسہ میں گو یہ کاتب اول حقیقت میں وہی ہے لیکن انکی طرف مجازاً منسوب کیا گیا کہ وہ ذریعہ ہیں (از تفسیر علامہ محی الدین ابن عربی) ؛

بعض کہتے ہیں نون سے ذات باری و قلم سے صفات مراد ہیں۔ وما یسطرون سے وہ افعال و حالات جو لوح تقدیر پر لکھے جاتے ہیں (عرائس) ؛

نون سے کیا مراد ہے

صوفیائے کرام کا قول

[illegible] کتاب [illegible] باب میں [illegible]

[illegible] صحیح [illegible]

[illegible] موضوعات [illegible] بعض علمائے [illegible]

[illegible] ایک رسالہ [illegible] کے موضوعات [illegible]

[illegible] ایک رسالہ [illegible] احادیث موضوعہ [illegible]

صاف مطلب یہ ہے کہ ن ایک حرف ہے جو شروع کلام میں کسی خاص رمز کے لیے آیا ہے جسکو وہی خوب جانتا ہے جیسا کہ اور حروف سورتوں کے اوائل میں آئے ہیں۔ والقلم وما یسطرون سے قسم شروع ہوتی ہے کہ ہمیں قلم کی قسم اور اسکی جو لکھتے ہیں۔ اب قلم سے خواہ وہ نورانی قلم مراد لو یعنی اندازہ الٰہیہ کہ جسنے ازل میں ہر شے کو الواح علمیہ پر ثابت کر دیا جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے۔ جف القلم بما انت لاق رواہ البخاری۔ قلم کے خشک ہونے سے کنایہ ہے قلم الٰہی سے مقادیر لکھے جانے اور اسکے فارغ ہو جانے سے۔ ترمذی نے روایت کی ہے کہ اول خدا نے قلم کو پیدا کیا پھر اس سے کہا لکھ اُسنے کہا کیا لکھوں فرمایا تقدیر لکھ پھر جو ہوا اور ابد تک ہوگا سب کچھ لکھا گیا۔ قلم اور لوح وہی تقدیر علمی اور مرتبۂ ثبوت فی علم اللہ ہے جو ازل میں تھا جس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ اس نوشتۂ ازلی کا ثبوت انجیل متی کے ۲۶۔ باب ۵۳۔ جملے سے بھی ہے قولہ کیا تو نہیں جانتا کہ میں ابھی اپنے باپ سے مانگ سکتا ہوں اور وہ فرشتوں کے بارہ تمن سے زیادہ میرے لیے حاضر کر دیگا ۵۴۔ پر نوشتوں کی بات کہ یوں ہی ہونا ضرور ہے تب کیونکر پوری ہوتی۔ خواہ اس سے مراد وہ قلم اور وہ لکھنا ہو کہ جو ملائکہ انسان کے نیک و بد کام لکھتے ہیں جس میں منکرین نبوت کے لیے سرزنش ہے۔ خواہ دنیاوی لوگوں کے قلم اور انکی تحریرات مراد ہوں پھر عام ہے کہ ہر معاملہ و انتظام دنیا کی بابت ہوں کس لیے کہ یہ بھی انعام الٰہی ہے جس پر دنیا کے صدہا انتظام مربوط ہیں خواہ علماء ربانیین کے قلم اور انکی تحریر مقدس اور الہامی کتابوں کی بابت ہو جسکو قریش بھی عمدہ اور متبرک سمجھتے تھے یا عام علمی قلمیں اور انکی تحریریں ہوں جس سے اشارہ ہو کہ اسے دنیا میں پہلے بھی انبیاء علیہم السلام بھیجے ہیں اور انکے منہ کی الہامی باتیں لوگوں نے تحریر کی ہیں اور پھر انکو بھی اس عہد کے جاہلوں نے دیوانہ بنایا ہے سو وہ عتاب الٰہی میں گرفتار ہوئے ہیں اور ان باتوں کو اہل قلم مورخین نے لکھا ہے انسے پوچھ دیکھو یہ حال ایک عمدہ اور اعلیٰ چیز کی قسم ہے کفار کے ابطال کے لیے کہ وہ نبوت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے اور آپکو دیوانہ کہتے تھے اس بات کا رد کرنے میں نون اور قلم اور تحریر کی قسم سے ایک عمدہ مناسبت ہے کس لیے کہ نبوت علوم کا سرچشمہ ہے جو ایک اعلیٰ ترین فیض ہے جسکے فیوضات بعد میں اسکے روبرو مبارک ہاتھ لکھا کرتے ہیں اور مقدس صحائف میں درج ہوتے ہیں اور وہ دنیا کی اصلاح و فلاح کا عمدہ ذریعہ ہوتے ہیں مگر جاہل و احمق جب ان باتوں کو قبول نہیں کرتے تو ایسے لوگوں کو دیوانہ کہہ دیا کرتے ہیں اسی طرح ہر معنی سے قسم و مقسم علیہ میں مناسبت ہے۔

اور پھر ان چیزوں کی قسم پہلی سورۂ تبارک سے کمال مناسبت رکھتی ہے کیونکہ اس سورہ میں خدا تعالیٰ نے اپنی بادشاہی کا اظہار کیا تھا اور نیز آسمانوں و زمین کا بنانا اور وسیع مکان بنانا اور شریر و سرکشوں کے لیے دار الانعام اور جہنم کا قید خانہ وغیرہ امور ذکر فرمائے تھے کہ جو فرمانِ شاہانہ کا ذکر آیا تھا اسلیے یہاں نون اور قلم اور تحریر سے وہ بات بھی ثابت کر دی قلم کے فضائل یعنی علم کی خوبیاں اور قلم سے نبوت کی مناسبت کہ قلم جس طرح لکھنے والے کے ہاتھ میں مجبور ہے اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام تابع الہام ہیں آپ سے کچھ نہیں فرماتے وما ینطق عن الہوی پر علماء نے بہت کچھ بیان لکھے ہیں۔

تین چیزوں کی قسم کھائی ن قلم تحریر کی اور قسم کھا کر تین باتیں بیان فرمائیں (۱) ما انت بنعمۃ ربک بمجنون کہ تو اپنے رب کی نعمت یعنی عنایت سے دیوانہ نہیں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حمیدہ دانائی کے نبوت سے پہلے نہ صرف قریش مکہ بلکہ اور اطراف وجوانب کے لوگ بھی قائل تھے اور آپ کی زیرکی ضرب المثل تھی +

(۲) وان لک لاجرا غیر ممنون کہ آپ کے لیے بے انتہا اجر ہے۔ یہ گویا دلیل ہے پہلے جملے کی کیلئے کہ دیوانے کی کوئی بات قابل مدح اور سبب اجر نہیں ہوتی کیونکہ اسکا کوئی کام عقل وبینش سے نہیں ہوتا برخلاف اسکے آپ کو اجر ہے ان تمام مساعی جمیلہ کا اور اجر بھی کیسا؟ بے انتہا کیلئے کہ دنیا میں توحید وخداپرستی اور یہ کارم اخلاق کے (انکے مٹ جانے کے بعد) آپ ہی مروج اور معلم ہیں جب تک دنیا میں یہ باتیں جاری رہینگی آپ کو بھی برابر اجر ملتا رہیگا اور ہر ایک نیک کام کے بانی اور مروج کو بعد میں اجر ملا کرتا ہے یہ اسکے باقیات الصالحات میں شمار ہوتا ہے اور ہمیشہ کے لیے دنیا میں گویا ایسے آدمی زندہ رہکر نیک کام میں حصہ لینے والے شمار ہوتے ہیں اور زندہ تصور کیے جاتے ہیں +

ف ممنون مقطوع کہتے ہیں مننت الحبل اذا قطعتہ غیر ممنون غیر مقطوع کہ وہ کبھی منقطع نہوگا۔ اور یہی معنی ہیں +

(۳) وانک لعلیٰ خلق عظیم اور بیشک تو بڑے خلق پر ہے۔ یہ بھی اسی جملے کی ایک دلیل قوی ہے۔ کیلئے کہ مجنون کے اخلاق اچھے نہیں ہوتے برخلاف اسکے کہ آپ کے اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ کے دشمن بالاتفاق قائل تھے پھر دیوانہ کہنا دیوانہ پن ہے +

خلق ایک نفسانی ملکہ ہے جسکے سبب انسان عمدہ کام باسانی کرسکتا ہے اچھے کام کرنا اور بات ہے اور انکو آسانی سے کرنا اور بات ہے پس وہ حالت جسکی وجہ سے بسہولت نیک کاموں کو کرسکے اسکو خلق کہتے ہیں جسکی جمع اخلاق آتی ہے خلق خُلق بالضم وبضمتین خوے (صراح) خلق بخل ورلالچ اور غضب ورمعاملات میں تشدد سے بچنا اور لوگوں سے معاملات میں نرمی ودرگزر مروت سیرچشمی سے پیش آنا انتقام سے درگزرنا اقارب واحباب کے ساتھ سلوک کرنا بلکہ بدی کے مقابلے میں نیکی کرنا۔ کینہ اور حسد سے دور رہنا بھی خلق میں داخل ہے۔ حیا وشرم کرنا سخت کلامی اور فحش گوئی اور طعنہ بازی سے بچنا بھی اسکا ایک جزو ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں یہ سب باتیں فطری طور پر خمیر کردی گئی تھیں ان باتوں کو بتکلف عمل میں لانے کی حاجت نہ تھی۔ بلکہ بے تکلف خودبخود آپ سے سرزد ہوا کرتی تھیں۔ خُلق محمدی دنیا میں مشہور ہے حضرت کی روح پاک میں معارف الٰہیہ حقہ کے قبول کرنے کی نہایت استعداد رکھی تھی اور بری باتوں غلط عقائد کے قبول کرنے کی مطلقاً استعداد نہ تھی اسلیئے یہ ملکہ آپ میں تھا جسکو خُلق سے تعبیر کیا +

ابی الدرداء کہتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے خُلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت کیا فرمایا آپکا خُلق قرآن تھا جس سے وہ راضی اس سے آپ راضی جس سے وہ ناخوش اس سے آپ ناخوش تھے (اخرجہ البیہقی فی الدلائل وابن مردویہ وابن المنذر) اس قسم کی ایک روایت سعد بن ہشام نے مسلم وابن المنذر وحاکم وغیرہم نے نقل کی ہے جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت کا نفس مقدس بالطبع عالم قدس کی طرف مائل اور اسکے ساتھ جس قدر چیزیں متعلق ہیں انکی طرف راغب تھا اور لذات بدنیہ اور سعادات دنیویہ سے بالطبع آپکو سخت نفرت تھی و ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء عائشہ کہتی ہیں آپ سے زیادہ کوئی خوش خلق نہ تھا جب کسی نے بلایا تو آپ نے یہی فرمایا لبیک یعنی حاضر نہ عمر بھر کسی کو مارا نہ گالی دی نہ سخت کلامی سے پیش آئے انس کہتے ہیں کہ دس برس تک میں حضرت کی خدمت میں رہا آپ نے کبھی مجھے کسی کام کے کرنے پر یہ نفرمایا کہ کیوں کیا اور نہ کرنے پر یہ نفرمایا کہ کیوں نہ کیا؟ کتب شمائل اور سیر میں اس سے زیادہ آپ کے مکارم اخلاق مذکور ہیں +

آج کل جھگڑا بازی اور فحش گوئی اور بیجا دل لگی اور ہنسی کا نام خلق رکھا ہے۔ افسوس +

ف علیٰ کا لفظ استعلا کے لیے عرب میں مستعمل ہوتا ہے علیٰ خلق کہنے میں یہ اشارہ ہے کہ آپ ان اخلاق حمیدہ پر حاوی اور غالب ہیں اور یہ عظیم کے لفظ نے اور بھی معنی میں وسعت پیدا کر دی کیلیے کہ آنحضرت صلعم کو اگلے انبیا علیہم السلام کے اقتدا و اتباع کا حکم دیا گیا ہے بقولہ اولئک الذین ہدیٰہم اللہ فبہدیٰہم اقتدہ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ معرفت الٰہی اور احکام شرائع میں یہ اقتدا نہیں تو لامحالہ انکے اخلاق میں اقتدا کرنا ہے تو جو ہر ایک نبی علیہ السلام کے اخلاق تھے ان سب کا مجموعہ حضرت صلعم میں قائم ہوا اسلیے آپکا خلق عظیم تھا کیا خوب کہا ہے خسرو علیہ الرحمہ نے ؎ انچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری ✤

یہ تین باتیں تین چیزوں کی قسم کھا کر بیان فرمائیں جنہیں سے ہر ایک کو دوسری سے مناسبت تامہ ہے اور پھر ہر ایک کو ہر ایک چیز سے کہ جسکی قسم کھائی ہے عجب مناسبت ہے۔ اور مجموعہ کو مجموعہ سے مناسبت ہے۔ یہ کمال بلاغت ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ یہ تینوں باتیں جدا جدا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہیں اور مجموع مرکب ہو کر بھی جسکی تقریر اذہان صافیہ پر چھوڑتا ہوں ✤

اس برہان قاطع کے بعد آنحضرت صلعم کی صداقت کا آیندہ آنے والی نشانی سے پورا اطمینان دلاتا ہے اور ایک پیشین گوئی کرتا ہے جسکو اہل مکہ نے بہت جلد آنکھوں سے دیکھ لیا۔ فقال فستبصر ویبصرون کہ اے محمد ابھی آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کیا دیکھ لیں گے بعض علما کہتے ہیں دنیا کی سزا جو بدر کے دن اور ایک قحط عظیم سے قریش کو ملی جسکے لیے آنحضرت صلعم نے دعا کی تھی۔ بعض فرماتے ہیں یہ عذاب آخرت کی طرف اشارہ ہے کہ مرنے کے بعد معلوم ہو جاویگا۔ مگر میں کہتا ہوں بایکم المفتون یبصرون کا مفعول ہے بذریعہ تب یعنی یہ کہ ابھی معلوم ہو جاویگا کہ تم میں سے کون فتنے میں پڑا ہے دیوانہ یا مقہور ہے چنانچہ چند برسوں کے بعد جب آفتاب ہدایت اونچا بلند ہوا تو تمام عرب نے جان لیا کہ ہم گمراہی پر تھے ناحق پیغمبر خدا صلعم کا مقابلہ کیا کرتے تھے۔ لونڈیاں اور غلام بوڑھے اور بچے شریف و وضیع سب کی آنکھوں میں انکی وہ پہلی حالت جو بت پرستی اور ہر قسم کی بدکاری تھی تبدیل ہو گئی۔ یہ کوئی تھوڑی بات نہیں کوئی شخص جو درحقیقت خدا تعالیٰ کا فرستادہ نہو اور اسکو اپنے نور باطن و تاثیر نبوت کا پورا بھروسہ نہو ایسی جاہل بت پرست مغرور بدکار قوم کی نسبت یہ دعویٰ کر سکتا ہے۔ نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قوم کی ایسی جلد کایا پلٹ دینے کا بیڑا اٹھایا اور نہ اٹھا سکتے تھے۔ اس اعجاز سے بڑھکر دنیا میں کسی نبی نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا اسلیے اسکے بعد فرماتا ہے ان ربک ہو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وہو اعلم بالمھتدین۔ کہ تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اسکے رستے سے بہکا ہوا اور کون رستے پر ہے۔ جو گمراہ ہے اور گمراہی کو ہدایت جانتا ہے اس سے بڑھکر کون دیوانہ ہے اور ہدایت پانے والے سے جو سیدھی راہ چلا جاتا ہے کون عقلمند ہے۔ اسمیں اشارہ ہے کہ وہی گمراہ ہیں اور وہی دیوانے ہیں انکے دیوانہ پن کی دلیل انکی گمراہی ہے اور آپ اور آپکے متبعین عاقل ہیں انکی دلیل ہدایت پر ہونا ہے۔ یا یوں کہو کہ وہ جو اپنے آپ کو عاقل اور آپ کو دیوانہ کہتے ہیں جھوٹے ہیں کیلیے کہ تو ہدایت پر اور وہ گمراہی پر ہیں اور امتیاز جو ہدایت و گمراہی سے حاصل ہو وہ اس امتیاز سے بہتر ہے جو عقل و جنون سے حاصل ہو کیلیے کہ وہ سعادت و شقاوت ابدیہ کا ثمرہ ہے اور یہ سعادت و شقاوت دنیویہ کا نتیجہ ہے۔ پھر جب یہ دیوانے ہیں اور دیوانگی سے جھٹلاتے ہیں تو فلا تطع المکذبین ان جھٹلانے والوں کا کہنا نہ مان کیونکہ وہ تجھے اسی حالت خراب کی طرف بلا رہے ہیں جسمیں وہ خود مبتلا ہیں دنیا میں جو مذہب و ملت کا جھگڑا اور لڑائی ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ ہدایت پانے والا دوسرے گمراہ بھائی کو دیکھ رہا ہے کہ یہ ڈوبا جاتا ہے اسلیے اسکے بچانے کی کوشش کرتا ہے اور وہ اسکو ڈوبتا جانکر اسکے برخلاف کوشش کرتا ہے ادھر ہر ایک فریق کو دوسرے سے رفتہ رفتہ رنج و عداوت بھی ہو جاتی ہے جسکا نتیجہ جنگ و جدال ہوتا ہے ✤

وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ۝ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عُتُلٍّ

وہ چاہتے ہیں کہ تو ڈھیلا ہو جائے تو وہ بھی ڈھیلے ہو جاویں۔ اور تو کسی قسمیں کھانے والے بے قدر ... طعنہ باز چغل خور ... بھلی باتوں سے روکنے والے ظالم بدکار بدمزاج

بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۝ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۝ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ

اس پر طرہ یہ کہ بدذات ... اس سبب سے کہ وہ مال و اولاد والا ہے۔ جب اسکو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے پہلوں کی کہانیاں ہیں۔ اب ہم اسکو سونڈ پر داغ لگاتے ہیں

(**ترکیب**) یدہنون جواب لو ... مفعول ودوا ای ودوا ادہانک لو تدہن فیدہنون عطف علی تدہن داخل فی حیز لو او ہو خبر مبتدأ محذوف ای فہم فیدہنون ویمکن ان یکون فیدہنون مع المبتدأ المحذوف جواب لو والشرط والجزا الجملۃ مفعول ودوا وفی بعض المصاحف فیدہنوا بحذف النون علی انہ جواب التمنی المفہوم من ودوا ان کان الخ بالفتح مصدر متعلق بقولہ ولا تطع ای لا تطع من ہذہ مثالبہ لان کان متمولا مستظہرا بالبنین ... الافراد والرحلین وقری آان بالاستفہام علی الشرط وجواب الشرط محذوف دل علیہ اذا تتلی ای ان کان غنیا ومال یکفر ولا تطع ... کل خلاف ... اذا شرط قال جوابہ ✤

(**تفسیر**) اب اس بات کو بیان کرتا ہے کہ ان کا فروں نے کیا کچھ چاہا تھا جس کی اطاعت سے منع کیا تھا بقولہ فلا تطع المکذبین فقال ودوا کہ وہ کفار چاہتے ہیں تو تدہن کہ اگر آپ سستی کرجائیں حق سے چشم پوشی کریں صاف صاف بتوں اور بت پرستی کی برائی نہ کریں تو فیدہنون وہ بھی آپ سے تشدد نہ کریں انکو ان باتوں کے کہنے میں کچھ مخالفت نہیں مفسرینؒ ان آیات کے متعلق نقل کیا ہے کہ ابوجہل و اسود بن عبد یغوث و اخنس بن شریق وغیرہ مکہ کے رؤسا آنحضرت صلعم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ اگر اس نصیحت سے آپ کی یہ غرض ہے کہ دنیا کی عیش و عشرت میسر آوے تو آپ فرمائیے اگر عورتوں سے رغبت ہے تو عمدہ سے عمدہ کواری لڑکیاں آپکے لیے حاضر کریں اور آپ جس سے فرمائیں نکاح کرادیں اگر دولت مقصود ہو تو ہم مال و مواشی حاضر کریں اگر سرداری مقصود ہے تو آپ ہماری قوم میں عالی نسب معاملہ میں ہم آپکو سردار بنا دیں آپ نے فرمایا مجھے ان باتوں میں سے کوئی مطلوب نہیں ہے مگر تمہاری بھلائی مقصود ہے تم بات مان لو پھر انہوں نے کہا کہ اچھا تو آپ جو چاہے کیا کریں مگر بتوں کی مذمت اور انکی پرستش سے منع نہ کریں ہم بھی آپ پر طعن و تشنیع نہ کرینگے آنحضرت نے سکوت کیا تب یہ آیت نازل ہوئی۔ ودوا لو تدہن الخ ✤

مگر ان سب کفار میں ولید بن المغیرہ بڑا بدذات تھا اسکی بداتی یہ تھی کہ جھوٹا بات بات پر قسمیں کھانے والا اخیل چغل خور نیک کاموں سے روکنے والا بدمزاج سرکش حرامی مال و اولاد کا بڑا گھمنڈ تھا وہ اپنی امارت ریاست کے نشے میں آنحضرت اور مسلمانوں کو حقیر سمجھتا تھا اور اپنی حکومت کی کوشش کرتا تھا کہ بیٹا اسکا مانع عدول حکمی کریں اس توحید و خدا پرستی سے باز آویں اسلیے بالخصوص اسکی طاعت سے آنحضرت صلعم کو منع کیا گیا آپ کبھی اسکی اطاعت کرنیوالے نہیں تھے مگر تاکیداً حکم دیا اور اسکا نام نہیں لیا اسکے اوصاف ذیلہ بیان کر دیے تاکہ لوگوں کو ایسے اوصاف سے نفرت ہو اور ترک کریں اور یہ بھی ثابت ہو جاوے کہ ایسے اوصاف کا شخص اس قابل نہیں کہ اسکی کوئی اطاعت کرے فقال و لا تطع کل حلاف کہ آپ ہر ایک بہت قسمیں کھانے والے کی نہ مانیں بات بات پر قسمیں کھانا رذالت و کاذب ہونے کی دلیل ہے مہین ذلیل حقیر دنیاوی باتوں پر جھوٹھ بولنا قسمیں کھانا ذلیل کر دیتا ہے جس سے اسکی پست ہمتی اور ہلکا پن ثابت ہوتا ہے اسکے سوا وہ موذی بھی ہو۔ ہماز طعن کرنیوالا لوگوں کو برا کہنے والا لوگوں کے حسب نسب اخلاق صورت سیرت میں طعنہ کرکے لوگوں کو ایذا دینے والا مشاء بنمیم چغل خور ایک کو دوسرے سے لڑا دینے والا مناع للخیر نیکی سے منع کرنے والا۔ اگر اسکی اولاد یا نوکروں میں سے کوئی آنحضرت کے پاس آتا تو یہ دھمکاتا کہ کھانا بند کر دونگا۔ معتد ظالم لوگوں کے حقوق تلف کرنیوالا مزدوروں سے کام لیا اور پیٹ کر نکال دیا۔ اثیم بدکار شراب پینے والا۔ زنا لواطت کرنے والا عتل سرکش اڑیل بدمزاج کسی کی بات خود پسندی سے نہ ماننے والا بعد ذلک ان سب عیبوں کے بعد زنیم ولدالزنا حرام کا نطفہ بیشتر اخلاق رذیلہ کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ ولید کو اٹھارہ برس کے بعد اسکے باپ نے کہا تھا کہ یہ میرے نطفے سے ہے۔ حرامی اولاد میں خیر و برکت شجاعت و حمیت کم ہوتی ہے جن والیان ملک نے میشار عورتیں گھر میں ڈال کر حرامی اولاد جنوائی نہ ان میں شجاعت و عفت دکھائی دیتی ہے نہ ریاست و سیاست کی غیرت باقی ہے مرد چھچھورے بدکار کمینہ پرست عورتیں فاحشہ خاندان برباد ہوا ✤

نطفہ ضرور ایک نیک بد اثر رکھتا ہے علاوہ صحت و مرض جسمانی کے حلالی حرامی ہونیکا بھی ایک اثر ضرور نمایاں ہوتا ہے۔ یہ مشاہدہ میں آچکا ہے۔ زنیم کے معنی بھی بد شریر کے بھی بیان کیے ہیں عکرمہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ اسکے زنیم ہونیکے یہ معنی ہیں کہ اسکی گردن میں سولی تھی جس سے وہ پہچانا جاتا تھا اور لغت میں زنمہ کے معنی زیادہ کے ہیں اور بکری کے کان چیر ڈالتے ہیں اور وہ سوکھ کر لٹک جاتے ہیں تو انکو زنمۃ الشاۃ کہتے ہیں معاذ اللہ جسمیں ان باتوں میں سے ایک بھی ہو وہ بھی قابل نفرت ہے اسکی اطاعت کیسی چہ جائیکہ اسمیں اسقدر عیب ہوں۔ ان کان ذا مال وبنین اسلیے کہ وہ مال اور لڑکوں والا ہے مغرور اور نافرمان ہوا ہے اور اس نالایقی پر یہ نعمت پاکر شکرگزاری نہیں کرتا۔ بلکہ اذا تتلی علیہ ایتنا قال اساطیر الاولین جب اسکو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں کہ سنکر اپنے اخلاق درست کرے ہماری طرف رجوع ہو وہ سنکر یہ کہدیتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں کلام الہی نہیں اسلیے اس ناشکر کے لیے دنیا ہی میں ایسی سزا دیجائیگی جو اسکے کبر وغرور کو مٹا دے وہ کیا سنسمہ علی الخرطوم کہ ہم ابھی اسکی ناک پر جو بڑی اور بے ڈول ہو رہی ہے جب ہاتھی کی سونڈ جیسی ہے داغ اور نشان لگادینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بدر کی لڑائی میں کسی انصاری کی تلوار سے اسکی ناک پر چرکا لگا کہ میں آکر اسپر پھایا لگایا اچھا ہی نہوا ایک داغ ہو گیا اور آخر اسی مرض میں سخت تلخی اٹھا کر سیدھا جہنم میں گیا ۔

(فوائد)

ف۱ اس بدبخت نے نبی علیہ السلام کو دیوانہ کہا تھا جس سے مقصود نبوت کا ابطال تھا اسکے جواب میں خدا تعالی نے آنحضرت صلعم کی نبوت بڑے واضح دلائل سے ثابت کی اور دلائل میں آپکے اخلاق حمیدہ اور اجر آخرت ثابت کرکے نہ صرف جنون کی نفی کی بلکہ نبوت بھی ثابت کی اور آپکے خلق عظیم کے مقابلہ میں اس بدبخت کے دس عیب بیان فرمائے جس سے بالمقابل اخلاق حمیدہ کی شرح بھی ہوگئی اور رسالتمآب کے مقابلہ کرنیوالے کی دنیا و آخرت کی بربادی و خرابی تو ہین بھی کیگئی تاکہ اور لوگوں کو عبرت ہو ۔

ف۲ جب آنحضرت صلعم پر ایک عیب لگانے والیکے دس عیب واقعی بیان کیے گئے تو حضرت کے ساتھ سلوک اور حسن خدمت کے پیش آنیوالے کی بھی یہ حالت ہے کہ ایک بھلائی کرنیوالے کو دس بھلائیاں دنیا اور آخرت میں ملتی ہیں اور کم از کم دس پشتوں تک سلسلہ ملتا ہے جسکی نظیر صحابہ کرام کی جانفشانیاں ہیں کہ انکو بہت جلد سرسبز ملکوں کا مالک کردیا اور بدنام دار ان کی نسلیں برگزیدہ اور مبارک سمجھی جاتی ہیں حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو مجھ پر ایکبار درود بھیجیگا اللہ اسپر دس بار رحمت بھیجیگا اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ وبارک وسلم ۔

ف۳ اس متکبر کو اور بھی سزا دیسکتا تھا ناک پر داغ لگانے کی سزا کیوں تجویز فرمائی گئی ہے ناک ہی غرور وخود بینی کا نشان ہے اور عرف میں ناک عزت و آبرو کو بھی کہتے ہیں اسلیے اس غرور وخودبینی کے نشان پر داغ لگایا جانا خداوند جہان کی ساتھ سرتابی و سرکشی کی مناسب ہے اور بعض کہتے ہیں یہ کنایہ ہے اسکی عزت دنیاویہ بگاڑدینے سے ۔

ف۴ کیا ولید کی ناک بڑی اور سونڈ جیسی تھی ہے تھی مگر متکبر او مغرور اپنی ناک بڑھایا کرتا ہے اور انبیا علیہم السلام کے مقابلے میں ناک بڑھانا بلندی کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ پستی پیدا کرتا ہے اسلیے اسکو سونڈ سے تعبیر کیا اور ممکن ہے کہ درحقیقت اس بدبخت کی ناک ظاہری لمبی اور جھکی ہوئی ہو جو ادبار و ہلاکت کا نشان ہے اور ایسے کریہ المنظر مغرور کی ناک کو خرطوم کہنا جو ہاتھی اور سور کی ناک کو کہتے ہیں اسکی پوری اہانت بھی ہے اور اسمیں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اسنے اصحاب الفیل کا واقعہ دیکھا تھا انکی لمبی ناک کا جو مآل کار ہوا اسے خیال کرکے باز آوے ۔

ف۵ حضرات انبیا علیہم السلام کو باوجود حلم اور خلق کے کبھی ضرورت مجبور کرتی ہے کہ وہ مخالف سرکش کو سخت الفاظ سے یاد کریں حضرت مسیح علیہ السلام نے یہودیوں کو سانپوں کا بچہ کہدیا تھا اور قرآن مجید نے تو کسی کا نام نہیں لیا ایک صاف ذیلکی تصویر کھینچی ہے اب الخلق سے وہ اوصاف ذیلہ ولید میں ہوں یا کسی اور میں ۔

ف مداہنت فی الدین یہ ہے کہ مذاہب فساق فجار کو منع نکرے جیسا کوئی ہو اسی کے مطابق اس سے پیش آوے اسکی ممانعت احادیث صحیحہ میں آئی ہے بلکہ ایسے امور سے نفرت و بیزاری ظاہر کرنا دین ہے جس کو آج کل تعصب کہتے ہیں اور برا سمجھتے ہیں مگر یہ نادانی ہے۔ لیکن مداہنت اور چیز ہے اور خوش خلقی اور چیز ہے۔ بعض صاحبوں نے ترش روئی سخت مزاجی کو نام دین رکھا ہے یہ بھی غلطی ہے ۔ ۱۲ منہ

إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ۝ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ۝ فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ

ہم نے انکی باغ والوں کی طرح آزمائش کی جبکہ انہوں نے قسم کھائی کہ صبح کو اسکا میوہ توڑ ہی لینگے اور ان شاء اللہ نہ کہتے تھے۔ پھر تو اس پر رات ہی میں تیرے رب کی طرف سے ایک پھیرا (بلا کا) پھر گیا

وَهُمْ نَائِمُونَ ۝ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ۝ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ۝ أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ ۝

اور وہ سوتے پڑے تھے۔ پھر صبح کو وہ باغ ایسا ہو گیا جیسا کہ کٹا ہوا۔ پھر وہ صبح کو پکارنے لگے کہ اپنے کھیت پر سویرے چلو اگر تمکو توڑنا ہے۔

فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ ۝ أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ ۝ وَغَدَوْا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ ۝ فَلَمَّا

پھر وہ چلے باہم چپکے چپکے کہتے ہوئے کہ آج وہاں تمہارے پاس کوئی محتاج نہ آنے پاوے۔ اور سویرے چلے جلدی جلدی زور سے۔ پھر جب

رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ۝ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ۝ قَالُوا سُبْحَانَ

اسکو دیکھا تو کہنے لگے بیشک ہم راہ بھول گئے۔ نہیں بلکہ ہماری قسمت پھوٹ گئی۔ پھر ان میں کے اچھے شخص نے کہا کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا تم کسلیے اسکی پاکی نہیں بولتے وہ بولے پاک ذات ہے

رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَلَاوَمُونَ ۝ قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا طَاغِينَ ۝ عَسَىٰ رَبُّنَا أَن

ہمارے رب کی ہم ہی خطاوار تھے۔ پھر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگا۔ کہنے لگے اے رے بیشک ہم سرکش تھے۔ شاید ہمارا رب ہمکو

يُبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا رَاغِبُونَ ۝ كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ ع

اس سے بہتر دیوے کیونکہ ہم اپنے رب کی طرف توقع رکھتے ہیں۔ یوں آتی ہے مصیبت۔ اور آخرت کی مصیبت تو بڑھ کر ہے۔ کہیں وہ جانیں تو۔

ترکیب

اذ تعلیلیة او ظرفیة بنوع التسمح لان الاقسام کان قبل ابتلاءهم لیصرمنها جواب القسم مصبحین حال من الفاعل فی یصرمنها ولا یستثنون جملة مستانفة لبیان ما وقع منهم وقیل حال فتنادوا معطوف علی اقسموا وما بینها اعتراض لبیان ما نزل بتلک الجنة ان اغدوا ان مفسرة لان فی التنادی معنی القول او مصدریة ای اخرجوا غدوة ان کنتم الخ جواب الشرط محذوف فاغدوا وهم یتخافتون الجملة حال من فاعل فانطلقوا ان لا یدخلنها ان مفسرة للتخافت المذکور لما فیه من معنی القول علی حرد یتعلق بقادرین حال وقیل خبر غدوا لانها حملت علی اصبحوا ۔

تفسیر

اہل مکہ خصوص ولید وغیرہ ثروت و حشمت پر نازاں ہو کر کہتے تھے کہ ہم پر خدا کی نظر عنایت ہے جو دنیا میں ایسا دیا وہ آخرت میں اس سے بھی زیادہ دیگا ایسے خیالات اکثر بے دین متمولوں کے دل میں گزرا کرتے ہیں اور دیندار مساکین کی دل شکنی اور شبہ کا باعث ہوتے ہیں اسلیے اللہ تعالیٰ اس تمول و شوکت کی وجہ بیان فرماتا ہے فقال انا بلونٰہم کہ ہمنے جو انکو یہ فراخدستی اور عیش و آرام دے رکھے ہیں یہ انکی آزمائش ہے۔ بدکار منافق فاجر کافر بت پرستوں کو دنیا میں نعمتیں دی جایا کرتی ہیں آزمائش کے لیے انپر پھولنا نچاہیے یاد رہے انکی غفلت و گمراہی و سرکشی کا سبب ہوجاتا ہے۔ آخرت میں سوال ہوگا کہ کیا شکر گزاری کی تھی؟ اور نیز یہ نعمتیں فانیہ ہیں یہ اور بھی انکے دلوں کو فنا کے بعد حسرہ کا باعث ہوتی ہیں کما بلونا اصحاب الجنة جیسا کہ ہمنے باغ والوں کو آزمایا تھا۔ باغ والے کون تھے اور کب تھے؟ اور انکی کیا آزمائش تھی؟ اور مکے کے کفار کی روبرو ان کا ذکر کیوں کیا گیا کیا وہ اس بات سے واقف تھے؟ (۱) بات کی نسبت مؤرخین نے

یہ تھا کہ ملک یمن میں شہر صنعا سے دو کوس کے قریب ایک شخص کا باغ تھا جسکا مالک بڑا باخدا شخص تھا ہر آمدنی میں سے فقرا و مساکین کے حصے مقرر کرکے
تھے باغ کے میووں میں بھی حصے مقرر تھے اور اسکے اندر جو کھیتی ہوتی تھی اس میں سے بھی حصے تھے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ذکر ہے۔
جب وہ مرد باخدا مرگیا تو اسکے بیٹے اسکے وارث ہوئے انکی نیت میں فرق آگیا۔ کہنے لگے ہم عیالدار ہیں اگر باپ کی طرح لٹائینگے تو کیا ٹھیک لگے گا
یہ شیطانی وسواس انکے دلوں میں گھس آئے اور تجویز ٹھیری کہ بڑے تڑکے اٹھ کر پھل توڑ کر گھر میں لے آؤ فقرا کے آنے سے پہلے مگر ان میں ایک بھائی خدا ترس
بھی تھا اُسنے منع کیا کہ ایسا نکرو فقرا و مساکین کو مدد دینے سے برکت ہوتی ہے اور انکی دعاؤں کے لشکر نگاہبانی کیا کرتے ہیں خدا تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم
کرنے سے مہربان ہوتا ہے اپنے خدا پاک کو نہ بھولو اپنی تدابیر پر ناز نہ کرو وہ تدابیر کو درست کرتا ہے وہی بگاڑ دیتا ہے آخر اسکی بات نہ مانی اور صبح سویرے اُٹھکر
چلے ادھر خدا کی طرف سے رات ہی میں انکی نیت بدلنے سے اس تیار باغ پر مصیبت آگئی کوئی لو کا ایسا جھونکا چلا کہ جسنے جلا کر برباد کردیا جب باغ کے قریب پہنچے تو
جھلسا ہوا دیکھتے ہیں پہلے سمجھے کہ یہ ہمارا باغ نہیں ہم راہ بھول کر کسی اور کے اس برباد باغ میں آنکلے ہمارا باغ تو شاداب و تر و تازہ ہے یعنی اسکی ایسی
حیثیت بگڑ گئی تھی کہ یکایک پہچان بھی نہ سکے مگر جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہمارا ہی باغ ہے اسپر آسمانی مصیبت آپڑی پھر تو باہم کہنے اور
ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے اور ایک دوسرے کو کہنے لگا تو نے یہ صلاح دی تھی وہ کہنے لگا تو نے ہی تو کہا تھا اس مرد باخدا نے کہا کیوں جی
میں نے نہیں کہا تھا کہ خدا کو اور اسکی تسبیح و تقدیس کو نہ بھولو پھر کہنے لگے بیشک ہم خطاوار تھے اور ہمارے رب کی پاک ذات ہے ہم اسی کی طرف
رجوع کرتے ہیں اور اپنے کیے پر نادم ہوتے ہیں امید ہے کہ ہمارا خدا اس سے بہتر دے چنانچہ اسکے بعد خدا نے اس باغ میں بڑی برکت دی۔ ابو خالد
یمانی کہتے ہیں کہ میں نے وہ باغ دیکھا ہے جسمیں ایک ایک خوشہ انگور کا ایسا تھا کہ جیسا سیاہ آدمی کھڑا ہو ف

(۲) اور آزمائش انکی یہ تھی کہ انھوں نے اس نعمت کا شکر نہ کیا نیت میں فتور آیا اسلیے اسپر بلا آگئی اور جب توبہ کی نادم ہوئے تو خدا نے
پھر اس سے بہتر دیا اور کذلک العذاب کا فقرہ کہہ رہا ہے کہ جو کوئی خداوند تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا نہ کریگا اور اسکو اسکے موقع پر صرف نہ کریگا
اسپر بلائے آسمانی کبھی نہ کبھی ضرور ٹوٹ پڑیگی۔ عمر اور جوانی اور تندرستی بھی ایک نعمت ہے اسکو بیکار اور ناشائستہ افعال میں صرف کرنے والے آخر
ایک روز مصیبت کا منہ دیکھتے ہیں بیماری اور بے وقت پیری اور پست ہمتی وغیرہ کس قدر مصائب ان پر آپڑتی ہیں کہیں آتشک میں سڑے
پڑے ہیں کہیں کثرت مےنوشی سے بدن میں رعشہ پڑگیا دانت گر گئے تیس برس کے اندر ہی اندھے ہوگئے گردن ہلنے لگی بال پک گئے
چہرہ کی تازگی جاتی رہی ضعف معدہ درد گردہ سلس البول و ضعف بصارت کیا کیا آفات ہم اسوقت کے عیاش لوگوں میں دیکھتے ہیں
ابھی آخرت کا عذاب باقی ہے۔ مال و ملک بھی ایک نعمت الٰہی ہے اسمیں عدل و انصاف ملحوظ رکھنا غربا و فقرا کے ساتھ ہمدردی کرنا بلکہ عیاشی اور
فضول خرچی میں اُڑانا حقداروں کو محروم کرکے رنڈیوں بھانڈوں مسخروں کو دینا بے برکتی کا باعث ہوتا ہے تھوڑے دنوں میں خزانہ خالی ملک
میں ابتری لشکر میں بے دلی اور ہر طرح کی بد امنی پیدا ہوجاتی ہے موقع پاکر دشمن کھڑے ہوجاتے ہیں آخر ایک روز سب دولت و ملک چھوڑنا
پڑتا ہے اور جفاکارہ پر برائیوں کا سیاہ داغ ابد تک باقی رہجاتا ہے۔ دیکھو پچھلے عیاش بادشاہوں کو ف

(۳) یہ کہ مکے کے کفار اس قصے کو بخوبی جانتے تھے کیونکہ تجارتی سفر میں شام و یمن جایا کرتے تھے اسکے سوا اس مضمون کو انکے دل تسلیم کرتے تھے

ف انگور کا خوشہ لمبا ہوا کرتا ہے جب بعض سیاہ انگور کا خوشہ بڑا ہوگا تو بھی لمبا ہوگا ... دور سے سیاہ آدمی کھڑا معلوم ہوتا ہے ۱۲ منہ

کہ خدا کی راہ میں نہ دینا باپ بھلا آتا ہو اور کرشی اور بخل بڑے نتائج دکھاتا ہی کیونکہ وہ یہ تھے جو خدا کو اور اسکی قدرتوں کو نہ مانتے ہوں وہ خدا تعالیٰ اور اسکی قدرتوں کو مانتے تھے مگر اپنے خیال فاسد میں اور لوگوں کو بھی ان امور میں شریک سمجھتے تھے کہ اسنے انکو یہ اختیارات دے رکھے ہیں۔ ولید اور مکے کے اور سرداروں دولت پر گھمنڈ کرکے پیغمبر علیہ السلام سے سرکشی کرتے تھے اور فقراء سے بیرحمی کرتے تھے۔ اسکے بدلے سات برس کے قحط میں مبتلا ہوئے کتوں کو بھون بھون کر کھانے کی نوبت آئی اور بعد جب اسلام لائے اور توبہ کی تو خدا نے انکو ملکوں کا مالک کر دیا۔ یہ مناع للخیر کی شرح ہوئی ؛

اب ہم الفاظ قرآنیہ کی تفسیر کرتے ہیں۔ لیصرمنہا یصرم یصرم کا مضارع ہی جمع مذکر غائب با نون ثقیلہ۔ اور ہا ضمیر جنت کی طرف راجع ہے۔ صرم پھلوں اور کھیتی کا کاٹنا۔ انصرام انقطاع اصرام پھلوں کے کٹنے کا وقت آنا۔ اور مفلس ہوجانا۔ اور تلوار کو صارم اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ زیادہ کاٹنے والی ہے۔ صریم شب تاریک۔ وصبح۔ فاصبحت کالصریم۔ یعنی جل کر سیاہ ہوگیا۔ ولا یستثنون۔ جمہور مفسرین کہتے ہیں اسکے معنی ہیں کہ وہ ان شاء اللہ نہ کہتے تھے اور کسی آیندہ کام کرنے کا اظہار کرنا اور ان شاء اللہ نہ کہنا بے برکتی کا باعث ہی بعض کہتے ہیں یہ معنی کہ مساکین و فقراء کو مستثنیٰ نکرتے تھے محرومی سے۔ طائف اسم فاعل ہے طیف سے بالطوف سے۔ علی الاول طائف کے معنی رات میں آنیوالی چیز یہاں مراد ہی نوع کا جھونکا جسنے جلا کر باغ کو سیاہ کر دیا۔ حرثکم حرث کھیتی اس سے مراد پھل اور کھیتی اور انگور سب ہیں کسلیئے کہ باغ میں صرف ایک ہی چیز نہ تھی بیلوں کا توڑنا زیادہ مقصود تھا اسلیئے صارمین فرمایا حرد آہنگ کردن وعع فا کڑ (صراح) یعنی صبح کو اپنے ارادے پر مضبوط ہو کر چلے۔ اور اسکے معنی منع کرنے کے بھی ہیں کہ صبح کو مساکین کے منع کرنے کے لیئے قادر ہو کر چلے۔ بعض کہتے ہیں حرد اس باغ کا نام تھا کہ اس باغ پر پہلے قادر ہو کر انا لضالون یہ اول بار دیکھ کر کہا جبکہ باغ پہچانا نہ گیا۔ بل نحن محرومون جب کہا کہ جب پہچان گئے کہ تقدیر پھوٹ گئی باغ تو وہی ہے اوسطھم سب سے مرد بھلا نہیں بلکہ ان میں سے بھلا (لے اعدلہم وافضلہم ومنہ وجعلنٰکم امۃ وسطاً) کہیں لولا تسبحون۔ کیوں نہیں تسبیح کرتے یعنی اپنے رب کی پاکی نہیں بیان کرتے تھے ان ناپاک خیالات سے کہ اگر ہم دیں گے تو محتاج ہوجاویں گے پھر کون دیتا ہے خدا ولاد برکتیں کیوں دینے لگا اور جو نہ دے تو ہم کیا کریں ان خیالات سے روکنے کو تسبیح کرنے سے تعبیر کیا۔ نہ یہ مراد کہ زبانی تسبیح کیوں نہیں پڑھتے کسلیئے کہ اس سے مساکین کو کیا فائدہ تھا ؟ ؛

جب مصیبت دیکھ چکے تو قالوا سبحان ربنا کہنے لگے کہ پاک ذات ہے ہمارے رب کی اسکے وعدے سچے بدگمانی بُری تھی ہم نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا عسیٰ ربنا ان یبدلنا خیرا منہا انا الی ربنا راغبون چونکہ خدا پرست کے بیٹے تھے او تھے یہ ایک شیطانی وسوسہ آگیا تھا جسکے سبب مصیبت آپڑی مگر پھر سمجھ گئے اور تائب ہوئے اور امید خیر کی اللہ سے رکھ کے بعد اگر اللہ کی طرف رجوع و رغبت کی جاتی ہے تو وہ راحت اور اس تلف شدہ چیز کا بدلہ دیتا ہے۔ اسی لیئے حدیث میں آیا ہے کہ جب مؤمن پر کوئی مصیبت آئے تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا چاہیئے تاکہ دنیا یا آخرت میں اسکا بدلہ ملے اس تمام قصے کے بعد فرماتا ہے وکذلک العذاب کہ یوں آپڑا کرتی ہے مصیبت اس سے کبھی نڈر نہ رہے لیکن اس سے بھی بڑھ کر ہے مگر یہ لوگ جانتے نہیں اگر وہاں آنے والی مصیبت کا یقین ہو جاوے تو یقیناً اسکی فکر کچھ بھی فکر نہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکا کچھ بھی یقین نہیں +

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۝ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ

بیشک پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس باغ ہیں نعمت کے۔ پھر کیا ہم تابعداروں کو نافرمانوں جیسا کر دیں گے؟ تمھیں کیا ہوا کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ کیا تمھارے لیے کوئی نوشتہ ہے جس میں تم

تَدْرُسُوْنَ ۝ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ۝ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ۝

پڑھا کرتے ہو کہ تمھارے لیے وہی ہے جسکو تم پسند کرو۔ کیا تمھاری ہم پر کوئی قسم ہے جو قیامت تک کے لیے ہو کہ تمھیں وہی ملیگا جو تم حکم کرو گے۔

سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ۝ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝

اُنسے پوچھ کر ان میں سے اسکا کون ضامن ہے۔ کیا انکے معبود ہیں۔ پھر اپنے معبودوں کو تو لے آئیں اگر سچے ہیں ؕ

ترکیب

جنات النعیم اسم ان للمتقین خبرہا عند ربہم یجوز ان یکون ظرفا للاستقرار وان یکون حالا من جنات افنجعل الہمزۃ للانکار والفاء للعطف علی مقدر یقتضیہ المقام ای انحیف فی الحکم فنجعل المسلمین کالکافرین ام منقطعۃ کتاب موصوف فیہ تدرسون الجملۃ صفۃ لکتاب ان قرا الجمہور بالکسر علی انہا معمولۃ لتدرسون ای تدرسون فی الکتاب ان لکم فیہ لما تخیرون۔ وقیل تم الکلام عند قولہ تدرسون ثم ابتدا فقال ان لکم الخ بالغۃ بالرفع نعت لایمان وبالنصب علی الحال والعامل فیہا الظرف الی یوم القیامۃ متعلق بالمقدر فی لکم ای ثابتۃ لکم الی یوم القیامۃ او ببالغۃ ای ایمان تبلغ ذلک الیوم ؕ

(**تفسیر**) اب سعداء کے گروہ کا حال بیان فرماتا ہے فقال ان للمتقین عند ربہم جنات النعیم گروہ اشقیاء کا حال پہلے مجملا بیان فرمایا تھا کہ ولعذاب الآخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون کہ پرہیزگاروں کے لیے انکے رب کے پاس یعنی دار آخرت میں نعمت وعیش کے باغ ہیں جنمیں کچھ بھی کدورت وکلفت نہیں برخلاف دنیا کے باغوں کے مقابل کہتے ہیں اس آیت کو سنکر کفار مکہ کہتے تھے جب دنیا میں خدا نے ہمکو مسلمانوں سے مال و دولت میں بہتر کیا تو آخرت میں کیا ہمکو نہیں کریگا اور بڑھکر نہیں تو برابر تو ضرور ہی کریگا اسکے جواب میں فرماتا ہے۔ یا یوں کہو اس آیت پر کفار کو یہ خیال گزرنے والا تھا چنانچہ انھوں نے ایسا کہا بھی اسکے رد میں یہ آیت آئی افنجعل المسلمین کالمجرمین کہ کیا ہم فرمانبرداروں پرہیزگاروں کو نافرمانوں کفار و بدکاروں جیسا کر دیں گے؟ یعنی نہیں کریں گے۔ دونوں برابر ہوں گے اور ابھی ہم کہہ چکے ہیں کہ انکے لیے جہنم ہے ان مسلمانوں کے لیئے ہرگز نہیں اب انکے لیئے ضرور جنات النعیم ہیں جنمیں کفار کو حصہ بھی نہیں پھر بڑھکر اور برابر ہونا کیسا؟ مالکم کیف تحکمون تمھیں کیا ہوا کیسا فیصلہ کرتے ہو بڑے یا دونوں برابر ہوئے ہیں؟ پھر اس بات کو مؤکد کرتا ہے ام لکم کتاب فیہ تدرسون ان لکم لما تخیرون کہ اس خیال کو عقل سے تو کچھ بھی مدد و ثبوت نہیں ملتا پھر کیا جو دلیل نقلی تمھارے پاس ہے یعنی کوئی کتاب آسمانی ہے کہ جسمیں یہ لکھا ہے کہ جو تم پسند کروگے اور چاہوگے قیامت میں تمھیں وہی ملیگا؟ ایسی کوئی کتاب نہیں جسمیں یہ ہو ابھی آکر کہتے ہو اب ایک اور بات ہے کہ خدا نے تمھارے لیئے عہد اور ذمہ داری کر لی ہو اور قسم مؤکد کھا لی ہو کہ جو تم کہتے ہو وہ وہی کریگا سو یہ بھی نہیں ام لکم ایمان علینا بالغۃ الی یوم القیامۃ ان لکم لما تحکمون کہ کیا تمھارے لیئے ہم پر عہد اور قسم ہے قیامت تک یعنی مستحکم جو کبھی نہ ٹوٹے کہ ہم تمھیں وہی دینگے جو تم کہتے ہو۔ یہ باتیں بیکار اکثر مذاہب باطلہ میں لوگوں کو ہوا کرتے ہیں یہود کو بھی تھا اور ہند میں برہمنوں کو بھی ہے اور جاہل مسلمانوں بزرگوں کی اولاد میں بھی پایا جاتا ہے کہ وہ پیرزادہ اور چھٹاں کی اولاد ہیں ہمپر آگ حرام ہے اسلیئے فرماتا ہے سلہم ایہم بذالک زعیم کہ انسے پوچھ کہ کون اسکا دعویدار ہے جب خدا کی طرف سے یہ نہیں تو کیا اپنے معبودوں کے کہتے ہو کہ وہ ایسا کر دینگے ہم انکو پوجتے ہیں بہشت میں چڑھا دیتے ہیں اسلیئے فرماتا ہے ام لہم شرکاء فلیاتوا بشرکائہم ان کانوا صادقین کہ کیا انکے معبود ہیں جنکو (۳)

ف انکو ہر کہ خوش ملتا ہے جا کر پوجتے ہیں اور مدد مانگتے ہیں وہ ایسا کر دینگے اچھا انکو لاؤ اور کہلاؤ تو دو اگر سچے ہیں یعنی یہ بھی غلط خیال ہے ؕ

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ

جس دن پردہ کھل جاوے اور وہ سجدہ کے لیے بلائے جائیں تو نہ کرسکیں گے۔ ان کی آنکھیں نیچی ہونگی ذلت ان پر چڑھی جاوے گی۔ اور وہ پہلے

كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ ۝ فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهَٰذَا الْحَدِيثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝

سے بلائے جاتے تھے سجدہ کے لیے اور وہ بھلے چنگے تھے۔ سو چھوڑ مجھے اور اس بات کے جھٹلانے والوں کو۔ میں ابھی ان کو بتدریج پکڑے لیتا ہوں ایسا کہ انھیں خبر بھی نہ ہو

وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۝ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ۝ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۝

اور میں ان کو ڈھیل دیتا ہوں میرا داؤ پکا ہے۔ کیا تو ان سے کچھ اجرت مانگتا ہے جسکے تاوان کا ان پر بوجھ پڑ رہا ہے۔ کیا ان کے پاس غیب ہے کہ وہ لکھا کرتے ہیں۔

ترکیب

یوم منصوب بما بعدہ فلیاتوا و اما باذکر و یدعون معطوف علی یکشف فلا یستطیعون باب یوم یکشف خاشعۃ بالنصب علی انھا حال من ضمیر یدعون الابصارہم مرفوع علی انہ فاعل خاشعۃ ونسبۃ الخشوع الی الابصار لظہور اثرہ فیہا وہم سالمون الجملۃ حال من ضمیر فی یدعون و من منصوب محلا عطفا علی الضمیر المنصوب فی ذرنی

تفسیر

اسکے بعد قیامت کا ہولناک واقعہ بیان فرماتا ہے کہ اس روز انکے افترا اور خیالی شرکوں کا یہ نتیجہ ہوگا فقال یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود فلا یستطیعون کہ جس دن پردہ کھل جاویگا اور وہ سجدے کے لیے بلائے جاوینگے تو سجدہ نہ کرسکینگے۔ ساق کے لغوی معنی پنڈلی کے ہیں پھر کیا یہ حقیقت پر محمول ہے یا کنایہ اول احتمال کی طرف فرقہ مشبہ گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں اس روز خدا تعالیٰ بندوں پر تجلی کریگا اور پوری تجلی دیکھنے کی کسیکو قدرت نہ ہوگی اسلئے صرف پنڈلی کھولی جاویگی جو ادنیٰ تجلی ہوگی۔ گو وہ پنڈلی ہماری پنڈلی جیسی نہ ہو لیکن اسکی ذات کے مناسب تب سجدے کے لیے حکم ہوگا پس جو لوگ دنیا میں اسکو سجدہ نہیں کرتے تھے وہ سجدہ نہ کرسکیں گے انکی پشت تختہ کی طرح ہوجاویگی۔ یہ مضمون اکثر احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور اہل ظاہر کا اسی طرف رجحان ہے مگر اہل حق کہتے ہیں استعارہ ہے کیلئے کہ لفظ حقیقی معنی پر محمول ہو نہیں سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ اعضاء سے پاک ہے پھر اس سے کیا مراد ہے؟ اسمیں چند اقوال ہیں **اول** یہ کہ مراد شدت و کرب ہے جو قیامت کے روز ہوگا چنانچہ ابن عباس سے کسینے اسکے معنی دریافت کیے آپ نے یہی بیان فرمائے اور فرمایا جب تمکو کسی لفظ قرآنی کے معنی معلوم نہوا کریں تو شعرائے عرب کے اشعار کو دیکھا کرو۔ پھر آپ نے اس معنی کی سند میں یہ شعر پڑھا ۔ سن لنا قومک ضرب الاعناق ۔ وقامت الحرب بنا علی ساق ۔ اور اسی طرح مجاہد نے بھی اس معنی کے ثبوت میں ابوعبیدہ اور جریر وغیرہ کے چند اشعار پڑھے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ انسان جب کسی کام پر زور کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو پائچے چڑھاتا ہے اور پنڈلی کھل جاتی ہے اسلئے شدت کے موقع پر کہا کرتے ہیں کشف عن ساقہ **دوم** ابی سعید ضریر وغیرہ کا قول ہے وہ یہ کہ کشف ساق سے مراد پردہ اور اصل کھل جانا ہے یہ ایک محاورہ ہے اور ساق ہر شے کی اسکی اصل اور جڑ ہے کہ جس پر وہ کھڑی ہوتی ہے جیسا کہ ساق الشجر وساق الانسان تب یہ معنی ہوئے کہ جس روز حقائق الاشیاء اور انکے اصول ظاہر ہوجاوینگے یعنی قیامت کے دن کہ یہ پردہ کھل جاویگا جیسا کہ سورۃ ق میں فرمایا ہے لقد کنت فی غفلۃ من ہذا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید کہ تو اے انسان اس سے غفلت میں تھا سو ہمنے تیرا پردہ کھولدیا پس تیری آنکھیں آج تیز ہیں۔ اس عالم میں پردہ حسی آنکھوں پر پڑا ہوا ہے اسیر شہوات و لذات حب دنیا کے اور بھی پردے پڑے ہوئے ہیں حقیقت الامر منکشف نہیں ہونے دیتے اسلئے ادیان و مذاہب میں اختلاف ہے کوئی کچھ کوئی کچھ بے تک کہہ رہا ہے جس طرح کرتے کے کفار اپنی تباہی منصوبے بیان کرتے تھے۔

یہی قول بہت درست ہے اور یہ اسکا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ایک تو ذات ہے کہ جسکا ادراک محال ہے اور وہ مستقل محض ہے۔ دوسرے صفات

محال ہیں کہ جو جدا جدا عالم میں ظاہر نہیں ہوسکتے علم بغیر قدرت کے اور قدرت بغیر علم کے اور دونوں بغیر حیات کے پائے نہیں جاتے اور صفات تابع محض ہیں ذات کے ان میں بغیر ذات کے کچھ بھی استقلال نہیں سوم جہات کمال کو جنکو حقائق الٰہیہ بھی کہتے ہیں اور وہ بین بین ہیں صفات کی طرح محض غیر مستقل نہ ذات کی طرح محض مستقل اور ان جہات کمال کو اس عالم میں انسان کے اعضا کے ساتھ پوری مشابہت اور ایک خاص نسبت ہے کیونکہ انسان کے اعضا ہاتھ پاؤں پنڈلی منہ وغیرہ نہ تو اسکے صفات کی طرح محض غیر مستقل اور نہ ذات انسان کی طرح مستقل ہیں اور انسان کے کمالات کا مظاہر بھی ہیں شرع شریف میں ان حقائق کی چند چیزوں کے ساتھ تفصیل واقع ہوئی ہے اور یہ چیزیں ان حقائق کی تمثیل و تشبیہ ہیں نہ عین اور وہ یہ ہیں وجہ عین ید یمین اصابع حقو یعنی کمر ساق قدم (منہ آنکھ ہاتھ داہنا ہاتھ انگلیاں کمر پنڈلی قدم) اب جس طرح ساق اور قدم اور وجہ وغیرہ کو جو حقائق الٰہیہ ہیں اور ان الفاظ میں ایک استعارہ کے طور بیان ہوئی ہیں خود بھی پنڈلی اور پاؤں اور منہ سمجھ لینا غلطی اور تشبیہ ہے جیسا کہ مشبہ و اہل ظواہر کا مذہب ہے اسی طرح انکی تاویل و انکار کرنا جیسا کہ معتزلہ کرتے ہیں محض غلطی ہے۔ اہل سنت اس افراط و تفریط دونوں سے بری ہیں اور اہل سنت کے اس عقیدے کو بخاری و مسلم وغیرہما کی وہ حدیث بھی مخالف نہیں کہ جو ابی سعیدؓ سے مروی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن اپنی ساق کھولیگا تو ہر ایماندار مرد و عورت سجدہ کریں گے اور جو دنیا میں ریاکاری کے لیے سجدہ کرتے تھے وہ سجدہ کرنا چاہیں گے تو انکی پیٹھ تختے کی طرح اکڑ جائیگی سجدہ نکر سکیں گے۔ اور صحیح مسلم میں اس سے بھی زیادہ مشرح روایت ہے۔ کسلیئے کہ ان روایات میں بھی کشف ساق سے اسی جہت کمالیہ کا ظاہر ہونا مراد ہے جسکو استعارہ کے طور پر ساق سے تعبیر کیا گیا ہے ۔

الحاصل محشر میں رب العزت کی ایک تجلی خاص ہوگی جسکو کشف ساق سے تعبیر کیا ہے جسکے آگے کفار و منکرین سجدہ نکر سکیں گے اور اسکے سوا اس نورانی تجلی کی طرف نظر بھی نکر سکیں گے خاشعۃ ابصارہم بلکہ انکی آنکھیں نیچی ہونگی ترہقہم ذلۃ اور ان پر ذلت اور رسوائی چھا رہیگی کیونکہ انھوں نے غیر اللہ کی پرستش کر کے اسکے نام پاک کی توہین و تذلیل کی تھی مظاہر کو پوجا تھا اور یہ سجدہ اور جمال باکمال کا نظر بھی نکر سکیں گے یہ اسلیئے کہ وقد کانوا یدعون الی السجود وہم سالمون دنیا میں انھوں نے اس مادۂ غیبیہ کو جو انسان میں خداوند عالم نے ودیعت رکھا ہے اور وہی انکو اسکا مشتاق و دلدادہ و مطیع بناتا ہے نافرمانی اور سرکشی کر کے ضائع کر دیا تھا۔ اس بات کو ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے کہ اس سے پہلے یعنی دنیا میں انکو سجدے کے لیے اس وقت میں بلایا جاتا تھا کہ وہ سالم تھے انکی فطرت اور اصلی مادہ میں کوئی نقصان نہیں آیا تھا پھر انھوں نے انکار و سرکشی کی اور رفتہ رفتہ اسکو برباد کر دیا۔ آج اس تجلی کے میدان میں سب کو کھڑا کر کے تجلی نورانی کا جلوہ دکھایا جاویگا تاکہ شقی و سعید کا پورا امتیاز ہو جاوے پس وہ جو دنیا میں اسکے آگے جھکتے تھے سر کے بل اسکے آگے عاجزی کرتے ہوئے گرتے تھے دل بھی اسی کے آگے جھکے ہوئے تھے اور انکے دلوں میں وہ اشتیاق و محبت کا شعلہ تھا جسکو ایمان سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ فوراً اسکے آگے سجدہ میں گر پڑینگے انھیں کہاں تاب ہیگی اور اسکے دیدار فیض آثار سے سرفرازی حاصل کرینگے۔ اسوقت مشتاقان جمال کبریائی کی عجب حالت ہوگی۔ اور بدلوگ نکر سکیں گے۔ وہ جنت میں یہ جہنم میں بھیجدیئے جاویں گے ۔

ابراہیم تیمی کہتے ہیں یعنی کہ وہ اذان و تکبیر کی آوازوں سے بلائے جاتے تھے پر نہ آتے تھے سعید بن جبیر کہتے ہیں حی علی الفلاح سنتے تھے اور نہ آتے تھے کعب احبار کہتے ہیں یہ آیت نازل ہوئی ان لوگوں کے لیے جو جماعت سے پیچھے رہتے ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں وہ کفار دنیا میں بلائے جاتے تھے اور وہ امن کی حالت میں تھے پھر آج بلائے جاوینگے اور وہ خائف ہونگے ۔

ابی مسلم اصفہانی کہتے ہیں کہ آیت میں قیامت کا معاملہ مراد نہیں کیونکہ اس روز عبادت و سجدہ نہیں وہاں تو ہمیں کے اعمال کا بدلہ ملیگا بلکہ مراد یہ ہے کہ انسان کے وقت اخیر کا معاملہ ہے اسوقت خدا کی طرف رجوع نہیں کر سکتا اور پہلے تو لوگ اسکو نماز و عبادت کے لیے بلاتے تھے نہیں آتا تھا اب جو غیرت کے اور کچھ نہیں یا بڑھاپے اور مرض کا واقعہ ہے کہ جوانی اور تندرستی میں جو سلامتی کا وقت تھا خدا تعالیٰ کے آگے نہیں جھکتے تھے لوگ بلاتے تھے نہیں آتے تھے وہ دن تو گئے اب بڑھاپا اور بیماری آئی خود انکی طرف جھکنے اور عبادت و نماز ادا کرنے کی قدرت نہیں رہی۔ یہ مراد بھی ممکن ہے مگر یہ کہنا کہ آخرت میں سجدہ نہیں ٹھیک نہیں کسلیئے کہ وہاں سجدہ بطور تکلیف کے نہیں مگر بطور امتحان و سرزنش کے ہوگا ؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیان میں وہ سخت تکذیب کرتے تھے اور آپ کو ٹھٹھوں میں اڑاتے تھے اور دھمکاتے بھی تھے اس سے آپ کو کمال رنج انکی بدنصیبی اور سرکشی پر ہوتا تھا اسلیئے آنحضرت صلعم کو تسلی دیتا ہے فقال فذرنی ومن یکذب بہذا الحدیث کہ چھوڑ مجھے اور اُسے جو اس بات کو جھٹلا رہا ہے یعنی آپ کچھ رنج و فکر نہ کریں میں آپ سمجھ لوں گا سنستدرجہم من حیث لا یعلمون۔ میں رفتہ رفتہ انہیں ابھی پکڑے لیتا ہوں کہ جسکی انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ استدراج۔ جلدی نکرنا۔ اور اسکے اصلی معنی ہیں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف نقل کرنا کہتے ہیں استدرج فلان فلانا اے استخرج ما عندہ قلیلا قلیلا اور اسی سے تدریج ہے ؛

اللہ تعالیٰ کا استدراج بندہ کے لیے یہ ہے کہ نعمت پر نعمت اور مراد پہ مراد ملے جائے اور یہ بدکاری اور ناشکری اور کفر میں پڑا ہوا ہو یہاں تک کہ کشتی بھر جائے جلد ڈوبے اور عذاب الٰہی نازل ہو جائے یکایک موت آجائے یا اور کوئی ایسی مصیبت آئی کہ سر بھی نہ اٹھا سکے توبہ اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے کی مہلت بھی نہ ملے۔ یہ جو عیش و نشاط میں پڑا ہوا مگن ہے اور اپنی بدکاری کے عمدہ پھل سمجھ رہا ہے ادھر مصیبت ہے کہ چپکے چپکے اسکے پاس آن لگی ہے اور اس کمبخت کو خبر بھی نہیں آج کن شادمانیوں کے ساتھ فاحشہ عورتوں کو لیے مے نوشی کر رہا ہے شام کو مر گئے کل اسی وقت گور کے تنگ اور اندھیرے گڑھے میں برے اعمال کو بھگت رہے ہیں۔ یہ ہے اللہ کا استدراج جس سے بندہ واقف بھی نہیں ہوتا ؛

اور یہ بھی استدراج ہے کہ انسان کی عمر گرانمایہ آناً فاناً کم ہوتی چلی جا رہی ہے ہر صبح آفتاب کی جگمگاہٹ دیکھ کر خوش ہوتا ہے ہر رات اسکی بہار لیتا ہے مگر یہ خبر نہیں کہ یہ میرے سفر کے منازل ہیں جو بے اختیار طے ہو رہے ہیں پھر یکبارگی منزل پر پہنچ گیا اب آنکھ کھل گئی رونے پیٹنے لگا مگر اب کیا ہوتا ہے اسی لیے فرماتا ہے واملی لہم ان کیدی متین کہ میں انہیں ڈھیل دے رہا ہوں میرا داؤ بڑا مضبوط ہے کہ جس سے رستگاری ممکن نہیں اور کیونکر رستگاری ہو سکے جب کہ اس کا داؤ انسان کے جمیع قویٰ ادراکیہ کو احاطہ کئے ہوا اور بری بات کو بھلی سمجھا رہا ہے۔ یہ کفار کہ تو ان کو علوم نافعہ بتا رہا ہے اور آب حیات پلا رہا ہے اور وہ ہیں کہ اسکے مقابلے میں سرکشی کرتے ہیں اور یہ بھی نہیں سوچتے کہ آپ کی اس سے کوئی غرض دنیاوی نہیں ام تسئلہم اجرا فہم من مغرم مثقلون کہ کیا آپ ان سے کوئی اجرت یا مزدوری مانگتے ہیں جسکے بوجھ سے وہ دبے جاتے ہیں جس لیے آپ سے استفادہ نہیں کرتے ام عندہم الغیب فہم یکتبون اور جب آپ سے استفادہ نہیں کرتے تو پھر کیا انکے پاس غیب ہے یعنی انہیں امور غیبیہ احکام الٰہیہ و منافع و مضرات آخرت کا بطور کشف و الہام علم ہے کہ جسکو وہ لکھتے ہیں یا اپنے دلوں کے ورقوں پر لکھے بیٹھے ہیں۔ پھر جب یہ دونوں باتیں نہیں تو قطعاً جان لینا چاہیے کہ وہ کید الٰہی میں گرفتار ہیں کہ انکو کسی طرح فکر و تامل کرنے کی مہلت نہیں ملتی اور کسی طرح انکے دلوں تک نہیں پہنچ سکتا ؛

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۝ لَّوْلَا أَن تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِ

پھر تو صبر کر دیکھتا رہ اپنے رب کا حکم اور مچھلی والے جیسا نہو جائیو۔ جبکہ اسنے اپنے رب کو پکارا اور وہ بہت غمگین تھا۔ اگر اسکو اسکے رب کی رحمت نہ سنبھال لیتی

لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ۝ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ

تو وہ بُرے حال سے چٹیل میدان میں پھینکا جاتا۔ پھر اسکو اسکے رب نے برگزیدہ کرلیا پھر تو وہ اچھا ہو گیا۔ اور کافر تو تجھے گھور گھور کر ڈگا دینے ہی لگتے ہیں

بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ۝ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝ ۲

قرآن سنکر اور کہتے ہیں یہ تو دیوانہ ہے۔ اور یہ قرآن جو ہے تو تمام دنیا کے لیے نصیحت ہے۔

(**ترکیب**) اذ العامل فیہا معنی قولہ کصاحب الحوت یرید لاتکن کصاحب الحوت حال ندائہ وذٰلک لانہ فی ذٰلک الوقت کان مکظوما فکانہ قیل لاتکن مکظوما وہو مکظوم الجملۃ حال من ضمیر نادی وعلیہا یدور النہی لا علی النداء لانہ امر مستحسن تدارک فعل ماض مذکر حمل علی معنی النعمۃ لان تانیث النعمۃ غیر حقیقی نعمۃ موصوف من ربہ صفتہ والمجموع فاعل تدارک والضمیر فی تدارکہ مفعولہ۔ ہذا قراءۃ الجمہور وقرئ بتشدید الدال تدارکہ وہو مضارع ادغمت التاء فی الدال والاصل تتدارک بتائین وقرئ تدارکتہ بتاء التانیث لنبذ جواب لولا تقدیر الآیۃ لولا ہذہ النعمۃ لنبذ بالعراء مع وصف المذمومیۃ فلما حصلت ہذہ النعمۃ لم یوجد النبذ بالعراء مع ہذا الوصف لانہ لما فقد ہذا الوصف فقد المجموع وان ہی المخففۃ من المثقلۃ واللام فی لیزلقونک دلیل علیہا قرأ الجمہور بضم الیاء وقرأ نافع واہل المدینۃ بفتحہا والاول من ازلق والثانی من زلق ومعناہما واحد وہو التنحی من موضع (لغزش) بابصارہم والباء اما للتعدیۃ واما للسببیۃ لما سمعوا الذکر ولما ظرفیۃ منصوبۃ بیزلقونک وقیل ہی حرف جوابہا محذوف ای لما سمعوا الذکر کادوا یزلقونک وما ہو الخ الجملۃ مستانفۃ او فی محل النصب علی الحال من فاعل یقولون ای والحال انہ تذکیر ✦

کفار کے طریق کی مذمت بیان فرما کر آنحضرت صلعم کو صبر و استقلال کی تاکید (**تفسیر**) کرتا ہے اور ضمناً آپ سے پہلے نبی کی جلد بازی پر عتاب ہونیکا تذکرہ بھی کرتا ہے۔ فقال فاصبر لحکم ربک ولاتکن کصاحب الحوت کہ اپنے رب کے حکم کا انتظار کر کہ انجام ان کفار کا کیا ہوتا ہے انپر عذاب آنے کے لیئے جلدی نکر جیسا کہ مچھلی والے نے کی یعنی حضرت یونس علیہ السلام نے انکا نام نہ لیا مچھلی والا کہہ کے یہ بتا دیا کہ اس جلد بازی کا نتیجہ مچھلی کے پیٹ میں جانا ہوا۔ پھر حضرت یونسؑ کا مختصر تذکرہ کرتا ہے اذ نادی وہو مکظوم کہ اسنے اپنے رب کو مچھلی کے پیٹ میں پکارا نہایت غم و الم کی حالت میں لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کہا (مکظوم مشتق ہے کظم سے جسکے معنی ہیں بند کے بھر دینے کے کہتے ہیں کظم السقاء اذا ملاہ۔ جب رنج و غم سے بھر جاتا ہے تو اسکو بھی کاظم کہتے ہیں اور مکظوم بھی اور اسی طرح غصے سے بھرے ہوئے کو بھی) ✦

ف انکا قصہ کئی جگہ بیان ہو چکا ہے کہ شہر نینوی کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ فلاں روز تمپر عذاب آئیگا لوگوں نے یقین کر کے رونا اور توبہ کرنا شروع کیا جسنے وہ آتا ہوا عذاب انسے ٹل گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو غصہ ہوا کہ میں جھوٹھا ہوا اسلیئے نینوی شہر چھوڑ کر کہیں کو چلدیے رستے میں ایک کشتی پر سوار ہوئے دریا والے گئے مچھلی نے لقمہ کر لیا اسکے پیٹ میں آپنے پھر اپنے رب کو پکارا تو مچھلی نے ایک کنارے پر جا کر اگلدیا۔ اسنے وہاں کدو کے پتوں سے انپر سایہ کیا اور یہ سمجھایا کہ ہمکو اپنی مخلوق پر رحم ہے ہم ایسا جلد انھیں کیونکر ہلاک کر دیتے جو پہلے پاک ہیں اور انمیں صلاحیت و صفائی ہوئی اور شہر نینوی کی طرف بھیجے گئے اسی بات کو مجملاً بیان فرماتا ہے لولا ان تدارکہ کہ اگر رحمت الٰہی اسکے لیئے دستگیر نہوتی تو میدان میں مچھلی کے پیٹ سے بُرے حال میں ڈالے جاتے۔ یا وہیں مر جاتے پھر قیامت کے میدان میں بُرے حال میں لائے جاتے لیکن اسکو اسنے برگزیدہ کر لیا یعنی نواز دیا اس سے درگزر کی اور پھر نینوی کی طرف بھیجا پھر وہ بہت صلاحیت پر آگیا وہ تیزی جاتی رہی (ورنہ نیک تو پہلے ہی سے تھے کیسلیئے نبی تھے اور اجتبا کے معنی بھی یہی ہیں کہ انکو نواز انکی جلد بازی سے درگزر کیا پھر اسی نبوت کے کام پر بھیجے گئے کیسلیئے کہ اول سے نبی تھے یہ نہیں کہ بعد میں ہوئے)

حضرت یونس علیہ السلام کا حال بیان فرما کر پھر آپ کی وہ حالت بیان فرماتے ہیں کہ جو قوم کے ہاتھوں پیش آ رہی تھی اور جس سے آپکا جلدی کرنا اور یونس علیہ السلام کی طرح

دل میں پیچ و تاب کھا کر تھا اور ان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم لما سمعوا الذکر کہ تحقیق نزدیک تھا کہ کافر تجھکو اپنی آنکھوں سے ڈگمگا دیں صبر و استقلال کے مقام سے کہ آپکی تیز تیز نگاہوں سے کچھ تو بیچ میں آ جاتا اور مضطرب ہو کر یونس علیہ السلام کی طرح قبل از وقت انکے لیے بددعا کریں اور نزول عذاب کے منتظر ہو جاویں اور یہ کب ہوتا ہے لما سمعوا الذکر جبکہ قرآن مجید سنتے ہیں اسلیے کہ عین نصیحت کے وقت جو سراسر خیرخواہی کا وقت ہوتا ہے ایسی سخت مخالفت ناصح کو جوش میں لے آتی ہے اور یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے جو حضرت صلعم کا نہایت محبوب تھا اور اپنی برائی سننے سے اتنا غصہ نہیں آتا جس قدر کہ محبوب کی تحقیر سنکر غصہ آتا ہے۔ یہ ایک بات ہے جو آنکھوں سے متعلق ہے اسپر بس نہیں کرتے بلکہ زبان سے بھی برا بھلا کہتے ہیں ویقولون انہ لمجنون اور کہتے ہیں تحقیق یہ شخص یعنی محمد صلعم دیوانہ ہے۔ حالانکہ کوئی جنون اور دیوانگی کی بات آپ میں یا آپکے کلام میں نہیں پاتے کسلیے کہ جو کلام کہ آپ لوگوں کو سناتے ہیں وما ھو الا ذکر للعالمین۔ وہ نہ صرف ایک قوم یا ایک ملک یا ایک خاندان کے لیے نافع اور سودمند ہے بلکہ تمام جہان کے لیے۔ کسلیے کہ اس عہد میں تمام جہان بت پرستی و بدکاری کی نجاست میں آلودہ تھا اور قرآن مجید میں تمام نجاستوں کو دور کرنیوالی چیزیں ہیں اسکے علاوہ مکارم اخلاق و حصول حسنات و ارکان سعادت وغیرہ کے زیور اور لباس سے مزین کرنیوالی بھی ہے۔ پھر جب ایک قوم یا ایک شخص کو نصیحت و سعادت سکھانے والے کو مجنون نہیں کہا جاتا تو تمام جہان کے ناصح اور معلم سعادت کو کیونکر دیوانہ کہدیا اور وہ کیونکر دیوانہ ہو سکتا ہے ❊

اکثر مفسرین لیزلقونک بابصارھم کے یہی معنی بیان کرتے ہیں کہ وہ تیز تیز اور غصہ بھری نگاہوں سے آپ کو دیکھتے تھے اور اس سے آپ کو مقام صبر و استقلال سے پھسلانا چاہتے تھے اور کلام عرب میں اس قسم کی تیز اور غصہ بھری نگاہ کو گرا دینے والی کہا لینے والی کہتے ہیں من قولہم نظر الی نظرا یکاد یصرعنی و یکاد یاکلنی کہتے ہیں ایسا دیکھتا ہے جیسا مجھے کھا جائیگا یا گرا دیگا ایک شعر میں بھی یہ مضمون آیا ہے ۔ یتقارضون اذا التقوا فی موطن ❊ نظرا یزل مواطئ الاقدام ❊ اور ابن عباس نے بھی ایسے محل پر ایک شعر پڑھا ہے ۔ نظروا الی باعین محمرۃ ❊ نظر التیوس الی شفار الجازر ❊ ذکیر اکثر اہل حدیث کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب کفار مکہ نے دیکھا کہ آپ کی نبوت کے ابطال میں کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی تو انہوں نے اسد کے قبیلے میں سے جو نظر بد کے حق میں مشہور تھا ایک شخص کو لائے جو اس قبیلے میں بھی ممتاز تھا اور وہ جب تین روز بھوکا رہکر کسی چیز کو دیکھتا اور یہ کہتا تھا کہ واہ کیا خوب ہے تو اسمیں برا اثر ہوتا تھا اسکو بہت کچھ طمع دی اور اسنے تین روز کا فاقہ کیا اور جہاں آپ قرآن مجید سناتے تھے وہاں گیا اور آپکو دیکھکر اسی بیت سے کہا واہ کیا خوب شکل و کیا خوب آواز ہے مگر آپ پر اسکا کچھ بھی اثر نہیں ہوا اپنا سا منہ لیکر چلا آیا ان آیات میں اسی قصے کی طرف اشارہ ہے ❊

اب قابل بحث یہ بات ہے کہ آیا در اصل نظر میں کوئی ایسا اثر ہے کہ جسکو دیکھا جائے اسپر کوئی برا اثر پہنچے جسکو اصابۃ العین کہتے ہیں؟ معتزلہ کہتے ہیں کہ غلط ہے کسلیے کہ ایک جسم کا اثر دوسرے تک بغیر مماسّت کے پہنچ نہیں سکتا اور نظر میں یہ بات ہوتی نہیں پھر محض توہم باطل ہے جسکا اثر متوہم کو محسوس ہوتا ہے اور یہ بات کا اثر انسان پر محسوس ہونا بدیہی بات ہے محققین قائل ہیں کہ اثر ہوتا ہے کسلیے کہ علاوہ مماسّۃ اجسام کے نفوس میں بھی ایک خاص صفت ہے جسکو دوسرے نفوس قبول کر لیتے ہیں جسکی نظیر عمل مسمریزم ہے روحانی اثر جسمانی اثر سے بڑے قوی ہوتے ہیں ارواح طیبات کے آثار معجزات و کرامات ہیں ارواح خبیثہ کا اثر ویسا ہی خبیث ہوتا ہے پھر اس اثر کی علت میں گفتگو ہے کوئی کہتا ہے نظر کرنیوالے کی آنکھ میں اجزائے سمیہ ہوتے ہیں جو شعاع بصری کے ساتھ نکل کر مرئی پر برا اثر کرتے ہیں مگر یہ ٹھیک نہیں ابتک کوئی علت معین نہیں ہوئی ہے احادیث سے بھی نظر بد کا اثر ثابت ہوتا ہے حضرت امام بصری فرماتے ہیں کہ یہی آیت و ان یکاد الخ کا پڑھکر دم کرنا بہت سریع الاثر علاج ہے اور جسکی نظر بد کا اثر پہنچا ہے اسکے ہاتھ پاؤں اعضاء دھلا کر اسکے پانی سے مریض نظر کو غسل دینا بھی عمدہ علاج ہے کہیں نظر والے کے پاؤں کی مٹی بھی لیکر آگ میں ڈالتے ہیں کہیں سرخ مرچیں آگ میں جلاتے ہیں ہندوستانی خیالات نے اسکو از حد ترقی دی ہے پھر کہیں نظر کے لیے گنڈا ڈالتے ہیں کہیں فال کھولتے ہیں کہیں سیاہ ٹیکے لگاتے ہیں اور کیا کیا کرتے ہیں۔ جاہل قوموں میں بقدر جہل اسکا زیادہ چرچہ ہے —

سورۃ الحاقہ مکیہ ہے اس میں	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	باون آیات اور دو رکوع ہیں

اَلْحَاقَّةُ ۝ مَا الْحَاقَّةُ ۝ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْحَاقَّةُ ۝ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝

ہونے والی کیا ہی ہے ہونے والی اور تو کیا جانے کیا کچھ ہونے والی ثمود اور عاد نے کھڑ کانے والی کو جھٹلایا پھر ثمود جو تھے وہ زلزلے سے ہلاک کیے گئے

وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ

اور جو عاد تھے تو وہ ہوا سے ہلاک ہوئے جو زناٹے کا طوفان تھا وہ اُن پر سات رات اور آٹھ دن لگاتار چلائی پھر تو انہیں دیکھتا

فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝

وہ پچھڑے پڑے گویا کھجور کے کھوکھلے ٹھنڈ پڑے ہیں پھر اُن میں سے کسی کو دیکھا کہ بچ رہا ہو

ترکیب

الحاقۃ ای الساعۃ او الحالۃ التی یحق فیہا الامور۔ مبتدأ ما الحاقۃ (**ترکیب**) خبرہ والجملۃ خبر الحاقۃ فوضع الظاہر موضع المضمر للتہویل وما مبتدأ ادراک خبرہ ما الحاقۃ الجملۃ فی محل النصب لکونہا مفعولا ثانیا لادراک واما ثمود مبتدأ فاہلکوا الخ خبرہ طاغیۃ مصدر کالعافیۃ وقیل الصیحۃ التی جاوزت الحد وہی صیحۃ جبرئیل وقیل الرجفۃ ای الزلزلۃ صرصر الشدید الصوت لہا صرصرۃ عاتیۃ من العتو فقیل عتت الریح علی الخزان فلم یکن لہم علیہا سبیل وقیل عتت علی عاد فما قدروا علی ردہا بحیلۃ من استتار ببناء او تمسک الی جبل وقیل لیس من العتو بمعنی العصیان بل بمعنی بلوغ الشئ وانتہائہ کما فی قولہ تعالیٰ (وقد بلغت من الکبر عتیا) عاتیۃ ای بالغۃ منتہاہا فی القوۃ والشدۃ سخرہا جملۃ مستانفۃ لبیان کیفیۃ اہلاکہم ویجوز ان تکون صفۃ لریح وان تکون حالا منہا وثمانیۃ ایام معطوف علی سبع لیال وہما منصوبان علی انہما ظرف لسخرہا حسوما الحسوم جمع حاسم کالشہود والقعود والحسم فی اللغۃ القطع بالاستیصال ومنہ الحسام للسیف ومعناہ فی الآیۃ التتابع لان تلک الریاح لما کانت متتابعۃ ما سکنت ساعۃ کانہا قطعت القوم وحسمتہم فعلی ہذا القول انتصابہ علی نعت لسبع لیال الخ ای متتابعات وہذا قول الاکثرین۔ وقیل الحسوم مصدر کالشکور والکفور فعلی ہذا انتصابہ اما بالفعل المضمر والتقدیر تحسمہم حسوما او انہ مفعول لہ ای سخرہا علیہم للاستیصال وقیل حال من الریح ای مستاصلۃ صرعی جمع صریع یعنی موتی ہو حال کانہم الخ حال من القوم او جملۃ مستانفۃ والنخل یذکر ویؤنث ہذا اخبار عن عظم اجسامہم +

تفسیر

قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ سورہ بھی بالاتفاق مکیہ ہے یعنی ہجرت سے پہلے (**تفسیر**) مکہ میں نازل ہوئی ہے ابن عباسؓ و ابن زبیرؓ بھی یہی فرماتے ہیں۔ طبرانی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں سورہ حاقہ اور اسکی مثل اور سورہ پڑھا کرتے تھے +

مناسبت اس سورۃ کی سورۂ نون سے یہ ہے کہ انسان کی بدکرداری وکفر پر جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے سزا نازل ہوتی ہے جو دراصل اسی کے افعال بد کا نتیجہ یا ایک اثر غیر منفک ہوتا ہے اسکی دو قسم ہیں **قسم اول** کو ابتلا کہتے ہیں جو محض اسکی سرزنش اور تنبیہ کے لیے ہوتی ہے کہ اسکی وجہ سے اپنی کردار بد سے باز آجاوے اور اسکو امتحان و آزمائش بھی کہتے ہیں جیسا کہ قحط و وبا، بدامنی باہمی نفاق و قتال و جدال جبار بادشاہوں کا تسلط زلزلہ ژالہ باری کثرت امراض طوفان ہوا طوفان آب وغیرہ یہ مصیبت ایک حیثیت سے قہر تو دوسری حیثیت سے (کہ یہ زاجر ہے اسکے سبب باز آوینگے) مہر بھی ہے اسلیئے اسمیں بدوں کے ساتھ نیک بھی پس جاتے ہیں تاکہ نیکوں کو تنبیہ ہو جو امر معروف میں انسے کوتاہی صادر ہوئی تھی کچھ اس سستی کا خمیازہ یہ بھی تو اٹھاویں یا انکے گناہوں کا کفارہ ہو جاوے یا رفع درجات اخرویہ کا وسیلہ ہو جاوے اور ان کا امتحان بھی ہوتا ہے کہ ایسی حالت میں بھی ثابت قدم رہتے ہیں ؟ - +

اب اس کلیہ کو آپ اسکے سینکڑوں امثال پر مطابق کر لیجیے۔ طوفان نوح۔ سدوم وغیرہ بستیوں کی بربادی۔ بنی اسرائیل پر وبا۔ اور غیر بادشاہوں کا تسلط جسمیں سینکڑوں تہ تیغ ہو گئے۔ حضرت دانیال علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی بھی قیدیوں میں بابل پہنچے۔ انھیں نظائر کو قرآن مجید نے بار بار بندوں کو یاد دلایا ہے کہ اے قریش تم بھی تم سنکر باز آجاؤ۔ اور پہلی کتابوں میں بھی ان ہولناک وقایع کو یاد دلایا ہے ؛

قسم دوم انتقام جو ابتلا کے بعد بھی نہ سمجھے۔ اور اس سزا کو حاقہ کہتے ہیں جو کسی کے ٹالے نہیں ٹلتی اور یہ انتقام الٰہی اخیر پر ہوتا ہے جہاں نہ توبہ کی مہلت نہ استغفار کی فرصت ملتی ہے اور اسکے بعد دنیا سے رخصت ہو کر عالم برزخ کا قیدخانہ ہوتا ہے یا قیامت کا تازیانہ۔ اسمیں ہم لوگ شامل نہیں جنکے انکو خدا سے پاک ہر طرح محفوظ ہی رکھتا ہے جو اسکی عدالت کا عین مقتضیٰ ہے ؛

سورہ نون میں کفار مکہ کو ابتلا ء سے ڈرایا گیا تھا اور باغ والوں کا قصہ بھی یاد دلایا تھا انا بلونا ہم کما بلونا اصحاب الجنۃ۔ جو انکی گستاخی کی سزا تھی کہ وہ آنحضرت صلعم کو دیوانہ کہتے تھے جیسا کہ اصحاب الجنۃ کی بدبختی کی سزا انکو ملی تھی مگر مکے کے کفار جنکے دلوں پر خدا نے مہر کر دی تھی اس ابتلا کو جو سات برس کا تھا اور اور بھی مصائب جو کہ عالم میں آنے والے تھے اسکے بعد بھی وہ ایسے ہی سخت دل تھے اور ڈھائی سے سخت عذاب آنے کے خواہاں تھے اسلیے اس سورہ میں جسکے آخر میں حاقہ عذاب بیان فرماتا ہے جو بیشتر قیامت میں ہوگا اور کبھی غیرت الٰہی دنیا میں بھی نازل کر دیتی ہے اور پہلی امتوں پر جو دنیا میں حاقہ نازل ہوا اسکی انکے مسلّم واقعات سے نظیر دیتا ہے ؛

فقال الحاقۃ ما الحاقۃ حاقہ کیا ہی حاقہ ہے۔ یہ اور اسکے بعد کا جملہ وما ادراک ما الحاقۃ کہ تو کیا جانے کیا ہے حاقہ ؟ حاقہ کی عظمت شان کے لیے آیا ہے جیسا کہ کہتے ہیں زید ما زید کہ زید کیا زید ہے۔ مفسرین کہتے ہیں الحاقہ سے مراد یہاں قیامت ہے۔ پھر اسکے لفظی معنی میں چند اقوال ہیں۔ اول حاقہ حق بمعنی ثابت سے ہے پھر حاقہ کے معنی ہیں الساعۃ الواجبۃ الثابتۃ۔ دوم یہ وہ ساعت ہے کہ جسمیں سب باتیں معلوم ہو جاویں گے اور بھی اقوال ہیں۔ وما ادراک میں مخاطب بالخصوص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ ہر مخاطب۔ وہ حاقہ کی حقیقت سے بیشک واقف نہ تھے اسلیے ما ادراک کہنا بیجا نہیں اور اگر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مخاطب ہوں تو وہ بھی حاقہ کی کنہ نہیں جانتے تھے علم بالکنہ کی نفی ہے نہ علم بالوجہ و بوجہ اسلیے آپ کی نسبت بھی ما ادراک کہنا ناروا نہیں ؛

ف یحییٰ بن سلام کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں ما ادراک ماضی کے صیغے سے آیا ہے آخر اس چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا گیا ہے اور جہاں کہیں ما یدریک کے صیغے سے آیا ہے وہاں وہ بات آپ سے بھی مخفی رکھی گئی ہے۔ وفیہ ما فیہ ؛

اب اسکے بعد چند نظائر حاقہ کے بیان فرماتا ہے جو اگلی قوموں پر دنیا میں نازل ہوئیں (۱) عاد و ثمود کی ہلاکت جو عرب کے ملک میں ہوئی اور وہ ایک متواتر روایت تھی جسکا کوئی عرب انکار نہیں کر سکتا تھا فقال کذبت ثمود وعاد بالقارعۃ کہ قوم ثمود نے جو عرب کے شمال و غرب کے حصے میں آباد تھی جنکے پہاڑوں میں تراشے ہوئے گھر اب تک یادگار ہیں اور اسی طرح ان سے پہلے قوم عاد نے جو یمن میں بستے تھے قارعہ یعنی قیامت کو جھٹلایا۔ بھلا یا تو رسولوں اور انکی تمام باتوں کو بھی تھا مگر قیامت کی تکذیب ایک ایسا فعل بد ہے جو انسان کو دلیر بنا کر تمام اصول سعادت سے روک دیتا ہے اسلیے بالخصوص اسکا نام لیا گیا۔ اور قیامت کو قارعہ اسلیے کہا کہ قرع ٹھوکنے اور کھڑکھڑانے کو کہتے ہیں

قسم دوم

اور قیامت بھی ایک ایسا ہولناک واقعہ ہے کہ دلوں کو اپنی ہول و دہشت سے ہلا دیگا اسلیئے اس کی ہولناک حالت یاد دلانے کے لیئے القارعہ کے لفظ سے تعبیر کیا اور حاقہ اور قارعہ سے ان آیات میں ایک وزن خاص بھی رکھتے ہیں جو نظم قرآنیہ کو اور بھی لطف دے رہے ہیں بعض کہتے ہیں القارعہ سے مراد خاص قیامت نہیں بلکہ عموماً زواجر اور گناہوں سے روکنے والی اور دل کو ہلانے والی باتیں ہیں جو انکے انبیاء علیہم السلام حضرت صالح و حضرت ہود نے بیان فرمائیں تھیں ؛

دونوں قومیں ایک جرم میں شریک تھیں ہر چند انکے انبیاء نے سمجھایا جب نہ مانا تو انتقام الٰہی کا وقت آگیا پھر آگے ہر قوم کی ہلاکت بیان فرماتا ہے۔ فاما ثمود فاہلکوا بالطاغیہ کہ قوم ثمود طاغیہ سے ہلاک ہوئی۔ یہ زلزلہ کی سخت اور حد سے متجاوز آواز تھی جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے انا ارسلنا علیہم صیحۃ واحدۃ فکانوا کہشیم المحتظر۔ بعض کہتے ہیں بجلی کی کڑک تھی۔ بعض کہتے ہیں طاغیہ مصدر ہے جیسا کہ کاذبہ و عاقبۃ تب اسکے یہ معنی کہ وہ سرکشی کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ بعض کہتے ہیں طاغیہ سے مراد وہ بدنہاد شخص ہے جسنے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اور ت مذکر کے لیئے بھی آجاتی ہے جیسا کہ نسابہ و راویۃ میں ہے۔ اگر طاغیہ سے مراد وہ فاحشہ عورت لیجائے کہ جسکے کہنے سے اس بدبخت نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں تو اور بھی انسب۔ لیکن قول اول قوی ہے ؛

ف ثمود کا واقعہ بہ نسبت عاد کے واقعہ کے زمانے میں قریب تھا اسلیئے اول اسکو ذکر کیا کیونکہ قریب زمانے کی بات زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ اسکے بعد عاد کے واقعہ کو جو اس سے پہلے گزرا تھا۔ فقال واما عاد فاہلکوا بریح صرصر عاتیۃ لیکن عاد سو وہ ہوا سے ہلاک ہوئے جو صرصر یعنی زناٹے کی تھی اور عاتیۃ بہت تیز و تند تھی کسیکے بس کی نہ تھی۔ سخرہا علیہم سبع لیال و ثمانیۃ ایام حسوما۔ اسکو ان پر سات رات آٹھ دن پے در پے مسلط کیا تھا برابر چلتی رہی جسنے نہ کوئی درخت چھوڑا نہ مکان۔ قوم عاد ہلاک ہوگئی۔ ہوا بدھ کے روز صبح سے شروع ہوئی تھی پھر اگلے بدھ کی شام کو تھمی ان ایام کو عرب عجوز کہتے ہیں سردی بھی سخت تھی۔ اور سردی کا اخیر موسم تھا عرب میں اس موسم کے نام ہیں صن صنبر وبر آمر مؤتمر معلل مطفیٔ الجمر مکفی الظعن ؛

سخرہا کے لفظ میں اشارہ ہے کہ ہمنے مسخر و مسلط کیا تھا اسکو کوئی موسم و کواکب کی تاثیر نہ سمجھے کیلیئے کہ گمراہ ہر ایک آسمانی چیز کو سبب ظاہری پر منحصر کرتے ہیں انکی کوتاہ نگاہیں مسبب الاسباب تک نہیں پہنچتیں۔ عاد قوم کے لوگ بڑے قد آور جسیم ہولکے بعد فتری القوم فیہا صرعیٰ ہر ایک کی لاش میدان میں زخمی ہوئی ایسی پڑی دکھائی دیتی ہے جیسا کہ کھجور کے بڑے بڑے درخت کٹے پڑے ہوں کانہم اعجاز نخل خاویہ کھوکھلے ٹھونٹھوں سے اسلیئے تشبیہ دی کہ انکے اندر نور و معرفت کچھ نہ تھا یوں بھی انسان اندر سے کھوکھلا ہوتا ہے اور وہ لمبے بھی تھے اسلیئے کھجور کے درختوں سے جو کھوکھلے ہوتے ہیں پوری تشبیہ ہے ؛

فہل تریٰ لہم من باقیہ۔ پھر آپ کو اے دیکھنے والے ان میں سے کوئی بھی باقی دکھائی دیا؟ کوئی نہیں سب مرکر رہ گئے۔ لیکن حضرت ہود علیہ السلام اور جو ایمان لائے تھے وہ سب بچ گئے اور حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو پہلے سے خبر دی تھی مگر انہوں نے ٹھٹھوں میں اڑا دیا۔ بڑے مالدار بڑے زور آور تھے ؛

عاد و ثمود کے قصے کی پوری شرح جو دلچسپ ہے ہم سورۂ اعراف کی تفسیر میں بیان کر آئے ہیں وہاں دیکھو ؛

قوم ثمود طاغیہ سے ہلاک ہوئی

قوم عاد آندھی سے ہلاک

وَجَاۗءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاۗءُ

اور فرعون اور اس سے پہلے اور الٹی ہوئی بستیاں گناہ کے مرتکب ہوئے تب ہر ایک نے اپنے رسول کے رب کی نافرمانی کی تب اسنے انکو خوب ہی پکڑا ۔ ہم نے جب پانی نے طغیانی کی ہے تو تم کو

حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَاۗ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝

چلتی ہوئی کشتی میں سوار کیا تاکہ ہم اسکو تمہارے لئے یادگار بنائیں اور حفاظت کرنے والے کانوں میں پڑی رہے

(**ترکیب**) وقرأ ابو عمرو وعاصم والکسائی بکسر القاف وفتح الباء معناہ من جہتہ وطرفہ ومن عندہ وقرأ الجمہور بفتح القاف وسکون الباء ای من تقدمہ الامم علی الوجہین موصلۃ والمجموع معطوف علی فرعون وہو فاعل جاء والمؤتفکات معطوف علیہ بالخاطئۃ مفعول جاء والباء للتعدیۃ والخاطئۃ اما مصدر کالخطاء واما الفعلۃ ای بالفعلۃ الخاطئۃ رسول ربہم مفعول عصوا ای عصی کل واحد رسول ربہ اخذۃ مفعول مطلق رابیۃ صفتہ من ربا الشئی اذا زاد انا مبتدا حملناکم خبرہ فی الجاریۃ حال من مفعول او فی متعلقہ بحذوف لیست بصلۃ لحمل لما طغا لما ظرف حملنا دخلت بین المبتدا وخبرہ لنجعلہا واللام متعلقۃ بمحذوف ای فعلنا والضمیر المنصوب فی لنجعلہا للفعلۃ ای انجاء المؤمنین واہلاک الکافرین تذکرۃ وان کانت غیرہ تذکرۃ قال الفراء الفعلۃ السفینۃ ۔ وتعیہا معطوف علی نجعل ای ولتعیہا وہی بکسر العین عند القراء اجمع وقرئ بکسر العین کانہ جعلہ کید وانما فعل ذلک لان حرف المضارعۃ لا ینفصل من الفعل فاشبہ ما ہو من نفس الکلمۃ وصار کقول من قال وہو وہی ومثل ذلک قولہ ویتقہ فی قراءۃ من سکن القاف (الکبیر) والوعی ان تحفظ الشئی فی نفسک والایعاء ان تحفظ فی غیرک (البیضاوی)

(۲) فرعون کا قصہ (۳) وہ جو اس سے پہلے گزرے ہیں انکا واقعہ ۔ (**تفسیر**) حضرت نوح و ابراہیم علیہما السلام کے درمیانی زمانے میں یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد سے فرعون کے عہد تک جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عہد تھا ۔ اس عرصے میں بھی بہت انبیاء آئے اور انکی امتوں پر نافرمانی سے بلائیں نازل ہوئیں اور وہ غارت کر دیے گئے انکا تفصیلی علم اللہ ہی کو ہے ۔ یا من قبلہ سے فرعونی لوگ مراد ہیں یعنی فرعون اور اسکے لوگوں کا قصہ کہ وہ اپنی بدکاری کی وجہ سے قلزم میں غرق ہوئے (۴) مؤتفکات الٹی ہوئی بستیاں ۔ حضرت لوط علیہ السلام کے عہد میں پانچ بستیاں جو بحیرہ مردار کے کنارے پر آباد تھیں سدوم عامورا وغیرہ انکی بدکاری اور نافرمانی و سرکشی کی وجہ سے الٹی گئی تھیں فرماتا ہے ان سب لوگوں نے خطائی گناہوں میں پڑ گئے تھے ۔ پھر سب کے قصے کو مختصر کرتا ہے فعصوا رسول ربہم ۔ کہ نہ صرف گناہ ہی کیے تھے بلکہ گناہوں کے سبب دل سیاہ ہو گئے تھے جسلیے خداوند تعالیٰ کے رسولوں کی نافرمانی کی فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا علی ہذا القیاس اس سے پہلے لوگوں نے یا اسکے لوگوں نے اور سدوم وغیرہ بستیوں کے رہنے والوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی نافرمانی میں کوئی کمی نہ کی فاخذہم اخذۃ رابیۃ ۔ پھر تو ان سب کو اللہ قادر نے انتقام میں زور سے پکڑا ہر ایک مختلف عذابوں میں مبتلا کر کے غارت کیا گیا ۔ فرعون اور اسکی قوم بد کو قلزم میں ڈبو یا ۔ لوط علیہ السلام کی قوم پر آسمان سے پتھر برسائے انکی بستیوں کو الٹ دیا (۵) انا لما طغا الماء ۔ پانچویں نظیر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی ہے گو یہ من قبلہ میں اجمالی طور پر داخل تھی مگر ایک بڑا عبرتناک واقعہ تھا ۔ اس قصے میں سے صرف ان باقی بچنے والوں کو کشتی میں سوار کر لینے کا احسان یاد دلاتا ہے کہ جنکی اولاد نے پھر بدکاری پر بدکاری اور بت پرستی پر بت پرستی کی یہ فرعون اور قوم لوط اور مکے کے کفار انہیں کی اولاد ہیں کہ ای سرکشو جب پانی کی طغیانی ہوئی تو تمکو (تمہارے باپ دادا کو جنکی نسلوں میں تم ہو) ان کو ہم نے کشتی پر اٹھا لیا تاکہ یہ ہمارا فعل آیندہ نسلوں میں یادگار رہے مگر تم بھول گئے اور تاکہ اسکو یاد رکھنے والے کان سنیں تم سنتے ہو مگر تمہارے کان اسکو پھینک دیتے ہیں محفوظ نہیں رکھتے یہاں تک اجمالی بیان ایک قوم کا کافی تھا اسلیے ہی

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ۝ وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً ۝ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝

اور قیامت بھی الحاقہ کے لفظ سے تعبیر کی — پھر جب صور میں ایک ہی پھونک ماری جائے — اور زمین اور پہاڑ دونوں اٹھا کر ایک ہی بار ٹکرا دئے جاویں — تو اس روز ہونیوالی ہو پڑے

وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ۝ وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ۝

اور اس روز آسمان پھٹ کر شکستہ ہو جائے — اور فرشتے اسکے کناروں پر ہوں — اور تیرے رب کا تخت اس روز آٹھ فرشتے اٹھاویں

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ ۝ إِنِّي

اس دن تم حاضر کئے جاؤ گے تم میں سے کوئی چھپ نہ سکے گا — پھر جسکو اسکا اعمالنامہ داہنے ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا لو میرا اعمالنامہ تو پڑھنا — میں تو

ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ۝ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۝ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ۝ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا

سمجھا ہوا تھا کہ مجھے میرا حساب ملنا ہے — سو وہ تو دلپسند عیش میں ہے — اونچی بہشت میں جسکے میوے جھکے پڑتے ہیں — (کہا جائیگا) کھاؤ پیو چین سے

بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ ۝ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝

ان کاموں کے بدلے میں جو تم نے اگلے دنوں میں کئے تھے — پھر جسکا نامہ اعمال اسکے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو کہے گا کاش میرا نامہ مجھے نہ ملتا — اور مجھے خبر ہوتی کیا میرا حساب ہے

يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ ۝ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ۝

کہیں موت فیصلہ کرنے والی آجاتی — میرا مال بھی کام نہ آیا — میری حکومت بھی جاتی رہی (حکم ہوگا) اسکو پکڑو پھر طوق پہناؤ پھر اسکو دہکتی آگ میں ڈالو

ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ۝ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ

پھر اسکو ستر گز کی زنجیر میں جکڑ دو — کیونکہ یہ خدائے عظیم پر ایمان نہیں لاتا تھا اور نہ غریبوں کو کھانا کھلانے کی رغبت دلاتا تھا

الْمِسْكِينِ ۝ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيمٌ ۝ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ ۝ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ ۝

پھر اسکا بھی آج یہاں نہ کوئی دوست ہے اور نہ کھانا ہے مگر زخموں کا دھوون — جسکو گنہگاروں کے سوا اور کوئی نہیں کھاویگا

ترکیب نفخة واحدة بالرفع علی انہا مفعول لم یسم فاعلہ من نفخ المجہول وانما حسن تذکیر الفعل للفصل وان التانیث غیر حقیقی وقرئی بالنصب علی ان فی الصور مفعول مالم یسم فاعلہ ثم نصب نفخة علی انہا مفعول مطلق وواحدة تاکید لہا وحملت الارض الخ بالتخفیف وقرئی بالتشدید عطف علی نفخ فدکتا ای جملة الارض وجملة الجبال من الدک (کوفتن و ریزہ کردن وہموار کردن صراح) والدک ابلغ من الدق ناقة دکاء لا سنام لہا وسنہ الدکة بالفتح (چبوترہ) الدکان یا صم دکة واحدة قال الفراء لا یجوز بنا الا النصب لتفاع الضمیر فی دکتا ولم یقل فدککن لانہ جعل الجبال کالواحدة والارض کالواحدة کما قال ان السموات والارض کانتا رتقا ولم یقل کن فیومئذ ظرف لوقعت وانشقت عطف علی وقعت یومئذ ظرف لواہیة فیومئذ مابعدہا جواب اذا نفخ قال الزجاج یقال لکل ما ضعف جدا وہی فہو واہ ارجائہا ای اطرافہا واحدہا رجا مقصور یقال رجاء ورجوان والجمع الارجاء ثمانیة بالرفع علی انہ فاعل یحمل فوقہم ای فوق الملائکة الذین علی الارجاء وقیل ان الحملة یکونون العرش فوق رؤسہم والضمیر قبل الذکر جائز لعلم فی صحبتہ یومئذ الحکم فوقہم ویومئذ منصوب بان یحمل علی انہما ظرفان لہ ہاؤم من اسماء الفعل بمعنی خذ یقال ہاء یا رجل وہا یا امرأة ومعناہ تناول ویستعملون الہمزة للمذکر کالکاف فی ایاک یقال للاثنین ہاؤما وللجمع ہاؤم وہاؤما وہاؤم والمیم فی ہذہ الصیغ کالمیم فی انتما وانتم والفتحة فی ہاؤم امثال فتحة میم الجمع

یا لیتہا الضمیر یعود الی الموتة الاولی فانہا کانت لکن ... الحالة التی شاہدہا ... ای لیت الموتة التی قضیت علی ... منہ

ویقال للاذن الواعیۃ اذن واعیۃ وہما یا لمسان وبالاذن بالسورۃ مفعول باسم محذوف وکتابیہ مفعول اقرؤا والانہ اقرب العاملین ولانہ لوکان مفعول باسم قیل اقرؤوا الاولی فیہا جملۃ حیث امکن والہاء فی کتابیہ وحسابیہ ومالیہ ہی ہاء السکت وحق ہذہ الہاآت ان تثبت فی الوقف وتسقط فی الوصل ولما کانت مثبتۃ فی المصحف مصحف عثمانؓ استحبوا الوقف علیہا وقرا ابن محیصن باسکان الیاء بغیرہا وقرء جماعۃ باثبات الہاء فی الوصل والوقف جمیعا لاتباع المصحف

تفسیر

دنیا ہی حاقہ کے لفظ بیان فرما کر ایک سخت حاقہ کا ذکر کرتا ہے یعنی قیامت کے برپا ہونے کا۔ پھر اس کی تمام کیفیت ہولناک بیان فرماتا ہے کہ صور پھونکا جائیگا ایک ہی بار کے پھونکنے میں اول زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر اسکے بعد علویات فنا ہوں گے آسمان پھٹ جائیں گے اور فرشتے جو آسمانوں میں تھے نکل کر اسکے کناروں پر آجائیں گے۔ اسطرح کہ جب کوئی مکان گرتا ہے تو اسکے رہنے والے چھوڑ کر اسکے گرد ہو جاتے ہیں اسکے بعد جبکہ تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی الا ماشاء اللہ تو بار دیگر صور پھونکیگا جس کی کیفیت سورہ زمر میں بیان ہوئی تو تمام چیزیں بار دگر پیدا ہونگی مردے زندہ ہونگے عدالت کے لئے تخت رب العالمین کا رکھا جائیگا جسکو آٹھ فرشتے اٹھائے ہونگے اور ہر ایک کہا تے ہزاروں کی جماعت ہوگی پھر بنی آدم خدا تعالیٰ کے حضور میں لائے جائیں گے کوئی شخص چھپ نہ رہیگا نہ کوئی بات اس سے مخفی رہیگی پھر نامہ اعمال بٹ جائیں گے جسکا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا گیا جو نیک ہونیکی علامت ہے تو وہ خوشی کے مارے سب کو دکھاتا پھرتا ہے کہ نامہ اعمال لکھنے والوں کو کہے گا۔ لو میرا نامہ اعمال پڑھو میں پہلے سے سمجھا ہوا تھا کہ حساب لیا جائیگا اس لئے دنیا میں نیک کام کرتا اور بدیوں سے بچتا تھا۔ پھر وہ عمدہ عیش میں ہوگا یعنی حیات جاودانی عطا ہوگی اور سعادت باقیہ ملے گی بلند باہمیش قیمت باغوں میں ہوگا جن کے میوے جھکے ہوں گے یعنی جتنے کسی لئے کہ انگلی پر میوے جھک جاتے ہیں یا اس کے لئے قریب ہوں گے تو ٹوٹنے میں دقت نہ ہوگی ہاتھ بڑھا ہو توڑ لیا کرو خوب کھاؤ پیو مزے سے اور یہ تمہارے نیک اعمال کا بدلہ ہے جو دنیا میں تم نے کئے تھے اور جسکا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جاویگا وہ افسوس و حسرت کیساتھ کہیگا کہ مجھے میرا اعمال نامہ نہ ملتا اور میرا حساب مجھے نہ بتلایا جاتا پھر وہاں کی سختی اور عذاب طرح طرح کی رسوائی دیکھکر موت کی آرزو کریگا کہ کاش مر جاؤں اس مصیبت سے چھوٹ جاؤں مگر وہاں پھر موت کہاں؟ وہاں دنیا کی نعمتیں یاد کرکے روئیگا کہ آج میرا مال کچھ کام نہیں آیا نہ کوئی رشوت لیتا ہے نہ مال اسکے کام آتا ہے اگر دنیا میں نیک کاموں میں صرف کرتا تو یہاں کام آتا جیسا کہ اوروں کے کام آرہا ہے اسکے بدلے میں اسکی سزائیں کم ہو رہی ہیں اجر مل رہے ہیں اور میری عزت حشمت و شوکت کچھ کام آئی یہاں بادشاہ فقیر دونوں برابر ہیں نہ کوئی خاندان کو پوچھتا ہے نہ حسب نسب یاد کرتا ہے آج کہ میری حجت و دلیل باطل ہوگئی جو دنیا میں باطل مذہب و بیہودہ باتوں کے برحق ثابت کرنے میں کیا کرتا تھا اور جس پر زبان چلایا کرتا تھا پھر اسکے حکم ہوگا کہ اسکو پکڑو اور اسکے گلے میں طوق پہناؤ (وہ اسکے اعمال بد ہوں گے) اور اسکو دہکتی آگ میں ڈالو اور ستر گز کی زنجیر میں جکڑ دو یہ اسلئے کہ نہ یہ اللہ پر ایمان لاتا تھا نہ اسکے اعمال اچھے تھے مالی عبادت سے بھی دور تھا کس سے کہ فقیر کو آپ کھلانا تو درکنار اور کو بھی رغبت نہیں دلاتا تھا۔

یہ آیات کا خلاصہ مطلب تھا اب ان کے متعلق کچھ فوائد ہیں جو خالی از لطف نہوں گے۔ وہی ہذہ

(۱) پہلے نفخہ پر تمام عالم خراب برباد ہو جاویگا اسکے بعد جب دوبارہ دگر نفخہ صور ہوگا اور ہر چیز بار دگر زندہ ہوگی تب عدالت کے لئے لوگ خدا روبرو لائے جائیں گے حالانکہ آیت میں انشقت السماء کے بعد عرش اٹھانیکا ذکر کرکے کہدیا آج کے روز پیش پاک کئے جاؤ گے اس کا جواب یہ ہے کہ یومئذ تعرضون سے مراد وہی دن نہیں کہ جس روز خرابی عالم کے لئے نفخہ صور ہوگا بلکہ اور دن۔ یا یوں کہو یوم سے مراد زمانہ ہے جس میں نفخہ

وثانیہ وصعقہ ونشور وحساب وقوف سب کچھ ہوگا۔ یوم زمانہ اور وقت کے لئے کلام عرب میں بکثرت مستعمل ہے

ف والملک علیٰ ارجائہا ملک سے ایک فرشتہ مراد نہیں بلکہ جنس۔ یہ عالم کے برباد ہونے کی کسی گھر کے برباد ہونے سے تمثیل ہے کہ جب وہ گھر گرنے کو ہوتا ہے تو وہاں کے لوگ نکل کر باہر کنارے کھڑے ہوجاتے ہیں گو بعد میں وہ بھی ہلاک ہوجاویں گے اور جو ہلاک نہ مانے جاویں تو بھی ممکن ہے کس لئے کہ ایک جگہ آیا ہے الا من شاء اللہ پس ممکن ہے کہ ملائکہ مستثنیٰ ہوں۔

ف ویحمل عرش ربک فوقہم یومئذ ثمانیہ ایسا ہی مضمون سورۂ زمر کی اس آیت میں ہے وتری الملائکۃ حافین من حول العرش اب کلام یہ ہے کہ تخت رب العلمین کے سر پر اٹھانے سے کیا مطلب؟ بیضاوی فرماتے ہیں کہ یہ ایک تمثیل ہے لوگوں کے سمجھانے کے لئے دنیا میں بادشاہوں کے دربار اور ان کے تخت عدالت سے کہ جسکو خدام کی جماعت عزت و احترام سے دربار میں لاکر رکھتے ہیں تاکہ وہ اسپر بیٹھکر عدالت کرے۔

بعض علما اسکو حقیقت پر محمول کرتے ہیں انکے نزدیک کوئی تاویل و توجیہ آیات و احادیث میں جائز نہیں ہر ایک کو انکے ظاہری معنی پر محمول کرنا اور اصل قرآن و احادیث کا ماننا کہتے ہیں اگرچہ جوش اعتقادی کا یہی مقتضا ہے مگر جب اسلوب کلام میں غور کیا جاوے اور یہ بھی تسلیم کرلیا جاوے کہ قرآن مجید اعلیٰ درجہ کی بلاغت و فصاحت کے قوالب میں ڈھلا ہوا ہے تو یہ ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ بلغا کے کلام میں مجاز استعارہ تمثیل تشبیہ بہت کچھ ہوتا ہے محاورات زبان وعرف کا بہت خیال ہوتا ہے اور قرآن مجید میں یہ سب باتیں موجود ہیں پھر جس طرح معتزلہ کا یہ قول لغو لغو ہے کہ باوجود امکان حقیقی معنی ہونے پر بھی وہ تاویل کردیتے ہیں اور اسطرح کی تاویلات کا دروازہ کھولتا متکلم کی مراد کو ظاہر نہیں ہونے دیتا انہیں کی تقلید سے آجکل کے تعلیم یافتہ قرآن کو خیالات مغربیہ پر تاویلات کے ذریعہ سے مطابق کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ اسکو مغز سخن تک پہنچنا اور اعلیٰ درجہ کی لیاقت و خوش فہمی قرار دیتے ہیں اسی طرح بالکل تاویل و توجیہ استعارہ کنایہ مجاز تمثیل کا دروازہ بند کرکے ظاہری معنی پر محمول کرنا سخت افراط ہے جو کلام کو مہمل اور بے نمک بلکہ غلط بنا دینے کا پورا ذریعہ ہے اب اپنے قاعدے کے موافق ہر فریق قرآن مجید کے ایسے مواقع میں تفسیر کرتا ہے مگر حق وہی بات ہے کہ جسکو اہل سنت والجماعۃ کے علما ربانیین اختیار کئے ہوئے ہیں وہ یہ کہ جہاں تک ظاہری معنی مراد لئے جاسکتے ہوں تو کلام کو ضرور حقیقی معنی پر محمول کرنا چاہئے اور جہاں تعذر ہو خواہ عقل سلیم کے فتوی سے خواہ اصول اسلامیہ و دیگر آیات و احادیث صحیحہ کی وجہ سے تو وہاں ضرور مجاز پر محمول کرنا پڑے گا۔ مگر مجازی معنی کی زمام بھی ہر ایک کے ہاتھ میں نہیں بلکہ علما راسخین کے۔

آیات مذکورہ میں معتزلہ تاویل کرتے ہیں کہ عرش کرسی کے معنی مجازی مراد ہیں تسلط و حکومت وغیرہ اور فرشتوں کے سر پر اٹھانے سے مراد انکے ذریعہ سے اسکا ظہور ہے اہل سنت میں سے بیضاوی وغیرہ علما کلام فرماتے ہیں کہ یہ تمثیل ہے کس لئے کہ خدا پاک جسم نہیں جو کسی تخت پر بیٹھے یا اسکے لئے کوئی جگہ معین کیجائے یہ چیزیں اسکے لئے حدوث اور نقصان کا باعث ہیں۔ اسطرح صوفیہ کرام بھی ظاہری معنی مراد نہیں لیتے۔ پھر ان میں سے کسی نے کہا کہ عرش مجید صورت جہانداری حق سبحانہ تعالیٰ کی ہے یعنی اسکی جہانداری اور بادشاہت کو عرش مجید سے تعبیر کیا ہے اور قیامت میں وہ صورت عرش یعنی تخت شاہی ظہور کریگی اور اسکی جہانداری دنیا میں چار صفت سے ہے کہ موجودات میں کوئی ذرہ بھی ان سے خالی نہیں وہ سب کو محیط ہیں اول علم دوم قدرت سوم ارادہ۔ چہارم حکمت۔ آخرت میں ان چاروں صفتوں کے ساتھ چار صفات اور زیادہ ہونگی تاکہ دونوں جہانداریوں میں امتیاز کلی ہوجائے اور وہ چار یہ ہیں اول ظہور و انکشاف تام کہ اس عالم میں ہر چیز کی اصل حقیقت ہر ایک پر واضح ہوجائیگی دھوکہ اور شبہ اور غلطی نہ رہے گی وہاں جاہل عالم کافر مومن سب پر حقائق شیبہ برابر ظاہر ہوں گے اس بات پر قرآن مجید میں بھی کئی ایک جگہ اشارہ ہے الا یعلم یوم تبلی السرائر و سمع بہم وابصر یوم یاتوننا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید

(دوم) کمال بلوغ کہ ہر چیز مرتبۂ نقصان سے اپنے موافق مرتبۂ کمال پر پہنچ جاویگی استعداد و قابلیت کا مرتبہ فعلیت پر آجائیگا یہانتک کہ جو دنیا میں لنگڑے لولے اندھے جنمی یا مرے تھے صحیح و سالم اٹھیں گے اور اسی طرح قوائے باطنیہ کا حال ہوگا۔ خلود و بقائے غیر متناہی بھی اسی صفت کی وجہ سے ہوگی جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے ان الدار الآخرۃ لہی الحیوان لو کانوا یعلمون (سوم) تقدس کہ کدورات و الواث سے ہر شے دور ہو جائیگی اس لئے کہ عالم صدق کا جہاں ہوگا کہ عالم باقی و معانی کا جوہر کل آئیگا چہارم صفت عدل و انقاء حق کہ جس کے سبب پورا پورا انصاف ہوگا ہر ایک کو حق کے پانے سے تول کر دیا جائیگا۔ پھر جب اس عالم میں جہانداری کے ساتھ جس کو عرش کہا گیا یہ چار صفات ملکیں تو گرانی اور وزن بڑھ گیا اور اس عرش معنوی کو عرش حسی کے ساتھ ایک خاص مشابہت ہے دنیا میں یہ عرش جہانداری چار فرشتوں پر تھا جو ان چار صفتوں کے مظاہر تھے آخرت میں اس گرانباری کی وجہ سے چار اور بڑھائے جاویں گے جو ان چار صفتوں کے مظاہر ہوں گے۔ یہ معنی ہیں قیامت میں آٹھ فرشتوں کے تخت رب العالمین اٹھانے کے (مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ)

بعض فرماتے ہیں عرش رب العالمین سے مراد انسان کا قلب ہے اس کو چار صفات اٹھائے ہوئے ہیں قیامت میں آٹھ اٹھاوینگی اور اٹھانا عبارت ان صفات کے استیلا سے۔ پھر ان صفات میں کلام طویل ہے

ف۴ عرش ربک سے وہ عرش مراد ہے جس کو سب آسمانوں کے اوپر کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں یہی عرش قیامت میں دربار عدالت کے لئے لاکر رکھا جاوے گا۔ بعض کہتے ہیں وہ اور ہوگا۔

قریب الفہم یہی قول ہے جو بیضاوی نے فرمایا ہے کس لئے کہ انسان اس عالم ناسوت میں کسی معنی کو صور و اشکال سے مجرد کر کے مشکل سمجھتا ہے اور ہر ایک معنی کی اپنے مشابہ صورت میں تصویر کھینچتا ہے۔ اب صرف فرمانا تو یہ مقصود تھا کہ قیامت کے دن خدائے ذوالجلال جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے عدالت کریگا نمایاں انسانی اس عدالت کی تصویر تمام شاہانہ تجملات میں کھینچتا ہے کہ تخت ہوگا اور اس کے گرد ایسے خدام و سپاہ ہوں گے جیسا کہ اولوالعزم شاہنشاہوں کے دربار میں ہوتا ہے ورنہ تعالیٰ انسانی ادراک سے بھی بہت دور تر ہے اس کے دربار اور اس کی عدالت کی اصل حقیقت بیان کرنے کے لئے نہ الفاظ ہیں نہ اذہان انسانیہ تیار ہیں۔ لیکن اس حقیقت کو اس کے مشابہ تصویر میں بیان فرمانا پورا انہا ہے اس لئے تخت لایا جانا اور تخت پر جلوس کرنا اور تخت کے اردگرد ملائکہ کا صف بستہ کھڑا ہونا اور مجرموں اور نیکوں کا پیش ہونا اور اپنے ایمان اور نیک اعمال کی جزا اور کفر و بدکاری کی سزا بہشت جاودانی یا عذاب دائمی پانا اور ان کا حسرت و افسوس کرنا ایک سچے واقعے کی تصویر کھینچنا ہے نہ محض ترغیب و ترہیب جیسا کہ ملاحدہ تنگ دماغ خیال کرتے ہیں۔

ف۵ یومئذ تعرضون سے یہ کہ اس عدالت کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ سب کے سامنے ہوں گے کوئی بات مخفی نہ رہے گی پھر آگے جزا و سزا کی تشریح کرتا ہے کہ جس کی کتاب (یعنی نامۂ اعمال جو دنیا میں کراماً کاتبین نے نامۂ اعمال کا روزنامچہ لکھا تھا اور وہ ایک عالم غیب کا فوٹو ہے ہماری قلموں اور ہمارے کاغذوں کا لکھا ہوا فقرہ نہیں ہے) داہنے ہاتھ میں دی گئی تو وہ خوش ہوگا اور جس کے بائیں ہاتھ میں دی گئی وہ روئے پیٹے گا۔ داہنا ہاتھ اشارہ ہے جانب قوی سے جو عقل و نور ایمان کی جانب ہے اور بایاں ہاتھ اشارہ ہے جانب ضعف نفسانی حیوانی کی طرف۔ ف۶ ہنیئا ہنا سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں وہ چیز جو بے مشقت ملے (قاموس) ہنا گوارا شدن طعام و شراب ہنی گوارندہ ہنیئا منصوب ہے بنا بر اس کے کہ فعل مطلق کی صفت ہے ای اکلا و شربا ہنیئا یا صفت ہے مصدر کے قائم مقام کی گئی ہے ہنئتم ہنیئا۔ ہنی بروزن فعیل و مصدر بمعنی

اسکے بعد جہنمیوں کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ اُسکے لئے فرشتوں کو حکم ہوگا خذوہ کہ اس کو پکڑو قہر و عذاب میں فغلوہ پھر اُسکے ہاتھ اُس کی گردن میں باندھو
غل بالضم گردن بند جمعہ اغلال بصراح۔ یہ اس لئے کہ اُسنے دنیا میں فراخ دستی کی نعمت کا شکر یہ ادا نکیا تھا اور کار خیر میں ہاتھ نہ کھولے تھے ثم پھر حکم ہوگا
الجحیم صلوہ پھر اسکو دہکتی آگ میں ڈالدو یعنی باندھ کر ڈالو کہ ہاتھ پاؤں نہ مار سکے ثم پھر حکم ہوگا فی سلسلۃ ذرعہا سبعون ذراعا فاسلکوہ کہ ستر گز لمبی زنجیر میں جکڑ دو
کہ پڑا پڑا اجگہ سے ہلنے بھی نپاوے بعض علما کہتے ہیں ستر گز سے تعداد مقصود نہیں بلکہ طول مراد ہے جیسا کہ اس آیت میں ان تستغفر لہم سبعین مرۃ مراد مرات
کثیرہ ہیں۔ لمبی زنجیر اشارہ ہے اسکے حرص و ہوا و طول امل دنیا کی طرف کہ بڑی بڑی لمبی زنجیروں میں دنیا کی بندھا ہوا تھا جن کا اسکے خیال میں کہیں
سلسلہ منقطع نہیں ہوتا تھا۔ یوں ہوگا اور یوں کروں گا۔ اس میں خدا تعالیٰ سے غافل رہا کہ موت آگئی۔ جس کو وہاں کی زنجیر سے بچنا ہو یہاں کی زنجیر
سے نکلے۔ شہوات و لذات کی لمبی زنجیریں اسکو جکڑے ہوئے ہیں اور طوق بھی گلے میں بدکاری اور اخلاق رذیلہ کے پڑے ہوئے ہیں اور شہوتُ حرص
کی دہکتی آگ میں ایسی زنجیروں میں جکڑا ہوا پڑا ہے۔ مردان خدا ہی ان بیڑیوں اور اس آگ سے نکل بھاگے ہیں دنیا کے کاروبار کرتے ہیں بیاہ شادی
کرتے ہیں مگر دل نہیں لگاتے لیکن بقدر ضرورت۔ پھر آگے ان جہنمیوں کا اصل جرم بیان فرماتا ہے کہ جس کے سبب وہ آج اس جرم میں گرفتار ہوئے تھا لیا
انہ کان کہ تسلسل حوادث کا قائل تھا اور اسباب کی زنجیروں میں بند تھا۔ ہر حادثہ کو اُسکے سبب کی طرف منسوب کرتا تھا سبب الاسباب تک نظر نہیں پہنچی
تھی اسلئے لا یومن باللہ العظیم وہ اللہ بزرگ برتر پر ایمان نہیں لاتا تھا۔ یہ اشارہ ہے کہ اُس کی قوۃ نظریہ باطل ہو چکی تھی۔ وہ احمق ان پتلیوں کو آپ سے حرکت کرتا ہوا
سمجھا ہوا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ پس پردہ کوئی اور حرکت دے رہا ہے۔ ایک خدا بزرگ و برتر کو چھوڑ کر سینکڑوں اسباب کی طرف دوڑا دوڑا پھرتا تھا اور اپنی طمع
اور خام خیالی سے بہت چیزوں کو قضا و قدر کا مالک و مختار جانکر اُن کی طرف رجوع کرتا تھا۔ الغرض یہ کافر و مشرک تھا توحید و ایمان کی روشنی نصیب نہ تھی
اسکے سوا قوۃ عملیہ بھی باطل ہو گئی تھی ولا یحض علی طعام المسکین کس لئے کہ عملی کاموں میں عبادت کے بعد نفع خلائق اعلیٰ درجہ کی نیکوکاری ہے پھر
یہ بدبخت خدائے بزرگ پر تو ایمان ہی نہیں رکھتا تھا کہ یہ سمجھتا کہ اس کھانا کھلانے کا بدلہ دنیا اور آخرت میں خدا پاک دے گا اُس کی رضامندی
ہمارے لئے کام آوے گی۔ پھر آپ مسکین غریب کو روپیہ پیسا دینا کپڑا پہنانا راحت پہنچانا تو درکنا معمولی کھانا بھی نہیں دیتا تھا اور دینا تو درکنار
اوروں کو بھی اس طرف رغبت نہیں دلاتا تھا۔ بلکہ اس کام کو عبث اور فضول جانتا تھا کبھی یہ حیلہ کرتا تھا کہ ہمارے پاس کچھ نہیں۔ کبھی یہ کہ ان کا
ہمارے اوپر کیا حق ہے۔ اور ان لوگوں کو دینا بے حمیتی بے غیرتی گداگری سکھانا ہے۔ یہ گفتگو ان درماندوں کے حق میں کہ جو در اصل قابل رحم
ہیں محض بخل اور اندرونی خباثت پر مبنی ہے

ایسی تنگی اور مصیبت سے مٹانے یا کم کرنے کے دو ہی سبب ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ تسلی دلاسا دینے والا اور چارہ گری کرنے والا ہو۔ دوم یہ کہ
ایسی درماندگی کے وقت کھانا کھلایا جاوے اور اسی لئے اہل مصیبت کے ساتھ تعزیت میں یہ دونوں باتیں برتی جاتی ہیں تسلی دلاسا بھی دلایا
جاتا ہے کھانا بھی کھلایا جاتا ہے سو اس کے لئے یہ دونوں نہوں گے فلیس لہ الیوم ہہنا حمیم کہ آج اس کا یہاں کوئی دوست حامی نہ ہوگا جو اس کو
چھڑا دے۔ یہ اس لئے کہ بڑا حمایت کرنے والا اللہ ہے اور اُس کی حمایت کا پرتو دوسرے حامیوں کے دلوں پر پڑتا ہے جو حمایت پر کمر باندھتے ہیں
سو اللہ پر تو اس کا ایمان ہی نہ تھا اس سے بگاڑ رکھی تھی۔ ولا طعام اور نہ کھانا ہے کس لئے کہ دنیا میں یہ کسیکو نہیں کھلاتا تھا۔ الا من غسلین ہاں وہ جو
لوگوں کے دل دکھاتا تھا اب ان زخموں کا دھوون ضرور پینے کو ملے گا۔ جو خطا کاروں کا کھانا ہے۔

فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ ۙ وَمَا لَا تُبۡصِرُوۡنَ ۙ اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ۚۙ وَّمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تُؤۡمِنُوۡنَ ۙ وَلَا

پھر میں قسم کھاتا ہوں ان کی جنکو تم دیکھتے ہو اور ان کی جنکو تم نہیں دیکھتے کہ بیشک یہ کلام رسول کریم کا کلام ہے اور یہ شاعر کا کلام نہیں تم کم ایمان لاتے ہو اور نہ

بِقَوۡلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ؕ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۞ وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَيۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِيۡلِ ۙ لَاَخَذۡنَا مِنۡهُ

کسی کاہن کا کلام ہے تم بہت کم سمجھتے ہو یہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے اور اگر محمد ہم پر کوئی بات بھی جھوٹی بنا لاتا تو ہم اس کا

بِالۡيَمِيۡنِ ۙ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِيۡنَ ۞ فَمَا مِنۡكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ عَنۡهُ حٰجِزِيۡنَ ۞ وَاِنَّهٗ لَتَذۡكِرَةٌ لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۞ وَاِنَّا لَنَعۡلَمُ اَنَّ مِنۡكُمۡ

داہنا ہاتھ پکڑتے پھر اس کی شاہ رگ کاٹ ڈالتے پھر تم میں سے کوئی بھی اس کو روک نہ سکتا اور بیشک یہ تو پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے اور ہم خوب جانتے ہیں

مُّكَذِّبِيۡنَ ۞ وَاِنَّهٗ لَحَسۡرَةٌ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ۞ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الۡيَقِيۡنِ ۞ فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ ۞

کہ بعض تم میں سے جھٹلانے والے ہیں اور بیشک قرآن کافروں کے لئے حسرت ہوگا اور بیشک یہ یقین کرنے کے قابل ہے پس اپنے رب کی پاکی بیان کر جو بڑا ہے

ترکیب

فلا اقسم قیل لا مزیدۃ او فلا رد لانکارہم البعث ثم اقسم وقیل نافیۃ للقسم کانہ قال لا اقسم علی ان القرآن قول رسول کریم لظہور الامر واستغنائہ عن التحقیق بالقسم انہ لقول الخ جواب القسم موکد بان واللام والاسمیۃ وما ہو الخ الجملۃ تاکید لقولہ انہ لقول رسول کریم قلیلا ما زائدۃ للتاکید ولا بقول کاہن عطف علی قولہ بقول شاعر تنزیل خبر مبتدء ہو تنزیل تقول قرء الجمہور مبنیا للفاعل من التقول کالف التقول الافتراء والاقاویل جمع اقوال جمع قول کالابیات جمع ابیات جمع بیت والاقوال المفتراۃ اقاویل تحقیرا لہا الاخذنا جواب لو حاجزین وصف لاحد فانہ عام لکونہ نکرۃ واقعۃ فی سیاق النفی حق الیقین من اضافۃ الصفۃ للموصوف ای للیقین الحق وقیل ہو کقولک عین الیقین۔

تفسیر

یہاں تک امر حاقہ کا بیان شواہد کے ساتھ اور اخیر حاقہ قیامت کا مفصل بیان تھا کہ اس طرح سے ہوگی اور اس کے بعد نیکوں کی یہ حالت اور بدوں کی یہ صورت ہوگی۔ اس بیان میں دو مسئلہ ثابت کیے گئے توحید باری تعالیٰ کہ اس کی نافرمانی کی سزا کو کوئی دوسرا روک نہیں سکتا عاد و ثمود و نوح علیہ السلام کی قوموں پر جو تجھ معاوضت اسے دنیا نے آنکھ سے دیکھے محفوظ کانون نے سنکر یاد رکھتے یہ اس کی توحید کی پوری دلیل ہے کس لئے کہ اگر کوئی دوسرا بھی اس کا شریک ہوتا۔ جیسا کہ ان لوگوں کا اعتقاد تھا اور اسی لئے وہ انکی پرستش کرتے تھے تو ایسے مواقع میں ان کی مدد کرتا عذاب آلہی کو ٹالدیتا دوسرا مسئلہ معاد کہ قیامت برپا ہوگی اور بدون یہ ہوگا اسکے بعد اب تیسرے مسئلہ نبوت کو ثابت کرتا ہے جس پر دونوں مسئلوں کی بنیاد ہے کس لئے کہ پچھلے واقعات گو محسوس تھے مگر ان کو جاہل اسباب پر مبنی کرتے تھے اسکے بعد قیامت کا واقعہ ہے جو آنکھوں سے غائب ہے تو اب زیادہ دار و مدار نقل پر رہا ہے اسلئے نقل کا استحکام ضروری ہوا فقال فلا اقسم بما تبصرون وما لا تبصرون کہ میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی کہ جنکو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی جنکو تم نہیں دیکھتے مفسرین نے اسباب میں متعدد اقوال بیان فرمائے ہیں بعض کہتے ہیں بما تبصرون سے مراد عالم شہادۃ محسوسات آسمان و زمین وغیرہ اور ما لا تبصرون سے عالم غیب جانیات عالم جن و ملائکہ شیاطین کو ملا کر سب چیزیں آگئیں خالق و مخلوق دنیا و آخرت اجسام و ارواح انس و جن نعمائے ظاہریہ و باطنیہ بعض کہتے ہیں ما تبصرون سے مراد واقعات گذشتہ کہ جن کے آثار تک تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں و ما لا تبصرون سے مراد قیامت کا واقعہ جو نظروں سے غائب ہے بعض کہتے ہیں ما تبصرون سے مراد حضرت محمد صلعم کہ جو سب کے سامنے تھے اور ما لا تبصرون سے مراد جبرئیل علیہ السلام جو انکو دکھائی نہیں دیتے تھے قرآن شریف کے لانے میں یہی دو واسطے ہیں اسلئے انکی قسم کھائی جو اسکے نزدیک محترم تھے یہ بات بیان فرماتا ہے انہ لقول رسول کریم بعض مفسرین کہتے ہیں فلا اقسم میں لا نفی کے لئے ہے حق سبحانہ فرماتا ہے کہ مجھے ان

چیزون کی قسم کھانیکی حاجت نہیں کس لئے کہ بات ظاہر ہے وہ کیا کہ انہ لقول الخ کہ یہ قرآن رسول کریم کا قول ہے۔ رسول کریم سے یہان مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنکو کافر شاعر و کاہن کہتے تھے نہ جبرئیل کسلئے کہ انکی نسبت وہ یہ نہیں کہتے تھے البتہ سورۂ اذا الشمس کورت میں انہ لقول رسول کریم سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں کسلئے کہ اسکے بعد ہے وما ہو بقول شیطان رجیم جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ملک کریم کا کلام ہے نہ شیطان رجیم کا اسی طرح اس جگہ فرماتا ہے وما ہو بقول شاعر کہ یہ شاعر کا کلام نہیں جیسا کہ ابوجہل کہتا ہے کس لئے کہ اول تو شعرا کو وزن و بحر لازم ہے اور قرآن مجید میں یہ بات نہیں دوم شعرا تخیلات بے اصل و مبالغہ کو دخل دیتے ہیں قرآن مجید میں یہ بالکل نہیں بلکہ قرآن میں حقائق و معارف بدلائل ثابت کئے گئے ہیں دونون کلاموں میں بدیہی فرق ہے لیکن قلیلا ما تومنون تم بہت کم مانتے ہو محض ہٹ دھرمی کر رہے ہو ولا بقول کاہن اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے جیسا کہ عقبہ کہتا ہے

کاہن عرب میں اسکو کہتے تھے جو جن اور چڑیلون کی نذر و نیاز کیا کرتے تھے اور کبھی ارواح خبیثہ ان پر مسلط ہو کر عالم محسوس کے واقعات مقفی اور مسجع عبارت میں بیان کیا کرتے تھے کہ فلان مسافر فلان منزل پر ہے اسوقت یہ کر رہا ہے یا فلان شخص کا مال چور چرا کر فلان جگہ لیگیا ہے وغیر ذلک جیسا کہ ہندوستان مین بعض لوگ جنتیون وغیرہ کے زور سے ایسی باتیں بتایا کرتے ہیں۔ کوئی شیخ سدو سے پوچھا کرتا ہے کسی کے سر پر پیران آتے ہیں۔ کسی کے زین خان کسی کے بھیرون کسی کے ہنومان۔

قرآن مجید میں اور ایسے کلام میں بہت بڑا فرق ہے۔ اول تو ایسے لوگ مکارم اخلاق و اصلاح معاش و معاد کے قوانین کی تعلیم کیا جانیں نہ انکو عالم آخرت کے احوال سے خبر نہ واقعات گزشتہ کی صحیح صحیح خبر نہ روح کو منور کرنے والے علوم نہ مکارم اخلاق کی تعلیم برخلاف اسکے قرآن مجید میں یہ سب باتیں ہیں دوم وہ بھوت و جن اپنی نذر و نیاز کی تاکید کرتے ہیں اور جو نہیں مانتا اسپر خفا ہوتے ہیں۔ برخلاف اسکے قرآن مجید میں ان باتوں کی برائی اور بت پرستی اور ان خبائث کی مذمت ہے۔ پھر کیا یہ خبائث اپنی برائی آپ کرتے ہیں ذرا غور کرو لیکن قلیلا ما تذکرون تم کم غور کرتے ہو بہت کم سمجھتے ہو

بعض مفسرین کہتے ہیں کم ایمان لاتے ہو کم سمجھتے ہو کے معنی ہیں کہ بالکل ایمان نہیں لاتے بالکل نہیں سمجھتے کس لئے کہ محاورہ ہے جب کوئی نہیں آتا تو اسکو کہتے ہیں تم کم آتے ہو۔ اسی طرح عرب کا یہ محاورہ ہے۔

اب ایک بات یہ باقی رہگئی کہ قرآن مجید تو اللہ کا کلام ہے جیسا کہ آپ ہی فرماتا ہے تنزیل من رب العالمین کہ یہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے کلام اپنے متکلم کی شان خود بیان کر دیتا ہے۔ شہوت پرستوں عیاشوں کا کلام ویسا ہی ہوتا ہے۔ بادشاہون کے کلام میں شان و شوکت کا بیان ہوتی ہے حکیمون کے کلام میں حکمت کے انوار چمکا کرتے ہیں۔ اب قرآن کا شان و انداز کہے دیتا ہے کہ یہ رب العالمین کا کلام ہے۔ ہر قوم و ہر ملک کے لوگون کو اسی شان۔ ربوبیت سے مامور کرتا ہے بلا لحاظ شرافت خاندانی و دولتمندی ہر ایک کو انھیں بزرگی بھرے لفظون سے مغفرت کا مژدہ اور سزا کی خبر دیتا ہے۔ پھر جب یہ اللہ کا کلام ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم و جبرئیل علیہ السلام کا کلام کیونکر کہدیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اضافت کے لئے ادنی ملابستہ اور تھوڑا سا علاقہ بھی کافی ہوتا ہے خود بادشاہ نوکر سے کہدیا کرتا ہے تم اپنے ملک مین ایسا کرو اپنے گھوڑون کو یون رکھو حالانکہ ملک اور گھوڑے بادشاہ کے ہوتے ہیں۔ قرآن مجید دراصل کلام الٰہی ہے مگر عالم ملکوت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک لانے میں جبرائیل علیہ السلام واسطہ ہیں اسلئے ان کا کلام کہدینا ٹھیک ہے وہی اپنی زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے امت کو سناتے ہیں اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کہدینا بھی بیجا نہیں۔

ایک شبہ پیدا ہوسکتا تھا کہ ممکن ہو رسول اپنی طرف سے بھی کچھ اس کلام میں جو رب العالمین کیطرف سے نازل ہوتا تھا ملا دیتے ہوں اسکو دفع کرتا ہے ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین الخ کہ اگر وہ ہم پر اپنی طرف سے کوئی بات بھی بناتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر گردن مار دیتے عرب میں دستور تھا کہ جب مجرم کو قتل کرتے تھے تو اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے تھے کہ کچھ نہ کر سکے پھر اس کی گردن مار دیتے تھے اسی طریقے کے موافق رسول کی نسبت کلام کیا گیا ابن جریر فرا وابن قتیبہ مبرد وزجاج کہتے ہیں یمین کے معنی ہیں قوۃ کے یعنی ہم اسکو مضبوطی سے پکڑتے کہ سرکنے نہ پاتا اور ثم لقطعنا منہ الوتین کے معنی بھی ابن قتیبہ کے نزدیک یہ ہیں کہ ہلاک کر دیتے خاص گردن مار دینا مراد نہیں۔ وتین ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ دل کی رگ ہے بعض کہتے ہیں شاہ رگ مراد ہے جو گردن میں نمایان ہے حلقوم کے قریب اسکے کٹ جانے سے آدمی بچ نہیں سکتا۔ فما منکم من احد عنہ حاجزین پھر تم میں سے کوئی بھی اسکو بچا نہ سکتا خلاصہ یہ کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کچھ کہتے اور ہماری طرف منسوب کرتے جیسا کہ منکرین نبوت کا شبہ ہے تو ہم اپنے قدیم قانون کے موافق جسکا کہ ہم نے توریت میں بھی ذکر کیا ہے ضرور ہلاک کر دیتے سرسبز ہونے دیتے۔

یہ ایک اور دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے لئے ہے جس کیطرف توریت میں ایما ہے توریت سفر استثنا کے اٹھارہویں باب میں ۲۰ فقرہ یہ ہے لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اُسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جاوے دنیاوی بادشاہ فرامین اور احکام شاہی میں جعل کرنے والے یا جھوٹے نبی کو بنظر انتظام مملکت نہیں چھوڑتے تو پھر خداوند عالم نبوت کے باب میں جھوٹے مدعی کو کب سلامت چھوڑے اور اسکو سرسبز بھی ہونے دے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اظہار نبوت کے بعد سرسبز ہوتے گئے روز بروز ترقی ہوتی گئی اُنکے خلفا کے عہد میں عرب کے ریگستان سے نکلکر مشرق و مغرب میں کس شان وشوکت اور آسمانی برکت کیساتھ اسلام پھیلا اور جاہل وحشی قوموں پر سایہ افگن ہوا اور جسنے اسکو نہیں مانا بہت جلد خوار و ذلیل ہو دل میں پشیمان ہوا ان باتوں کیطرف اشارہ کرتا ہے وانہ لتذکرۃ للمتقین کہ یہ قرآن پرہیزگاروں خداترس لوگوں کے لیئے نصیحت و پند ہے اسمیں کہانت اور شاعری اور شہوانی کونسی بات ہے۔

جو قومیں سخت وحشی اور درندہ بنی تھیں پھر جو وہ جھٹ پٹ کا یا پلٹ ہوگئیں مہذب خدا پرست باخدا ہستیاں رحمدل متقی اولو العزم ذوہمم سلیم تمکین اُنکے لیئے اس نامہ کے سوا اور کونسی کتاب تھی ؟ تھوڑی دیر کے لیئے عرب کے ایام جاہلیت کی سیر کیجئے اسکے بعد اسلامی دنیا کو دیکھیے پھر یہ رات دن کا فرق آپکو حیرت میں نہ ڈالیگا جبکہ آپ قرآن مجید کو تذکرہ تسلیم کر لیں گے وانا لنعلم ان منکم مکذبین اور ہم خوب جانتے ہیں کہ ای کفار قریش تم میں سے بعض تو ذاتی مکذب یعنی جھٹلانے والے ہیں جو کبھی بھی اسپر ایمان نہ لاوینگے اور ان کا کفر ہی پر خاتمہ ہوگا انکو بیشک اس قرآن سے کچھ نفع نہیں بلکہ وانہ لحسرۃ علی الکافرین بلکہ وہ انکے لیئے حسرۃ و افسوس کا باعث ہے دنیا میں غلبۂ شوکت اسلام کے وقت آخرۃ میں عذاب کیوقت کہ ہائے ہمنے اسکو کیوں نہ مانا! اور یہ شک وشبہ جو لوگ پیدا کرتے ہیں انھین کی ناپاکی اور کج باطنی کے سبب سے ہے ورنہ قرآن تو لحق الیقین سراپا یقین کرنے کے قابل ہے کوئی بات شبہ و انکار کی نہیں ان تینوں مباحث کو پورا کر کے کلام کو اپنی تقدیس و تسبیح کرنے پر تمام کرتا ہے فسبح باسم ربک العظیم کہ اپنے رب کی پاکی بیان کر جسنے قرآن بندوں کی بہتری کے لیئے نازل کیا

اس آیت اور اس قسم کی دیگر آیات پر عمل کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکوع و سجود میں سبحان ربی العظیم و سبحان ربی الاعلی کہا کرتے تھے انکے بعد نماز میں یہی طریقہ مسنون ہوگیا کہ رکوع اور سجود میں بجز تسبیح کے اور کوئی چیز نہیں اور یہی مذہب ہے فقہا و محدثین کا۔ ولہ الحمد علی الاتمام حمدا کثیرا سبحانک اللہم

سورۂ معارج مکیہ ہو اسمیں چوالیس آیتے دو رکوع ہین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ۝ لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ ۝ مِنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝ تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي

ایک مانگنے والے نے کافروں پر پڑنے والا عذاب مانگا جس کو کوئی ٹالنے والا نہین اللہ برتر کی طرف سے فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھ کر جائیں گے

يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ۝ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا ۝ إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۝ وَنَرَاهُ قَرِيبًا ۝

اس دن کہ جس کی درازی پچاس ہزار برس کی ہے پھر تو خوب صبر کر وہ تو اسکو دور دیکھتے ہین اور ہم اسکو قریب دیکھ رہے ہین

ترکیب

سال قرأ الجمهور بالهمزة من السؤال وهو متضمن لمعنى الدعاء ولذا عدي بالباء وقرئ بغير همزة وهو اما من باب التخفيف والمعنى احد او من السيلان والمعنى سال واد في جهنم فيقال له سائل كما قال زيد بن ثابت ويؤيده قراءة ابن عباس سال سيل اي اندفع واد بعذاب اي وقع بعذاب والباء بمعنى عن كقوله فاسئل به خبيرا وهو مفعول ثان لسائل والمفعول الاول محذوف اي الله او النبي سال يتعدى الى مفعولين ويجوز الاقتصار على احدهما قاله ابو علي الفارسي للكافرين الجار متعلق بواقع ويمكن ان يتعلق بثابت ويكون صفة اخرى لعذاب والاولى واقع ليس له دافع صفة اخرى لعذاب او حال منه او مستانفة من الله متعلق بواقع اي واقع من جهته سبحانه او متعلق بدافع اي ليس له دافع من جهته تعالى ذي المعارج صفة لله تعالى جمع معرج بفتح الميم وهو موضع الصعود تعرج الملائكة استيناف لبيان ارتفاع تلك المعارج على التمثيل والتخييل في يوم متعلق بتعرج وقيل بواقع وقيل بسال اذ جعل من السيلان والضمير في يرونه راجع للعذاب او يوم القيامة

تفسیر

قرطبی کہتے ہین یہ سورۃ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس و ابن زبیر کا بھی یہی قول ہے اور مضامین بھی اسی کے مؤید ہیں۔

شان نزول نسائی اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ عذاب کا سوال کرنے والا نضر بن حارث بن کلدہ کافر تھا سورۂ الحاقہ سنکر اس سنگدل نے تمسخر شروع کر دیا اور کہنے لگا اگر یہ حق ہے تو ضرور ہم پر عذاب آئے اور اسی طرح سے اور بھی باطن لوگ بھی تمسخر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ عذاب کیون نہین آتا ہمارے فکر میں قیامت کا آنا ایک امر محال تھا اس لئے انکار کے طور سے سوال کرتے تھے اس پر یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی جس مین اس دن کی ہیبتناک کیفیت اور اس عذاب کا آنا ذکر ہے جو کسی تدبیر سے ٹالے نہیں ٹلیگا۔

اور **مناسبت** کی وجہ بھی سورۂ الحاقہ سے ظاہر ہے کس لئے کہ اس سورہ میں اسی حاقہ کی تفصیل و تاکید ہے اور یہ بھی ہے کہ وہ حاقہ ایسا ہے کہ جس کے دن کی درازی پچاس ہزار برس کی ہے۔ اور یہ بھی کہ حاقہ یعنی قیامت کا سر بھی اس سورہ میں بیان کر دیا گیا کہ در اصل وہ دن ملائکہ اور ارواح کے عالم اجسام سے فراغت پا کر اپنی اصل کی طرف رجوع کرنے کا دن ہے وہ اس دن اسکی طرف چڑھین گے تعرج الملائکۃ الخ گویا اس عالم کی بنا و تعمیر و بقا و تدابیر مین جو مصروف تھے (کوئی فرشتہ ابر سے کوئی ہوا سے کوئی پانی سے متعلق تھا کچھ جمادات نباتات حیوانات پر ارواح مجردہ

مین تھے کہ وہ انکی تولید و تغذیہ وغیرہ کا بندوبست کرتے تھے کہ اثرات فلاک کہ آفتاب و سیارات کو حرکت دیرہے تھے جنکو حکما نفوس فلکیہ وغیرہ کہتے ہیں)
اس دن یہ عالم خراب ہو جاویگا اور وہ سب فارغ ہو جاوین گے اور چونکہ وہ نورانی ہیں حق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس کیطرف عروج وصعود کر جاوین گے
اور بھی وجوہ مناسبت ہیں جو غور و فکر کرنے سے ظاہر ہو سکتے ہین۔
سئال سائل بعذاب واقع کسی سوال کرنے والے یعنی درخواست کرنے والے نے عذاب کی درخواست کی جو پڑنے والا ہے۔ سائل نضر بن حارث
تھا مگر اس خبیث کا نام نہیں لیا گیا کیونکہ وہ اس قابل نہ تھا۔ یا یہ کہ قرآن مجید کی عادت نہیں کہ معایب میں کسی کا نام لیا جاوے اور نیز یہ بھی ہے کہ نام لینے
میں ایک شخص کا تعین ہو جاتا اور اب تعمیم ہے تاکہ ہر ایک ایسی بات کا خواستگار جو کمال حماقت اور دلیری کر کے ایک آنے والی مصیبت کو بلاتا ہے اور اسکی
خبر دینے والے کی تکذیب کرتا ہے اس کو اسی کی جلد تکذیب کی جاتی ہے اس آیت کا مصداق سمجھا جاوے سائل کے بعد فاعل سال کا اظہار کیا لطف یہ ہے جس کو بلغا
پسند کرتے ہیں۔ اور اس مانگنے والے نے کیا مانگا؟ عذاب اور عذاب بھی کیسا واقع جو قطعاً آنے والا ہے۔
بعض مفسرین کہتے ہیں سوال کرنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہ آپکو جب کفار کی تکذیب سے سخت رنج ہوا تو بارگاہ الٰہی میں سوال کیا الٰہی ان پر
عذاب کا تازیانہ نازل کر تاکہ انکی سرکشی ٹوٹے دعا آپ کی قبول ہوئی اور قریش پر سات برس کا وہ جگر خراش قحط پڑا کہ ہڈیوں اور مردار تک کھانے کی نوبت
آگئی اور چلا اٹھے اسلئے بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے فاصبر صبرا جمیلا دعا کے انتظار ہونے میں جلدی نہ کرو بلکہ صبر کرو اور اس میں قدرے
تنبیہ بھی ہے کہ ان کی برداشت کرو بددعا نہ کیا کرو جب ناصح مشفق ناامید ہو جاتا ہے اور اسکو سب سے ایذا ئیں پہنچتی ہین تو وہ اس ناپاک قوم کے لئے بددعا
بھی کر دیا کرتا ہے یہ بھی ایک انسانی خاصیت ہے اور اس میں مصلحت بھی ہوتی ہے کہ بے ثمر درخت کٹ جائیں تو اور عمدہ ثمر دار پیدا ہوں اس لئے
حضرت نوح علیہ السلام نے بھی عذاب کی درخواست کی تھی جسپر طوفان آیا اور دنیا غرقاب ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے لئے بددعا کی تھی
اس تقدیر پر سائل سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور تنکیر تعظیم کے لئے ہے اور لفظ واقع میں اور اسی طرح اسکے بعد کے جملوں میں للکافرین اور
لیس له دافع میں کہ اسکو کوئی ٹال نہیں سکتا اور من اللہ ذی المعارج میں کہ وہ عذاب اللہ کی طرف سے ہوگا جو بڑا بلند مرتبہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
اجابت کی تسلی بھی ہے کہ وہ ضرور ہو کر رہے گا جس میں عذاب دنیا کی طرف اور عذاب آخرت کی طرف اشارہ ہے دنیا میں قحط آیا بدر میں مارے گئے
مسلمانوں کے ہاتھ میں مسخر ہوئے آخرت کا عذاب تعرج الملائکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ مین بتایا گیا اور پھر آپ کو تنبیہ اور جلد عذاب
نہ آنے پر دلاسا بھی دیتا ہے فاصبر صبرا جمیلا کہ خوب اور عمدہ طور پر صبر کر یہ جو کچھ کہیں کہنے دے۔ اور اگر سائل نضر بن حارث قرار دیا جائے تو عذاب
واقع میں عذاب آنے کا قطعی اشارہ کر کے فاصبر صبرا جمیلا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور صبر کا حکم دیتا ہے۔ یہان تک تفسیر سال سوال کے
معنی میں لئے جانے پر تھی جیسا کہ جمہور کا قول ہے خواہ سال کو ہمزہ کے اظہار سے پڑھین۔ یا تخفیف کر کے مگر بعض نے سال کو سیلان کے معنی میں لیا ہے
تب یہ معنی ہوں گے کہ کفار کے لئے عذاب واقع ہونے والا یہ بڑا دریا کی طرح امڈ آیا جس میں قیامت کے ہولناک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو تعرج
الملائکۃ سے سمجھا جاتا ہے۔ یعنی وہ بے خبر اس کی تکذیب کر رہے ہیں اور وہ بے کرانہ امڈا آ رہا ہے۔ پھر آگے اس کی تشریح ہے واقع للکافرین کہ وہ
عذاب کافروں کے لئے ہونے والا ہے۔ کفر باعث اس عذاب کا ہے کوئی کافر کیوں نہ ہو سب کو وہ عذاب پیش آنے والا ہے لیس له دافع اسکو کوئی
دفع کرنے والا نہیں من اللہ ذی المعارج اور وہ عذاب کس کی طرف سے ہوگا جو کسی کے ٹالے نہ ٹلے گا؟ اللہ کی طرف سے جو رتبوں والا ہے معارج

معرج کی جمع چڑھنے کی جگہ۔ جیسا کہ اس آیت میں آیا ہے ومعارج علیہا یظہرون مفسرین کے اسکی تفسیر مین چند اقوال ہین۔

(۱) ابن عباس فرماتے ہین اسکے معنی ہیں سماوات اور انکو معارج اسلئے کہا کہ ان میں فرشتے چڑھا کرتے ہیں۔

(۲) قتادہ کہتے ہین فضائل ونعما کہ یہ لوگون کیطرف مختلف طور پر پہونچتے ہیں۔

(۳) معارج سے درجات مراد ہیں جو دنیا و آخرت مین لوگوں کو مختلف طور پر عطا ہوتے اور ہونگے۔

(۴) بعض کہتے ہیں بندون کے اعمال و ادراکات ہیں کہ انکے سبب اسکے بندے مراتب درجات میں ترقی کرکے اس تک پہنچتے ہیں اور وہ متفاوت ہیں اور مراتب قرب حق بھی مراد ہوسکتے ہیں جنکو عارفان راہ حق طے کرجاتے ہیں۔ انسانی بقا و فنا بھی معارج ہیں جنکو طے کرتے کرتے مقصود تک پہنچتا ہے۔ اسمین اسطرف اشارہ ہے کہ اسدی رتبہ اور فضائل عطا کرنے والا آخرت میں اور دنیا میں بھی ایمانداروں کو اور ہر کہ عالم میں اس کا فیضان وسائل سے پہنچتا ہے جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے فالمقسمات امرا فالمدبرات امرا بس ذی المعارج مین ان ارواح مختلفہ کی طرف اشارا ہے جو انتظام مراتب حاجات کے لئے اس عالم مین منزلہ سیڑھیون کے ہیں جو نزول آثار رحمت کے لئے بمنزلہ منازل کے ہیں۔ اور اللہ کو ذی المعارج اسلئے کہا کہ یہ درجات اسی کے ہاتھ میں ہیں جسکو چاہے عطا کرے اور یہ بھی کہ وہ خود بلند مرتبون والا ہے بہت بلند شان ہے اس تک پہنچنے کے لئے یہان اعمال خلوص کی سیڑھیان کام ہین اسلئے اسکے بعد فرماتا ہے تعرج الملائکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ کہ فرشتے اور روح اسکی طرف چڑھتے ہین گے اس دن کہ جسکی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے۔ روح سے مراد بعض کے نزدیک جبرئیل علیہ السلام ہیں انکی عظمت کے لئے انکو ملائکہ سے جداگانہ بلفظ روح بیان کیا جاتا ہے جیسا کہ اس آیت میں تنزل الملائکۃ والروح وقولہ تعالی یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا اور ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روح درجہ نزول میں اول بصعود مین آخر ہے اور اسی جگہ بعض اہل کشف نے کہا ہے کہ روح نور عظیم ہے اور وہ ذات الہی سے جلال الہی کے قریب تر ہے اور اسی سے تمام ارواح ملائکہ اور ارواح بشریہ جو تمام ارواح سے اخیر درجہ مین ہیں پھیلتی ہیں اور دونون طرفون کے درمیان معارج مراتب ارواح ملکیہ مدارج منازل انوار قدسیہ کے ہین اور انکی مقدار حق سبحانہ کے سوا کوئی نہین جانتا۔ بعض کہتے ہیں روح سے مراد ایک اور چیز ہے یعنی نور اعظم جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ بعض کہتے ہیں ارواح بشریہ مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں جمیع ارواح حیوانیہ ونباتیہ وفلکیہ وغیرہ۔ تعرج سے مراد اوپر چڑھنا جیسا کہ جمہور کا قول ہے بعض کہتے ہین عروج حسی مراد نہین بلکہ عروج رتبۃ یعنی اسرار ملائکہ اور روح کو خداوند کے نزدیک عروج یعنی بلند مرتبہ حاصل ہوگا۔ فی یوم سے مراد جمہور کے نزدیک قیامت کا دن ہے۔ بعض کہتے ہین دنیا کا دن ہے مقدارہ خمسین الف سنۃ پچاس ہزار برس کی درازی جمہور کے نزدیک دراصل ہوگی لیکن ایمانداروں کے حق مین نہ ہوگی دلیل اسپر آیت اصحاب الجنۃ یومئذ خیر مستقرا واحسن مقیلا ہے۔ اور یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا حضرت پچاس ہزار برس کی درازی اس دن کی بڑی درازی ہے آپنے فرمایا کہ مجھے اسکی قسم کہ جسکے ہاتھ میں میری جان ہے وہ مومن پر بہت کم ہوگا۔ یہان تک کہ وہ دن نماز فرض پڑھنے کے وقت کے برابر ہوگا (اخرجہ احمد وابو یعلیٰ ابن جریر وابن ابی حاتم والبیہقی فی البعث) لیکن اسکی سند میں دراج اور ابی الہیثم دو راوی ضعیف ہین۔ اسی طرح ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ اس دن کی درازی مومن پر اسقدر ہوگی کہ جسقدر عصر اور ظہر کا وقت ہے (اخرجہ ابن ابی حاتم والحاکم والبیہقی) بعض کہتے ہیں عدد حقیقۃ مراد نہین بلکہ درازی اس تقدیر پر اس آیت اور اس آیت سورہ سجدہ مین یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون کچھ بھی

منافات نہین کس لئے کہ ایسی درازی کو کبھی ہزار برس سے کبھی زیادہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اول تقدیر پر مطابقت یون ہوگی کہ دنیا سے لیکر اول آسمان تک مقدار رفعت ہزار برس ہے اور اسفل عالم سے لیکر انتہاء عرش تک پچاس ہزار پس سورۂ سجدہ مین اول رفعت بیان ہوئی اور اس سورۃ میں دوسری کچھ بھی منافات نہین۔

بعض علما کہتے ہیں کثرت اندوہ و رنج مراد ہے اور رنج و اندوہ کے دن کی درازی محاورہ مین بہت بڑی بیان کیجاتی ہے۔ شب فراق اور روز جدائی و ایام مصیبت کی درازی ہزاروں برسوں کی بیان کرنا کمال بلاغت اور قوم کی بول چال کی رعایت ہے۔ نہ جھوٹ نہ مبالغہ۔

(۱) ان اقوال پر لحاظ کرکے آیت کے معنی میں چند اقوال ہیں (۱) یہ کہ ملائکہ اور ارواح (جو اس عالم کی تدبیر و تصرف میں مصروف و معین تھے جنکی طرف ذی المعارج مین اشارہ تھا کس لئے کہ ہر چیز عالم کے ساتھ ایک فرشتہ اور روح مدبر حق سبحانہ کی طرف سے معین ہے وہی اس مادہ کو ان قوالب میں ڈھال رہے ہیں اور وہ بحکم آلہی انکے نمو اور بقا اور استکمال و تولید و تناسل و توالد کے محافظ ہیں) سب اپنے اپنے کامون سے فارغ ہوجاوین گے اور چونکہ وہ نور ہیں اپنے حیز اصلی نور الانوار حق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس تک چڑھین گے اور وہ بارگاہ عالم ناسوتی سے بہت بلند ہے یہان تک کہ اگر کوئی تیز رفتار چڑھکر جاوے تو پچاس ہزار برس میں بھی وہان تک نہ پہنچے۔ اور یہ کس دن ہوگا قیامت کے دن جو بڑا مصیبت کا دن ہوگا۔ اس تقدیر پر فی یوم تعرج کے متعلق ہوگا۔

(۲) یہ کہ اس روز جو بڑے سے بڑا عاقل اور ذکی فیصلہ کرنے بیٹھے تو پچاس ہزار برس میں بھی فیصلہ نہ کرسکے اور وہ ایام دنیا کے آدھے دن مین کریگا۔ اور اس دن ملائکہ اور روح اپنے اپنے مواضع و مواقع رفعت میں بہت جلد عروج کر جاوین گے اگر اور کوئی وہان تک چڑھے تو پچاس ہزار برس میں چڑھ سکے۔ یہ وہب اور مفسرین کی ایک جماعت کا قول ہے۔

(۳) ابی مسلم کہتے ہین یہ دنیا کا تمام دن ہے جس کی ابتدا اول آفرینش اور انتہا آخر فنا ہے پھر حق سبحانہ نے بیان فرمادیا کہ دنیا کے دن مین ملائکہ کا عروج و نزول ضرور ہے اور اس دن کی مقدار پچاس ہزار برس ہے اس سے یہ لازم نہین آتا کہ ہم کو قیامت کا وقت معلوم ہو جاوے کس لئے کہ نہین معلوم کہ اس دن میں سے کسقدر گذر گیا اور کسقدر باقی رہا۔ تفسیر کبیر

(۴) صاحب عرائس فرماتے ہین کہ ملائکہ اور روح کے عالم ملکوت مین مقامات معینہ ہین پھر جب کوئی فرشتہ موقع نزول سے مرتبۂ معلومہ کیطرف چڑھتا ہے تو ایک ایسے دن بھر میں چڑھتا ہے کہ جسکی مقدار ہمارے نزدیک پچاس ہزار برس کے مساوی ہے اور وہ تو ایک ساعت سے بھی کم میں چڑھ جاتے ہین اور حق کے لئے کوئی مکان و منتہی نہین کہ جہان مخلوق چڑھکر جاتی ہو۔ بلکہ اسکی عزت جلال کا ظہور ہر شے عیان ہے پھر جب قرب بعد مسافت نہین اور افہام اور اوہام اٹھائے تو روح کے حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ وصال مین کچھ دیر نہیں۔ اسکے بعد فرماتا ہے فاصبر صبرا جمیلا کہ اے نبی محمد صبر کر تیرے جھٹلانیوالون کو عذاب مقرر ہے سہل فرشتے ہین صبر جمیل رضا ہے بغیر شکوے کے ہم یہ وہ نہ بعید اکس لئے کہ وہ اس کے معتقد نہین و نراہ قریبا کس لئے کہ وہ دن ہماری آنکھون کے سامنے ہے۔

ف یعنی ابتدائے آفرینش سے لیکر فنا تک لیکر تمام ایام دنیا کو ایک دن سمجھئے جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے۔

يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝ وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ۝ يُبَصَّرُونَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ

اُس دن کہ آسمان پگھلے تانبے جیسے ہو جاویں اور پہاڑ رنگی ہوئی اُون کی طرح ہو جاویں اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے دیکھ کر بھی گنہگار چاہے گا کہ اُس دن کے عذاب کے بدلے میں

عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۝ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ۝ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ۝ كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ۝

اپنی اولاد اور بیوی اور بھائی اور اُس کنبے کو جو اسکو پناہ دیتا تھا اور جو کچھ کہ زمین پر ہے سب کو دیدے پھر چھوٹ جائے ہرگز نہ ہوگا جہنم کی آگ بھڑکنے والی

نَزَّاعَةً لِلشَّوَىٰ ۝ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ۝ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ۝

دماغ کھینچنے والی پکارے گی اسکو جسنے دنیا میں پیٹھ دی اور منہ پھیر لیا اور مال جمع کرکے رکھا تھا

یوم ناصبہ قریبا والتقدیر ونراہ قریبا یوم یکون کذا ویمکن ان یکون (ترکیب) بدلا عن فی یوم ان علق بہ ولا یسئل قرء الجمہور مبنیا للفاعل فالمفعول الثانی محذوف ای لا یسئل حمیم حمیما النصرہ ولا الشفاعۃ وقری مبنیا للمفعول علی اسقاط حرف الجر ای لا یسئل حمیم عن حمیم این حمیمک وکیف حالہ الحمیم القریب یبصرونہم یقال بصرت بہ ابصر ویقال بصرت لزید بکذا فاذا حذفت الجار قلت بصری زید کذا۔ استیناف وحال جمع الضمیرین لعموم الحمیم لکونہ واقعا فی سیاق النفی۔ لو یفتدی لو بمعنی ان والجملۃ مفعول یود المجرم فاعلہ ومن مضوف علی بنیہ والجملۃ حال من احد الضمیرین فی یبصرونہم او استیناف ثم ینجیہ عطف علی یفتدی ای یود لو یفتدی ثم ینجیہ الافتداء والعطف بثم للاستبعاد کلا ردع للمجرم انہا الضمیر للنار او مبہم یفسرہ لظی وہو خبر او بدل او القصۃ نزاعۃ قرء الجمہور بالرفع علی انہا خبر ثان لان او خبر مبتدا محذوف وتکون لظی بدلا من الضمیر المنصوب ونزاعۃ خبر ان وقری بالنصب علی الحال والشوی الاطراف او جمع شواۃ کنوی ونواۃ وہی جلدۃ الراس

تفسیر

اُس دن کی درازی بیان فرما کر اس کی اور تشریح ہولناک حالات سے کرتا ہے اور یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ آج جو اس دن کے منکر ہیں اور دنیا ہی پر دلدادہ اور فریفتہ ہیں اُس روز انکی یہ حالت ہوگی گویا یہ بیان سابق کا تتمہ ہے فقال (۱) یوم تکون السماء کالمہل کہ جس دن آسمان پگھلے تانبے جیسے ہو جاویں گے عکرمہ وغیرہ کہتے ہیں مہل تیل کی تلچھٹ کو کہتے ہیں اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے سماوات پر جب فنا وطاری ہوگا تو انکا مادہ ایسی تلچھٹ میں آجاویگا۔ پہلے اس گھر کی چھت آسمان توڑے جاویں گے پھر نیچے کی نوبت آویگی (۲) وتکون الجبال کالعہن اور پہاڑ رنگی ہوئی پشم کی طرح ہو کر اڑتے پھریں گے۔ پہاڑ بعض سیاہ بعض سرخ بعض سفید ہیں جب انکے ریزے ریزے ہو کر باہم ملجاویں گے تو رنگین نظر آوینگے اسلئے عہن سے پوری تشبیہ ہے۔ یہ نفخہ اولی کا حال تھا اب نفخہ ثانیہ کا حال بیان فرماتا ہے جبکہ بارِ دگر یہ چیزیں پیدا ہونگی (۳) ولا یسئل حمیم حمیما کہ کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا۔ اپنی اپنی پڑی ہوگی یبصرونہم باہم دیکھکر بھی کوئی التفات نہ کریگا بعض مفسرین کہتے ہیں یہ جملہ ملائکہ کی طرف رجوع ہے کہ ملائکہ ہر ایک نیک و بد کو دیکھیں گے کوئی چھپ نہ سکے گا دوست کا دوست کو پوچھنا تو درکنار بلکہ (۴) یود المجرم الخ گناہگار آرزو کریگا کہ کاش مجھے چھوڑ دیا جاوے اور میرے بدلہ میں میری اولاد اور بیوی اور بھائیوں اور کنبے کو جو اس کے مددگار دنیا میں تھے اور جو کچھ مال و متاع دنیا پر ہے سب لے لے۔ انہیں لوگوں کے لئے تو دنیا جمع کرتا اور خدا سے غافل تھا مگر نہ چھوٹے گا کس لئے کہ انہا لظی جہنم کی آگ شعلہ مارتی ہوگی بھڑکتی ہوگی زبان حال سے وہ خود بلا کے داروغہ پکاریں گے ان دو گروہوں کو (۱) من ادبر و تولی جس نے منہ پھیرا اور نبی علیہ السلام سے پھر گیا (۲) جمع فاوعی مال جمع کیا کسی کا حق نہ دیا بلکہ سمیٹ کر رکھ لیا اور جمع کرنے میں حلال حرام کی بھی کچھ پروا نہ کی۔ معاذ اللہ ایک کفر و روگردانی اور ایک طمع و حرص و مردم آزاری یہ سب جرم

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ

آدمی پیدا کیا ہو لالچی جب اس کو برائی پہنچے تو چلانے والا اور جب اسکو بھلائی پہنچے کنجوس ہو جاتا مگر نمازی وہ جو اپنی نماز پر

دَائِمُونَ ۝ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۝ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ وَالَّذِينَ هُم

ہمیشگی کئے ہوئے ہیں وہ جو انکے مالون مین حصہ معین ہے سائل اور بے نوا کا اور وہ جو یقین کرتے ہین انصاف کے دن کا اور وہ جو

مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ۝ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ

اپنے رب کے عذاب سے ڈرا کرتے ہیں کس لئے کہ انکے رب کے عذاب کا خطرہ لگا ہوا ہے اور وہ جو اپنی شرمگاہون کو محفوظ رکھتے ہیں مگر

أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝ وَالَّذِينَ

اپنی بیویون یا لونڈیون سے کس لئے کہ ان پر کچھ الزام نہین پھر جسنے اسکے سوا اور کچھ چاہا تو وہ حد سے گزرنے والے ہین اور وہ جو

هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُم بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝

اپنی امانتوں اور عہدون کی رعایت رکھتے ہیں اور وہ جو اپنی گواہیون پر قائم رہتے ہیں اور وہ جو اپنی نمازون کی محافظت کرتے ہین

أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ۝

وہی لوگ باغون مین عزت سے رہا کرین گے

ع

ترکیب

هلوعا حال مقدرة من الانسان الهلع اشد الحرص يقال هلع الرجل يهلع هلعا وهلاعا فهو هالع وهلوع وكذا جزوعا ومنوعا حالان واذا الاولى ظرف لجزوعا والاخرى لمنوعا الا المصلين استثناء من الجنس والمستثنى منه الانسان وهو جنس فی جنات ظرف لمکرمون۔

تفسیر

اور یہ مال جمع کرنا اور کنجوسی کرنا اس لئے ہے کہ ان الانسان خلق ہلوعا انسان (بعض کہتے ہیں اس سے مراد کفار ہیں) فطرتی طور پر لالچی اور بے صبر پیدا ہوا ہے اِس کمبخت کی دور اندیشی اور اسکی زیرکی (جو خداوند عالم کی طرف بہ نسبت اور حیوانات کے زیادہ ملی تھی) اسکو بخل و لالچ پر آمادہ کرتی ہے اور بڑے بڑے خیالات اور امیدین بندھاتی ہے کہ سیکڑوں برسوں کا انتظام کرتا ہے اور اپنی عمر رواں کی بے ثباتی سے بیخبر ہو کر دنیا ہی مین محو ہو جاتا ہے یہ حالت آخرت اور حق سبحانہٗ سے غافل کرنے والی ہے۔ اس سے باز رہنے کو یہ اسکی جبلت بیان فرمائی جاتی ہے (ابن عباس سے کسی نے ہلوع کے معنی دریافت کئے فرمایا آپ ہی حق سبحانہ اسکی تفسیر کرتا ہے کہ اذا مسه الشر جزوعا جب اسکو برائی پہونچتی ہے بیماری تنگدستی زن و فرزند و اقارب کی موت یا کسی مقصد مین ناکامی جنگ اور خصومت عدالتی مین شکست مال جاہ کا زوال وغیرہ کوئی بات پیش آجاتی ہے تو فریاد کرنے لگتا ہے صبر و شکیبائی کو کھو بیٹھتا ہے کفر کے کلمات اور خدا کا گلہ و شکوہ آغاز کرتا ہے۔ الغرض خدا پاک سے امید کی رسی کو کاٹ ڈالتا ہے یہ بھی بری حالت ہے جو اسکے ضعف ایمان اور خدائی ذوالجلال پر توکل نکرنے کی دلیل ہے واذا مسه الخير منوعا اور جب خیر تندرستی اولاد مال و جاہ و عزت مین

کامیابی حاصل ہوجاتی ہے تو ہاتھ روک لیتا ہے کہ بس اب ہی نعمت حاصل ہوگئی اتفاقی بات تھی روز روز کہاں حاصل ہوتی ہے اسکو روک کر رکھو اس میں سے حقداروں کا حق ادا نکرو گویا یہ اس نعمت کو خداے پاک کا عطیہ نہیں سمجھتا بلکہ اپنی محنت و کوشش اور بخت و اتفاق کی یاوری خیال کرتا ہے یہ بھی نامحمود حالت ہے جسکو ایمان کی روشنی سے کچھ بھی بہرہ نہیں۔

پھر فرمایا کہ اس مکروہ حالت سے آٹھ گروہ مستثنیٰ ہیں اور انکو جہنم نہ بلائیگی فقال (۱) الا المصلین مگر نمازی صرف ایک بار یا دو بار نماز پڑھنا کافی نہیں بلکہ الذین ہم علی صلوتہم دائمون وہ جو اپنی نمازیں ہمیشہ ادا کئے چلے جاتے ہیں کبھی ترک نہیں کرتے۔ یہ فرقہ سب فرقوں سے اول ذکر ہوا اور یہ ہے بھی اول اور یہ اس لئے مستثنیٰ ہے کہ نماز بندے اور خدا تعالیٰ میں ایک اعلیٰ رابطہ ہے جو اسکو پنجگانہ اسکی بارگاہ تک باریابی کا موقع دیتی ہے بھلا جو پانچ وقت دن رات میں حضور قلب و دلی نیاز سے اسکے سامنے جائیگا اسکی روح پر اسکے انوار کا پرتو کیونکر نہ پڑیگا اور اسکی یہ ظلمت کیونکر دور نہ ہوگی اور اسکا سختی و نرمی میں اپنے قادر مطلق پر کیونکر توکل نہ ہوگا؟ اور جو پنجگانہ اسکے دربار میں حاضر ہوکر اسکے آگے سر نیاز خم کرتا ہے پھر اسکی کیونکر رحمت نہ ہوگی۔ وہ ضرور آخرت کی بلاؤں سے اسکی برکت سے نجات پائیگا

(۲) والذین فی اموالہم حق معلوم للسائل والمحروم کہ جنکے مال میں سائل اور محروم یعنی بے سوال کا جو نہ مانگنے کیوجہ سے محروم رہجاتا ہے حق ہے اور حق بھی کیسا معلوم کہ اسنے کھول دیا ہے کہ اسقدر دیا کرونگا یہ نہیں کہ کبھی دیا اور کبھی نہ دیا بلکہ ایک حصہ معین کردیا۔ قتادہ و محمد بن سیرین وغیرہ علما فرماتے ہیں کہ حق معلوم سے مراد زکوٰۃ[1] ہے جو خدا تعالیٰ کیطرف سے معلوم و معین کیا گیا ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں زکوٰۃ کے بعد اگر اور بندے تو اسپر کچھ الزام نہیں تھا اور عطار و نخعی وغیرہ فرماتے ہیں صدقات واجبہ کے علاوہ خیر و خیرات مراد ہے کس لئے کہ صدقات واجبہ زکوٰۃ و صدقات کے مصارف بیان فرمادئے گئے ہیں اور اسکا مصرف سائل و محروم بیان فرمایا فی اموالہم جمع کا صیغہ بتا رہا ہے کہ سب مالوں میں خیرات جاری رہے زراعت میں سے مواشی میں سے تجارت میں سے نقد میں سے جس طرح ممکن ہو نفع پہنچاتے ہیں مکان ہیں تو مفت ان میں مساکین و غربا کو رہنے دیتے ہیں مہمان کو اتارتے ہیں انکی گاڑی اور گھوڑوں کو حاجت والے مانگ کر لیجاسکتے ہیں انکے کپڑوں اور ہتیاروں اور کتابوں اور دیگر اشیا سے نفع اٹھاتے ہیں یہ کریم النفس دریغ نہیں کرتے۔ حق کا لفظ کہہ رہا ہے کہ ایسے درماندوں کا انکے مال میں بڑا زور ہے اور حصہ معین ہے جیسا شریکوں کا ہوتا ہے انکے دامن ہمیشہ مسکینوں کے ہاتھ میں رہا کرتے ہیں۔

سائل تو معلوم ہے مگر محروم کے معنی میں علماء کے متعدد قول ہیں (۱) تو وہی جنکے پیشہ بیان کیا بے زبان [illegible] (۲) بعض کہتے ہیں محروم بے زبان جانور ہیں کچھ نہیں کہتے اسلئے محروم رہ جاتے ہیں انپر رحم کرنا انکو گھاس پانی یا نقد مال سے نفع پہنچانا چاہئے (اس سے یہ مراد نہیں کہ گائے بیل کی پرستش کیجاوے) (۳) بعض کہتے ہیں محروم وہ صاحب عزت لوگ ہیں جو اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں حالانکہ انکو دنیا زیادہ ثواب ہے کس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسکین وہ نہیں کہ جو لقمہ یا لقمہ یا ایک چھوارا یا دو چھوارے مانگ مانگ کر لیجاوے بلکہ وہ جو حاجتمند ہو اور کسی سے سوال نہیں کرتا۔ باوجود اسکے سائل کو مقدم اسلئے کیا کہ یہ نفس الامر میں ہر جگہ پہلے پہنچا کرتا ہے

[1] صدقۃ الفطر اور نفقات واجبہ بھی اس میں شامل ہیں ۱۲ منہ

افسوس ہے ان سائلوں پر کہ جنہوں نے اسکو دائمی پیشہ بنالیا ہے اور اُس کے ساتھ اظہار کرامت و ولایت کا بھی دعوی کرتے ہیں افسوس صد افسوس (ف) نماز بدنی و روحانی عبادت تھی اسکے بعد مالی عبادت بھی ضرور ہے اسلئے اس دوسرے جملہ کو اسکے بعد بیان فرماکر جتلادیا کہ نری نماز کافی نہیں مال میں سے خیرات و صدقات بھی دیا کرو ؎ بخیل ار بود زاہد بحر و بر ۔ بہشتی نباشد بحکم خبر

(۳) والذین یصدقون بیوم الدین وہ جو جزا کے دن کو سچا جانتے ہیں۔ اس میں سب نیکیوں کی طرف اشارہ ہے اور ہر قسم کی بدی سے بچنے کیطرف ایما ہے کیونکہ جو شخص جزا کے دن کا معتقد ہوگا وہ جو نیکی کریگا دل کھولکر کریگا غربا کو دنیا اقارب وضعفا پر رحم کرنا کے بدلہ کی یقینی امید ضرور تحریک کرتی ہے اسی طرح ہر قسم کے ظلم اور ناحق شناسی سے روکنے کو بھی یقین سد قوی ہے یہ جملہ اور اسکے بعد کا جملہ پہلے اور آیندہ احکام کے لئے تاکید کا فائدہ بخشتا ہے (۴) والذین ہم من عذاب ربہم مشفقون۔ وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرا کرتے ہیں کیونکہ ان عذاب ربہم غیر مامون اُنکے رب کے عذاب کا کچھ ٹھیک نہیں کہ کب اور کس وقت نازل ہوجائے اس سے ڈر رہنا چاہئے۔ پہلا جملہ عذاب و ثواب آخرت کے خوف و امید کی وجہ سے نیکی پر ابھارنے والا بدی سے روکنے والا تھا۔ مگر انسانی حرص و طمع و شہوت کبھی اسقدر دور دراز کی سزا یا جزا سے غافل کرکے بدی میں ڈالدیتے ہیں مگر جب اسکو برے کام پر دنیا ہی میں تازیانے پڑنے کا خوف دلایا جاتا ہے کہ آخرت تو آخرت دنیا ہی میں ایسے برے کاموں کی سزا ملتی ہے (بیماری تنگدستی بےعزتی کوئی ناگہانی مصیبت ارضی و سماوی عام یا خاصہ قحط و با و تسلط حکام ظالم۔ غلبہ اعدا یا موت اقارب و شکست تجارت و خانہ خرابی وغیرہ) تو بہت جلد متنبہ ہوجاتا ہے اسلئے اسکے بعد ان عذاب ربہم غیر مامون بھی بڑھا دیا اور دنیا میں ان سزاؤں کا یقینی ہونا بارہا مشاہدہ ہوا کیا اور ہر روز ہوتا رہتا ہے یہ اور بات ہے کہ کوئی کور باطن اس سزا کو من اللہ نہ سمجھے اور اسباب کیطرف منسوب کرے مگر عاقل جب غور کرکے دیکھے گا تو اسباب کا سلسلہ بھی اسی مسبب الاسباب کے ہاتھ میں دیکھے گا یہانتک یہ چار اوصاف ذکر ہوئے ان میں دو پہلے قوت عملیہ کی تکمیل کے لئے تھے اور چونکہ مقصود تر تھے اس لئے انکو مقدم کیا اور یہ دونوں اخیر قوت نظریہ کی تکمیل کے لئے ہیں اور یہ دونوں اُن دونوں کے لئے محرک ہیں۔

اسکے بعد چار فریق اور بیان فرماتا ہے جنہیں چار صفات حقوق العباد کے ملحوظ رکھنے اور تمدن اور نظام عالم کے قائم رکھنے کے لئے بیان فرمائے اور ان چاروں میں اخیر جملہ تہذیب روحانی کے لئے بھی ایک رکن اعظم ہے اور اسی پر صفات کا اتمام ہے فقال (۱) والذین ہم لفروجہم حافظون الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین کہ وہ جو اپنے ستر خاص کو محفوظ رکھتے ہیں کسی پر نہیں کھولتے یعنی جماع نہیں کرتے مگر اسی قدر پر بس کرنا انسان کی طاقت سے زیادہ اسپر بوجھ ڈالنا تھا کس لئے کہ انسان میں یہ ایک ایسی قوت رکھی ہے کہ اسکو مجبور و مقہور کردیتی ہے اور اسکے حواس و عقل میں اپنے غلبہ کیوقت فتور ڈالدیتی ہے اور اسی لئے یہ تجرد اسلام میں کوئی عمدہ بات نہیں گو عیسائیوں کے راہبوں اور ہنود کے گسائیوں جوگیوں میں عمدہ عبادت اور نفس کیساتھ اعلی درجہ کا مقابلہ ہے اسلئے اسکے بعد اُس حکیم مطلق نے دو جگہ کے لئے اجازت دی (۱) الا علی ازواجہم اول بیوی کے لئے۔ مرد کو اپنی بیوی سے جماع درست ہے کیونکہ بیوی کو زوج اسکا جوڑا کہتے ہیں جو دونوں کے ملنے سے امور خانہ داری سرانجام پاتے ہیں اسکے اندر بھی خدا تعالی نے یہ مادہ رکھا ہے اگر مرد اسپر ازار نہ کھولے تو اسکی طبیعت روانہ ہو اسکے لئے فتنے میں پڑنے کا خوف ہے پھر باہم اتحاد قائم نہ رہے دوم مرد و عورت کی محبت باہمی کا جسپر تمام خانہ داری موقوف ہے

بیشتر اسی اختلاط پر مدار ہے بیوی کون ہے اور کیا شرطین ہین اسکو عرف پر چھوڑ دیا اور قرآن مین متعدد جگہ تبلایا گیا۔ سوم نسل انسانی کا ابقا منشأ خداوندی ہے اور وہ بغیر اسکے عادتاً ہو نہیں سکتا (۲) او ما ملکت ایمانہم لونڈیون پر جو مردون کے ہاتھ کا مال ہین یہان بھی جماع کرنا ممنوع نہین ۱۔ لونڈی غلام بنانے کا دستور حضرت موسی علیہ السلام کی شریعت سے بھی پایا جاتا ہے توریت موجودہ مین لونڈی غلامون کے احکام مذکور ہین۔ دیکھو کتاب استثنی کا ۱۵ باب ۱۰ اور پھر کتاب مذکورہ باب کا ۲۰ درس اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضے مین کر دے تو وہان کے ہر ایک مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کر (۱۴) مگر عورتین اور لڑکون اور مواشی کو اور جو کچھ اُس شہر مین ہو اُسکی ساری لوٹ اپنے لئے لے لینا سب مذکور کا ۲۱ باب ۱۰ تا ۱۴ جملہ جس مین غلام لونڈیون کے رکھنے اور آزاد کرنے کا صاف حکم ہے اور ۲۱ باب مین صحبت کرنیکی اجازت ہے۔

آج کل کی عیسائی قومین اسکو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی اور اہل اسلام پر عیب لگاتی ہین مگر انکو معلوم رہے کہ اسلام مین لونڈی غلامون کے حقوق عیسائی آزاد رعیت سے زیادہ ملحوظ ہین۔ لونڈی جب مرد کا مال ہے اور گھر مین رہکر کاروبار کرتی ہے اگر اسکا کسی سے نکاح نہین کیا گیا تو اُسکے ساتھ ہم بستری بھی اسپر ترحم اور اولاد کی مان کہلانے کے لئے عزت دینا ہے۔

فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ہم العادون جو ان دونون طریقون کے سوا قضاء شہوت کے لئے اور طریقہ عمل مین لائے وہ حد سے تجاوز کرنے والا سرکش اور خدا کا باغی ہے متعہ کی ہوئی عورت بھی اس آیت سے حرام ثابت ہوتی ہے کس لئے کہ وہ نہ بیوی ہے کوئی حق زوجیت میراث نان پارچہ وغیرہ اسکے لئے ثابت نہین نہ لونڈی ہے اور اسی طرح وطی فی الدبر بھی ممنوع ہے خواہ لڑکے سے ہو خواہ غیر عورت سے ہو خواہ اپنی بیوی یا لونڈی سے ہو کس لئے کہ وہ نہ بیوی ہے نہ لونڈی اور جلق لگانا اور عورت کا عورت سے مساحقت کرنا اور عورت کو اس کام کے لئے نوکر رکھنا یا مخفی آشنائی کرنا یا اُجرت دیکر یہ فعل کرنا سب ممنوع ہین (۲) والذین لامانا تہم وعہدہم راعون وہ جو اپنی امانتون اور عہدون کی رعایت رکھتے ہین۔ امانت کی کئی قسمین ہین اللہ تعالی کی امانت اسکے عطا کردہ قوی اور احوال ہین انکو بیجا صرف نکرنا چاہئے ۲ بات کی امانت۔ آقا او رمیان کے مال کی امانت ۳ علما کے پاس علم امانت ہے اسکو نہ چھپائین۔ اسی طرح عہد بھی کئی قسم کا ہے خدا کا عہد کہ اسی کی عبادت کرین گے باہمی بندون کے جائز عہد خاوند و بیوی کا باہمی مودت و حسن معاشرت کا عہد جو لفظ نکاح سے قائم ہوتا ہے سب کی رعایت لازم ہے۔

(۳) والذین ہم بشہاداتہم قائمون وہ جو اپنی گواہی پر قائم ہین یعنی گواہی ادا کرنے مین نہ کسی کی رعایت کرتے ہین نہ کسی سے ڈرتے ہین اس سے انتظام عالم کا قیام او رحقوق عباد کا تحفظ تام ہے۔ لفظ قائم تبلا رہا ہے کہ نہ تو گواہی چھپائی جائے کہ کہدے مین نہین جانتا اور نہ حیلہ بہانہ سے کنارہ کشی کرے دونون کبیرہ گناہ ہین کس لئے کہ اس مین حقوق العباد تلف ہوتے ہین اور یہ سب سے زیادہ گناہ ہے کہ جھوٹی گواہی دے حقوق العباد کی شہادت کی سوا توحید و رسالت کی گواہی بھی ہر ایماندار پر واجب ہے (۴) والذین ہم علی صلوتہم یحافظون وہ جو اپنی نمازون کی حفاظت کرتے ہین۔ ہمیشہ پڑھنا جو پہلے مذکور ہوا تھا اور بات ہے اور محافظت رکھنا جو یہان مذکور ہے اور بات ہے کس لئے کہ محافظت کے معنی شرائط و ارکان کی بجا آوری اور مفسدات مکروہات سے بچنا ہے اور اہتمام کرنا اور حضور قلب سے ادا کرنا ہے۔ جن مین یہ آٹھ صفات ہین اولئک فی جنات مکرمون وہی لوگ مرنیکے بعد دوسرے جہان مین باغون مین عزت سے رہا کرین گے۔ وہان کی عزت اور وہان کے دائمی عیش اور آیات مین مفصل مذکور ہین

فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ ۝ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ ۝ أَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ ۝

پھر ان کافروں کو کیا ہوا جو تیری طرف دوڑے چلے آتے ہیں دائیں اور بائیں سے گروہ گروہ۔ کیا ان میں سے ہر ایک یہ طمع کرتا ہے کہ وہ نعمت کی جنت میں داخل کیا جائے گا

كَلَّا ۖ إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّمَّا يَعْلَمُونَ ۝ فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ إِنَّا لَقَادِرُونَ ۝ عَلَىٰ أَن نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ

ہرگز نہیں ہم نے ان کو اس چیز سے پیدا کیا جس کو وہ بھی جانتے ہیں پھر مشرقوں اور مغربوں کے رب کی قسم ہم اس بات پر قادر ہیں کہ ان سے بہتر لوگ بدل دیں

وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝ فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۝ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ

اور ہم عاجز نہیں ہیں　سو انہیں چھوڑ دو کہ باتیں بنائے اور کھیلے یہاں تک کہ اپنے اس دن کو پا لیں جس کا وعدہ کیا گیا　جس دن کہ قبروں سے دوڑتے ہوئے

سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۝

نکلیں گے گویا کہ کسی نشان کی طرف دوڑے چلے جاتے ہیں آنکھیں نیچی کیے ہوئے ان پر ذلت چھائی ہوگی یہ وہ دن ہے کہ جس کا ان سے وعدہ کیا گیا

ع۲

ترکیب

مهطعین المهطع المسرع وقیل الماد عنقه ہو حال من الذین کفروا قبلک حولک معمول مهطعین عزین جمع عزة وہی الفرقة من الناس وقیل اصلها عزوة من العزو کان کل فرقة تعتزی ای تنتسب الی غیر من تعتزی الیه الاخری فی الصحاح العزة الفرقة من الناس والہاء عوض من الیاء والجمع عزی وعزون وعن تعلق بعزین ویجوز ان تکون حالا ان یدخل الجنة مفعول یطمع انا لقادرون جواب القسم وما نحن بمسبوقین عطف علی جواب القسم وحال من القادرون یخوضوا ویلعبوا مجزومان علی انهما جواب الامر یوم بدل من یومهم سراعا جمع سریع والاجداث جمع جدث وہو القبر ہو حال من فاعل یخرجون وکذا کانہم نصب عند الجمہور بفتح النون وسکون الصاد بمعنی العلم وقری بضم النون والصاد جمع نصب کاسد واسد الایفاض الاسراع فی القاموس وفض یفض وفضا بالسکون و بالتحریک عدا واسرع خاشعة منصوب علی الحال من ضمیر یوفضون ابصارہم مرفوع علی انها فاعل خاشعة ترہقہم من الرہق یقال رہقه بالکسر یرہقه رہقا غشیه ومنه الرہق اذ غشیه لاقتدام والجملة مستانفة او حال من فاعل یوفضون او یخرجون ذلک مبتدا الیوم الخ خبره او المجموع مبتدا والخبر محذوف

تفسیر

اہل جنت کا اعزاز و اکرام سنکر مشرکین مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو ہو کر آتے اور گرد و پیش مسخر کی راہ سے کہتے تھے کہ اگر آپ کا فرمانا حق ہے کہ دار آخرت میں یوں نعمتیں ملیں گی تو ان ذلیل و خوار لوگوں سے جو آپکے تابع ہو گئے ہیں ہم شرفا ان نعمتوں کے زیادہ مستحق ہیں۔ دنیا میں بھی ہم زیادہ عزت و شوکت حشمت والے ہیں پھر وہاں ان بیچاروں کو تو ہم دھکے دیکر نکالدیں گے اور سب جا بیٹھیں گے انکے خیالات کا رد ان آیات میں کیا گیا۔ (کہ) پھر ان منکروں کو کیا ہوا جو تیرے پاس پرے باندھے دوڑے چلے آتے ہیں کیا ان میں سے ہر ایک کو یہ طمع ہے کہ وہ جنت النعیم میں داخل کیا جائیگا؟ یہ ہرگز نہ ہوگا کس لیے کہ ہم نے انکو جس چیز سے پیدا کیا ہے وہ بھی جانتے ہیں یعنی منی سے جو نہایت حقیر ہے پھر اس عالم قدس میں بغیر اسکے کہ اس ناپاکی کے آثار بہیمیہ قوای روحانیہ ملکوتیہ کو ایمان و اعمال صالحہ سے جلا دیکر منشاء کس طرح سے جا سکتا ہے۔ ابن کثیر اپنی تفسیر میں ان آیات کے سلسلہ

معنی بیان کرتے ہیں کہ ان کفار کو کیا ہو گیا جو جماعتیں کی جماعتیں تیرے پاس سے سجرات دیکھکر بھاگے چلے جاتے ہیں ذرا نہیں ٹھیرتے اور کان لگاکر نہیں سنتے جیساکہ ایک جگہ فرمایا ہے فما لہم عن التذکرۃ معرضین کانہم حمر مستنفرۃ فرت من قسورہ اور پیرا سکی تائید میں حسن بصری کا قول نقل کیا ہے سچ ہے انسان گندہ جبتک ایمان اور عمل صالح سے نورانیت اور پاکیزگی حاصل نکرے محض مال و دنیاوی حشمت و شوکت کی وجہ سے اس عالم قدس تک نہیں پہنچ سکتا وہ پاک جگہ ناپاکون کے قابل نہیں۔ امام احمد و ابن ماجہ و حاکم و بیہقی وغیرہ محدثین نے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت فمال الذین الخ مما یعلمون تک پڑہی پھر اپنے ہاتھ پہ تھوک کر اسپر انگلی رکھی اور فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے اے ابن آدم کہا تو مجھے عاجز کر دیگا۔ حالانکہ میں نے تجھے ایسی چیز سے پیدا کیا یہانتک کہ تیرے ہاتھ پاؤن بنائے تو کپڑے پہن کر پہرنے لگا۔ زمین کا ایک روز تجھے پیوند ہونا ہے۔ جمع کرتا جاتا رکھتا جاتا ہے یہانتک کہ گلے میں دم آ گیا تو کہنے لگا مجھے صدقہ دینے کی مہلت دیجائے۔ انسان نسب مال ماضی چیز کا کیا فخر کرتا ہے سب کی ایک ماں ایک باپ ہے۔ ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ سب ایک راہ سے آئے ہیں سب خاک میں جائیں گے۔ اس میں شاہ گدا سب برابر ہیں۔ اللہ کی یاد اور اسکی تجلی سے جو صفائی حاصل ہوتی ہے البتہ وہ ایک امتیاز کی چیز ہے۔

مکہ کے کفار حشر کے منکر تھے اور سخت سرکشی کیا کرتے تھے اس لئے انکو سنایا جاتا ہے فلا اقسم برب المشارق والمغارب انا لقادرون الخ کہ مشارق و مغارب کے رب کی یعنی اپنی ذات کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم تم سے بہتر لوگ پیدا کر دینے پر قادر ہیں۔ ہم بدل سکتے ہیں اور اس سے عاجز نہیں تم کو غارت کرکے اور آیندہ نسلیں عمدہ پیدا کر سکتے ہیں۔ اور جگہ بھی یہی مضمون آیا ہے فسیاتی اللہ بقوم الخ بعض مفسرین کہتے ہیں خدا سے تسلی دیتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (ان بدکاروں کے ہلاک و برباد ہوجانے کے بعد) ایسی ہی طرح اور نیک قوم عطا کی جو دنیا بھر میں راستی پھیلانے کے لئے آمادہ ہوگئی اور خدا تعالیٰ کے دین مرضی کی وہی حامل معین ہوئے۔ اُن کو جس طرح اخلاقی و روحانی سلطنتیں ملی تھیں اسی طرح ظاہری سلطنتیں بھی عطا کی گئیں جیساکہ حضرت یسعیاہ علیہ السلام نے خبر دی تھی۔ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور اُن نا نجات دان سے روگردانی کا حکم دیا ہے فذرہم یخوضوا کہ انکو چھوڑ باتیں بنانے دے یا ہر قسم کی بدکاری میں گھسنے دے ولیعبوا اور کھیلنے دے۔ اولاد و مال زن و فرزند سب ایک کھیل تماشہ ہے جو انسان کو اسکے منزل مقصود سے روکتا ہے یہانتک کہ اپنے موعود دن کو پالیں یعنی قیامت کو اور اس سے پہلے موت کو جو قیامت کے دن قبرون سے زندہ ہو کر تخت رب العلمین کی طرف اسی طرح دوڑے چلے آئیں گے جیساکہ کوئی شرط میں نشان کیطرف بہت تک جلد جلد دوڑتا ہے۔ یا یہ کہ جس طرح دنیا میں اپنے بتون اور خیالی معبودون کی طرف دوڑتے ہیں اسی طرح قبرون سے نکلکر میدان حشر میں تخت رب العلمین کیطرف دوڑین گے آنکھیں شرمندگی کے مارے نیچی ہونگی مونہون پر لعنت کی سیاہی چڑہی ہوگی۔ پھر ان سے کہا جاویگا کہ یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ دنیا میں کیا گیا تھا اور تم انکار کرتے تھے۔

لہ مشارق مشرق کی جمع آفتاب نکلنے کی جگہ اور مغارب مغرب کی جمع آفتاب غروب ہونے کی جگہ مشرق اور مغرب آ ہی ایک ہی سے ہر روز جس مقام سے آفتاب برآمد و غائب ہوتا ہے دو مشرق اور دو مغرب کہ سکتے ہیں جاڑے میں جنوب کی طرف سے گرمی میں شمال کے مائل ہو کر آفتاب نکلتا ہے اسی طرح ڈوبتا ہے رب المشرقین ورب المغربین آیا ہے لیکن ہر روز آفتاب کا طلوع و غروب بدلتا رہتا ہے اسلئے مشارق و مغارب کہے جاتے ہیں انکا مالک جس کے حکم سے یہ ہوتا رہتا ہے مشارق و مغارب کا جو کامل قدرت رکھتا ہے اسلئے رب المشارق والمغارب کی صفت یاد دلا کر قسم کھانا اپنی کامل قدرت کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ ابو محمد عبد الحق

سُوْرَۃُ نُوْحٍ مَکِّیَّۃٌ وَهِیَ ثَمَانٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰیَۃً وَّرُکُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ اَنِ

ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرا اس سے پیشتر کہ ان پر سخت عذاب آوے نوح نے کہا اے قوم میں تم کو صاف صاف ڈر سنانیوالا ہون

اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِیْعُوْنِ ۝ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَیُؤَخِّرْكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ ۘ

کہ تم اس کی عبادت کیا کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہا مانو تاکہ وہ تمھارے گناہ بخش دے اور تم کو ایک معین وقت تک مہلت دے کیونکہ اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجاتا ہے تو وہ ٹالا نہیں جاتا

لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا ۝ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ

اگر تم جانتے ہو نوح نے کہا اے رب میں اپنی قوم کو رات دن بلاتا رہا پھر وہ میرے بلانے سے اور زیادہ بھاگتے رہے اور میں نے جب ان کو بلایا

لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝

کہ تو انہیں بخشے تو اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیتے اور اپنے کپڑے اوڑھ لیتے اور اڑ گئے اور بڑا غرور کرنے لگے

ان انذر ان بمعنی ای ویجوز ان یکون مصدریۃ من قبل متعلق بانذر قال (**ترکیب**) یا قوم قوم بکسر المیم اصلہ قومی حذفت الیاء والکسرۃ دلیل علیہا والجملۃ مستانفۃ ان اعبدوا اللہ ان تفسیریۃ لنذیر اوہی مصدریۃ خفیفۃ یغفر مجزوم علی انہ جواب الامر الثلاثۃ ومن للتبعیض وقال الاخفش زائدۃ و یؤخر معطوف علی یغفر لیلا ونہارا ظرفان لدعوت الا فرارا استثناء مفرغ لتغفر واللام للسببیۃ جعلوا جواب کلما۔

تفسیر

یہ سورہ مبارکہ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی۔ قریش کی سرکشی اور آخر نبی علیہ السلام کی باتون پر تمسخر اور وعدون کی تکذیب وتکبر حد کو پہنچ گیا تھا اس لئے ان لوگون کی مثل سرکش اور نافرمان قوم کا عبرتناک واقعہ سنایا جاتا ہے جو نوح علیہ السلام پیغمبر کی نبوۃ میں گذرا جس سے قریش کے کان بھی آشنا تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام لمک کے بیٹے اور وہ متوشلخ کا بیٹا اور وہ حنوک کا اور وہ یارد کا اور وہ محللئیل کا اور وہ قینان کا اور وہ انوس کا اور وہ شیث کا اور وہ آدم علیہ السلام کا۔ آدم علیہ السلام سے تخمیناً سولہ سو برس گزرے تھے کہ حضرۃ نوح علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس عرصہ میں حضرت آدم کی اولاد دنیا میں بہت پھیل گئی تھی۔ اور زمین بدکاری اور ظلم سے بھر گئی تھی۔

توریت یا اور کسی صحیفہ سے یہ صاف نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت نوح علیہ السلام کس ملک میں اور کس شہر میں پیدا ہوئے تھے؟ مگر اکثر مورخین کہتے ہیں کہ حضرۃ نوح آرمینیا کردستان غیرہ ایشیا کوچک میں پیدا ہوئے تھے اور اس شہر اور گانو کا نام معلوم نہیں کہ کیا تھا جہاں حضرۃ رہا کرتے تھے اور طوفان کے بعد جو بار دگر دنیا آباد ہوئی تو سب سے پہلا یہی ملک بنی آدم کا وطن معلوم ہوتا ہے انہیں اطراف میں وہ برج بنایا گیا تھا جو طوفان کے بعد آئندہ طوفان سے بچنے کیلئے لوگون نے بنایا تھا اسکے نشان اب تک بغداد کے نواح میں سیاحون کو دکھائی دیتے ہیں اور شہر بابل اور نینویٰ بھی یہیں بسے تھے جو اب خاک کے تودے اور ڈھی ہوئی عمارات کے نشان کچھ کچھ معلوم ہوتے ہیں اور کھودنے سے بڑی بڑی اینٹیں اور حیرت انگیز بنیادیں نکلتی ہیں اور بابل کی اینٹوں پر

ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝ ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ۝ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ

پھر میں نے انکو پکار کر بلایا　　پھر میں نے انکو خبردار کر دیا　　اور چپکے چپکے بھی کہا　　تب میں نے کہا اپنے رب سے بخشش مانگو کیونکہ وہ

كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝ وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ۝

بڑا بخشنے والا ہے　　تا کہ تم پر برستے ہوئے بادل بھیجے　　اور تمکو مال اور اولاد میں ترقی دے اور تمہارے لئے باغ تیار کرے اور تمہارے لئے نہریں بنا دے

ترکیب

جہارا منصوب علی المصدریة لان الدعا یکون جہارا وغیر جہار فالجہار احد نوعیہ ویجوز ان یکون مصدرا فی موضع الحال ای مجاہرا وذا جہار او صفة مصدر محذوف بمعنی دعا جہارا ای مجاہرا بہ اسرارا مفعول مطلق من اسررت یرسل کذا ما بعدہ ویمددکم ویجعل مجزوم علی انہ جواب لامر ای استغفروا والمدرار الدرور وہو التحلب بالمطر وانتصابہ اما علی الحال من السماء ولم یونث لان مفعالا لا یذکر ویونث او انہ نعت لمصدر محذوف ای ارسالا مدرارا۔

تفسیر

کسری نے مدائن میں طاق بنایا اور خلفاء بنی العباس کے عہد میں بغداد شہر کی عمارات چنی گئیں اور کوفہ اور بصرہ بھی آباد ہوا تھا۔ الغرض حضرت نوح نے اپنی قوم کو بت پرستی اور مکاری سے منع کرنا شروع کیا اور توحید اور مکارم اخلاق اور خداپرستی کی تعلیم کی۔ لوگوں کی زندگی کے ایام پورے ہو چکنے کو تھے نہ مانا اور مقابلہ کو آمادہ ہوئے اب ان آیات میں خدا تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کا بھیجنا اور قوم کو ڈرسنانا اور قوم کا نہ ماننا اور پھر نوح کا حق سبحانہ سے بطور شکایت قوم یہ عرض کرنا کہ میں نے انکو یوں سمجھایا میرا کہا انھوں نے نہ مانا۔ بیان فرماتا ہے فقال انا ارسلنا نوحا الی قومہ ہم نے نوح کو انکی قوم کی طرف بھیجا کس لئے کہ ان انذر قومک من قبل ان یاتیہم عذاب الیم کہ اپنی قوم کو عذاب الیم (دنیا کا غرق آخرت کا جہنم) کے آنے سے پہلے ڈرا اور خبردار کرتا کہ وہ اپنی بدکرداری سے باز آویں قال یاقوم انی لکم نذیر مبین نوح نے حسب الامر قوم سے کہا اے قوم میں تمہارے لئے صاف صاف ڈرانے والا ہوں کوئی مخفی وزہم اور معما کی بات نہیں۔ ایسی قوم جو دریائے نکبت میں ڈوب رہی ہو اس کے ناصح کو مناسب یہی ہے کہ صاف صاف کہے ابہام اور معمائیں گول گول باتیں نہ کہے کہ وہ سودمند نہیں ہوتیں ان اعبدوا اللہ اول یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو بت پرستی اور توہمات باطلہ کی پابندی چھوڑ دو اسی کے ہاتھ میں موت و حیات نفع و نقصان ہے۔ معلوم ہوا کہ قوم بت پرست تھی اسلئے پہلے توحید کا حکم دیا کیونکہ تمام مکارم اخلاق کی بنیاد توحید و خداپرستی ہے (۲) واتقوہ اور اللہ سے ڈرا بھی کرو بدکرداری اور ہتھکنڈوں کے کام بھی چھوڑ دو کسلئے کہ ایسے کاموں پر وہ سزا دیتا ہے یہ ہیں اللہ سے ڈرنے کے معنی۔ معلوم ہوا کہ قوم بڑی بدکار تھی زمین کو انکی بدکاری اور گندے کاموں نے گندہ کر رکھا تھا (۳) واطیعون اور معاملات و اصلاح رسم و رواج اور درستی اخلاق امور تمدن و معاشرت یعنی عبادات میں میرا کہنا مانو جس راہ میں تم کو لیچلوں چلو کسلئے کہ سعادت کے پرخطر رستہ کا ہادی نبی ہوتا ہے جو قوم اسکے قدم بقدم چلے گی سعادت دارین تک پہنچے گی اور جس نے اپنے رسول کو چھوڑ دیا وہ پرخار اور عمیق گھاٹیوں میں ٹکرا ٹکرا کر مرجائے گی صحابہ آنحضرت کے قدم بقدم چلے دین و دنیا کے بادشاہ ہوگئے آج کل اکثر مسلمانوں نے اپنے ہادی برحق کا رستہ چھوڑ رکھا ہے اسلئے دین و دنیا کی رسوائیاں اور ذلتیں انپر سوار ہیں۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝ وَّجَعَلَ

تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم اللہ کی عظمت نہیں سمجھتے حالانکہ اسنے تمکو رنگ برنگ پیدا کیا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اسنے سات آسمان اوپر تلے کیسے بنائے ہیں اور

الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝

انمیں چاند کو چمکتا ہوا بنایا اور آفتاب کو چراغ بنا دیا۔ اور اللہ ہی نے تمکو زمین سے اگا یا ابھایا ہے۔ پھر وہ اسی میں تمکو لے جاویگا اور اسی میں سے باہر نکالیگا

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۝ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝ ع

اور اللہ ہی نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا کر دیا۔ تاکہ تم اسکے کھلے رستوں میں چلا کرو۔

ترکیب

الوقار بمعنی التوقیر ترجون بمعنی تعتقدون وانما عبر عن الاعتقاد بالرجاء التابع لادنی الظن مبالغۃ وللہ اللام للتبیین بیان للموقر ویمکن ان یکون صلۃ للوقار وقد خلقکم الجملۃ حال من الضمیر فی لکم اطوارا منتقلین حال من ضمیر فی خلقکم وقیل مفعول ثان لخلق بمعنی جعل قال اللیث الطور التارۃ یعنی حال بعد حال قال الانباری الاطوار حال بعینہ وبطبقات طباقا عطفا علی ہیئاتہا قال طابقہ طباقا ومطابقۃ او حال بمعنی ذات طباق فحذف ذات واقیم طباقا مقامہ نباتا منصوب علی انہ مفعول مطلق ولم یقل نباتا کما یقتضیہ الظاہر لدقیقۃ اللطیفۃ وہی انہ لو قال انباتا کان صفۃ للہ تعالیٰ وہم لا یعتقدونہ بل اکثر المادیین بل کلہم یقولون اللہ لا ینبتنا ولما قال نباتا صار صفۃ للنبات والنبات عجیب مشاہد محسوس یستدل بہ علی وجود الباری تعالیٰ شانہ فنباتا اما مصدر علی حذف الزوائد ویسمی اسم المصدر ویجوز ان یکون مصدر النبت مقدرا تقدیرہ انبتکم فنبتم نباتا حسنا فیکون منصوبا بالمطاوع المقدر وعند الخلیل والزجاج ہو مصدر محمول علی المعنی لان معنی انبتکم جعلکم تنبتون نباتا وقیل المعنی اللہ انبت لکم من الارض النبات فعلی ہذا ہو مفعول وعلی الاول معنی انبتکم انشاکم فاستعیر الانبات للانشاء لانہ ادل علی الحدوث والتکون من الارض فجاجا جمع فج وہو الطریق الواسع سبلا جمع سبیل وہو مفعول فیہ ٭

تفسیر

اس حکم برداری کا یہ ثمرہ ہوگا (۱) یغفر لکم من ذنوبکم تمہارے گناہ بخشدیگا بعض علما کہتے ہیں من تبعیض کے لئے ہے تب اسکے یہ معنی ہونگے کہ کچھ گناہ بخشدیگا یعنی حقوق العباد معاف نہونگے وہ ادا کرنے سے یا ان کے معاف کردینے سے معاف ہوتے ہیں (۲) ویؤخرکم الی اجل مسمی اور تم کو ایک معین مدت تک دنیا میں بسنے آرام کرنے دیگا غارت برباد نکریگا جیسا معتوب لوگ کئے جاتے ہیں اور آخرکار یہ بھی کئے گئے۔ مدت معین تک اسلئے فرمایا کہ دنیا میں ہمیشہ کوئی نہیں ٹھہرتا اور نہ یہ ہمیشہ ٹھہرنے کا مقام ہے کس لئے کہ ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر اللہ کا وعدہ جب آجاتا ہے تو ٹلتا نہیں یعنی موت کا وقت موعود نہیں ٹلتا باقی عقاب عذاب میں گرفتار ہو کر فنا ہونا جو گناہوں پر ہوتا ہے نیکو کاری سے ٹل جاتا ہے لو کنتم تعلمون اگر تم کو خبر ہے تو میری اطاعت کرو ایمان لاؤ۔ یا کیہ کاش وہ جانتے مگر وہ بدنصیب قوم برسوں بلکہ سینکڑوں برسوں کے سمجھانے پر بھی نہ مانی اور اسقدر عرصے میں غضب آنے سے اور بھی دلیر ہوگئی تب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے بطور مناجات عرض کرنا شروع کیا قال رب انی دعوت قومی لیلا ونہارا فلم یزدہم دعائی الا فرارا کہ اے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن ہدایت کی طرف بلایا وعظ و پند کیا اس کام میں کوئی کمی نہیں کی مگر وہ اس سے اور بھی بھاگنے لگے وانی کلما دعوتہم لتغفر لہم

جعلوا اصابعهم فی اذانهم واستغشوا ثیابهم واصروا واستکبروا استکبارا اور میں نے جب کبھی انکو بلایا کہ تو انھیں معاف کردے یعنی تیری طرف معافی کے لئے بلانا چاہا تو انھوں نے (۱) اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال لیں کہ کہیں میری بات سننے میں نہ آئے اور اسی پر بس نہیں کیا (۲) بلکہ اپنے اوپر کپڑا ڈال لیا منہ چھپا لئے کہ میری صورت بھی نہ دیکھیں یہ عداوت کرنے سے کنایہ ہے کہتے ہیں کہ فلاں نے دشمن کا جامہ پہن لیا ابن عباس کہتے ہیں اسلئے کپڑا ڈالتے تھے کہ پہچانے نہ جائیں اور انکو بغیر بلائے (۳) اور اپنے کفر و بدکاری پر اڑ گئے ہرگز توبہ و ندامت نہیں کرتے (۴) اور بڑا غرور کرنے لگے اسپر بھی میں نے بس نہیں کی بلکہ ثم انی دعوتهم جهارا اس کے بعد بھی میں نے بآواز بلند انکو بلایا ثم انی اعلنت لهم پھر میں نے انکو جہرا بھی کیا اور جتا دیا کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس پیغام لایا ہوں واسررت لهم اسرارا اور مخفی طور پر بھی سمجھا دیا یعنی ہر طور سے بلایا اور نصیحت کی فقلت استغفروا ربکم کہ تم اور کسی سے نہیں بلکہ اپنے پرورش کرنیوالے محسن اور مربی سے معافی مانگو انه کان غفارا کیونکہ وہ بڑا معاف کرنیوالا ہے یرسل السماء علیکم مدرارا وہ (۱) تم پر بارش برساویگا قحط و گرانی کے عذاب سے نجات دیگا لفظی معنی یہ ہوئے کہ وہ تم پر برستے ہوئے بادل بھیجے گا سماء سے مراد بادل ہے (۲) ویمددکم باموال وبنین اور تم کو مال اور اولاد میں ترقی دیگا۔ اولاد نہ کہا جس میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں شامل ہیں بنین اسلئے کہا کہ لڑکیوں کی پیدائش سے وہ ناخوش ہوتے تھے اسلئے بنین کہا یعنی لڑکے دیگا (۳) ویجعل لکم جنات اور تمہارے لئے باغ تیار کردیگا خوب میوے کھاؤگے (۴) ویجعل لکم انهارا اور تمہارے لئے نہریں تیار کردیگا۔ ان دنیا کی چیزوں کی طرف طبائع عامہ کی رغبت ہوتی ہے اور وہ قوم بھی انھیں پر فریفتہ تھی اسلئے معافی مانگنے پر ان چیزوں کا وعدہ دیا اور یہ وعدہ سچا تھا طمع خام نہ تھی اب بھی استغفار کی یہ خاصیت ہے کہ جو کوئی سچے دل سے اور عجز و نیاز سے اپنے رب العالمین سے معافی مانگتا رہے گا اسکے مال اور اولاد میں برکت ہوگی قحط سالی رفع ہوگی زمین کی پیداوار زیادہ ہوگی مجرب بات ہے۔

روایت ہے کسی نے حسن بصری رحمہ اللہ سے قحط سالی کی شکایت کی فرمایا استغفار کر ایک نے تنگدستی کا گلہ کیا کسی اور نے نسل کی قلت کا شکوہ کیا ایک اور نے کہا زمین کی پیداوار کم ہوتی ہے سب کو آپنے اللہ سے مغفرت مانگنے کا حکم دیا ربیع بن صبیح نے کہا آپ سے لوگوں نے مختلف اغراض بیان کے اور جدا جدا چیزیں چاہیں آپنے سب کو استغفار کا ہی حکم دیا حسن نے یہ آیت پڑھی۔

علمای کرام فرماتے ہیں صرف زبان سے استغفر اللہ کہنا کافی نہیں بلکہ گناہوں سے باز آئے اور دل و زبان کو پاک رکھے اور عجز و نیاز اور خلوص دل سے استغفار کرے۔ دنیا میں اسکی یہ برکتیں ہیں آخرت میں جنت ہے کیسلئے کہ اہل جنت کی شان میں آیا ہے وبالاسحار هم یستغفرون کہ صبح کیوقت خدا سے معافی مانگا کرتے تھے احادیث صحیحہ میں استغفار کے بہت سے فوائد بیان ہوئے ہیں راقم الحروف بھی ہر صبح استغفر اللہ الذی لا اله الا هو الحی القیوم واتوب الیہ پڑھا کرتا ہے۔ مگر واہ رے بدنصیب قوم اسپر بھی حضرت نوح علیہ السلام کا کہنا ناچیز جانا ہو کر حضرت نوح نے اسنے کہا مالکم لاترجون لله وقارا کہ تمہیں کیا ہوگیا جو تم اللہ سے عزت و حرمت کی امید نہیں رکھتے اپنے بتوں سے رکھتے ہو کہ فلاں عزت دیگا فلاں مال دیگا۔ یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ [illegible] کہ تم اللہ کی توقیر و عزت نہیں خیال کرتے اور دل میں نہیں لاتے اور انکی عزت و حرمت دل میں ہے مگر اللہ کی نہیں جبھی اسنے ڈرتے اور انکی نذر و نیاز کرتے ہو۔ نوح علیہ السلام نے اول توحید کا حکم دیا اسکے بعد اسکے ثبوت میں چند دلائل بیان فرمائے (۱) وقد خلقکم اطوارا کہ اسنے تم کو طرح طرح سے بنایا تم اول نطفے تھے پھر علقہ ہوئے پھر مضغہ ہوئے پھر انسان بنے یا یہ کہ کسیکو امیر کسیکو غریب کسیکو خوبصورت کسیکو بدصورت بنایا پھر سب کا ذکر ایک ہی گر

طور رنگین جدا جدا ۔ یہ نرا مادہ بے شعور کا کام ہے نہ طبیعت کی کاریگری ہے آخر کوئی علیم و خبیر ہے کہ جسنے یہ بڑا کام کیا ہے ۔ یہ بڑی مستحکم دلیل ہے جو انسان ہی کے حالات سے متعلق ہے جسے آپ ہی میں غور کریگا تو سیکڑوں نشان قدرت پاویگا ۔ دلائل نفس کے بعد اب دلائل آفاق شروع کرتا ہے (۱) الم تروا کیف خلق اللہ سبع سماوات طباقا کیا تم نہیں دیکھتے کہ اسنے کیسے سات آسمان اوپر تلے بنائے ہیں آسمانوں کے وجود پر کئی بار بحث ہو چکی ہے ۔ سماوات اسکی قدرت کاملہ کا بڑا نمونہ ہیں (۲) وجعل القمر فیہن نورا وجعل الشمس سراجا کہ اسنے آسمانوں میں چاند کو روشنی اور سورج کو چراغ بنایا ۔ آفتاب و ماہتاب کا فرق دہریوں اور مادیوں کو حیرت میں ڈالدینے والا ہے اور ناچار ایک حکیم علیم و قدیر کا قائل ہونا پڑتا ہے ۔

س ۱ چاند پہلے آسمان پر ہے ساتوں میں نور ہونا کیونکر فرمادیا ؟ جواب کبھی ایک چیز کو جو ایک جزء خاص میں ہوتی ہے اسکا مجموعہ میں ہونا عرفا بیان کیا جاتا ہے کہتے ہیں بادشاہ ہندوستان میں ہے حالانکہ وہ اسکے ایک خاص جزو میں ہوتا ہے اسیطرح یہاں بیان فرمایا گیا ۔

س ۲ چاند روشنی میں بڑھکر ہے نہ جسم میں پھر اسکو تو نور فرمایا جو بڑی بات ہے اور آفتاب کو چراغ اس میں کیا رمز ہے ۔ جواب (۱) آفتاب کی روشنی میں گرمی ہے جس طرح چراغ کی اسلئے اسکو چراغ کہا ۔ اور چاند میں یہ بات نہیں اسکو محض نور کہدیا ۔ (۲) ضو جس کو چمک کہتے ہیں نور یعنی روشنی سے بڑھکر ہے اسلئے آفتاب جو چمکتا ہوا ہے اسکو ضیاء اور سراج کہا کیونکہ چراغ میں چمک ہے اور اس چمک سے روشنی پیدا ہوتی ہے اسلئے ماہتاب کی روشنی فرمایا جو آفتاب کی چمک سے ہے ۔ پھر اول دلیل کی تشریح کرتے ہیں جو ایک طور سے نئی دلیل ہے فقال واللہ انبتکم من الارض نباتا ثم یعیدکم فیہا ویخرجکم اخراجا کہ اللہ نے تم کو زمین سے اگایا حضرت آدم علیہ السلام جو سب بنی آدم کی اصل ہیں انکا زمین سے بنانا اور اگانا انکی اولاد کا اگانا ہے یا یوں کہو کہ انسان منی سے بنتا ہے اور منی زمین کی غذاؤں سے اور وہ غذائیں زمین سے اگتی ہیں اسلئے کہا جاتا ہے کہ انسان کو خاک سے اگایا ۔ مگر نبات کے لفظ میں اس اگنے کی دلکش کیفیت کی طرف نہایت اشارہ ہے اول کیسے پودے لہلہاتے ہوئے اگتے ہیں لڑکپن کا نشو و نما جوانی کی بہار میں کیا دلکش نظارہ ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ کس طرح سوکھتے جاتے ہیں اور پھر خاک میں جا ملتے ہیں ان باتوں کو وہ خود بھی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے تھے جب اس قدیر کی یہ قدرت کاملہ ثابت ہوگئی تو گویا حشر کے دن قبروں سے نکالنے پر قادر ہونا بھی ثابت کردیا گیا اسکے مقابلہ میں یہ کہنا بھی صحیح ہو گیا کہ حشر کے دن پھر تم کو اس خاک میں سے نکالیگا اور لفظ اخراجا میں اسکی کیفیت خاص کی طرف اشارہ ہے جس کو حضرات انبیاء علیہم السلام نے بیان فرمایا ہے ۔ اس دلیل میں انسان کی ابتداء اور انتہاء اور اسکی بے ثباتی سب کچھ بیان کردی اور مسئلہ مبدء و معاد کا پورا ثبوت کردیا جو نبوت کا اہم کام تھا (۴) واللہ جعل لکم الارض بساطا کہ اللہ نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنادیا نہ زیادہ سخت کیا نہ زیادہ نرم بلکہ بسنے ٹھہرنے چلنے پھرنے کے قابل ۔ نہ یہ مادہ کا کام ہے نہ طبیعت و اجسام کا نہ کسی اور کا بلکہ اس علیم و حکیم کا لتسلکوا منہا سبلا فجاجا تاکہ تم کشادہ رستوں میں چلا کرو ۔ اول دنیا کے گھر کے باشندے بیان فرمائے یعنی انسان اور انکا بنانا بھی بتایا کہ کس طرح اور کس چیز سے پیدا ہوئے اور کبتک یہاں رہیں گے آخر کیا ہو جائیں گے پھر اس گھر کی چھت سبع سماوات بیان فرمائی کہ کس نامے نے کس حکمت کاملہ سے انکو بنایا اور انکو چاند سورج سے منور کیا رات میں ماہتاب اور دن میں آفتاب روشنی دیتے ہیں کیسی عمدہ قندیلیں اس حکیم نے روشن کی ہیں اور انمیں نور کا کیا مادہ ڈالا ہے جو ہزاروں برسوں سے اسی طرح چلا آتا ہے اسکے بعد زمین کی کیفیت بیان فرمائی جو اس گھر کا فرش ہے جس سے یہ سمجھو کہ دنیا کا گھر فرش و چھت اور اسکے رہنے والے اسی نے بنائے ہیں پھر اور کسی کا کیا حق اور کونسا حصہ ہے جو انکو بھی اسکے ساتھ پکارا جاتا ہے سبلا فجاجا میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کفر و بدکاری کے رستے تنگ اور پرخار اور پرخطر ہیں انپر نہ چلو توحید و خدا پرستی کا وسیع رستہ ہے اسپر چلو تاکہ منزل سعادت کو پہنچو

ہوالذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ۝ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ۝ وَقَالُوا

نوح نے کہا اے میرے رب انھوں نے میرا کہا نہ مانا اور اسکو مانا کہ جسکے مال اور اولاد نے اسکو نقصان ہی سوا اور کچھ نہ بڑھایا اور فریب کیا اور قوم نے کہا

لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۝

اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑیو اور نہ وُدّ کو اور نہ سُوَاع کو اور نہ یغوث کو اور نہ یعوق و نسر کو اور انھوں نے بہتوں کو گمراہ کیا تھا

وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ۝

اور (نوح نے کہا) ستمگاروں کو تباہی کے سوا اور کچھ نہ بڑھا

ترکیب

انہم الجملۃ مفعول قال من مفعول اتبعوا والضمیر فاعلہ قری ولدہ بفتح الواو واللام وبضم الواو وسکون اللام وہما بمعنیان وقری بفتح الاول وسکون الثانی وہی لغۃ وقیل جمع الولد کبارا قرء الجمہور بالتشدید ای کبیر اعظیما کفرا وتحمال قال المبرد الفعال للمبالغۃ وقری بکسر الکاف وتخفیف الباء وہو جمع کبیر ودا قرء الجمہور بفتح الواو وقری بضمہا قال اللیث بضم الواو صنم لقریش وبفتحہا صنم کان لقوم نوح وفی الصحاح الود بالفتح الوتد فی لغۃ اہل نجد کانہم سکنوا التاء وادغموہا فی الدال سواعا بالصرف فان یغوث ویعوق عند الجمہور غیر منصرفین فان کانا عربیین فللعلمیۃ ووزن الفعل وان کانا عجمیین فللعجمۃ والعلمیۃ وقری منصرفین للتناسب بما قبلہا ولا تزد الظالمین معطوف علی رب انہم عصونی وقال ابوحیان انہ معطوف علی قد اضلوا ومعنی الضلال الخسران العذاب

تفسیر

حضرت نوح علیہ السلام نے دلائل بھی قائم کئے پھر بھی اس کم بخت قوم نے خدا پاک کی طرف رجوع نہ کیا اور کوئی امید انکی ہدایت کی باقی نہ رہی تب ناامید ہوکر بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کرنے لگے قال نوح رب انہم عصونی کہ یارب ان لوگوں نے میرا کہا نہ مانا واتبعوا من لم یزدہ مالہ وولدہ الا خسارا اور ان ناپاک اور گمراہوں کے تابع ہوگئے کہ جنکے مال اور اولاد نے بجائے فائدہ آخرت کے ان کو نقصان پایا اور اولاد کی افزائش سے اور بھی سرکشی و گمراہی میں پڑ گئے اور اترا گئے اور سمجھنے لگے کہ ہم ہی ٹھیک ہیں وہی برحق ہیں اس لئے کہ اگر برحق نہ ہوتا تو پھلتے پھولتے نہیں یہ شخص ناحق کی بک بک کیا کرتا ہے۔

ف خدا کی پناہ انسان بدکاری پر بدکاری و بت پرستی کرتے اور خدا کی طرف سے اس کو کوئی روکنے والی سزا نہ ملے اور وہ افزائش مال و اولاد میں ترقی کرتا جائے پھر وہ تو اپنے طریقہ کو کبھی برا نہیں سمجھے گا بلکہ اور بھی دل کھول کر کرے گا اور خوب بڑھتا جائے گا یہ بڑا فتنہ اور آزمائش ہے ہم روزی سے آپ دیکھتے ہیں کہ بت پرست و بدکار قومیں کس طرح سے پھولتی پھلتی ہیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ انکے لئے دنیا یا آخرت میں کوئی سخت عذاب تیار ہے ومکروا مکرا کبارا اور بڑے مکر و فریب کئے کیسی ان بتوں اور ہیاکل کی پرستش کی عجیب حیلیں بنا رکھی تھیں اور بہت نئی نئی باتیں تھیں کہ عوام اونچوں شہدوں کو اور حضرت نوح علیہ السلام کی توہین و ایذا پر آمادہ کیا اور انھوں نے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا وقالوا لا تذرن آلہتکم اور بڑی دلیری سے ان کے سرداروں نے کہہ دیا کہ خبردار اپنے معبودوں کو اس شخص کے کہنے سے نہ چھوڑنا ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا خصوصا ان پانچ معبودوں کو تو ہرگز نہ چھوڑنا وُد کو سُواع کو یغوث کو یعوق کو نسر کو۔

ف۲ دنیا میں جب حضرت آدم علیہ السلام آئے اور ان کی اولاد پھیلی اسکے ساتھ ہی شیطان نے بھی قابو پایا تھوڑے ہی زمانے بعد حضرت کی اولاد میں ہر کام میں فسق و فجور و بغاوت و عداوت پیدا ہونا شروع کیا قوت بہیمیہ اور قوت غضبیہ نے اپنا جلوہ دکھایا اور فرشتوں کا **من یفسد فیہا ویسفک الدماء** کہنا صادق آیا قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو مار ڈالا شیطان کا اثر اول انہیں دونوں قوتوں پر ہوا کرتا ہے اسکے بعد قوت علمیہ میں بھی انکے ظلمات سے خلل ڈالدیتا ہے جس سے بیکار اور توہمات باطلہ علمی حقیقتیں [illegible] بنتے ہیں۔ بندہ شدہ توہمات وتخیلات کی پرستش بھی شروع ہوگئی اور اس وادی جہالت میں گزرتے گزرتے ایک باقاعدہ مخلوق پرستی بھی شروع ہوئی اور ایک جدید مذہب کی بنیاد پڑگئی جو **صابیہ** کے نام سے مشہور تھا یہ فرقہ بقول بعض مورخین **طہمورث** کے اس سال جلوس میں پیدا ہوا اسکے دو فریق تھے ایک اصحاب ہیاکل یعنی ستاروں کی شکل و صورت کو ان کی روحانیت کا مظہر جانکر پرستش کرتے تھے دوسرے اصحاب اشخاص جو ان چیزوں کی مورتیں پوجا کرتے تھے یہ پانچ بت بھی اسی قسم سے تھے **ف۳** دنیا میں بت پرستی کا ایک تو یہی سبب ہے جو بیان ہوا اسکے سوا اور اسباب بھی ہیں **از انجملہ** یہ کہ خدا تعالیٰ کو ایک مجسم چیز تصور کرلیا اور یہ خیال کیا کہ خدا کے تخت کے آس پاس فرشتے ہیں اسی خیال کے مطابق انہوں نے حق سبحانہ کی بلند مورت بنائی اور چھوٹی چھوٹی ملائکہ کی اور انسان کا دھیان جمانے کے حیلے سے انہیں مورتوں کو پوجنے لگے **از انجملہ** یہ کہ جو دنیا میں نیک اور نامور یا صاحب کرامات لوگ گزرے ہیں انکی یادگاریں پچھلے لوگوں نے بنائیں جیسے تھوڑے دنوں کے بعد ان کی شبیہ پر ترشے ہوئے بت [illegible] بڑھتا گیا انہیں کو پوجنے لگے اور انکے نام کی گڑھی مورتیں بنائی [illegible] شرک کا بھی قاعدہ ہو گیا **از انجملہ** یہ کہ خدا تعالیٰ کی صفات کو مجسم اشکال میں ایک مناسبت خاصہ سے ڈھالا اور ہر ایک صفت کی جدا مورت بنائی اور بابرکت اور اہل قدرت اشخاص کی نسبت کہ جن کو اپنی فہم میں معمولی درجے کی قدرت وطاقت سے زیادہ سمجھتے تھے یہ خیال کیا کہ ان میں خدا تعالیٰ گھس گیا اور اس سبب سے چون و چرا [illegible] اس پیکر انسانی یا نباتی یا حیوانی یا علوی میں ظہور کیا تو اسی کو معبود حقیقی سمجھکر پرستش کرنے لگے ہندوؤں کا اوتاروں اور عیسائیوں کا حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت یہی اعتقاد ہے اور اس لئے انھوں نے ان کی مورتیں بنائیں اور پوجنے لگے اور کہنے لگے ان مورتوں کی پرستش درحقیقت انکی پرستش ہے کیونکہ یہ مورتیں انہیں کی ہیں اور انکی پرستش عین حق تعالیٰ کی پرستش اور باعث نجات ہے یہ قوت متوہمہ کا فضول تخیل ہے برہما، بشن، مہادیو کو انکی صفت کا مظہر جانکر پرستش کرتے ہیں۔ اسی طرح عناصر و سیارات و نباتات و حیوانات میں سے اہل ہند نے کوئی چیز نہیں چھوڑی کہ انکو پوجتے نہ ہوں۔

ف۴ ود یہ محبت و خواہش کا بت تھا اس معنی کو ظاہر کرنے کے لئے اس کو مرد کی صورت میں ڈھالا تھا اور اسی کو تمام کائنات کا باعث ایجاد مانتے تھے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت و خواہش ہوئی کہ میں ظاہر ہوں اس لئے اس نے دنیا پیدا کی اور مرد کی صورت اس لئے بنائی کہ مرد کے دل میں عورت کی محبت و رغبت ہوتی ہے اور ہندو اس مظہر کو برہما کہتے ہیں سواع کے معنی قائم کرنے اور ٹھہرانے کے ہیں شرع میں اسکو صفت قیومیت کہتے ہیں

مذہب صابیہ کا ظہور

یقال صبا الرجل اذا مال عن دینہ فہو صابی [illegible] یہ فرقہ اپنے تئیں عاذیمون و ہرمس کا پیرو کہتا تھا اس کا وجود عہد طہمورث میں بیان کرتے ہیں۔ طہمورث ہوشنگ کا جانشین ہے اور ہوشنگ کیومرث کا جس کو پارسی آدم علیہ السلام کہتے ہیں۔ یہ فرقہ ایشیائے کوچک اور شام اور عراق میں ظاہر ہوا تھا یہ ہمیشہ سے فریق انبیاء کا منکر تھا اور فریق متبع انبیاء علیہم السلام حنفیہ اور اسکے پیرو حنفاء کہلاتے تھے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حنیف اس فرقہ صابیہ کے مقابلہ میں کہا گیا اور قرآن مجید میں اکثر جا اس لفظ کا انہیں معنی میں استعمال ہوا ہے جس سے مراد بت پرستی سے یکسو ہونا ہے اور بت پرستی فریق صابیہ کے اصول میں داخل ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں اس فریق صابیہ کا عراق میں بہت زور تھا اور انہیں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقابلہ ہوا تھا۔

یہی صفت بقائی عالم کا باعث ہے اس معنی کو عورت کی شکل میں متشکل کیا تھا اسلئے کہ خانہ داری و انتظام خانگی سب عورت کی ذات سے ہے
ہندو اس صفت کو بشن سے تعبیر کرتے ہیں اور انھوں نے بھی اسکو ایک صورت مورت بنا رکھی ہے یغوث غوث بمعنی مدد کے سے (حاجت روائی
و مشکل کشائی کی صفت کا بت گھوڑے کی تصویر میں بنا رکھا تھا اسلئے کہ گھوڑا جلد دوڑ کر آتا ہے اس لحاظ سے کہ یہ بت اپنے پوجنے والوں کی مدد
کو جلد آتا ہے اہل ہند اسکا مظہر اندر دیوتا کو بتاتے ہیں یعوق عوق روکنے اور مصائب اعداء کے دفع کرنیکی صفت اسکا بت شیر کی شکل بنا رکھا تھا
کہ یہ پھاڑ کھا نور دشمنوں پر بڑا حملہ کرتا ہے اہل ہند اسکا مظہر شیو بتاتے ہیں نسر گدھ یہ صفت سرمدیت کا بت گدھ کی شکل اس لحاظ سے بنایا تھا کہ گدھ کی
بھی بڑی عمر ہے۔ اور یہی ہر ایک خیال سے بت اور آثار باطلہ تھے مگر ان پانچوں پر ٹوٹے ہوئے تھے اسلئے بالخصوص انکی بابت تاکید کی۔ نکو نہ
چھوڑنا۔ اور بت پرستی کی یہ توجیہات جیسا کہ ہنود کرتے ہیں مکر عظیم تھا جسکے سبب قد ضلوا کثیرا ہزاروں بندگان خدا کو گمراہ کر دیا تھا۔ خدا
پاک کو چھوڑ کر انھیں مظاہر کی پرستش میں اٹک کر رہ گئے اس تک رسائی نہیں ہوئی۔

۵ طوفان کے بعد یہی پانچوں بت جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں پجتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے تک
قبائل عرب میں بھی پجتے تھے بخاری نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ قوم نوح کے بت عرب میں پوجے جایا کرتے تھے ود دومۃ الجندل میں قبیلہ
کلب کا بت تھا اور سواع ہذیل کا یغوث مراد کا پھر بنی غطیف کا اور یعوق ہمدان کا اور نسر حمیر آل ذی الکلاع کا بت تھا یہ اس قوم کے نیک لوگوں کے
نام ہیں جب وہ مر گئے تو شیطان کے کہنے سے انکے نام کے بت بنا کر پوجنے لگے۔ انکے علاوہ عرب کے اور بھی بت تھے لات بنی ثقیف کا اور عزی
بنی سلیم و بنی غطفان و بنی نصر و بنی سعد و بنی بکر کا بت تھا اور منات اہل قدید و مشلل کا بت تھا اور اہل مدینہ بھی انکی زیارت کو جایا کرتے تھے اساف
و نائلہ و ہبل اہل مکہ کے بت تھے اساف کو حجر اسود کے سامنے کوہ صفا پر کھڑا کر رکھا تھا اور نائلہ کو رکن یمانی کے سامنے اور ہبل کو خاص کعبہ کے
اندر یہ بڑا قد آور آٹھ گز کا اونچا بت تھا جنگ کے وقت اسی کا نام پکارتے تھے ابو سفیان نے احد کی لڑائی میں پکارا تھا اعل ہبل جسکے جواب میں
حضرت عمر نے کہا اللہ اعلی و اجل۔

جب حضرت نوح بالکل ناامید ہو گئے تو اس ناپاک قوم کی نسبت یہ بددعا کی ولا تزد الظالمین الا ضلالا کہ یہ ظالم اور بھی گمراہی میں بڑھیں کہ جلد عذاب
آ کر تمام ہو جائیں یا یہ معنی کہ ان پر عذاب نازل ہو کیونکہ ضلال کے معنی ہلاکت و تباہی کے بھی ہیں۔

انکا مذہب تھا کہ بے شک اس جہان کا ایک پیدا کرنے والا ہے جو تمام حدوث کے عیبوں سے پاک ہے اور وہ حکیم بھی ہے اور ہم اسکے جلال تک بغیر واسطے کے نہیں پہنچ سکتے
ہم لوگ واسطہ سے کام چلاتے ہیں [illegible] اور وہ روحانیات ہیں (اسلئے اس فریق کو اصحاب الروحانیات بھی کہتے ہیں) اور وہ جو ہر اور افعال و حالات میں پاک
ہیں جو ہیں اسلئے کہ وہ مواد [illegible] قوائے جسمانیہ و حرکات مکانیہ و تغیرات زمانیہ سے پاک ہیں وہ طہارت پر مجبول اور تسبیح و تقدیس ہی [illegible]
اور [illegible] ہیں وہ رب الارباب ہیں ہماری حاجات کا پورا سامان کرتے ہیں اور افعال میں [illegible] اور تبدیل حالات [illegible]
[illegible] ہیں حق سبحانہ کی معرفت سے قوت حاصل کر کے موجودات سفلیہ تک پہنچاتے ہیں [illegible] روحانیات ہیں سے سات ستاروں کے [illegible]
[illegible] انسانیہ کے لئے انکے ابدان اور ہر ایک روحانی کے لئے ایک ہیکل ہے [illegible] روحانیات کے [illegible]
[illegible] ہوتے ہیں [illegible] تمام مخلوقات میں پائی جاتی ہیں [illegible] کام کے لئے [illegible]
[illegible] وہ اپنی تسبیح و تقدیس [illegible] طریق عبادت [illegible] ستاروں [illegible] پرستش کرنا [illegible]

مِّمَّا خَطِيٓـَٔاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ أَنصَارًا ۝ وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى

اپنے گناہوں کے سبب غرق کئے گئے پھر جہنم میں داخل کئے گئے پھر ان کو اللہ کے سوا اور کوئی مددگار نہ ملا ۔ اور نوح نے کہا اے رب نہ چھوڑ

ٱلْأَرْضِ مِنَ ٱلْكَـٰفِرِينَ دَيَّارًا ۝ إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوٓا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ رَّبِّ ٱغْفِرْ لِى

زمین پر کوئی کافر بسنے والا ۔ اگر تو نے انکو چھوڑ دیا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور بھی بدکار ناشکرے ہی جنیں گے ۔ اے رب مجھے بخشدے

وَلِوَٰلِدَىَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِىَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَـٰتِ وَلَا تَزِدِ ٱلظَّـٰلِمِينَ إِلَّا تَبَارًۢا ۝

اور میرے ماں باپ کو اور اسکو جو میرے گھر میں مومن ہو کر آئے اور ایماندار مردوں کو اور عورتوں کو اور ظالموں کو بربادی کے سوا اور کچھ زیادہ نہ کر ۔

ترکیب

ما زائدۃ للتاکید والمعنی من خطیئاتہم قرء الجمہور علی جمع السلامۃ وقری خطایاہم علی جمع التکسیر دیارا من سکن الدیار وہو فی الاصل ولا یستعمل الا فی النفی العام اصلہ دیوار علی وزن فیعال من الدار او الدوران قلبت الواو یاء وادغمت احدہما فی الاخری قالہ الزجاج والفراء قال ابن قتیبۃ ای نازل دار الا فجارا الا کفارا رواہ البیضاوی ... تبارا ہلاکا

تفسیر

اس کا خلاصہ یہ ہے حضرت نوح علیہ السلام کو سینکڑوں برس گذر گئے اور سوائے چند شخصوں کے کوئی بھی ہدایت پر نہ آیا تب ان حضرت کی بددعا کے سبب عذاب آیا کہ آسمان سے بے انتہا پانی برسا اور زمین نے بھی اپنی سوتیں کھولدیں تمام قوم غرق ہوئی مما خطیئاتہم انکے گناہوں کے سبب ۔ اور غرق ہو کر بھی چھٹکارا نہ ہوا بلکہ ادخلوا نارا مرنے کے بعد آگ یعنی جہنم میں داخل کئے گئے ۔ دنیا و آخرت دونوں میں مبتلائے عذاب ہوئے فلم یجدوا لہم من دون اللہ انصارا اور ان کے ان معبودوں میں سے انکے کوئی بھی کام نہ آیا کسی نے ان کی کوئی بچا نہ سکا یہ برہان قاطع مذہب صابئیہ بت پرستی کے ابطال کیلئے ہے اور طلسم و نجوم فال گنڈے بھی اس سے باطل ٹھہرتے ہیں کس لئے کہ اس وقت کچھ بھی کوئی ٹوٹکا شعبدہ ستارہ دیوتا کام نہ آیا اور نہ آسکتا تھا معلوم ہوا کہ معبود حق وہی ایک ہے اسی کی عبادت اسی کی اطاعت فرض ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا حضرات انبیاء بعض اس ستہ کے ہنگام میں

خواجہ کرد ... ستاروں آفتاب ماہتاب زہرہ مشتری زحل ... اور ہر ایک ستارہ کی پرستش ... [illegible]

... [illegible]

ف فادخلوا کی فائی اور صیغۂ ماضی سے اہل سنت و الجماعت نے ثابت کیا ہے کہ حشر سے پہلے بھی مومن و کافر کو ثواب و عذاب اسکے اعمال و ایمان سے ملتا ہے اور عالم قبر اور عالم برزخ اسیکو کہتے ہیں کیونکہ مرنے سے روح نہیں مرجاتی وہ ایک دوسرے عالم میں چلی جاتی ہے اور وہاں اسکو نیک و بد بدلہ ملتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ڈبوئے گئے اور فوراً آگ میں داخل کئے گئے معلوم ہوا کہ حشر سے پہلے بھی آگ میں داخل ہوتے ہیں اور قرآن مجید میں اور جگہ بھی اسکا ذکر ہے النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب کہ فرعونی صبح و شام آتش جہنم کے سامنے لائے جاتے ہیں اور قیامت کو سخت عذاب میں داخل کرنیکا حکم ہوگا۔ اور احادیث صحیحہ صریحہ میں بھی اس کا ثبوت بہت کچھ ہے۔ مگر معتزلہ اور شیعہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد حشر سے پہلے عذاب و ثواب کا کچھ ثبوت نہیں۔

وقال نوح اور جب قوم غرق ہونے لگی تب حضرت نوح علیہ السلام نے اس پر خار کھیتی کو کٹتے ہوئے دیکھکر اسی قہر الٰہی کی تجلی میں حق سبحانہ سے یہ عرض کیا رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا کہ اے رب زمین پر کسی کافر کو بسنے کے لئے نہ چھوڑ انک ان تذرہم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا کیونکہ اگر آپنے کسیکو چھوڑا تو یہ بھی گمراہ تیرے اور بندوں کو بھی گمراہ کرینگے انکا خبیث مرض اوروں تک نہ پہونچ جائے اسلئے دنیا کو پاک ہی کرنا چاہئے اور انکی گمراہی اور کجی جسکا میں نے سیکڑوں برس تجربہ کیا ہے انکے خمیر میں داخل ہوگئی اصلی فطرت کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا اسلئے اگر انکی نسل سے اولاد بھی ہوگی تو گندی بوٹی کا گندا شوربا بدکار اور کافر ہی پیدا ہوں گے نہ ان میں ہدایت پانے کا مادہ باقی رہا نہ انکی نسلوں میں پھر جب یہ دونوں باتیں نہیں تو ایسی خاردار ناپاک پیڑ سے باغ دنیا کو پاک ہی کرنا چاہئے۔

ف کبھی کافروں بدوں کے گھر نیک اور نیکوں کے گھر شیطان بھی پیدا ہوجایا کرتے ہیں ہاں نطفہ کا اثر کیوں بدل جایا کرتا ہے۔
اسکا جواب یہ ہے کہ بعض کافر و فاجر ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ہنوز انکی اصلی فطرت سالم ہوتی ہے اسلئے کبھی وہ خود بھی ہدایت پاجاتے ہیں اور بوقت مقاربت کبھی فطرت کا نور اُنپر غالب آجاتا ہے حالت کفر و فجور کی ظلمت کم ہوجاتی ہے اسلئے اس نطفہ سے نیک اور باخدا لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ ابھی انکے تخم میں وہ زہر اثر نہیں کرگیا ہے۔ برعکس اسکے کبھی نیک اور باخدا لوگوں پر بعض گناہوں یا ترک اولیٰ وغیرہ امور یا حالت قبض سے ایک ظلمت پیدا ہوجاتی ہے اور وہ فضلات کے ذریعے سے جسم میں سے جلد خروج کرنا چاہتی ہے اُس وقت کے نطفے سے بدکردار ناہنجار پیدا ہوتے ہیں۔ یہ ایک وجہ ہے ورنہ وہ فاعل حقیقی جو چاہتا ہے کرتا ہے رات میں سے دن اور دن میں سے رات نور میں سے ظلمت اور ظلمت میں سے نور زندہ سے مردہ مردہ سے زندہ پیدا کرتا ہے وہ اسباب کی رسیوں میں جکڑا ہوا نہیں۔ فافہم من سوانح الوقت العزیز۔
اسکے ساتھ ہی حضرت نوح علیہ السلام نے جب قہر الٰہی کے شعلے بلند ہوتے دیکھے تو اسکی شان کبریائی اور بے پروائی سے ڈرے اور ڈرنا چاہئے بھی اور یہی کمال ایمان بھی ہے تو اپنے لئے اور اپنے والدین اور متبعین کے لئے یہ دعا کرنے لگے رب اغفر لی کہ الٰہی مجھے بخش جو کوئی بشریت سے چوک ہوگئی ہے اسکا اہتمام شئے ولوالدی اور میرے ماں باپ کو بھی۔ اولاد پر حق ہے کہ ماں باپ کے لئے دعائے خیر کرے چونکہ آپ مغفور ہوئے کہ دعا مستجاب ہوا اور آپکے والدین موحد اور باخدا تھے ولمن دخل بیتی مومنا اور جو کوئی ایمان لاکر میرے گھر میں آجائے یعنی کشتی میں کیونکہ یہ تیری پناہ کی جگہ ہے اور انکے سوا للمومنین والمومنات اور جس قدر ایمان دار مرد اور عورت ہوں کہیں ہوں اور کسی زمانے میں ہوں سب کو معاف کر ولا تزد الظالمین الا تبارا مگر ظالموں کو تو ہلاک ہی کرڈال یہ بدبخت نجس ہیں۔

ف حضرت نوح علیہ السلام نے تمام مومنوں کے لئے دعائے خیر کی ہے پھر جس طرح انکی بد دعا کفار پر پڑی کوئی نہ بچا اور مقبول ہوگئی تو دعائے خیر کے مقبول ہونے میں کیا کلام ہے لیکن مومن ہونا چاہیے اول ان پانچ ظاہری بتوں سے بچے گر خانۂ دل میں بھی یہ پانچوں بت موجود ہیں اسلئے بھی دور ہے ود تن پروری لذات جسمیہ کی محبت ہے سواع نفس کی معشوقہ ہے جسکے لئے لذات وعیش وآرام میں غرق ہے اسلئے تکلیف و رنج سے بھاگتا اور تقوی واطاعت میں قصور کرتا ہے یغوث اسکے اقارب اور دوست فرزند و برادر ہیں جنکی مدد پر پھولا ہوا ہے جنکی دلجوئی میں حکم خدا و رسول کو پس پشت ڈالدیتا ہے برادری کی رسم پر مٹا ہوا ہے یعوق اسکا مال و اسباب ہے کہ اسکو زکوٰۃ و صدقات سے روک رہا ہے اور بوقت ضرورت اس کی مدد پر بھروسہ ہے اور خدا سے غافل ہو رہا ہے نسر اسکا شیطان ہے جو حرص و غصہ کے دونوں بازوں سے دفعۃً اڑکر آتا ہے اور نیک و بد کی تمیز کو کھو دیتا ہے اور وسواس و خیالات فاسدہ اسکے دل میں ڈالکر ہزاروں ہوسوں کے اہتمام و انتظام میں لگاکر خدا سے دور پھینکتا ہے ان پانچوں بتوں سے بھی بچنا چاہیے تاکہ ایمان کامل ہو اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعا سے حصہ ملے۔

ف اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ طوفان تمام دنیا پر آیا تھا کسلئے کہ اسوقت دنیا میں یہی بدکاری پھیلی ہوئی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی نسل کے سوا دنیا میں اور کوئی نسل باقی نہیں۔ یہ بھی ایک دلیل ہے۔ اور نیز قرآن مجید کی انہیں آیات میں ولا تذر علی الارض من الکافرین دیارا آیا ہے کہ زمین پر کسی کافر کو نہ چھوڑ۔ اور نیز کشتی میں ہر ایک چیز کا جوڑا لینا بھی اسی کی دلیل ہے کسلئے کہ طوفان اگر تمام دنیا پر نہ تھا تو ان چیزوں کی نسل منقطع ہو جانے کا کونسا سبب تھا پھر کشتی میں لینے سے کیا فائدہ تھا؟

رہی یہ بات کہ اور ملکوں کے لوگوں کے پاس حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت نہیں پہنچی کسلئے کہ وہ خاص ایک ملک میں رہے جہاں میں پھر کر منادی کرنا ثابت نہیں پھر جب دعوت نہیں پہنچی تو بحکم آیت ماکنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ ان کا ہلاک کرنا منافی انصاف و عدالت ہے اور اگر اور قوموں میں بھی نبی گئے تھے تو انکا کشتی میں سوار ہونا ثابت نہیں پھر وہ کیوں ہلاک ہوئے اور کشتی کے سوا اور کوئی چیز پناہ کے لئے نہ تھی بقول ساوی الی جبل یعصمنی من الماء انج اسکا جواب یہ ہے کہ اور ملکوں میں رسول عقل توحید و مکارم اخلاق کا علم ضرور آیا تھا اور نیز اس زمانے میں ایسی دور دراز ملکوں میں بنی آدم پھیلے ہوئے بھی نہیں تھے حضرت نوح علیہ السلام کی سینکڑوں برس کی منادی ان تک پہنچنا خیال میں آسکتا ہے اور ممکن ہے کہ ان ایمانداروں میں سے جو آپ پر ایمان لائے تھے آپ کی طرف سے ان ممالک میں گئے ہوں۔ بعض لوگ کہتے ہیں صرف آرمینیا وغیرہ بلاد ایشیا کوچک میں طوفان آیا تھا یا اسکے آس پاس کے ملکوں میں۔

مگر عام اہل اسلام اور یہود و عیسائی سب طوفان کے قائل ہیں لیکن بعض بت پرست قومیں انکار کرتی ہیں۔ ان کا انکار محض قیاسی بات ہے کسی دلیل و حجت پر مبنی نہیں۔ اور اہل ہند کی بعض کتابوں سے بھی طوفان کا پتا ملتا ہے۔ جس کے ذکر کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔

خدا تعالیٰ مجھے اور میرے والدین اور جمیع ایمان داروں کو اپنے غضب و قہر کے طوفان سے دنیا و آخرت میں بچائے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ سلم کی کشتی میں پناہ دیتا رہے۔ آمین آمین

سورۂ جن مکیہ ہے اس میں اٹھائیس آیات دو رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ فَقَالُوۡۤا اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا ۙ یَّہۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ

تو کہہ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جن سن گئے پھر انھوں نے جا کر کہا کہ ہم نے عجب قرآن سنا ہے جو نیک راہ بتلاتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے

وَ لَنۡ نُّشۡرِکَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ وَّ اَنَّہٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَۃً وَّ لَا وَلَدًا ۙ وَّ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوۡلُ

اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ بنائیں گے اور ہمارے رب کی شان بلند ہے نہ وہ جورو رکھتا ہے نہ اولاد اور ہم میں سے بعض

سَفِیۡہُنَا عَلَی اللّٰہِ شَطَطًا ۙ وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنۡ لَّنۡ تَقُوۡلَ الۡاِنۡسُ وَ الۡجِنُّ عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ۙ

بیوقوف اللہ پر جھوٹی باتیں بنایا کرتے تھے اور ہم سمجھے ہوئے تھے کہ انسان اور جن اللہ پر جھوٹی بات نہیں کہا کرتے

ترکیب

اوحی من الایحاء وهو القاء المعنی الی النفس فی خفاء کالالهام وانزال الملک ویکون ذلک فی سرعة انه بالفتح الجملة فاعل اوحی والضمیر فی انه للشان ای اخبرت بالوحی من الله عجبا مصدر وصف به للمبالغة یهدی الخ الجملة صفة قرآنا او حال منه وانه تعالی قرأ ابن کثیر وغیره من اهل البصرة بالکسر فی احد عشر موضعا الی قوله وانه لما قام عبد الله الا قوله وان لو استقاموا وان المساجد وانه لما قام عبد الله فانها من جملة الموحی به وفتحهم نافع وابو بکر الا فی قوله وانه لما قام علی انه استیناف او مقول وجه الکسرة انها من جملة الحکی بعد القول وقرأ الباقون بالفتح فی هذه المواضع عطفا علی محل الجار والمجرور فی امنا به کانه قیل صدقناه وصدقنا انه تعالی جد ربنا ای عظمته من جد فلان فی عینی ای عظم او سلطانه او غناه والجملة بیان لتعالی جد ربنا ولیس المراد بالجد ابا الاب وانه کان اسمها سفیهنا یقول خبره ویجوز ان یکون سفیهنا فاعل یقول والجملة خبر کان واسمها ضمیر یرجع الی الحدیث والامر ویجوز ان تکون کان زائدة والشطط الغلو فی الکفر وقیل الجور وقیل الکذب واصله البعد عن القصد کذبا انتصابه علی المصدریة لانه نوع من القول او علی انه وصف لمصدر محذوف ای قولا مکذوبا فیه ومن قرأ تقوّل بالتشدید کیعقوب جعله مصدرا لان التقول کذب۔

(تفسیر)

قرطبی کہتے ہیں کہ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی یہی ابن عباس و عائشہ و ابن زبیر کا قول ہے اور اسی پر جمہور کا اتفاق ہے۔

سورۂ نوح میں یہ بات بتلائی گئی تھی کہ نوح علیہ السلام نے سینکڑوں برس وعظ و پند کیا مگر چند اشخاص کے سوا اس شقی قوم نے نہ مانا آخر ہلاک ہوئی اب اے قریش تم جو نہیں مانتے اور عذاب کے خواستگار دلیری سے ہوتے ہو جیسا کہ سورۂ نوح سے پہلے سورۂ سال سائل میں بیان ہوا تھا یہ کوئی نئی بات نہیں ورنہ ہمارے پیغمبر کی تعلیم میں قصور ہے بلکہ تمہاری استعداد کا فتور ہے ورنہ چند جنوں نے حضرت سے قرآن مجید ناگاہ جو کہ ایک بار صبح کے وقت نماز میں آپ پڑھ رہے تھے اور جنوں کا گزر ہوا انھوں نے سن لیا سنتے ہی ایمان لے آئے اور قرآن کی خوبی کے قائل ہو گئے اپنے عجز کا اقرار کر لیا اور اپنی قوم میں جا کر اسلام لانے کی ترغیب دی حالانکہ نہ انکو ہمارے نبی سے صحبت تھی نہ ہم جنس تھے عادات بھی جنوں کی سخت اور ہٹ کی ہوتی ہیں تم ہم قوم ہم زبان ہم صحبت اور انسان ہو کر نہیں مانتے۔ اور لطف یہ کہ تم جنوں کو پوجتے اور انسے مدد مانگتے ہو۔

وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ۝ وَأَنَّهُمْ ظَنُّوا كَمَا ظَنَنتُمْ أَن

اور یہ کہ کچھ آدمی کچھ جنوں سے پناہ لیا کرتے تھے جس سے انکا اور بھی زیادہ غرور بڑھ گیا اور وہ بھی سمجھے ہوئے تھے جیسا تم نے سمجھ رکھا ہے

لَّن يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا ۝ وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا ۝ وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا

اللہ ہرگز کسی کو نہ اٹھاوے گا اور یہ کہ آسمانوں کو ہم نے ٹٹول دیکھا تو سخت دربانوں اور انگاروں سے بھرا پایا اور یہ کہ ہم آسمانوں کے ٹھکانوں میں

مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَن يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَّصَدًا ۝ وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ بِمَن فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝

سننے کو بیٹھا کرتے تھے سو اب جو کوئی سننے جاتا ہے تو تاک میں ایک شعلہ تیار پاتا ہے اور ہم نہیں معلوم کہ زمین کے بسنے والوں کے لئے کوئی برائی چاہی گئی ہے یا ان کے رب نے انکو راہ پر لانا چاہا

ترکیب

رجالا كبراء اتہ مفعول ثان لزادوا والرهق في الاصل غشيان الشي وانهم من كلام الجن بعضهم لبعض او استيناف من الله سبحانه ومن فتح ان فيهما جعلهما من الوحي وان لن المخففة سادة مسد مفعولي ظنوا للسمع صلة لنقعد او صفة لمقاعد۔

انھوں نے مان لیا جو تمہارے استاد تھے تم نہیں مانتے افسوس ہے)

تفسیر

شان نزول

اس سورۃ کی شان نزول میں امام احمد و ترمذی اور بخاری و مسلم وغیرہ اکابر محدثین نے مختلف طرق سے متعدد احادیث نقل کی ہیں جنکا خلاصہ مطلب مع اس تشریح کے جو کتب سیر میں مذکور ہے یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برسوں قریش کو مکہ میں سمجھایا اور انکی سختیوں کی بڑی استقلال سے برداشت کی اور بجز چند لوگوں کے ایمان نہ لائے (اسی لیے سورۂ نوح میں حضرت نوح کا قصہ سنا کر اطمینان دلایا گیا) تو یہ خیال کیا گیا کہ یہ نہیں مانتے چلو باہر کے لوگوں کو نصیحت کریں اس غرض سے پہلے طائف تشریف لے گئے وہاں کے سردار عبدیالیل و مسعود و حبیب تین شخص تھے یہ تینوں بدسلوکی سے پیش آئے اور آپ کو اپنے شہر سے نکال دیا تب آپ نے عکاظ کا قصد کیا (جو ایک پینٹھ یا منڈی لگا کرتی تھی جہاں عرب کے مختلف ملکوں کے لوگ باہم خرید و فروخت کیا کرتے تھے) آپ رستہ میں بمقام نخلہ ٹھہرے اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھا رہے تھے کہ ادھر سے شہر نصیبین کے نو جن جو اس تلاش میں نکلے تھے کہ ان پر آسمانی خبریں بند ہونے کا کیا سبب ہے یہاں بھی آنکلے آپ سے قرآن سنکر ششدر رہ گئے اور کان اور دھیان لگا کر سننے لگے۔ جب سن چکے تو کہنے لگے واللہ یہی چیز ہے جس سے ہم کو اوپر رسائی نہیں ہوتی (اسکی حفاظت کے لیے خدا نے جنوں کو اوپر سے باتیں لاکر کاہنوں سے کہدینے سے بند کر دیا تھا کہ کہیں یہ بھی کوئی آیت سنکر اس میں کچھ ملا کر کسی سے نہ کہدیں اور وہ لوگ قرآن کے برابر بنا کر بھی نہ کر بیٹھیں) یہ خود بھی ایمان لائے اور اپنی قوم کو جا کر ہدایت کی۔

اس واقعہ کی خبر اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتا ہے۔ اور سورۂ احقاف میں بھی اسی واقعہ کی طرف اشارہ تھا بقولہ واذ صرفنا الیک نفرا من الجن یستمعون القرآن۔

اس کے بعد پھر ان جنوں کی قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکہ میں آئی اور آپ عبداللہ بن مسعود کو لے کر شب کو جنگل میں گئے اور ان لوگوں کو رات بھر تعلیم و تلقین کرتے رہے۔ پھر ایک بار مدینہ منورہ میں بھی حاضر ہوئے تھے۔ بخاری و مسلم وغیرہ محدثین نے بسند صحیح نقل کیا ہے۔

فقال قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن اے محمد کہدے کہ مجھے وحی سے بتایا گیا کہ چند جن قرآن سننے فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا یہدی الی الرشد فآمنا بہ اور سنکر اپنی قوم سے جاکر کہنے لگے ہمنے قرآن سنا جو عجیب ہے کہ کوئی بشر و جن ایسا کلام بنا نہیں سکتا۔ وہ راہ حق بتاتا ہے ہم اُسپر ایمان لائے۔ **ف** وجود جن مین اکثر اختلاف رہا ہے اکثر فلاسفہ انکار کرتے ہین اُنکے نزدیک خداوند تعالیٰ کی مخلوقات کا کارخانہ محسوسات مین ہی تمام ہے جس چیز کو وہ حواس خمسہ سے دریافت نہین کرسکتے اُنکے نزدیک محض خیالی چیز ہے اُسکا وجود خارج مین نہین۔ آج کل کا فلسفۂ یورپ بھی اسیکا قائل ہے اور اُنکے مقلد مسلمان بھی اسی کے قائل ہین اور اس قسم کی آیات کی تاویلات کرتے ہین اور اسکا نام اُنکے نزدیک تفسیر دانی اور قرآن فہمی ہے مگر یہ بہت کوتاہ خیال ہے کسلیئے کہ اُن فلاسفہ کا ایک بڑا گروہ طبعی و مادی ہے جو خدا تعالیٰ کا قائل نہین اور عالم کے تمام کائنات کواکب و آفتاب نباتات و حیوانات کو مادہ اور اُسکی حرکت کے آثار بتلاتے ہین۔ مذہب آریہ آخر کار اسی طرف بہ کر آجاتا ہے لیکن اُنسے جب مادہ کی حقیقت دریافت کی جاتی ہے تو وہ ایسے اجزاء صغار بتلاتے ہین جو آجتک نہ کسی کہ بالی آلہ سے دریافت ہوئے نہ کسی خوردبین سے دیکھے گئے پھر یہ مادہ جو اُنکے نزدیک خالق ہے کس حواس خمسہ سے محسوس ہوا ہے یا ہوسکتا ہے؟ بعض حکما غیر محسوس موجودات کے قائل ہوئے ہین اور قدما کا ایک گروہ وجود جن کا قائل ہوا ہے یہ اور اصحاب روحانیات جن کو ارواح سفلیہ کہتے ہین اور سمجھتے ہین کہ ارواح سفلیہ جلد قبول کرتی ہین مگر ضعیف ہین برخلاف ارواح فلکیہ کے کہ وہ دیر مین قبول کرتے ہین مگر قوی ہین اسیطرح کل اہل مذاہب اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے ماننے والے اہل اسلام و عیسائی و یہودی بلکہ ہنود وغیرہ جن کے قائل ہین ہر ایک کی زبان مین جن کا ایک نام ہے۔ انجیل موجودہ مین حضرت مسیح علیہ السلام کا جنون کا مریض مین سے نکالنا مذکور ہے ✦

پھر وجود جن کے قائل مین اُنکے دو قول ہین ایک یہ کہتے ہین کہ جن اور ملائکہ نہ اجسام ہین نہ اجسام مین حلول کئے ہوئے ہین بلکہ جواہر ہین جو بذات خود موجود ہین پھر اُنکے مختلف انواع و اقسام ہین بعض بزرگ نیکی پسند ہین بعض رذیل خبیث شر و آفات کو پسند کرنے والے ہین اُنکے بہت اقسام ہین جنکو خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی جان نہین سکتا وہ افعال قویہ کرسکتے ہین علم رکھتے ہین دیکھتے سنتے ہین۔ **دوسرا قول** یہ جن بھی اجسام ہین مگر اجسام لطیفہ ہین لطافت کی وجہ سے دکھائی نہین دیتے مگر وہ خود جس شکل مین چاہین ظاہر ہوسکتے ہین۔ پھر بعض کا مادہ اجزاء ہوائیہ ہے بعض کا ناریہ۔ پھر اس مادہ کے لحاظ سے بعض اقسام بالذات نیک اور سعادت مند ہین کہ جنپر فرشتہ یا ملک کا بھی اطلاق ہوتا ہے اور بعض گندہ اور سرکش اور ناپاک ہوتے ہین جنپر شیطان کا بھی اطلاق ہوتا ہے اور بعض مین خیر و شر دونون کی صلاحیت ہے اور وہ بعض اوقات بنی انسان سے مجامعت و مجالست بھی کرتے ہین۔ بعضے کہتے ہین بنی آدم کی ارواح مرنے کے بعد جو کثافت کی وجہ سے عالم قدس تک نہین پہونچتی ہین وہ جنون مین مل جاتی ہین ایسی ہی ناپاک روحین لوگون کے سرون پر آتی ہین اور ادھر اُدھر کی خبرین بھی اپنے نذر و نیاز کرنے والون کو دیا کرتی ہین ✦

ف جن کا وجود حیوان اور ملائکہ مین ایک برزخ ہے اسی لئے ان مین دونون کی باتین پائی جاتی ہین تشکل باشکال مختلفہ و تحریات عجیبہ فہم و شعور حسن و قبح امور دقیقہ کا ملائکہ کا وصف ان مین ہے اور اسی لئے وہ بھی مکلف ہین اور کھانا پینا و جماع و غصہ حیوانات کے اوصاف ان مین ہین اور اسی لئے اُنکی عمر طبعی بھی ہوتی ہے مرتے بھی بیاہ بھی ہوتے ہین توالد و تناسل بھی ہوتا ہے جن گویا عالم ملائکہ کا سفلانی سطح ہے اکثر بنی آدم اس سطح سفلانی مین اُلٹ گئے اور اس پردہ کو پھاڑ کر اوپر تک اُنکی عقل کو پرواز نہ ہوئی اسی لئے بنی آدم نے ان مین سے عمدہ جنون کو اپنا معبود بنا لیا اور بعض اپنے حاجات مین مدد طلب کرنے لگے اور بعض حوادث آیندہ کی اُنسے خبرین دریافت کرنے لگے۔ اکثر عرب کے جاہل اس اندھیرے مین پڑے ہوئے تھے اگر بغور دیکھا جائے تو ہنود وغیرہ مشرک قومین اس وادی ضلالت مین ٹکرین مارتے رہے ہین بلکہ جہال مسلمان بھی اس دلدل مین پھنسے ہوئے ہین بعض جنون کا نام سید اور بعض کا پیر و بعض کا پٹھان اور کسیکا شیخ سدو کسیکا زین خان کسیکا ہنومان کسیکا بھیرون رکھ چھوڑا ہے اُنکی نذر و نیاز اور پرستش کے طریقہ عمل مین لاتے جاتے ہین اُنکو نافع و ضار سمجھتے ہین اُنسے

حاجات طلب کرتے غیب کی خبریں دریافت کیا کرتے ہیں اور عرب میں تو رات دن انہیں کے کرشمے پائے جاتے تھے
اور وہ جن بھی طرح طرح کی تدابیر اپنی حکومت ثابت کرنے کے لئے کرتے تھے کبھی بتوں کے اندر سے آوازیں دیتے اور
باتیں کرتے تھے کبھی کسی درخت میں سے بول اٹھتے تھے اور کبھی کسی کے سر پر آکر دور و دراز کی باتیں بتاتے تھے اور کبھی کسی
شخص کا مرنے کے لئے وہ لوگ اپنی چوٹی چڑھاتے اور بکرا ذبح کرتے تھے خصوصاً دشمنوں کے مقابلے کے وقت اور بیماری یا
وبا کے دفع کرنے کے وقت اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ آکر ہماری اس کام میں مدد کریں گے اور انکے خیال کے موافق کبھی کچھ
ظہور بھی ہوتا تھا اور کبھی انکے مخالف کو چوٹ ضرر بھی پہنچ جایا کرتی تھی وید کے اشلوکوں میں دیوتاؤں کی مدح اور منتر اور انکے
[illegible] کرنے کے طریقے جو مذکور ہیں خصوصاً فتح و نصرت و ترقی و بارش و دفع مرض و کثرت اولاد و مال کے لئے ویسی باتیں ہیں ان سے
فرق ہے کہ انکے جنوں کے نام کی زبان میں اور تھے اور غیر مرئی ارواح کو جو ہر جزء عالم پر موکل سمجھے تھے جنکو شرع میں ملائک کہتے
ہیں پوجتے تھے اور ستاروں اور آفتاب کو بھی۔ اور کبھی وہ جن کاہنوں کے سر پر آکر کلام مسجع میں غیب کی خبریں بھی دیا کرتے تھے
اور شعراء کے دل پر مضامین کے القا کرنے میں مدد کرتے تھے۔ الغرض اس طوفان بے تمیزی میں دنیا ڈوبی ہوئی تھی اور ارواح خبیثہ
کی ترقی روز افزوں میں تھی عالم تاب خدائے پاک کی رحمت نے جلوہ کیا اور دنیا کو اس ورطۂ ضلالت سے بچانا چاہا تو جزیرۂ
عرب میں نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا اور آپ کی بعثت سے کسی قدر اول ہی ان جنوں کی بادشاہی چھین لی
اور انکے اڈوں کو ہلا دیا اور جب آفتاب جلوہ گر ہونے کو ہوا ہے تو رات کے چور صبح صادق سے پہلے چھپنے لگتے ہیں
اس لئے جنوں پر عالم بالا کے رستے بند کئے گئے اب جو ادھر جاتے ہیں شہاب ثاقب سے مار کر نکالے جاتے
ہیں اپنے کاہنوں کو کوئی خبر نہیں لا کر دیتے بلکہ شرمندگی کے مارے ان پاس آنا بھی کم کر دیا ادھر جہاں جہاں
ان شیاطین کے جھنڈے گاڑے ہوئے تھے وہاں سے بھی الوداع الوداع کہہ کر چلنے لگے چنانچہ صحیح روایات
سے یہ ثابت ہوا ہے صحیح بخاری وغیرہ کتابوں میں موجود ہے کہ عمر بن الخطاب رض فرماتے ہیں ایام جاہلیت میں
اپنے بتوں کے پاس میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آکر بت پر گائے ذبح کی جو اس کی نذر کے لئے لایا تھا۔
اس بت کے پیٹ میں سے یہ آواز اس درجہ بلند ہوئی کہ سب نے سنی وہ کہتا تھا یا جلیح امر نجیح رجل فصیح
یقول لا الٰہ الا اللہ۔ اے مرد قوی ایک بات پیش آئی کہ جس میں کامیابی ہے کہ ایک شخص یہ آواز بلند
کہہ رہا ہے لا الٰہ الا اللہ کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا۔ امیر المؤمنین رض فرماتے ہیں کہ لوگ یہ آواز سنکر
بھاگ گئے میں وہیں بیٹھا رہا کہ اس آواز کی حقیقت دریافت کروں دوبارہ پھر وہی بلند آواز پیدا ہوئی تیسری
پھر وہی آواز بلند ہوئی یہاں تک کہ میں حیرت میں تھا کہ لوگوں نے مجھے خبر دی کہ اس جگہ ایک پیغمبر ظاہر ہوا ہے وہ لوگوں کو
کلمہ لا الٰہ الا اللہ تعلیم فرماتا ہے۔ اسی طرح مجاہد رض نے دوسرے شخص کا واقعہ نقل کیا ہے اسی طرح بیہقی نے سواد
بن قارب کا قصہ نقل کیا ہے کہ ایام جاہلیت میں ایک جن میرا یار تھا خبر آئندہ مجھے بتلایا کرتا تھا میں لوگوں سے کہتا اور خوب چرچا ہوتا تھا

ایک رات میرے خواب مین آکر کہا اٹھ اور ہوشیار ہو اگر کچھ شعور ہے ایک پیغمبر لوی بن غالب کی نسل سے پیدا ہوا ہے پھر اسنے یہ چند اشعار پڑھے *

عجبت الجن وارجاسہا * وشدہا العیس باحلاسہا	مجھے جنون کے حال سے اور انکے اضطراب سے تعجب آتا ہے * اور انکو اونٹون پر سفر کرنے کی کاٹھی باندھنے پر تعجب ہے
تہوی الی مکۃ تبغی الہدی * ما مومنوہا مثل ارجاسہا	مکہ کیطرف جاتے ہین ہدایت کے لئے * انکے ایماندار انکے ناپاک لوگون کے برابر نہین
فانہض الی الصفوۃ من ہاشم * واسم بعینیک الی راسہا	تو اٹھ برگزیدۂ بنی ہاشم کیطرف * اور اپنی دونون آنکھین اس قبیلہ کے سر کیطرف اٹھا

سواد کہتے ہین برابر تین راتون مجھے یہی معاملہ پیش آیا آخر مین مکہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین آکر مشرف باسلام ہوا اسی طرح اور بھی روایات ہین *

ف ۔ جب جنون پر عالم غیب کا رستہ بند ہوا اور وہ اس کی تحقیق مین نکلے اور آپ کا قرآن پڑھنا سنکر ایمان لائے اور اسکے بعد جو کچھ انھون نے کہا ان باتون کو خدا تعالیٰ نے بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا کر کفار مکہ اور عرب کے جاہلون کو جو آپ کی نبوت کا اطمینان اور انکے خیالات کا ابطال کرتا ہے چند وجوہ (۱) یہ کہ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ خیال اور بدگمانی کرتے تھے کہ ایسا عمدہ کلام جو اس سے صادر ہوتا ہے جسکی مثل کوئی بنا نہین سکتا اسکو کوئی بڑا فصیح و بلیغ جن تعلیم کرتا ہے کسلئے کہ کاہنون کو ایسی تعلیم جن کرتے تھے اور مقفی و مسجع کلام مین خبرین دیا کرتے تھے اسلئے آپ کو کاہن کہتے تھے اب اس سورہ مین بتلایا گیا کہ جن کیا تعلیم کرین گے وہ تو خود اسکی خوبی پر ایمان لا کر یہ کہتے ہین انا سمعنا قرانا عجبا یہدی الی الرشد فآمنا بہ اور نیز آگے چلکر جنون کی ہجو اور انکی پرستش و نذر و نیاز کی مذمت اور ان کا مخلوق الٰہی ہونا اور انکے بس مین ہونا وغیرہ وہ باتین بیان ہین جو جنون کے خلاف ہین پھر اگر آپ کو جن تعلیم کرتا تو کیا جن اپنی برائی اور مذمت آپ کرتا اس لئے یہ شبہ بھی بے اصل ہو گیا کہ تمکو کیونکر معلوم ہو کہ جن ایمان لائے اور انہون نے یہ کلام کیا کس لئے کہ اگر کلام بھی جن کا ہے یعنی سورۂ جن تو جن ایسی باتین اپنی نسبت کبھی نہین کہنے اور اگر جن کا نہین تو آپ کا بھی نہین پھر کیا وجہ کہ اسکی مثل بھی تم اور تمہارے مددگار جن نہین لا سکتے پس ثابت ہوا کہ یہ کلام منزل من اللہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام القا کرتے ہین *

(۲) کہ جنون کی پرستش اور انکی نذر و نیاز سب لغو ہے انکا کچھ بھی خدائی کارخانہ مین حصہ نہین خود جن اسبات کا اقرار کرتے ہین *

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت نہ صرف آدمیون کے لئے ہے بلکہ جن بھی کہ جنکی پرستش اور مدد پر مشرکین نازان ہین آپکی زنجیر اطاعت مین بندھے ہوئے ہین *

ف اسکے بعد اور جنون کے کلمات نقل کرکے جن پرستون کو متنبہ کرتا ہے نقال ولن نشرک بربنا احدا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائین گے ۔ جن بھی مشرک تھے بعض کاہنون کو جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام یا بعض جن بعض جنون کو خدا تعالیٰ

کا رشتہ دار خدائی میں دخیل سمجھتے تھے اسی لئے اسکے بعد اسکی تفصیل کرنے میں وانہ تعالیٰ جد ربنا کہ ہمارے رب کی شان بلند ہے ما اتخذ
صاحبۃ ولا ولدا نہ اسنے کسیکو جورو بنایا ہے نہ اولاد کسلیے کہ یہ باتیں عجز و حدوث پر دال اُسکی شان بلند کے منافی ہیں - اسکے بعد اپنے
اعتقادات سابقہ کی (جو لوگوں کی سنی سنائی باتوں پر مبنی تھے) لغویت بیان کرتے ہیں وانہ کان یقول سفیہنا علی اللہ شططا کہ جنکو ہم سمجھتے تھے
عقلمند اور دانا سمجھا انکی باتوں پر یقین کرتے تھے اور جو کچھ وہ حق سبحانہ کی نسبت زن و فرزند ہونیکی روایت کرتے تھے اسکو برحق جانتے تھے اب
معلوم ہوا کہ وہ احمق اور نادان خدا تعالیٰ پر جھوٹھ بولتے اور غلط باتیں بنایا کرتے تھے - اور ہمنے انکی باتونکو کسی دلیل و برہان سے برحق نہیں جانا تھا بلکہ محض
تقلیداً عمل ہے ہمیں وانا ظننا ان لن تقول الانس والجن علی اللہ کذبا ہم سمجھے ہوئے تھے کہ کوئی آدمی اور کوئی جن خدا پر جھوٹھ نہیں کہتا اس اعتقاد
اور اس سادہ لوحی نے ہمکو گمراہ کر رکھا تھا اب معلوم ہوا کہ سینکڑوں آدمی اور جن اللہ پر جھوٹے ڈھکوسلے بناتے اور اپنی عاقبت برباد کرکے
اوروں کی بھی تباہ کرتے ہیں **ف** - حقیقت میں اس سادہ لوحی اور خوش اعتقادی نے دنیا کو شرک و غلطی اور تخیلات پرستی میں مبتلا
کر رکھا ہے اب اس بت پرست و خیال بندی اور ارواح خبیثہ کے پوجنے والے سے پوچھیں گے کہ کونسی دلیل اور برہان تمہارے حق پہنچنے
سے ہے تو پھر آخر کار یہی کہیں گے کہ ہمارے اگلے یوں کرتے اور کہتے آئے ہیں اگر یہ باتیں غلط ہیں تو وہ کیا اللہ پر جھوٹھ بولتے تھے اور ایسا
کہو نہیں سمجھتے - افسوس ہے ان صاحبوں پر کہ جنکے دماغ نے ایک صحبت ہادی برحق سے اپنی ترقی کی افسوس ہے ان عقلمند آدمیوں پر کہ وہ اس
اندھیرے کوٹھے سے باہر نہیں نکل سکتے - اور اس طوفان بے تمیزی میں آدمیوں کی پرستش سے جنوں کے منزل چل گئے خدائی کے دعوے
کرنے لگے وانہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوھم رھقا کہ بہت سے انسانوں کے مرد الخ اس میں ایک لطیف
سی تعریض ہے کہ جب اپنے نسل کو یوں بامردی کو کھو دیا مردوں کی یہ باتیں نہیں کہ اپنے شکلوں کے غلام اور بندے ہو جاویں یہ نامردی کی
نشانی ہے جنوں کے مردوں سے پناہ مانگا کرتے تھے اسنے انکی اور بھی سرکشی اور غرور و نخوت بڑھادی - اس پناہ مانگنے اور مطلب کرنیکے
کئی طریقے عرب میں مروج تھے اول یہ کہ جب کسیکو کوئی مرض لاحق ہوتا اسکو جن و پری کی نظر بد کا اثر سمجھ کر اُسکے لئے کھانا عمدہ پکاتے اور خوشبو
شامل کرتے اور بخور جلاتے اور وہاں جا کر رکھتے کہ جہاں انکو جنوں کے گذرنے کا گمان ہوتا تھا تاکہ اس رشوت و نذرانہ میں وہ تکلیف نہ پہنچاویں
اب بھی ہند کے جاہل کھانا پکا کر کہیں چوراہوں میں کہیں دریا پر کہیں کسی درخت تلے رکھواتے ہیں جسکو اتارا کہتے ہیں
اور اپنے صدقات کے لئے برہمنوں جوتشیوں پنڈتوں سیانوں ملاؤں تعویذ گنڈے والوں کا ارشاد ہوا کرتا ہے - دوم یہ کہ مشکل کے
وقت انکے نام کو جپتے اور وظیفہ بنا کر پڑھتے اور نذر و نیاز اور بخور وغیرہ شرائط کو عمل میں لاتے ایسا کرنے سے وہ سمجھتے تھے کہ یہ مشکل وہ
ہو جا آسان کر دیگا - پیراور موکلات کے حاضر کرنے کے لئے اب بھی بڑے بڑے ذلیل لوگ بجائے مراقبہ و اذکار الٰہی کے یا ورد اُٹھل وہا
تماثیل دریا یا جنگل میں بیٹھ کر منتر پڑھتے ہیں اور جو کوئی شیطان حاضر ہو جاتا ہے تو اسکو خوشنما المرام جانتے ہیں - سوم جب
کسی آئندہ آنے والی بات پوچھنے کی ضرورت پڑتی تھی تو کاہنوں کے پاس جا کر انکے موکلوں کے منتر پڑھواتے نذر و نیاز میں ندھا بکرا چڑھاتے
تب وہ ان کاہنوں کے سر آ کر وہ باتیں بتلاتا تھا - چہارم جب کسی سفر میں ہوتے اور کسی جنگل و بیابان میں اترتے تھے تو اس وادی کے جنوں
سے پناہ چاہتے اور یوں آواز بلند کہتے (اعوذ بسید ہذا الوادی من شر سفہاء قومہ) تاکہ اُنکے چھوٹے لوگوں کے شر سے محفوظ رہیں اور

بھی بہت طریقے تھے ان سب باتون کو اسلام نے ممنوع کردیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ اللہ ہی کی پناہ مانگا کرو وہی نذر و نیاز کے قابل ہے
مالی اور جسمانی عبادتین اسیکو ہین اسکے حکم بغیر کوئی پتا بھی نہین ہلا سکتا - پھر تھوڑے دنون مین تمام عرب ان سب اوہام پرستی کی نجاستون سے پاک صاف ہوگیا
جنون کا مادہ ناری یا ہوائی ہے اسلئے علو و تکبر انکی طبیعت مین داخل ہے ایسے اعمال و نذر و نیاز اور منترون سے وہ اتراکر انکے کام کرنے مین کوشش کرتے ہین
تاکہ ہماری عظمت و وقعت بنی آدم کے دلون سے نہ نکلے اور اسلئے لوگون کے ذہنون مین سیکڑون مکر و حیلون سے اپنی عظمت بٹھاتے ہین کبھی اپنے آپکو اولیا و
انبیا کی ارواح طیبات مین محسوب کرتے ہین اور انکے نام بتاتے ہین کہ مین فلان بزرگ ہون یا فلان شخص ہون تاکہ لوگون کو اعتقاد پیدا ہو اور پھر رفتہ رفتہ
اپنی خباثت ظاہر کرتے ہین - اور کبھی کسی مردہ شخص کا نام اپنا نام رکھکر اسکے گھر کی خبرین بتلاتے ہین تاکہ ثواب و عذاب اخروی کا اعتقاد دلون سے زائل
ہوجاوے اور جان لین کہ مرکر یون ہی اسی دنیا مین سیرین کرتے پھرا کرتے ہین کسیکے سر پر جاتے ہین آتے ہین اسی بات کی طرف ان جملون مین اشارہ
ہے وانہم ظنوا کما ظننتم ان لن یبعث اللہ احدا اور ان جنون نے سمجھ رکھا تھا جیسا کہ اے مخاطب لوگو تمنے سمجھ رکھا ہے کہ خدا مرنے کے بعد زندہ نکریگا
یعنی حشر و نشر کچھ نہین ہے مگر روحین پھرتی رہتی ہین اور ہمیشہ رہینگی - یہ بھی انہین جنون کا مقولہ ہے اپنی قوم سے کہہ رہے ہین خطاب کرکے کہ جیسا
تمہارا عقیدہ حشر کی بابت ہے کہ کچھ نہین ایسا ہی ان جنون کا بھی تھا جنکو بنی آدم پوجتے اور انسے پناہ مانگتے تھے - بعض مفسرین کہتے ہین ان لن یبعث
اللہ احدا کے یہ معنی کہ خدا کسی پیغمبر کو حضرت عیسیٰ کے بعد مبعوث نکریگا کہ وہ آکر ان جاہلانہ خیالات سے پاک کرے ہماری خدائی ہمیشہ یون ہی بنی رہیگی
یہی جہالت کی گھٹا مین بنی آدم پر چھائی رہیگی ÷

یہانتک تو ان ایماندار جنون کا کلام اپنی قوم کے سامنے توحید و حشر کے مسئلہ مین تھا اسکے بعد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت کرنے کے
لئے ایک تمہید بیان کرتے ہین تاکہ قوم بھی آنحضرت صلعم پر ایمان لائے فقالوا وانا لمسنا السماء فوجدنٰہا ملئت حرسا شدیدا کہ ہمنے آسمان جا چھوا یعنی اسرار
آسمانی کی بہت تلاش کی اور بہت بلند اڑکر گئے گویا کہ آسمان کو چھو لیا اور وہانتک پہنچ گئے تو وہان بیشمار پہرے چوکی والے پاسبان پائے جو اسرار آسمانی
سے منع کرتے ہین وانا کنا نقعد منہا مقاعد للسمع اور اس سے پہلے تو ہم اپنے اپنے ٹھکانون پر جا بیٹھتے اور آسمانون کے ملائکہ کی باتین سنتے اور کاہنون کو
لاکر دیتے اور اپنی غیب دانی اور خدائی کا سکہ جمایا کرتے تھے فمن یستمع الآن یجد لہ شہابا رصدا مگر اب جو کوئی سننے کے لئے جاتا ہے تو اپنے لئے ایک انگارا
تیار اور نگہبان پاتا ہے جو اسکے پیچھے دوڑتا ہے - حاصل یہ کہ پہلے تو یہ حال تھا کہ عالم بالا کے اسرار ہم حاصل کرلاتے تھے اور اب یہ دروازہ بند ہوگیا یہ
ایک بڑا حادثہ ہے وانا لا ندری اشر ارید بمن فی الارض ام اراد بہم ربہم رشدا اب ہم نہین کہہ سکتے کہ اس سے خدا نے اپنے بندون کی بھلائی چاہی ہے
یا برائی - اس بات کو فہم مخاطبین پر چھوڑ کر یہ کہلانا منظور ہے کہ خدا نے بندون کی بہتری چاہی ہے کہ جنون کے بیجا تسلط اور باطل خدائی کو پست
کرکے ایک ایسے شخص کو برپا کیا ہے جو نور و ہدایت کی جہان افروز شمع ہاتھ مین لئے اٹھا ہے - جنون کے لئے اس دلیل سے بڑھکر آنحضرت صلعم
کی صداقت پر اور کوئی دلیل ہو نہین سکتی کہ انہون نے آسمانی اسرار کا بند ہونا وغیرہ امور بوقت نبوت آنحضرت صلعم خود دیکھ لیا - اور اس کلام مین
طریقہ ادب کہانتک ملحوظ رکھا ہے کہ شر کی نسبت خدا پاک کی طرف نہین کی بلکہ صیغہ مجہول بولا گیا اور رشد کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کردیا
تاکہ معلوم ہو کہ وہ بندون کی رہنمائی اور بہتری چاہا کرتا ہے اور شر کے مقابلے مین خیر ہونا چاہئے تھا مگر خیر نام تھی اسکا جو فرد کامل یہان
مقصود تھا اسی کو ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ اصل خیر رشد ہے ÷

وَأَنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَٰلِكَ ۖ كُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا ۝ وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّن نُّعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ

اور یہ کہ ہم میں سے نیک بھی ہیں　اور کچھ اور طرح کے　ہم مختلف طریقوں پر تھے　اور ہم سمجھ گئے کہ　ہم اللہ کو زمین پر نہ تھکا سکیں گے

وَلَن نُّعْجِزَهُ هَرَبًا ۝ وَأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ آمَنَّا بِهِ ۖ فَمَن يُؤْمِن بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ۝

اور نہ بھاگ کر اس کو تھکا سکیں گے　اور یہ کہ جب ہم نے ہدایت کی بات سنی تو اس پر ایمان لے آئے　پھر جو اپنے رب پر ایمان لے آیا　تو نہ اسکو نقصان کا ڈر رہیگا نہ ظلم کا

وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ ۖ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝ وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝

اور یہ کہ ہم میں سے فرمانبردار بھی ہیں　اور کچھ نافرمان　پھر جنہوں نے مان لیا تو انہوں نے سیدھا رستہ تلاش کر لیا　اور جو نافرمان ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہونگے

ترکیب

ان والهمزة من الثانی ومنا القوم قددا ای القوم قددا والمعنی کنا ذوی طرائق قددا او کانت طرائقنا طرائق قددا فی الارض لانہ کائنین فی الارض حال من الفاعل ہربا مصدر فی موضع الحال ای ولن نعجزہ ہاربین فلا یخاف الجملۃ جواب الشرط وہو فمن فالجملۃ جواب ولولا ذالک لقیل لا یخف

تفسیر

اب مسئلہ نبوت کی بابت ایک عمدہ پیرایہ سے تقریر کرتے ہیں وانا منا الصالحون ومنا دون ذلک کنا طرائق قددا کہ ہم میں سے نیک بھی ہیں اور بعضے مختلف طریقوں کے لوگ ہیں پھر اسکا فیصلہ کہ کون حق پر ہے اور کون ناحق پر بجز نبوت اور الہام الٰہی کے کون کر سکتا ہے ؟ (۲) وانا ظننا ان لن نعجز اللہ فی الارض ولن نعجزہ ہربا کہ ہم کو یقین ہو گیا ہے کہ جن کو قوی اور زبردست اور جاہل واعظ انسانوں پر حکمران ہیں مگر خدا تعالیٰ کے آگے کچھ حقیقت اور زور نہیں رکھتے رسل آسمانی الٰہی کے بندے نے پڑھ دیا کہ کسی تدبیر او منتر کا گذر ہو اور پڑھتے ہیں تو انکا زور ٹوٹتے ہیں پھر جو تم نے اسکے طریقہ کا خلاف کیا اور ہم اسکا قہر نازل ہو اتو ہم اسکے بس سے نہیں نکل سکینگے اور نہ بھاگ کر کہیں پناہ گزین ہو سکینگے اسلئے نبی آخر الزمان کا ماننا ضرور ہوا اے قوم تم مانو یا نہ مانو لیکن وانا لما سمعنا الہدیٰ آمنا بہ ہم نے جب ہدایت یعنی قرآن سن لیا تو ہم اسپر ایمان لے آئے فمن یؤمن بربہ فلا یخاف بخسا ولا رہقا پھر جو تم میں سے بھی کوئی اپنے رب پر ایمان لے آئیگا تو نہ دنیا و آخرت میں کسی نقصان کا خوف نہ رہیگا نہ اسکو خداوندی انتقام و سزا کا ڈر باقی رہیگا +

اب یہی بات کہ قوم کی حالت کیساں ہے تاکہ عذاب و ثواب میں یکساں سمجھے جاویں سو یہ تو ہرگز نہیں کیسلئے کہ وانا منا المسلمون ومنا القاسطون کہ ہم میں سے اسکے فرمانبردار بھی ہیں اور جفاکار بھی ہیں پھر دونوں مساوی کیونکر ہو سکتے ہیں ؟ بلکہ قوم میں سے ایک گروہ پر مصائب دنیا و آخرت کا نازل ہونا یقینی ہے پھر اسکے بچاؤ کا اور اسکی ہدایت سے رستگار ہونیکا بھی قانون ہے کہ فمن اسلم فاولٰئک تحروا رشدا کہ جو ایمان لے آیا اور اسکا حکم بردار ہو گیا تو اسنے دنیا و آخرت کے لئے عمدہ رستہ تلاش کر لیا اور ہر ایک مصیبت سے بچنے کے لئے امن الٰہی کا محکم قلعہ ڈھونڈھ لیا واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا اور جو جفاکار ہرگز ہرگز ایمان نہ لائے تو وہ جہنم کا ایندھن بنینگے +

ف پہلے جو منا الصالحون ومنا دون ذلک کہا وہ اسلام سے پہلے کی حالت بیان تھی کیسلئے کہ اسلام سے پہلے بھی نیک ہو سکتے ہیں کیونکہ ظلم و بدکاری کی برائی عاقل عقل سے بھی دریافت کر سکتا ہے اسلئے کہ صالحون کے مقابلہ میں دون ذلک کہا ۔ نہایت الفاظ میں کر دیا تاکہ ان کا ذکر صراحۃً نہ ہو مگر معلوم ہوا اب منا المسلمون ومنا القاسطون میں بعد نبوت کا ذکر ہے اور گناہ کی وجہ جہنم سے بچنے کے لئے صاف صاف بیان کر دیا ف قسط عدل کو کہتے ہیں مگر جب اسکا استعمال ثلاثی مجرد سے ہو گا تو اسکے معنی ظلم کے ہونگے اور جب باب افعال میں آئیگا تو انصاف کے معنی ہونگے اسلئے قاسط ظالم اور مقسط عادل کو کہتے ہیں ف یہاں تک ان جنوں کی گفتگو تمام ہو گئی جسکا قصہ بیان ہو چکا اب قوم کو یاد دلانا ہے کہ وہ ان جنوں میں کیا کہتے ہیں +

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۙ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ

اور یہ بھی (اسیری طرف) وحی کیا گیا کہ اگر سیدھے رستہ پر رہتے تو ہم انکو بہت پانی پلاتے ۔ اسمین انکو آزمانے کے لئے ۔ اور جو منہ پھیرے رب کی یاد سے تو وہ

يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۙ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۙ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ

تو وہ اسکو سخت عذاب مین پھنسا دیگا ۔ اور یہ بھی وحی کیا گیا کہ سجدے اللہ ہی کے لئے ہے پھر اللہ کے ساتھ کسیکو نہ پکارو اور یہ بھی کہ جب اللہ کا بندہ (نبی) اسکو پکارنے

ع

يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۠

کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اسپر ہجوم کرنے لگتے ہین ۔

ترکیب

وان لو استقاموا قرأ الجمہور بکسر الواو من لو لالتقاء الساکنین وقرئ بضمہا تشبیہا بواو الضمیر وہذا معطوف علی جملۃ انہ استمع فیکون من جملۃ الموحی الیہ ولیس من قول الجن والتقدیر اوحی الی انہ استمع وان لو استقاموا فیکون ہذا ہو النوع الثانی مما اوحی الیہ وان مخففۃ من الثقیلۃ واسمہ ضمیر الشان محذوف ای انہ والشرط والجزاء الجملۃ خبر ان یسلکہ مجزوم علی انہ جواب الشرط لمن یعرض یسلکہ ای یدخلہ یقال سلکہ واسلکہ وقیل الجار محذوف ای فی عذاب ۔ والصعد مصدر یقال صعد صعدا وصعودا وصف بہ العذاب لانہ یتصعد طاقۃ المعذب ای یعلوہ ویغلبہ وان المساجد معطوف علی ان لو استقاموا من جملۃ الموحی الیہ وہو النوع الثالث والمساجد علی قول الاکثرین المواضع التی بنیت للصلوۃ وذکر اللہ ویدخل فیہا الکنائس والبیع ومساجد المسلمین وقال الحسن البقاع کلہا وقیل الجوارح والاعضاء التی یسجد علیہا العبد وہی الیدان والرکبتان والرجلان والجبہۃ والانف فعلی ہذا ہے جمع مسجد بکسر الجیم وہو موضع السجود وقال الحسن ایضا المساجد ہی الصلوات فعلی ہذا جمع مسجد بفتح الجیم مصدر بمعنی السجود وانہ لما قام معطوف علی وان المساجد ہو النوع الرابع من الموحی الیہ یدعوہ الجملۃ حال من فاعل قام ای قام موحدا للہ کادوا الجملۃ جواب لما لبدا جمع لبدۃ وہو ما تلبد بعضہ علی بعض والتکم وازدحم بعضہ علی بعض ومنہ اللبود التی تفرش ویقال لبدۃ الاسد لما تلبد من الشعر بین کتفیہ وقرئ لبدا بضم اللام وقرئ لبدا جمع لابد کسجد فی ساجد وقرئ بضم اللام والباء جمع لبود کصبر فی صبور الکبیر

تفسیر

جنون کا کلام نقل کر کے جو آنحضرت صلعم کو وحی کی طور بتایا گیا تھا تین اور باتین ارشاد فرماتا ہے کہ اے محمد صلعم لوگون سے کہہ دو کہ جس طرح مجھے جنون کا کلام وحی کے طور پر بتایا گیا یہ باتین بھی وحی کی گئین انا جملہ کے (۱) وان لو استقاموا علی الطریقۃ لاسقیناہم ماء غدقا لنفتنہم فیہ ومن یعرض عن ذکر ربہ یسلکہ عذابا صعدا کہ اگر لوگ سیدھے رستہ پر قائم رہین تو ہم انکو بہت پانی پلاتین یعنی مال و اولاد کھیتی باڑی تندرستی عافیت عطا کرین (اسکو ماء غدقا سے تعبیر کرنا عرب کا محاورہ ہے) اور جو ہماری یاد سے منہ موڑیگا کہ ترک شیا طین سے جو ملیگا تو ہم اسکو سخت عذاب مین ڈال دینگے دنیا مین بھی اور آخرت مین بھی ۔ اس جملہ مین یہ بھی بتلایا گیا کہ جن لوگ اطاعت الٰہی اور نیک چلنی پا سو رہین نیکی کی جزا بھی کی سزا پاتے مین پھر انمین شان معبودیت کیا ہے اور انکی پرستش محض بیجا ہے

[illegible] کہتے ہین جنون کی طرف ضمیر پھرتی ہے اسلئے کہ انہین کا ذکر چلا آ رہا ہے اور انہین کی صفت کا فقط یہی مقصود ہے کہ اے گروہ جن
[illegible] پہنچے ہین آدمیون کی طرف کیلئے کہ اہل مکہ اُسوقت سات برس کے قحط مین مبتلا تھے پانی اور رزق کی تنگی سے جان لبون پر آرہی تھی
اُنکو بتلایا جاتا ہے کہ تمہاری بت پرستی اور جنون سے مدد مانگنے اور بدکاری کا نتیجہ ہے اگر تم راستی اختیار کرتے اور جادۂ حق پر آگے جھکتے تو ہم تمکو بہت پانی پلاتے
اور رزق فراخ دیتے لیکن یہ بھی تمہاری آزمائش کے لئے کہ شکر کرو یا ناشکری اور سرکشی کرو +

ربیع بن انس و زید بن اسلم اور ابن کیسان وغیرہ کہتے ہین آیت کے معنی یہ ہین کہ کفار اگر اپنے اس طریقۂ کفر پر جمے رہتے جسپر کہ ہین اور سب کفار ہوتے تو
انکی آزمائش کے لئے دنیا مین انکو فراخ دستی دیتا اور پھر آخرت مین عذاب دیتا اور دلیل اُن کی یہ آیت ہے فلما نسوا ما ذکروا به فتحنا علیهم
ابواب کل شئ وقوله ولولا ان یکون الناس امة واحدة لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتهم سقفا من فضة الآیه اور لنفتنهم فیه قرینہ ہے۔

تیسری بات جو وحی کی گئی یہ ہے وان المساجد لله فلا تدعوا مع الله احدا کہ سب عبادتگاہین اللہ کے لئے ہین اُسکے سوا اُن مین اور
کوئی پکارا جانے عبادت کئے جانے کا مستحق نہین اُسی کو پکارو۔ مساجد کے کئی معنی ہین ایک تو مسجدین عبادتگاہین گرجا کنیسے مسجد
اہل اسلام سب کو شامل ہے یعنی دنیا مین کوئی عبادتخانہ اُسکے سوا اور کے لئے نہ ہونا چاہئے (۲) سعید بن جبیر کہتے ہین جنون نے عرض
کیا کہ آپکے ساتھ کس طرح سے مسجد مین آکر نماز مین شریک ہوا کرین حالانکہ ہم دور دراز رہتے ہین اسپر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہر جگہ اُسکے لئے
عبادت ہو سکتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ تمام زمین میرے لئے عبادتگاہ بنائی گئی کسی خاص جگہ پر منحصر نہین (۳) سعید بن المسیب
کہتے ہین مساجد سے مراد وہ اعضا جو سجدے مین کام آتے ہین ہاتھ پاؤن پیشانی گھٹنے ناک۔ کہ یہ نعمت الٰہی ہین اور کے لئے نہ جھکنے چاہئین
(۴) بعضے کہتے ہین مساجد سے مراد سجدے ہین کہ سجدہ اُسکے سوا اور کے لئے نہ ہونا چاہئے۔ بعضے کہتے ہین یہ معنی ہین کہ مساجد خاص
عبادت کے لئے ہین اور کام وہان نہونے چاہئین جیسا کہ حدیث صحیح مین آیا ہے کہ جو کوئی مسجد مین گم شدہ چیز کو ڈھونڈنے آوے تو کہدو کہ
خدا کرے کہ نہ ملے کیونکہ مساجد اس کام کے لئے نہین بنائی گئین۔ ہر ایک معنی آیت مین سے پیدا ہو سکتے ہین +

چوتھی بات وانه لما قام عبد الله یدعوه کادوا یکونون علیه لبدا کہ جب اللہ کا بندہ محمد صلعم اُسکی عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اُسپر ازدحام
کر لیتے ہین۔ کون ازدحام کر لیتے ہین اور کس لئے؟ اکثر مفسرین کہتے ہین کفار مکہ جب آپکو اللہ کی عبادت کرتے اور اُسی کو پکارتے دیکھتے
تو گرد اگرد جمع ہوکر تمسخر کرتے تھے اس بات کو خدا تعالیٰ اپنے نبی سے کفار کو سنواتا ہے کہ یہ کیسی بات ہے اورونکی عبادت کرنے والے پر تو یہ
ازدحام اور تمسخر ہو اور ہماری عبادت کرنے والے کے لئے یہ ہو یہ بہت نازیبا اور ناحق شناسی ہے۔ بعض کہتے ہین یہ مراد کہ جب ہمارا بندہ محمد صلی
علیہ سلم اللہ کو پکارنے قرآن سنانے جنون کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اُسکے سننے کے لئے ہر طرف سے آکر ازدحام کر لیتے ہین جیسا کہ
اُس رات کو ہوا کہ جس رات آپ مکہ سے باہر عبداللہ بن مسعود کو لیکر جنون کو قرآن سکھانے گئے تھے مگر اے قریش مکہ تمپر افسوس ہے
کہ تم قرآن سننے سے بھاگتے ہو۔ لبدا کو جمہور بکسر اللام و فتح الباء پڑھتے ہین لبدا اور بعض نے لام کے ضمہ اور باء کے فتح
سے پڑھا ہے لُبدا اور ابن (?) ب و لام و تشدید باے مفتوحہ بھی پڑھا ہے۔ پہلی قراۃ پر وہی معنی ہین اور دوسری پر لبد کے معنی بہت
کے ہین جیسا کہ اس آیت مین اهلکت مالا لبدا کہ بہت ہو جاتے تھے۔ مجاہد کہتے ہین اسکے معنی ہین جماعتین کہ جماعت پر جماعت آکر گھیر لیتی تھی

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ۝ قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۝ قُلْ إِنِّي لَن يُجِيرَنِي

کہدے میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اُسکے ساتھ کسیکو بھی شریک نہ کرونگا - کہدے نہ میرے ہاتھ تمہاری برائی ہے اور نہ راہ پر لانا - کہدے مجھکو اللہ سے

مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ ۝ وَلَنْ أَجِدَ مِن دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۝ إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتِهِ ۚ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

کوئی نہ بچا دیگا اور نہ مجھے اُسکے سوا پناہ ملیگی - مگر اللہ کا پیغام اور اُسکا حکم پہونچانا ہے - اور جو کوئی اللہ اور اُسکے رسول کی نافرمانی کریگا

فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۝

تو اُسکے لئے دوزخ کی آگ ہے جسمیں سدا رہا کریگا +

(ترکیب)

قل قرء العامة على الغيبة اے قال جلو اذلك على ان القوم لما قالوا ذلك اجابهم النبی صلعم بقوله انما ادعوا ربی فحكى الله ذلك عنه بقوله قال او يكون ذلك من مقولات الجن وقرء عاصم وحمزة قل بصيغة الامر ليكون موافقا لما بعده وهو قوله قل انی لا املك وهو الاظهر والاقوى ملتحدا ملجأ وحرزا واصل السرب الذاهب فی الارض فی القاموس وهو الميل وفی الصحاح الملتحد بالفتح اسم الموضع وهو الملجأ - الا بلاغا قال الفراء استثناء من قوله لا املك فان التبليغ ارشاد وانفاع وقوله قل انی لن يجيرنی الخ جملة معترضة وقعت بين تأكيد نفی الاستطاعة عنه وبيان عجزه وقيل الا ههنا ليست كلمة الاستثناء بل معناه ان لا ومعناه ان لا ابلغ بلاغا لم اجد من دونه ملتحدا فاقبله وليل الجواب اى كلام مدل على جواب الشرط وعلى هذا من الله ليس صلة للتبليغ لان صلته يكون بعن كقوله عليه السلام بلغوا عنی ولو آية انما هی بمنزلة من فی قوله براءة من الله ومعناه بلاغا كائنا من الله ورسالاته عطف على بلاغا كانه قال لا املك لكم الا التبليغ والرسالات خالدين حال من ضمير من والجمع لرعاية معنى من والمعنى يدخلونها مقدرا خلودهم +

(تفسیر)

کفار جب آپکے اردگرد قرآن پڑھنے اور خالص اللہ کو پکارنے میں جمگھٹا کرتے تھے تو یہ بھی کہتے تھے کہ اے محمد تو نے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دیا آگے جو بت تھے انکی پرستش چھوڑ دی وہ نفع و ضرر کے مالک ہیں پھر آپ میں بھی یہ بات ہے اور ہمارے معبود آپکو ستائینگے پناہ نہ ملیگی اسکے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ قل ان کو فرما دیجیے کہدے انما ادعوا ربی میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور آیندہ بھی اسیکو پکارونگا ولا اشرک بہ احدا اور اسکے ساتھ کسیکو بھی شریک نہ کرونگا تمہارے معبود خواہ روحانیات ملائکہ ہوں یا جن ہوں خواہ اُسکے برگزیدہ لوگ ہوں خواہ ستارے ہوں خواہ خیالی چیزیں ہوں خواہ پتھر و لکڑی کے تراشیدہ بت ہوں خواہ عناصر و نباتات و حیوانات ہوں کسیکو بھی اسکی خدائی میں ذرہ بھی دخل نہیں جو جانتا اگر آج کوئی اُسکے حکم کو ٹال نہیں سکتا نہ اسکے حکم بغیر نفع و ضرر دے سکتا ہے میں جو کچھ بتلاتا ہوں رسول ہونے کی وجہ سے ہے پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں بھی اس یعنی گمراہی و ہدایت کا مالک نہیں کہ جسکے دل میں چاہوں ہدایت ڈالدوں تو کیا ذکر ہے ہاں یہ سبب ہے وہ خود جسکو چاہتا ہے گمراہی و ہدایت دیتا ہے اور اسلئے تاہم یہ بھی جاننا یہ بھی کہدے قل انی لن یجیرنی من اللہ احد کہ اگر میں اسکی نافرمانی کروں اور مجھپر کوئی مصیبت آوے تو خود مجھے اسکے سوا کوئی پناہ نہیں پھر تمہارے معبود کیا پناہ دینگے پھر وہ تو گمراہی میں پڑے ہو غرض میں بھی بشر ہوں اور جمیع مخلوقات خواہ وہ کوئی کیوں نہ ہو اسکی ذات و صفات و قدرت و الوہیت میں شریک نہیں میں اور حقیقت تمہیں ہدایت کے لئے رسول بھیجے کسی چیز کے مالک نہیں کئے گئے الا بلاغا من اللہ و رسالاتہ مگر اللہ کے پیغام و احکام پہونچانیکے ہاں یہ اختیار انکو دیا گیا ہے - خلاصہ یہ کہ نبوت تبلیغ میں ہے اور الوہیت میں نبی کو کوئی دخل نہیں اسکی ذات پاک سب سے ممتاز ہے بعض مفسرین نے الا بلاغا ملتحدا کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ اگر میں حکم پہونچانے میں کوتاہی کروں تو مجھے اُسکے عذاب سے بچنے کے لئے کوئی پناہ نہیں پھر احکام پہونچانیکے بعد جو کوئی اللہ اور اُسکے رسول کی نافرمانی کریگا کفر و بت پرستی سے باز نہ آئیگا ابدا جہنم میں جلیگا +

حَتّٰى إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ أَضْعَفُ نَاصِرًا وَأَقَلُّ عَدَدًا ۝ قُلْ إِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ

یہاں تک کہ جب وہ دیکھیں گے جسکا انسے وعدہ کیا گیا۔ تو جان لینگے کہ کسکی مدد کمزور اور گنتی میں کم ہے ؟ تو کہدے کہ مجھے خبر نہیں کہ قریب ہے

مَا تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّي أَمَدًا ۝ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۝ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ

جسکا تمسے وعدہ کیا گیا یا اسکے لیے میرا رب کوئی مدت ٹھیراتا ہے۔ وہ غیب جاننے والا ہے اپنے غیب پر ہر ایک کو واقف نہیں کرتا۔ مگر اپنے پسندیدہ رسول کو

فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ۝ لِّيَعْلَمَ أَن قَدْ أَبْلَغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝ ع ٢

پھر اسکے آگے اور پیچھے پاسبان مقرر کر دیتا ہے۔ تاکہ جان لے کہ رسولوں نے رب کا پیغام پہونچا دیا۔ اور اللہ نے تو ہر چیز کو گھیر رکھا ہے جو انکے پاس ہے اور ہر شے کو گن رکھا ہے

(ترکیب)

حتی ابتدائیہ الذی جعل ما بعدہ حتی غایۃ لہ فیہ قولان الاول انہ متعلق بقولہ یکونون علیہ لبدا والتقدیر انہم یتظاہرون علیہ بالعداوۃ حتی اذا راوا ما یوعدون من یوم بدر او فتح مبین او یوم القیامۃ او وقت الموت فحینئذ یعلمون من ہو اضعف ناصرا واقل عددا والثانی انہ متعلق بمحذوف کانہ قیل الکفار لا یزالون علی ما ہم علیہ حتی اذا کان کذا وکذا کان کذا ونظیر ہذہ الایۃ آیۃ فی سورۃ مریم وہی حتی اذا راوا ما یوعدون اما العذاب واما الساعۃ اذا شرطیۃ فسیعلمون جوابہا ویفہم من کلام القرطبی ان حتی لمجرد الابتداء من غیر ملاحظۃ معنی الغایۃ فتکون جملۃ مستقلۃ بالاستفادۃ۔ عالم الغیب خبر مبتدأ محذوف ای ہو والجملۃ مستانفۃ مقررۃ لما قبلہا من عدم الدرایۃ والفاء لترتیب عدم الاظہار علی تفردہ تعالی بعلم الغیب علی الاطلاق الا استثناء من احدا من رسول بیان لمن فانہ تقریر وتحقیق للاظہار المستفاد من الاستثناء وبیان لکیفیتہ فانہ یسلک من جمیع جوانب الرسول علیہ السلام عند اظہارہ علی غیبہ حرسا من الملائکۃ یحرسونہ من تعرض الشیاطین لما اظہرہ علیہ من الغیوب لیعلم متعلق بیسلک غایۃ لہ من حیث انہ مترتب علی الابلاغ المترتب علیہ اذ المراد بہ العلم المتعلق بالابلاغ الموجود بالفعل وان مخففۃ من الثقیلۃ واسمہا محذوف وہو ضمیر الشان والجملۃ خبرہا واحاط الخ الجملۃ فی محل النصب علی الحال من فاعل یسلک باضمار قد او بغیرہ واحصی معطوف علی احاط عددا انتصابہ علی التمییز محولا من المفعول بہ ویجوز ان یکون علی المصدریۃ واللہ اعلم ۔

(تفسیر)

ان نصائح و دلائل کے بعد بھی کفار مکہ سرکشی اور پیغمبر خدا صلعم کی توہین اور لشکر اردگرد جاہلانہ ہجوم کرنے سے باز نہ آتے تھے اور مسلمانوں کی تھوڑی جماعت پر نظر کرکے اپنی قوت و شوکت کا گھمنڈ کرکے طرح طرح سے آنحضرت صلعم اور ایمانداروں کو ایذائیں دیتے تھے اسلئے ایمانداروں کی تسلی اور کفار کی تنبیہ کے لیے یہ فرمادیا گیا حتی اذا راوا ما یوعدون فسیعلمون من اضعف ناصرا واقل عددا کہ یہ لوگ تب تک نہیں مانینگے کہ انکو وہ چیزیں نہ دکھائی جاویں کہ جنکا انسے وعدہ ہوا ہے (بدر کے دن کا قتل و مغلوب ہونا یا مرنے کے بعد عذاب و مصائب کا دیکھنا یا قیامت جنکا آنحضرت صلعم نے من اللہ بار بار انسے وعدہ کیا تھا) پھر جب یہ چیزیں دیکھ لینگے انہیں آپ معلوم ہو جائیگا کہ کسکی مدد کمزور اور قلیل ہے ؟ اسوقت انکی آنکھیں کھل جاوینگی مگر پھر کیا فائدہ ہوگا توبہ اور ایمان لانیکا وقت باقی نہ رہیگا۔ اسکو سنکر کفار مکہ تمسخر کی راہ سے کہنے لگے کہ ان چیزوں کا کہ جنکا آپ ہمسے وعدہ کرتے ہیں یعنی عذاب و مصائب کونسا وقت ہے اور ٹھیک وقت بتلائیے۔ یہ سوال محض جاہلانہ اور گستاخانہ ہے اسلیے کہ آنیوالی مصیبت جبکہ یقینی ہو تو اسکے وقت دریافت کرنے سے کیا فائدہ بلکہ اس سے بچنے کی تدبیر میں مصروف ہونا دلیل سعادت ہے اسلیے وقت بتلانا کیا ضرور ہے پہلے انکے نذر ہونیکا باعث تھا بلکہ اپنے نبی کو یہ کہدیا کہ قل ان ادری اقریب ما توعدون ام یجعل لہ ربی امدا کہ انسے کہدے کہ مجھے معلوم نہیں کہ اسکا وقت بہت قریب ہے یا میرا رب اسکو دیر میں بھیجیگا۔ یہ جواب سعادتمندوں کے لیے نہایت مستعدی اور سرگرمی کا باعث ہے ۔

اسکے بعد فرماتا ہے عالم الغیب وہی غیب کی باتین جاننے والا ہے مگر آیندہ آنے والی بات کا وقت اُسکو ٹھیک ٹھیک معلوم ہے فلا یظہر علی غیبہ احدا اسلئے کہ وہ اپنے غیب پر کسیکو واقف نہین کرتا کیونکہ یہ اُسیکا خاصہ ہے الا من ارتضی من رسول مگر جس پسندیدہ اور برگزیدہ رسول کو چاہتا ہے واقف کردیتا ہے اور اسکو بھی اس احتیاط اور محافظت سے واقف کرتا ہے کہ فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا کہ اس رسول کے آگے اور پیچھے یا اس غیب کی بات کے آگے اور پیچھے ملائکہ کی ایک چوکی مقرر کرتا ہے جو اُسکو شیاطین کے سے اُچکنے سے بچاتے ہین۔ یعنی خداوندی غیب کا خریطہ جب رسول کے پاس آتا ہے تو اُسکے آگے پیچھے فرشتون کے باڈی گارڈ کا ایک دستہ ہوتا ہے تاکہ کوئی شیطان وجن اُس غیب کی بات سے کچھ واقف نہو جاوے وہ ملائکہ شیاطین کو مار کر بھگا دیتے ہین۔ اور یہ کسلئے؟ لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربہم تاکہ خدا تعالی معلوم کرلے کہ فرشتون نے رسول تک بحفاظت اُسکے احکام پہونچا دیئے +

ف، خدا تعالی کو ہر بات معلوم ہے مگر شئے کے ظہور کے بعد جو علم کا اطلاق ہوتا ہے تو اُس سے علم تفصیلی مراد ہوتا ہے جو بعد وجود اشیاء ہوتا ہے) یا یہ معنی کہ محمد صلعم کو معلوم ہو جاوے کہ فرشتون نے اللہ کے پیغام بحفاظت پہونچائے ہین (سعید بن جبیر) یا یہ معنی کہ رسولون کو معلوم ہو جائے کہ فرشتون نے احکام و پیغام پہونچا دئے اس تقدیر پر یعلم کا فاعل اللہ یا محمد یا رسل ہین۔ بعض کہتے ہین اسکا فاعل کلواحد۔ و ابلیس و جن بھی ہو سکتا ہے تاکہ ہر ایک کو معلوم ہو جاوے یا ابلیس کو معلوم ہو جائے یا جنون کو معلوم ہو جاوے کہ فرشتون نے وہ غیب بحفاظت پہونچا دیا۔ اور ابلغوا کا فاعل ان چھ صورتون مین فرشتے ہین۔ اب ان چھ صورتون مین ابلغوا کا فاعل رسولون کو قرار دیا جاوے تو یہ معنی ہو سکتے ہین کہ تاکہ اللہ کو معلوم ہو جاوے کہ رسولون نے اللہ کے پیغام جو اُنکے پاس خزانۂ غیب سے آئے تھے اور اُنمین کچھ چوری نہین ہوئی تھی بحفاظت لوگون کو پہونچا دیئے یا یہ کہ محمد صلعم کو معلوم ہو کہ اگلے رسولون نے جو اللہ کے احکام و پیغام پہونچائے وہ ٹھیک ٹھیک تھے یا لوگون کو معلوم ہو وقس علی ہذا۔ بارہ احتمال ہین ہر ایک کیطرف ایک نہ ایک مفسر گیا ہے لیکن اول اقوی ہے +

اسکے بعد فرماتا ہے کہ یہ فرشتون کی چوکی معین کرنا اور بحفاظت اس غیب کو رسولون تک پہونچانا ایک عادت اللہ کے موافق ہے ورنہ واحاط بمالدیہم اُسکے احاطۂ علمی مین ہے جو کچھ نبیون کے پاس ہے کوئی بات اُسکے علم سے باہر نہین اور علم بھی کیسا علم ہے واحصی کل شئی عددا اُسنے ہر ایک چیز کو گن رکھا ہے دریا کے قطرے ریگستان کے ذرے درختون کے پتے ہر ایک کی گنتی اور تعداد اُسکو معلوم ہے۔ یہ کمال احاطۂ علمی کی علامت ہے +

ف غیب کے معنی پوشیدہ کے ہین۔ اب یہ پوشیدگی کئی قسم کی ہے **اول** اضافی کہ ایک چیز ہمارے سامنے ہے اور جو کوس دو کوس دور ہے اس سے غائب اور غیب ہے یہانتک کہ عالم ناسوت کی جمیع چیزین اگر ایک سے غیب مین ہین تو دوسرے کے نزدیک موجود ہین کیا اس قسم کا غیب بھی خاصۂ خدا ہے؟ عقل صاف فورا کہدیگی کہ ہرگز نہین کسلیئے کہ یہ غیب مطلق نہین بلکہ من وجہ شہود ہے اسکو ایک جانتا ہے تو دوسرا نہین جانتا جن اکثر اسی قسم کے غیب کو کاہنون سے بیان کردیتے تھے اور اب بھی بیان کردین تو کچھ بات نہین (دوم) عالم ناسوتی سے غیب یعنی عالم مثالی کی چیزین عام ہے کہ وہ ابھی اس عالم مین نہین آئی ہین بلکہ آنے والی ہین یا اگر چلی گئی ہین نہ اب وہ ان آنکھون سے دیکھ سکتے ہین نہ ان کانون سے سُنی جاسکتی ہین نہ ان ہاتھون سے ٹٹولی جاسکتی ہین نہ ناک سے سونگھی جاسکتی ہین نہ زبان سے چکھی جاتی ہین۔ اس قسم کا غیب اول غیب سے بلند ہے مگر یہ بھی غیب مطلق نہین جسکو غیب الغیب کہتے ہین کیونکہ یہ چیزین عالم ملکوت کے لوگون کے سامنے ہوتی ہین اور یہی وجہ ہے کہ کبھی روح خواب مین جبکہ اسکو کثافت جسمانیہ سے نورانیت حاصل ہوتی ہے تو ان چیزون مین سے بعض یا کل کو دریافت کرلیتی ہے اور اسی طرح اہل کشف صادق بحالت بیداری اپنی روحانی تجلی مین دریافت کرلیتے ہین جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام چنانچہ صحیح بخاری مین حدیث کسوف ہے جسمین روایت ہے کہ نبی صلعم کو نماز مین اُس عالم غیب کی چیزین

قسم اول

قسم دوم

دلائل نہین ہو سکتے اور اسیلئے اشراقی اور اہل ریاضت بھی کبھی کبھی بعض چیزون سے واقف ہو جاتے ہین اور کاہن اور رمال وجفار اور نجومی بھی کبھی کبھی اپنے قواعد
سے کچھ اڑتی ہوئی بات معلوم کر کے اپنی قوت متوہمہ سے ایک قالب مین ڈھالتے ہین مگر خود ان قواعد کی غلطی یا اُنسے استنباط کی لغزش اور اسی طرح
خواب و مکاشفہ مین قوت وہمیہ کی آمیزش اس علمی مرتبے کو ظن کے مرتبے مین کر دیتی ہے یعنی بجز کشف انبیاء علیہم السلام کے اور جسقدر طریقے ہین علی قدر مراتب
اُن مین غلطی کا احتمال باقی رہتا ہے اسلئے انکے جاننے کو علم یعنی یقین نہین کہہ سکتے پس اس قسم کا غیب بھی اُسکی طرف سے خاص حضرات انبیاء علیہم
السلام کو عطا ہوتا ہے جسکی یہ احتیاط کی جاتی ہے کہ آگے اور پیچھے ملائکہ کا پہرہ رہتا ہے تاکہ شیاطین اور قوت فکریہ و قوت وہمیہ و خیالیہ آگے سے اور عادات
وطبائع سابقہ سے اسمین کچھ بھی دست اندازی نہ کر سکین اور بعد کی چوکی سے علوم محفوظہ و عادات و اخلاق متروکہ اسمین آمیزش کرنے نہین پاتے۔ رمالون
جفارون نجومیون کاہنون وغیرہ کے غیب مین تو جا بجا ان امور کا گذر ہوتا ہے اور حضرات اولیاء کرام کے مکاشفات مین بھی یہ محافظت نہین ہوتی قویٰ
متوہمہ و متخیلہ کی آمیزش سے امن نہین اسیلئے انکو بھی آخر الامر کتاب و سنت پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے جو اقسام وحی کے ہین اور اسی لئے اور مکلفین کو
بھی انکے الہامات کا پابند نہین کیا گیا اور نہ وہ الہامات حجت قاطعہ ٹھیرائے گئے۔ یہ بات خاص الہام انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے کہ جنکے حاصل ہونے
سے پہلے بھی محافظت ہوتی ہے کہ وحی کے وقت اُنکے قویٰ کو معطل کر دیا جاتا ہے اور بعد مین بھی محافظت ہوتی ہے یا اسلئے کہ ہر ایک کو معلوم ہو جائے
کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنے رب ہی کے پیغام و احکام پہونچائے اسمین کچھ آمیزش اور کمی زیادتی تبدیل و تغییر نہین ہوئی +

تیسری قسم غیب الغیب اور غیب مطلق جسکو حق سبحانہ کے سوا اور کوئی نہین جانتا پھر اُسکی بھی کئی قسمین ہین بعض وہ ہین کہ جنکے جاننے کی کسی
ممکن مین قدرت ہی نہین اور یہ ایک بے انتہا غیب ہے لا یعلمہ الا ھو اور بعض ایسی بھی ہین جنکو ملائکہ مقربین و حاملان عرش جان تو سکتے ہین مگر
نہین بتلائی جاتین اور بعض ایسی ہین کہ کبھی کبھی بتلائی بھی جاتی ہین اور جب بتلائی جاتی ہین تو عالم ملکوت مین ایک ہیبت اور دہشت ہوتی
ہے جس سے مقربین ماتحت کے ملائکہ سے پوچھتے ہین۔ اور علی غیبہ مین اضافت اسی غیب کی طرف اشارہ کر رہی ہے نہ غیب من وجہ کی طرف

ف من ارتضی من رسول سے کیا سب رسول مراد ہین؟ جمہور اسی کے قائل ہین کیونکہ من رسول مین من بیانیہ ہے نہ تبعیضیہ پھر
پھر کیا اس سے حضرات انبیاء علیہم السلام بالخصوص مراد ہین یا ملائکہ بھی؟ جمہور کے نزدیک ملائکہ بھی رسول ہین جیسا کہ حضرت جبرئیل امین
علیہ السلام ہین اور انکو اور ملائکہ پر فوقیت ہے۔ معتزلہ اس سے ابطال کرامات اولیاء اللہ پر استدلال کرتے ہین کہ وہ کسی آیندہ آنے والے
واقعہ کی خبر بطور پیشین گوئی نہین دے سکتے۔ مگر یہ انکی غلط فہمی ہے کیونکہ کہ غیبہ یعنی اپنے غیب پر بجز رسول کے اور کسیکو مطلع نہین کرتا اسطرح
سے کہ اسمین کسی قسم کا اشتباہ واقع ہو اور اسی کو اظہار غیب کہتے ہین اس سے اسکی نفی نہین ہوتی کہ قسم اول و دوم کے بعض غیوب کا بطریق ظن
کسی پر اظہار کیا جائے جسکو اظہار الغیب بھی کہتے ہین امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ غیبہ سے مراد صرف قیامت کی خبر لیتے ہین اس اعتراض سے اور ان
شبہات سے بچنے کے لئے کہ بعض غیب کاہن اور اہل خواب بھی جانتے ہین۔

ف رسول اللہ صلعم نے ان غیب کی باتون کو جو بذریعہ الہام و وحی آپ کو خدا پاک نے بتائی تھین اپنی امت کو بتایا اسلئے بہت سے صحابہ کو آیندہ آنے والے امور
بتائے جیسا کہ احادیث صحاح سے ثابت ہے پھر ان مغیبات کا انحصار رسول پر نہوا بلکہ افراد امت مین بھی اس سے مطلع ہوئے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ لوگون کو علم تصدیق
نبوت سے حاصل ہوا یہ علم استدلالی ہے نہ کہ غیب پر مطلع ہونے سے اسلئے انحصار صحیح ہو گیا [illegible]

سورہ مزمل مکیہ ہے اس مین بیس آیات دو رکوع ہین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝

اے چادر اوڑھنے والے — رات کو اٹھا کر مگر کم — آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم — یا اس سے زیادہ کر — اور قرآن پڑھا کر ٹھہر ٹھہر کر

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْـًٔا وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۝ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝

ہم تجھ پر ایک بھاری بات ڈالنے والے ہین — بیشک رات کا اٹھنا نفس کو زیادہ کچلتا ہے اور بات کرنے مین بہت خوب ہے — بیشک دن مین تو تجھے لمبے شغل رہتے ہین

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝

اور اپنے رب کا نام یاد کر — اور سب سے ٹوٹ کر اُسی کی طرف چلا آ — وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر اُسی کو کارساز بنا رکھ ۔

(ترکیب)

المزمل اصلہ المتزمل ادغمت التاء فی الزاء والتزمل التلفف فی الثوب الا قلیلا استثناء من اللیل ای سہر اللیل کلہ الا یسیرا منہ وما دون النصف القلیل والمراد بہ ہنا الثلث نصفہ فی انتصابہ وجہان الاول ہو بدل من اللیل بدل البعض الا قلیلا استثناء من النصف والثانی ہو بدل من قلیلا وقلتہ بالنظر الی الکل وہذا اقوی والضمیر فی منہ وعلیہ یرجع الی النصف ہی اشد خبر ان وطأ تمیز من اشد بکسر الواو بمعنی مواطاۃ وبفتحہا ہو اسم المصدر واقوم معطوف علی اشد وقیلا بمعنی قولا تمیز منہ سبحا شغلا وتصرفا اسم ان لک فی النہار خبرہا رب المشرق بالجر علی البدل وبالنصب باضمار اعنی او الفعل بفسرہ فاتخذہ وبالرفع علی انہ خبر مبتدأ محذوف ای ہو او مبتدأ خبرہ لا الہ الا ہو۔

(تفسیر)

یہ سورہ بھی مکہ مین نازل ہوئی بیہقی اور ابن مردویہ وغیرہ محدثین نے ابن عباس و ابن زبیر سے نقل کیا ہے کہ یہ سورہ مکہ مین نازل ہوئی۔

شان نزول

اسکی شان نزول مین بزار و طبرانی نے اوسط مین اور ابو نعیم نے دلائل مین یون نقل کیا ہے کہ دارالندوہ مین قریش جمع ہوے اور کہنے لگے اسکا یعنی نبی صلعم کا کوئی نام تجویز کرو کہ لوگون کو رو کا جاوے بعض نے کہا کاہن بعض نے کہا کاہن نہین مجنون کہو بعض نے کہا یہ مجنون نہین اسکو ساحر کہو بعض نے کہا یہ جادوگر بھی نہین اسکے بعد قریش اٹھ گئے یہ خبر آنحضرت صلعم کو ہوئی آپ غمگین ہوکر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے اسمین جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا یا ایہا المزمل یا ایہا المدثر کہ اے خمیوشی مارے ہوے کھڑا ہو رات کو نماز پڑھا کر ان کی باتون سے رنج نکر ہم سمجھ لین گے ذرا مہلت دے ہمارے پاس اُنکے لئے عذاب الیم تیار ہے۔ ان سے مونہہ موڑ اور حق سبحانہٗ کی طرف متوجہ ہو اور اسی کو اپنا کارساز بنا +

ربط

اور ربط اس سورہ کا سورہ جن سے یہ ہے کہ سورہ جن مین تبلایا گیا تھا کہ غیب کا علم اللہ ہی کو ہے وہی جسقدر چاہتا ہے اپنے رسول کو عطا کرتا ہے اب اس سورہ مزمل مین اپنے رسول کو علم غیب حاصل کرنے کی قابلیت پیدا کرا سکھایا وہ کیا رات مین حق سبحانہٗ کی عبادت کرنا جس مین انسانون سے غائب

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا ۝ وَذَرْنِیْ وَالْمُکَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِیْلًا ۝ اِنَّ

اور انکی باتوں پر صبر کر اور اُن کو اچھی طرح سے چھوڑ دے اور چھوڑ مجھے اور مالدار جھٹلانے والوں کو اور ان کو ذرا مہلت دے کیونکہ

لَدَیْنَآ اَنْکَالًا وَّجَحِیْمًا ۝ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِیْمًا ۝ یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَکَانَتِ الْجِبَالُ کَثِیْبًا مَّهِیْلًا ۝

ہمارے پاس بیڑیاں اور جہنم اور گلا گھونٹنے والا کھانا اور سخت عذاب ہے جسدن کہ زمین اور پہاڑ لرزینگے اور پہاڑ پھسلنی ریت کا ٹیلا ہو جاوینگے

(ترکیب)

والمکذبین عطف علی المفعول او مفعول معہ اولی النعمۃ صفۃ للمکذبین او بیان او بدل قلیلا زمانا قلیلا یوم ظرف لما فی لدینا من معنی الفعل وقیل وصف العذاب۔ واصل مہیل مہیول فحذف الواو عند سیبویہ وسکنت الیاء وقیل قلبت الواو یاء۔

(تفسیر)

ہوکر باطمینان قلبی بلاشور وشغب پورا پورا متوجہ ہونے کا موقع ملتا ہے کیسلئے کہ جس نے جو کچھ پایا شب بیداری میں پایا زبانی لاف زنی اس راہ میں کارآمد نہیں (۲) اور نیز یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ جن آدمیوں سے غائب ہیں پھر قرآن سنکر ہدایت پاگئے عبادت کرنے لگے آپ انکے رسول و رہادی ہیں آپ کو بھی رات میں عبادت کرنا چاہئے کہ اس وقت آدمی حاضر نہیں ہوتے اور ان سے غیبوبت حاصل ہوتی ہے کہ عالم غیب آپ پر منکشف ہو اور (۳) قرآن شب میں پڑھنے کا حکم دیا تاکہ دن میں لوگ فیضیاب ہوتے ہیں تو شب میں جن وغیرہ عالم غیب کے لوگ بہرہ ور ہوں کیسلئے کہ آپ نبی الثقلین ہیں ظہور کا وقت جو دن ہے عالم ظہور کے لوگوں کے لئے یعنی آدمیوں کے لئے اور مخفی لوگوں کے لئے مخفی شب کا وقت دیا گیا (۴) اور یہ بھی ہے کہ ابتداء اسلام میں کفار دن میں آپ پر یورش کرتے تھے جیسا کہ فرمایا تھا وانہ لما قام عبد اللہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدا اسلئے مشغولی بحق کے لئے رات کا وقت مقرر کیا گیا جسمیں عبادت و تلاوت کی حلاوت بخوبی حاصل ہو سکے اور لوگوں کے شور وشغب سے انتشار خاطر خاطر نہو۔ اسکے سوا مضامین والفاظ میں بہت کچھ مناسبت ہے اور چونکہ سر سورہ پر مزمل کا لفظ تھا اسلئے اسکا نام سورۂ مزمل ہوا +

مزمل عرب میں اُسے کہتے ہیں جو چادر میں لپٹا ہوا چادر اوڑھے ہو آنحضرت صلعم کے پاس چودہ ہاتھ کا لمبا ایک کمبل تھا تہجد کی نماز اور تلاوت کے لئے جب اُٹھتے تو اُسی کو اوڑھ لیتے تھے تاکہ نماز میں اُٹھنے بیٹھنے میں حرج نہو وضو آسان ہو ہوا سرد سے محافظت ہو۔ اور نیز ایسا قسم کی چادر اوڑھنا یا لپیٹ لینا کفن لپیٹنے کی طرف اشارہ ہے تاکہ نفس ہر وقت موت سے آگاہ رہے اور رات کی اندھیری قبر کی اندھیری اور دنیا کے عدم کی ظلمت سے مشابہت رکھتی ہے اسلئے حضرات انبیاء علیہم السلام اس قسم کا کپڑا اوڑھتے تھے خصوصًا حضرت ابراہیم وموسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام اور ہمیشہ سے صلحا کا یہ لباس رہا ہے اور اسی لئے فقراء میں خرقہ پوشی ایک سنت چلی آتی ہے اور یہ لباس اس بات کی علامت ہے کہ اسکے اوڑھنے والے نے ترک دنیا و عبادت مولی کا التزام کر لیا ہے جیسا کہ وردی سپاہیوں کی علامت ہے۔ اس خرقہ کے لئے سات شرطیں ہیں (۱) شب بیداری ونماز تہجد وتلاوت قرآن (۲) دن میں اوقات کو یاد الٰہی میں مصروف رکھنا (۳) ہمیشہ ذاکر رہنا (۴) ترک وتجرد (۵) توکل واعتماد بر کارسازی خالق (۶) خلق کی جفا وظلم پر صبر کرنا (۷) اہل دنیا کی صحبت ترک کرنا اور اسکے ساتھ انکی خیرخواہی سے بھی غافل

نہ رہنا جسمین یہ سات باتین ہون اُسپر یہ خرقہ زیبا ہے اور اسی لئے اس خرقہ کی شروط بجالانے کی وجہ سے آنحضرت صلعم کو مزمل کا خطاب عطا ہوا جو بڑا پیارا خطاب ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ادا حضرت حق کو پسند آگئی تھی اسلئے فرماتا ہے یا ایہا المزمل کہ اے چادر اوڑھے ہوئے اس چادر ریاضت کا حق بجالا قم اللیل رات بھر نماز و تلاوت کے لئے قائم اور مستعد و سرگرم رہ - عکرمہ رض کہتے ہین مزمل کے معنی ظاہری چادر اوڑھنے والے ہی کے نہین بلکہ مراد ملتزم و ذمہ داری کرنے والے کے ہین کہ اے نبوت و رسالت کے ذمہ دار اور کمالات ملکوتی کے حامل اور اسی لئے وہ اس لفظ کو تخفیف زاے و دال اور فتح میم مشدد سے پڑھتے تھے وہ اسکو زمل سے لیتے ہین جسکے معنی اُٹھانے کے ہین کہتے ہین زمل ہذا الامر اسے حمل - قم اللیل کے معنی پر مفسرین نے متعدد رائین ظاہر کی ہین (۱) جمہور کا قول ہے کہ آپ پر اور آپکی امت پر ابتداء اسلام مین پنجگانہ نماز فرض ہونے سے پہلے رات کی عبادت فرض تھی اور یہ حکم قریب ایک برس کے رہا چنانچہ احمد و مسلم و ابوداؤد و نسائی و بیہقی و حاکم وغیرہ نے عائشہ رض سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالی نے اس سورہ کے اول مین قیام لیل فرض کردیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب برس دن تک ایسا ہی کرتے رہے یہانتک کہ اُنکے پاؤن سوج گئے پھر برس دن کے بعد اس سورہ کا اخیر حصہ نازل ہوا (فاقرؤا ماتیسر من القرآن) اس سے تخفیف کی گئی اور یہ حکم فرض نہ رہا نفل رہگیا یہی مضمون ابن عباس رض سے بیہقی و طبرانی وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے - بعض علما یون تشریح کرتے ہین کہ اول اس حکم مین یہ تخفیف کی گئی کہ قم اللیل کے بعد الا قلیلا فرمایا جس سے آپ رات بھر مین کچھ کچھ ٹھہر جاتے اور آرام لیتے تھے مگر یہ حکم برس تک رہا پھر نصفہ فرمایا تمام رات کی جگہ پچھلی آدھی رات کی عبادت فرض رہگئی مگر گھڑی گھنٹے نہ تھے ٹھیک آدھی رات کا اندازہ مشکل تھا اور اسکے علاوہ اسطرح کی مقید پابندی بھی تھی اسلئے او انقص منہ قلیلا او زد علیہ فرمادیا گیا کہ نصف شب پر کچھ موقوف نہین اس سے کم زیادہ کرنیکا تمہاری حالت صحت و مرض خواب و بیداری فرط شوق وغیرہ پر محول ہے مگر آدھی سے بالکل ہی کم نکرو بلکہ کسیقدر بہرحال تہائی رات جاگنا عبادت کرنا ضرور ہے اسمین سردی گرمی کی راتون کے لحاظ سے بھی ایک تخفیف ہے پھر اس رات مین کیا کرو ؟ آپ ہی بتلاتا ہے ورتل القرآن ترتیلا کہ نماز مین قرآن پڑھو عمدہ طور سے - ترتیل کے معنی ہین اچھی طرح سے پڑھنا - اسطرح سے پڑھنے سے دل پر ایک اثر ہوتا ہے اور جلد جلد پڑھنا گھاس کاٹنا ہے - (ان جملون کی اور اسکے بعد کے جملون کی ہم بعد مین شرح کرینگے) اسکے بعد فرمایا ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل الخ کہ ہمین معلوم ہے کہ تو دو تہائی رات کے قریب اور نصف شب کے قریب اور تہائی کے قریب اُٹھتا ہے اور تیرے ساتھ تیرے اصحاب کا ایک گروہ بھی اُٹھتا ہے رات کا اندازہ تم ٹھیک ٹھیک نہین کرسکتے اور رات دن کا اندازہ اللہ ہی کرتا ہے ابر بادل وغیرہ اسباب سے دو ثلث اور نصف کا اندازہ مشکل تھا اسلئے اُسنے اپنی مہربانی سے تمہاری حالت مرض و سفر پر بھی نظر کرکے یہ حکم دیدیا کہ فاقرؤا ماتیسر من القرآن جسقدر تم سے ہوسکے نماز مین قرآن پڑھ لیا کرو - یہ اخیر رکوع کا خلاصہ ہے اس سے دو ثلث اور نصف اور ثلث رات کی قید بھی اُٹھ گئی جسقدر نشاط خاطر سے ہوسکے پھر اسکے بعد پنجگانہ نمازین فرض ہوئین جیسا کہ سورہ کے اخیر مین ہے واقیموا الصلوۃ الخ امت پر تہجد کی نماز جسکی بارہ رکعت سے ایکرکعت تک (موقع اور فرصت و حالت صحت و مرض کے لحاظ سے) ہین سنت رہ گئی اور آنحضرت صلعم پر بدستور فرض رہی مگر یہ تخفیف ہوگئی کہ تمام رات یا دو ثلث یا ثلث کی قید باقی نرہی اور اخیر عمر تک آپ تہجد کی نماز پڑھتے رہے اور صحابہ رض بھی کرتے رہے اور صالحین امت کا یہی دستور اور طریق ہوگیا - (۲) بعض علما کہتے ہین شب بیداری نہ آنحضرت صلعم پر واجب و فرض تھی نہ امت پر بلکہ امر ندب کے لئے ہے کہ بہتر ہے جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے فتہجد بہ نافلۃ لک

قول اول

تمام تھی پھر جو تیسیر کے لئے فرمایا ہے اسکا مطلب یہ کہ آپ کو آدھی رات اور اس سے کم ثلث رات اور اسکا اور نصف کا اختیار دیا تھا کہ جس قدر چاہو شب بیداری کرو آنحضرت صلعم اور آپکے ساتھ صحابہؓ نے اول اول عرصہ تک شب بیداری نصف رات سے زائد کی جو قم الیل الا قلیلا کا مصداق ہے پھر نصف شب تک پھر کبھی دو ثلث کبھی ایک ثلث رات تک جیسا کہ نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ سے سمجھا جاتا ہے اور لیل اسی چیز کو جس سے ہمیں فرماتا ہے ان ربک یعلم انک کہ تیرا رب جانتا ہے کہ تو اور تیرے ساتھ والے دو ثلث اور نصف اور ایک ثلث رات میں اٹھتے اور شب بیداری کرتے ہیں۔ اگر او انقص منہ قلیلا او زد علیہ کے یہی معنی نہ تھے تو آپ دو ثلث اور نصف اور ثلث رات میں کیون اُٹھتے اور کہان سے یہ بات پیدا ہوئی تھی مگر پھر اس ثلث و نصف و ثلث کی قید بھی جو آنحضرت و صحابہؓ نے اپنے لئے نفل کی طور لگا رکھی تھی اُٹھ گئی اور تہجد گزارون کے شوق اور فرصت پر چھوڑ دیا **ف** ورتل القرآن ترتیلا مبرد کہتے ہین عرب بولتے ہین ثغر رتل جبکہ دانت کنگھیان نہون بلکہ جُدے جُدے ہون اور کلام مرتل اُس کلام کو کہتے ہین جو باترتیب ہو اور جسکے جدا الگ الگ ہون قرآن کی ترتیل اسکے حروف و کلمات کا مخارج سے ادا کرنا اور جلدی نہ کرنا اور حرکات و وقوف کو ایسی طرح سے ادا کرنا کہ سُننے والا اگر گننا چاہے تو گن سکے یہ تدبر و تفکر کے لئے ہے کہ معانی و معانی خوب سمجھ میں آئین حضرت اُمّ سلمہؓ سے یعلی بن مالک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کا حال دریافت کیا فرمایا تم آپکی نماز کیا پوچھتے ہو پھر آپکی قرأت بتلائی ایک ایک حرف جدا کر کے (اخرجہ النسائی) اسیطرح بخاری و ترمذی وغیرہ محدثین نے روایات نقل کی ہین شعر کے طور سے پڑھتے تھے اور جلد جلد پڑھتے تھے آنحضرت صلعم نے منع فرمایا ہے اور حکم دیا کہ جس سے دلونکو حرکت ہو ایسے پڑھو **ف** یہ پڑھنا بظاہر نماز تہجد میں ہے اگر نماز سے فارغ ہو کر یون بھی کوئی قرآن مجید ٹھیر ٹھیر کے پڑھتا ہے تو عجب نور و سرور و معانی پیدا ہوتا ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ الفاظ قرآنی اسکے معانی پر دلالت کرتے ہین اور وہ معانی مدتون کلام نفسی کا مرتبہ علم الٰہی مین حاصل کئے چکے مین پھر جب معانی ان الفاظ سے کہ جنمین الوہیت تقدس کا رنگ پیدا ہو گیا ہے اور اُس عطر حقیقی سے معطر ہو چکے ہین کان کے رستہ سے دل تک پہونچتے ہین تو پڑھنے والیکی روح پر وہی کیفیت پیدا کرتے ہین اور کچھ کلام الٰہی پر منحصر نہین جس کلام کو بار بار پڑھا جاویگا اور اُسکے معانی کا ذہن میں علی الدوام ملاحظہ کریگا متکلم کی صفت اور اُسکا رنگ اسکے اندر نمودار ہوگا مثنوی شریف اور بزرگون کے ملفوظات کو دیکھئے اور اسی طرح بُرے کلامون کو قیاس کر لیجئے عشق و حسن اور فواحش کے افسانے اور عیارون بدمعاشون کی داستانین انکے پڑھنے والون بلکہ سُننے والون پر ایسا ہی رنگ پیدا کرتے ہین +

حاصل کلام کہ قرآن مجید کے پڑھنے سے انوار روحانیہ و قرب حق میسر آتا ہے اور بندہ کے تمام مدرکات و مشاعر کو انوار قرب الٰہی پر کر لیتے ہین اور صفات الٰہیہ بندہ کی صفات پر اور اسکے افعال اسکے افعال پر غالب آجاتے ہین اور یہی دنو ملی ہے خصوصاً جبکہ اس استحضار و التفات کا دوام ہو۔ علما فرماتے ہین کہ قرأت قرآن اور اسمین غور و تدبر کے تین مرتبے ہین اول یہ کہ ہر خطاب قصہ مین اپنے آپکو مخاطب سمجھے دوم یہ کہ بغیر واسطہ اس کلام کو حق سبحانہ سے سُننے تیسرا مرتبہ جو اصل ہے یہ ہے کہ متکلم کی صفات و افعال کا اسمین مشاہدہ کرے +

ف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید پڑھنے کا حکم دینا انکو علم غیب حاصل کرنیکے لئے تیار کرنا ہے اور وحی کے لئے مشاق کرنا ہے کیونکہ بار بار زبان کان تک کلام الٰہی پہونچنا اور کان سے دل تک جانا سنت وحی مین تخفیف پیدا کرنیکا باعث ہے یعنی پہلے سے سدھانا ہے کیونکہ نزول وحی کے وقت روح ملکیہ مقام متعددہ سے ایک جمع ہوجاتے تھے اور اُسکی اس کیفیت سے جانیکا قلب و جوارح تک پہونچنا حواس و قویٰ بشریہ کو ایک سخت صدمہ پہونچاتا تھا یہانتک کہ آپ پر ایک بیہوشی طاری

ہو جاتی تھی اور سرد موسم میں پسینہ آجاتا تھا اور جذب روح کی سی حالت ہوجاتی تھی اسلئے بار بار پہلے سے اس کا مشتاق ہوجانا سہولت کا باعث ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کے پڑھنے کے حکم کے بعد فرماتا ہے اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا کہ ہم ابھی تجھپر بھاری بات ڈالیں گے جس سے مراد پے درپے قرآن مجید کا نازل ہونا ہے جو آپ پر نہایت گران ہوتا تھا - یہ ابتداء وحی میں تھا پھر آخر میں یہ ثقل جاتا رہا تھا - پس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ رات کے اُٹھنے اور قرآن کے پڑھنے کا آپ کو اسلئے حکم دیا کہ ہم آپ پر ایک بھاری بات ڈالینگے یعنی قرآن مجید پے درپے نازل کرینگے جو باعتبار نزول کے آپ پر بھی بھاری اور عمل کرنے اور عادت و رسوم کفر چھوڑنے کے لحاظ سے کفار و مشرکین پر بھاری ہے اور خود قرآن بھی ایک وزنی اور گران بہا ہے اپنی بلاغت اور صحیح وجوہ اعجاز اور تعلیم مکارم اخلاق کے لحاظ سے اور اس سبب سے کہ اسکے لئے ظہر و بطن ہے ہر پہلو میں ایک معنی ہیں نفس امارہ کی شرارتیں توڑنے میں بے نظیر ہے وغیرہ وغیرہ بہت سی خوبیاں اسمیں جمع ہیں جسکا مثل بنانا بشر سے ممکن نہیں پس آپ پہلے سے مستعد رہیں اور عبادت و ذکر سے نفس کو اشراق جلال الٰہی کے لئے تیار رکھیں - بعض مفسرین کہتے ہیں کہ قول ثقیل سے مراد کلمۂ توحید ہے جسنے دنیا میں زلزلہ ڈالدیا تھا اور جسپر ہر طرف سے مار دھاڑ ہوئی اور خویش و اقارب تک لڑنے کو تیار ہو گئے اور پھر تکلیف کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا - بعض کہتے ہیں قول ثقیل وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ہے یعنی اقارب تمام بنی آدم کے سلئے دین حق کی منادی کرنا جس سے بھاری اور کوئی بات کیا ہوگی ؟ تمام عالم کے سدھارنے کا بیڑہ اٹھانا اس حالت میں کہ دنیا ہلاکت کے عمیق گڑھے میں گر پڑی ہو اور جہالت کی کالی گھٹاؤں نے ہر طرف سے گھیر لیا ہو بڑا بھاری کام ہے - حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام صرف بنی اسرائیل کے سدھارنے کے لئے آئے تھے اور انہیں کے ہمقوم اور ہم زبان بھی تھے پھر ان پر مصائب کے جسقدر پہاڑ توڑے گئے اہل تاریخ پر مخفی نہیں چہ جائیکہ ایک شخص تمام جہان کے لئے بھیجا جاوے ؎ آفرین بر جان پاکت آفرین ٭ مرحبا بر روح پاکت مرحبا ٭ اسلئے آپ کو تقرب الٰہی کی قوت اور انوار سے جو تہجد گذاری و ذکر و تلاوت کے سبب حاصل ہوتے ہیں پہلے سے قوی و مستعد ہونے کا حکم دیا گیا اور آپ کے ساتھ اس کام کے رفقاء کو بھی شریک کیا گیا کہ پہلے سے تیار ہو رہو تمسے بڑا کام لینا ہے ٭

؎ والا بسوز کہ سوز تو کارہا بکند ٭ دعا ئیم شبت دفع صد بلا بکند ٭ یہ جو تھوڑے سے دنوں میں تمام جہان میں توحید و حق پرستی و پرہیزگاری کی روشنی پھیل گئی اس اندھیری راتوں کے سوز و فغان کا اثر ہے - اے خدا کے پیارے اسقدر بھاری بوجھ اُٹھانے والے تجھپر اور تیری پاکباز جماعت پر جنہوں نے خوشی سے اس گرانبار بوجھ کے تلے کندھا دیا اور ڈوبتی کشتی بنی آدم کو بھنور سے کھینچ کر کنارہ پر لا ڈالا لاکھ لاکھ درود اور کروڑ کروڑ سلام اور جان فدا ہوا ے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے فرزند ارجمند آپنے اپنے جد بزرگوار کے کام کو پورا کر دیا آپ کا احسان قیامت تک بنی آدم ادا نہیں کر سکینگے علیک صلوٰۃ اللہ و سلامہ ٭

اسکے بعد رات کے اُٹھنے کے فوائد بیان فرماتا ہے اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْئًا وَّاَقْوَمُ قِيْلًا کہ رات کا اُٹھنا نفس پر سخت ہے اور بات کہنے میں بہت عمدہ وقت ہے (ناشی پیدا ہونے والا کہتے ہیں نشات تنشا نشاۃ فہی ناشیۃ والانشاء الاحداث) ناشئۃ اللیل کے دو معنی ہیں (۱) ابو عبیدہ کہتے ہیں ناشئۃ اللیل رات کی ساعتوں اور گھڑیوں کو کہتے ہیں جو یکے بعد دیگرے پیدا ہوتی ہیں (۲) جو رات میں پیدا ہو انسان کا نفس ہی ناشئۃ اللیل ہے جو خواب کے بعد گویا دوبارہ پیدا ہوتا ہے اور قیام لیل کو بھی کہہ سکتے ہیں ابن الاعرابی کہتے ہیں جب اول رات سو کر اٹھے تو اسکو نشاء کہتے ہیں اور اس سے ناشئۃ اللیل ہے اور شب میں جو بیدار ہونے کے بعد روح پر انوار غیبی پیدا ہوتے ہیں وہ بھی ناشئۃ اللیل ہیں - الحاصل رات کا

اٹھنا بھی ناشئۃ اللیل ہے) وطأ کو جمہور نے بفتح واو وسکون طاء پڑھا ہے اسکے معنی ثقیل و سخت کے ہیں بولتے ہیں اشتدت علی القوم وطأۃ السلطان اور اسی معنی میں ہے آنحضرت صلعم کا یہ قول اللہم اشدد وطأتک علی مضر یہ مطلب کہ رات کا اٹھنا نفس پر گران ہے اور یہ واقعی بات ہے پچھلی رات کی میٹھی نیند خصوصاً سردی میں جبکہ لحاف میں پڑا ہوا زنان محبوب و فرزندان مرغوب بغل میں ہوں اور اسی طرح گرمی کی راتوں میں جبکہ اول رات گرمی کی شدت اور پسینوں اور مچھروں کی مصیبت سے بچ کے پچھلے آنکھ لگی ہو اٹھنا اور یاد الٰہی میں مصروف ہونا انہیں جوانمردوں کا کام ہے اسلئے ان اٹھنے والوں کی مدح خدا تعالیٰ نے کی ہے تتجافی جنوبہم عن المضاجع یدعون ربہم خوفا وطمعا کہ بستروں سے الگ رہتے ہیں اپنے رب کو طمع و خوف میں پکارتے ہیں اور فرماتا ہے یبیتون لربہم سجدا و قیاما کہ اللہ کے نیک بندے اپنے رب کے لئے سجدہ اور قیام میں رات گزارتے ہیں۔ بعض نے کسر واو و فتح الطاء بھی پڑھا ہے اس تقدیر پر اسکے معنی مواطاۃ یعنی میل وغیرہ ہونے وافقت اور مطابقت کے ہیں رات کے اٹھنے میں زبان اور دل اور آنکھ اور کان میں بہت موافقت ہوتی ہے کیونکہ انتشار و شور و شغب کا وقت نہیں ہوتا بلکہ سکون اور تنہائی کا وقت ہوتا ہے جو بات منہ سے نکلتا ہے دل سے نکلتا ہے کان اسکو دل تک پہنچانے کے لئے تیار رہتے ہیں واقوم قیلا اور اسوقت بہت درست اور ٹھیک بات منہ سے نکلتی ہے۔ قتادہ و مجاہد کہتے ہیں قرأت قرآن اسوقت بہت ٹھیک ہوتی ہے اسلئے کہ دنیا میں سب چپ چاپ ہوتی ہے اور عالم غیب سے نزول وحی کا ایک خاص انکشاف ہوتا ہے اور حظیرۃ القدس کا دروازہ بنی آدم کی طرف کھلا ہوا ہوتا ہے اسی بات کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے کہ نزل ربنا تبارک وتعالی کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الآخر (متفق علیہ) کہ رب تعالیٰ ہر رات پچھلی تہائی رات میں پہلے آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے اور فرماتا ہے کہ کوئی مانگنے والا ہے کہ میں قبول کروں؟ کوئی مانگنے والا کوئی مغفرت مانگنے والا بخشدوں۔ خدا پاک نزول و صعود جسمانی سے پاک ہے اس سے مراد وہی تجلی و توجہ جسکو عرفا تقرب کہتے ہیں نماز تہجد کے فضائل اور اسکی تاکید اور اسکے برکات احادیث صحیحہ میں بکثرت بیان ہوئے ہیں جنکے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔ اسکے برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تہجد گذار کے چہرہ پر ایک عجب نور نمودار ہوتا ہے اور اسکی قبر میں کبھی اندھیری نہیں ہوتی اور اسکی مشکلات کو خدا آسان کرتا ہے اور اسکی دنیا کی ظلمت سے نجات دیتا ہے ❁

فرماتا ہے رات کے اٹھنے کا کیوں حکم دیا گیا ان لک فی النہار سبحا طویلا اسلئے کہ دن میں تیرے لئے بڑا کام رہتا ہے (السبح الجری والدوران ومنہ السباحۃ فی الماء لتقلبہ بیدیہ و رجلیہ وفرس سابح لشدۃ جریہ۔ قال ابن عباس السبح الفراغ للحاجۃ والنوم) یعنی دن میں ہدایت و ارشاد و فیصلہ خصومات و تدابیر دفع اعداء دین و عیادت مرضی و تدبیر خانہ داری وغیرہ کا رہتا ہے میں تخلیہ مشکل ہے اسلئے رات کا وقت مناجات و تلاوت و دعا کے لئے عمدہ وقت ہے۔ زجاج کہتے ہیں یہ معنی ہیں کہ رات کے جاگنے میں نیند اور آرام حاصل نہ ہو تو دن آپ کے لئے بڑا وسیع ہے اسمیں آرام کر لو سو رہو ❁

رات کی عبادت ہی پر موقوف نہیں کہ دن میں خدا سے غافل ہو جاوے دنیا ہی کے دھندے میں پھنسا رہے بلکہ ہر وقت یاد رکھے اسلئے ارشاد فرماتا ہے واذکر اسم ربک کہ اپنے رب کو یاد کر ہر حال میں اسے نہ بھول کیونکہ جب دم بند اس سے غافل ہو جاتا ہے تو سلسلہ انوار کا روح سے منقطع ہو جاتا ہے اور اسکی بے حالی سے روح پژمردہ ہو جاتی ہے **ف** ذکر عام ہے خواہ زبانی ہو خواہ قلبی خواہ روح سے خواہ سر سے خواہ خفی خواہ جلی خواہ نفس اور ماہیت کا اسم ذات کا ورد ہو یا اسم صفاتی کا کیونکہ جسکو اسکو مناسبت ہو اور اسکے حال کے موافق ہو۔ حضرات صوفیہ کرام نے اجتہاد و استنباط اور تعلیم الہامی اذکار کے مختلف

طریقے مبتدی و منتہی کے مناسب مقرر کئے ہین اور تجربۂ ثقات نے تبلادیا ہے کہ انکا اثر جلد محسوس ہوتا ہے اور تنویر قلب و روح مین انکو ایک عجیب خاصیت ہے اسکا انکار بدیہیات کا انکار ہے۔ منتہی ہر حال مین ذاکر رہتا ہے کوئی شغل اور کوئی حال اُسکو یاد الٰہی سے غافل نہین کرسکتا مگر مبتدی کے لئے ذکر تبتل کے ساتھ ہو تو جلد اثر بخشتا ہے اسلئے فرماتا ہے وتبتل الیہ تبتیلا کہ ماسوی اللہ سے قدر شواغل و علائق ہین انکو منقطع کرکے اسی کی طرف متوجہ ہو جا اسکے بعد جو تخلیہ و خلوۃ مین ذکر ہوگا تو اسمین کوئی خطرہ اور وسوسہ سد راہ نہوگا ورنہ ہزار ہا خطرات کی نجاست کے ساتھ ذکر کچھ مفید نہین۔

سہ برزبان تسبیح و در دل گاؤ خر + این چنین تسبیح کے دارد اثر +

ذکر مع التبتل کی عرفا نے ایک صورت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ علاقہ اہل و دنیا کو منقطع کرے اگر کرسکے ورنہ کم تو ضرور کرے نہ کسی سے دوستی کسی سے دشمنی نہ جھگڑا نہ بغض نہ کینہ نہ حسد باقی رکھے بقدر ضرورت مال سے لباس و مکان پر اکتفا کرکے شب کو کسی گوشہ مین سر ڈھانک کر قبلہ رو باطہارت بیٹھے استغفار و درود کے بعد ذکر شروع کرے فرائض و سنن و نوافل کے بعد کوئی ذکر ہو اگر ذکر قلبی ہو تو بہتر اور توجہ تام حق سبحانہ کی طرف ہو اسکے بعد اسپر ایک حالت طاری ہوگی کہ جسمین تعداد ذکر بھی جاتی رہیگی۔ اسکے بعد ایک جاذبۂ محبت اسپر طاری ہوگا اور اسکو ایک بیخودی ہوگی جسمین اپنے صفات و ذات کے حالات سے بھی فراموشی ہو جائیگی اور اس مرتبہ کو قرب کہتے ہین اسکے بعد ذکر بھی ساقط ہو جاویگا اور نہ کوئی مذکور کا شہود باقی رہ جاویگا اسکے بعد ایک اتصال بے تکیف و بے قیاس حاصل ہوگا اور اس مرتبے کا نام بقا ہے۔ اسطرح سے مداومت کرے کم از کم چار چلے تو اسکو مل اسے پھر دیکھئے کہ عالم کے کسقدر اسرار منکشف ہوتے ہین مگر صلاحیت و قابلیت شرط ہے +

ف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے ذکر مع التبتل کیا کرتے تھے مکہ سے کئی میل کے فاصلہ پر حرا ایک پہاڑ ہے اسکے غار مین اپنا خلوتخانہ بالکل تنہا آپکی بیوی حضرت خدیجہ کچھ کھانا پانی آپکو وہان پہنچا دیا کرتی تھین۔ یہ ٹھیک معلوم نہین کہ کتنے عرصہ تک آپ وہان رہے مگر جب عالم غیب کے تماشہ کا وقت آگیا تو ملائکہ سے باتین ہوتی تھین آخر جبرئیل امین آئے اور سورۂ اقرء ساتھ لائے اسکے بعد چھ مہینے تک وحی بند رہی اور آپ پر اس قبض سے ایک سخت صدمہ تھا اور اس قبض کا نام ضلال تھا جسکے دفع کی طرف سورۂ الم نشرح مین اشارہ ہے ووجدک ضالا فہدی جبہ مہینے کے بعد پھر سورۂ مزمل نازل ہوئی اور پھر پے درپے قرآن نازل ہونے لگا اور اعلاء کلمۂ حق سے مکہ مین ایک شور برپا ہوگیا ابداؤن کے دروازے کھل گئے اس سورہ مین شروع انہین حالات کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ لفظ مزمل اور نماز تہجد و ذکر و تبتل کا اشارہ ہے جو اسوقت کی حالت سے مناسب تھا بعد مین جلوت کا زمانہ آگیا تھا جو ارشاد و ہدایت کے لئے ضروری تھا +

تبتل پر خیال بشری یہ اشکال پیدا کرسکتا تھا کہ پھر دنیاوی کام کیونکر چلین گے کھانا پینا مرنا جینا شادی غمی تندرستی بیماری مین جو امور تمدنی بین ضرور بنی نوع کی طرف حاجت پڑتی ہے پھر سب سے الگ ہو جانا مشکل بات ہے اسلئے اپنے نبی کریم کو بتایا جاتا ہے رب المشرق والمغرب لا الٰہ الا ہو فاتخذہ وکیلا کہ وہ مشرق و مغرب کا رب ہے اُسکے سوا اور کوئی معبود نہین تمام دنیا اور اُسکے جمیع اسباب و سارے سلسلے اُسی کے ہاتھ مین ہین جو اہل مشرق و مغرب کی پرورش کرتا ہے پتھر مین کیڑے کو گھونسلون مین پرندون کو بیابانون مین چرندون کو روزی دیتا ہے مشرق سے دن نکالتا ہے جہان کو روشن کرتا ہے تمام کاموں کے سلسلے جاری کردیتا ہے مغرب کا رب ہے اندھیری پھیلا دیتا ہے رات مین بستر خواب پر سبکو لٹا کر موت کا نمونہ دکھا دیتا ہے پس اسیکو اپنا کارساز بنالو وہ آپکے کام سرانجام کر دیگا

[illegible] ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ابتدا مین بحالت ریاضت [illegible] کی ہیں چالیس [illegible] اور [illegible] اور
[illegible] فرمایا کر خاوند [illegible] مین سفر [illegible] حالت مین ہوتی ہے [illegible] آنحضرت صلعم کے [illegible]
[illegible] مین بھی بالکل ایک ہی پھول کی خوشبو آتی ہے [illegible]

ف درستی دل کے لئے دو باتین ضرور پیش آتی ہین ایک وہ کہ جنکا تعلق اپنی ذات اور خالق سے ہے دوم یہ کہ جنکا تعلق اوروں سے بھی ہے اسلئے یہان آنحضرت صلعم کو اول ان دونون کے لئے تنہا قسم اول کی تعلیم تھی کہ انکو عمل مین لاؤ اور وہ چار باتین ہین (۱) قیام شب نماز تہجد و قرأت قرآن علم ہے کہ آدھی رات یا کچھ کم یا ثلث یا ایک ثلث رات سے ہو۔ اسکے ضمن مین قیام شب کے فوائد بھی ارشاد کر دیئے تھے کہ ہم تجھ پر ایک بھاری بات ڈالینگے عبادت و ریاضت سے اسکے لئے تیار ہو اور نیز رات کا اٹھنا نفس کشی کا بڑا عمدہ آلہ اور قرأت اور مناجات کا خوب وقت ہے (۲) اسکے سوا ہر وقت اور ہر حال مین اپنے رب کو یاد رکھو (۳) سب علاقے توڑ کر اسکی طرف متوجہ ہو مگر علاقے توڑنے کے یہ معنی نہین کہ زن و فرزند بیع و شرا کاروبار معاش کو معطل کر دو بلکہ تعلق خاطر اٹھالو دل مین جگہ نہ دو اور اپنے فرائض نہ ہو جاؤ دفع الوقتی اور ایام گزاری ملحوظ رکھو اور اسلام مین یہی تبتل معتبر ہے نہ رہبانیت کہ لنگوٹا باندھ کر جنگل اور پہاڑون مین جا بیٹھو اسلئے کہ ایسا حکم نظام عالم کو برہم کرتا ہے ہان اگر خاص لوگ اپنے مناسب حال سمجھین اور جذبہ محبت انکو دنیا سے بالکل الگ کر دے تو انپر کچھ عتاب بھی نہین (۴) اسپر توکل کرو تمام دنیا کا وہی کارساز ہے۔ توکل صرف منہ سے کہنے کا نام نہین بلکہ تدابیر و اسباب ظاہریہ کے بعد بھی یقین کامل رہے کہ وہی ہمارے کام کا متکفل ہے وہی مصائب دفع کرتا ہے۔ اور ان حکمون مین عجب ترتیب طبعی ملحوظ ہے کس لئے کہ شب بیداری تہجد گزار کو اور خود ذکر مین حلاوت پیدا ہو جاتی ہے۔ دن مین بھی اس محبوب حقیقی کو نہین بھولتا بلکہ اسی مزہ مین رات کا منتظر رہتا ہے اور جب یہ کیفیت ہو جاتی ہے تو خود بخود دل سے قطع تعلقات بھی ہوتے جاتے ہین کیونکہ یہ تعلقات اس محبوب حقیقی کے وصال مین مانع اور رقیب ہین ایک دل مین دو مخالف خواہشین کیونکر جمع ہو سکتی ہین۔ اسکے بعد اسپر تبتل اور شہود محبوب ہوتا ہے پھر اسکی آنکھ مین اور کوئی دکھائی نہین دیتا کہ جسپر وہ توکل کرے یا اسکو کارساز سمجھے اسکے سوا کسی چیز کو ہستی مین نہین سمجھتا ؎ چو سلطان عزت علم برکشد + جہان سر بجیب عدم درکشد +

اسکے بعد قسم دوم کی باتین ذکر فرماتا ہے جنکی اپنی آراستگی و درستی کے بعد مخلوق کی درستی کے لئے ضرورت ہے اور وہ بھی چار ہین (۱) واصبر علی مایقولون کہ انکی باتون پر صبر کر۔ کفار کئی قسم کی باتین کہتے تھے اول یہ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپکے اصحاب کو برا کہتے اور گالیان دیا کرتے تھے۔ دیوانہ۔ احمق اور سخت باتین کہتے تھے جس سے جوش آتا اور درپے انتقام و مقابلہ ہونا ایک فطری بات ہے مگر اس سے آنحضرت کو روکا گیا کیونکہ اس سے عداوت قائم ہوتی ہے جس سے ہدایت کا دروازہ بند ہوتا ہے جو کچھ کہین کہنے دو برا نہ مانو اپنا کام عبادت و ہدایت کا کئے جاؤ (دوم) وہ اپنے بتون کی مدح اور انکی کرامات کے کرشمے اور آخرت کا انکار کر کے لوگون کو توحید و آخرت کے مفید اعمال حسنہ سے روکتے تھے ایسی باتون پر بھی خدا پرست طبائع کو غصہ آنا معمولی بات ہے مگر ابتدا مین انکے جواب دینے سے روکا گیا (۲) واہجرہم ہجرا جمیلا اور ان بیوقوفون کو اچھی طرح سے چھوڑ دے۔ ہجر جمیل یہ ہے کہ کینہ نہ رکھے انکو برائی اور ایذا پہنچانے کا قصد نہ کرے نہ گلہ و شکوہ کرے بیہودہ توہین تو کجا جہان تک ہو سکے بھلائی اور نصیحت سے بھی درگزر نہ کرے۔ آنحضرت صلعم اور صحابہ نے جب یہ اخلاق حمیدہ کفار سے برتے تو پھر انکے دلون پر ایک ایسا اثر ہوا کہ روز بروز سیکڑون اسلام کی طرف مائل ہونے لگے۔ واعظ اسلام مین یہ باتین شرط ہین اگر ایسی طبیعت نہ ہو تو اسکو وعظ و ہدایت کی مسند پر بیٹھنا روا نہین کیونکہ بجائے ہدایت کے اسکے اخلاق درشت اور منتقم طبیعت اور لڑنے والی زبان سے اور بھی عداوت ہو کر لوگون کو اپنی بری باتون پر اصرار ہو جائیگا (۳) وذرنی والمکذبین اولی النعمۃ کہ مالدار جھٹلانے والون کو مجھ پر چھوڑ دے آپ انکے لئے بددعا بھی نہ کرین (۴) ومہلہم قلیلا اور انکو تھوڑی مہلت دیجئے۔ اول تو ایسے گمراہ اور گمراہ کرنے والون کو جو اپنے خداداد مال و جاہ کا شکریہ نہین کرتے بلکہ اسکو خدا کے مقابلے مین صرف کرتے ہین دنیا ہی مین سزا ملجایا کرتی ہے ورنہ مرنے کے بعد تو ضرور ہی ملیگی اور یہ چند روزہ مہلت ہے۔ اور وہ سزا کیا ہے ؟ ان لدینا انکالا وجحیما وطعاما ذا غصۃ وعذابا الیما کہ انکے لئے ہمارے ہان بیڑیان تیار ہین اسلئے کہ ان پیرون سے خدا کی راہ مین چلکر نہین آتے تھے اور نیز کھڑے ہو کر نماز نہین پڑھتے تھے بلکہ فساد اور نفسانی خواہشون

اور انکے لئے آگ جلانے والی بھی تیار ہے یہ انکے عشق و محبت دنیا کی آگ ہے اور نیز دین حق کے مقابلہ کی آگ ہے اور شہوات و لذات کی بھی آگ ہے جو انکے دلوں میں
جلا کرتی تھی اب یہ اس میں جلا کریں اور کھانے میں گلا گھونٹنے والے۔ گلے سے نیچے اترتے ہی نہیں یہ انکے دنیا میں عمدہ عمدہ کھانوں کا بدلہ ہے جو کہ اکثر شہوت پرستی
اور بدکاری پر مدد کاری کرتے تھے اور نیز یہ وہ بزرگان دین کی نصیحت بھی ہیں جو گلے سے نیچے دل میں نہیں اترتی تھیں اوپر ہی اوپر اڑا دیتے تھے اور یہ وہ شادمانیاں
اور رنگ و رنگ اور کھیل تماشے بھی ہیں کہ جن میں مست اور خدا سے دور تھے آج وہ گلوگیر ہو رہے ہیں اور طرح طرح کے دردناک عذاب بھی ہیں یہ سامان انکے لئے تیار
ہیں صرف تھوڑی دیر ہے اس چند روزہ زندگی میں جو کچھ کرنا ہے کرلیں اور یہ چیزیں پوری پوری انکو کس دن ملیں گی یوم ترجف الارض کہ جس دن زمین لرزے گی اور
اچھال کر پھینکا جائے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ٹیلے ریت کے بن جاویں یعنی قیامت کے روز۔ اور قیامت سے پہلے بھی مگر کم۔ انجیل لوقا کے ۱۶ باب میں ہے کہ حضرت
مسیح علیہ السلام نے ایک دولتمند کافر اور ایک غریب دیندار کا ذکر کیا ہے جو ناسور اور زخموں سے چور تھا اور کتے اسکے زخم چاٹتے تھے اور دولتمند کے خوان
کے ٹکڑوں کی آرزو کیا کرتا تھا قضا را دونوں مرگئے العزر کو جو غریب تھا فرشتوں نے لیجا کر ابراہیم کی گود میں رکھا اور دولتمند کو دوزخ میں اسنے ابراہیم کو دیکھا
اور اسکی گود میں العزر کو بھی اور اسنے پکارا کہ اے باپ ابراہیم مجھ پر رحم کر اور العزر کو بھیج کہ اپنی انگلی کا سرا پانی سے بھگو کر میری زبان ٹھنڈی کرے کیونکہ
میں لو میں تڑپتا ہوں تب ابراہیم نے کہا اے بیٹے یاد کر تو اپنی زندگی میں اپنی چیزیں لے چکا اور العزر بری چیزیں سو اب وہ آرام پاتا ہے تو تڑپتا
ہے اور ہمارے تمہارے درمیان ایک عمیق گڑھا ہے اور ادھر کے ادھر اور ادھر کے ادھر نہیں جا سکتے تب دولتمند نے کہا میں منت کرتا ہوں کہ تو
اسے میرے باپ کے گھر بھیج میرے پانچ بھائی ہیں انکو مطلع کرے تاکہ وہ بھی اس عذاب کی جگہ میں نہ آویں ابراہیم نے فرمایا انکے پاس انبیا ہیں چاہئے
کہ انکی سنیں اسنے کہا اے باپ اگر مردوں میں سے کوئی انکے پاس جائے تو وہ توبہ کریں گے ابراہیم نے فرمایا جب نبیوں کی نہ سنی تو مردوں کی کب سنیں گے

آیات کی تفسیر کے بعد ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کا بیان کرنا ضروری ہے

نماز تہجد

اسکا وقت جمہور کے نزدیک آدھی رات ڈھلنے کے بعد سے صبح صادق تک ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اور جسکو نماز تہجد
کیلئے بیدار ہونے کا بھروسہ نہ ہو تو وہ عشاء کی نماز کے ساتھ پڑھ لے تو کچھ مضائقہ نہیں چنانچہ بعض صحابہ ایسا ہی کرتے تھے احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ
شب بیداری اور نماز تہجد کی حالت اس سورۂ مزمل کے بعد سے ایک طرز خاص پر تھی کہ آپ شب کو پڑھکر سو جاتے اور آدھی رات کے بعد اٹھکر وضو کرکے دو رکعت
پڑھتے ان میں بہت کچھ قرآن مجید پڑھتے تھے سورۂ بقرہ و آل عمران وغیرہ اور دو رکعت … میں تمام کرتے اور تمام رات ترتیب جاتے تھے پھر اٹھکر اسی طرح
سے دو رکعت پڑھتے کبھی چھ رکعت پڑھتے کبھی زیادہ دس تک پڑھتے پھر اخیر میں تین رکعت وتر پڑھتے بعض صحابہ نے پانچ رکعت یا سات یا نو رکعت کی بھی
متصلا ایک رکعت وتر ملا کر جو طاق کرنیکے لئے اور اسی کو وتر کہتے ہیں اس حدیث میں پایا گیا اور کبھی ایک رکعت وتر کی بھی پڑھتے پھر صبح صادق کے بعد صبح کی دو رکعت
پڑھکر لیٹ جاتے پھر نماز صبح پڑھاتے اور کبھی صبح صادق تک برابر نماز پڑھتے رہتے اور بعض روایات میں زید بن خالد جہنی سے تیرہ رکعت مع وتر کے
ثابت ہوتی ہیں اور عائشہ صدیقہ کی روایت میں جسکو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے گیارہ رکعت بھی ثابت ہیں اور کبھی ایسا ہوا کہ کبھی بیٹھکر بھی نماز تہجد پڑھتے
تھے اور رکوع و سجود کے وقت اٹھکر رکوع و سجود کرتے تھے کوئی خاص سورۃ مقرر نہیں تھی آپ نماز تہجد میں بہت رویا کرتے تھے اور قرآن مجید کبھی آواز سے
کبھی آہستہ پڑھتے تھے اور کبھی تہجد میں دو رکعت اول جلدی تمام کرتے بعد کو طول دیتے اور نماز میں اٹھنے سے پہلے بہت دعائیں پڑھتے جو کتب حدیث میں مذکور ہیں

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ

ہمنے بھیجا تمہارے پاس ایک رسول تم پر گواہی دینے والا جیسا کہ فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا — پھر فرعون نے رسول کی نافرمانی کی

فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ۝ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ۝ السَّمَاءُ مُنْفَطِرٌ بِهِ ۚ

تب ہمنے اس کو وبال میں پکڑ لیا — پھر تم کیونکر بچ سکوگے اگر تم منکر ہوگئے اس دن سے جو لڑکون کو بوڑھا کردیگا — آسمان اس دن پھٹ جاوے گا —

كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ۝ إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝

اسکا وعدہ ہوکر رہیگا — یہ تو ایک نصیحت ہے — پھر جو چاہے اپنے رب کی طرف رستہ بنا سکے —

ترکیب

شاہدا وصف لرسولا وبیلا قال الاخفش شدیدا وبہ قال ابن عباس ومنہ مطر وابل وطعام وبیل اذا کان لا یستمرأ — یوما مفعول تتقون ای کیف تتقون یوما ان کفرتم وقیل مفعول کفرتم یجعل بجملۃ صفۃ یوم شیبا جمع اشیب والاصل فی شین شیب الضم وکسرت لمجانسۃ الیاء منفطر والباء سببیۃ ویمکن ان تکون بمعنی فی — وانما قال منفطر ولم یقل منفطرۃ لتنزیل السماء منزلۃ الشئ لتغیرہا عن صفتہا وقال الفراء السماء یذکر ویؤنث —

تفسیر

قریش اپنے تکبر اور سرکشی مین آنحضرت صلعم کے مطیع نہین ہوتے تھے اور انکو فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بھی معلوم تھا اسلئے ان آیات مین تبلایا جاتا ہی کہ ہمنے تمہارے پاس بھی ویسا ہی رسول بھیجا جیسا کہ فرعون کے پاس بھیجا تھا پھر اسنے سرکشی کی سزا پائی غرق ہوا پھر تم فرعون سے زیادہ مالدار اور صاحب حشمت و شوکت نہین ہو — یا یون کہو کہ نبوت کے مسئلہ کی ضرورت بیان فرمائی جاتی ہے کہ جب بدکاری اور بت پرستی ہوئی ہدایت کے لئے نبی آیا جیسا کہ پہلے فرعون کے پاس موسےٰ آئے تھے تمہارے پاس محمد صلے اللہ علیہ وسلم آئے فرماتا ہی انا ارسلنا الیکم رسولا ہمنے تمہاری طرف رسول بھیجا کیسا رسول شاہدا علیکم جو تمہارے نیک و بد کامونکی شہادت دینے والا وہ خدا کی طرف سے گواہی دیتا ہو کہ یہ کام برے اور ناپسند ہین اور یہ کام عمدہ اور قابل نجات ہین — یا یہ کہ وہ قیامت مین تمہارے اوپر گواہی دیگا جو کچھ تم نے کیا اور کرتے ہو وہ سچا گواہ آسمانی عدالت مین تمپر ثابت کردیگا اور تم کو ملزم ٹھہرائیگا اگر بدی سے باز نہ آؤگے اور نیک کام اختیار نکروگے — کما ارسلنا الی فرعون رسولا جیسا کہ فرعون کے پاس ہمنے رسول یعنے موسیٰ علیہ السلام بھیجا تھا — اس مین اسطرف اشارہ ہو کہ جسطرح بنی اسرائیل نے انکی اطاعت کی تو قید فرعون سے نجات پائی شام کی سرزمین نصیب ہوئی دنیا کے سردار ہوے اور فرعون نے سرکشی کی تو ہلاک ہوا اسی طرح اس نبی کے مطیع دنیا کی سرسبز بادشاہت کے مالک ہون گے اور آخرت کے بھی درجات حاصل کرینگے اور نافرمان و سرکش خوار و ذلیل ہونگے چنانچہ ایسا ہی ہوا قریش بدر مین مارے گئے سات برس کے قحط مین گرفتار ہوئے پھر فتح مکہ کے دن مغلوب ہوئے اور صحابہ دنیا اور دین کے سرتاج ہوئے — اس جملہ مین اس بشارت کی طرف بھی اشارہ ہے جو توریت سفر استثنا کے اٹھارہوین باب مین آنحضرت صلعم کی بابت منقول ہے اس مین موسیٰ علیہ السلام اللہ کی طرف سے بنی اسرائیل کو پہلے سے سناتے ہین مین انکے لئے انکے بھائیون مین سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اسکے منہ مین ڈالونگا انتہی متعصب عیسائی اس بشارت کا مصداق حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ٹھہراتے ہین اور سند بھی عیسائی مصنفون کے اقوال سے لاتے ہین — مگر یہ بشارت بجز آنحضرت صلعم کے اور کسی پر صادق نہین آتی اسلئے کہ اصل بشارت مین موافق عبرانی ترجمہ کے انکے بھائیون مین سے نبی برپا کرنا فرمایا ہے یعنے بنی اسرائیل کے بھائیون مین سے جو بنی اسمٰعیل ہین

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد مین برکت دینے کا وعدہ بھی ہوا ہے اگر اسکا مصداق حضرت عیسے یا اور کوئی اسرائیلی نبی ہو تو نبی اسرائیل مین سے برپا ہوا سمجھا جائیگا نہ بنی اسرائیل کے بھائیون مین سے دوسرے اس نبی کی نسبت یون فرمایا کہ وہ موسیٰ کے مانند ہوگا - اور یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل مین سے کوئی بھی موسے کے مانند نہین گزرا بلکہ ہر ایک انکا شریعت مین متبع تھا اور حضرت عیسے علیہ السلام مین تو کوئی بھی مشابہت حضرت موسی سے نہین تھی کس لئے کہ حضرت موسیٰ مان باپ سے پیدا ہوئے تھے بیوی اولاد رکھتے تھے ایک فرومایندہ قوم کو سرکشون کے پنجون سے چھڑا کر لائے اور ان کو ایک ملک کا سردار کر گئے برخلاف حضرت عیسے کے کہ وہ بقول نصاریٰ آدم زاد ہی نہ تھے بلکہ خدا زادے یعنے خدا کے بیٹے تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا اور نہ انکی بیوی بیٹے تھے نہ قوم کو رومیون کی قید سے آزاد کرا گئے - اور نیز حضرت موسی کے جانشین انکی نسل کے غیر بزرگ ہوئے جیسا کہ یوشع بن نون انکے بعد ان کا خلیفہ ہوا حالانکہ آپکی اولاد بھی موجود تھی اسی طرح آنحضرت صلعم کے بعد آپ کے جانشین حضرت ابوبکر ہوئے باوجودیکہ آپ کے اقارب واولاد بھی تھی جنکے عہد مین عرب غیر قومون پر فتحیاب ہوئے جیسا کہ یوشع بن نون کے عہد مین بنی اسرائیل شام اور فلسطین پر قابض ہوئے اور ہر دونون کی شریعت مین بھی حلت وحرمت طہارت ونجاست قوانین عبادت احکام معاملات اور دستور عبادات مین بہت مشابہت ہے اور حضرت عیسے کے پاس کوئی نئی شریعت ہی نتھی بلکہ موسے علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے اس لئے فرماتے تھے کہ مین توریت کا ایک شوشہ بھی مٹانے نہین آیا اور نہ شریعت کو منسوخ کرنے آیا ہون اور جو بعد مین پولوس وغیرہ نے شریعت بنائی تو اس مین ان باتون مین سے کچھ بھی نہین - حضرت موسے نے جہاد کئے اسی طرح آنحضرت صلعم نے بھی کئے وہ لوگون مین صاحب شوکت اور ذو وجاہت تھے ایسا ہی آنحضرت صلعم بھی برخلاف حضرت عیسے علیہ السلام کے کہ وہ محض فقیرانہ اور عاجزانہ پیرایہ مین تھے حضرت موسے علیہ السلام کو کوئی مخالف قتل نکر سکا اپنی موت سے مرے ایسا ہی آنحضرت صلعم برخلاف حضرت عیسے علیہ السلام کے کہ وہ بقول نصاریٰ یہود کے ہاتھ سے مارے گئے - الغرض پیدائش سے لیکر شریعت احکام اور زیست کے حالات اور موت اور بعد مین جانشینون تک کے حالات مین حضرت موسے اور محمد مصطفے اللہ علیہ وسلم مین جیسی مشابہت ہے اس کا سولھوان حصہ بھی حضرت عیسی علیہ السلام مین نہین -

پھر فرماتا ہے اگر اسے قریش تم ہمارے نبی الرحمۃ کی وجہ سے دنیاوی ہلاکت سے بچ گئے یا جیسا کہ تم ڈھٹائی سے کہتے ہو کہ ہم دنیا مین ہر قسم کی مصیبت اٹھا سکتے ہین تو فکیف تتقون ان کفرتم یوما یجعل الولدان شیبا اوس دن سے کیونکر بچوگے اگر تم کافر رہے اور کفر ہی مین مرگئے جو لڑکون کو بوڑھا کر دیگا یعنے قیامت کا دن علماء فرماتے ہین یہ کنایہ ہے اس دن کی شدت اور درازی سے کہ غم کے مارے لڑکے بوڑھے ہوجاوینگے یا وہ اس قدر بڑا دن کفار پر ہوگا کہ لڑکے بوڑھے ہوجاوینگے کس لئے کہ وہ بڑا دراز دن ہوگا بیضاوی فرماتے ہین ہذا علے الفرض والتمثیل الخ کہ یہ تمثیل اور فرض کی طور پر ہے کہ اگر لڑکے بھی ہونگے تو غم کی آنچ سے بوڑھے ہوجاوینگے کیونکہ غم والم سے بڑھاپا جلد آتا ہے مطلب یہ کہ بڑا اندوہناک روز ہوگا السماء منفطر بہ اور آسمان پھٹ جاویگا - یجعل الولدان حشر کے وقت کا حال ہے اور السماء منفطر بہ نفخہ اول کا ہے اور دونون کا ایک ہیبتناک متصلا حادثہ ہے سب کو ایک دن اپنے وقت مصیبت بیان فرمانا پوری تشریح ہے اور ان باتون مین آدمزاد کو کچھ شک وشبہ نکرنا چاہئے کہ کان وعدہ مفعولا اسکا وعدہ جو اسنے رسول کی معرفت کیا ہے قیامت کے آنیکی بابت اور جزاو سزا کی بابت ضرور ہوکر رہیگا اب جو تم کو سمجھایا اور ڈرایا جاتا ہے ان ہذہ تذکرہ یہ محض تمہاری نصیحت اور خیرخواہی اور تمکو آگاہی کیجاتی ہے ورنہ اور کچھ غرض نہین فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا ہم نے اپنے تک تقرب حاصل کرنیکی راہ بیان فرمادی ہے جسکا جی چاہے ہمارے دربار لطف مین جگہ پانے اور ہم پاس آنے کا رستہ اختیار کرلے وقت ہے - ورنہ دوسرے رستہ کا انجام جہنم اور مصیبت دائمی ہے سو فیض الٰہی وا ہے آئے جسکا جی چاہے + خلاف اسکے وہ دوزخ ہے جائے جسکا جی چاہے + -

ی تقریر ... کا مصداق ... اسماعیل ... برپا ... چاہئے ... یہی کامل ... ین فرقہ ... صلعم ... ہیں ... نہیں ۱۲ منہ

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ

تیرا رب جانتا ہے کہ تو دو تہائی رات سے کچھ کم اور آدھی اور تہائی رات کے قریب اٹھا کرتا ہے اور ایک جماعت تیرے ساتھ والوں میں سے بھی۔ اور اللہ ہی

اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ

رات اور دن کا اندازہ کرتا ہے اس نے معلوم کر لیا کہ تم اس کو پورا نہ کر سکو گے سو تم کو معاف کیا پھر جو کچھ آسان ہو قرآن میں سے وہ پڑھا کرو۔ اس کو یہ بھی معلوم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار بھی ہوں گے

وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ

اور کچھ لوگ سفر میں زمین میں پھریں گے خدا کے فضل کی تلاش میں اور کچھ اللہ کی راہ میں بھی لڑیں گے پھر جو کچھ تمہیں اس میں سے آسان ہو

مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ

پڑھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور قرض دو اللہ کو قرض حسنہ۔ اور اپنے لیے جو کچھ نیکی آگے بھیجو گے تو اس کو اللہ کے پاس

عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○

بہتر اور ثواب میں بڑھ کر پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ترکیب

ان وجدہ مفعول یعلم ونصفہ وثلثہ بالنصب عطفا علی ادنیٰ کما قرأہ ابن کثیر والکوفیون وبالجر عطفا علی ثلثی اللیل کما قرأ الجمہور وطائفۃ بالرفع عطفا علی الضمیر فی تقوم وجری الفصل مجری التوکید ان لن تحصوہ ان مخففۃ من الثقیلۃ واسمہا ضمیر الشان محذوف ای انہ لن تحصوہ وکذا ان سیکون یبتغون حال من الضمیر فی یضربون وما تقدموا الخ الجملۃ شرط تجدوہ جزاء خیرا قرأ الجمہور بالنصب علی انہ مفعول ثان لتجدوہ وہو فصل او بدل او تاکید وقرئ بالرفع علی انہ خبر ہو والجملۃ فی محل النصب علی انہا مفعول ثان لتجدوہ واعظم بالنصب عطفا علی خیرا او بالرفع لکونہ خبرا ثانیا اجرا منصوب علی انہ تمیز من اعظم۔

تفسیر

آنحضرت صلعم اور آپ کے ساتھ صحابہ تہجد کی نماز میں کبھی آدھی رات کے قریب سے اٹھتے جیسا کہ قم اللیل الا قلیلا سے سمجھا جاتا ہے اور کبھی تہائی رات سے جیسا کہ او انقص منہ سے سمجھا جاتا ہے اور کبھی دو ثلث رات سے اٹھتے تھے جیسا کہ او زد علیہ سے سمجھا جاتا ہے اور نماز پڑھتے اور نماز میں قرآن مجید درد و سوز کے ساتھ پڑھا کرتے تھے جیسا کہ ورتل القرآن ترتیلا سے سمجھا جاتا ہے اور یہ کمی زیادتی صحت و مرض اور غلبہ شوق و فرحت اور خواب بیداری سے تھی۔ اب عام ہے کہ یہ شب بیداری آپ پر اور آپ کے اصحاب پر فرض ہو یا علاوہ ندب یا آپ پر فرض اور لوگوں پر ندب علی اختلاف اقوال العلماء مگر مدتوں تک آپ اور آپ کے اصحاب اسی شب بیداری کے پابند رہے اور کم از کم ایک ثلث رات شب بیداری کو بہت ہی ضروری سمجھتے رہے اور اسی لیے رات کا اندازہ ستاروں سے کیا کرتے تھے۔ اس حالت محمودہ کو خدا تعالیٰ ان آیات میں بیان فرماتا ہے فقال ان ربک یعلم انک تقوم ادنیٰ من ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معک واللہ یقدر اللیل والنہار کہ اللہ جانتا ہے کہ اے محمد آپ اور آپ کے ساتھی دو ثلث اور نصف اور ایک ثلث رات سے اٹھتے ہیں اور صحیح اندازہ رات دن کا اللہ ہی کرتا ہے کہ دراصل اب آدھی رات رہی یا ثلث یا دو ثلث مگر تم بھی اپنے نزدیک ان اوقات کی پابندی کرتے ہو اور اپنے اندازہ کے موافق دو ثلث و نصف و ثلث رات میں اٹھتے ہو۔ اس کے بعد اس پابندی کو بھی اپنی مہربانی سے معاف کرتا ہے کس لیے کہ یہ دو ثلث و نصف و ثلث کی

پابندی تم سے ہمیشہ نبہ بھی نہ سکے گی کیونکہ بیماری بھی لگی ہوئی ہے اور سفر و جہاد بھی پیش آنے والا ہے پھر بیمار و مسافر اور مجاہد دن کے ہارے تھکے سے رات
مین اٹھنا ایک شاق امر ہے اس لئے دو ثلث اور نصف اور ثلث کی قید بھی تمہارے لئے کوئی لازمی بات نہین بلکہ جس قدر تم سے ہو سکے اتنی رات جاگو اور
جسقدر قرآن باسانی تم سے نماز مین پڑھا جاوے پڑھ لیا کرو اس مضمون کو ان آیات مین ارشاد فرماتا ہے علم ان لن تحصوہ (ضمیر تحصوہ کی قیام لیل کی طرف پھرتی
ہی) کہ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اس پابندی کو نباہ نہ سکوگے فتاب علیکم اسنے تم پر مہربانی کی اس لئے حکم دیا کہ فاقرؤا ماتیسر من القرآن کہ جسقدر قرآن پڑھنا تمہین
آسان ہوا تنا پڑھ لیا کرو یا جسقدر نماز تہجد تم سے ادا ہو سکے کر لیا کرو (چونکہ نماز مین قرآن پڑھا جاتا ہے اس لئے اس کو قرأت قرآن سے تعبیر کیا جیساکہ رکوع و سجود
سے کرتے ہین) اور یہ پابندی کس لئے تم سے اٹھادے علم ان سیکون منکم مرضی وآخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ وآخرون یقاتلون فی
سبیل اللہ کہ اسکو معلوم ہے کہ تم مین سے کچھ بیمار بھی ہونگے اور کسی کو سفر بھی درپیش ہوگا اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لئے تجارت اور علم سیکھنے اور سکھانے
کے لئے اور ہجرت کے لئے بزرگان دین سے ملنے کے لئے غربا و مساکین یا درماندون کی چارہ جوئی حاجت برآری کے لئے ہر ایک سفر پر اللہ کے فضل
و رحمت کی طلب کا سفر اطلاق ہو سکتا ہے۔ اور نیز جہاد بھی پیش آنے والا ہے۔ یہ سب صورتین ایسی ہین کہ جنمین اس حکم کی پابندی کہ اس قدر رات
سے اٹھو اور اتنا قرآن پڑھو ایک امر مشکل ہے اس لئے پھر بار دیگر حکم سنایا جاتا ہے کہ فاقرؤا ماتیسر منہ کہ جس قدر تم سے باسانی پڑھا جاوے
اس قدر پڑھو۔

ف

بعض علما فرماتے ہین کہ یہ آیات ان ربک یعلم الخ پہلے حکم قم اللیل الخ کے ایک برس بعد نازل ہوئین ہین اس قدر عرصہ تک آنحضرت
صلعم اور صحابہ اسی پابندی خاص سے شب بیداری کرتے رہے اور راتون کے جاگنے اور نماز مین کھڑا رہنے سے پاؤن بھی ورم کر آئے تھے جسپر
قریش نے طعنہ کے طور سے کہا تھا کہ محمد پر قرآن کیا اترا مصیبت مین پڑ گیا اس کا جواب سورہ طہٰ مین دیا گیا کہ طہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ الخ - اس بنا
پر یہ آیات اول آیات کی کہ جنمین دو ثلث و نصف و ثلث کی پابندی تھی ناسخ ہین خاص پابندی کے لئے نہ تہجد کے لئے کیونکہ فاقرؤا ماتیسر منہ باواز
بلند کہہ رہا ہے کہ تہجد مین قرآن پڑھنا ہنوز باقی ہے صرف اس قدر ہے کہ جسقدر تم سے ہو سکے پابندی نہین - اس ایت سے تہجد کو منسوخ قرار دینا تحکم ہے
- ہان اگر فاقرؤا سے نفس قرآن پڑھنا نماز مین یا نماز کے باہر مراد لیا جاوے تو کہہ سکتے ہین کہ اس سے نماز تہجد کا بقا نہین سمجھا جا سکتا مگر فاقرؤا سے
یہ تعمیم سیاق آیات کی منافی ہے کس لئے کہ اول سے نماز تہجد اور اس مین قرآن پڑھنے کا ذکر چلا آرہا ہے اور لطف یہ ہے کہ پھر ان علما کے اقوال پر اس
قرآن پڑھنے کو بھی منسوخ ماننا پڑتا ہے بعد کی آیت واقیموا الصلوٰۃ سے بس صاف سنئے آیات کے یہی ہین کہ دو ثلث اور نصف اور ثلث رات کی پابندی
اٹھادی ہے اور تہجد گذارون کے شوق و فرصت پر چھوڑ دیا ہے اور حکم تہجد بدستور باقی ہے آنحضرت پر فرض اور امت پر مندوب۔
اس کے بعد تین حکم اور دیتا ہے فقال واقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ واقرضوا اللہ قرضا حسنا کہ نماز قائم کیا کرو زکوٰۃ دو اور اللہ کو قرض حسنہ دو محققین
علما فرماتے ہین کہ پنجگانہ نماز کی فرضیت شب معراج مین ہوئی اور یہ سورۃ شب معراج سے کئی برس پہلے نازل ہوئی اور نیز اس وقت
تک زکوٰۃ مفروضہ بھی نہ تھی کیونکہ زکوٰۃ مدینہ مین آکر فرض ہوئی ہے پھر آیت مین اقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ سے کیا مراد ہے ؟ - اس کا جواب
یہ ہے +-

مندوب یعنی سنون کرین اور اب ذکر لین تو کچھ عذاب نہین ۱۲ منہ

اگرچہ پنجگانہ نماز اور زکوٰۃ معینہ واجب نہین ہوئی تھی مگر مطلقاً نماز اور زکوٰۃ تھی اور مطلقات سے مراد یہ ہے کہ رکوع و سجود قیام وقعود مین دعا کرنا فرض تھا اور اسی کو نماز کہتے تھے اور یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ اسوقت دن مین کفار کا ہجوم رہتا تھا صرف تہجد کی نماز تھی لیکن پہلا قیمواالصلوٰۃ مین اسی طرف اشارہ ہو کہ بسقدر تم سے قرآن پڑھا جاسکے پڑھو اور نماز تہجد ادا کئے جاؤ پابندی دو ثلث اور ثلث اور نصف کی نہین اور خیرات کرنا بھی اس وقت فرض تھا گو کوئی تعداد خیرات کی معین نہ تھی جیسا کہ بعد مین ہوئی سو آتوا الزکوٰۃ سے وہی خیرات مطلقہ مراد ہے اور اقرضوا اللہ قرضاً حسناً آتوا الزکوٰۃ کی تاکید ہے جسمین یہ بتلانا مقصود ہے کہ خیرات دینا گویا اللہ کو قرض دینا ہے بایں معنے کہ خدا اسکا بدلہ نفع کیساتھ تمکو دنیا اور آخرت مین دیگا گویا وہ تمھارے اس دئے ہوئے مال کی ضمانت کرتا ہے تاکہ تم کو اطمینان ہو ورنہ وہ قرض لینے سے پاک ہے اسکو کوئی حاجت نہین - اور قرضاً حسناً مین یہ بھی تبلایا جاتا ہے کہ ناپاک اور حرام کا مال منظور و مقبول نہین اور یہ بھی کہ فقیر کو طعنہ مدو اور دیگر کسی کو شرمندہ نکرو اس لئے حکم ہے کہ مخفی طور پر دے اور خلوص نیت سے دے - ان سب باتون کو یہ لفظ شامل ہے اس مین خیرات کے سب آداب کی طرف اشارہ ہے لہذا اسکے بعد پھر اطمینان دلاتا ہے فقال وما تقدموا لانفسکم من خیر کہ جو نیکی تم اپنے لئے کروگے اور آگے بہیجوگے تب وہ عند اللہ ہو خیراً واعظم اجراً اسکو اللہ کے ہان بہتر اور ثواب مین بڑھکر پاؤگے رائیگان نجائیگی - ہم گن گن اور جمع کرکے رکھتے ہین مگر جب آؤگے بہتر اور بڑھکر پاؤگے ایک پیسہ کے دس پیسہ کا ثواب بلکہ زیادہ کا موجود ہے - لانفسکم مین اسطرف اشارہ ہے کہ اس عبادت وخیرات مین ہمارا کوئی فائدہ نہین تمھارے ہی لئے فائدہ ہے -

اس کے بعد فرماتا ہے واستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم کہ اللہ سے گناہونکی بخشش اور معافی مانگا کرو کیونکہ وہ معاف کرنے والا اور مہربان ہے اس مین اس طرف اشارہ ہے کہ نماز وخیرات پر غرور نکرو اسکے بعد بھی معافی مانگا کرو جو مقتضائے عبودیت ہے اور نماز و زکوٰۃ مین جو کوئی قصور و فتور ہو جاوے تو معاف کیا جاوے آخر کار ہمارے فضل پر مدار ہے -

ف

علماء اصول نے فاقرؤا ماتیسر من القرآن پر ایک دلچسپ بحث کی ہے وہ یہ کہ امام ابو حنیفہ ما کے لفظ کو عام رکھکر فرماتے ہین نماز مین قرارت قرآن مطلقاً فرض ہے کوئی آیت اور کوئی سورۃ ہو اور چونکہ سورۃ الحمد کی بابت آگیا ہے لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کہ الحمد بغیر نماز نہین اس لئے الحمد کا پڑھنا اور اسکے ساتھ اور کوئی سورۃ یا آیت ملانا جیسا کہ اور احادیث سے ثابت ہے واجب ہے نہ فرض اور دونون مین ایک باریک سا فرق ہے امام شافعی فرماتے ہین کہ ماتیسر کے عموم سے بقرینہ احادیث صحیحہ سورۂ فاتحہ مراد ہے - اس لئے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے اور یہی ماتیسر من القرآن ہے -

ف

اس سورہ مین رسالت اور قیامت اور نیز توحید کا کامل ثبوت عجیب پیرایہ مین کیا گیا اور دار آخرت مین کارآمد باتون کی تاکید اور تعلیم بھی کردی کہ شب بیداری کرو نماز پڑھو خیرات دو یہی باتین وہان کارآمد ہین اور مخالفون کی ایذا پر صبر اور تحمل کرو کس لئے کہ دنیا کی عافیت اسی مین ہے اور یہ بھی ظاہر کردیا کہ یہ دین دنیا مین پھیل کر رہے گا فرعون کی شہ زوری جیسے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ مین کچھ نہ چلی اسی طرح کفار عرب کی بھی نہ چلے گی -

سورۂ مدثر مکہ میں نازل ہوئی اسمیں چھپن آیات دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝

اے کپڑے میں لپٹے ہوئے کھڑا ہو کر ڈر سنا۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑے پاک کر۔ اور میل کچیل دور کر۔ اور نہ زیادہ بدلہ پانے کے لئے احسان نہ کر۔ اور اپنے رب کے لئے صبر کر۔ ع

✦ ترکیب ✦

المدثر اصله المتدثر ادغمت التاء فی الدال للمجانسة وقرء المتدثر بالادغام - والدثار ما یلبس فوق الشعار والشعار یلی الجسد ومنه قوله علیه السلام الانصار شعار والناس دثار فانذر الفاء فیه وفیما بعده لافادة معنی الشرط کانه قال ما یکن من شیء فانذر وکبر - وقال ابن جنی هو کقولک زیدا فاضرب فالفاء زائدة وربک وثیابک والرجز منصوب بالفعل محذوف یفسره ما بعده تستکثر بالرفع علی انه حال وبالجزم علی انه جواب النهی وبالنصب علی تقدیر لتستکثر وقیل علی تقدیر ان وبقاء عملها۔

✦ تفسیر ✦

بخاری و مسلم وغیرہما نے نقل کیا ہے کہ ابو سلمہ بن عبدالرحمن نے کہا سب سے پہلے یا ایہا المدثر نازل ہوئی ہے۔ یحییٰ بن ابی کثیر نے کہا کہ لوگ سب سے اول اقرأ کا نازل ہونا بیان کرتے ہیں ابو سلمہ نے کہا میں نے بھی یہ بات جابر بن عبداللہ سے پوچھی تھی تب انہوں نے کہا میں آپ کو وہی بات سناتا ہوں جو مجھکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سنائی آپ نے فرمایا کہ میں غار حرا میں گوشہ نشین تھا جب نیچے اترا تو آواز آئی میں نے داہنے بائیں پیچھے دیکھا تو کچھ بھی نظر نہ آیا تب اوپر کو نظر کی دیکھا تو وہی فرشتہ جو حرا میں نظر آیا تھا ایک کرسی پر بیٹھا دکھائی دیا آسمان و زمین کے درمیان۔ اس سے مجھے وحشت معلوم ہوئی اور گھر میں آیا اور یہ کہا دثرونی دثرونی مجھے کپڑا اوڑھاؤ کپڑا اوڑھاؤ تب یہ سورۃ نازل ہوئی والرجز فاہجر تک۔

علماء نے احادیث میں غور کر کے فیصلہ کر دیا ہے کہ سب سے اول سورۂ اقرأ نازل ہوئی مالم یعلم تک اور پھر کچھ دنوں وحی بند رہی پھر سورۂ مدثر نازل ہوئی اس کے بعد مزمل۔ بعض کہتے ہیں مزمل نازل ہونے کے بعد مدثر نازل ہوئی۔ مگر یہ بالاتفاق ہے کہ یہ سورۃ بھی مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں بھی وہی توحید وغیرہ کے مطالب ہیں

مناسبت اس سورۃ کی سورۂ مزمل سے یہ ہے کہ سورۂ مزمل میں اپنے آراستہ کرنیکا حکم تھا رات کی نماز و تلاوت سے پہلے خود کامل ہو جاؤ اس کے بعد اس سورۃ میں لوگوں کو کامل کرنیکا حکم دیا گیا بقولہ فانذر کس لئے کہ جب تک آپ کامل نہ ہوتے تو دوسروں کی تکمیل کا انذار و تبشیر سے بیڑا اٹھانا زیبا نہیں اسکے سوا دونوں کے مطالب میں بھی بہت کچھ مناسبت ہے وہاں ابتدا یا ایہا المزمل کیساتھ تھی یہاں یا ایہا المدثر کیساتھ ہے اور دونوں کے معنے قریب قریب ہیں وہاں رات میں نماز و تلاوت کا حکم تھا یہاں اسکے ثمرہ کپڑے اور جسم کی پاکی بتائی گئی وہاں بھی قیامت کا ہولناک واقعہ بیان ہوا تھا کہ لڑکوں کو بوڑھا کر دینے والا دن آنیوالا ہے یہاں اسکی نسبت فرمایا گیا یوم عسیر علی الکافرین غیر یسیر کہ وہ دن بڑا سخت ہے کافروں پر آسان نہیں وہاں خاتمہ میں تھا ان اللہ غفور رحیم اس سے بخشش مانگو یہاں بھی خاتمہ میں ہے ہو اہل التقویٰ و اہل المغفرۃ کہ اس سے ڈرنا چاہیے اور وہ بخشش والا ہے

فقال

یا ایہا المدثر کہ اے کپڑا لپیٹے ہوئے شعار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو جسم سے ملا ہوا اور اسکے اوپر جو کپڑا ہو اسکو دثار کہتے ہیں اور لپیٹے کپڑے اوڑھے ہوئے کو مدثر علماء مفسرین اسکے ظاہری معنے مراد لیتے ہیں کہ آپ سردی کی وجہ سے کپڑا اوڑھے ہوئے تھے اسی نام سے پیارے یاد فرمایا جیسا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایکبار علی پر جو سوتے تھے کہ اٹھیے پیار سے فرمایا قم ابا تراب

اب اس کپڑا اوڑھنے کے چند وجوہ علماء نے بیان فرمائے ہیں (۱) فرشتہ کو دیکھکر دہشت ہوئی تھی اور اس سے سردی معلوم ہوئی تھی جس لئے کپڑا اوڑھے ہوئے تھے اس حالت میں تھے کہ یہ سورت نازل ہوئی اور اسی حالت پر محبت سے خطاب کیا گیا (۲) کفار قریش نے جمع ہوکر لوگون کو آپ سے بدگمان کرنیکے لئے لفظ ساحر تجویز کیا اور پکارا دیا تو اس سے آپکو رنج ہوا اور طبع مبارک پر کسل طاری ہوا جس لئے کپڑا اوڑھکر پڑے ہوئے تھے کہ اسی حالت پر مخاطب کرکے فرمایا اے کپڑا اوڑھنے والے کھڑا ہو۔ (۳) آپ کپڑا اوڑھے سو رہے تھے اسی حالت میں یہ سورۃ نازل ہوئی جسمین جتلایا جاتا ہے کہ کپڑا منہ سے اوتار اور نیند سے ہوشیار ہو اور منصب نبوت پر قائم ہونے آمادہ ہو۔ ایک گروہ علما کا یہ کہنا ہے کہ ظاہری کپڑا اوڑھنا مراد نہیں بلکہ یہ مراد ہے (۱) یہ کہ اے نبوت و رسالت کی چادر اوڑھنے والے کھڑا ہو جیسا کہتے ہیں البسہ اللہ لباس التقوی وزینہ برداء العلم۔ (۲) یہ کہ کپڑا اوڑھنے سے آدمی مخفی ہو جاتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اے خلوت و گوشہ نشینی کی چادر اوڑھنے والے کب تک مخفی رہے گا کھڑا ہو اور لوگون کو متنبہ کر کس لئے کہ دنیا گناہون مین ڈوبی ہوئی ہے (۳) یہ کہ اے خلق عظیم اور رحمت عالمین کی چادر اوڑھنے والے اس لباس کو پہنکر چپ کیون بیٹھے ہو کھڑے ہو اور لوگون کو متنبہ کرو۔ دین حق کی منادی کرو۔

قم فانذر کھڑا ہو یعنے اس مرتبہ پر مستحکم و آمادہ ہو یا خواب گاہ سے اٹھ۔ قم کے یہ دونون معنے ہو سکتے ہین۔ پھر کھڑے ہوکر کیا کر۔ فانذر لوگون کو ڈرسنا جیسے کہ آپ نذیر تھے بشیر بھی تھے مگر ابتدائی حالت مین بشارت کا موقع نہ تھا کس لئے کہ دنیا بدکاری اور بت پرستی کے گرداب مین پڑی ہوئی تھی اس لئے مقدم یہی بات تھی کہ انکو ہلاکت کے کامون سے ڈرایا اور بچایا جاوے اس کے بعد اصول حسنات پر قائم ہونے سے بشارت کا موقع آئیگا۔

اور لوگون کو خدا تعالی کی طرف سے ڈرانا اور عذاب آخرت اور مصائب دنیا کی خبر دینا (جو بدکاری اور بت پرستی کا ثمرہ ہوتا ہے) بغیر اس کے مخاطبین کے ذہن نشین نہین ہوتا کہ خداوند عالم کی عظمت و جبروت بیان کی جائے اسلئے حکم ہوا وربک فکبر کہ اپنے رب کی عظمت و شوکت بیان کر اور اسکے آثار جبروت و قدرت اظہار کر تاکہ مشرکین کے دلون سے (اسکی قدرت و یکتائی سنکر) بتون اور خیالی معبودون کی وقعت کم ہو اور وہ توحید کی طرف مائل ہون اور یہ بھی سمجھ لین کہ نافرمانی پر جو بلا آئیگی اسکو ہمارے معبود دفع نکر سکین گے۔ بعض مفسرین کہتے ہین کہ آپکو حق سبحانہ نے مرتبہ نبوت و تبلیغ عطا کیا اس لئے اس خوشی پر تکبیر کہنا فرمایا۔ تبلو مانی کہ وقت اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے اس لئے آپنے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور آپ کیساتھ حضرت خدیجۃ الکبری آپ کی بیوی نے اور اسی لئے اہل اسلام مین یہ عام دستور ہو گیا ہے کہ خوشی کے وقت اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہین اور اسی لئے نماز عیدین اور حج مین تکبیر باواز بلند کہی جاتی ہے بلکہ دشمنون کے مقہور کرنیکے لئے اور آفات دور کرنے کے لئے بھی تکبیر اکسیر کا حکم رکھتی ہے عظمت و ہیبت الہی مخالف کے دلون کو ہلا دیتی ہے مصیبت کو دفع کرتی ہے اسی لئے صحابہ جہاد مین اور ہر خوشی کے موقع پر اس آواز کو بلند کرتے تھے۔ بعض کہتے ہین کہ نماز مین تکبیر کہنا مراد ہے تحریمہ کیوقت اور رکوع و سجود کے وقت اللہ اکبر کہا جاتا ہے۔ گو اس سورہ کے نازل ہونے کے وقت نماز پنجگانہ فرض نتھی مگر نوافل تھے انہین مین تکبیر کہنا مامور بہ تھا۔

ہر ایک معنے چسپان ہو سکتے ہین یہ بھی قرآن کا اعجاز ہے۔

لیکن تکبیر کا اثر طہارت کی حالت مین زیادہ ہوتا ہے اس لئے اسکے بعد حکم دیتا ہے وثیابک فطہر کہ اپنے کپڑے پاک کر۔ علماء کے اسکی تفسیر مین چند اقوال ہین۔ (اول) ثیاب اور طہر حقیقی معنے پر محمول کئے جاوین یہ معنے کہ ظاہری کپڑون کو ظاہری نجاست سے دور رکھ۔ اور جب کپڑون کو دور رکھنا فرمایا تو بدن جو کپڑون کے نیچے چھپا ہوا ہوتا ہے بدرجہ اولی نجاست سے دور رکھنا اور پاک رکھنا مراد ہوگا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ناپاک کپڑون اور ناپاک بدن سے نماز درست نہین کس لئے کہ نوافل و ذکر مین مومن کو ہمیشہ مشغول رہنا اور عالم قدس سے مناسبت پیدا کرنا چاہئے تاکہ مرنیکے بعد اس جماعت مین

شامل ہوجاوے اور کپڑے اور بدن کی نجاست ظاہری اس ملابست مین خلل انداز ہے - گوہ موت منی قی خون خنزیر شراب مردار ناپاک چیزین ہین اور
اسی طرح حیوانات کا گوہ موت بھی ناپاکی ہے اور کتا وغیرہ نجس جانور اور انکے پس خوردہ چیزین بھی انسے ہر وقت دور رہنا چاہئے خصوصاً نماز کے وقت تو
فرض ہے - یہ حکم آپ کو اس لئے دیا کہ مشرکین اپنے بدن اور کپڑون کو نجاست سے پاک نہین رکھتے تھے اس لئے آپکو اور آپکی امت کو پاکیزگی اختیار
کرنیکا حکم دیا گیا - اور یہ بھی ہے کہ مشرکین مکہ آپ پر نجاست ڈالدیا کرتے تھے اس لئے حکم ہوا کہ انکی حماقت کا خیال نہ کرین کپڑے پاک کرلیا کرین -
(دوم) کپڑے کو حقیقی معنے پر اور طہارت کو مجازی پر معنے باطنی پاکی پر محمول کرین یہ معنے کہ اپنے کپڑون کو معنوی نجاست سے پاک کرین غصب اور چوری
کے کپڑے اسی طرح ناجائز کمائی کے اور وہ کہ جنپر تصاویر ہون اور اسی طرح دامن نیچا اور ریشمی جو مردون کے لئے درست نہین معنوی ناپاکی رکھتی ہین مسلمان کو دور
رہنا چاہئے خصوصاً یاد آلہی کیوقت ایسے کپڑے دور پھینکدینے چاہئین - اسی طرح مرد کیلئے زنانہ لباس اور زنانہ آرائش اور عورت کیلئے مردانہ لباس بھی معنوی نجاست
ہے (سوم) یہ کہ کپڑون کے مجازی معنے اور طہارت کے حقیقی لئے جاوین کپڑون سے آپکی ذات وصفات واخلاق مراد ہین کہ آپ انکو نجاست سے دور رکھین
کپڑا بولکر شخص مرادلینا محاورہ ہے عرب کہتے ہین الکرم فی بُردیہ وطاہر الذیل ونقی الثوب جیسا کہ کہتے ہین پاک دامن - اپنے بدن کو استنجے وغیرہ سے
پاک رکھین اور بول وبراز منی وغیرہ سے پاک رکھین کیونکہ طہارت ظاہری کو طہارت قلبی مین بڑا اثر ہے -
(چہارم) دونون کے معنے مجازی لئے جاوین تب معنے ہون گے کہ اپنے دل کو صفات مذمومہ سے پاک رکھ - یہ اس لئے فرمایا کہ جب کفار نے آپ کو ساحر
کا لقب دیا اور آپکو رنج ہوا تو یہ بدخلقی اور انتقام کا مقتضی تھا جس سے منصب انذار مین فرق آجانے کا موقعہ تھا اس لئے آپکو حکم دیا کہ آپ ان کی
حماقت سے وعظ نہ چھوڑین اور انکے اخلاق رذیلہ اور کج خلقی کو دلمین جگہ ندین - اور یہ حکم اس لئے دیا کہ اول مین آپکو مدثر فرمایا اور دثار لباس اور
کپڑون کو کہتے ہین اس لئے ارشاد فرمایا کہ جو جامہ آپ پہنے ہوئے ہین اس جامۂ نبوت کو ان داغ دھبون سے پاک رکھین تاکہ تکبیر کا اثر نمایان ہو اور تکبیر
کا مقتضی بھی یہی ہے کس لئے کہ اللہ کی کبریائی کا سب سے اول تکبیر کہنے والے کے دل اور اخلاق پر اثر ہونا چاہئے جس سے اسکا جامۂ انسانیت شہوات ولذات
اور غضب وکبر کے دھبون سے پاک ہوجانا لازمی بات ہے اس لئے اسکے بعد فرماتا ہے والرجز فاھجر رجز بالکسر عذاب کما فی قولہ رجزا من السماء اور بالضم بمعنے
قبیح ومستقذر - یہ گویا ثیابک فطھر کا تکملہ ہے - اگر اُس جگہ بدن اور کپڑے کی ظاہری طہارت مراد تھی تو یہان طہارت باطنی مراد ہے اخلاق رذیلہ سے
غرض یہ کہ ظاہر وباطن کو پاک رکھ اور منجملہ نجاسات قلبیہ کے جو ہادی دین کے لئے دھبہ لگانے والی بات ہے طمع دنیا ہے اس لئے بالتخصیص
اس سے بھی منع کیا فقال ولا تمنن تستکثر یعنے قرآن مجید کی تعلیم وتبلیغ احکام آلہی کا کسی پر احسان نہ جتلا کہ تو مریدین معتقدین کی کثرت
کرکے مال وجاہ پیدا کرے اور لوگون سے کچھ حاصل کرے یا کسی کو کچھ دے اور حاجت براری اس نیت سے کرے کہ وہ اس کے بدلہ مین
مجھے زیادہ دیگا کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی طمع ہے بعض اسکے معنے یون بیان کرتے ہین کہ جو کچھ دے اُس کو بہت نہ سمجھ یا یہ کہ کسی پر احسان
جتانے کو نہ دے - ان سب مکارم اخلاق تعلیم کرنے کے بعد اس شخص کے لئے جو مسند انذار پر بیٹھے لوگون کی بدگوئی اور ایذا پر صبر
بھی ضرور ہے ورنہ ارشاد وتعلیم کا دروازہ بند ہوتا ہے اس لئے اس کے بعد یہ بھی فرمادیا ولربک فاصبر کہ اپنے رب کی رضامندی کے لئے
صبر کر اس مین بندون کی دولت وثروت کا لحاظ نکر بلکہ خاص اللہ کی رضامندی کا - اس کے یہ بھی معنے ہین کہ اللہ کے لئے اوامر وفرائض
کا بوجھ اٹھا اپنیر قائم رہ -

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ۝ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۝ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ۝ ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ

پھر جب صور پھونکا جاوے گا تو اس دن کا دن مشکل ہوگا منکروں پر آسان نہ ہوگا چھوڑ دیجئے مجھ کو اور اس کو جس کو میں نے

وَحِيدًا ۝ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَمْدُودًا ۝ وَبَنِينَ شُهُودًا ۝ وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا ۝ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ

اکیلا پیدا کیا اور اس کو بڑھنے والا مال دیا اور پاس رہنے والے بیٹے دیے اور اس کے لئے ہر قسم کی تیاری کی پھر بھی طمع رکھتا ہے کہ اور بھی دوں

كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ۝ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ۝ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ

ہرگز نہیں کس لئے کہ وہ ہماری آیتوں کا مخالف رہا ہے اس کو ابھی اونچے پر چڑھاؤں گا اس نے سوچا اور تجویز کیا سو وہ غارت ہو اس نے کیسی تجویز کی پھر غارت ہو کیسی تجویز کی پھر نگاہ کی

ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ۝ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ۝ وَمَا

پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنایا پھر پیٹھ پھیری اور اکڑ گیا کہنے لگا یہ تو ایک جادو ہے جو چلا آتا ہے یہ تو آدمی کا کلام ہے ہم اس کو ابھی دوزخ میں جھونکیں گے اور تو کیا

أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً

جانے کیا ہے دوزخ نہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے آدمیوں کو جھلس دینے والی اس پر انیس شخص مقرر ہیں اور ہم نے دوزخ والے فرشتے ہی رکھے ہیں

وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا وَلَا يَرْتَابَ

اور ان کی تعداد کافروں کے آزمانے کو بتائی ہے تاکہ اہل کتاب یقین کریں اور ایمانداروں کا ایمان بڑھے اور اہل کتاب

الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا

اور ایماندار شک نہ کریں اور تاکہ شک والے لوگ اور کافر کہیں کہ اللہ کی اس بیان سے کیا غرض ہے؟

كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۚ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْبَشَرِ

اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اور ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور تیرے رب کے لشکر کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور یہ تو محض لوگوں کی نصیحت ہے

✤ ترکیب ✤

فاذا والفاء السببية كانه قيل اصبر على اذاهم فبين ايديهم يوم هائل يلقون فيه عاقبة امرهم ۔ والعامل في اذا مادل عليه قوله فذلك لانه اشارة الى النقر اي وقت النقر وقيل مادل عليه عسير اي يعسر نقر في الناقور على وزن فاعول من النقر بمعنى التصويت فذلك اشارة الى وقت النقر مبتدا يومئذ بدل منه او ظرف خبره يوم عسير خبره غير يسير تاكيد وقال الاخفش ذا مبتدا والخبر فذلك والفاء زائدة يومئذ ظرف لذلك وقيل هو في موضع رفع بدل من ذلك او مبتدا ويوم عسير خبره والجملة خبر فذلك وعلى يتعلق بعسير او هي نعت له او حال من الضمير الذي فيه ومن مفعول معه او معطوف على الضمير المنصوب وحيدا حال من الياء اي ذرني وحدي معه فاني اكفيكه او من التاء اي ومن خلقته وحدي لم يشركني في خلقه احد او من العائد المحذوف اي ومن خلقته فريدا لا مال له ولا ولد وهذا ذم فانه كان ملقبا به فسماه الله تعالى به تهكما او تنبيها او اراد انه وحيد ولكن في الشرارة او عن ابيه لانه كان زنيما لا تبقي مستانفة او حال من سقر والعامل فيها معنى التعظيم لواحة بالرفع اي هي لواحة وبالنصب مثل لا تبقي او حال او على الاختصاص ۔ تسعة عشر مبتدا وهذه الكلمة مركبة وكلا الجزئين مبنيان على الفتح وقرئ عشر بالاسكان لتوالي الحركات وقرئ اعشر جمع عشير ۔ عليها خبر مقدم ✤

✤ تفسیر ✤

پہلے فرمایا تھا وربک فاصبر کہ اللہ کے لئے مخالفون کی بیجا تکالیف پر صبر کیجئے اب اُس صبر کا انجام بیان کرتا ہوا آپ کو اطمینان دلاتا ہے فقال فاذا نقر فی الناقور فذلک یومئذ یوم عسیر علی الکافرین غیر یسیر کہ دنیا چند روزہ ہے ایک دن آنیوالا ہے جو کافرون پر سخت ہوگا کچھ آسانی انکے لئے نہوگی وہ دن وہ ہے کہ جبکہ صور پھونکا جاویگا۔ اُس روز یہ لوگ اپنے کئے کی سزا پالین گے اور آپ کو صبر کا بدلہ ملیگا۔

منجملہ ان ایذا دینے والون کے کہ جنکی ایذا پر آپ کو صبر کرنیکا حکم دیا گیا ایک شخص ولید بن المغیرہ تھا چونکہ وہ بڑا مالدار تھا اُسکی اولاد بھی بہت تھی اور بڑا عزت دار کہلاتا تھا اسکو لوگ وحید یعنی یکتا اور یگانہ کے لقب سے ملقب کیا کرتے تھے۔ اب آیندہ آیات مین اسکی ایذا کا اور جو کچھ خداوند تعالیٰ نے اُسپر فضل وکرم کیا تھا اسکا ذکر کرکے آنحضرت صلعم کو اطمینان دلاتا ہے اور عام ایمانداروں کو متنبہ کرتا ہے کہ دنیاوی مال وجاہ واولاد وحشمت اسکا فضل وکرم ہے اس کا شکریہ ادا کرنا چاہئے نہ یہ کہ اسکے گھمنڈ مین خدا تعالیٰ اور اسکے فرستادون سے مقابلہ کرے جسکا انجام دنیا کی بربادی اور آخرت کا ابدی جہنم ہے۔ اخیر رکوع تک اسی کا حال ہے اور کچھ جہنم کے داروغون کا جو ملائکہ ہین یہ اس لئے کہ ولید کو اپنے زور اور اقارب کی حمایت کا بڑا غرور تھا وہ کہتا تھا کہ مجھے جہنم مین کون عذاب دیسکتا ہے؟ اس لئے بیان کیا گیا کہ وہان بڑے طاقتور فرشتہ معین ہین اور وہ انیس ہین اور انکی یہ تعداد اس لئے بیان کی گئی کہ اہل کتاب کو اور ایمانداروں کو یقین کامل ہو اور کافر اور بھی تمسخر کرکے مصیبت اور آزمائش مین پڑین کس لئے کہ یہ نکتہ انکی ناقص سمجھ سے باہر ہے۔ یہ خلاصہ مطالب آیات کا۔

ولید بن المغیرہ کی بابت ابن عباس فرماتے ہین کہ وہ ایک بار آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا آپ نے اُسکو کچھ قرآن سنایا جس سے اس کا دل نرم ہوا یہ خبر ابو جہل کافر کو بھی پہونچی تب وہ ولید کے پاس آکر کہنے لگا اے چچا آپکی قوم چندہ کرکے آپکو دنیا چاہتی ہے اس نے کہا قریش کو معلوم ہے کہ مین سب سے زیادہ مالدار ہون مجھے اسکی حاجت نہین تب اس نے کہا آپ محمد کی شان مین کوئی ایسی بات کہئے جس سے آپکی قوم کو معلوم ہو کہ آپ انکے منکر ہین اُس نے کہا مین کیا کہون مجھ سے زیادہ کوئی شعر سے بھی واقف نہین مین ہر قسم کے اشعار سے واقف ہون جنون کے اشعار بھی مجھے معلوم ہین خدا کی قسم اس کا کلام شعر نہین بلکہ اسمین شیرینی اور برکت ہے وہ غالب ہے مغلوب نہین ابو جہل نے کہا خدا کی قسم آپکی قوم ہرگز خوش نہوگی جب تک کہ انکے حق مین کوئی بُری بات نہ کہین گے تب اسنے کہا مجھے مہلت دو کہ فکر کرکے تجویز کرون تب اُسنے فکر کرکے تجویز کی کہ یہ جادو ہے جو کسی سے سیکھا ہے اسپر یہ آیات ذرنی ومن خلقت وحیدا نازل ہوئین (اخرجہ حاکم والبیہقی فی الدلائل) ان آیات مین اسی کی طرف اشارہ ہے مگر روئے سخن تمام ناشکر دولتمندون کی طرف ہے اور اسی لئے اسکا نام نہین لیا گیا ولید کی تخصیص نہین۔

فرماتا ہے چھوڑ مجھے اور اسکو کہ جسکو مینے خود پیدا کیا نہ اسکے جھوٹے معبودون نے یا یہ معنے کہ جسکو مینے یگانہ پیدا کیا اس مین اسپر تعریض بھی ہے کہ جب پیدا ہوا تھا کیا ساتھ لایا تھا اکیلا تھا اولاد مال کچھ نہ تھا یہ سب مینے دیا۔ یا یہ کہ وہ اپنے آپ کو وحید کہلاتا تھا اسی لقب سے اُسکو استہزا کیا کہ آپ تو یگانہ اور یکتا روزگار ہین۔ اور اس مین یہ بھی تعریض ہے کہ باپ نہین اکیلا ہے یہ چوٹ ہے اس پر کس لئے کہ قریش مین یہ زنیم یعنی بدنسل مشہور تھا مدتون تک اس کا باپ کہتا رہا کہ میرا نطفہ نہین وجعلت له مالا ممدودا اور اسکو بہت مال دیا نہ جانے کتنے ہین مال ممدود سے مراد یہ مال غیر منقطع۔ مکے سے طائف دراز تک کے ہین جو شہر سے علاقہ رکھتا ہے علماء فرماتے ہین ولید کے پاس بہت مال تھا تجارت سے بھی بہت نفع حاصل ہوتا تھا اور طائف مین اسکے باغ اور زمینین تھین اونٹ گھوڑے بھیڑ بکری ہر قسم کا مال تھا انسے نفع حاصل ہوتا تھا اور ہر ایک سے نفع آتا تھا روز افزون تھا۔

وبنین شہودا یہ مالا پر عطف ہے جعلت کا مفعول ہے اور بیٹے اس کے لئے بیٹے دئے کیسے جو حاضر رہتے تھے دولت کیوجہ سے باہر جانے اور غائب رہنے کی نوبت نہ آئی تھی مجلسون مین باپ کے ساتھ جب یہ دیدار بیٹے آتے تھے تو ایک شوکت مجلس پر نمایان ہوتی تھی - سعید بن جبیر کہتے ہین تیرہ بیٹے تھے مقاتل کہتے ہین سات تھے سب لڑکے ہی تھے لڑکی نہ تھی - ان مین سے ہشام اور خالد بن ولید اور ولید بن الولید مسلمان ہوگئے تھے ومہدت لہ تمہیدا اور ہمنے عزت ومال وجاہ کو اسکے لئے فرش کردیا - تمام قریش اسکی عزت کرتے تھے اور اسی لئے اسکو وحید - اور ریحانۃ قریش سے ملقب کرتے تھے - تمہید کے معنے پھیلانے کے ہین اور اسی سے مہد الصبی ہے - ان سب خوبیون کے بعد باوجود اس کفر وعناد وناشکری کے پھر بھی امید کرتا ہے ثم یطمع ان ازید کہ ہم اسکو دنیا مین یا آخرت مین اور زیادہ دینگے • وہ کہتا تھا کہ اگر محمد سچے ہین تو سب سے زیادہ جنت کا مین مستحق ہون کس لئے کہ سردار اور عزت والا ہون نہ یہ غریب ومفلس مسلمان - فرماتا ہے کلا یہ ہرگز نہوگا کس لئے انہ کان لایاتنا عنیدا کہ وہ ہماری آیات قدرت کا مخالف رہا ہے کبھی ان مین غور نہین کیا اور اپنے اوپر جو نعمتین ہین انکو بھی اسکا فضل نہین سمجھا بلکہ اپنے بخت کی یاوری جانتا رہا اور آیات قرآنیہ کا بھی دیدہ ودانستہ مخالف رہا ہے کس لئے کہ جب قریش نے اس سے پوچھا کہ محمد کیلئے کونسا لقب تجویز کرنا چاہئے تاکہ ایام حج مین جو لوگ آوین یہ انکو اس سے دور رہین تو اسنے سوچکر کہا کہ وہ شاعر نہین کس لئے کہ مین شعر سے واقف ہون اور نہ مجنون ہے کس لئے کہ وعظ وپند مجنون کا کام نہین اور نہ کاہن ہے کس لئے کہ کاہن کی کوئی بات جھوٹی کوئی سچی ہوتی ہے اسکی تمام باتین سچ نکلتی ہین اور جادوگر بھی نہین کس لئے کہ جادو کے منتر اول تو بیشتر مہمل ہوتے ہین اور پھر ان مین یہ انوار اور دلکشی کہان اور نیز جادوگر طامع ہوتے ہین اسکو شاہ وگدا کی کوئی پروا نہین طمع اسکے پاس بھی نہین پھٹکتی اور نیز جادوگر ناپاک اور سیاہ باطن ہوتے ہین اسکے انوار باطن اسکے چہرہ پر چمکتے ہین مگر جب قریش نے اصرار کیا تو سوچ ساچ کر مونہہ بنا کر کہا لو معلوم ہوگیا وہ جادوگر ہے مگر یہ جادو نہین بلکہ سحر بابل کسی سے اسکے ہاتھ لگ گیا ہے کس لئے کہ یہ جادو ہی کی تاثیر ہے کہ باپ سے بیٹے کو اور بیٹے سے باپ کو خاوند کو بیوی سے اور بیوی کو خاوند سے اور بھائی کو بھائی سے جدا کردیتا ہے - باوجودیکہ قرآن مجید کو من اللہ جانتا تھا مگر جانکر اسکے مٹانے مین کوشش کرتا تھا اور ایسے شخص کو عنید کہتے ہین اسکے عناد کا بدلہ بجائے اسکی طمع خام کے اسکو یہ ملیگا سارہقہ صعودا کہ ہم ابھی اسکو مصیبت کے پہاڑ پر چڑھائینگے - مفسرین کہتے ہین یہ ایک محاورہ ہے تکلیف اور مصیبت مین مبتلا کرنیکا جیسا کہ اس آیت مین یسلکہ عذابا صعدا بعض کہتے ہین صعود جہنم مین ایک آتشین پہاڑ ہے اسپر چڑھایا جاویگا اسکی دنیاوی عزت وبلندی کے مقابلہ مین جسکی اسنے شکر گزاری نہ کی تھی جیسی حدیث مین صعود کو جہنم کا پہاڑ بیان کیا ہے اسکو احمد وترمذی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن حبان وحاکم وابن مردویہ وبیہقی نے روایت کیا ہے - ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث غریب ہے اسکو ابن لہیعہ نے دراج سے ہی روایت کیا ہے اور کسی سے ثابت نہین - اور ابن کثیر ابن جریر کی روایت مین کلام کرتے ہین -

اسکے بعد اسکے عناد کی کیفیت بیان فرماتا ہے انہ فکر وقدر کہ اسنے باوجود قرآن اور نبی صلعم کو برحق جاننے کے محض قریش کے کہنے سے سوچ اور فکر کرکے تجویز کی کہ یہ جادو ہے اس لئے اسکی اس سوچ اور تجویز پر پھٹکار بھیجتا ہے فقال قتل کیف قدر لعنت ہو اسپر مارا جاوے وہ اسنے کیونکر یہ تجویز آنحضرت صلعم کی بابت کی ثم قتل کیف قدر پھر اسپر لعنت ہو وہ مارا جاوے باوجود عقل وفہم کے اسنے ایسی بیہودہ اور بے اصل بات کیونکر تجویز کی دوبارہ اس کلمہ کو تاکید اور اظہار غضب کے لئے استعمال کیا یا اس لئے کہ باوجودیکہ پہلے جان چکا تھا ایکبار اس لئے لعنت کا مستحق ہوا اور بار دیگر اس لئے کہ اسنے سوچا اور اسکے فکر نے یہ فتوی نہ دیا مگر عناد کی وجہ سے جادو کہدیا اسی پر اکتفا نکیا بلکہ ثم نظر اسنے پھر حضرت کے حالات مین تفکر کی اور کوئی بات جادوگری

اور کہانت اور جنون کی نہ پائی اور جب اسکی طبیعت اور ذہن نے اسکو جواب دیدیا اور طعن کا کوئی رستہ نہ ملا ثم عبس تو پھر ترش روئی کی و بسر اور تیوری چڑہائی ثم ادبر حق او سپر ظاہر ہوا مگر اس نے اس سے مونہہ پھیر لیا و استکبر اور سرداری اور مال کے غرور مین آکر فقال ان ہذا الا سحر یؤثر یہہ کہدیا کہ یہہ جادو ہے جو چلا آتا ہے بابل یا عجم سے یا پہلے ساحرون سے سیکھا ہے۔ حال کا جادو نہین بڑا قدیم جادو ہے جو سینہ بسینہ چلا آتا ہے یہ خدا کا کلام نہین ان ہذا الا قول البشر بلکہ یہ آدمی کا کلام ہے۔ اس عناد کی سزا یہ ہے کہ ساصلیہ سقر کہ ہم اسکو ابھی سقر مین داخل کرین گے یہ جہنم کے ایک طبقہ کا نام ہے جسمین اس قسم کے معاندین ڈلے جاوین گے۔ پھر سقر کی ہولناک حالت بیان کرنے کے لئے جیسا کہ محاورہ عرب ہے فرماتا ہے وما ادراک ما سقر کہ اے محمد یا اے مخاطب آپ کیا جانتے ہین کہ سقر کیا ہے پھر اسکی چند صفت بیان فرماتا ہے (اول) لا تبقی ولا تذر کہ کسی جنس کو جو اسمین داخل ہونے کے قابل ہے باقی نہین چھوڑیگی یا یہ کہ ہڈی اور گوشت پوست کو باقی نہ چھوڑیگی جلادیگی اور پھر جلانے سے وہ چھوٹ نجاوین گے بار دگر جسم تیار ہوگا اور جلے گا ابدالاباد یہی معاملہ رہیگا (دوم) لواحۃ للبشر آدمیون کو بڑی دور سے دکھائی دینے والی ہے کما فی قولہ وبرزت الجحیم آخرت مین دور سے نظر آویگی اور جو آنکھین رکھتے ہین انکو پہلے سے دکھائی دیتی ہے یا یہ معنی کہ جھلس دینے والی ہے مجاہد کہتے ہین عرب بولتے ہین لاحہ الحر والبرد والحزن والسقم اذا غیرہ (۳) اسکے داروغہ جو اسپر متعین کئے گئے ہین انیس شخص ہین علیہا تسعۃ عشر ان انیس فرشتون کی تعداد بیان کرنیکی وجہ تو وہی ہے کہ جو آئندہ آیات مین حق سبحانہ بیان فرماتا ہے کہ کافرونکی آزمائش اہل کتاب کی تصدیق ایمانداروں کے ایمان کا استحکام مگر تعداد مین جو کچھ حکمت ہے اسکی بابت علماء کے چند اقوال ہین (۱) یہ کہ دوزخ غضب و قہر آلہی کا مظہر ہے جیسا کہ جنت رحمت کا مظہر ہے اور تمام کارخانون کے انجام کے لیے روحانیات و ملائکہ متعین ہین۔ عرش کرسی سات آسمان چار عنصر آب آتش ہوا خاک اور تین موالید ثلثہ حیوانات نباتات وجمادات اور پھر حیوانات مین سے انسان اشرف ہے اس کی بنیاد اور اجزا کا ان تین لطیفون پر ہے طبع کا محل اس کا جگر ہے قلب کہ فرحت و سرور اور حیات کے کارخانے اس سے متعلق ہین اور دماغ کی حس و ادراک اس سے متعلق ہے یہہ سب انیس چیزین ہوئین ان انیس چیزونکے موکلات ملائکہ ہین عذاب دوزخ کے سرانجام دینے کو بھی وہی انیس ملائکہ موکل ہون گے۔ انمین جو موکل عرش ہے وہ مالک ہوگا اس کو وہان کے کارخانہ کا بادشاہ سمجھنا چاہئے اور کرسی کا فرشتہ اس کا دیوان اور اسی طرح ہر آسمان کا فرشتہ ایک ایک خدمت پر متعین ہوگا اور اسی طرح عناصر کے فرشتے اپنے اپنے موافق سرانجام دین گے مع نباتات کا فرشتہ تو جہ کی زنجیرین اسکے لگا نباتات کا زقوم کا درخت کہانے کو دیگا حیوانات کا سانپ بچھون کو ڈسنے کے لئے متعین کرے گا طبع کا موکل پیاس بھوک دیگا الجوع الجوع اور العطش العطش کرینگے قلب کا فرشتہ خوف اور غم اور رنج دیگا دماغ کا فرشتہ جو عقل کا محل ہے ان کو ان کی گذشتہ خطاؤن پر متنبہ کریگا اور ان کے خیالات فاسدہ وتخیلات باطلہ کہ جس مین وہ گرفتار تھے قلعی کھولے گا جس پر حسرت اور افسوس پر افسوس ہوگا۔

اول قول

دوسرا قول ارباب حکمت کا قول ہے کہ نفس انسانیہ کا خراب اور درست ہونا اس کے قوی کی خرابی و اصلاح پر موقوف ہے اگر اس کے قوی نیک اور عمدہ باتون مین صرف ہوتے ہین تو نفس ناطقہ کمال کو پہونچتا ہے اور بعد مفارقت بدن اس کمال کے سبب عالم قدس مین آرام پاتا ہے اور اگر برے کامون مین صرف ہین تو اسفل چیزون مین داخل ہوکر جہنم مین جاتا ہے کیونکہ اسفل اور خسیس چیزون کا وہی مقام ہے اور انسان مین انیس قوت ہین کیونکہ دس تو قوائے حوانیہ ہین پانچ ظاہرہ جن کو حواس خمسہ کہتے ہین آنکھہ ناک دیکھنا سونگھنا چھونا سننا چکھنا اور پانچ باطنیہ ہین حس مشترک وغیرہ اور سات قوی طبعیہ ہین جاذبہ ماسکہ ہاضمہ دافعہ غاذیہ نامیہ مولدہ اور دو قوت اور ہین ایک قوت غضبیہ دوسری شہوتیہ سب انیس ہوئین۔

دوم قول

پس جب منشاء فساد یہ انیس قوتین تھین تو انتقام کے گھر مین ہر ایک قوت کی ناشکری مین ایک فرشتہ عذاب کے لئے معین ہوگا تاکہ انیس قسم کا عذاب ہو اور ہر قوۃ کا برا مزہ چکھے دنیا کے عمدہ نظارون کے بدلہ ہیبتناک چیزین دیکھنی پڑین مزیدار اور پُر شہوت نعمات کے بدلہ سخ دہ باتین سنی پڑین علی ہذا القیاس -

(**تیسرا قول**) علماء کلام کا ہے کہ دوزخ کے سات دروازے ہون گے ایک دروازہ پر کہ جس مین سے مسلمان گناہگار جاوینگے صرف ایک ہی فرشتہ نگہبان ہوگا کس لئے کہ اس نے تین باتون مین سے صرف ایک ہی ترک کی تھی اور وہ تین یہ ہین اعتقاد بالجنان اقرار باللسان عمل بالارکان اور باقی چھ دروازون پر تین تین فرشتے ہون گے ہر ایک فرشتہ ایک ایک بات کی پرسش کریگا عذاب دینے کے لئے - اس لئے انیس ہوئے -

(**چوتھا قول**) واعظونکا ہے وہ کہتے ہین دن رات کے چوبیس گھنٹے یا گھڑی یا ساعت ہوتی ہین پنجگانہ نماز کی برکت سے پانچ گھنٹون کو تو معاف کیا جاویگا باقی ہر ایک گھنٹے کے ضائع کرنے پر ایک فرشتہ عذاب کے لئے معین ہوگا - بعض علما فرماتے ہین کہ اسکی مصلحت وہی جانتا ہے اس تعداد پر کفار مکہ مضحکہ کرتے تھے چنانچہ ابو الاشد نے قریش سے کہا کیا غم ہے قیامت کے دن دس کو دائین کندھے سے پھینکدونگا اور نو کو بائین سے اور ہم الگلکر جنت مین سیدھے چلے جاوینگے - اور ابوجہل نے کہا اے قریش تمھاری اس قدر جماعت ہے کیا ہم مین سے سو آدمی ایک کا بھی مقابلہ نکرسکین گے - ان بیہودہ دماغون کو دوزخ کے داروغون کی حالت بیان کرنے کے لیے یہ بھی فرمایا گیا وما جعلنا اصحب النار الا ملائکۃ کہ ہمنے دوزخ پر آدمی کوئی معین نہین کیے بلکہ فرشتہ جنکی قوت کو بنی آدم کی قوت سے نسبت نہین ایک فرشتہ لاکھون کروڑون کو کافی ہے اور نیز وہ غیر جنس ہین رعایت مروت رحم بھی نہ کرینگے وما جعلنا عدتہم الا فتنۃ للذین کفروا اور انکی تعداد انیس کافرون کے عذاب کے لیئے ہےنہ کی تاکہ انیس قسم کا عذاب کرین - اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہین کہ کافر آزمائش مین پڑین انکی تعداد کو کم سمجھکر تمسخر کرین اور کفر مین دلیر ہون تقدیر الٰہی مین انکا گمراہ ہونا بھی ٹھہر چکا ہے -

اسکے بعد ظاہر کرتا ہے کہ اس تعداد کے بیان کرنے مین چار فائدے ہین (اول) لیستیقن الذین اوتو الکتاب تاکہ اہل کتاب کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا یقین کامل ہو کس لئے کہ وہ فرشتون کی طاقت کے قائل تھے سدوم اور عمورہ لوط علیہ السلام کی بستیون کو دو فرشتون نے ہلاک کردیا تھا توریت سفر پیدائش کے ١٩ باب مین یہ واقعہ موجود ہے اور اسکے علاوہ اور بہت واقعات ہین جن سے فرشتون کی طاقت معلوم ہوتی ہے اور اس بات کے بھی اہل کتاب قائل تھے کہ جہنم مین کفار و بت پرست ڈالے جاوین گے اس بات مین بھی اس آیت سے دار آخرت کے معاملہ مین انکو وثوق اور تعین ہونا ایک معقول بات ہے کس لیئے کہ یہود مین دو فرقے تھے ایک قیامت اور وہان کے عذاب اور حشر برپا ہونے کا منکر تھا اور انکو صدوقی کہتے تھے چنانچہ اس معاملہ مین انھون نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کئی خاوند والی عورت کی بابت ایک سوال بھی کیا تھا کہ اگر قیامت برپا ہوئی تو وہ کس کو ملے گی انجیل متی باب ٢٢ - اور ایک فریق قیامت کا قائل تھا یہ بیان انکے اعتقاد دار آخرت اور وہان کے عذاب و ثواب کو قوت دینے والا ہے اس لئے ان کو اس کے یقین کرنے مین کچھ تامل نہین ہونا چاہیئے اور اس کے ساتھ آنحضرت صلعم کی نبوت کا بھی خداترس اہل کتاب کو یقین کرنے کا موقع ہے جنے ایک مختلف فیہ مسئلہ آخرت کا فیصلہ کردیا

(٢) ویزداد الذین امنوا ایمانا تاکہ ایماندارون کا ایمان زیادہ ہوجاوے یعنے اور بھی تقویت ہوجاوے کس لیئے کہ اب تک قرآن مین جہنم کی زیادہ تشریح نہ تھی

اس سے انکے اعتقاد مین اور بھی قوت ہوجاویگی کس لئے کہ اجمال کے بعد تفصیل علم اور یقین کو قوی کرنے والی بات ہی ۔ (۳) ولا یرتاب الذین اوتو الکتاب والمومنون تاکہ اہل کتاب اور ایماندارون کو آخرت کے بارہ مین شک نہو یا یہ کہ آنحضرت کی نبوت مین شک نہو ۔ انکو شک تھا مگر وہ اہل شک پر یہین تعریض ہے اس لئے یہ جملہ پہلے جملہ کی تاکید ہی (۴) ولیقول الذین فی قلوبہم مرض والکافرون ماذا اراد اللہ بہذا مثلاً تاکہ جنکے دلون مین شک ہی اور منکر ہین یہ کہین کہ اس مثل یعنے بیان سے اللہ نے کیا ارادہ کیا ہے؟ یعنی وہ اسمین نکتہ چینی کرکے اور زیادہ گمراہ ہون اس لئے اسکے بعد فرماتا ہے کذلک یضل اللہ من یشاء ویہدی من یشاء کہ اللہ جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے یا اسکے لیئے اسباب ہدایت پیدا کر دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے یا اسباب گمراہی پیدا کرتا ہے ۔ ہدایت وگمراہی اسکی طرف سے ہے ۔ یعنی جس طرح جہنم اور اسکے کارکنون کے بارے مین کسی کو سمجھ مین آنے اور ایمان لانیسے ہدایت ہوئی اور کسی کو سمجھ مین نہ آنے اور انکار کرنیسے گمراہی ہوئی ہر معاملہ مین ایسا ہی کرتا ہے کسی کو اس بات کے سر سے مطلع کرتا ہے اور اسکے دل مین اس بات کی تہ تک پہونچنے کی قابلیت پیدا کرتا ہے اور کسی کو نہین ہوتی اس لیئے شک اور تردد مین پڑکر انکار و تمسخر سے پیش آتے ہین یہی وہ ضلال مبین ہے ۔

پھر فرماتا ہے کہ انیس تو سر دار ہین باقی ہر ایک کے متعلق جسقدر تعداد کثیر تابع ہے وہ بیشمار ہے وما یعلم جنود ربک الا ہو وہ بیشمار لشکر تیرے رب کے ہین جنکو اسکے سوا اور کوئی نہین جانتا ۔ امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ نے ابی ذر سے روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آسمان چرچر بولتا ہے اور بولنا چاہیئے کس لیئے کہ کوئی انگلی دہرنے کی جگہ بھی ایسی نہین کہ جہان ایک فرشتہ سجدہ مین نہ پڑا ہو ۔ عالم محسوس مین ٹڈیون اور چیونٹیون و مچھر وغیرہ چھوٹے چھوٹے جانورون کی تعداد پر عقل حیرت مین آجاتی ہی پھر عالم روحانی کی وسعت اور وہان کے رہنے والون کی تعداد اسکے سوا اور کون جان سکتا ہی پھر فرماتا ہے وما ہی الا ذکری للبشر کہ جہنم انسان کے لیئے ایک نصیحت دینے والی چیز ہے کہ اسکے حالات سنکر غضب و قہر الٰہی سے ڈرین اور نافرمانی سے باز آوین نہ یہ کہ سنکر انکار کرین اور تمسخر سے پیش آوین ۔ بعض مفسرین کہتے ہین ماہی کی ضمیر آیات کی طرف راجع ہے جو جہنم کی کیفیت بیان کر رہی ہین کہ یہ آیات بشر کے لیئے پند و نصیحت ہین ۔

ف اس سورہ کے نازل ہونے کے وقت مکہ مین نہ اہل کتاب تھے نہ وہان کوئی منافق تھا کہ جنکے دلون مین شک کا مرض ہو پھر ان آیات مین اہل کتاب کا ذکر آنا کہ تا اہل کتاب یقین کرین اور ان کے اور ایماندارون کے دلون مین شک نہ پیدا ہو اور اسی طرح منافقون کا ذکر آنا کہ تا جنکے دل مین شک ہے اور کفار یہ کہین کہ اگر یہ اللہ کا کلام ہے تو اس کے اس بیان سے کہ جہنم پر انیس فرشتہ ہین کیا مراد ہے ۔ ایک بے موقع ذکر معلوم ہوتا ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالے کو معلوم تھا کہ یہ دین مکہ کے پہاڑون ہی مین بند نہ رہیگا بلکہ دنیا مین پھیلیگا اور یہ بھی معلوم تھا کہ نبی علیہ السلام مدینہ مین تشریف لیجائینگے وہان منافق بھی ہونگے اور اہل کتاب بھی اور وہ اس سورہ مبارکہ سے بھی مطلع ہونگے اس لیئے ان کا ذکر بطور پیشین گوئی کے آگیا اور یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا **اعجاز** ہی اگر آپ کو من جانب اللہ اس دین اور وحی کے دنیا مین پھیلنے کا کامل وثوق نہین دلایا گیا تھا تو آپ اس حالت مین کہ مکہ مین بھی آپ کو امن نہ تھا اور وہین کے سرکشون کو زیر کرنا مشکل ہو رہا تھا کس طرح سے معلوم ہوگیا تھا کہ اہل کتاب اور منافقون تک بھی اس کی نوبت پہونچے گی ؟ خصوصاً فریبی اور مفتنی آدمی تو کبھی بھی ایسی حالت مین اپنی کامیابی پر پورا بھروسہ نہین کرسکتا اور نہ وہ ایسی باتین کہہ سکتا ہے کہ جسپر اس کا تمسخر ہو اور لوگ اس کے درپے ہوجاوین ۔ عقل سلیم ہرگز ہرگز باور نہین کر سکتی ۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ۝ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ۝ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ۝ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ۝ لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن

نہین نہین قسم ہے چاند کی اور رات کی جبکہ ڈھلے اور صبح کی جبکہ روشن ہوجائے البتہ دوزخ بڑی چیزون مین سے ہی انسان کے ڈرانے کو ہر ایک کے لئے خواہ وہ آگے

يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۝ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ۝ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ۝

بڑھے یا پیچھے ہٹے ہر شخص اپنے اعمال مین پابند ہے مگر اہل سعادت باغون مین ہونگے گنہگارون سے پوچھین گے

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۝ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۝

کہ تم کو کس سبب سے دوزخ مین آئے وہ کہین گے ہم نمازی نہ تھے اور نہ فقیرون کو کھانا کھلاتے تھے اور باتین بنانے والون کے ساتھ ہم بھی باتین بنایا کرتے تھے

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ۝ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ۝

اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے یہان تک کہ ہم کو موت آ پہونچی پھر انکو کسی سفارش کرنے والے کی سفارش فائدہ نہ دیگی

✤ ترکیب ✤

کلا ردع لقول الکفار انا نقدر علی مقاومة خزنة النار والقمر الواو للقسم انها الضمیر للنار والکلام جواب القسم والضمیر الی سقر او تعلیل لکلا والقسم معترض للتاکید الکبر فی الکساف ما جمع الکبری جعلت الف التانیث کتاء التانیث فکما جمعت فعلة علی فعل جمعت فعلی علیها نذیرا بالنصب حال من الضمیر فی انها قال الزجاج وقال الکسائی انہ حال من قولہ قم حال من کونه نذیرا للبشر وقال الفراء مصدر بمعنی الانذار منصوب بالفعل مقدر وقیل تمیز لاحدی لتضمنها معنی التعظیم وقیل مفعول لہ ای لاجل انذار البشر وقری بالرفع علی انہ خبر بعد خبر او بحذف المبتدا لمن شاء بدل من قولہ للبشر والتقدیر انہا نذیر لمن شاء منکم ان یتقدم او یتاخر ونظیرہ قولہ وللہ علی الناس حج البیت من استطاع وقیل ان یتقدم فی محل الرفع بالابتداء ولمن شاء خبر مقدم علیہ کقولک لمن توضا ان یصلی والمعنی التقدم والتاخر مطلقا لمن شاء منکم رہینة اسم بمعنی الرہن کالشتیمة بمعنی الشتم لیست بمعنی رہینة النفس لان فعیلا یستوی فیہ المذکر والمؤنث فلو کانت صفة لقیل رہین الا اصحاب الیمین الاستثناء متصل لان المستثنی المؤمنون انما یعفون من الذنوب فی جنات فی محل الرفع علی انہ خبر مبتدا محذوف ای ہم فی جنات والجملة صفة او حال من اصحاب الیمین ویمکن ان یکون ظرفا لقولہ یتساءلون ما سلککم الخ۔

✤ تفسیر ✤

کفار کی بیہودہ باتون کا رد کرکے اب اور دوسری قسم کے دلائل قیامت برپا ہونے اور دنیا مین نبی بھیجنے پر قائم کرتا ہی اور ایک عجیب موثر بیان سے اہل جہنم کی حالت کی تصویر کھینچتا ہے اور الفاظ کے اندرونہ پہلو مین جہنم پر ۱۹ فرشتون کے ہونیکا سر بھی روزمرہ معاملات سے بتاتا ہے ان چند آیات مین مسئلہ حشر اور وہان کی کیفیت اور دخول نار کے اسباب اور مسئلہ نبوت اور دنیا کا ابتدا اور انتہا اور انسان کا انجام کار جو اسکے اس دنیا مین آنیکا نتیجہ ہی اور سعادت و شقاوت کے اسباب کن مختصر الفاظ مین بیان فرمائے کہ عقل دنگ ہوتی ہے۔ اور ضمناً مذاہب باطلہ کا رد بھی ہے۔

فقال کلا نہین نہین ضرور قیامت برپا ہوگی اور ضرور جہنم کے اوپر انیس فرشتے مقرر ہین اور تمہارا زور کام نہ آویگا۔ اور تم جو کہتے ہو نبی کی کیا حاجت ہے بھیجا گیا ہے نہین نہین اسکی بہت ضرورت ہے۔ اب ان باتون کے ثبوت مین چند چیزون کی قسم کھاکر بیان کرنا عرب کے لئے کافی تھا کس لئے کر وہ قسم کھاکر جھوٹھ نہین بولتے تھے اور اسکو مصیبت آنے کا سبب تصور کرتے تھے اس لیے فرماتا ہی والقمر واللیل اذ ادبر والصبح اذا اسفر تین چیزون کی

یہ چیز ہے کچھ ایسی ویسی بات نہیں جسکو تم ہلکا سمجھ رہے ہو - اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جواب قسم محذوف ہو کس لئے کہ وہی جواب قسم ہے جسکی بابت مخاطبین رد و بدل ہو رہی ہے اس قرینہ سے اسکو حذف کرنا عین بلاغت ہے اور انہا لاحدی الکبر ان تینون چیزونکی بابت ہو کہ جنکی قسم کھائی ہے یعنی ہم ان چیزونکی اسلئے قسم کھاتے ہین کہ یہ بڑی چیزون مین سے ہین اور نذیراً للبشر بھی ان تینون چیزونکی نسبت کہنا انکے واقعی حال کو بیان کرتا ہے - یا یہ کہ ہم انکی قسم انسان کے متنبہ کرنے کو کھاتے ہین - یا یہ ہے کہ محمد صلعم کو انسان کے متنبہ کرنیکو بھیجا ہے یا یہ کہ قیامت کا واقعہ انسان کے ڈرانے اور ہوشیار کرنے کو بیان کیا ہے -

عرب کے یقین دلانے کو تو صرف ان چیزونکی قسم کھانا کافی تھا مگر اور لوگون کیلئے خود ان تین چیزون مین قیامت اور آنحضرت کی نبوت کا ثبوت ہے گویا یہ اشیا ان دونون مسئلون کے لئے دلائل ہین ذرا انکے حالات مین غور کرے تو خود بخود قیامت کا برپا ہونا اور آنحضرت کا نبی مرسل ہونا ثابت ہو جاوے اب اختیار ہے کہ انکے حالات کو قضایا بنا کر نتیجہ نکالا جاوے یا یون ہی طبیعت صافیہ سمجھ جاوے - یہ تینون چیزین وجود قیامت پر اس لئے دلیل ہین - چاند اس لئے کہ اسکے نور کا گھٹنا بڑھنا اسکے کمال قدرت کی دلیل ہے اور یہ نمونہ ہے دنیا کو آباد کرکے بگاڑنے اور پھر دوسرے بار زندہ کرنے کا - چاند رفتہ رفتہ روشنی زیادہ دیا جاتا ہے آخر جب کامل ہو جاتا ہے تو اوسکے بعد سے نقصان شروع ہوتا ہے یہانتک کہ بالکل غائب ہو جاتا ہے اسکے بعد پھر چاند نمودار ہوتا اور اگلے مہینے مین روشنی کا نیا نقشہ جمتا ہے - اسی طرح دنیا نے تدریجاً ترقی کی اور کرتی جا رہی ہے جب پوری ترقی اور اسکی حد پر پہونچ جاویگی تو رفتہ رفتہ انحطاط شروع ہوگا خوب لوگ اور خوبیان اٹھتی جاوینگی آخر ایک روز فنا ہو جاویگی اور اس تاریکی عدم کے بعد اسکو دوسری زندگانی کا سوز بخشا جاویگا جو پھر فنا نہوگا اور اس لئے بھی چاند قیامت کی نشانی ہے کہ قیامت کے قریب اس کا شق ہونا پہلی کتابون[1] مین مذکور ہے جیسا کہ فرمایا تھا اقتربت الساعۃ وانشق القمر اور آنحضرت صلعم کی نبوت پر چاند اس لئے دلیل ہے کہ یہ رات کو روشن کرتا ہے جس سے اسطرف اشارہ ہے کہ دنیا مین بھی اندھیر ہو رہی تھی اس حکیم نے اپنے فضل سے نبی آخر الزمان بھیجا جو تاریکی دور کرنے والا چاند ہے - اور والیل اذ ادبر والصبح اذا اسفر مین تو صاف صاف ایما ہے کہ رات کی اندھیریان پیچھے پھیر چلین ظلمت کا زمانہ رخصت ہوتا چلا ہے اور صبح ہدایت روشن ہوتی جاتی ہے اور اسی لئے حضرت کو کہین چراغ روشن سے کہین چاند سے تشبیہ دیجاتی ہے اور ایام جاہلیت کو رات سے - اور قیامت کی طرف اسلئے اشارہ ہے کہ دنیا مع اپنے چاند اور ستارون کے تمام ہوا چاہتی ہے اور اس کا وجود عارضی اور چند روزہ ہے اور یہان کی ہستی کدورتون اور خلش سے صاف نہین اس لئے اسکو رات سے تشبیہ ہے آنحضرت صلعم کی بعثت اسکی صبح ہے اخیر زمانہ امت کے تنویر کے لحاظ سے - اب اسکے بعد آفتاب برآمد ہونے والا ہے جس سے دار آخرت اور اس ابدی جہان کی طرف اشارہ ہے وہان ہر ایک کو اصلی روشنی مین اپنے نیک و بد کا اور علم و جہل کی حقیقت معلوم ہو جاویگی - یہ جہان رات ہے اسمین جو کچھ نور ہے تو وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی ہدایت و ارشاد کا نور ہے حق و باطل مین امتیاز کرنیکو اسی قدر روشنی کافی ہے کہ جس قدر چاند سے رات مین پیدا ہوتی ہے مگر انکشاف کلی قیامت کے دن ہی مین ہوگا جسکی صبح نمودار ہو چلی - اس لئے فرماتا ہے انہا لاحدی الکبر یہ ایک بڑی بات ہے نذیراً للبشر بشر کو خواب غفلت سے بیدار کرنیوالی ہے - جاگو جاگو اے لذات و شہوات کے متوالو خدا کی طرف سے بیدار کرنے والا پکار رہا ہے مگر جاگے کون ؟ وہی تو بشر ہو مگر جو بشریت سے خارج ہو کر حیوانیت مین داخل ہو گیا ہو جسکو رات دن کھانے پینے سونے جماع کرنے یا باہم لڑنے کے سواے اور کوئی کام نہین کیا جاگے گا -؟

---

[1] کتاب یسعیاہ علیہ السلام کے ۲۴ باب درس ۲۳ مین ہے اور چاند مضطرب ہوگا اور سورج شرمندہ ہوگا جب رب الافواج کوہ صیہون اور یروشلم پر اپنے بزرگون کے گروہ کے آگے حشمت کے ساتھ سلطنت کریگا ۱۲ منہ

فرماتا ہے لمن شاء منکم ان یتقدم او یتأخر جو چاہے تم میں سے آگے آئے سعادت کے رستہ میں بڑھکر قدم رکھے جو چاہے پیچھے ہٹے اور جہنم کے عمیق گڑھے میں جا گرے فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ وقد تبین الرشد من الغی گو پیچھے ہٹے وہ یہ نہ سمجھے کہ میں دار آخرت کی دار وگیر سے آزاد ہو جاؤں گا ہر ایک سے اعمال کی باز پرس ہوگی کس لئے کہ کل نفس بما کسبت رہینۃ ہر شخص امیر غریب شریف و وضیع اپنے اعمال میں گروی ہے چھٹکارا نہیں الا اصحاب الیمین مگر داہنے والے ماخوذ نہیں۔ داہنے والوں سے مراد وہ گروہ ہے جو قیامت کو تخت رب العالمین کے داہنی طرف کھڑا ہوگا اور ان کا اون کے نامہ اعمال داہنی ہاتھ میں دیے جاوینگے اور روز میثاق بھی وہ داہنی طرف تھے۔ اور یمین یمن سے ماخوذ ہے جس کے معنے برکت اور بہتری کے ہیں یعنے اہل خیر ایماندار انکو کال وہ اپنے اعمال میں ماخوذ نہوں گے کس لئے کہ ان کے اعمال قابل مواخذہ ہی نہیں اور وہ اصحاب الیمین اس روز روشن ہیں کہ جس کی صبح نمودار ہونے والی ہے کہاں رہیں گے فی جنات باغوں میں جہاں اپنے اعمال وایمان کے پھل کھاوینگے۔ اور یہ انکی اسی گرمی و محنت کا نتیجہ ہے جو انہوں نے دنیا میں اٹھائی تھیں یتساءلون عن المجرمین ما سلککم فی سقر گنہگاروں سے پوچھیں گے کہ کس چیز نے تمکو جہنم میں پہونچایا۔ (فی جنات یتساءلون کا ظرف بھی ہوسکتا ہے کہ ان باغوں میں۔ یگر یعنی یہ مجرموں سے پوچھیں گے) اس عالم میں اہل جنت کو اہل النار دکھائی دیں گے کیونکہ حجاب جسمانی جو قرب و بعد کا رویت میں فرق پیدا کرتا ہے اٹھ جاویگا۔ وہ شقی انکو جواب دیں گے لم نک من المصلین کہ ہم دنیا میں نماز نہیں پڑھتے تھے اہل صلوۃ کی جماعت میں نہ تھے ولم نک نطعم المسکین اور نہ فقیروں محتاجوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ یعنے نہ بدنی و روحانی عبادت کرتے تھے اور نہ مالی عبادت کرتے تھے۔ نماز بدنی و روحانی عبادت ہے کھانا کھلانا مالی۔ اہل دنیا کے نزدیک بدنی خدمت مالی خدمت سے آسان تر ہے اس لئے اول نماز نہ پڑھنا ذکر کیا بعد میں کھانا نہ دینا۔ یہ دونوں کام قوت عملیہ کی تکمیل کے رکن ہیں کس لئے کہ تعظیم امر اللہ جو نماز میں ہے اور شفقت بر خلق خدا جو خیرات میں ہے تمام اہل عقل ونقل کے نزدیک عمدہ کام ہیں۔ اس کے بعد دو کام قوت نظریہ کے فاسد کرنے والے اور بتاتے وکنا نخوض مع الخائضین اور خدا و رسول کی باتوں میں اور غوطہ لگانے والوں کے ساتھ ہم بھی غوطہ لگاتے تھے۔ غوطہ لگانے سے مراد باتیں بنانا انکار کرنا شک و شبہات پیدا کرنا ہے وکنا نکذب بیوم الدین اور ہم روز جزا کو بھی جھٹلایا کرتے تھے کہتے تھے قیامت نہوگی ابھی وہاں کی کیا خبر ہے کون دیکھ کر آیا ہے اب تو مزے کرلو یہ دونوں باتیں قوت نظریہ کے خراب کرنے والیں بہت کچھ تھیں۔ اعمال نیک بھی ترک، ایمان بھی نہ لائے تھے۔ اور یہ بات کب تک رہی حتی اتانا الیقین یہانتک کہ ہمکو موت آگئی اور مرگئے کسی سمجھانے والے کی بات کو نہ مانا اپنی اسی جہالت پر اڑے رہے۔

موت کو یقین اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی بابت دنیا میں کسی کو بھی شک نہیں ملحد خدا پرست جاہل عالم بدکار نیک سب اسکے قائل ہیں اور یہ بھی ہے کہ مرنے کے وقت وہ پردہ جو اس جہان اور اس جہان میں پڑا ہوا ہے اٹھ جاتا ہے پھر وہاں کی ہر بات دکھائی دینے لگتی ہے یقین آجاتا ہو مگر گیا فائدہ ایمان وعمل کا وقت جاتا رہا اس لئے خود ہی فرماتا ہے فما تنفعہم شفاعۃ الشافعین کہ اس روز سفارش کرنیوالوں کی سفارش کام نہ آوے گی کس لئے کہ شفاعت یا ایمان واعمال صالحہ کرتے ہیں وہ انکے پاس ہیں نہیں یا حضرات انبیاء و اولیا کرتے ہیں انسے بیزاری پیدا کرلی تھی وہ انسے بیزار تھے۔ ان آیات میں انسان کا انجام بتایا گیا اور یہ بھی تبلادیا کہ دار آخرت میں کارآمد یہ باتیں ہیں نماز خیرات ایمان اطاعت خدا ورسول اور ان کے برخلاف کرنے سے سقر میں داخل ہونا یقینی ہے۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ۝ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ۝ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ

پھر انکو کیا ہو گیا ہو نصیحت سے مونہہ موڑتے ہیں۔ گویا کہ وہ گدھے ہیں جو بدک کر بھاگ رہے ہیں شیر سے ۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا ہے

أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝ كَلَّا بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ۝ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ۝ وَمَا يَذْكُرُونَ

کہ اسکو کھلی ہوئی کتاب دیجائے ۔ نہیں نہیں بلکہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے ۔ نہیں نہیں یہ قرآن ایک نصیحت ہے پھر جو چاہے اسکو یاد رکھے اور وہ یاد نہیں رکھیں گے

إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝

ع

مگر جبکہ اللہ چاہے ۔ وہی ہے جس سے ڈرنا چاہیے اور وہی بخشنے والا ہے

ترکیب

معرضین حال من الضمیر فی متعلق الجار والمجرور فما ثبت لهم خبره کانهم الخ حال من الضمیر فی معرضین علی التداخل مستنفرة قرأ الجمهور بالکسر یقال نفر واستنفر واشل سخر واستسخر وعجب واستعجب وقری بالفتح قال ابو علی الفارسی الکسر اولی فرت الخ حال بتقدیر قد والقسورة عند الاکثر الاسد فعولة من القسر وهو القهر والغلبة سمی بذلک لانه یقهر السباع وقیل الرماة قال الازهری اسم جمع للرماة لا واحد له من لفظه وقیل ذکر الناس واصواتهم وقیل ظلمة اللیل بل یرید عطف علی مقدر یقتضیه المقام کانه قیل لا یکتفون بتلک التذکرة بل یرید کلا بل لا یخافون اضراب انتقالی لبیان ذلک التعنت وقیل کلا بمعنی حقا۔ کلا ردع لهم عن اعراضهم عن التذکرة والضمیر فی انه وذکره للتذکرة وما یذکرون بالیاء والتاء یذکرون ۔

تفسیر

جب قیامت کے حساب کا یہ حال ہے کہ کسی کی سفارش کفار کو کام نہ آویگی اور وہ دن آنیوالا ہے جس کا پہلا دروازہ موت ہے فما لهم عن التذکرة معرضین تو ان کافروں کو کیا ہو گیا ہے جو اس روز کے لئے کارآمد نصیحتوں سے مونہہ پھیرے لیتے ہیں اور وہ نہ بھی کس طرح پر پھیرتے اور بھاگتے ہیں کانهم حمر مستنفرة فرت من قسورة گویا کہ وہ جنگلی گدھے ہیں جنگل میں شیر کو دیکھکر یا آواز اور شور و غل سنکر بدک کر بھاگتے ہیں۔ نفع نقصان کچھ نہیں دیکھتے نہ سوچتے ہیں۔ نصیحت اور بھلائی سے مونہہ پھیرنا کبھی کم فہمی اور بدعقلی سے ہوتا ہے کہ اسکے فوائد اسکی سمجھ میں نہیں آتے جیسا کہ کم عمر بچے تحصیل علم سے بھاگتے ہیں اور کبھی طبعی نفرت سے ہوتا ہے باوجودیکہ فوائد معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ بیمار دوا پینے سے اعراض کرتا ہے اور کبھی کسی وہم اور خیالی اندیشہ سے جیسا کہ فصد سے جس میں وہم ہوتا ہے کہ مر جاؤں اور کبھی عادات و رسوم کی پابندی اور خسیس لذت و الفت اور ناقابل سے ہوتا ہے جس لئے اس کے خلاف کسی کی نصیحت سننا نہیں چاہتا جیسا کہ عوام جہال اپنے مالوفات اور رسوم کے خلاف سننا گوارا نہیں کرتے اور فساق و فجار کی ناپاکی خواہش انکی عقل پر غالب آجاتی ہے وہ شراب زنا لواطت یا اور برے کام نہیں چھوڑتے ان چاروں صورتوں میں عقل سلیم مغلوب ہوجاتی ہے اس لئے ان کو جنگلی گدھوں سے تشبیہ دینا اور ناصح مشفق کو شیر سے جس کی نصیحت کو اپنی قوت متوہمہ کے سبب مضر اور خطرناک جانتا ہے بہت ٹھیک تشبیہ ہے ایک پانچویں صورت اور بھی اعراض کی ہے کہ اس کا تکبر اور غرور نہیں رخصت دیتا کہ کسی اور سے مستفید ہو حالانکہ اس کی بھلائی سمجھتا ہے اس لئے فرماتا ہے بل یرید کل امرئ منهم ان یؤتی صحفا منشرة بلکہ اس لئے بھی نہیں مانتے کہ ہر ایک ان میں سے یہی چاہتا ہے کہ اس پر آسمان سے بند اور ملفوف نہیں بلکہ فرامین شاہانہ کے طور کھلی ہوئی کتاب اترے یعنی ہر ایک بغیر وسیلہ نبی مرسل خدا پاک سے ہمکلام اور مخاطب ہونے کے ہوس رکھتا ہے

جیسا کہ بعض حکما کہتے ہیں نبی کی ضرورت نہیں ہر ایک کا واسطہ اسکے رب سے کافی ہے ۔
بعض مفسرین کہتے ہیں کہ کفار قریش کہتے تھے کہ ہم آپ کو جب مانیں گے کہ ہر ایک کے پاس آسمان سے ایک فرمان آوے جسمیں لکھا ہو کہ یہ فرمان رب العالمین کی طرف سے فلان بن فلان کی طرف ہے کہ تو محمدؐ کا کہنا مان ۔ یہی مضمون ایک اور آیت میں بھی ہے کہ حتی تنزل علینا کتابا نقرءہ فرماتا ہے کلا یہ ہرگز نہوگا کس لئے کہ ہر ایک میں اس سے مخاطب ہونیکی قابلیت نہیں کیونکہ نفوس انسانیہ کے درجات متفاوت ہیں بعض کو عالم علوی سے مناسبت ہے اور بعض کو نہیں دنیاوی کاروبار میں ایک عمدہ کام کی ہر ایک صلاحیت نہیں رکھتا چہ جائیکہ عالم ملکوت کے اسرار پر مطلع ہونے کی ۔
یہ تو ان کی خرمستی کی باتیں ہیں بلکہ بات یہ ہے بل لا یخافون الآخرۃ کہ وہ آخرت کے معاملات سے ڈرتے نہیں کس لئے کہ انکا ان باتوں پر ایمان نہیں اگر انکو کچھ بھی ان پیش آنیوالی مصیبتوں کا خوف و اندیشہ ہوتا جیسا کہ دنیاوی امور میں ہوتا ہے اور اسکی چارہ جوئی کے لئے ہر ایک کے پاس دوڑے دوڑے پھرتے ہیں تو ضرور ہمارے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر انکے دفعیہ کی تدابیر پوچھتے ۔
پھر اعادہ کرتا ہے کلا کہ جو تم چاہتے ہو وہ ہرگز نہوگا ۔ انہ تذکرۃ یہ قرآن ایک نصیحت ہے فمن شاء ذکرہ جو چاہے اسکو یاد کرے نصیحت سے مستفید ہو کس لئے کہ اسکا اسی کو نفع ہے اور جو چاہے نہ مانے جہنم میں جاوے ۔ وما یذکرون الا ان یشاء اللہ اسکو یاد بھی وہی کرتے ہیں جن کو یاد کرانا اللہ چاہتا ہے کس لئے کہ ۔ ہو اہل التقوی واہل المغفرۃ وہی متقی بناتا ہے اور وہی متقی بنا کر بخش دیتا ہے یا یوں کہو وہی اس قابل ہے کہ اس سے ڈرنا چاہئے تمام نفع ونقصان کی ڈوریاں اسی کے ہاتھ میں ہیں پھر جب اس سے کوئی ڈرتا ہے تو وہ بخش دیتا ہے وہی بخشنے کے قابل ہے ۔ اس کے ڈر کے ساتھ بخشش لگی ہوئی ہے ۔ انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھکر فرمایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے انا اہل ان اتقی فلا یجعل معی الٰہ فمن اتقانی فلم یجعل معی الٰہا فانا اہل ان اغفر لہ (رواہ احمد والذی والترمذی وحسنہ والنسائی وابن ماجہ والبزار وابو یعلی) کہ میں ہی اس قابل ہوں کہ مجھ سے ڈرے پس میرے ساتھ کوئی شریک نہ بنایا جاوے پھر جو مجھ سے ڈریگا میرے ساتھ اور معبود نہ ٹھہرائیگا تب میں اس کو بخشدونگا (اس حدیث کو ترمذی وابن ماجہ و نسائی وغیرہ محدثوں نے نقل کیا ہے)
یعنی یہاں تقوی سے اعلی مرتبہ مراد نہیں کہ جسمیں تمام صغائر و کبائر سے مجتنب رہنا شرط ہو کس لئے کہ اول تو ہر ایک بندے سے اس قسم کا تقوی مشکل ہے ای عبد لک لا الما دوم ایسے تقوے کرنے والے پر مواخذہ ہی نہیں بلکہ شرک سے بچنا مراد ہے اور اس سے وہ اس کے دربار میں راہ پانے کے قابل ہو جاتا ہے اس کے بعد اور باقی گناہوں پر اسی کی طرف رجوع کرنے سے مغفرت ہے ۔ یعنے اگر شرک نہیں تو قابل مغفرت ہے ۔
سورہ کی ابتدا میں تھا کہ اے مدثر کھڑا ہو اور لوگوں کو ڈرا اخیر میں کلام کو تمام اس پر کیا کہ اوسی سے ہی ڈرنا چاہئے اور انجام کار تیری نصیحت کا تقوی ہے جس کا پہلا مرتبہ شرک سے بچنا ہے اور بعد اس کے اور مراتب ہیں جس کا انجام مغفرت ہے حاصل یہ کہ تو خلعت نبوت پہنکر چپ نرہ بلکہ متقی بنانے میں کوشش کر اور متقیوں کے لئے میری بخشش تیار ہے ۔ ابتدا و انتہا کلام میں الیسی مناسبت رکھنا کمال بلاغت ہے ۔

سورۂ قیامہ مکہ میں نازل ہوئی اسکی چالیس آیات اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۞ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۞ بَلٰى قٰدِرِيْنَ
قسم ہے قیامت کے دن کی　اور قسم ہے پشیمان ہونے والے شخص کی　کیا آدمی سمجھ رہا ہے کہ ہم اسکی ہڈیاں جمع نہ کرینگے؟　ہاں ہاں ہم اس کے

عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۞ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۞ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۞ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ
جوڑوں کے ٹھیک کر دینے پر قادر ہیں　بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ اسکے سامنے ڈھٹائی کرے　پوچھتا ہے کہ کب ہے قیامت کا دن　پھر جبکہ نظر چوندھیا جاوے

وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۙ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۙ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۞ كَلَّا لَا وَزَرَ ۞ اِلٰى رَبِّكَ
اور چاند گہنا جاوے　اور سورج اور چاند اکٹھے کئے جاویں　اوسدن آدمی کہے گا کہاں جاؤں بھاگ کر　نہیں نہیں کہیں پناہ نہیں　تیرے رب ہی

يَوْمَئِذِ ۣ الْمُسْتَقَرُّ ۞ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۞ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۙ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۞
کی طرف اسدن ٹھکانا ہے　اسدن انسان کو بتا دیا جاویگا کہ وہ کیا لایا اور کیا چھوڑ آیا　بلکہ ہر ایک انسان اپنے حال کو دیکھ رہا ہے　پڑے بہانے کیا کرے

ترکیب

لااقسم قیل لا زائدۃ کما زیدت فی قولہ لئلا یعلم وقیل لیست بزائدۃ وحینئذ فی معناہا وجہان احدہما انہ نفی القسم بہا لوضوح الامر والثانی ان لا رد لکلام متقدم کانہم قالوا انت مفتر ایحسب الہمزۃ للاستفہام الانکاری وان مخففۃ من المثقلۃ واسمہا ضمیر الشان محذوف وجواب القسم محذوف یدل علیہ ہذہ الجملۃ ای لیجمعن العظام بلی ایجاب لما بعد النفی المنسحب الیہ الاستفہام والوقف علیہ حسن ۔ ویبتدی الکلام بقولہ قادرین وانتصابہ علی الحال من الفاعل ای نجمعہا قادرین وقیل المعنی بل نجمعہا نقدر قادرین بنان جمع او اسم جمع لبنانۃ لیفجر اللام زائدۃ وناصبہ ان مقدرۃ ای ان یکذب امامہ ظرف ای لیکفر فیما یأتیہ قبل یسئل تفسیر لیفجر ایان خبر مقدم یوم القیامۃ مبتدا موخر ثم بل یرید عطف علی ایحسب فیجوز ان یکون ایضا استفہاما ویجوز ان یکون ایجابا یقول الانسان جواب اذا برق البصر وجمع الشمس والقمر ولم یقل جمعت لان التانیث مجازی قالہ المبرد الی ربک خبر والمبتدا المستقر ویومئذ منصوب بفعل دل علیہ المستقر الانسان مبتدا بصیرۃ خبرہ وعلی متعلق بالخبر والتاء فی بصیرۃ للمبالغۃ کما فی العلامۃ ولو وصلیۃ معاذیرہ قال الواحدی المعاذیر جمع معذرۃ یقال معذرۃ و معاذر ومعاذیر وقال صاحب الکشاف والمعاذیر لیس جمع معذرۃ وانما ہو اسم جمع لہا کالمناکیر فی المنکر وجمع المعذرۃ معاذر وقال المبرد والزجاج المعاذیر الستور واحدہا معذار ۔

تفسیر

یہ سورۃ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے جمہور اسی کے قائل ہیں اور ابن عباس اور ابن الزبیر کا بھی یہی قول ہے ۔ اسکی چالیس آیات ہیں اسمیں سر سورہ پر قیامت کی قسم کھائی ہے اور بعد میں بھی قیامت کے حالات مذکور ہیں اس مناسبت سے اسکا نام سورہ قیامہ ہوا ۔

مناسبت

اسکی سورہ مدثر سے یہ ہے کہ سورہ مدثر مین قیامت کے ظاہری واقعات کی ابتدا مذکور تھی بقولہ فاذا نقر فی الناقور اور انتہا بھی بقولہ ساصلیہ سقر
کل نفس بما کسبت رہینۃ الخ اور اس سورہ مین قیامت کے باطنی واقعات کی ابتدا اور انتہا مذکور ہے ابتدا یہ کہ عقل یا سرور متحیر ہوجائیگی بقولہ فاذا
برق البصر الخ اور انتہا دیدار الٰہی یا اس سے محرومی کے بعد سیاہ روئی حسرت و ندامت ہے بقولہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ ووجوہ یومئذ باسرۃ تظن
ان یفعل بہا فاقرۃ۔

اور یہ بھی ہے

کہ سورہ مدثر کے اخیر مین فرمایا تھا ہو اہل التقوی واہل المغفرۃ کہ وہی ڈرنے اور بخشنے کے قابل ہے یا اسکی شان ہے کہ اس سے خوف کیجاوے اور وہی
معافی دیتا ہے مگر دنیا چند روزہ موجود العمل ہے اس تقوی اور مغفرت کے آثار تو یہ ظاہر ہونیکی جگہ نہین بلکہ ایک دوسرا جہان ہے جو ابدی ہے اور اسکی ابتدا
قیامت سے ہے اسی لئے قیامت کی قسم کھاتا ہے اور اسکے بعد نفس لوامہ کی بھی یعنی اچھے لوگون کی جان کی بھی جو اپنے برے کامون پر ملامت کرتے ہین اور
دراصل ایسے ہی لوگ متقی ہین یہ اس لئے کہ اس روز وہ لوگ مغفرت کے آثار دیکھینگے - اور بھی الفاظ اور معانی مین باہم مناسبتین ہین جو غور کرنے سے
ظاہر ہوسکتی ہین اور صحابہ کبار کے عجیب ذہان صافیہ تھے کہ ترتیب سور کے وقت انپر یہ مناسبات ظاہر تھین -

فقال

لا اقسم بیوم القیامۃ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ کہ ہم قسم کھاتے ہین قیامت اور نفس لوامہ کی کہ انسان اس روز اپنی تقصیرات پر حسرت کریگا اور سخت
نادم ہوگا نفس لوامہ مین اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح اچھے[ف] لوگ دنیا مین اپنی تقصیرات پر حسرت و ندامت کرتے ہین کیونکہ انکو چشم بصیرت ہے برے
بھلے مین امتیاز کرتے ہین نفس کی خواہش سے اگر کوئی تقصیر ہوجاتی ہے تو فوراً نادم بھی ہوجاتے ہین ان اندھے جاہلون کی طرح اوپرا اڑتے نہین اسی طرح
یہ اندھے اس روز حسرت و ندامت کرینگے کیونکہ اوس روز روشن مین انکی آنکھین کھل جائینگی (فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید) اوس روز
رو رو مین گے دانت پیسین گے مگر کیا فائدہ آج اگر روتے اور ندامت کرتے تو فائدہ تھا -

نفس سے مراد جان یا روح انسانی ہے اور وہی مدرک ہے اور وہی دراصل انسان ہے اور یہ جسم اکتساب کمالات کے لئے اسکا آلہ یا ہتیار یا اوزار ہے
پھر نفوس انسانیہ اپنی استعداد و فیضان کے لحاظ سے کئی قسم پر ہین - حضرت انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام کے نفوس قدسیہ مطمئنہ ہین کہ ان کو
حق سبحانہٗ کی قربت سے اطمینان و سکون حاصل ہوتا ہے (الا بذکر اللہ تطمئن القلوب) انکے بعد صالحین ہین انکے قلوب کو بھی ذکر الٰہی سے اطمینان ہے
مگر وہ اوتنا اور ان مین اپنی تقصیرات پر ملامت کرنے کی صفت غالب ہے اس لئے انکے نفس کو نفس لوامہ کہتے ہین - ولم یصروا علی ما فعلوا وہم نادمون
[ف] بندہ ہمان بہ کہ زتقصیر خویش ✦ عذر بدرگاہ خدا آورد ✦ ورنہ سزاوار خداوندیش ✦ کس نتواند کہ بجا آورد ✦ - بدکار اور فاسقون کافرون کا نفس امارہ ہے
وہ ہل من مزید کہتا رہتا ہے ہر وقت لذات و شہوات حسد و بغض کینہ و انتقام کا حکم ہی دیتا ہے ندامت و ملامت تو درکنار بلکہ وہ ان لائق باتون پر
مدار کیا کرتا ہے - نفس مطمئنہ کو تو قیامت کے ہولناک واقعات سے بحکم وہم من فزع یومئذ آمنون اطمینان ہی ہوگا اور امارہ سقر کا ایندھن ہین
البتہ نفس لوامہ متوسط ہے اور زیادہ قیامت کے معاملات سے خوف و رجا رہین اسی کو تعلق ہے اس لئے قیامت کی قسم کے بعد اسکی قسم کھانا اسکی
خوبی اور قیامت کے روز فلاح مندی بتاکر اسکو تسلی دیتا ہے -

بعض علماء فرماتے ہین نفس لوامہ وہ نفس اور وہ شخص ہے جو قیامت کے دن اپنے برے کامون پر اپنے تئین ملامت کریگا اور وہ کفار کا نفس ہے اس لئے وہ لا اقسم بالنفس اللوامۃ مین لا کو زائد نہین کہتے بلکہ نفی کے لئے اور یون معنے بیان کرتے ہین کہ ہم قسم کہاتے ہین قیامت کی اور نہین قسم کہاتے نفس لوامہ کی اس لئے کہ وہ ناپاک اس قابل نہین -

کفار منکرین قیامت کے مقابلہ مین قیامت کی قسم کہانا بظاہر مصادرہ علے المطلوب تہا مگر قیامت کا آنا انکے لئے دلائل سے ثابت کر دیا گیا تہا اس لئے اسکے بعد انکے شک کو اور بھی رفع کرتا ہے انکے دو قسم کے شبہات تھے اول جہالت کی وجہ سے دوم شہوت اور حب دنیا کی وجہ سے کہ وہ قیامت اور حساب کے نام لینے کو بھی مخل عیش سمجہتے تھے اول شبہ کو بیان کرکے اسکا رد کرتا ہے فقال ایحسب الانسان الن نجمع عظامہ کیا انسان یعنے وہ انسان جو قیامت کے منکر ہین، یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اسکی بوسیدہ ہڈیون کو پھر جمع نکر سکین گے ؟ مشرکین مکہ کا قیامت کے بطلان پر کسی دلیل و برہان پر اعتماد نہ تھا وہ اسی شبہ سے باطل کرتے تھے کہ ہم دیکھتے ہین انسان مرجاتا ہے اسکی ہڈیان اور گوشت پوست خاک مین ملجاتا ہے ہوا اوڑا کر لیجاتی ہے سر کے ذرات ہوکر کہین اوڑ گئے ہاتھ پاون کے ذرے ذرے ہوکر کہین دور جا پڑے اب بار دیگر یہ سب کیونکر جمع ہو سکتے ہین اس لئے کہتے تھے ہیہات ہیہات لما توعدون یہ بات کب ہو سکتی ہے اور اسی استبعاد کو ایک شاعر جاہلیت نے بھی بیان کیا ہے ۵ حیات ثم موت ثم نشر * حدیث خرافۃ یا ام عمرو * کہ جیکہ مرنا پھر زندہ ہونا ایک لغویات بنانہ ہے اے ام عمرو - یہ اس شاعر کی بیوی یا معشوقہ ہے جس سے کلام کر رہا ہے - اسکے جواب مین فرماتا ہے بلی ہان ہم جمع کرینگے - پھر فرماتا ہے قادرین علی ان نسوی کہ ہم اسکی انگلیون کے پورون کے درست کرنے پر قادر ہین - انسان کے بدن مین سب بدن تیار ہونے کے بعد اخیر انگلیون کی کہال تیار ہوتی ہے یہ اسکی تعمیر بدن کا خاتمہ ہے اور نیز یہان گوشت اور چربی ہے اور اسکے اندر عروق و شرائین وا وردہ ہین اور پہر اعصاب و رباطات و عضلات و مفاصل ہین اور اسی لئے تمام بدن مین حکماء کے نزدیک اس کا مزاج بہ نسبت اور اعضاء کے زیادہ معتدل ہے اور گرمی سردی رطوبت یبوست کے دریافت کا مادہ زیادہ ہے - پھر جب ان کو بار دگر درست اور ٹھیک کر دینا فرمایا تو تمامی اعضاء کا بھی بار دگر ٹھیک کر دینا سمجھا گیا

آسمان و زمین کی پیدائش اور انسان کا اول بار منی کے قطرہ سے بننا وغیرہ ہزار دن اسکی قدرت کاملہ کے نمونہ ان لوگون نے دیکھے تھے اور سب دیکھتے ہین پھر جو ایسا قادر و حکیم ہے کہ جسنے اول بار اسکو ایسی چیزون سے پیدا کر دیا وہ بار دگر پیدا کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے اس بات کو معقول صافیہ اور اذہان سلیمہ کے حوالہ کر دیا کہ وہ خود سمجھ سکتے ہین - اور یہی ایک بڑی قوی دلیل حشر کے برپا ہونے پر ہے اس لئے فرماتا ہے کہ یہ انکار و تعجب دراصل کچھ نہین ہے بل یرید الانسان لیفجر امامہ بلکہ اس انکار سے اسکی غرض یہ ہے کہ پہلے تو جو کچھ کیا تھا سو کیا تھا آیندہ بھی دل کھول کر بدکاری پر بدکاری کرے کس لئے کہ اب قیامت اور وہان کی باز پرس کا کھٹکا تو اسنے اس انکار سے نکال ہی دیا - اس فسق و فجور کا نشہ اسکو قیامت کا لفظ بھی موںہ پر نہین لانے دیتا اور نہ اسکے دلائل مین غور و فکر کی مہلت دیتا ہے اس لئے دلیر ہوکر پوچھتا ہے یسئل ایان یوم القیامۃ کہ کب ہے قیامت کا دن ؟ - یسئل سے یہان تک دوسرے شبہات کا رد ہے جو شہوات پر مبنی ہے -

بعض مفسرین امامہ کی ضمیر اللہ تعالی کی طرف پہیرتے ہین تب یہ معنے ہونگے کہ قیامت کا انکار کرکے اللہ کے سامنے بدکرداری کرنا چاہتا ہے جو پوچھتا ہے کہ ایان یوم القیامۃ کہ کب ہے قیامت کا دن - یہ انسان کی کمال بے شرمی اور بیہودہ دلیری ہے کہ اپنے مولا کے روبرو گستاخانہ سوال کرتا ہے کس لئے کہ اسکو ڈرنا اور اپنے حال کی اصلاح کرنی چاہئے - کوئی طبیب حاذق خبر دے کہ یہ مرض تجھکو لاحق ہے علاج کر ورنہ مرجائیگا پہر یہ بڑے جاہل کا کام ہے کہ اس سے پوچھے کب اور کس تاریخ مرونگا

سکے بعد قیامت کے علامات و حالات بیان کرتا ہے جن کے سننے سے دل لرزتا ہے فقال فاذا برق البصر کہ جب آنکھیں چوندھیا جاوین - یہ اس روز کی تجلی نورانی سے ہوگا جبکہ تخت رب العلا میدان عدالت کے لئے فرشتہ لاکر دھرین گے اس قہر وجبروت کی تجلی کو آنکھیں دیکھ نہ سکیں گی آفتاب کے سامنے آنکھیں چوندھیا جاتی ہین پھر وہ تجلی تو اس سے لاکھون درجہ بڑھکر ہوگی جسکے آگے بجلی کی چمک بھی کوئی چیز نہیں جیسا کہ سورۂ زمر مین آیا ہے واشرقت الارض بنور ربہا - بعض مفسرین کہتے ہین کہ یہ قیامت صغریٰ موت کے وقت ہوگا جب اس عالم ناسوتی پر پردہ پڑ جائے گا اور دوسرے عالم کا پردہ اٹھ جائیگا تو وہان کے ہولناک حالات دیکھکر کافر و فاسق کی آنکھیں حیرت و دہشت کے مارے اوپر چڑھ جائین گین وہ شہوت کا نشا جس سے انکار قیامت کرتا تھا اتر جائیگا موت کے بعد اسکو قیامت کبریٰ کا آپ یقین ہو جائیگا جس سے اسکا وقت شروع ہے - اور ایماندار نیک لوگون کی آنکھیں عالم ملکوت کی تجلیات دیکھکر خیرہ ہوجاوین گی اور اولیا کرام و انبیاء عظام کی اسکی تجلی ذاتی سے جو عین وصال ہے - یہ قیامت کی پہلی علامت تھی - اسکے بعد دوسری علامت بیان فرماتا ہے وخسف القمر کہ چاند گہجاویگا یعنی بے نور ہوجاویگا یہ قیامت کبریٰ کے قریب ہوگا بعض کہتے ہین کہ یہ بھی موت کے وقت ہوگا کس لئے کہ قمر سے مراد قمر عقل ہے - اسوقت عقل ماری جاویگی - تیسری علامت وجمع الشمس والقمر چاند اور سورج جمع کئے جاوین گے یہ بھی قیامت کے وقت نفخ صور پر ہوگا کہ دونون بے نور کرکے عدم کے گڑھے مین ایک ساتھ پھینکدئے جاوین گے اور نفخ صور دوم پر نیا آسمان نئی زمین نئے چاند اور سورج پیدا ہون گے - جو انکو بھی علامات موت سے قرار دیتے ہین انکے نزدیک قمر و شمس کے جمع ہونے سے بطور کنایہ کے روح آفتاب اور قمر دل کا جمع ہونا مراد ہے کہ پھر اس وقت دلپر او ہر اودہر کے خیالات طاری ہون گے بالکل صرف روحانی - یا ذات و صفات کا اجتماع مراد ہے جو دار دنیا مین عوارض کے سبب اختلاف تھا ذات کا تقاضا معرفت تھا صفات شہوانیہ و غضبیہ اس کو دور پھینکتے تھے - اب یہ اختلاف نہ رہے گا -

اس وقت آدمی کی عجب حالت ہوگی ویقول الانسان این المفر و کہے گا آج بھاگ کر جانے کی کون سی جگہ ہے کہان جاؤن جو اس مصیبت سے امن پاؤن فرماتا ہے کلا نہیں نہیں لا وزر کوئی امن اور پناہ کی جگہ اس دن نہوگی - جس نے آج پناہ کی جگہ پیدا نہیں کرلی اس کو اسدن نہ ملے گی - الی ربک یومئذ المستقر اس روز تیرے رب کے پاس ٹہرنے کی جگہ ہوگی مشتاقان دیدار خود بخود آوین گے اور اشرار و فجار بال پکڑکر کہینچتے ہوئے دربار مین لاوینگے پھر وہان حساب و کتاب شروع ہوگا ینبأ الانسان یومئذ بما قدم واخر اس روز آدمی کو بتادیا جاوے گا کہ اس نے کیا نیک کام آج کے دن کے لئے آگے بہیج تھے بھیجے کئے تھے اور کیا نہیں کئے تھے - یا قدم سے مراد نیک و بد کام ہین جو اس نے کئے تھے اور آخر سے وہ نیک و بد باتین ہین جو دنیا مین پیچھے چھوڑ آیا کہ اس کے بعد بھی نیک کامون کا ثواب پہونچتا رہتا ہے جیسا کہ بنا مساجد و مدارس و رسم نیک اور بندگان خدا کی صلاح و فلاح کی تدابیر یا طرح برے کامون کا عذاب ملتا رہتا ہے رسم بد چھوڑ آیا تھا یا دنیا کو برباد و ہلاک کرنے والی بات قائم کر آیا تھا یا کسی مین جھگڑے اور عداوت کا بیج بو آیا تھا یا قدم سے وہ اعمال مراد ہین جو پہلے کئے جاتے ہین اور آخر سے وہ جو ان کے بعد ظہور مین آتے ہین - فرماتا ہے جتلانے کی کوئی حاجت نہ ہوگی محض الزام و اکرام مقصود ہوگا ورنہ بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ آدمی خود اپنے حال اور نیک و بد اعمال سے واقف ہوگا اور اب بھی منصف مزاج واقف ہو سکتے ہین ولو القی معاذیرہ پڑا حیلے بہانے بنایا کرے - یا پڑا پردہ اپنے ڈالے اور چھپائے مگر کچھ بھی نہ چھپا سکے گا نہ کوئی حیلہ بہانہ کام آوے گا - وہان یہ حجتین اور ایسے فریب تقریرین کچھ کام نہ آئین گی -

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ

تو اسپر قرآن پڑھنے میں زبان نہ ہلایا کر کہ اس کو جلدی جلدی لے کیونکہ اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے پھر جب ہم پڑھنے لگیں پھر تو اسکے پڑھنے میں پیچھے رہ - پھر ہمارا ذمہ ہے اسکا بیان کرنا - نہیں نہیں بلکہ تم پسند کرتے ہو

الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ ۝

جلد آنے والی کو اور چھوڑتے ہو پیچھے آنے والی کو بہت سے مونہہ اس روز ہشاش بشاش ہونگے اپنے رب کی طرف دیکھتے ہونگے - اور بہت سے مونہہ اس روز اداس ہونگے -

تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ ۝ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ

خیال کرتے ہونگے کہ انپر کوئی کمر توڑنے والی مصیبت آئیگی - نہیں نہیں جبکہ جان گلے تک پہنچ جاوے گی - اور کہیں گے کوئی جھاڑنے والا ہے اور وہ سمجھ گیا کہ اب جدائی ہے - اور لپٹ گئی ٹانگ سے

بِالسَّاقِ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِۨالْمَسَاقُ ۝

ٹانگ - اس روز تیرے رب کی طرف روانگی ہے +

ع ۱

ترکیب

جمعہ قرآنہ اسم ان علینا خبرہا - قال الفراء القراءۃ والقرآن مصدران فاذا شرط قرأناہ اے اتممنا قراءتہ علیک فاتبع جواب الشرط اے اتبع قراءتہ وکرر ہا وقیل اعمل بہ کلا للردع عن العجلۃ وقیل کلا بمعنی حقا - وجوہ مبتدا وجاز الابتداء بالنکرۃ لحصول الفائدۃ ناضرۃ خبرہ ویومئذ للظرف للخبر ناضرۃ ناعمۃ حسنۃ یقال شجر ناضر اے حسن ناعم ونضارۃ العیش حسنہ وقیل مضیئۃ مسفرۃ مشرقۃ ناظرۃ خبر بعد خبر الی ربہا متعلق بہ - وقیل وجوہ مبتدا وناضرۃ صفۃ لوجوہ ویومئذ ظرف لناضرۃ وناظرۃ خبر - تظن الجملۃ صفۃ باسرۃ فی الصحاح بسر الرجل وجہہ بسوراً اے کلح وقیل متغیرۃ شدیدۃ العبوس والباسل ابلغ من الباسر لکنہ غلب فی الشجاع اذا اشتد کلوحہ فاقرۃ داہیۃ تکسر الفقار اذا شرط والجواب الی ربک یومئذ المساق التراقی جمع ترقوۃ وہی فعلوۃ لا تفعلۃ وہے عظم بین ثغرۃ النحر والعاتق یمیناً وشمالاً ولکل انسان ترقوتان وکنی ببلوغ النفس التراقی عن قرب الموت وقیل ہذا وما بعدہ معطوف علی بلغت من مبتدا راق خبرہ - اے من راق فعلہ - فہو اسم فاعل من رقی یرقی بالفتح فی الماضی والکسر فی المضارع فہو من الرقیۃ وہی کلام معد للاستشفاء او من رقی یرقی بالکسر فی الماضی والفتح فی المضارع فہو من الرقی بمعنی الصعود ومنہ الترقی +

تفسیر

پہلے ذکر تھا کہ انسان جلدباز ہے اور یہ جلدبازی خواہ دینی کاموں میں ہو خواہ دنیاوی اس حکمت کے خلاف ہے جو اسنے باوجود ایکدم میں پیدا کر سکنے کے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا - کفار قیامت کے بارہ میں جلدبازی کرکے پوچھتے تھے کہ ایان یوم القیامۃ اسیطرح بمقتضائے بشریت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے حاصل کرنے میں جلدی کرتے تھے ادہر جبرئیل علیہ السلام نے وحی سنانا شروع کیا ادہر اُنکے ساتھ ساتھ شوق میں آپ بھی پڑھتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ کبھی بھول نجاؤں - اور نیز یہ بھی شوق تھا کہ جلد مطلع ہو کر لوگوں کو مطلع کروں اسلئے قیامت کے بیان میں بطور جملہ معترضہ کے لاتحرک بہ لسانک سے لیکر ثم ان علینا بیانہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس جلدی سے منع کیا اور تلقی وحی کا ادب قاعدہ سکھا دیا اور تسلی کر دی کہ آپکو بھولنے نہ دینگے اور ہم خود اسکو لوگوں پر ظاہر کرینگے آہ یہ جملہ معترضہ اس سلسلہ بیان میں ایسا ہے کہ جیسا کوئی معلم کسیکو تعلیم کرتا ہو اور استاد درس میں شاگرد اودھر اودھر متوجہ ہوتا ہو تو وہ اسکو بیچ میں ٹوکدے اور کہدے کہ ادھر اُدھر متوجہ نہ ہو پھر کیا اُسکے کلام میں بے ربطی کا باعث تصور ہوسکتا ہے ایسے موقع پر یہ الزام قائم کرنا محض

الہٰی اور اسلوب بلاغت سے طرز خطاب محض بیخبری کی دلیل ہے - اور ممکن ہے کہ آیات میں انسان کے عذر بیجا کا دعوٰی کا کسلئے عذرات میں اپنی زبان چلاتا ہے
تیرے اعمال جنکو جمع کرنے اور تجھکو سنوانے اور پڑھوانے آخرت میں جو بعد میں آئیگی اور تم بعد کی چیزونکو سامنے کی چیزون پر ترجیح دیتے ہو - بخاری و مسلم وغیرہا نے
ابن عباس رض سے اس آیت لاتحرک بہ لسانک کے متعلق یون روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے وقت ایک گرانی معلوم ہوتی تھی اسلئے آپ
بھی ساتھ ساتھ پڑھتے تاکہ بھول نہ جاوین پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی لاتحرک بہ لسانک لتعجل بہ کہ آپ قرآن سیکھنے مین جلدی کر کے زبان نہ ہلاوین بلکہ متوجہ
ہو کر تمام وحی کو سن لیا کرین - سورۂ طٰہٰ میں ایک اور آیت مین بھی یہی مضمون آیا ہے لاتعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ الآیۃ کسلئے ان علینا جمعہ کہ ہمارا ذمہ ہے
اسکا تیرے دل مین جمع کرا دینا تاکہ آپکے سینہ سے کچھ بھی فراموش نہو گا اور اسکا بھی ذمہ ہے قرآنہ کہ تیری زبان سے پڑھوا دین یا یہ معنی کہ اس متفرق کلام کو جمع
کر دین سب یکجا مجتمع ہو جاویگا تب قرآن بمعنی قرءت نہو گا بلکہ بمعنی قرآن فاذا قرأناہ پھر جب ہم آپکو جبرئیل کے ذریعہ سے پڑھکر سنا دین تو فاتبع قرآنہ آپ اسکو چپکے
سنین یا یہ معنی کہ آپ چلین اور اسکے تابع ہون اسکے موافق عمل کرین اور اسی پر موقوف نہین بلکہ ثم ان علینا بیانہ پھر یہ بھی ہمارا ذمہ ہے کہ ہم اسکو آپسے بیان بھی
کرا دین گے یا یہ کہ آپ اسکے اشکالات اشارہ ہی مین نہ پوچھین بعد مین خود ہم آپکو الہامی طور پر بتا دینگے ٭

ف اسیلئے سے علماء کا ایک مسئلہ مین اختلاف ہوا ہے اور وہ یہ کہ بوقت خطاب کسی مجمل بات کا بیان اگر بعد مین کر دیا جاوے تو درست ہے اس آیت سے ثابت ہوتا ہے
بعض کہتے ہین نہین **ف** قفال کہتے ہین ان آیات کے یہ معنی ہین کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن جسکا ذکر چلا آتا ہے انسان کو اسکے اگلے پچھلے اعمال بتلاتے ہوئے اور
اسکے عذاب کرتے ہوئے یہ کہیگا کہ اپنی کتاب یعنی نامۂ اعمال پڑھ پھر جب پڑھنے لگیگا تو زبان لڑکھڑا کر جلدی جلدی پڑھیگا تب حکم ہو گا کہ اسکے پڑھنے مین
جلدی کرنیکے لئے کہ اپنی حکمت سے یا اپنے وعدہ کے موافق ہمنے ذمہ کر لیا ہے کہ تیرے اعمال جمع کرین اور تجھ سے پڑھوا دین یا تجھ کو سنوا دین پھر جب سنا دین تو سن اور
اسکے تابع ہو یعنی اقرار کر پھر ہم اس عقوبت کی شرح اور اسکے اسرار بھی بیان کئے دیتے ہین - اس تقدیر پر تمام کلام مسلسل ہے **ف** خدا پاک نے اپنے وعدے
کو سچا کر دیا قرآن مجید کو ایک جگہ مجتمع بھی کرا دیا کسلئے کہ ٹکڑے ٹکڑے اور سورتین سورتین ہو کر نازل ہوا ہے اب سب ایک جا بترتیب موجود ہے اور آپکے سینہ مین
بھی جمع کرا دیا آپ تمام قرآن مجید کے حافظ تھے اور آپکی برکت سے بہت سے صحابہ بھی حافظ تھے اور بعد مین امت مین بھی ابتک لاکھون حافظ ہین جو ایک ایک حرف اور زیر
زبر یاد رکھتے ہین یہ عہد آدم علیہ السلام سے ابتک کسی مذہبی کتاب کی بابت نہ دیکھا گیا نہ سنا گیا اور قیامت تک یہ سلسلہ یونہی جاری رہیگا انشاءاللہ اور یہ کھلا ہوا
معجزہ ہے جسکی آنکھین ہون دیکھے کان ہون سنے دل ہو سمجھے - اسکے بعد پھر قیامت اور اسکی نسبت انسانی طبیعت کا تعلق بیان فرما کر خواب غفلت سے بیدار کرتا
ہے فقال کلا نہین ہرگز نہین جلدی نکر - مگر کیا کیجئے انسان جلد باز ہے جیسے بل تحبون العاجلۃ وتذرون الآخرۃ اے بنی آدم تم جلدی کی بات پسند کرتے ہو دیر
اور بعد مین آنیوالی چیز کو چھوڑتے ہو - اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تنبیہ ہے اور نیز یہی آیندہ بیان آخرت کی تمہید بھی ہے اور سلسلۂ انکار کفار سے کلام بھی ہے
کیونکہ وہ جلد بازی کر کے پوچھتے تھے کب ہے قیامت کا دن ؟ - اسکے جواب مین یہ جملہ ہے کہ کیون جلدی کرتے ہو ٹھیرو وہ دن بھی آتا ہے اور نیز انسان غفلت شعار کی
اسکی ناعاقبت اندیشی پر ملامت بھی ہے خصوصاً کفار کو جو عاجلہ یعنی دنیا اور اسکے عیش و نشاط فانی کو پسند کرتے ہین اور اسپر فریفتہ ہو کر آخرۃ پیچھے آنیوالی یعنی قیامت
یا موت کو چھوڑ بیٹھے اسکا سامان اور سرانجام کچھ نہین کرتے حال کا سبز باغ دیکھ کر آدمی فریفتہ ہو جاتا ہے انجام نہین سوچتا ٭

اب لو اُس آخرت کا کچھ حال سن لو جسکو دنیا پر فریفتہ ہو کر چھوڑے بیٹھے ہو وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ کہ بہت سے مونہہ یعنی ایماندارونکے مونہہ جو دنیا مین آخرت
کی تیاری مین اس دن مصروف رہتے ہین تر و تازہ اور روشن ہونگے فرحت اور سرور کی وجہ سے یا اُس تجلی خاص سے کہ جسکا اثر بدن انسانی پر بھی نمایان ہوگا اور دنیا

مین بھی خدا پرست چہرون پر ایک خاص نورانیت ہوتی ہے اور وہی اپنے رب کو دیکھتے ہونگے یعنی دیدار آلہی کی دولت سے سرفراز ہونگے اور اسی کی خوشی
مین اُنکے مونہہ چودھوین رات کے چاند کی طرح چمکتے ہونگے **ف** اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ قیامت کے دن اور بہشت مین بھی
نیک بختون کو دیدار آلہی ہوگا۔ بخاری و مسلم وابن ابی شیبہ وعبد بن حمید و ترمذی وابن جریر وغیرہ محدثین نے ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ لوگون نے پوچھا یا رسول
اللہ کیا ہم قیامت مین اپنے رب کو دیکھینگے آپنے فرمایا کیا تم آفتاب کے دیکھنے مین جبکہ بادل نہو کچھ شک کرتے ہو یا کوئی مانع ہوتا ہے عرض کیا نہین یا رسول
اللہ پھر فرمایا کیا چودھوین رات کے چاند دیکھنے مین جبکہ کوئی حجاب اور بادل نہو کوئی مانع ہوتا ہے لوگون نے عرض کیا نہین یا رسول اللہ آپنے فرمایا پھر تم اسیطرح
قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھوگے۔ ابن کثیر کہتے ہین پھر اسکے یہ مسئلہ صحابہؓ مین متفق علیہ تھا اور تابعین اور انکے بعد ائمہ اسلام مین بھی سبکا اسپر اتفاق ہے
شیعہ اور معتزلہ کہتے ہین خدا کا دیکھنا جسمانی چیزون کے لئے ہوتا ہے اور وہ جسمانیت سے پاک ہے اسلئے خدا کا دیکھنا محال ہے آیت کے معنی سے بھی
یہ بات ثابت نہین ہوتی کسلئے کہ نظر اور چیز ہے جو آیت مین آئی ہے اور رؤیت دیکھنا اور چیز ہے نظر دیکھنے کا آلہ ہے جیسا کہ کان سننے کا یہ ممکن ہے کہ نظر کرین
اور وہ چیز دکھائی نہ دے اور سنا چاہین اور سنائی نہ دے خصوصًا نظر کے بعد الیٰ کا لفظ کلام عرب مین انتظار اور توقع کے معنی دیتا ہے آیت کے یہ معنی ہوے
کہ وہ اپنے رب کی توقع کرتے ہونگے کسلئے کہ قرآن مجید مین دوسری جگہ صاف آگیا ہے لاتدرکہ الابصار کہ اسکو کوئی آنکھ دیکھ نہین سکتے اور وہ لطیف و خبیر
ہے ممکنات مین سے لطیف چیزین دکھائی نہین دیسکتین جیسا کہ ملائکہ و جن اور ہوا پھر وہ تو سب سے زیادہ لطیف ہے ان آنکھون سے کیونکر دکھائی دیسکتا ہے۔
اہل سنت کہتے ہین نظر رویت کے معنی مین بہت مستعمل ہے اشعار عرب اور آیات قرآنیہ اسپر دال ہین اور الیٰ کے ساتھ بھی دیکھنے کے
معنی مین مستعمل ہے اور آیت لاتدرکہ الابصار مین ان جسمانی آنکھون کے دیکھنے کی نفی ہے جو عالم ناسوتی مین مکدرات کے دیکھنے کے لئے مخصوص
ہین نہ عالم آخرت مین جہان اور آنکھین عطا ہونگی اور نیز نفی ادراک کی ہے جو ہر طرف سے گھیر لینے کو کہتے ہین نہ دیکھنے کی ؁
طرفین کے دلائل علم کلام کی کتابون مین بہت کچھ مذکور ہین جسکو اسپر زیادہ واقف ہونا ہو وہ شرح مواقف شرح مقاصد وغیرہا کتابین دیکھے +
ووجوہ یومئذ باسرۃ اور بہت مونہہ اُس روز ترش اور بگڑے ہوے یا سیاہ ہونگے قیامت کی دہشت اور سخت سزاؤن کے خوف سے اور
بجاے کسی نیک توقع اور دیدار آلہی کے تظن ان یفعل بہا فاقرۃ یہ یقین ہوگا کہ ابھی ہمپر کوئی مصیبت پڑتی ہے کسلئے کہ آنکھون کے سامنے
جہنم جوش مارتی ہوگی فرشتے طوق و زنجیر لئے اُس قیدخانہ مین داخل کرنے کے لئے پولس کے سیاہ پوش گارد کی طرح تیار کھڑے ہونگے
اسوقت اِدھر اُدھر دیکھیگا کہ کوئی چھوڑانے والا پیدا ہو کلا یہ ہرگز نہ ہوگا اسکے بعد قیامت صغریٰ کا حال بیان فرماتا ہے جو انسان کے ہر وقت
دروازہ پر کھڑی ہے یعنی موت جسکا ذائقہ چکھے بغیر چھٹکارا نہین۔ اس صورت مین کلا کو آیندہ کلام مین شامل کیا جائے اور اسکے معنی ضرور
کے لئے جاوین تو ممکن ہے فقال کلا اذا بلغت التراقی ضرور ضرور جب جان گلے تک پہونچ جاویگی۔ یہ نزع کے وقت کا ذکر ہے جبکہ
جان نکلنے کو ہوتی ہے گویا کہ حلق تک آگئی یہ اس حالت بیکسی کی تصویر کھینچی جاتی ہے وقیل من راق اور لوگ کہینگے کوئی جھاڑنے یا علاج کرنے والا
ہے؟ جاہل عرب ٹوٹکون شعبدون تعویذ گنڈون جھاڑ پھونک کے بڑے قائل تھے اسلئے انہین کے خیال اور حال کا ذکر کیا گیا کہ اسوقت وارث
جھاڑنے والے کی تلاش مین پھرتے ہین کہ کوئی جھاڑے منتر سے اس کو ہوش مین لائے وظن انہ الفراق مگر وہ بیمار قریب الموت
علامات موت اور ملائکہ کو دیکھ کر یہ سمجھ رہا ہے کہ اب فراق ہے۔ پیارے فرزند اور محبوبہ بیوی اور یہ گھر کہ جسکی تعمیر مین سرگرم رہا کرتا تھا اور یہ املاک

وجاہ اور مال خزانے ہاتھی گھوڑے اور یا حبیب اور جانی دوست جو ہروقت شریک جلسہ رہا کرتے تھے اور یہ مہربان جسنے گود میں پالا تھا اور شفیق باپ کہ جو جان بھی نثار کرنیکو تیار تھا اور یا ساتھ کھیلے ہوئے بھائی بہنیں جو باہم ملکر ایک گھر میں پرورش پائی اور ملکر ہنستے بولتے تھے۔ اسے آج مجھ سے چھوٹتے ہیں الفراق الفراق الوداع الوداع ؎ کوس رحلت بکوفت دست اجل ملاے دو چشم وداع سر کنید ولے کف دست وساعد بازو ہمہ تودیع یکدگر کنید + بر من اوفتادہ دشمن کام + آخرلے دوستان گزر کنید + روزگارم بشد بنادانی + من نکردم شما حذر کنید + آخر روح پرواز کر گئی والتفت الساق بالساق پنڈلی سے پنڈلی مل گئی۔ مردے کے پاؤن اور ٹانگین ملا دیتے ہین اور سیدھا اور چت لٹا دیتے ہین بعض علماء فرماتے ہین ساق سے مراد سختی اور شدت ہے عرب ساق بولکر شدت اسوجہ سے مراد لیا کرتے ہین کہ تیاری کے وقت پنڈلی پر سے کپڑا اٹھا لیا اور دامن چڑھا لیا جاتا ہے ایسے وقت کا فرپر دو شدت پیش آتی ہین ایک لذات دنیا اور اقارب واحباب کا بڑی حسرت کے ساتھ چھوڑنا دوسرے وہاں کی بازپرس اور گوناگون عذاب میں مبتلا ہونا ایک شدت سے دوسری شدت اور ایک مصیبت سے دوسری مصیبت ملگئی +

اسیطرح سن یاق مین بھی وہ یہ فرماتے ہین کہ جان نکلنے کے بعد کا حال ہے فرشتے باہم ایکدوسرے سے کہینگے کہ اسکو کون اوپر چڑھا کر لیجاتا ہے کسلئے کہ اپاندار کی روح کو اوپر لیجانیکے لئے خوشرو و خوش خلق ملائکہ متعین ہین اور کافر کی روح کے لئے ہیبتناک بدخلق متعین ہین +

امام احمد و نسائی نے ابوہریرہ و براء بن عازب سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جسمین مرنیکے بعد کی کیفیت مذکور ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ جب مومن مرتا ہے تو رحمت کے فرشتے آتے ہین نہایت خوشرو گویا انکے منہ آفتاب ہین اور انکے پاس جنت کا کفن اور خوشبو بھی ہوتی ہے تو وہ جہانتک میت کی نظر جاتی ہے آکر بیٹھ جاتے ہین اور ملک الموت آکر نہایت نرمی کے ساتھ جان قبض کرکے انکو دیدیتا ہے وہ اسکو لیکر عالم بالا کو جاتے ہین اور اسکی روح سے خوشبو آتی ہے اثناء راہ مین ملائکہ پوچھتے ہین یہ کون ہے تو اسکا تعظیم سے نام لیتے ہین یہانتک کہ آسمانون پر حق سبحانہ کے حضور مین پیش ہوتا ہے تب حکم ہوتا ہے کہ اسکو علیین مین لیجاؤ جہان اور مومنین کی ارواح رہتی ہین یہ وہان آتا ہے وہان کے لوگ اس سے اپنے دنیا کے قرابت دارونکا حال پوچھتے ہین اگر سنتے ہین کہ فلان مرگیا اور یہان نہین آیا تو کہتے ہین جہنم مین گیا اور کافر کے پاس سیاہ رنگ بری شکل کے ملائکہ آکر بیٹھ جاتے ہین ملک الموت شدت سے جان قبض کرکے انکے حوالے کرتا ہے وہ اس ناپاک اور بدبودار روح کو اوپر لیجاتے ہین اول آسمان تک جاکر اوپر جانیکی پروانگی مانگتے ہین اسکے لئے اوپر جانیکا حکم نہین ہوتا (لاتفتح لہم ابواب السماء ولایدخلون الجنۃ) پھر حکم ہوتا ہے کہ اسکو عالم سفلی گڑھے مین ڈالدو پھر وہ اسکو پھینکدیتے ہین کہ جہنم مین آگرتا ہے۔ انتہی ملخصًا مسلم نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے +

جبکہ سامان موت سب مہیا ہوچکتے ہین اور ملائکہ روح قبض کرلیتے ہین تو کہتے ہین الی ربک یومئذ المساق آج تیرے رب کے پاس چلنا ہے چلئے وہان سامنے ہونا ہے اب تجھکو وہانکی حاضری سے کوئی روک نہین سکتا۔ مومن کو بعزت و احترام سماوات پر حضوری ہوتی ہے کافر کی آسمان اول سے نیچے ہی پیشی ہوجاتی ہے اور اسکے بعد جنت مین جو عالم قدس ہے اور کافر جہنم مین رہتا ہے +

عالم آخرت کے حالات جو کچھ حضرات انبیاء علیہم السلام نے مکاشفہ صادقہ اور الہام سے بیان فرمائے ہین آپ صحیح ہین اور مو تفاوت ہین انکے خلاف جو کہتا ہے غلط کہتا ہے

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ۙ وَلٰکِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۙ ثُمَّ ذَھَبَ اِلٰٓی اَھْلِہٖ یَتَمَطّٰی ؕ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ۙ ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ

پھر نہ خیرات دی نہ نماز پڑھی۔ لیکن جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔ پھر اپنے گھر کی طرف گیا اکڑتا ہوا۔ تیری خرابی پر خرابی ہو۔ پھر تیری خرابی پر

فَاَوْلٰی ؕ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی ؕ اَلَمْ یَکُ نُطْفَۃً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی ۙ ثُمَّ کَانَ عَلَقَۃً فَخَلَقَ فَسَوّٰی ۙ

خرابی ہو۔ کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ آزاد چھوڑا رہیگا۔ کیا وہ ٹپکتی منی کی ایک بوند نہ تھا۔ پھر لوتھڑا بنا۔ پھر اُسے بنا کر ٹھیک کیا

ع ۲

فَجَعَلَ مِنْہُ الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی ؕ اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی ۠ ۶۰

پھر اُس سے مرد و عورت کا جوڑا بنایا۔ پھر کیا وہ مردہ زندہ کر دینے پر قادر نہیں ؟۔

ترکیب

فلا صدق اے لم یصدق لا بمعنی لم والعرب تقول لا ذہب اے لم یذہب وہذا کثیر فی کلام العرب قالہ الکسائی والاخفش وقیل لا بمعنی ما وہو معطوف علی قولہ یسئل ایان الخ والضمیر الفاعل فی لا صدق ولا صلی للانسان المذکور فی قولہ ایحسب الانسان الخ یتمطی حال من فاعل ذہب یتمطی فیہ قولان (الاول) ان اصلہ تمطط اے یتمدد لان المتبختر یمد خطاہ فقلبت الطاء فیہ یاء کما قیل فی تقضی اصلہ تقضض (والثانی) من المط وہو الظہر لانہ یلویہ فعلی الاول الالف مبدلہ من طاء وعلی الثانی من واو اولی لک فیہ قولان الاول انہ اسم فعل مبنی علی السکون ومعناہ ولیک شر کرہ الفاعل ضمیر مستتر یعود علی المفہوم من السیاق وہو الدعاء علیہ بالمکروہ واللام زائدۃ کما فی قولہ ردف لکم والثانی انہ علی وزن افعل من الویل بعد القلب کادنی من دنو وقیل فعلی من آل یؤل والالف للالحاق لا للتانیث وعلی التقدیرین ہو علم فلذا لم ینون فعلی ہذا اولی مبتدء لک خبرہ۔ سدی حال والالف مبدلۃ من واو ومعناہ اہمل ومنہ ابل سدی اے ترعی بلا راع الم یک الخ مستانفۃ وارد لبطلان الحسبان المذکور یمنی بالیاء والضمیر یرجع الی المنی فیکون فی موضع جر صفۃ للمنی وبالتاء والضمیر للنطفۃ وہی الماء القلیل یقال نطف الماء اذا قطر وسمہا نطاف ونطف فیکون فی موضع نصب الذکر والانثی بدل من الزوجین +

تفسیر

اب اس روح کی حالت بیان فرماتا ہے کہ خدا کے پاس جانے کے بعد اس سے کیا معاملہ پیش آئیگا اور اسکو کیا کہا جائیگا۔ مؤمن کا حال چھوڑ دیا گیا کسلیئے کہ بالفعل ان سرکش کافرون کا انجام کار بیان کرنا اہم مقاصد تھا اسلئے کفار و بت پرست اور گناہگارونکا حال بیان فرماتا ہے فلا صدق ولا صلی کہ جب وہ دربار میں حاضر ہوگا تو کہا جائیگا تونے دنیا میں نہ مالی عبادت کی یعنی خیرات نہ دی نہ فقیرون محتاجون کو کچھ دیا جوڑ جوڑ کر رکھتا رہا خلق خدا پر رحم نہ کھایا اور نہ جانی عبادت کی نہ نماز پڑھی نہ خدا کے سامنے رکوع و سجود کیا نہ عاجزی ادا کی ثم ذہب الی اہلہ یتمطی بلکہ اپنے گھر کی طرف اکڑتا ہوا چلا گیا خدا کی طرف کے داعی سے مونہہ موڑ لیا۔ یا یون کہو تصدیق نہ کی اللہ اور اسکے رسول کی باتون پیا یان نہ لایا نہ اعمال اچھے کئے نماز سے بیخبر رہا اولی لک فاولی ثم اولی لک فاولی اسکے بعد غصہ سے اسکو کہا جاویگا کمبختی ہو تیری پھر کمبختی ہو تیری یعنی تیری زندگی پر پھٹکار اور مرنے پر پھٹکار اور یہان نذر و خالی ہاتھ آنے پر پھٹکار پھر تیرے جہنم مین جانے پر پھٹکار۔ یہ کلمہ زبان عرب مین ایسے موقع پر بولا جاتا ہے چار بار بولا گیا چار موقعون کے لحاظ سے اسکے بعد اسکو اس اندوہناک اور تنگ قید خانہ مین ڈالدیا جاویگا جہان آگ کی لپٹین اور طرح طرح کے عذاب ہین۔ اس قیامت صغریٰ (موت) کے واقعہ کا بیان فرما کر حشر برپا ہونے پر ایک دلیل قائم کرتا ہے

دلیل اول حشر و نشر

اس انداز میں کہ اسکو ادنیٰ فہم کے لوگ بھی سمجھ سکیں فقال اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسکو بیکار اور آزاد اور نکما چھوڑا جاویگا ؟ ہرگز نہیں اسیطرح اور چند آیات ہیں جو حشر برپا ہونے کی دلیل ہیں۔ تقریر اسکی یہ ہے کہ انسان کو قدرت و اسباب و عقل عطا کئے گئے ہیں اور ان چیزوں کا عطا کرنا اس بات کا مقتضی ہے کہ اسکو چند نامناسب باتوں سے منع کیا جاوے اور چند ضروری باتوں کا حکم دیا جاوے اور یہ اسباب کا تقاضا کرتا ہے کہ امور منہی عنہا پر عذاب اور مامور بہا پر ثواب ہے جسکا محل دار آخرت ہے کیا آدمی کا اس جہان میں آنا عقل و حواس پانا اور پھر چند روز رہکر دار دنیا سے غائب ہوجانا اس حکیم و کریم کا کوئی عبث فعل یا کوئی کھیل ہے ہرگز نہیں پھر کیا یہ ساری باتیں ایک نئی زندگانی کے لئے سامان و اسباب فراہم کرنے کے لئے نہیں ؟ ضرور ہیں۔ پھر انسان نکما اور بیکار اور شتر بے مہار کیونکر ہوسکتا ہے کہ جو چاہے سو کرے دنیا کے جائز اور ناجائز مزے اڑایا کرے جانوروں کی طرح سونے جماع کرنے کھانے پینے کے سوا اسکو کچھ کام نہو۔ ضرور ضرور وہ کسی کام کے لئے یہاں آیا ہے اسکی فطری بناوٹ اور اسکے عقل و حواس اسپر دلالت کرتے ہیں۔

اور اثبات نبوت کی بھی یہ دلیل ہوسکتی ہے کسلئے کہ جب انسان شتر بے مہار نہیں چھوڑا گیا تو ضرور اسکیلئے کوئی روحانی معلم ہونا چاہئے جیپر اس جہان کے اسرار منکشف کئے گئے ہوں اور وہ اسکو وہان کے مناسب باتیں تعلیم کرے اور ایسا شخص نبی ہوتا ہے۔ پھر اسکا اتباع بھی ضرور ہے ٭

دوسری دلیل

دوسری دلیل حشر برپا ہونے پر یہ ہے اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى کہ وہ انسان کیا ایک منی کا قطرہ نہیں تھا؟ ضرور اسکی ابتدا یہی ہے اسکو کافر و مومن سب جانتے ہیں پھر کیا وہ قطرہ خود بخود انسان بنگیا اسمین یہ تناسب اعضا پیدا ہوگیا یا کسی مادہ بیخرد اور طبیعت بیشعور نے یہ عقل و حواس عطا کردیے؟ ہرگز نہیں بلکہ اسی نے اسکو ترتیب دیا کسلئے کہ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى قطرۂ منی سے خون کا لوتھڑا بنا پھر بتدریج اسکے اعضا بنے پھر اعضا بھی ایسے بنائے کہ جنکی تشریح و تناسب میں عقل حیران ہے ہر ایک عضو اسکی کمال صنعت و قدرت کی آواز بلند گواہی دے رہا ہے۔ پھر خود انسان کا تو یہ کام نہیں کہ از خود بیجا و بے ساز خود ہو تا ہے کیبارگی ہوتا بلکہ کسینے بنایا ہے۔ پھر کیا یہ اسکے ماں باپکا کام ہے ؟ ہرگز نہیں انکو تو خبر بھی نہیں کہ اندر پیٹ میں کیا ہورہا ہے پھر کیا مادہ اور طبیعت کا کام ہے ؟ جیسا دہریہ و طبیعی کہتے ہیں یہ بھی نہیں کسلئے کہ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى اسنے اس ایک قطرہ منی سے مرد بھی پیدا کئے اور عورت بھی۔ مادہ منویہ برابر تھا طبیعت کا مقتضیٰ یکسان تھا پیٹ بھی وہی پیٹ ہے اور نطفہ بھی اس شخص کا نطفہ ہے پھر یہ مرد و عورت کا تفاوت کیونکر ہوگیا ؟ اور لطف یہ کہ ایک ہی حمل میں ایک لڑکی دوسرا لڑکا کبھی دونوں لڑکے کبھی دونوں لڑکیاں یہ تفاوت کیوں ہوا اور کسنے کیا؟ بیشک اس حکیم مطلق نے اور یہ بھی اسکی کمال قدرت و صنعت اور انسان پر رحمت کی دلیل ہے کسلئے کہ اگر سب عورتیں ہی ہوتیں یا سب مرد ہی ہوتے تو انسانی توالد و تناسل اور اسکے عیش اور زندگانی کے لطف کا خاتمہ ہوجاتا ایک نطفہ اور اسی سے یہ اعضا مختلف الآثار کس مرجح کا کام ہے۔ پھر جسنے یہ سب کچھ کردیا تو اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى کیا وہ مُردے کو حشر میں زندہ کردینے پر قادر نہیں ؟ ضرور قادر ہے اسمین کوئی بھی شک نہیں ٭

عبد بن حمید و ابن الانباری و ابوداؤد و ترمذی و بیہقی و ابن المنذر و حاکم وغیرہ محدثین نے باسناد مختلفہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے بعد یہ فرماتے تھے بلیٰ کہ کیوں نہیں آپ ضرور قادر ہیں۔ اور اسی طرح سورۂ والتین کے بعد بلیٰ وانا علیٰ ذلک من الشاہدین اور سورۂ مرسلات کے بعد آمنا باللہ کہتے اور حکم دیتے تھے کہ کہو کسلئے کہ یہ آداب سامعت میں سے ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں نماز کے باہر ان مواقع میں یہ الفاظ کہے نماز میں نہیں بعض کہتے ہیں نماز میں بھی مضائقہ نہیں کسلئے کہ ان الفاظ سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لیکن اول قول احوط ہے

سورۂ دہر مکہ میں نازل ہوئی اس میں اکتیس آیات دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۝

ضرور انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی آیا ہے کہ اسکا کہیں کچھ بھی ذکر نہ تھا۔ ہمنے انسان کو منی کے ایک لچھے سے بنایا ہے

نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ۝ اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۝ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ

کہ اسکو آزمائیں سو اسکو سنتا دیکھتا کر دیا۔ ہمنے اسکو رستہ دکھاد یا پھر کچھ شکرگزار اور کچھ ناشکر ہو رہے ہمنے کافروں کے لیے تیار کی ہیں

سَلٰسِلَا۟ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِیْرًا ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا

زنجیریں اور طوق اور دہکتی آگ۔ بیشک نیک لوگ ایسا پیالہ پئیں گے کہ جسمیں چشمۂ کافور کی آمیزش ہوگی۔ اس چشمہ کو اللہ کے نیک بندے

عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا ۝

پئیں گے بہائیں گے خوب طرح

ترکیب

ہل ہہنا عند الفراء والکسائی وسیبویہ وابو عبیدۃ بمعنی قد کمافی قولہ ہل اتاک حدیث الغاشیۃ وکقولہ علیہ السلام ہل بلغت۔ وقال کی بمعنی الاستفہام التقریری الاول اقوی من الدہر بیان لحین او صفۃ لم یکن الخ محلہ النصب علی الحال من الانسان وقیل محلہ الرفع علی انہ صفۃ لحین امشاج بدل او صفۃ من نطفۃ قیل ہی جمع مشج او مشیج کعدل وشریف جمعہما اعدال واشراف۔ والمشج فی اللغۃ الخلط یقال مشج یمشج مشجا اذا خلط وانما وقع الجمع صفۃ لمفرد لانہ فی معنی الجمع لان النطفۃ ماخوذۃ من اشیاء مختلفۃ او جعل کل جزء من النطفۃ نطفۃ والمراد نطفۃ الرجل ونطفۃ المرأۃ۔ وقال صاحب الکشاف الامشاج لفظ مفرد ولیس بجمع بل انہ وقع صفۃ للمفرد ونظیرہ برمۃ اعشار لے قطع مکسرۃ وثوب اخلاق۔ نبتلیہ سے فی موضع الحال اے خلقناہ مبتلین لہ یعنی مریدین ابتلائہ فاما شاکرا واما کفورا سے فی انتصابہما اقوال الاول شاکرا وکفورا حالان من الہاء فی ہدیناہ السبیل اے ہدیناہ السبیل حالتے کونہ شاکرا وکفورا (والثانی) انتصابہما باضمار کان والتقدیر سواء کان شاکرا او کان کفورا (والثالث) معناہ انا ہدیناہ السبیل لیکون اما شاکرا واما کفورا۔ واما علی ہذا القول کقول القائل قد نصحت لک ان شئت فاقبل وان شئت فاترک (والقول الرابع) ہو المطابق لمذہب اہل السنۃ ان تکون اما فی ہذہ الآیۃ کاما فی قولہ اما یعذبہم واما یتوب علیہم۔ والتقدیر انا ہدیناہ السبیل ثم جعلناہ تارۃ شاکرا وتارۃ کافرا۔ اما عند الجمہور بکسر الہمزۃ سے فہے عند الکوفیین کما حکاہ مکے ان شرطیۃ زیدت بعدہا ما للتاکید لے مبالہ الطریق ان شکر وان کفر۔ واختارہ الفراء ولایجوز عند البصریین لان ان الشرطیۃ لاتدخل علی الاسماء الا ان یقدر بعدہا فعل ولایصح ہہنا اضمار الفعل لانہ لایلزم رفع شاکرا وکفورا۔ فتامل وقرا ابو السماک وابو العجاج بالفتح فعلی ہذا ہی اما العاطفۃ فی لغۃ بعض العرب او ہی التفصیلیۃ۔ وجوابہا مقدر سلاسل عند البعض منصرف لان مثل ہذہ الجموع تشبہ الاحاد لانہم قالوا صواحبات یوسف فلما جمعوہ جمع الاحاد المنصرفۃ جعلوہا فی حکمہا فصرفوہا وعند البعض غیر منصرف لکونہ صیغۃ منتہی الجموع والسلاسل جمع سلسلۃ والاغلال جمع غل وقد الحاق الالف فی الوقف فہو کالحاقہا فی قولہ الظنونا والرسولا والسبیلا فی الصحاح جمع البر الابرار وجمع البار البررۃ کان مزاجہا کافورا

الجملة فی محل جر صفة لکاس عینا ان قلت الکافور اسم النہر فی الجنة کان عینا بدلا منه وان شئت قلت نصبه علی الاختصاص والتقدیر اعنی عینا وان قلت الکافور علی معناه المستعمل فیه فکان عینا بدلا من محل کاس علی حذف مضاف کانه قیل یشربون خمرا خمر عین ثم حذف المضاف واقیم المضاف الیه مقامه وقیل نصب عینا باضمار فعل یفسره مابعده ای یشربون عینا یشرب بہا الجملة صفة لعینا وقیل الباء زائدة وقیل الشرب بمعنی یتلذذ یفجرونها صفة اخری العینا -

تفسیر

اس سورہ کا نام اسکے الفاظ کی وجہ سے سورۂ دہر اور سورۂ انسان اور سورۂ ہل اتی اور سورۂ امشاج بھی ہے - اسکے نزول مین علماء کا اختلاف ہے ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ و مقاتلؒ و کلبیؒ کہتے ہین کہ مکہ مین نازل ہوئی اور اسی طرف بیضاوی و زمخشری گئے ہین اور کہتے ہین کہ مدینہ مین نازل ہوئی - بعض نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ انا نحن نزلنا علیک القرآن تنزیلا سے آخر تک تو قطعًا مکی ہے اور باقی مین احتمال ہے کہ مدینہ مین نازل ہوئی یا مکہ مین اور آیت یوفون بالنذر جو بعض اہل بیت کرام کی مدح مین بیان کی گئی ہے اسبات کا قرینہ ہے کہ مدینہ مین نازل ہوئی ہے -

مناسبت اسکی پہلی سورۂ قیامہ سے یہ ہے کہ اسمین دو فریق کا معاملہ ذکر تھا جو قیامت مین پیش آئیگا ایک وہ کہ جنکے مونہہ روشن ہونگے اور دوسرے وہ کہ جنکے مونہہ سیاہ ہونگے تتمہ کے طور اس سورہ مین فریق اول کے اور بھی حالات بیان کیے گئے - اور یہ بھی ہے کہ سورۂ قیامہ مین صرف قیامت اور نفس لوامہ کی قسم سے ابتداء کلام تھی بیان قیامت پر انسان کے حادث ہونے سے استدلال ہے - اور یہ بھی ہے کہ ان سورتوں مین اکثر یہی مسائل زیر بحث ہین (۱) خدا تعالی کی توحید اور اسکی قدرت کاملہ کا ثبوت (۲) قیامت کا برپا ہونا اور وہان کے حالات (۳) انسان کی ابتداء و انتہا اور اسکے اس جہان مین آنے کی وجہ (۴) انسان کے اسباب سعادت و شقاوت کہ یہ چیزین ہین جن سے اسکو سعادت یعنی وہان کی حیات جاودانی اور سلطنت ابدی نصیب ہوگی اور یہ وہ باتین ہین کہ جنکے سبب یہ شقی ہوکر جہنم کے عمیق گڑھے مین زنجیرون مین باندھکر اوندھے مونہہ ہمیشہ کے لئے ڈالا جائیگا - پھر ان مسائل کو عجب انداز سے بیان کیا ہے اور عجب دلکش طرز سے بلحاظ تقدیم و تاخیر کیلئے دیگر پر اثر الفاظ اور روح کو جنبش دینے والے فقرات مین بیان فرمایا ہے اور ہر ایک بحث پر دوسرے مسئلہ کا لحاظ رہا ہے یعنی اگر اس بیان اور کلام کے ایک پہلو مین ایک مسئلہ کا ثبوت ہے تو دوسرے پہلو مین دوسرے کا - اگر خدا پاک کسی مفسر کی روح پر وہی فیضان مصطفوی ڈالے تو وہ کچھ ان مطالب کی تفسیر کرسکتا ہے اور اسی لئے قرآن کو دریا ہے کنار کہا جاتا ہے اور اسکا ظہر و بطن اور ہر حد کا مطلع بیان کیا گیا ہے ؎

سورۂ قیامہ مین بھی انہین مسائل پر انہین طرزون مین بحث تھی اس سورہ مین بھی اور اسکے بعد کی سورہ مین بھی علی ہذا القیاس اور اسی لئے باہم لفظی بھی بہت کچھ مناسبتین پیدا ہین - جو شخص اس رمز پر واقف ہوگا اُسکو ہر قسم کی روایات سے ایک خاص شان نزول تلاش کرنے کی حاجت نہ ہوگی کسلئے کہ ان مسائل کی ضرورت ہی سبب نزول ہے اور آیات مین انسانی نیک و بد فطرت کا فوٹو کھینچا جایا کرتا ہے عام لوگ اُسکو کھینچ تان کر رطب و یابس روایات کے ذریعہ سے ایک شخص کا قصہ یا واقعہ بنا دیتے ہین جسکا جسکی طرف رجحان ہوا اور جو انکے بُرائی کے لئے جھنڈے پر چڑھگیا - فقال -

ہل اتی علی الانسان حین من الدہر لم یکن شیئا مذکورا کہ بیشک انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی گزر گیا ہے کہ اسکا کوئی ذکر بھی نہین تھا شیئا سے وجود فی الخارج کی نفی کردی گئی کسلئے کہ متبادر معنی شئے کے جبکہ اُسکو وجود ذہنی اور لفظی کی قیود سے مبرا رکھا جاوے تو موجود فی الخارج کے ہین

اور مذکوراً وجود لفظی اور ذہنی کی نفی کرتا ہے کہ انسان کا وجود نہ کسی کے ذہن میں تھا نہ کسی کی زبان پر ذکر تھا۔ اور جب اس قید کو بھی ملحوظ کرکے نفی ارتکے تو وجود ذہنی اور وجود لفظی کی نفی دلالت مطابقی سے اور خارجی وجود کی نفی دلالت تضمنی سے سمجھی جائیگی۔ مگر اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ علم الٰہی میں بھی انسان کا وجود نہ تھا اسلئے کہ علم الٰہی کا مرتبہ بالاتر ہے۔ حاصل یہ کہ انسان پر ایک ایسا وقت گزرا ہے کہ اسوقت نہ یہ دنیا میں موجود تھا نہ اہل دنیا میں اسکا مذکر تھا کوئی حضرت کے نام سے بھی واقف نہ تھا ؛

اسکا ثبوت کہ نسل انسان ایک وقت دنیا پر نہ تھی اور اسکی پیدائش کی ایک ابتدا ہے اہل کتاب کے نزدیک مسلم ہے کیونکہ انکے ہاں آفرینش انسان کا زمانہ ابتک تخمیناً سات ہزار برس کا ہے اور سات کا نصف دنیا سے زائد کوئی نہیں ہے۔ اہل ہند و اہل پارس اگرچہ لاکھوں برس کی تعداد بیان کرتے ہیں تاہم پھر بھی ایک ابتدا معلوم ہوتی ہے۔ البتہ حکماء یونان اور دیگر فلاسفہ ہر نوع کو قدیم زمانی کہتے ہیں علی سبیل البدلیۃ اسکے افراد کو قدیم زمانی مانتے ہیں خصوصاً دہریہ۔ اس فرقہ کا یہ اعتقاد ہے کہ جو کچھ تجددات و انقلابات جہان میں ہو رہے ہیں سب گردش زمان اور اوضاع فلکیہ و تاثیرات سیارات سے ہوتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں بعض ان اوضاع میں سے راتوں میں بعض مہینے میں بعض فصل میں بعض ایک برس میں بعض قرانات میں متبدل ہو جاتے ہیں اور بعض بہت دراز زمانہ میں اکوار وادوار کہتے ہیں اس سے انقلابات عظیمہ اور انواع مختلفہ پیدا ہوتے ہیں آباد مکان جنگل و جنگل آبادی خشکی دریا اور دریا خشک جنگل ہو جاتے ہیں اور اسیطرح بنی آدم اور دیگر انواع حیوانات پیدا ہوتے ہیں اور جو پیدا ہو چکے ہیں فنا ہو جاتے ہیں اور ایک نوع بدلکر دوسری نوع بنجاتی ہے انسانوں سے بندر اور بندروں سے انسان ترقی کرکے ہو جاتے ہیں ؛

انکے عقول کو حق سبحانہ کی طرف رسائی نہیں ہوتی۔ انکے مذہب کا ابطال صرف ایک اسبات سے ہو سکتا ہے کہ نسل انسانی کا ایک زمانہ میں بالکل نہ ہونا حال کی تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے۔ حال کے محققوں نے کوہ ہمالیہ کی بلند چوٹیوں پر پتھروں میں سیپیاں اور گھونگھے دیکھے ہیں جس سے علم جیالوجی کے نزدیک کامل یقین ہے کہ کسی زمانہ میں تمام ہندوستان سمندر کا سطح تھا اور سمندر کا پانی ان چوٹیوں کے اوپر تک تھا پھر گھٹتے گھٹتے یہ زمین نکل گئی۔ پھر جب کوہ ہمالیہ کی چوٹیاں سمندر کے پانی میں غرق تھیں تو پھر مساحت اور ارتفاع کے لحاظ سے قیاس ہو سکتا ہے کہ کوئی بھی ملک ایسا نہ تھا جو پانی سے ڈھکا ہوا نہ ہو پھر جب ایسا ہوگا تو نسل انسانی کا زمین پر قطعاً وجود نہ ہوگا اور اسیطرح سیاحوں کو اور ملکوں کے پہاڑوں پر بھی سمندر کے نشان معلوم ہوئے ہیں ؛

جب یہ ثابت ہو گیا کہ نسل انسانی ایک زمانہ میں دنیا پر نہ تھی تو ثابت ہو گیا کہ ان چیزوں کا پیدا کرنا دہر اور اسکے کسی وضع کا مقتضی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت سے ہے۔ اگر یوں کہیں کہ ممکن ہے کہ اس سے پہلے نسل انسانی تھی اور وہ طوفان کے باعث نیست ہو گئی پھر بار دیگر پھیلی اور اسیطرح پھر نیست ہوگی اور پھر زمین پر آباد ہوگی اور یہی تسلسل رہیگا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے نسل انسانی کا موجود ہونا کس دلیل سے معلوم ہوا؟ کیا اس سے پہلے کے کچھ آثار باقیہ پائے گئے یا قواعد زیچ و تقویم سے معلوم ہوا یا کسی دیکھنے والے مخبر صادق نے خبر دی؟ پھر جب نہیں سے کوئی بات بھی نہیں تو محض عقلی ڈھکوسلا اور وسوسۂ شیطانی ہے شیئاً مذکوراً کا لفظ ان سب باتوں کیطرف اشارہ کر رہا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ انسان سے مراد نوع نہیں بلکہ باپ انسان یعنی آدم علیہ السلام ہیں ؛

اس آیت میں خدا تعالیٰ کی ذات کا ثبوت دہریوں کا رد ہے اور نیز توحید کا بھی ثبوت ہے کیونکہ جمیع افراد انسان حادث ہیں انکو کا خالق قدرت اور قضا و قدر میں کچھ دخل نہیں اور نیز دوسرے پہلو میں قیامت کا بھی ثبوت ہے کہ ہم بار دیگر پھر نیست کرنے پر قادر ہیں اور حشر میں پھر زندہ کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

ف دہر زمانہ دراز جس کا ایک نام ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم مجھے گالیاں دیا کرتا ہے جب وہ دہر کو گالیاں دیا کرتا ہے

مین ہون دہر میرے ہاتھ مین سب کچھ ہے مین رات دن کو الٹتا ہون۔ متفق علیہ یعنی دہر کی طرف اسکا حوادث کو منسوب کرنا بیجا ہے وہ دہر کیا آتا ہے جو کچھ کرتا ہون مین ہی کرتا ہون۔ انجام کار دہریہ بھی جب اُس سے دہر کی حقیقت دریافت کیجاوے تو اسمین الا اکیطرف آ رہتا ہے صرف لفظون کا فرق رہجاتا ہے یہی اسکی گمراہی ہے کہ پھر بھی وہ حق سبحانہ کا انکار کرتا ہے اور مادی طبعی لوگون کا بھی اسیکے قریب قریب ہے وہ دہر کی جگہ مادہ کو جپا کرتے ہین۔ نئے فلسفہ نے آج کل یورپ مین دہریت اور اتحاد اور مادیت کا دریا بہا رکھا ہے اِنکے کہربائی تجربات اُنکی آنکھون پر حجاب ہو رہے ہین اِس اندھیری مین اِدھر اُدھر ٹکرین مارتے پھرتے ہین ❖

اسکے بعد نسل انسانی پھیلنے کا طریقہ بتلاتا ہے جو خاص اُسیکے قبضہ و تصرف کی بات ہے فقال انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج کہ اور کسی نہین بلکہ خود ہمنے انسان کو منی کے لچھے سے پیدا کر دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش پچھلی سورتون مین بیان ہو چکی کہ انکو مٹی سے بنایا اسلئے انکا ذکر چھوڑ دیا گیا مقصود نسل انسانی کا پھیلانا بتاتا ہے گرچہ مبدا انکا آدم ہین۔ حضرت آدم کی نسل قطرۂ منی سے شروع ہوتی ہے منی کو امشاج چیپ اور لچھہ۔ کہنے مین انسان کی حقیقت بیان کرتا ہے کہ آپ جو زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہین اور خدا کا انکار کرکے کہین دہر کو کہین مادہ کو خالق کہتے ہین آپ کو علم و شعور ہی کیا ہے آپ پہلے اپنی اصل کو تو بیان کر دیجئے کہ وہ منی جسمین چیپ تھا اور وہ نرو مادہ کی منی رحم مین ملکر لچھہ سا ہو گیا تھا وہ کون کون سی غذاون کے کھانے سے بنی تھی اور کیونکر بنی تھی اور رحم مین اسپر کس کس وقت کیا کیا تغیرات پیدا ہوے تھے اور اس سے پہلے آپ کیا تھے آپ کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ پھر جب انکو ان باتون کا علم نہین تو آپ کس اعتماد پر دہر اور مادہ کو خالق کہتے ہین؟ اور اگر کوئی بھی خالق نہین تو پھر آپ خود بخود کیونکر بتدریج بنگئے فعل بغیر فاعل کے اور حادث بغیر محدث کے کیونکر ہو گیا؟ اور یہ بھی اشارہ ہے کہ یہی نطفہ کا لچھہ تو ہے جسمین انسان کی تمام قوتین اور اعضاء ودیعت ہین بھلا اب کوئی بتلا تو دے کہ نطفہ کے کونسے جزء مین سے کونسی قوت اور کونسا عضو ودیعت رکھا گیا ہے؟ اور یہ بھی کہ آپ ایسی حقیر اور ناپاک چیز سے بنے ہین جو کپڑے پر لگے تو دھوئی جاوے پھر یہ غرور یہ باتین؟ اب انسان کے دنیا مین پھیلانے اور پیدا کرنے کا راز بھی بتلاتا ہے نبتلیہ کہ ہم اُسکو آزماتے ہین کہ دنیا کی اندھیری مین کیا کرتا ہے اور ہماری طرف بھی متوجہ ہوتا ہے یا لذات و شہوات ہی پر فریفتہ رہتا ہے اور اسلئے فجعلناہ سمیعا بصیرا اسکو ہمنے سُننے دیکھنے والا بھی کر دیا۔ کان دیئے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی باتین سنکر ایمان لائے اگلے مشرکون کے حالات اور اُنکی آفات سنکر عبرت کرے اُن بیہودہ کامون سے بچے آنکھ دی ہین کہ آیات قدرت دیکھ کر ایمان لائے برے بھلے کو دیکھے امتیاز کرے لوگون کے غلط افسانون ہی پر مائل نہ رہے دنیا کی رواروی اور اُسکی بے ثباتی دیکھکر اپنے چلنے کی بھی فکر کرے۔

ف انسان کمبخت بڑی مصیبت مین ہے لذات و شہوات دنیا اُسکے کانون کو بہرا آنکھون کو اندھا کرکے اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہین عقل سلیم آخرت کی طرف کھینچ رہی ہے ملہم غیبی پکار رہا ہے کہ او نادان اُدھر نہ جا آگے جہنم کا عمیق گڑھا ہے۔ اِدھر بیماری فکر معاش موت احباب اقارب رنج و الم اور بھی کھائے جاتے ہین اور مہلت ایسی تھوڑی سی ؎ فکر معاش عشق بتان یاد رفتگان ❖ اس اتنی سی زیست بر کوئی کیا کیا کرے ❖ اسی لئے بعض حضرات اکابر نے یہ کہدیا کہ کاش ہم اِسی حالت مین رہتے کہ شیئا مذکورا نہ ہوتے ❖

اس آزمایش کی پھر تشریح کرتا ہے انا ھدینٰہ السبیل کہ ہمنے انسان کو کان آنکھ دیکر برے بھلے سب راہ دکھا دین اور بتا دین کہ یہ برا رستہ ہے وہ دیکھو سیدھا جہنم کو جاتا ہے اور یہ رستہ سیدھا جنت کو جاتا ہے اور تجھے دونون پر چلنے کا قضاء و قدر نے اختیار دیا ہے فاما شاکرا واما کفورا پھر کچھ

شاکر ہو گئے جنت کی راہ پر چلے گئے اور کچھ کافر ناشکر ہو گئے جہنم کی راہ پر چلے۔ یا یون کہو کہ اب تو خواہ شاکر ہو یا کافر یہ بھی یاد رہے انا اعتدنا
للکافرین سلاسل واغلالا وسعیرا کہ ہمنے کافرون ناشکرون کے لئے زنجیرین اور طوق کان اور آنکھ کی ناشکری اور انکو اچھے کامون مین استعمال
نہ کرنے پر اور دہکتی آگ دل اور عقل کو راہ راست پر کام مین نہ لانے پر تیار کر رکھی ہے ونامرنے کی دیر ہے اور جو شاکر ہین وہی ابرار ہین کسلئے کہ
شکر منعم کے احسان کا بدلہ ہاتھ سے پاؤن سے دل سے ادا کرنے کو کہتے ہین اور اسی کا نام نیکی ہے اسمین مخلوق خدا کے ساتھ بھلائی خیرات
صدقات ہمدردی بھی آگئی کیونکہ نعمتون کے بدلہ کی اُسکو کیا حاجت ہے ؟ اُسکی مخلوق کی حاجت برآری اسکے قائم مقام ہے اور اسی لئے
آیا ہے کہ جو کوئی فقیر مسکین ذوحاجت کو دیتا ہے یا کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو گویا ہماری عیادت کرتا ہے اور ہمکو دیتا ہے اور نماز و عبادت و ذکر
بھی آگیا کسلئے کہ جان و تن کو اُسی کی طرف جھکانا اِس نعمت کا بدلہ ہے اور بُری باتون سے پرہیز بھی آگیا کسلئے کہ جو کام کرتا ہے درحقیقت وہ
ان اعضا اور دل کی قدردانی نہین کرتا پھر اِن نیکیون کے لئے آخرت مین کیا ہے ؟ یا فرماتا ہے ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجہا کافورا
کہ نیکون کو جنت مین شراب طہور کا وہ پیالہ پینے کو ملیگا جسمین چشمۂ کافور کی آمیزش ہوگی یا اُسکا مزاج کافوری ہوگا کوئی گرمی اور سوزش نہ ہوگی
تاکہ حشر کی گرمی سب دور ہو جاوے ✦

ان آیات مین اِس طرف بھی اشارہ ہے کہ دنیا مین منکر زنجیرون مین جکڑے ہوے ہین کسیکے گلے مین محبت زر کی زنجیر ہے کسیکے محبت زن و فرزند کی
کوئی باغ اور کھیتی اور تعمیر مکانات کی زنجیر مین جکڑا ہوا ہے کوئی ملک گیری کی زنجیر مین پابند ہے الغرض علائق دنیا کی زنجیرین انکے لئے تیار
ہین تا زیست اُنسے چھٹکارا نہین کہ ذرا بھی معرفت و عبادت کی طرف متوجہ ہو سکین۔ اور انکے گلون مین طوق بھی پڑے ہوے ہین کسیکے گلے مین
نوکری کا طوق ہے کہ امیرون اور بادشاہون کی خدمت اور حاضرباشی سے دم بھر کی مہلت نہین کسیکے گلے مین شراب اور فاحشہ عورتون کی محبت کا
طوق پڑا ہوا ہے کسیکے گلے مین دنیا طلبی اور حُبِ جاہ و مال کا طوق ہے جو ایکدم بھی اُسکو خدا کی طرف پھرنے اور متوجہ ہونے نہین دیتا اور انکے لئے دہکتی
آگ بھی تیار ہے وہ کیا ؟ عداوت و حسد کی آگ ناکامی کی آگ حرص و شہوت کی آگ یا فوائد متوہمہ کے فوت ہو جانے کی آگ یہ آگ ہر وقت دل
مین جلتی رہتی ہے محبت الٰہی اور رغبت دارآخرت کو وہان گنجایش نہین ہوتی مرنے کے بعد بھی زنجیر اور یہی طوق اور یہی آگ جہنم مین لوہے
کی بُری زنجیر اور گران بار طوق اور دہکتی آگ ہو جاویگی جسطرح یہان چھٹکارا نہ تھا وہان بھی اُنسے رستگاری نہ ہوگی۔ برخلاف ابرار و اہل ایمان کے کہ
انکو شراب محبت آلٰہی کا پیالہ پلایا جاتا ہے جسمین کافور کا اثر ہے جس سے وہ باوجود علائق دنیاوی کے سب سے آزاد رہتے ہین اُنکے دلون سے یہ آگ سرد کر دی جاتی ہے
یہی پیالہ جنت مین شراب طہور کی شکل مین متشکل ہو کر سامنے آئیگا اور اِس پیالہ ہی پر بس نہین بلکہ عینا یشرب بہا عباد اللہ
وہ اللہ کے نیک بندے ایک چشمہ کو پیین گے یعنی اُنکے لئے چشمہ تیار ہے جو جاری ہے کبھی بند نہین ہوتا نہ اِس مین کمی ہوتی ہے نہ جوش
اور نہ صرف پیین گے بلکہ یفجرونہا تفجیرا کہ اُسکو بہا دین گے جس طرح سے چاہین گے کام مین لاوین گے۔ دنیا مین جو نہ صرف
ایک ہی جام پیتے ہین بلکہ چشمۂ محبت آلٰہی سے پیتے اور اُس کو بہاتے ہین اور اُن کے ہر کام مین اور ہر بات مین اور ہر شان مین
محبت آلٰہی کا نشان ہے وہ وہان چشمۂ کافور کا بھی اسیطرح دل کھول کر استعمال کرین گے اور وہ کافور یہ دنیا کا کافور نہین
بلکہ وہ ایک دوسری چیز ہے جسکو اِس کافور سے کسی خاص خاصیت مین مناسبت ہے سردی اور سپیدی تفریح دل و دماغ مین

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا

(ابرار وہ ہیں) جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں کہ جس کا شر پھیل رہا ہوگا ۔ اور وہ اسکی محبت پر فقیر اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلایا کرتے ہیں ۔

إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۝ فَوَقَاهُمُ

(کہتے ہیں) ہم جو تم کو کھلاتے ہیں تو خاص اسی کے لئے نہ تم سے بدلا چاہتے ہیں نہ شکر گزاری ۔ ہم تو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ایک اداس ہولناک دن سے ۔ پھر ان کو

اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ۝ وَجَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ۝ مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ

اللہ اس دن کے شر سے محفوظ رکھیگا اور تازگی اور خوشی عطا کریگا ۔ اور انکے صبر کے بدلے انکو جنت اور ریشمی پوشاکیں دیگا ۔ تکیہ لگائے وہاں چھپرکھٹوں پر بیٹھے ہونگے

لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ۝ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ۝

نہ وہاں دھوپ دیکھینگے نہ سردی ۔ اور انکے سائے ان پر جھکے پڑتے ہونگے ۔ اور میوے گچھے بہت ہی پاس لٹک رہے ہونگے

ترکیب

یوفون جملۃ مستانفۃ لبیان حال الابرار النذر فی اللغۃ الایجاب والمراد ہنا ما اوجب اللہ علی العباد او ما اوجب العبد علی نفسہ من فعل الخیرات وترک المنکرات و الوفاء الاتیان بما وجب ۔ مستطیرا اسم الفاعل من باب الاستفعال ماخوذ من الطیران تقول العرب استطار الحریق اذا انتشر ویطعمون الجملۃ معطوفۃ علی السابقۃ انما نطعمکم الخ الجملۃ فی محل النصب علی الحال بتقدیر القول ای قائلین انما الخ عبوسا تعبس فیہ وجوہ الناس من شدتہ وہولہ فالمعنی انہ ذو عبوس قمطریرا شدیدا یکون فی الایام والطول فی البلاء قال مجاہد ان العبوس بالشفتین والقمطریر بالجبہۃ والحاجبین متکئین حال من ہم فی جزاہم و العامل جزی الارائک جمع اریکۃ وہی بیت یزین بالثیاب الاسرۃ والستور لایرون الجملۃ فی محل نصب علی الحال من مفعول جزاہم او من الضمیر فی متکئین فعلی الاول حال مترادفۃ وعلی الثانی متداخلۃ ۔ او صفۃ اخری لجنۃ ۔ ودانیۃ من الدنو بمعنی القرب قرء الجمہور بالنصب عطف علی ما قبلہا حال مثلہا او صفۃ لمحذوف معطوف علی جنۃ ۔ وقری بالرفع علی انہ خبر والمبتدء ظلالہا والجملۃ فی حیز الحال والمعنی لایرون فیہا شمسا ولا زمہریرا والحال ان ظلالہا دانیۃ ۔ وعلی تقدیر النصب ظلالہا مبتدء علیہم الخبر وذللت الجملۃ حال من دانیۃ او معطوفۃ علی دانیۃ وعلی تقدیر رفع دانیۃ علی جملۃ اسمیۃ والقطوف جمع قطف بالکسر العنقود وخوشہ +

تفسیر

بیان سے ان ابرار کے اوصاف وحالات بیان فرماتا ہے جنکے سبب وہ ابرار کہے گئے (۱) یوفون بالنذر کہ وہ نذر پوری کیا کرتے ہیں ۔ نذر بیان (ومنہ نذرت للہ کذا انذر بالضم والکسر صراح)) وفا پورا کرنا ۔ قتادہ ومجاہد کہتے ہیں اسکے معنی عبادت وطاعت کے ہیں لغوی اور شرعی معنی کے لحاظ سے اسمیں مفسرین کے تین قول ہیں (اول) نذر شرعی کہ بندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کو اپنے اوپر واجب کرلے کہ میں اسکے لئے یوں کرونگا یا یہ کام نہ کرونگا اب عام ہے کہ یہ نذر کسی آنے والی مراد کے حاصل ہونے یا بلا کے دفع ہونے پر کی ہو جیسا کہ عام دستور ہے یا بغیر اسکے مگر اس قسم کی نذر کی بابت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے لاتنذروا فان النذر لایغنی من القدر شیئا وانما یستخرج بہ من البخیل (متفق علیہ) کہ نذر نہ مانا کرو کسلئے کہ تقدیر الٰہی کو نذر مانا کچھ بھی ٹال نہیں سکتا جو ہونا ہے ہوکر رہیگا ہزار نذر مانا کرو بلکہ اس حیلہ سے بخیل کا مال خدا پاک باہر نکلوا دیتا ہے

مطلب یہ کہ جو بغیر نذر مانے کچھ بھی شدہ نہ دیتا ہو اور وہ نذر کو تقدیر الٰہی کے پلٹنے کا وسیلہ بنائے لیس بخیل کے مال صرف ہونیکا سبب ہے۔ نذر ممنوع کاموں میں بھی جو اسکی قدرت نہوں نہ ماننی چاہیے کیونکہ مسلم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ معصیت میں اور جن کاموں کے کرنیکی قدرت نہیں رکھتا نذر کا پورا کرنا نہیں۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں اس قسم کی نذر کو پورا نکرے مگر کفارہ لازم ہوگا کیونکہ ابوداود و ترمذی نے روایت کی ہے کہ لانذر فی معصیۃ اللہ وکفارتہ کفارۃ الیمین اور اسی طرح ابن ماجہ و ابوداود نے یہ جملہ بھی نقل کیا ہے من نذر نذرًا لایطیقہ فکفارتہ کفارۃ یمین۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں یہ نذر در اصل نذر نہیں کفارہ واجب نہیں۔ نہ اسکو پورا کرے ✦

باقی اور سب نذروں کا پورا کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ابرار کی شان میں فرماتا ہے یوفون بالنذر اور ایک جگہ یوں فرمایا ہے ولیوفوا نذورھم کہ اپنی نذریں پوری کرو۔ پھر جو اپنی مالی نذر کے پورے کرنے میں آمادہ ہے وہ خدا پاک کے واجب کردہ احکام و عبادات پر بدرجہ اولیٰ سرگرم ہے دوسرا قول یہ ہے کہ آیت میں نذر سے مراد واجبات ہیں عام ہے کہ از خود بندہ نے اپنے اوپر واجب کر لئے ہوں یا خدا تعالیٰ نے واجب کئے ہیں تیسرا قول کلبی کا ہے کہ نذر سے مراد عہد ہے عہد وفا کرنیکی قرآن میں تاکید ہے عام ہے کہ باہمی جائز عہد ہو یا خدا تعالیٰ کا عہد جو نبیوں کی معرفت بندھا ہے شریعت و احکام کی بجا آوری کا (۲) یخافون یومًا کان شرہ مستطیرًا کہ وہ اُس دن کے شر سے بھی ڈرا کرتے ہیں کہ جسکا شر پھیل پڑیگا گرمی اور سردی کا جس طرح دنیا میں ایک عام اثر ہوتا ہے اسی طرح قیامت کا شر اور اسکا ہول اور دنیا کے زیر و زبر ہونیکا حادثہ پھر نفخ صور اور اسکے بعد قبروں سے نکلنے کا حادثہ ایک عام وحشت انگیز حادثہ ہوگا۔ وہ ابرار اُس دن کے حادثہ عظیمہ سے ڈرا کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اُس دن کی تیاری میں نذریں پوری کرتے ہیں اور اپنے جان و مال کو انہوں نے دنیا میں نذر اللہ کر دیا ہے اسلئے ویطعمون الطعام کھانا کھلاتے ہیں علیٰ حبہ محض اللہ ہی کی محبت نہ ریاکاری اور شہرت کے لئے یہ بھی معنی ہوسکتے ہیں کہ باوجودیکہ اس کھانیکی اُنکو رغبت و محبت ہوتی اور حاجت دامنگیر ہوتی ہے اسپر بھی وہ کھلا دیتے ہیں کسکو؟ مسکینًا فقیر کو و یتیمًا یتیم کو و اسیرًا قیدی کو۔ اگلے زمانہ میں قیدیوں کو شاہی خزانہ سے کھانا نہیں ملتا تھا وہ اپنی محنت مزدوری کرکے کھاتے تھے اُن پر سختی گزرتی تھی فاقہ کشی پر فاقہ کشی ہوتی تھی اسلئے اُنکا کھلانا بھی اس حالت بیکسی میں بڑا عمدہ کام تھا بعض علما کہتے ہیں اسیر سے مراد وہ بیبس لوگ ہیں جو خود کوئی کام نہیں کرسکتے یا وہ لڑکے اور عورتیں اور غلام ہیں جو ظالموں کے پنجے میں گرفتار ہیں اور اُنکو پیٹ بھر کر کھانا نہیں ملتا بیچارے ادہر ادہر مشکلے پھرتے ہیں اسمیں بے زبان جانور بھی داخل ہیں جو ایسے موذیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہیں اور دانہ پانی نہیں ملتا اور اُنپر اپنا کچھ احسان بھی نہیں جتلاتے بلکہ یہ کہتے ہیں انما نطعمکم لوجہ اللہ لانرید منکم جزاءً ولاشکورًا کہ ہم تو خالص اللہ کے لئے تمہیں کھانا کھلاتے ہیں کہ وہ خوش ہو جاوے اپنی مخلوق پر رحم کرنے سے نہ ہمکو تمسے اسکا بدلا مقصود ہے نہ یہ کہ تم شکر گزاری کرو ہماری تعریف و مدح کرتے پھرو اور یہ بھی کہتے ہیں انا نخاف من ربنا یومًا عبوسًا قمطریرًا کہ ہم اپنے رب سے ڈرتے ہیں اُس دن کے عذاب سے جو نہایت سخت اور دشوار گزار ہوگا اُس روز کے لئے یہ ذخیرہ جمع کرتے ہیں۔ یہ کچھ ضرور نہیں کہ اللہ کے نیک بندے یہ باتیں ہر مسکین و یتیم و اسیر کے سامنے زبان سے کہتے ہوں بلکہ ممکن ہے کہ زبان حال سے کہتے ہوں اور اُنکے دلمیں یہ مضمون ہو اور اُنکی اس نیت اور حسن اخلاص کو خدا پاک اُنکے قول سے تعبیر کرتا ہو اور ایسا ہوتا ہے اور یہی قوی ہے۔ یوفون بالنذر سے لیکر یہانتک کی آیات کے بارہ میں ابن مردویہ نے ایک

له یمین خدا کے نام یا صفات کی قسم کھانا کہ ایسا کرونگا یا نہ کرونگا۔ اور نذر بغیر قسم کے کوئی کام واجب کر لینا کہ تین روزے اللہ کے لئے رکھونگا یا اسقدر روپیہ تصدق کرونگا وغیرہ اگر کسی کام کی بابت یا غیر مقدور کی بابت نہیں تو وفا کرنا لازم ہے ورنہ گنہگار ہوگا۔ اور قسم میں کفارہ ہے دس مسکینوں کو کھانا یا کپڑا دینا یا بردہ آزاد کرنا ورنہ تین روزے رکھنا ۱۲ منہ

طویل قصہ نقل کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حسنین رضی اللہ عنہما کی بیماری میں نذر مانی تھی کہ تین روزے رکھونگا جب صاحبزادوں کو شفا ہوئی اور روزے رکھنے شروع کئے اور کھانے کے لئے بازار وقت شمعون خیبری یہودی غلہ فروش سے کچھ جو لا کر روٹیاں پکائیں شام کو افطار کر کے جب کھانے بیٹھے اور آپکے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اور آپکی لونڈی فضہ بھی رضی اللہ عنہا تھیں تو ایک مسکین نے سوال کیا پانچوں روٹی اسکو اٹھا دیں دوسرے روز ایک یتیم نے آکر سوال کیا تیسرے روز جب کھانا آیا کیا تو ایک اسیر نے آکر سوال کیا اور تین روز پے درپے پانی پر روزہ رکھا اسپر یہ آیات انکی مدح میں نازل ہوئیں یہ ملحق ہے کیسلئے کہ حضرات اہل بیت کرام ایسے ہی تھے مگر اول تو اس روایت کی صحت میں کلام ہے دوم اول سے آخر تک سلسلۂ عموماً انسان کی بابت کلام چلا آرہا ہے تخصیص کسیکی نہیں - ہان اس عموم میں حضرات اہل بیت کرام بدرجۂ اولیٰ شریک ہیں (تفسیر کبیر)

اسکے بعد ان ابرار کی جزاء خیر کا ذکر کرتا ہے فقال فوقٰھم اللہ شر ذلک الیوم کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اس روز کے شر سے محفوظ رکھیگا انپر کوئی مصیبت اور آفت اس روز نہ آئیگی - اور نہ صرف یہی بات کہ انکو شر سے بچا کر نعمتوں سے محروم رکھیگا بلکہ ولقّٰھم نضرۃ وسرورا انکو فرحت اور خوشی عطا کریگا اور دیدار الٰہی کی فرحت سے شادمان ہونگے - یہ جنت روحانی تھی اسکے بعد جنت جسمانی کا ذکر کرتا ہے وجزاھم بما صبروا جنۃ وحریرا کہ انکے صبر کے بدلے میں جو نذر کے وفا کرنے اور اسیروں اور یتیموں اور فقیروں کے کھلانے میں تکالیف برداشت کرتے تھے جنت دیگا اور انمیں ریشمی لباس پہننے کو ملیگا - اور نہ یہی کہ صرف ایسے کپڑے اور خوشی ملیگی بلکہ انکے رہنے کے لئے اور بیٹھنے اور سونے کے لئے متکئین فیھا علی الارائک چھپرکھٹ اور طلائی پلنگ ملیں گے جنپر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے لا یرون فیھا شمسا ولا زمھریرا جنت میں نہ دھوپ دیکھیں گے کیسلئے کہ وہاں عرش کا سایہ ہوگا آفتاب کی روشنی کی وہاں حاجت نہ ہوگی اور نہ وہاں سردی ہوگی ایک معتدل موسم ہوگا جو بہت ہی پر بہار موسم ہوگا نہ خزاں کا ڈر نہ برسات کی کیچڑ نہ مچھر نہ پسّو نہ گرمی نہ سردی - دنیا میں جو نہایت پر بہار موسم باغوں میں ہوا کرتا ہے اور جو عمدہ ملکوں میں ہوتا ہے یہ وہاں کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے ودانیۃ علیھم ظلالھا اور جنت کے سائے انپر جھکے ہوں گے گرچہ وہاں آفتاب نہ ہوگا اور نہ اسکی دھوپ مگر اور اجرام نورانیہ بھی پرتو افگن ہوتے ہیں کبھی طبیعت انسانی ہمیشہ یکساں حالت سے گھبرا جاتی ہے اسلئے کبھی اسکے تبدل و تغیر میں سرور پاتا ہے اسواسطے انکے لئے بڑے دراز سائے ہونگے جنکے نیچے تختوں پر تکیہ لگا کر بیٹھیں گے اور آپسمیں باتیں کریں گے اور دنیا کے تذکرے بھی آئیں گے اور یہ ثمر درختوں کے سائے نہ ہونگے بلکہ وذللت قطوفھا تذلیلا انکے پھل انکے بس میں ہوں گے - سایوں کے ساتھ پھل بھی جھکے ہوئے ہونگے جنکے لینے اور توڑنے میں کوئی دقت نہ ہوگی -

اصل یہ ہے کہ دنیا کی ہر ایک صفت نیک انکے لئے جنت میں ایک نعمت بنکر سامنے آئیگی - انکی فرحت و خوشی انکے دل غمناک اور اندوہگین کے خوف و خطر کا نتیجہ ہے وہاں ان میں اسکے بدلے خوشی بھر دی جاویگی اور انکے صبر کی تپش اور خدا کی راہ میں سختیاں اٹھانے کا ثمرہ جنت اور نرم لباس ہے اور وہ خود خدا کے آگے جھکے ہوئے تھے وہاں جنت میں درخت میوہ دار انپر جھکے ہوئے ہونگے اور یہ میوے انکے اعمال صالحہ و معارف الٰہیہ اور انکے اشواق و مواجید ہیں -

وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ۝ قَوَارِيرَ مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ۝ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا

اور انکے پاس چاندی کے برتن اور شیشے کے کوزے لائے جاوینگے۔ شیشے کی چاندی سے جنکو بھرے ہا ایک خاص اندازہ پر ڈھالے گئے۔ اور وہان انکو پیالہ

كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ۝ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا ۝ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۚ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ

پلایا جاویگا کہ جس مین زنجبیل کی آمیزش ہوگی۔ وہان اس چشمہ مین سے جسکا نام سلسبیل ہوگا۔ اور انکے پاس سدا کے لڑکے پھرا کرینگے۔ جب تو انہیں دیکھیگا تو انکو بکھرے

لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ۝ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ۝ عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ ۖ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ

ہوئے موتی سمجھیگا اور جب تو وہان دیکھیگا تو نعمت اور بڑی سلطنت دیکھیگا۔ اور انپر کپڑے ہونگے باریک سبز ریشم کے اور مخمل کے۔ اور انکو پہنائے جاوینگے

مِن فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۝ إِنَّ هَٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُورًا ۝

چاندی کے کنگن اور انکا رب انکو پاک شراب پلائیگا۔ (کہا جاویگا) یہ ہے یہ تمہاری جزا اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی۔

ترکیب

آنیہ جمع اناء ککساء واکسیۃ وغطاء واغطیۃ والاصل آأنیۃ بہمزتین الاولیٰ مزیدۃ للجمع والثانیۃ فاء الکلمۃ فقلبت الثانیۃ الفا۔ من فضۃ بیان لآنیۃ واکواب جمع کوب وہو الکوز الکبیر (کوزہ بے دستہ۔ صراح) عطف علی آنیۃ کانت قواریرا الجملۃ صفۃ لاکواب والقواریر جمع قارورۃ (شیشہ)۔ قرء نافع والکسائی قواریرًا بالتنوین فی الموضعین مع الوصل ومع الوقف بالالف کسلاسلا وقرء حمزۃ بعدم التنوین فیہا وعدم الوقف بالالف لصیغۃ منتہی الجموع والثانی بدل من الاول۔ وقرئ برفع الثانی علی تقدیر ہی قواریر قدروہا صفۃ لقواریر عینا منصوب علی انہا بدل من کاس واذا رأیت ثم ثم فی موضع النصب علی الظرف یعنی فی الجنۃ وفی مفعول رأیت اختلاف قیل مقدر وقیل لا عالیہم قرء نافع وحمزۃ بسکون الیاء وکسر الہاء علی انہ خبر مقدم وثیاب مبتدء مؤخر وقرء الباقون بفتح الیاء وضم الہاء لتحرک ماقبلہا علی انہ ظرف کانہ قیل فوقہم ثیاب فنصبہ علی الظرفیۃ۔ وقیل نصب عالیہم علی الحال اما من ہم فی قولہ یطوف علیہم او من الولدان اے اذا رأیتہم حسبتہم لؤلؤا منثورا فی حال علو الثیاب ابدانہم والجملۃ صفۃ اخریٰ للولدان وقرئ علیہم خضرٌ بالرفع نعت لثیاب وبالجر نعت لسندس لکونہ اسم جنس واستبرق بالرفع عطفا علی ثیاب وحلوا عطف علی یطوف علیہم ۔

تفسیر

یہ تتمہ ہے بیان سابق کا کہ جنت مین جنتیون کے لئے کھانے پینے کا بھی شاہانہ سامان ہوگا صرف میوون ہی پر بس نہ ہوگی برتن اور آبخورے اور لوٹے وغیرہ ظروف چاندی کے ہونگے مگر کبھی چاندی جیسی کی چمک اور صفائی آئینہ جیسی ہوگی شیشہ دنیا مین مٹی کے مادہ سے ہوتا ہے وہان کے شیشے کا مادہ چاندی ہوگا ایسی چیز دنیا مین کسیکے پاس نہین کہ مادہ تو چاندی ہو اور صفائی مین شیشہ ہو اور پھر وہ برتن بے ڈول نہ ہونگے بلکہ قدروہا تقدیرا ایک عجیب صنعت اور اندازہ سے بنائے اور ڈھالے جاوینگے اور ہر ایک برتن مین وقت حاجت کی رعایت ہوگی جسقدر پانی اور کھانا مطلوب ہو اور جس موقع کے لئے ہو اتنا ہی اسمین آوے۔ اور سونے کے بھی برتن ہونگے جیساکہ سورۂ زخرف مین آیا ہے یطاف علیہم بصحاف من ذہب واکواب ہر موقع اور محل کے مناسب کہین طلائی کہین نقرئی برتن ہونگے

اور الطاف مین اشارہ ہے کہ کبھی کبھی نہین بلکہ اکثر اوقات انہین برتنون کی آمدورفت رہیگی خادمان پر پلائین گے لے جائین گے
عیش و نشاط کا ایک اندھا رہیگا انکے صبر کا بدلہ ہے جو دنیا مین سونے چاندی کے برتنون مین نہ کھاتے تھے اور فقیرانہ گزر کرتے تھے۔ اور
ایسے لذیذ کھانون کے بعد یا ساتھ کھانا جلد ہضم ہونے کے لئے ویسقون فیہا کاسا کان مزاجہا زنجبیلا انکو ایک ایسی عمدہ چیز کا پیالہ پلایا جائیگا
کہ جسکا مزاج اور کیفیت یا آمیزش سونٹھ کی ہوگی تاکہ حرارت غریزی جوش مین آوے اور عیش و نشاط کا لطف لمنہ ہو۔ اور شوق وصال بھی
بڑھے تاکہ شوق کے بعد جو چیز ملے اسکی قدر اور لذت زیادہ ہو۔ اول مرتبہ کافوری شراب کا پیالہ پلایا جانا فرمایا تھا کہ حشر کی گرمی اور ہموم
وغموم کی تپش بالکل جاتی رہے بعد شراب زنجبیل کا پلایا جانا فرمایا کہ ایک دوسری گرمی پیدا ہو جو لذات حاصل کرنیکا ذریعہ ہے کیونکہ کہ
جب انسان کی اصل گرمی کم ہو جاتی ہے تو پھر نہ ہضم جید ہوتا ہے نہ کسی محبین کے وصال کا شوق باقی رہتا ہے نہ دلمین جو چلے
ہو اچھل کود کی امنگ رہتی ہے ایک سستی کا جسم و ضمیر پر رہجاتا ہے جیسا کہ بڑھاپے مین ہوتا ہے۔ مگر وہ زنجبیل دنیا کی زنجبیل نہین
کہ جسمین سوزش اور کسیقدر مضرت ہو بلکہ عینا فیہا تسمی سلسبیلا وہ جنت مین ایک چشمہ ہوگا جسکا نام سلسبیل ہوگا۔ سل سبیلا کے
معنی ہین پوچھ رستہ۔ اسمین اشارہ ہے کہ اسکو پیکر شوق بڑھیگا اور ساقی سے محبوب کا رستہ پوچھیگا۔ یہ دنیا مین اس شراب شوق
الٰہی اور اسکی گرمی کا اثر ہے جو خاصان خدا کو نصیب تھا۔ اور اس شراب کو اور ان لذیذ نعمتون کو کون لائین لیجائین گے؟
ویطوف علیہم ولدان مخلدون لڑکے جنکا لڑکپن ہمیشہ باقی رہیگا جوان اور بوڑھے نہ ہونگے ہمیشہ اسی حالت پر رہینگے
لڑکون مین ایک شوخی شرارت ترت پھرت اور بھولا پن ہوتا ہے ایسی نشاط کی مجلسون مین انکا کھانے پلانے مین کام کرنا
عجب لطف دیتا ہے اور نیز وہ انکے خلوتخانون مین انکی محبوب بیبیون کے ساتھ ہم نوالہ و ہم پیالہ ہونے مین آجا سکتے ہین
ناگوار نہین معلوم ہوتے نہ وہ عورت سمجھتے ہین اسلئے مرد کو انکا آنا برا معلوم ہوتا ہے نہ عورت کو برخلاف جوان مرد و عورت کے
اذا رایتہم حسبتہم لؤلؤا منثورا وہ ایسے حسین اور پر نور ہونگے کہ ان کو خدمت مین ادھر ادھر آتے جاتے کھڑے بیٹھے جو کوئی
دیکھے تو یہ سمجھے کہ گویا لڑی کے موتی بکھر گئے ہین۔ موتی تو اسلئے کہ وہ ایسے خوبصورت ہونگے اور بکھرے ہوا اسلئے کہ وہ کاربار مین
ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہونگے انکے حسن اور ہرنے پھرنے کی بکھرے ہوئے موتیون کے ساتھ نہایت عمدہ تشبیہ ہے ؏
پھر فرماتا ہے کہ یہ جو کچھ نعمتین بیان کین طلائی برتن وغیرہ کچھ انہین پر موقوف نہین بلکہ واذا رایت ثم رایت نعیما وملکا کبیرا کہ
جب تو دیکھنے والے جنت مین نظر کریگا تو ہزارون نعمتین اور بڑی سلطنت اور شاہانہ تکلفات و تجملات دیکھے گا۔ جو دنیا مین
عمدہ باغات اور سنگ مرمر کے طلائی اور جواہرات کے کام کئے ہوئے مکانات اور بڑے بڑے عیش و نشاط کے سامان اور بہاریں بڑے
بڑے بادشاہون کو حاصل ہین وہ لاکھوان حصہ بھی وہانکی نعمتون کا نہین جو ایک ادنیٰ سے شخص کو جنت مین ملینگی ؏
اب انکی پوشاکون کا حال بیان فرماتا ہے عالیہم ثیاب سندس کہ انکے اوپر خلعت کے طور پر چمکنے والے اور صاف ریشم کے باریک
کپڑے خضر سبز رنگ کے ہونگے کہ انکی سرسبزی کی دلیل ہو واستبرق اور ریشم کے دبیز کپڑے بھی ہونگے کاشانی مخمل وغیرہ جس طرح دنیا
مین ہے یعنی اعلیٰ سے اعلیٰ شاہانہ لباس ہوگا یہ انکے صفات حمیدہ ہین جو اس روز لباس بنکر ظہور کرینگے لفظ عالیہم مین اسی طرف اشارہ ہے

وحلّوا اساور من فضۃ اور انکو چاندی کے کنگن پہنائے جاوینگے۔ سورہ کہف مین ہے یحلّون فیہا من اساور من ذہب کہ سونے کے کنگن پہنائے جائینگے ممکن ہے کہ کسی کو سونے کے کسی کو چاندی کے ہر ایک کی رغبت یا مرتبے کے لحاظ سے یا کسی کو ایک وقت چاندی کے دوسرے وقت سونے کے پہنائے جاوین۔ بعض فرماتے ہین کہ چاندی کے خادمانِ جنت کے کنگن ہونگے اور حلّوا کی ضمیر انہین کی طرف ہے اور اہل جنت کے سونے کے۔

زیور عورتون کی زینت ہے مرد کے لئے عیب ہے پھر جنت مین پہنائے جانے کی کیا وجہ؟ اسکے جواب مین علماء کے چند اقوال ہین (۱) کہ دراصل یہ چاندی اور سونیکا زیور ہانکے خادمون اور عورتونکو پہنایا جائیگا مگر لفظ مین جانب تذکیر کو غلبہ دیکر مذکر کے صیغے اسلئے لائے گئے کہ انکی عورتون اور خادمون کو پہنانا انہین کی خوشنودی کا باعث ہے گویا انکو پہنایا گیا (۲) یہ کہ مشرقی ملکون مین قدیم رواج ہے کہ سردار کے ہاتھ مین چاندی یا سونے کا کڑا یا کنگن ڈالا جاتا ہے کہ چاندی سونا اسکے ہاتھ مین ہے گویا یہ سرداری کی علامت ہے جیسا کہ مہذب ملکون مین تمغہ پس اسی قسم کا یہ بھی جنت مین انکی سرداری کا تمغہ ہوگا نہ زینت کے لئے زیور (۳) یہ کہ یہ کنایہ ہے انکے اُن انوار برکات سے جو دنیا مین اُنہون نے ان متبرک ہاتھون سے نیک اعمال کئے تھے یہ انکی روشنی اور نور ہوگا جو ہاتھ مین کنگن معلوم ہوگا +

وسقاہم ربہم شرابا طہورا اور انکا رب انہین شراب طہور پلائیگا۔ طہور کہ جسمین نہ نشہ ہے نہ سرور اور نہ خمار۔ لا فیہا غول و لا ہم عنہا ینزفون وہ ان سب قباحتون سے پاک ہوگی۔ اہل دل کہتے ہین شراب طہور کنایہ ہے شراب وصال سے کہ انکو وہان اُس معشوق و محبوبِ حقیقی کا بے کیف وصال نصیب ہوگا جیکے نشہ مین وہ ابدالآباد مسرور رہینگے نعماء جسمانیہ کے بعد نعماء روحانیہ کا ذکر کیا کہ اُسکے آگے وہ سب ہیچ ہین۔ اور سقاہم ربہم مین سقا کو ربہم کی طرف منسوب کرنے مین جو کچھ لطف ہے وہ اہلِ دل پر مخفی نہین کہ وہ خود اپنے دست مبارک سے یہ جام مے بھر بھر کر پلائینگے پھر اسکے آگے اور کیا نعمت ہوگی؟
اہل ظواہر کہتے ہین خادم پلائینگے مگر وہ اُسی کے حکم سے پلائینگے اسلئے اُن کا پلانا گویا خود اُسی کا پلانا ہے۔

اہل جنت سے کہا جائیگا ان ہذا کان لکم جزاء کہ یہ تھی تمہاری جزا اور تمہاری دنیاوی کوششون ایمان اور عمل صالح اور محبت الٰہی کا بدلہ جو تمہارے لئے پہلے سے تیار تھا اسمین اطمینان دلایا جاتا ہے کہ تمہاری نیکی اور پرہیزگاری رائیگان نہ جائیگی جیسا کہ منکر کہتے ہین بلکہ اسکا بدلہ تیار ہے تمہارے مرکر وہان جانے کی دیر ہے وکان سعیکم مشکورا اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی اُسکی قدردانی کی گئی اکارت نہین گئی برخلاف بت پرستون اور مخلوق پرستون کی بیکار کوشش کے کہ وہ انکا آگ کے آگے سرجھکانا ٹھنڈے پانیون مین نہانا بتون کے لئے نذر و نیاز کرنا عمر بھر ترک دنیا کرنا ہاتھ پاؤن کا سکھا دینا اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا کر مار ڈالنا دریا مین غرق ہونا آگ مین جل کر مرجانا گوشت اور نعماء الٰہیہ کو چھوڑنا نکاح نہ کرکے تجرد مین گدائی کرکے گزر کرنا سب رائگان جاویگا بلکہ اس بت پرستی اور مخالفت رسول پر اوسکا عذاب ہوگا محنت برباد گناہ لازم کیونکہ وہ محنت تعلیم شیطانی خدا سے روکنے والی تھی۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ۝ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ۝ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ

بیشک ہی تجھ پر قرآن اتارا ہے تھوڑا تھوڑا کر۔ پھر تو اپنے رب کے حکم کو برداشت کر اور ان میں سے کسی بدکار و ناشکر کا کہا نہ مان۔ اور اپنے رب کا نام یاد کر

بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا

صبح و شام۔ اور کچھ رات سے اسکو سجدہ کر۔ اور بڑی رات سے اسکی تسبیح کر

ترکیب

انا نحن نزلنا مبتداء وخبرہ وقال الزجاج او ہہنا اوکد من الواو لانہا دل علی ان کل واحد اہل ان لایطاع بخلاف الواو لانہا تدل علی ان لایطاع کلا وجاز ان یطاع احدہما وقال الفراء او بمعنی لا کانہ قال ولا کفورا بکرۃ من اول النہار الی الزوال والاصیل من الزوال الی الغروب وہما منصوبان علی انہما ظرف فان لاذکر ومن اللیل من للتبعیض والفاء دالۃ علی معنی الشرطیۃ والتقدیر مہما یکن من شیء فصل من اللیل ای فی اللیل لیلا منصوب علی انہ ظرف لسبحہ +

تفسیر

اس سورہ کی ابتدا میں یہ تبلایا گیا تھا کہ آدمی معدوم تھا عدم سے وجود میں لایا گیا ایک قطرۂ منی سے بنایا گیا جسمین اسکی تمام قوتین اور کل ظاہری و باطنی اوصاف و حالات ودیعت رکھے گئے تھے جسکی طرف لفظ امشاج میں اشارہ تھا اور یہ بیکار اور عبث نہین عالم ہستی میں لایا گیا بلکہ امتحان اور آزمائش کے لئے نبتلیہ اور اس امتحان میں پورا نکلنے کے اسباب دکان ناکہ عقل ابھی اسکو عطا ہوے اور عقل زیادہ کارآمد تھی اسلئے اسکو جدا گانہ ذکر کیا انا ہدیناہ السبیل اس امتحان میں کچھ کامل (شاکر) کچھ ناقص (ناشکر) نکلے پھر ناقصون کی سزا مختصر سے الفاظ میں بیان کرکے کاملون کی جزاء حیات جاودانی اور وہانکے عیش و نشاط بڑی تفصیل سے بیان فرمائے تاکہ معلوم ہو کہ رحمت کا پلہ جھکا ہوا ہے +

اسکے بعد کاملونکو چند باتون سے جو عمر میں منع کرنا چاہتا ہے اور چند امر جنکو عمل میں لانا نیکی و ناصح شفیق تاکید فرماتا ہے مگر اس شفقت عمل کی آسانی کیلئے اول تو جزاء و سزا و دار آخرت کی بیان فرمادی تھی دوم اور بھی آنحضرت صلعم اور آپکی پاکباز جماعت کو اطمینان دلاتا ہے تاکہ بڑے فراخ حوصلہ و اطمینان قلب سے عمل کرین انا نحن نزلنا علیک القرآن تنزیلا کہ لوگون کی آسانی کے لئے خود ہمنے اے محمد تھوڑا تھوڑا کرکے قرآن نازل کیا ہے یہ محمد نے از خود نہین بنا لیا ہے نہ یہ جن کا قول ہے نہ کسی کاہن کا۔ وہ نا قص جو اسمین شبہ کرتے ہین اور اسکے بیان دار آخرت پر تمسخر کرتے ہین اور کہتے ہین کسنے دیکھا ہے کیا انکا یہ وسوسۂ شیطانی جو راہ سعادت کا روڑا ہے ٹھیک ہے یا ہمارا فرمانا جو ہم رب العالمین علام الغیوب ہوکر اسمین تاکید سے کہتے ہین کہ بیشک ہمنے قرآن نازل کیا ہے جسکے تم اسپر عمل کرو اسکے وعدون کے موافق ضرور حیات جاودانی پاؤگے اور مخالفت سے جہنم کے ایک گڑھے میں جلوگے فاصبر لحکم ربک پس اے محمد اور اسکی جماعت اپنے رب کے حکم کی پابندی کر۔ یا اس حکم ربی کا انتظار کر جو تمہارے غلبہ کے لئے چلا آتا ہے اسکی راہ دیکھ آپ معلوم ہو جاویگا کہ قرآن کسنے بھیجا ہے ؟ اسکے بعد دو باتون سے منع فرماتا ہے اور دونون کو ایک ہی جملہ میں جمع کرتا ہے فقال ولا تطع منہم آثما او کفورا کہ تو انمین سے کسی گنا ہگار بدکار کا کہنا نہ مان نہ کسی ناشکر کا۔ آثم گناہگار ہر گناہ کے مرتکب کو آثم کہتے ہین خواہ صغیرہ خواہ کبیرہ خواہ شرک خواہ کفر اور کفور انہین سے خالص گناہکار کو کہتے ہین جو ناشکر ہو ہر کفور آثم ہے مگر ہر آثم کفور نہین۔ پھر بعض علما کہتے ہین اسمین کسی کی خصوصیت نہین کوئی ہو بعض کہتے ہین آثم سے ولید کیطرف اور کفور سے عتبہ کی طرف اشارہ ہے بعض کہتے ہین آثم سے عتبہ کی طرف اور کفور سے ولید کیطرف اشارہ ہے اور بعض کہتے ہین دونون کا مصداق ایک شخص ابو جہل ہے بلکہ ان لوگون کی اطاعت دینی امور میں ممنوع

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَیَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ یَوْمًا ثَقِیْلًا ۝ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ

یہ لوگ تو دنیا پر ریجھتے ہین اور بھاری دن کو اپنی پس پشت پھینک رہے ہین - ہمنے انکو پیدا کیا اور اُنکی گرہ مضبوط باندھی - اور ہم جب چاہین ان کے

اَمْثَالَهُمْ تَبْدِیْلًا ۝ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا ۝ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ

جیسے بدلے اور لے آسکتے ہین - یہ تو ایک نصیحت ہے - پھر جو چاہے اپنے رب تک پہونچنے کا رستہ اختیار کرے - اور تم جب ہی چاہوگے جبکہ اللہ چاہیگا -

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝ یُّدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمِیْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝

کیونکہ وہ سب کچھ جانتا حکمت والا ہے جسکو چاہتا ہے اپنی رحمت مین داخل کرتا ہے - اور ظالمون کے لئے اُسنے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے +

ترکیب

یذرون معطوف علی یحبون وکلاہما خبران یوما مفعول یذرون وراء اسم ظرف لہ اذا شئنا شرط ومفعول شئنا محذوف یدل علیہ الجواب وہو بدلنا الا ان یشاء اﷲ استثناء الا وقت مشیئۃ اﷲ او الا فی حال مشیئۃ اﷲ والظالمین منصوب بفعل محذوف یفسرہ ما بعدہ اے اعد -

تفسیر

ف یہان سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کفار و مشرکین کی فرمانبرداری و جان نثاری کسلئے کہ یہ اللہ اور اُسکے رسول کے برخلاف ہین دنیا کے طالب ہین اسلامی احکام کے مقابلے مین سخت ممنوع ہے بلکہ کفر کے قریب ہے +

اسکے بعد تین چیزون کا حکم دیتا ہے فقال واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلا کہ صبح و شام اپنے رب کا نام لیا کر (۲) ومن اللیل فاسجد لہ اور رات مین اُسکو سجدہ کیا کر (۳) وسبحہ لیلا طویلا اور بڑی مدت سے اُسکی تسبیح و تقدیس کیا کر - ان آیات مین مفسرین کے دو قول ہین اول یہ کہ ان آیات مین نماز پڑھنا مراد ہے بکرۃ سے صبح کی نماز اور اصیلا سے ظہر و عصر کی نماز اور من اللیل فاسجد لہ سے مغرب و عشاء مراد ہے اور سبحہ طویلا سے تہجد (دویم) یہ کہ اُسوقت نماز پنجگانہ فرض نہ ہوئی تھی تہجد کی نماز اور رات مین عبادت کرنا تھا ان آیات مین مقصود ہر حال مین عبادت کی ترغیب ہے جیساکہ اس آیت مین یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا وسبحوہ بکرۃ واصیلا اور تسبیح و تہلیل دعا و استغفار و سجود ہی اُسوقت کی نماز تھی +

اوقات مخصوصہ مین عام مفسرین کے نزدیک مراد نماز پنجگانہ اور تہجد ہے - تہجد گو امت کے لئے فرض نہ ہو مگر مسنون ہے اور آنحضرت صلعم کے لئے اُسکے پڑھنے کا حکم تھا اسلئے بلفظ امر تعبیر کیا گیا - لیلا طویلا مین اشارہ ہے کہ تمام رات سونے اور عیش و نشاط ہی کے لئے نہین بلکہ اُسکا بڑا حصہ یاد الٰہی کے لئے بھی ہونا چاہئے اور کچھ نہ ہو تو پچھلی تہائی رات کو تو اٹھ کر دربار الٰہی مین حاضر ہو نہ کہ دن چڑھے تک مُردون کی طرح بستر پر کروٹین لیا کرے +

ف یہان خدا تعالیٰ نام یاد کرنا بتلاتا ہے اسمین اس طرف اشارہ ہے کہ عقول بشریہ کو اُسکی صفات تک رسائی ہے مگر اُسکی حقیقت ذات تک رسائی نہین انہین اسماء و صفات سے اُسکا علم حاصل ہوتا ہے اسی کو کبھی اذکر ربک سے تعبیر کیا اور کبھی واذکر ربک فی نفسک سے اور کبھی واذکر اسم ربک سے +

اوقات مخصوصہ مین خداپاک کی عبادت کرنا تسبیح وتہلیل مین مصروف ہونا دعا مانگنا گریہ وزاری کرنا وغیرہ جیسا کہ دنیا میں تھا بقولہ واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلا الخ انہین لوگون کا کام ہے جو دار آخرت کے قائل ہین اسلئے وہان کے لئے یہ توشہ ساتھ لیتے ہین اور دار آخرت کا یقین ہی ہے جو انسان کو اس طرف ابھارتا ہے برخلاف کفار ومشرکین کے کہ وہ ادھر متوجہ ہی نہین ہوتے نہ انکو اس عبادت وشب بیداری مین کچھ حلاوت ملتی کیسلئے کہ ان ہؤلاء یحبون العاجلة ویذرون وراءہم یوما ثقیلا یہ تو دنیا اور اسکی لذات وشہوات پر فریفتہ ہین شب و روز مال وزر زن وفرزند واسباب دنیا کے جمع کرنے مین مصروف ہین انہین باتون مین انکو مزہ اور حلاوت معلوم ہوتی ہے انہین کامون کو کام سمجھتے ہین اور انہین چیزون مین کامیابی حاصل کرنے کو خوش نصیبی اور فوز عظیم جانتے ہین اور دار آخرت کو چھوڑے بیٹھے ہین اول تو اسکا یقین ہی نہین اور جو کچھ ہے بھی تو اسکے لئے تدابیر نہین نہ کوشش ہے نہ دل مین رغبت ہے نہ طبیعت مین میلان اور ان دونون حالتون مین دار آخرت کو (جو بڑا بھاری اور مصیبت ناک دن ہے مصائب کی وجہ سے) چھوڑنا اور پیچھے پھینک دینا ہے ؎

اور انکا یہ عذر کہ ہم مین دار آخرت کی قدرت نہین کاروبار دنیا سے مہلت نہین نماز پنجگانہ خصوصًا صبح اور عشا اور تہجد بھلا ہم سے کیونکر ادا ہو سکتی ہے وہ سونے کا وقت ہے) محض غلط ہے کیسلئے کہ نحن خلقناہم وشددنا اسرہم ہمنے انکو پیدا کیا ہے اور انکے بنیاد جسم کو مضبوط کیا ہے جتنے کنٹے مین نیک و بد نفع ونقصان کی سمجھ بوجھ ہے - بدبخت اکثر اپنی کمزوری اور ناچاری کا عذر کیا کرتے ہین اور وہ دراصل انکی سستی اور کاہلی سے ہوتی ہے انکے جواب مین یہ آیت ہے -

مگر بعض بدنصیب ازلی ہوتے ہین نیک کام کیسا ہی آسان ہو انکو بھاری معلوم ہوتا ہے اور برا کام کیسا ہی مشکل ہو انہیں آسان ہوتا ہے ناچ تماشے مین رات بھر جاگین آنکھ نہ جھپکے عبادت الٰہی مین دو گھڑی بھی بیٹھ نہ سکین یہ آیت انکے سرشت کا بھی حال بیان کرتی ہے کہ یہ بدبخت عاجلہ دنیا اور اسکے عیش ونشاط لذات وشہوات کو پسند کرتے ہین اور آخرت سے غافل ہین کیسلئے کہ ہمنے انکو پیدا کیا ہے انکی سرشت بدست ہم خوب واقف ہین وشددنا اسرہم اور انکی قوت شہوانیہ کو قوی کر دیا ہے کتون اور خنزیرون جیسی قوت شہوانیہ بہت رکھی گئی ہے رات دن چرنے اور جفتی کرنیکے سوا انجام کار کے سوچنے اور فکر کرنیکی انہین قابلیت ہی نہین اور جو کچھ ہے تو مہلت نہین اولئک کالانعام بل ہم اضل - فذرہم یاکلوا ویتمتعوا کما تاکل الانعام والنار مثوی لہم ایسے ناپاک اور زمین کو اپنے گھنونے کاموں سے گندہ کرنے والے اپنے قیام و دوام کا دعوی نکرین اور نہ اس مہلت چندروزہ پر نازان ہون کیسلئے کہ واذا شئنا بدلنا امثالہم تبدیلا ہم جب چاہین انکو مٹا کر ویسی ہی اشکل وصورت وقوت مین اور لوگ پیدا کر سکتے ہین اور ایسا ہی کرتے بھی ہین قوم نوح برباد ہو کر اور قومین پیدا ہوئین ہر صدی پر بلکہ پچاس برس کے بعد دوسرا ہی نقشہ جم جاتا ہے پہلون مین سے صدی دو صدی کے بعد انسان تو کیا انکے استعمال کے جانور بلکہ اکثر مکانات بھی نہین رہتے اس قرن کی کشتی بھری ہوئی عدم کے عمیق گڑھون مین پڑی ہوتی ہے اور دوسرے لوگ بستے ہوتے ہین - اور اسطرف بھی اشارہ ہے کہ انکے بدلے اے پیغمبر اور لوگ ہم تیرے لئے پیدا کر سکتے ہین چنانچہ عتبہ کے بدلے اسکے بیٹے حذیفہ کو اور ولید کے بدلے اسکے بیٹے خالد کو معین دین بنادیا - امثالہم کے بعض مفسرین نے اشکالہم کے معنی بھی لئے ہین تب یہ معنی ہون گے کہ ہم جب چاہین انکی صورتین بدل دین مسخ کر دین یا فراغدستی اور اقبال سے خواری اور ذلت کی حالت مین کر دین جس سے انکی وہ صورت بدل جائے ڈرتے رہنا چاہئے ؎

پھر یہ قریش اس بات پر مغرور نہ ہوں کہ ہم آنحضرت کے اقارب اور اہل وطن میں جب ہمنے اسکو قبول نہ کیا تو اور کوئی
کیا قبول کریگا کسلئے کہ ہٰذِہٖ تَذْکِرَةٌ یہ آیات پند و نصیحت میں کوئی برادری کا حصہ بخرا نہیں کہ آنحضرت صلعم خواہ مخواہ تمہارے
سمجھانے کے لئے مجبور ہوں۔ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا۔ پھر جو کوئی ہو عرب یا عجم قریب یا بعید جو چاہے ان آیات سے
اپنے رب تک پہونچے اور اُسکی مہات راجنت میں حیات جاودانی حاصل کرنیکا رستہ اختیار کرے۔ خدا تعالیٰ تمام
جہان اور تمام قوموں کا خدا ہے اُسکا دین بھی سب کے لئے برابر ہے سب کے لئے اُسکی رحمت کی راہیں کشادہ ہیں
بنی اسرائیل و بنی اسمٰعیل کی کوئی خصوصیت نہیں +

مگر یہ جاننا بھی درحقیقت اے بندگان خدا تمہارے بس میں نہیں وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰهُ تم جب ہی چاہ سکتے ہو
کہ جب اللہ بھی چاہے اور فائدہ توفیق تمہیں ادھر کھینچکر لے چلے۔ ہر چند قوت و قدرت ہر ایک میں رکھی ہے تاکہ دار امتحان
کا معاملہ معطل نہ ہو لیکن محرک اُسی کی توفیق ہے اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا یُدْخِلُ مَنْ یَّشَاءُ فِیْ رَحْمَتِهٖ بیشک اللہ خبر دار حکمت والا
ہے جسمیں صلاحیت اور نور ازلی دیکھتا ہے اُسکو اپنی رحمت یعنی راہ راست پر لاتا ہے دین حق سمجھاتا ہے ورنہ بڑے
بڑے عاقل ہوشیار پر فن پر گو مالدار خوبصورت یوں ہی وادی ضلالت میں ٹکرا ٹکرا کر مر گئے اور جہنم کے عمیق گڑھے
میں جا پڑے اور غریب کم مایہ کو کھینچ لیا۔ اسمیں قریش پر تعریض ہے کہ تمنے کیا دین حق کو قبول نہیں کیا دین حق
نے تمکو ردی جانکر پھینکدیا اور تمہاری سرکشی اور بدکاری کی ناپاکی نے بارگاہ قدس میں آنے کے قابل نہ رکھا۔ پھر بھی
بس نہیں یہ تو دنیا میں تمہارے نامقبول اور مردود ہونے کی وجہ ہے مگر آخرت میں وَالظّٰلِمِیْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ظالموں
کے لئے اُسنے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے مرنے کی دیر ہے +

سورہ کی ابتدا اس بات سے تھی کہ انسان پر ایک ایسا زمانہ گذرا ہے کہ جسمیں نیست و نابود تھا پھر اسکو اس قادر
مطلق نے منی کے قطرے سے پیدا کیا اور عقل و حواس دیئے پھر کسنے ان عقل و حواس سے کام لیا اپنی ابتدا و انتہا
کو سوچا راہ راست اختیار کی وہ سعادت کی کرسی پر بیٹھا اور آخرت میں حیات جاودانی اور سلطنت کا مالک بنا اور جسنے
ان سے کام نہ لیا لہو و لعب لذات و شہوات میں غرق ہوا اور انبیاء علیہم کا مقابل ہوا اُس کے لئے عذاب الیم تیار
رکھا ہے +

ابتداء کلام کو انتہاء کلام سے کمال ارتباط ہے اور یہ کمال درجہ کی بلاغت ہے۔ اگر یہی سورہ مبارکہ بغور تامل دیکھی جاوے
تو انسان کی ہدایت کے لئے اعتقادیات سے لیکر عملیات تک کامل رہبر ہے۔ جسمیں دار آخرت کی ترغیب مع کوثر و جنان
کی نعمتیں بیان فرما کر کامل تشویق اور بدکاروں سرکشوں منکروں کو ہانکے بیٹھتا دکھلا کر تخویف دلائی گئی ہے اور اصول حسنات نماز و خیرات
بھی تعلیم فرمائے گئے ہیں۔ ان تمام مقاصد کا جب کوئی غور سے طبیعت دلپذیر نقشہ کھینچا جاوے تو فوراً ایک نورانیت پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہ
مطالب عالیہ کیسی دلکش عبارت میں بیان کئے گئے نہ کوئی شاعرانہ مبالغہ ہے نہ شہوات برانگیختہ کرنے والے شاعرانہ خیالات ہیں

سورہ مُرسلات مکہ مین نازل ہوئی اسمین پچاس آیت دو رکوع ہین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۙ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۙ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۙ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۙ فَالْمُلْقِیٰتِ ذِکْرًا ۙ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۙ

قسم ہے نرم نرم چلنے والیون کی - پھر زور سے چلنے والیون کی - قسم ہے پراگندہ کرکے پھیلانے والیونکی - پھر جدا جدا کرنیوالیون کی - پھر نصیحت پہونچانے والیونکی عذر کے لیے یا ڈرانے کے لیے

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ؕ

جسکا تمسے وعدہ کیا جاتا ہے ہو کر رہیگا

ترکیب ❖

والمرسلت الواو للقسم عرفا مصدر فی موضع الحال لسے متتابعۃ او مفعول لہ اے ارسلت للاحسان والمعروف فالعاصفات الفاء للعطف وکذا ما بعدہا معطوف علی المرسلات عصفا مصدر مؤکد یقال عصف بالشئے اذا ابادہ وانا بہ یقال ناقۃ عصوف وعصفت العرب بالقوم اے ذہبت بہم والمفعول بہ النشر وفرقا مصدران عذرا او نذرا قیل مصدران لیکن وسطہا او مفیم وقیل جمع عذیر ونذیر فعلی الاول منتصبان علی المفعول لہ او علی البدل من ذکرا او ذکرا وعلی الثانی حالان من الضمیر فے الملقیات اے معذرین ومنذرین انما اصلہ ان ما بمعنی الذی والخبر لواقع والجملۃ جواب القسم لذا صدرت ان للتاکید ❖

تفسیر

یہ سورہ حسن وعکرمہ وعطاء وجابر کے نزدیک مکہ مین نازل ہوئی اور جمہور کا اسیطرف رجحان ہے قتادہ کہتے ہین مگر یہ آیت واذا قیل لہم ارکعوا لایرکعون مدینہ مین نازل ہوئی اور بخاری ومسلم کی وہ روایت جو ابن مسعود سے ہے اسی کی مؤید ہے وہ یہ کہ ابن مسعود فرماتے ہین کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منٰی کے ایک غار مین تھے کہ سورہ مرسلات نازل ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسکو پڑھ رہے تھے اور مین آپکے مونہہ سے لے رہا تھا اور ہنوز آپکا دہن مبارک تر ہی تھا کہ ایک سانپ پر ہم پر کود پڑا آپنے فرمایا اسکو مارو ہم مارنے دوڑے لیکن وہ چلا گیا آپنے فرمایا کہ اسکو حق سبحانہ نے تمسے بچا لیا جسطرح تمکو اس سے بچا لیا ❖

اور شیخین وغیرہما نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ مین اس سورہ کو پڑھ رہا تھا ام الفضل نے سنکر کہا اے فرزند تیرے اس پڑھنے نے مجھے یاد دلادیا کہ اخیر جو کچھ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے سنا وہ یہی سورہ تھی کہ آپ اسکو مغرب کی نماز مین پڑھ رہے تھے -

ربط اس سورہ کو سورہ دہر سے یہ ہے کہ اسکی ابتدا مین کافرونکے لیے عذاب شدید کی تہدید تھی لقولہ انا اعتدنا للکافرین سلاسلا واغلالا وسعیرا اور اسکے اخیر مین ظالمونکے لیے عذاب الیم تیار کر رکھا فرمایا تھا کفار کو عذاب مین شک تھا کسلیے کہ دنیا مین اسکا ظہور نہین تھا آخرت کے منکر تھے اس سورہ مین چند چیزونکی جو اسکے کمال قدرت کے نمونہ اور تغیرات عالم کے اسباب مین قسم کھا کر ثابت کرتا ہے کہ اس عذاب کا ظہور موقع دار آخرت ہے نہ دار دنیا - الحاصل اس سورہ مین مسئلہ معاد پر کلام تمام کیا تھا اس سورہ کی ابتدا مین مسئلہ معاد کو ایک نئے اسلوب سے ثابت کیا اور نئے اسلوب سے ایک مطلب کو بار بار دلکش عبارت مین بیان فرمانا دلون پر نہایت اثر رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایک ہی مضمون کو متعدد سورتون مین اعادہ کیا گیا ہے

پھر یہ قرآن انخ اس سورہ مین پانچ چیزون کی قسم کھا کر بیان فرمایا ہے انما توعدون لواقع کہ جسکا تمسے وعدہ کیا جاتا ہے دار آخرت مین منکرون کے لئے انکے اعمال بد پر عذاب اور نیکون کے لئے اعمال صالحہ پر ثواب یہ ہو کر رہیگا۔ اسمین کوئی شبہ اور شک نہین یہ مسئلہ کہ روح جسم چھوڑنے کے بعد ایک خاص پیکر مین باقی رہتی ہے اور اسکو جسمانی وقت کی باتین یاد رہتی ہین اور اسکے دنیاوی اعمال و اعتقادات اسکے سامنے عذاب و ثواب رنج و راحت بنکر پیش آتے ہین جمیع اہل ادیان کے نزدیک ثابت ہے البتہ دہری اور کچھ جہلا اور ناتربیت یافتہ دماغ اسکے منکر ہین اور تھے جیسا کہ عرب کے جاہل اور قریش مکہ اسوجہ سے انکے مقابلہ مین اس مسئلہ کے ثبوت کے لئے قسم کھا کر بیان فرمایا جاتا ہے اور اس سے زیادہ جہلا کے نزدیک جو دروغگوئی کو عیب سمجھتے تھے اس شخص سے جسکی نسبت انکو راستبازی کا پورا یقین تھا اور کوئی صورت یقین دلانے کی نہین ٭

ان پانچ چیزون مین قدما مفسرین کے کہ جنمین جلیل القدر صحابہ و تابعین بھی ہین مختلف اقوال ہین **اول قول** یہ ہے کہ ان پانچون چیزون سے مراد ملائکہ ہین مرسلات عرفا وہ فرشتہ جو وحی کے ساتھ حضرات انبیاء علیہم السلام پر لگاتار بھیجے گئے (عرفا سے ارسالاً متتابعاً متبع بعضہا بعضاً کعرف الفرس[1]) یا عرفا کے معنی ہین نیکی اور بھلائی کے ہین (ضد النکر و انتصابہ علی ہذا الوجہ علی انہ مفعول لاجلہ) یعنی انتظام دنیا اور مصالح دینی کے لئے ملائکہ جو بھیجے جاتے ہین اور انسے تدابیر وابستہ ہین ہم انکی قسم کھاتے ہین فالعاصفات عصفا پھر ان ملائکہ کی قسم جو ہلاک کرتے اور عالم مین تغیر عظیم پیدا کرتے اور تہلکہ ڈالدیتے ہین والناشرات نشرا اور قسم ہے ان فرشتون کی جو پھیلاتے ہین کھولکر۔ دنیا مین جو امور آئندہ مخفی ہوتے ہین ان کے اظہار اور نشر کے لئے ملائکہ کی ایک جماعت ہے اقبال و ادبار کا تعداد ازلی تمام امور مخفیہ جو ظاہر ہوتے ہین اور دنیا بھر مین پھیل جاتے ہین قضا و قدر نے انکے لئے ملائکہ معین کر رکھے ہین۔ اسمین ادیان حقہ اور وحی کا پھیلانا بھی آگیا۔ فالفارقات فرقا پھر ان فرشتون کی جو ہر ایک معاملہ مین فرق و امتیاز کر دیتے ہین مذاہب حقہ و باطلہ مین فاتح و مفتوح قومون مین سعادت مندون اور بدبختون مین فرعونیون اور خدا پرستون مین فرق کرنے والے اور اسی طرح عہد جوانی اور بڑھاپے اور لڑکپن اور حیات و ممات اور ایک قرن سے دوسرے قرن مین فرق کرنا طبقات کو نوبت بنوبت الگ کرنا اشیاء نامیہ مین قوت نامیہ کے ہر ایک کام مین اور اسیطرح اجزاء متشابہ انسان و حیوانات و نباتات مین فرق کرکے پتے اور پھول اور شاخ و ثمر کو جدا کر دینا اور ہر ایک کو اسکے خواص و کمال مین دوسرے سے امتیاز دینا اسیطرح انسانی نطفہ مین کوئی امتیاز نہین ہوتا پھر اسی مین سے سر اور پاؤن ناک اور آنکھ وغیرہ اجزاء جدا جدا نمودار کرنا سب اسی جماعت کے متعلق ہے ان کی بھی قسم کھاتا ہے فالملقیات ذکرا عذرا او نذرا پھر ان فرشتون کی قسم جو مخلوق کی تکمیل کے بعد ان مین ذکر ڈالدیتے ہین۔ ذکر الٰہی اور اپنے خالق کے وجود و قدرت کا ذکر گو اسی دنیا بھی ذکر ہے پھر یہ ذکر دو قسم پر ہے غیر اختیاری جسکو تسبیح قہری کہتے ہین یہ ذکر ان ملائکہ نے ہر مخلوق کی سرشت مین ڈالدیا ہے نباتات حیوانات پرند چرند وحوش وطیور سب اسی کے ذکر مین مصروف ہین ؎ ہر گیاہی کہ از زمین روید وحدہ لا شریک لہ گوید[?] دوسری قسم ذکر اختیاری ذوی العقول کا جیسا کہ اہل ایمان انسان و جن و ملائکہ ان با خدا مسلمانون کے دلمین اس ذکر کا القاء بھی ملائکہ کی طرف سے ہے انکے حق مین یا تو آخرت سے یہ ذکر عذر ہوگا اور نجات پاوینگے اور یہی ذکر اس سے غافل رہنے والون کے لئے عذاب آخرت کا ایک خوفناک پیام یا تنبیہ ہے۔ یا یہ کہ ذکر سے مراد قرآن و وحی ہو

---

[1] عرف الفرس گھوڑے کی ایال یعنی اسکے گردن کے بال اور اسیطرح عرف الدیک مرغ کا تاج گھوڑے کی ایال مین بال مجتمع ہوتے ہین اور ایک قطار سے یکے بعد دیگرے ہوتے ہین گویا یہ لفظ اس محاورہ سے ماخوذ ہے ۱۲ منہ

اور ذکر کا اطلاق قرآن و وحی پر بھی ہوا ہے جیسا کہ ان آیات مین ص والقرآن ذی الذکر وانہ لذکر لک ولقومک - وہذا ذکر مبارک تب یہ معنی ہونگے کہ قسم ہے ان فرشتون کی جو قرآن لاتے ہین یعنی نازل ہوتے ہین جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ہین اور یہ قرآن ماننے والون کے لیے عذر ہے یعنی اسکے سبب سے بخشا جاتا ہے عذر اور قصور بخشواوے نہ ماننے والون کے لیے نذر خوف و اتمام حجت ہے ٭

ان پانچ اقسام کے فرشتون کی قسم کھانے مین عالم کی آفرینش اور ہر چیز کے وجود کی ابتدائی حالت - اور پھر اسکی قوت و کمال تک پہنچ جانے کی نہایت اور پھر گھٹنا یعنی انحطاط پیدا ہونا اور اسکے بعد تک کی حالت اور پھر بقا عالم کے بعد ہر چیز کی نشو و نما کی کیفیت کہ عالم عدم سے عالم ظہور مین ایک چیز کیا کیا صورتین پیدا کرتی ہے اور اسپر کیا کیا انقلابات ہوتے ہین - اور پھر سب کی کا نتیجہ آخرت کی تیاری جو ہوشیار کے لیے عذر اور غافل کے لیے نذر ہے کس عمدہ اسلوب سے بتائی گئی ہے

٭ دوسرا قول جمہور مفسرین کا ہے کہ ان پانچون چیزون سے مراد ہوا ہے - ہر چند فرشتے مخلوق مین عمدہ اور بہتر ہین مگر ہوا کو بھی اس عالم کی بقا اور فنا اور کاروبار مین عجب دخل ہے سننا دیکھنا چکھنا سونگھنا ہوا ہی پر موقوف ہے کیونکہ آواز جب متکیف ہوتی ہے تو ہوا کے ذریعہ سے کان کے سوراخ تک پہنچتی ہے اور دیکھنے مین شعاع آنکھ سے نکلنے مین اور ہوا چونکہ جسم لطیف ہے اسکا حائل نہیں اس لیے چیزین دکھائی دیتی ہین اور سونگھنے مین ہوا ہی متکیف ہو کر ناک کے رستہ سے وہ کیفیت پہنچاتی ہے اور چھونے مین بھی ہوا کو دخل ہے کیونکہ حرارت و برودت رطوبت و یبوست اشیا کو مسام جلد سے لگتی ہے اور نیز اندر کی کیفیت ہوا ہی کے ذریعہ سے جلد تک پہنچتی ہے اور نیز ہوا ہی پر جانداروں کی زندگی کا مدار ہے سانس بند ہوا اور مرا اور نباتات کی بالیدگی وغیرہ بھی ہوا ہی کے ذریعہ سے ہے دریا مین کشتیون کو ہوا ہی لیے پھرتی ہے اور ہوا مین لطافت بھی ہے اس وجہ سے ملکوت فرشتون سے کمال مناسبت ہے ٭

پس والمرسلات عرفا سے وہ ہوائین نرم نرم مراد ہین جنکے چلنے سے دل خوش ہوتا ہے اور انہین سے روئیدگی ہوتی ہے اور ابر اٹھتا ہے اور عاصفات عصفا سے مراد آندھیان اور سخت ہوائین ہین جیسے انقلاب عظیم پیدا ہوتے ہین دریا مین طوفان ہوتا ہے صحرا مین درخت جڑ سے اکھڑ جاتے ہین درخت سبز زرد ہو جاتے ہین لفظ فا کو یا اس طرف اشارہ ہے کہ نرم نرم چلنا اور سخت چلنا یکے بعد دیگرے ایک ہی چیز کا کام ہے اور دونون ایک ہی چیز کے ہر دو وصف ہین - نرم نرم چلنے کے بعد وہی ہوا تند اور تیز ہو جاتی ہے اور اسکی یہ حالت بتلاتی ہے کہ دنیا مین انقلاب ہے اور نیز جو راحت کا سامان ہے وہی آفت بنجاتی ہے مال اولاد دولت وغیرہ تمام اسباب عیش و فرحت مین یہی بات ملحوظ ہے والناشرات نشرا قسم ہے اُن ہواؤن کی کہ جو دنیا مین پھیلاتی ہین - بادلون کو بھی ہوا ہی پھیلاتی ہے اگر نہ پھیلین اور لگاتار ایک ہی جا برسے جاوین تو طوفان برپا ہو جاوے اور نیز ہر چیز کے اجزاء لطیفہ کو ایک جا سے دوسری جا لیجاتی ہے کارخانہ جمع و تالیف نظام تحویل کیفیات اجزاء لطیفہ اشیا و کاحبس جاوداحداث اشیا عجیبہ مربوط ہے ہوا ہی پر منحصر ہے - فالفارقات فرقا پس قسم ہے اُن ہواؤن کی جو باہم جدا کرتی ہین - یہ بھی ہوا کا کام ہے کہ دانہ کا کھاس سے جدا کرنا اور پانی کا کدورت سے صاف کرنا اسکے سبب سے ہے اور اجزاء نباتیہ و حیوانیہ کا باہم جدا ہونا ہوا ہی کے نشو و نما سے ہے سبزہ و ترشی کے اجزاء بھی ہوا ہی جدا کرتی ہے ٹھیکرون اور پرزہ و اجسام کے اجزا مرنے کے بعد ہوا ہی اڑاتی ہے ہر چیز و رگ کے اجزا کہین پڑے ہوتے ہین اور تا مین ہاتھ کہین پاؤن کہین اسمین بھی انقلاب عظیم عالم کی طرف اشارہ ہے کہ جسطرح جمع و تالیف ہوا انکے وسیلے سے تھا تفریق و انتشار بھی انہین کے سبب سے ہے پھر دیا یہان بھی فا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ناشرات اور فارقات ایک ہی چیز کے دو وصف یکے بعد دیگرے ہین وہی ناشرات بعد مین فارقات ہو جاتی ہین جس ہوا کی تازگی سے سرو بالا اور دلکش صورت لیے پھرتے تھے آج اسی نے اسکے ریزے ریزے ہوا مین بکھیر دیئے ؎ صبا نے انکے کیچے سے اڑا کر خدا جانے ہماری خاک کیا کی ٭ غبار کو عبرت کی نگاہون سے دیکھنا چاہیے کہ یہ ذرے کس کس جسم کے ہین انپر حیات مین کیا کیا بہارین تھین ٭

فالملقیات ذکراً پھر قسم ہے ذکر پہونچانے والی ہواؤن کی - ذکر سے مراد کلام اللہ کا وجود لفظی ہے کہ جسکو قرآن متلو کہتے ہین - اس ذکر کے پہونچانے مین ہوا کو دخل ہے کیونکہ لفظ ایک کیفیت ہے جو آواز کو عارض ہوتی ہے اور پھر ہوا کے ذریعہ سے کان مین پہونچتی ہے پس یہ ہوا لوگون کے کانون مین قرآن پہونچانے کے لئے ایک خادم ہے اور حقیقت جبرئیل علیہ السلام کا ایک شعبہ ہے اور اسلیے کہتے ہین کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہواؤن پر موکل ہین - اس ذکر کے کانون مین پہونچنے سے ایک تغیر اور انقلاب عظیم پیدا ہوتا ہے پھر یا سعادت کی طرف مائل ہوتا ہے اگر روح نے اسکو قبول کرلیا اور یا شقاوت کی طرف مائل ہوگیا اگر قبول نہ کیا جیسا کہ فرماتا ہے عذرا یعنی کلام الٰہی کا پہونچانا یا اسلئے ہے کہ وقت بازپرس کے وہ کہے کہ یہ کام مین نے خدا کے فرمودہ کے موافق کیا اور یہ کام اسکے فرمانے کی وجہ سے چھوڑدیا بہرحال اسکے عذر اور سند اور دستاویز ہے - یہ عذر ہونا خاص اس کلام الٰہی کی بابت ہے جو متضمن اوامر و نواہی یا اعتقادیات ہو جیسا کہ ذات و صفات کے متعلق اور تمام کی نسبت ایسا ہی ہو سکتا ہے کیونکہ قصص حکایات مین تصدیق کے سوا عبرت و نتائج حاصل کرنیکا بھی موقع دیا جاتا ہے اور نذرا او تنبیہ ازلی ہے تو اسکو کلام الٰہی محض ڈرانے کے لئے سنایا جاتا ہے

اور ان پانچون قسم کی ہوا مین ملائکہ منتظمان عالم کی ہر ایک صفت کی رعایت بھی ملحوظ ہے کیونکہ صفت اول مرسلات عرفا مین حقیقت میکائیلی ملحوظ ہے کیونکہ پرورش عالم انہین کے متعلق ہے اور منجملہ اسباب پرورش کے ہواؤن کا نرم نرم چلنا بھی ہے کہ جنسے نشو و نما ابدان ہوتا ہے اور صفت دوم عاصفات مین حقیقت عزرائیلی ملحوظ ہے کیونکہ عالم کا درہم و برہم کرنا یا انقلاب عظیم انہین کے ساتھ وابستہ ہے اور اس انقلاب کے اسباب مین سخت ہواؤن کا چلنا بھی ہے جو بڑے بڑے نشانون کو مٹاتی ہے اور صفت سوم و چہارم ناشرات و فارقات مین صفت اسرافیلی ملحوظ ہے کیونکہ نفخ ارواح کا ابدان مین اور نیز حق و باطل مین امتیاز اور نیز دنیا مین ارواح کو ابدان سے متعلق کرنا انہین کے سپرد ہے یہ ہوائین بھی انہین کے کام مین کار آمد ہین صفت پنجم فالملقیات ذکرا حقیقت جبرئیلی کا شعبہ ہے - چونکہ یہ صفت بلند مرتبہ ہے اسلئے فا تعقیب اسپر لائے گویا یون فرمایا کہ صفات سابقہ کے بعد اس صفت کی قسم کھاتے ہین بخلاف فا التعقیب فالعاصفات فالفارقات کے کیونکہ وہ تعقیب ایک فعل کی دوسرے فعل کے لئے ہے نہ تعقیب قسم کے لئے گویا تین چیزون کی قسم ہے اول نرم نرم چلنے اور سخت چلنے والی ہواؤن کی دوم پھیلانے اور فرق کرنے والی ہواؤن کی سوم ذکر پہونچانے والی ہواؤن کی +

تیسرا قول یہ ہے کہ ان پانچون چیزون سے ایک قسم کی چیزین مراد نہین بلکہ متعدد پھر اسمین کئی قول ہین بعض کہتے ہین کہ پہلی چارون چیزون سے ہوائین مراد ہین اور پانچون سے ملائکہ جو ذکر یعنی کلام الٰہی دنیا مین لاتے ہین - بعض کہتے ہین اول دونون صفات سے مراد ہوا ہین اور اخیر تینو سے ملائکہ - اور ملائکہ اور ہوا مین کمال مناسبت ہے لطافت کی وجہ سے - فراء کہتے ہین کہ ان پانچون چیزون سے مراد آیات قرآنیہ ہین کہ اہل ایمان کے دل کو نرم کرتی ہین پے درپے نازل ہوئی ہین کفار و مشرکین پر آندھی کا اثر رکھتی ہین اور آثار ہدایت و انوار سعادت کو جابجا منتشر کرتی ہین اور اہل حق و اہل باطل مین فرق ظاہر کردیتی ہین پھر ایمانداروں میں یاد خدا پیدا کرتے ہین اگر عمل کیا تو حجت ہین ورنہ خوف کا پیغام - بعض سب سے حضرات انبیاء علیہم السلام مراد لیتے ہین - حضرات صوفیہ فرماتے ہین کہ مرسلات عرفا سے مراد دواعی و الہامات ربانیہ ہین کہ سالک کے نفع کے لئے پے درپے اسکے دل پر وارد ہوتے ہین اور عاصفات سے مراد جذب و کشش الٰہی جو ہوتے ہین اسکے دل کو حب ماسوی اللہ سے اکھیڑ دیتی ہین - ناشرات سے مراد اشغال و اذکار ہین کہ تمام جوارح مین انوار پھیلاتی ہین اور فارقات سے مراد واردات الٰہیہ ہین کہ جو ماسوی کو فنا کرکے وجود حقیقی اور مجازی مین فرق کردیتے ہین اور ملقیات ذکرا سے علوم و معارف ہین جو ابتدا حاصل کرنیکے بعد حاصل ہوتے ہین جنکے طریق جو مقتدا ہوتے ہیں طریق ہو جذب

فَإِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ ○ وَإِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ ○ وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ○ وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ ○ لِأَيِّ يَوْمٍ

پھر جبکہ ستارے بے نور کئے جاوین ۔ اور جب آسمان پھٹ جاوے ۔ اور جب پہاڑ اڑتے پھرین ۔ اور جبکہ رسولونکے لئے وقت مقرر کیا جاوے ۔ کس دن کے لئے

أُجِّلَتْ ○ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ○ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ○ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ○ أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ ○

دیر کی گئی ؟ فیصلہ کے دن کے لئے ۔ اور تو کیا جانے کیا ہے فیصلہ کا دن ؟ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والون کی ۔ کیا ہمنے پہلون کو غارت نہین کردیا

ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْآخِرِينَ ○ كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ○ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ○

پھر انکے پیچھے بھیجتے ہین پچھلون کو ۔ ہم گنہگارون سے ایسا ہی کیا کرتے ہین ۔ خرابی ہے اُسدن جھٹلانے والونکی ۔

ترکیب

فاذا ہذہ وما بعدہا کلہا شرط وجوابہا محذوف تقدیرہ بان الامر او فصل طمست یقال طمس الشی اذا درس وذہب اثرہ نسفت یقال نسفت الشی ونسفتہ اذا اخذتہ بسرعۃ وقیل جعلت کالحب الذی ینسف بالمنسف قال المبرد نسفت قلعت من مواضعہا اقتت الہمزۃ بدل من الواو المضمومۃ وکل واو مضمومۃ بضمۃ لازمۃ یجوز ابدالہا بالہمزۃ ۔ قد قرئے بالواو لای یوم اجلت الامور او ارسل الجملۃ استفہامیۃ والاستفہام للتعظیم والتعجب مقولۃ لقول مقدر اے یقال ۔ قیل ہو جواب لاذا والراجح انہا فی محل النصب علی الحال من الضمیر اقتت لیوم الفصل الجار متعلق باجلت والجملۃ بیان لما قبلہ ویل مبتدا یومئذ نعت لہ او ظرف لہ للمکذبین خبرہ وکررت ہذہ الآیۃ فی ہذہ السورۃ عشر مرات علی تعداد مستحقی الویل ثم نتبعہم الجمہور علی الرفع اے ثم نحن نتبعہم ولیس بمعطوف لان العطف یوجب ان یکون المعنی اہلکنا الآخرین بعد الاولین ولیس کذلک ۔

تفسیر

اول علامت ستارون کا بے نور ہونا

یوم جزاء کے واقع ہونے کی خبر دیکر اسکے علامات و اسباب بیان فرماتا ہے فقال فاذا النجوم طمست جبکہ ستارے بے نور ہو جاوین یا اکھڑ جاوین اسی کو ایک جگہ یون فرمایا ہے واذا النجوم انکدرت کہ جب ستارے دھندلے ہو جاوین انکی روشنی جاتی رہے اور ایسا ہی ہوگا بھی اول بے نور ہو جاوینگے جسطرح مرتے سے پہلے انسان کی تازگی جاتی رہتی ہے اسکے بعد گر پڑینگے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے واذا الکواکب انتثرت جبکہ ستارے جھڑ جاوینگے یہ اُسوقت ہوگا کہ جب انکا مدبر یا روح یا نفس یا فرشتہ موکل اُنسے الگ ہو جاویگا جو انکو حرکت دے رہا ہے اور وہ ایسا ہے جیسا کہ بدن انسانی کے لئے روح یا نفس ناطقہ اُسکا علیحدہ ہونا ہے کہ اُسکا مردہ اور بے نور ہو کر گر پڑنا ہے (دوسری علامت) واذا السماء فرجت اور جبکہ آسمان پھٹ جاوین ۔ فلسفۂ قدیم کے نزدیک آسمان اور ستارون کا ٹوٹنا اور پھٹنا محال ہے جن دلائل کے بھروسے پر حکمانے یہ کہا ہے اُنکا نقص علماء کلام نے ثابت کردیا ہے فلسفۂ حال کے نزدیک آسمان کوئی چیز نہین ایک فضاء وسیع ہے جسمین ستارے اور ماہتاب لاکھون کوسون کے فاصلے پر ایک خاص مدار پر حرکت کرتے ہین اور مشتری ایسا جلد رفتار ہے کہ ایک لمحہ مین کئی ہزار میل کا فاصلہ طے کرتا ہے اور یہ اجرام علویہ زمین سے سیکڑون حصے بڑے ہین اور زمین بھی اُنکے رہنے والونکو ایک چھوٹا سا تارہ حرکت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے ۔ مگر اُنکے نزدیک ان سب باتون کا موجد و محرک مادہ ہے جسکو وہ قدیم کہتے ہین جو نہ دکھائی دیسکتا ہے نہ کسی حس سے محسوس ہو سکتا ہے مگر جب الہامی عقل کی عدہ بین صاف سے صحیح نظر ذرا بھی دیکھیگا تو فوراً ایمان لے آویگا کہ یہ مادہ کا کام نہین کسلئے کہ اگر مادہ ہی سب باتون کی علت فاعلیہ ہے تو مادہ ہر جگہ یکسان ہے پھر اُسنے سب جا یکسان کام کیون نہین کیا ۔ اور سب کو ایک صورت کیون نہین دی اور پھر صورت اور مادہ دونون غیر متعقل و غیر مدرک ہین اُنمین

اِس نظام قایم کرنے کی کیا عقل کہ ہزارون برسون سے یہ کارخانہ چلا آتا ہے کوئی ستارا دوسرے سے ٹکرا نہیں جاتا اور غیر محسوس چیز کے تم قائل نہیں پھر قائل ہوے تو کیون نہین دو چار قدم آگے بڑھکر یہ دیکھتے کہ وہ غیر محسوس سب کا موجد مادہ کا تقسیم کرنے والا نئی نئی صورتین پہنانے والا خدا تعالیٰ ہے اور جس فضاء وسیع کو تم مانتے ہو وہی تو آسمان ہے یا اور بات کہ لطافت کی وجہ سے اُسکا جسم کما ینبغی تمکو کسی دوربین سے محسوس نہیں ہوتا نہ ہوگا پھر کیا یہ ممکن ہے کہ وہ خالق اُن ستارون کو باہم ایک وقت ٹکرا کر چورا چورا کردے اور آسمان پھٹ جاوے؟ بیشک ممکن ہے ✦

تیسری علامت واذا الجبال نسفت کہ جب پہاڑ اُڑتے پھرین اور زمین سے اُکھڑ جائین۔ قیامت کے دن جو پہاڑون پر واقع گزریگا اُسکا قرآن مجید مین متعدد الفاظ مین بیان ہوا ہے اِن سب کی مطابقت بطور پر ہے کہ اول زلزلۂ عظیم کے سبب پہاڑ آپسمین ٹکرا کر چورا چورا ہو جاوینگے جیسا کہ فرمایا وحملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ پھر اِس چورا ہونے کے بعد اس زبر زبر ہونے سے ریزہ ریزہ ہو جاوینگے جیسا کہ فرمایا وکانت الجبال کثیبا مہیلا اور فرمایا فکانت ھباء منبثا پھر ہوا کی شدت اور تموج سے اُنکا غبار بادلون کی طرح اُڑتا پھریگا جیسا کہ فرمایا وتری الجبال تحسبہا جامدۃ وہی تمر مر السحاب اور اُڑنے مین پہاڑون کی مختلف رنگتون کے سبب ایک رنگت سرخی نما معلوم ہوگی جیسا کہ فرمایا وتکون الجبال کالعہن المنفوش۔ پھر زمین پہاڑون سے صاف ہو جائیگی جیسا کہ فرمایا ویوم نسیر الجبال وتری الارض بارزۃ یہ تینون علامت نفخ صور کے بعد ہونگی یہانتک کہ سب کچھ فنا ہو جائیگا اسکے بعد خدا تعالیٰ ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان پیدا کریگا اور بنی آدم زندہ ہونگے اور حساب کے لئے دربار قایم ہوگا اب اُسوقت کے حالات بیان فرماتا ہے فقال واذا الرسل اقتت اور جبکہ رسولون کے لئے میدان حشر مین وقت مقرر کیا جاوے تاکہ باری باری ہر ایک رسول اپنے وقت مقررہ پر اپنی اپنی امت کی کوشش کرے (اِن سب شرطون کا جواب جو لفظ اذا سے مذکور ہین محذوف ہے جو قرینہ سے سمجھا جاتا ہے وہ یہ کہ جب یہ باتین ہونگی تب وہ وعدہ پورا ہو جاویگا جو تم سے رسول حساب وکتاب آخرت کی بابت کرتے ہین اور تم اپنی غفلت یا حب دنیا اور لذات وشہوات کی کوری سے انکار کرتے ہو ✦

اِس بیان کو سنکر بھی منکرین قیامت یہ کہتے تھے کہ پھر کسدن کے لئے دیر کی گئی ہے لای یوم اجلت کہ کسدن کے لئے اِن باتون کے آنے مین دیر کی گئی ہے کیون ابھی نہین ہو جاتین؟ اسکے جواب مین فرماتا ہے لیوم الفصل کہ فیصلہ کے دن آنے کے لئے دیر کی گئی ہے جب وہ دن آئیگا تو یہ سب چیزین واقع ہون گی اور اس دن کی تاخیر کا راز ایسا نہین کہ تمہاری ناقص سمجھ مین آجاوے اِس مضمون کو اس آیت مین بیان فرمایا وما ادرٰک ما یوم الفصل کہ اے مخاطب تو اس فیصلہ کے دن کی حقیقت کیا جانے اور کیا کیا اسرار اُسکی تاخیر مین ہین؟۔ اور یون بھی اُس عالم کی تخریب اور بار دیگر بنا تمہاری سمجھ مین نہین آتی۔ مگر سمجھ مین آوے یا نہ آوے وہ دن مصیبت کا ضرور آنے والا ہے جسمین ویل یومئذ للمکذبین اس دن جھٹلانے والون کی خرابی ہے ہوسکے تو کچھ اسکا بندوبست کرو ✦

واضح ہو کہ یہ جملہ اِس سورہ مین دس جگہ ارشاد ہوا ہے اسکی وجہ چند ہین اول یہ کہ فصحاء عرب اپنی کلام مین چند جملون کے بعد ایک خاص جملہ بولتے تھے پھر چند جملون کے بعد اُسیکا اعادہ کرتے تھے اور یہ جملے گویا اُسکے اولہ متعددہ ہوتے ہین جس سے مخاطب کے دل پر بڑا اثر پیدا ہوتا ہے جیسا کہ مخمس ومسدس مین ہر بار اخیر مین وہی مصرعہ یا شعر ذکر کیا جاتا ہے دوم یہ کہ ان منکرین قیامت کو دس وجہ سے اُس روز مصیبت پیش آویگی ہر ایک وجہ کے لئے اس کلام کا اعادہ کیا گیا۔ واضح ہو کہ انسان مین مبدء فیاض نے تین قوتین رکھی ہین جنکی اصلاح سے سعادت اور فساد سے شقاوت دارین نصیب ہوتی ہے۔ اول قوت نظریہ جسپر اعتقادات وادراک صحیح کا مدار ہے کفار نے اسکو بگاڑ رکھا تھا کہنی وجہ سے اول خدا کی ذات پاک دائم اسکی

صفات میں بیہودہ خیالات پیدا کر رکھے تھے۔ پنجم ملائکہ کرام کی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ خدا کی بیٹیاں ہیں ہمارے کاروبار کے وہی
مستقل مالک ہیں۔ چہارم مر کر ملبہ ہوکر جینے اور اعمال پر حساب ہوکر حشر میں جزا و سزا کے منکر تھے ہفتم مخلوقات کو قضا و قدرت میں شریک
جانتے تھے ششم حضرات انبیاء علیہم السلام اور کتب الہامیہ کا انکار اور انکے اوامر عبادت و صلہ رحمی سے سرتابی تھے دوسری قوت شہویہ ہے
اسمیں افراط اسدرجہ تھی کہ بہائم کی حد تک پہونچ گئے تھے اور تفریط بھی تھی کہ حلال اشیاء کو حرام جانتے تھے یہ دو وجہ ہوئیں تیسری
قوت غضبیہ ہے اسمیں بھی افراط یہانتک تھی کہ ظلم و تعدی میں درندوں سے بڑھکر تھے اور تفریط بھی یہانتک تھی کہ محارم الٰہیہ
اور اسکی گستاخی میں دست درازی کرنے والے پر غصہ تو کیا جوں بھی کان پر نہیں چلتی تھی۔ یہ بھی دو وجہ ہوئیں پس یہ دس سبب
ان میں ایسے تھے کہ جنمیں سے ہرایک کی وجہ سے ویل کے مستحق تھے اسلیے قیامت میں ہرایک سبب کے بدلے ایک قسم کا عذاب
ہوگا اسلیے دس بار یہ جملہ آیا یوں کہو کہ اسطرح سے ویل ہوگا خواہ اسکو سبب ایک ہو یا متعدد ÷

واضح ہو کہ

انکے دس عذاب مذکورہ بالا میں سے بعض کا بیان ذکر ضمنی کرکے اسکا جواب دیتا ہے۔ چنانچہ قیامت کی بابت انکو سخت انکار تھا اور کہتے
تھے کہ بھلا یہ تو دیکھا اور سنا بھی گیا ہے کہ ایک حادثہ ایک مکان یا شہر یا خاندان پر آیا اور وہ برباد ہوا مگر یہ نہیں کہ تمام دنیا اور آسمان و
زمین سب ایکبار برباد ہو جاویں۔ اسکا جواب یہ ہے الم نہلک الاولین کیا ہمنے پہلوں کو ہلاک نہیں کردیا ہے؟ اپنے سے سو دو سو برس
پہلے کے لوگوں کو خیال کرو اور انکے اسباب معاش اور مکانوں کو بھی غور کرو اس تمام دنیا میں سے اب کوئی ایک بھی باقی ہے؟ ظاہر ہے کہ
کوئی بھی نہیں پھر یہ سب مخلوق فنا ہوگئی یا نہیں اور اسیطرح ہمارے بعد آنیوالے اور تم فنا ہو جاؤ گے ثم نتبعہم الآخرین انکے پیچھے لگاتے
ہیں ہم فنا ہونے میں پچھلوں کو کہ پچھلے قرن بھی یوں ہی ہلاک ہونگے کذلک نفعل بالمجرمین یہانتک کہ پچھلے قرنوں میں قرب قیامت
کے کوئی نیک بندہ باقی نہیں رہیگا جو قیامت برپا ہونے میں حاجب ہو سب بدکار اور گنہگار ہی رہجاوینگے جسطرح کہ پہلے اور بعد کے قرنوں
کو ہمنے فنا کردیا کیا گیا انکو بھی ہلاک کردینگے صور پھونکنے سے بس یہی سلسلہ قیامت کا ہے جسکا ایک سرا اب بھی موجود ہے اور پہلے سے
چلا آتا ہے پھر اسمیں شک و شبہ کی کیا بات ہے؟

ان آیات میں اسطرف بھی اشارہ ہے کہ اے کفار قریش تم اپنے زور و زر پر غرور کرکے کیوں حکم آسمانی کا مقابلہ کرتے ہو کیا تمنے نہیں سنا کہ ہمنے پہلے
لوگونکو ہلاک کردیا جو تم سے بھی زیادہ قوت و شوکت میں تھے عاد کا حال تمکو معلوم ہے اور انکے بعد ہمنے پچھلونکو ہلاک کیا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ
قوم ثمود کو ہلاک کیا اور قریات لوط علیہ السلام کو الٹ دیا ہماری عادت ہے کہ ہم مجرموں کیساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں پھر تم کیا چیز ہو جو اس سرکشی و عناد
میں ہمارے سامنے ٹھیرو گے؟ اسمیں ان کفار قریش کو اور ان جیسے بدکار لوگونکو رب العالمین کی طرف سے ایک اعلان ہلاکت ہے جس سے ہر عاقل کو
ڈرنا چاہیے۔ کوئی بدکار قوم دنیا میں ہلاکت کی سزا سے نہیں بچی ہے اور اب بھی اسکا قانون برابر جاری ہے۔

اس دن سے پہلے ہر عاقل کو درست ہوجانا چاہیے کسلیے کہ اگر وہ روز آگیا تو پھر ویل یومئذ للمکذبین اس روز اسدن کے جھٹلانے اور
اس سے غافل رہنے والوں کی خرابی ہے۔ وہ کیا؟ عذاب الٰہی جسمیں نئی قسم کا دکھ ہوگا +

أَلَمْ نَخْلُقكُّم مِّن مَّآءٍ مَّهِينٍ ۝ فَجَعَلْنَٰهُ فِى قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۝ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ ٱلْقَٰدِرُونَ ۝ وَيْلٌ

کیا ہمنے تمکو ایک بے قدر پانی کی بوند سے نہین بنایا۔ پھر اُسکو ٹھیرنے کی جگہ مین رکھا۔ ایک اندازہ معلوم تک۔ پھر ہم قادر ہوئے پھر ہم اچھے قادر ہین۔ خرابی ہے

يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ أَلَمْ نَجْعَلِ ٱلْأَرْضَ كِفَاتًا ۝ أَحْيَآءً وَأَمْوَٰتًا ۝ وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَٰسِىَ شَٰمِخَٰتٍ وَ

اُسدن جھٹلانے والون کی۔ کیا ہمنے زمین کو سمیٹنے والی نہین بنایا۔ زندون اور مُردون کے لئے۔ اور اُسمین بلند پہاڑ بنائے اور

أَسْقَيْنَٰكُم مَّآءً فُرَاتًا ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝

تمکو میٹھا پانی پلایا۔ خرابی ہے اُسدن جھٹلانے والون کی۔

ترکیب

الی قدر مجاز متعلق بجعلنا بمعنی اثبتنا، فقدرنا قرء نافع وعبداللہ بن عامر بالتشدید والباقون بالتخفیف علی الاول من التقدیر (اندازہ کردن) وعلی الثانی من القدرۃ کفاتا قیل ہو جمع کافت کالصائم والصیام وقیل مصدر مثل کتاب وحساب تقدیرہ ذات کفت ای جمع۔ ومعنی الکفت فی اللغۃ الضم والجمع یقال کفت الشئی ای ضممتہ ویقال جراب کفیت وکفت اذا کان لا یضیع شیئا مما یجعل فیہ وقال صاحب الکشاف ہو اسم لما یکفت کقولہم الضمام والجماع لما یضم ویجمع۔ احیاء وامواتا منصوبان اما علی انہما مفعول کفاتا لےالم نجعل الارض کفات احیاء واموات فاذا نون نصب بعدہ واما علی انہما المفعول الثانی لجعلنا ای جعلنا بعض الارض احیاء بالنبات وکفاتا علی حال واما علی انہما حالان من الارض او من الضمیر تقدیرہ تکفتکم احیاء وامواتا شامخات الرواسی الثوابت والشامخات الطوال وکل عال فہو شامخ۔

تفسیر

منکرین حشر ونشر کا زیادہ انکار انسان کی آخری حالت پر مبنی تھا کہ اخیر وہ مرکر ریزہ ریزہ ہوجاتا ہے اسکے اجزاء بدن منتشر ہوجاتے ہین پھر انکا باہم جمع کرنا اور بدستور اول اس قالب مین سیکڑون ہزارون برسون کے بعد جان ڈالنا اور اُسکی زندگی چند روزہ کے حالات افعال واقوال یاد کرنا جیسا کہ انبیاء علیہم السلام خصوصاً قرآن کہتا ہے سمجھ مین نہین آتا۔ انکی قوت نظریہ کے فساد کو جسکا منشا غلط فہمی تھی انسان کی ابتدائی حالت سے ثابت فرماتا ہے اور اس ابتدائی حالت پر انکو یقین تھا اور ہونا بھی چاہئے اور سبکو یقین ہے فقال الم نخلقکم من ماء مہین کہ کیا ہمنے تمکو اے بنی آدم ذلیل و بے قدر بدبودار پانی سے نہین بنایا یعنی منی سے؟ اسکو سب مانتے ہین اور مسلم الثبوت بات ہے کہ انسان کی آفرینش منی سے ہے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ منی کن کن غذاؤن سے بنی ہے اور کسطرح سے اُس حکیم مطلق نے انسان کے تمام عضوون او متعدد استحالون کے بعد یہ قطرہ بناکر اُسکے محل مین تیار رکھا ہے۔ پھر دوسری بات قابل عبرت یہ ہے کہ اس قطرہ مین تمام وہ قوتین ودیعت رکھی گئی ہین جو اُس سے بننے والے شخص مین ہونگی اور تمام اجزاء انسانیہ کا بھی مادہ اسی ایک چیز بسادی الحقیقت والصورۃ مین رکھا ہوا ہے کوئی حکیم ودانشمند تمیز نہین کرسکتا کہ اس قطرہ کے کونسے حصے سے سر بنے گا کس سے دل کس سے جگر۔

تیسری بات حیرتناک یہ ہے فجعلناہ فی قرار مکین کہ ہمنے اپنی قدرت کاملہ سے اس نطفہ کو ہوا خارجی اور مفسدات داخلی سے بچاکر مرد کے آلۂ تناسل کے محفوظ نل سے اُسکے ٹھیرنے کی جگہ عورت کے رحم یا بچہ دان مین پہونچایا اور وہان کس حکمت بالغہ سے رکھا کہ جس سے بڑے بڑے حکیم حیرت مین ہین۔ رحم کی تشریح اور اُسکے انثیین کی حالت اور اُسکے نلیون کی کیفیت اور اُن مین نطفہ کا جاکر نئی نئی صورتین پیدا کرنا اور پھر اُسمین اعضاء اور دیگر چیزون کا نمود ہونا اور اُن مین قوئی کا رکھا جانا جو کتب طب قدیم و جدید مین مذکور ہے اسکے دیکھنے سے حیرت ہوتی ہے۔ چوتھی بات حیرتناک

یہ سب الی قدر معلوم اسکو اس رحم مین ایک وقت معین تک رکھا جس سے مراد مدت حمل ہے جو کمتر چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو برس
اور بعض کے نزدیک چار برس اور کثیر الوقوع نو مہینے ہین۔ چونکہ یہ مدت مختلف ہے اسلئے ایک عام و شامل لفظ مین بیان فرما دیا ایک خاص
مدت کا نام نہین لیا۔ پھر اس مدت مین ہمنے اسکے اعضا بنائے اور اسکی تکمیل کے تمام اسباب جمع کئے اور ان سب باتون کے کرنے پر
ہم قادر ہین سو فقدرنا فنعم القادرون پھر دیکھو ہم کیسے قادر ہین۔ جب وہ کامل ہو چکا تو اپنی قدرت کاملہ کے زور سے اسکو کشان کشان اس
تنگ و تاریک مکان سے باہر لائے۔ پھر جب یہ ثابت ہوا کہ ہم بڑے قادر ہین اور ہماری بے انتہا قدرت کا تم نمونہ دیکھ چکے تو کیا اسکے اجزاء متفرقہ
کو جمع کر کے بار دیگر اسمین روح پھونکنے پر قادر نہین؟ ضرور قادر ہین اے کوتاہ بینو ابتدائی حالت پر انتہائی کا قیاس کیون نہین کرتے؟
پھر کسلئے حشر کا انکار کرتے ہو بلکہ یہ بھی انسانی تکمیل کا تتمہ ہے کہ جسطرح اسکو اس تنگ و تاریک مکان سے باہر لائے اور وسیع جگہ مین رکھا اسیطرح
یہ جہان اس دوسرے جہان کی نسبت ایسا ہی تنگ و تاریک ہے جیسا کہ ماں کا پیٹ دنیا کی نسبت جسطرح حمل کی حالت کا تصور حمل مین نہین
معلوم ہوتا بلکہ باہر آنیکے بعد اسیطرح تم اس دنیا کے پیٹ مین حمل کی حالت مین ہو یہان انکا تصور بھی یہان نہین معلوم ہوتا بلکہ اس حمل سے باہر ہو چکنے
بعد معلوم ہوگا یعنی دوسرے جہان مین صرف اتنا فرق ہے کہ حمل مادری مین تمکو اپنی تکمیل کی قدرت نہ تھی اس حمل دنیاوی مین تمکو قدرت دی ہے پھر
جسمین اعمال و اقوال بد و عقائد فاسدہ کے قصور رہ گئے اس جہان مین ویل یومئذ للمکذبین اس فیصلہ کے دن ان قصورونکی خرابی ہوگی جو ان تکو جھٹلاتے ہین

ف بعض علما نے لفظ قدرنا کو تشدید سے پڑھا ہے جسکے معنی یہ ہین کہ حالت حمل مین ہمنے اندازہ کیا یعنی اسکے اعضاء ظاہریہ اور قوی باطنیہ کو
ایک خاص اندازہ پر بنایا نہ دنیا کے کاریگرون کی طرح کہ کچھ سمجھا اندازہ سے بچ رہا ہو یا اس مصنوع مین کوئی کمی رکھی ہو۔ اور یہ بھی معنی ہین کہ رحم مین ٹھیرنے
اور تکمیل کر کے باہر آنیکا زمانہ جو ہمنے اندازہ کر لیا تھا اسمین وہ تکمیل ہوگئی جیسی شکل جیسا قد بنانا تھا بنادیا اور پردہ سے باہر لے آئے

یہ تو حمل مادری مین اسکی قدرت کا نمونہ تھا جو خاص انسان ہی کی آفرینش سے متعلق تھا جسمین غور کرنا اپنی ہی ذات سے خدا کا پہچاننا ہے جیسا کہ
صوفیا کہتے ہین من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کہ جسنے اپنے آپکو پہچان لیا کہ مین کیا تھا اور کیونکر بنا اسنے اپنے رب کو بھی پہچان لیا کیسلئے کہ مصنوع سے صانع کا
علم لازمی بات ہے اور ان دلائل کو دلائل انفس کہتے ہین۔ اسکے بعد حمل دنیاوی مین جو کچھ انسان اسکی قدرت کے نمونے دیکھتا ہے اور نہ صرف وہ اسکی قدرت
بے انتہا کے نمونے ہین بلکہ اسنے حمل دنیاوی مین انسان کی پرورش بھی ہوتی ہے اور اسکے لئے رحمت ہین انکو ذکر کرتا ہے اور ان دلائل کو دلائل آفاق کہتے ہین
فقال الم نجعل الارض کفاتا احیاء و امواتا کہ کیا ہمنے زمین کو تمہارے لئے سمیٹنے والی اور جگہ دینے والی نہین بنایا؟ زندون کے لئے بھی اور مردون کے لئے بھی
یعنی زمین مین وہ صلاحیت رکھی کہ جس سے تمہاری معاش اور بود و باش کا زندگی مین کام چلتا ہے اور مرنے کے بعد اسمین دفن ہوتے ہو یا یون کہو زمین
تمہارے اسباب معاش اور بود و باش کے لئے ہمنے بنادی سرسبزی کی حالت مین بھی اسکی خشکی کی حالت مین بھی۔ زمین سرسبز کو زندہ سے اور خشک کو مردہ
سے تعبیر کیا کرتے ہین قرآن مین احیاء الارض بعد موتہا وجعلنا فیہا رواسی شامخات اور اس مین مین ٹھیرنے والے بلند پہاڑ بنائے جنکے منافع [illegible]
و اسقیناکم ماء فراتا اور پہاڑون سے شیرین پانی کے چشمے پھوٹ کر نکلتے ہین اور ندیان بنکر بہتے ہین جنکا پانی پیکر انسان زندگی بسر کرتا ہے اور یون بھی بارش
اور ابرون کے ذریعہ سے شیرین پانی پلاتا ہے۔ اب انہین سے ہر ایک چیز کی قدرتی بناوٹ اور انکے منافع مین غور کرنے سے صاف معلوم ہو جاویگا کہ یہ
اس قادر حکیم کا کام ہے جو بار دیگر دنیا کو فنا کر کے قائم کر سکتا ہے پھر ان ناشکرون کے لئے ویل یومئذ للمکذبین خرابی ہے وہ اسکی قدرت و رحمت کو جھٹلاتے ہین

انطلقوا الی ما کنتم به تکذبون ۝ انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب ۝ لا ظلیل ولا یغنی من اللهب ۝

(کما جاویگا) چلو اُدھر جسکو تم جھٹلایا کرتے تھے ۔ چلو اُس سایہ کی طرف جسکی تین شاخین ہین ۔ جو نہ سرد سایہ ہے اور نہ لپٹ سے بچاتا ہے

انها ترمی بشرر کالقصر ۝ کانه جمالت صفر ۝ ویل یومئذ للمکذبین ۝ هذا یوم لا ینطقون ۝ ولا یؤذن

وہ آگ بڑے بڑے انگارے پھینکے گی ۔ جیساکہ زرد اونٹ ۔ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والون کی ۔ یہ وہ دن ہے کہ جسمین بات نکر سکین گے ۔ اور نہ اجازت

لهم فیعتذرون ۝ ویل یومئذ للمکذبین ۝ هذا یوم الفصل جمعنکم والاولین ۝ فان کان لکم کید فکیدون ۝ ع

ہوگی انکو کہ عذر کرین ۔ خرابی ہے اُسدن جھٹلانے والون کی ۔ یہ ہے فیصلہ کا دن کہ جسمین تمکو اور پہلون کو اکٹھا کرلیا ۔ پھر اگر تمہارا کوئی داؤن ہے تو مجھ پر چلاؤ

ویل یومئذ للمکذبین ۝

خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والون کی

ترکیب

ذی ثلث شعب نعت لظل وکذا لا ظلیل نعت له بشرر ـ قرا الجمهور بفتح الشین وقرا ابن عباس وابن مقسم شرار بکسر الشین مع الف بین الرائین قال الواحدی شررة و شرر و شرارة وهو ما تطایر من النار متبددا فی کل جهة واصله من شررت الثوب اذا اظهرته وبسطته للشمس والشرار ینبسط متبددا کالقصر فیه قولان الاول ان المراد منه البناء المسمی بالقصر والثانی انها جمع قصرة ساکنة الصاد کتمرة وتمر وجمرة وجمر قال المبرد یقال للواحد من الحطب الجزل الغلیظ قصرة والجمع قصر عن ابن عباس قال هو خشب کنا ندخره للشتاء نقطعه وکنا نسمیه القصر وهذا قول سعید بن جبیر ومقاتل والضحاک ـ قرا الجمهور باسکان الصاد وقری بفتحها وهو جمع قصرة وهی اصل النخلة والشجرة جمالات قرء حمزة والکسائی وحفص جمالة جمع جمل وقرا الجمهور جمالات بکسر الجیم وهی جمع جمال وهی الابل او جمع جمالة وقرا ابن عباس جمالات بضم الجیم وهو قراءة یعقوب ولعل وجهه منها انها من الشیء المجمل یقال اجملت الحساب وجاء القوم جملة ای مجتمعین والمعنی ان الشررة ترتفع کانها شیء مجموع غلیظ اصفر وهذا قول الفراء هذا مبتدء یوم لا ینطقون خبره وقری بفتح المیم وهو منصوب علی الظرفیة ولا یؤذن لهم معطوف علی الخبر فیعتذرون فی رفعه وجهان احدهما انه نفی کالذی قبله والثانی انه مستانف وقیل اصله فیعتذروا ولکن زیدت النون لتوافق رؤس الآیات فان کان لکم شرط فکیدون بحذف الیاء فی الجملة جواب +

تفسیر

دلائل انفس و آفاق سے قیامت کا برپا ہونا ثابت کرکے اسکے بعد قیامت مین جو کچھ منکرین کی حالت ہوگی جسکو کئی بار بلفظ ویل تعبیر کیا تھا اُسکو بیان فرماتا ہے فقال انطلقوا الی ما کنتم به تکذبون کہ منکرین کو قبرون سے اُٹھانے کے بعد جبکہ آفتاب کی تپش گرمی سے دماغ اُبلتے ہون گے اور ایمانداروں کے لیے عرش کا سایہ ہوگا اور انکے لیے نہ ہوگا اور یہ حیرت و شدت مین ہون گے فرشتے یون کہین گے چلو اُس چیز کی طرف جسکو تم دنیا مین جھٹلایا کرتے تھے وہ کیا؟ حساب اور اعمال بد پر عذاب ۔ تو اب چلو اسکو دیکھ لو یہ سنکر نہایت گریہ وزاری سے کہین گے کہ سر دست ہمکو سایہ ملے کہ کچھ تو اس بلا سے نجات پاوین فرشتے کہین گے انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب چلو اس سایہ کی طرف جسکی تین شاخین نمودار ہین وہ دور سے سایہ معلوم ہوگا وہان آوین گے تو کچھ

اور بن پاؤ بن گئے وہ کیا؟ لاظلیل ولا یغنی من اللہب۔ نہ دراصل وہ سایہ ہے کہ جسمین ٹھنڈک ہو اور نہ بیرونی تپش اور لو کے دفع کرنے مین کارآمد ہے۔ پھر وہ کیا ہے؟ جہنم کا دھوان ہے اور جب دھوان گرم اور بہت ہوتا ہے اور اسکا بقہ اُٹھتا ہے تو اوپر سے اُسکی کئی شاخین ہو جایا کرتی ہین کچھ ادھر کچھ اُدھر۔ اسی سایہ کو سورۂ واقعہ مین یون بیان فرمایا ہے وظل من یحموم لا بارد ولا کریم کہ وہ سیاہ دھوین کے سایہ مین ہونگے جو نہ ٹھنڈا ہے نہ انہین کوئی آرام ہے ◆

علما فرماتے ہین اس دھوین کی ایک شاخ اُنکے داہنے ایک بائین ایک سر پر محیط ہوگی یعنی ہر طرف سے گھیر لیگا۔ اور سِر اسکا عرفا نے یون ارشاد کیا ہے کہ عالم مثالی مین اُنکے اعمال فاسدہ وعقائد باطلہ جسکی تاریکی مین ہر طرف سے گھرے ہوئے تھے دھوین کی صورت مین ظاہر ہون گے۔ انسان کے اندر تین لطیفے غیبی ہین انکی اصلاح جماعت ملائکہ مین ملادیتی ہے اور فساد سے شیاطین کے زمرہ مین مل جاتا ہے دل جو بائین طرف ہے منجملہ اسکے فساد کے ایک یہ ہے کہ قوت غضبیہ حد سے بڑھ جاوے اور ظلم وتعدی پر کمر باندھ لے اسلئے ایک دھوان اس جانب سے نکلکر محیط ہوگا دوئم جگر جو داہنی جانب ہے اُسکے فساد مین سے ایک یہ ہے کہ قوت شہوانیہ بڑھجاوے اور فسق وفجور مین ڈوب جاوے اسلئے ایک دھوان اس طرف سے نکلکر محیط ہوگا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ تمام قوائے شہوانیہ کا خزانہ اور جڑ جگر ہے کسلئے کہ خون یہین بنتا ہے اور اس سے تمام جگہ پھیلتا ہے اور انسان کی قوت اکل وشرب جماع کا دارومدار اسی خون پر ہے بدن مین خون ہے تو سب کچھ سوجھتی ہے۔ سوئم دماغ جو قوت ادراکیہ کا چشمہ ہے اگر یہ خراب ہوگیا اور اوہام باطلہ وعقائد فاسدہ مین مبتلا ہوا تو تیسری شاخ دھوین کی یہین سے نکلکر محیط ہوگی۔ یا یون کہو کہ حس وخیال ووہم ہی روح کو انوار قدس سے منور ہونے مین مانع ہین اور ہر ایک کی ان تینون مین سے ایک ایک ظلمت ہے اسلئے ہر ایک ظلمت دھوین کی صورت مین ظاہر ہوگی۔ صوفیہ کرام کے نزدیک قوت غضبیہ وشہویہ دونو کا منشا اول ہے مگر غضب اسکی داہنی جانب سے اور شہوت بائین سے تعلق رکھتی ہے اسلئے کہتے ہین کہ قوت غضبیہ کا دھوان داہنی جانب سے اور شہوانیہ کا بائین سے احاطہ کریگا۔

یہ دھوان حساب سے فارغ ہونے تک محیط رہیگا اسکے بعد جہنم مین ڈالدیے جائینگے اور جہنم کے کنارے پر کھڑے کرکے اُنسے حساب لیا جاویگا۔ بعض کہتے ہین یہ کیفیت جہنم مین پیش آویگی۔ اسکے بعد جہنم کی کیفیت بیان فرماتا ہے جہان سے یہ دھوان اُٹھتا ہوگا فقال انہا ترمی بشرر کالقصر کہ جہنم سے محل جیسی چنگاریان اڑین گی۔ قصر کے معنی مین علماء مفسرین کے دو قول ہین اول تو یہی کہ قصر سے مراد محل ہے یعنی بڑا مکان جسکی جمع قصور ہے دوئم یہ کہ یہ قصرۃ کی جمع ہے اور قصرہ لکڑیون کے انبار کو کہتے ہین جو جلانے اور تاپنے کے لئے رکھی جاتی ہین۔ ابن عباسؓ سے اسکے جو کسی نے معنی پوچھے تو انہون نے بھی یہی معنی بتائے کہ ہم تین ہاتھ یا اس سے کم یا زیادہ لکڑیون کو جمع کرتے اور اُسکو قصر کہا کرتے تھے (رواہ البخاری) اسکے مطابق یہ معنی ہونگے کہ اسقدر بڑی چنگاریان باہر پھینکیگی جیسا کہ لکڑیونکا ایک ڈھیر ہوتا ہے۔ مجاہد کہتے ہین کہ قصر درخت کے تنہ کو کہتے ہین اور سعید بن جبیر وضحاک کہتے ہین بڑے درخت کے تنہ کو قصر کہتے ہین ایسی ایسی چنگاریان اڑینگی جیسے کہ بڑے درخت کا تنہ کہ جسپر وہ قائم ہوتا ہے کانہ جمالۃ صفر وہ شرار یعنی چنگاریان گویا زرد اونٹ ہین کہ قطار مین ایک کے بعد دوسرا چلا آتا ہے۔ چنگاریون کو زرد اونٹون سے کئی باتون مین تشبیہ دی بڑائی مین رنگت مین پے درپے جلد جلد ایک کے بعد دوسرے کے آنے مین۔ چنگاریان جو جہنم سے اُڑینگی آگ ہونگی اور آگ

روشن زرد ہوتی ہے اور ایک کے بعد دوسری آویگی لگاتار جیسا کہ قطار مین ایک اونٹ کے بعد دوسرا متصلاً آتا ہے اور جسے بھی ایسے ہی ہونگے جیسا کہ اونٹ اور یہ بھی ہے کہ اسقدر جسامت کی چنگاریان گول نہین ہوتین بلکہ لمبی اور آگے سے پتلی اس حالت مین اُس کی نوک کو اونٹ کی گردن سے اور باقی کو جسم سے پوری تشبیہ ہے - بخاری مین ابن عباس کا قول منقول ہے کہ جمالات سے مراد جبال السفن کشتی کے رستے ہین جمع حتی تکون کاوساط الرحال جو باہم ملائے جانے سے اونٹ کی درمیانی کاٹھی کے برابر ہو جاوین - اور بھی اس کے معنی علمار نے بیان کئے ہین اول تقدیر پر جمالۃ جمل کی جمع ہے جسکے معنی مین اونٹ اور ت تاکید کے لئے زیادہ کرکے جملہ بھی کہتے ہین -

چنگاریون کو اونٹون کے ساتھ تشبیہ دیتے ہین اور یہی لطیفہ ہے کہ وہ کفار مکہ کو دنیا مین بڑی حسرت دنیا اور اُسکے تجملات کی تھی اور آرزو کرتے تھے کہ سفر مین بھی ہمارے خیمے اور سامان عیش اونٹون پر لدکر ساتھ چلا کرین اُنکی یہ حسرت اُس روز ان چنگاریون کی شکل مین ظاہر ہوگی جو زرد اونٹون کی قطار سے مشابہ ہونگی - اور زرد اونٹ عرب کے نزدیک بڑا مرغوب ہے گویا یہ دکھایا جاویگا کہ لو تمہارے سایہ کرنے کے سامان لیکر یہ زرد اونٹ جہنم سے قطار باندھے نکل رہے ہین لو اس دھوین مین تمہارے لئے سفری اور حضری دونون قسم کا سایہ ہے پھر جب انکو اونٹون کی قطار کا دھیان آویگا تو کیسی حسرت ہوگی اور روح کو دوگنا عذاب ہوگا نعوذ باللہ منہا - اسلئے فرماتا ہے ویل یومئذ للمکذبین کہ اُس روز جھٹلانے والون کی خرابی ہے کہ ایک تو سایہ کی جگہ جہنم کے گرم دھوین کا سایہ جسمین جی بھی گھٹے اور ٹھنڈک بھی نہ ہو دوسرے یہ کہ چنگاریون کی بوچھاڑ کہ جن سے مفر نہین اُڑ اُڑ کر اوپر گر رہی ہین - تیسرے اُن چنگاریون کی قطار سے زرد اونٹون کی قطار کا دھیان آنا یہ کیا کم خرابی ہے نعوذ باللہ منہا +

ایسی مصیبت جان گداز کے وقت خلاصی کی یہ بھی ایک تدبیر ہے کہ چرب زبانی سے انکار کرے یا عذر و معذرت کرے سو یہ دونو باتین بھی وہان اُنکو میسر نہ آئین گی کیسلئے کہ ہذا یوم لا ینطقون یہ وہ دن ہوگا کہ جسمین اسوقت بات نہ کرسکین گے حیرت و دہشت مین ہجواسی ہوگی چرب زبانی اور انکار بھی مونہہ سے نہ نکلیگا سُن ہو جاوینگے ولا یؤذن لہم فیعتذرون اور نہ اُنکو عذر و معذرت کی بھی اجازت ہوگی - یہ ایک اور خرابی ہوگی اسلئے فرماتا ہے ویل یومئذ للمکذبین کہ اُس دن جھٹلانے والون کی یہ ایک اور خرابی ہوگی - قرآن مجید مین اس موقع پر کافرون کا ساکت رہنا اور عذر آوری کی اجازت نہ ملنا مذکور ہے - مگر دوسری آیات مین اسکے خلاف آیا ہے کہ کفار کہین گے واللہ ربنا ما کنا مشرکین کہ بخدا ہم مشرک نہ تھے اور ایک جگہ یون آیا ہے ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون تم قیامت مین اپنے رب کے پاس جھگڑوگے اور بہت آیات ہین جنمین کفار کا کلام کرنا بروز قیامت ثابت ہے اسکا جواب ابن عباس نے یون دیا ہے کہ قیامت کا دن ایک بڑا دن ہزارون برس کے برابر ہوگا کلام نہ کرنا کسی خاص وقت اور خاص جگہ مین ہوگا اور کرنا کسی دوسرے وقت اور دوسری جگہ مین اسلئے کچھ منافات نہین - حسن بصری رح کہتے ہین کہ کلام کرنے

زرد اونٹون سے چنگاریون کی تشبیہ کا لطیفہ

اعتذار

ہیبت

مراد اور عذر کرنے سے مراد معقول کلام اور معقول عذر کرنا ہے سو وہ میسر نہ ہوگا رہی بکواس سو وہ وہ اصل کلام اور عذر نہین
اسلئے منافات نہین اب ایک مصیبت ہے کہ ذا یوم الفصل یہ دن فیصلہ کا ہے اور فیصلہ کے وقت مجرم کو مہلت نہین دی جاتی کہ چند
مت کو یہ بلا ٹل جاتی ۔ دوم فصل کے معنی فرق کے بھی ہین کہ نیک و بد دن مین جدائی کر دی جائیگی وہ اُنسے جدا یہ
اُنسے جدا اب یہ بھی توقع جاتی رہی کہ ان بزرگوارون سے شفاعت کرائین اور انکی عرض معروض پر رستگاری ہو جاوے
تیسری مصیبت جمعناکم والاولین کہ ہمنے تمہین اور پہلون سب کو جمع کر لیا اب یہ روسیاہی اور ذلت تمام خلائق اولین
وآخرین کے سامنے ہوگی ۔ اور نیز معاصرون سے قرابت ومحبت کے رشتے منقطع ہونگے اسیطرح اگلے بھی جنسے رشتہ
قرابت وعقیدت تھا جدا ہو جاوینگے ۔ اب یہ بھی امید نہین کہ حضرت آدم وحضرت نوح وحضرت ابراہیم وحضرت موسیٰ
علیہم السلام کچھ عرض کرینگے کیلئے کہ انہین اور اُنہین بھی جدائی ہو جاویگی ۔ مصیبت کے وقت ایک یہ بھی ارمان ہوا کرتا ہے
کہ گزشتہ ناموروں کو جنکی جناب مین عقیدت ہوتی ہے یاد کیا کرتے ہین اور کہتے ہین اگر وہ ہوتے تو مشکلکشائی ہوجاتی
ہم فلان بزرگ کو پوجتے تھے اگر وہ ہوتے تو یون کرتے اور اسلئے اب بھی بوقت مصیبت ہر قوم کے مشرک اپنے اپنے
معتقد علیہم کو پکارتے ہین ۔ ہنود کہتے ہین یا ہنومان مدد بھیرون کی دہائی ۔ علیٰ ہذا القیاس یہودی اور پارسی اور نصاریٰ
حضور مزارون مین کہتے کہ کبھی پکارا کرتے تھے اور عرب کا تو تمام ہندو تھا سینکڑون معبود تھے بوقت مصیبت اُنہین کو پکارتے تھے
اور جہلا اہل اسلام بھی بزرگان دین کو ہی پکارا کرتے ہین صبح وشام اُٹھتے بیٹھتے یہی ورد رہتا ہے اللہ جل شانہ سے جانے
کیا بدگمانی ہے اسکی دہائی اور اُس متبرک نام کو کم پکارتے ہین ۔ فرماتا ہے اُس روز وہ بھی سب جمع ہونگے فان کان لکم کید
فکیدون اگر انکی مدد سے کچھ داؤن کرسکتے ہو یعنی ہمارے عذاب کو ٹال سکتے ہو تو ٹالو اور مجھ سے داؤن کرو اور کوئی حیلہ باقی نہ چھوڑو
مگر کیا کر سکینگے وتقطعت بہم الاسباب انکے سب وسائل منقطع ہو جاوینگے پھر اُسوقت ویل یومئذ للمکذبین جھٹلانے والونکی خرابی کہ
اس خرابی سے کیا بڑھکر ہوگی کہ کوئی تدبیر کارگر نہین ہو سکتی تمام امیدین منقطع ہو گئین دنیا مین عمر بھر جنکو پکارتے اور انکی پرستش
کرتے تھے آج انکی طرف مونہہ بھی نہین کرتے اور انکی بات بھی نہین سنتے پھر کبھی حسرت ہے اور کبھی غصہ ہے کہ ناحق حق جل علا کو چھوڑکر
ہمنے انکی پرستش کی آج تو سوائے اُسکے اور کسی کی بھی سلطنت اور حکومت نہین دکھائی دیتی اور اُس سے دنیا مین کچھ بھی واسطہ نہ رکھا
نہ اُسکو کامل قاضی الحاجات سمجھا نہ قادر مطلق جانا ۔ اسکی طرف سے غافل رہنے کی جو کچھ حسرت ہوگی وہ بھی ایک روحانی عذاب ہوگا
جسکو لفظ ویل حاوی ہے +

ف بعض علما کہتے ہین کہ یہ آیت فان کان لکم کید فکیدون ممکن ہے کہ دنیا مین رسول کیطرف سے ہو کفار کے لئے کہ یہ بات ہو چکی
ہے اب مین نے تمکو مطلع کردیا اگر تم ناخوش ہو تو جو تمسے میرے لئے کر و فریب ہو سکے کر لو مگر پہلے معنی چسپان زیادہ ہین کسلئے کہ قیامت
مین جب حقوق العباد کی بابت کفار سے مطالبہ ہوگا تو اُنسے کہا جاویگا جو کچھ دنیا مین تم حیلہ بازی مکر سے حق تلفی کیا کرتے تھے تو
اب کرلو ۔ یہان کوئی حیلہ بازی نہ چلیگی +

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍۙ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًۢا بِمَا كُنْتُمْ

بیشک پرہیزگار ٹھنڈی چھاؤن اور چشمون مین اور دلپسند میوون مین رہینگے - (کہا جاویگا) کھاؤ اور پیو مزے سے اپنے اعمال

تَعْمَلُوْنَ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا

کے سبب　ہم اسیطرح سے نیکون کو بدلا دیا کرتے ہین - خرابی ہے اُسدن جھٹلانے والون کی - (اے کفار) کھاؤ اور برت لو

قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ

تھوڑے دنون آخر تو تم مجرم ہو　خرابی ہے اُسدن جھٹلانے والون کی +

ترکیب

ان اسمہا المتقین فی ظلال خبرہا وعیون وکذا فواکہ عطف علی الخبر ومما یشتہون من بیانیۃ ما موصولۃ یشتہون صلتہ والعائد محذوف اے یشتہونہ والجملۃ مجرور بمن وہے متعلقۃ بمحذوف نعت لفواکہۃ - کلوا واشربوا فی محل الحال من ضمیر المتقین فی الخبر بتقدیر القول اے مقولا لہم کلوا واشربوا - ہنیئا منصوب علی انہ صفۃ مصدر محذوف اے اکلا ہنیئا وشربا ہنیئا (ہنی گوارا شدن طعام وشراب - یقال ہنئ الطعام اے تہنات بہ ومنہ قولہ تعالیٰ فکلوہ ہنیئا مریئا من باب فتح یفتح وکرم یکرم - من الصراح) بما الباء للسببیۃ کلوا وتمتعوا قلیلا اے زمانا قلیلا الجملۃ حال من المکذبین اے الویل ثابت لہم فی حال ما یقال لہم کلوا وتمتعوا انیاگا بانہم فی الدنیا کانوا احقاء بان یقال لہم ذلک وعلل ذلک بکونہم مجرمین دلالۃ علی ان کل مجرم مالہ الا الاکل والتمتع الا ایاما قلائل ثم الخلود فے العذاب ابدا - ویجوز ان یکون کلاما مستانفا خطابا للمکذبین فے الدنیا - من الکشاف -

تفسیر

اب ایک اور مصیبت کفار پر پیش آویگی وہ یہ کہ ان المتقین فی ظلال وعیون وفواکہ مما یشتہون پرہیزگار یا ایماندار اُس روز ٹھنڈی چھاؤن مین ہونگے برخلاف اسکے کفار گرم دھوین کی چھاؤن مین ہونگے اور وہ آتش دوزخ کی چنگاریون مین جلتے ہونگے مگر ایماندار اسکے بدلے چشمون مین نہاتے پانی پیتے عیش کرتے ہونگے کفار کو زقوم اور پیپ اور لہو کھانے کو ملیگا یا غسلین اور غم گرانبار ان کے لئے میوے ہونگے اور میوے بھی وہ جنکو دل چاہیگا وہی حاضر ہونگے اور کفار کو لعنت ملامت ہوگی برخلاف اُسکے ایمانداردن کو یہ کہا جاویگا کلوا واشربوا ہنیئا بما کنتم تعملون کہ خوب کھاؤ پیو مزے کرو اپنے ان نیک عملون کے بدلے جنکو تم دنیا مین کیا کرتے تھے - یہ کلمہ ایسا ہے جیسا کسی معظم ومکرم مہمان کو کہا جاتا ہے کہ کھائیے ہرچند تمہارے اعمال نیک چند روزہ تھے اور انکا بدلا اور اُجرت اسقدر نہین مگر ہم کریم ہین انا کذلک نجزی المحسنین نیکونکو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے مین ایک نیکی کے بدلے دس بلکہ اس سے بھی زیادہ اور فانی کے بدلے باقی عطا کرتے ہین - یہ کیفیت عرصات کی ہے کفار کے جہنم مین فیصلہ ہو کر جانے سے پہلے پھر جب کفار ایمانداردن کے لئے عرصات مین یہ انعام واکرام دیکھینگے اور اپنے لئے یہ خرابی اور ذلت اور عذاب دیکھینگے تو اپنے مقابلے مین اپنے دشمنون کی عزت واکرام دیکھ کر کسقدر رنج اور غم ہوگا اور نیز اس بات سے بھی کہ ہمنے ایسے کریم کی کیون نافرمانی کی ہائے

ایسے صلے دے رہا ہے یہ اور بھی رنج ہوگا کما قال ویل یومئذ للمکذبین کہ خرابی ہے اس روز جھٹلانے والون کی +
اصل آیت مین اہل سعادت کا انجام بھی بیان کردیا تاکہ بیان پورا ہو جاوے ظلال یعنی سائے فرمایا جو جمع کا لفظ ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ان
ایمانداروں کے لئے متعدد سائے ہونگے اول عرصات مین عرش رب العالمین کا سایہ ہوگا پھر پل صراط سے گذرتے وقت اعمال
صالحہ و صدقات کا پھر جب بہشت مین جاوینگے تو طوبیٰ کا سایہ ہوگا اور پربہار درختون کا اور جب اپنے منازل و مکانات سکونت مین
آوینگے تو جنت کے عمدہ محلون اور وہانکے چھپر کھٹون اور نگیرون کا سایہ ہوگا اور سب سے بڑھکر رحمت الٰہی کا سایہ ہوگا جو ایک سایہ ہزار سایون سے
بہتر ہوگا اور اسیطرح عیون بھی جمع کا لفظ ہے عین ایک چشمہ عیون جمع ہے۔ وہان چشمے اور نہرین جاری بھی انکے لئے متعدد ہونگی جو انکے
معارف اور اعمال صالحہ کا مظہر ہونگی اقسام اقسام کے اعمال و معارف تھے ویسے ہی چشمے بھی اقسام اقسام کے ہونگے کسی میں کافور کی آمیزش کسی مین
زنجبیل کی کسی مین شہد کی شیرینی کسی مین دودھ کی خاصیت۔ یہ دنیا مین انکے روزہ کی تشنگی برداشت کرنیکا اور دین مین کوشش کرنیکا
ثمرہ ہوگا اور اسیطرح فواکہ جمع کا لفظ ہے فاکہ کی جمع جسکے معنی مین میوہ سو وہان انکا ہر ایک عمل اور ہر ایک کوشش ایک ایک دلپسند میوے
کی صورت مین ظاہر ہوگی اور یہی وجہ ہے کہ بما کنتم تعملون فرمایا جاویگا کہ یہ تمہارے نیک عملونکا بدلہ ہے +
ایک اور مصیبت انپر یہ آ پڑیگی وہ یہ کہ تمسخر کے طور پر ان کفار سے کہا جاویگا کلوا و تمتعوا قلیلا انکم مجرمون کہ چند روز کھا لو پی لو
آخر تو تم مجرم ہو۔ یہ انکی دنیاوی حالت کو یاد دلا کر انپر تعریض کی جاویگی کیونکہ منکرین قیامت دنیا ہی کو سمجھتے تھے اور کہتے
تھے ابھی قیامت قیامت سنا کرتے ہین وہانکے ادھار کے لئے کیون آج نقد عیش و عشرت کو چھوڑیے کھاؤ حرام و
حلال جو ملے اور ہر طرح کا مزہ کرو شراب و زنا وغیرہ لذتون سے کون محروم رہے یہ خشک دماغ جو قیامت کے بھروسہ پر بیٹھے ہین
ناحق ان مزون سے محروم رہتے ہین قیامت کسنے دیکھی ہے۔ دن بھر روزے مین بھوکا پیاسا مرنا کس عقل کا کام ہے پھر کیا بار دگر دنیا مین
آنا ہے یہ مزے کیون چھوڑین۔ بعض شعرا نے جو انہین لوگون کی ذریت مین سے ہین ان باتون کو اشعار مین بھی نظم کیا ہے ۔
تب وہان اسنے فرشتے انہین کی اس بات کو انہین کے دنیاوی خیالات یاد دلانے کے لئے اسمین نمک مرچ ملا کر یون
کہین گے کہ کھاؤ مزے کرلو چند روز آخر تم مجرم ہو۔ بعض کہتے ہین کہ یہ کلام دنیا مین کفار کی طرف بالفعل ہے کہ اے کفار تم
جو قیامت کے منکر ہو دنیا ہی کی لذات پر دلدادہ ہو تھوڑے دنون کھا لو عیش کرلو آخر تم مجرم ہو جس دائمی اور
سزا ابدی مین گرفتار ہوگے اسلئے ویل یومئذ للمکذبین اس دن جھٹلانے والون کے لئے خرابی ہے۔ اور اس خرابی
سے بڑھکر اور کیا ہے کہ دنیا کے مزے یاد کرین گے اور حسرت آمیز آنسوون سے روئین گے کہ ہائے چند روزہ عیش و
نشاط کے سبب جو اب خواب و خیال ہوگئے ہمیشہ کا عذاب دردناک اور دکھ بھری زندگانی خریدی جہان موت
بھی نہین کہ مرکر اس بلا سے چھوٹ جائین یہ نوین قسم کی خرابی تھی جسکو عذاب کہنا چاہئے خواہ جسمانی ہو خواہ روحانی ایک
دوسری سے بڑھکر ہے اسکے بعد خدا تعالیٰ ان مصائب مین مبتلا ہونے کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ کیون وہ ایسی ایسی
مصیبتون مین گرفتار ہونگے فقال۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝ ع ۲

اور جب انکو کہا جاتا ہے کہ جھکو تو نہین جھکتے۔ خرابی ہے اسدن جھٹلانے والون کی۔ پھر کس بات پر اسکے بعد ایمان لاوینگے

ترکیب

واذا شرط لا یرکعون اے ہم لا یرکعون الجملۃ جوابہ فبای الباء تتعلق بیومنون بعدہ ظرف لیومنون والجملۃ استفہامیۃ لاستفہام للتعجب ؂

تفسیر

فقال واذا قیل لہم ارکعوا لا یرکعون یعنی وہ ایسے سرکش اور حق کی طرف سے پھرے ہوئے ہین کہ جب دنیا مین کہا جاتا ہے (رسول یا اسکے نائب کہتے ہین) خدا کی طرف جھکو اسکے احکام مانو نواہی سے بچو تو نہین جھکتے۔ مومن و کافر مین ایک یہ بھی بڑا امتیاز ہے کہ مومن مصیبت کے وقت راحت کے وقت بیماری مین تندرستی مین افلاس مین تونگری مین ہر حال مین خدا کی طرف جھکتا ہے اسکا مرکز اصلی وہی ہے جب کسی مانع نے روک بھی لیا تو جب مانع اٹھ گیا ادھر ہی چلا آیا اسکی طرف اسکو قرار آتا ہے برخلاف کافر کے۔

بعض مفسرین فرماتے ہین کہ رکوع سے مراد نماز مین جھکنا ہے جو خاص علامت فرمانبرداری کی ہے کہ ہم نے آپکے آگے سر جھکا دیا پیٹھ ٹیڑھی کر کے آپ جو چاہئے ہم پر احکام کا بوجھ دھر دیجئے ہم بجالانے کو مستعد ہین اور اسی لئے دنیا مین بادشاہون کے سامنے خم ہونا اور سلام کرنا اطاعت اور انقیاد کی علامت ہے اور یہ رکوع نماز مین اسلامیون کے شعار مین داخل ہوگیا گویا جب انکو نماز کے لئے بلایا جاتا ہے تاکہ زمرۂ اسلام مین داخل ہون تو نہین مانتے ؛

مقاتل کہتے ہین کہ یہ آیت قوم ثقیف کے معاملے مین نازل ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اظہار اسلام کیا آپنے فرمایا نماز پڑھو اور نماز تعلیم فرمائی انہون نے کہا ہم رکوع نہ کرینگے کیونکہ اسمین عار ہے کیونکہ آدمی نادسیدھا بیدا کیا گیا اور جب پیٹھ گائے بیل کی طرح ہرے تو برا معلوم ہوتا ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا لاخیر فی دین لیس فیہ رکوع ولا سجود کہ اس دین مین کچھ خیر نہین کہ جسمین نہ رکوع ہے نہ سجود ؛

بعض مفسرین کہتے ہین کہ یہ جملہ کفار سے اسوقت کہا جاویگا جبکہ تجلی الٰہی ہو کر کشف ساق ہوگا اور لوگون کو سجدہ کا حکم ہوگا پھر جو دنیا مین سجدہ نہین کرتے تھے وہان بھی نہ کر سکینگے تختے کی طرح پیٹھ اور گردن اکڑ جاوینگی رکوع و سجود مین خم نہ ہو سکینگے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کفار جب قیامت مین رکوع و سجود کرنے والون کو دیکھینگے کہ طرح طرح کے انعام واکرام انپر ایک آسان عمل سے ہو رہے ہین تو سخت رنج و افسوس ہوگا کہ ہائے ہمنے کسلیئے اس حکم کو نہ مانا ویل یومئذ للمکذبین یہ ایک اور خرابی ہوگی جو دسوین خرابی ہے ؛

پھر جب ان کفار کو دار آخرت کا حال اسطرح معلوم کرایا گیا اور یہ بتایا گیا کہ منکرون کے لئے یہ خرابیان اور ماننے والون کے لئے یہ نعمتین ہین تو پھر اگر اسکو سنکر بھی ایمان نہ لائے تو فبای حدیث بعدہ یومنون پھر کس بات پر اس بیان کے بعد ایمان لائینگے ؛ مفسرین کہتے ہین کہ بعدہ کی ضمیر بیان واضح قرآن کی طرف راجع ہے جو قرینہ حال سے سمجھا جاتا ہے ابن ابی حاتم نے ابوہریرہ رض سے نقل کیا ہے کہ جب اس آیت تک پہونچے تو اسکے بعد کہے آمنا باللہ وبما انزل ؛

تم بحمد اللہ سبحانہ المجلد السابع فی ۱۰ ر شعبان المعظم [illegible] یوم الاثنین بعد صلوٰۃ العصر فی ایام اشتار ؛

خاتمة الطبع

الٰہی تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ تیری محض عنایت و فضل سے تفسیر حقانی کی ساتوین جلد بھی اختتام کو پہونچی اور حسب ارشاد جناب مولوی حافظ محمد عبد الاحد سلمہ الصمد کے ارشاد فیض بنیاد سے کارپردازان مطبع کے اہتمام سے مطبع مجتبائی دہلی مین چھپکر تیار ہوئی —

شائقین جو ایک عرصے سے اسکی طرف آنکھین لگائے بیٹھے تھے وہ اب اسکے دیدار پر انوار سے مشرف ہو کر آنکھون مین نور دل مین سرور پیدا کرین اور آٹھوین جلد کے منتظر رہین کہ وہ فقط پارہ عم ہی کی تفسیر اور اسی پر اس تفسیر کا خاتمہ ہے

منیجر مطبع مجتبائی دہلی ۱۸ ذیحجہ ۱۳۱۳ھ

اشتہار

اے راستی کے تلاش کرنے والو اسلام کی پیشوائی سے [illegible] تاریکیوں کی [illegible] پر قدم دھرنے والو [illegible] کی اندھیریوں میں حیران و سرگردان مشعل ہدایت کے طالبو
[illegible] مشرق سے مغرب تک منور کر دیا تھا اور جس آسمانی
[illegible] مشرکوں کو [illegible] ہے نظیر قائم کر دیا تھا وہ قرآن مجید ہے جس کی برکت سے لاکھوں طالبان نجات عربی زبان نہ جاننے
اور اس کے مطالب [illegible] واقف نہ ہونے کی وجہ سے محروم تھے [illegible] اس پر شکوک و شبہات کے گرد و غبار سے جو اس زمانے میں کالی گھٹا کی طرح اٹھا چلا آتا ہے
[illegible] اپنے [illegible] اس میں ایسی تفسیر لکھی گئی جسکو آج تک چشم فلک نے بھی نہ دیکھا ہوگا - یہ نادر تفسیر زبان اردو آٹھ جلدوں میں
تمام ہوئی [illegible] جلد اول جس کو مقدمہ کہتے ہیں [illegible] کلان پر ہے اسکے اول باب میں خدا تعالیٰ کا دلائل عقلیہ سے
اور خدا کے منکرین [illegible] شکوک و شبہات کا جواب [illegible] تمام مذاہب [illegible] پھر دلائل عقلیہ سے ملائکہ اور ان کی صفات کا ثبوت اور
[illegible] جو کچھ حکما و اہل ادیان کے اقوال ہیں [illegible] اور فرقہ نیچریہ کی تاویلات باطلہ کا بڑی شدومد کے ساتھ رد پھر نبوت کی
حقیقت الہام و وحی [illegible] معجزات کا ثبوت اولیائے [illegible] اولیاء کرام میں بھی اس قوت کا ثبوت اس بارے میں مخالفین انبیا اور منکرین معجزات
[illegible] کے تمام دلائل [illegible] کا جواب باصواب پھر روح و عالم آخرت [illegible] انسان کا جانا اور اس کے اعمال پر نیک و بد ثمرہ مرتب ہونا ان سب باتوں کی کیفیت اور اس میں ادیان باطلہ
[illegible] دوسرے باب میں نزول قرآن اور اسکے جمع و ترتیب کی کیفیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیشتر عرب کے مذاہب اور ان کے رسم و رواج کا تذکرہ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقائع عمریہ اور اسپر مخالفین کے شکوک و شبہات کا جواب مع شہادات محققین فرنگ قرآن کے اعجاز پر بحث اور اس کے علوم خمسہ اور اس کے طرز تکلم
کا بیان [illegible] جو کچھ مخالفوں نے شکوک کئے ہیں سب کا رد پھر شان نزول اختلاف قراءت آئمہ قراء اور ان کے تلامذہ اور سبعہ قراءت کا بیان اور مخالفین کے شبہات
کا جواب پھر اصول تفسیر و [illegible] مفسرین اور ان کے طبقات اور دیگر بے شمار امور ضروریہ سے بحث تیسرے باب میں توریت و اناجیل اربعہ اور [illegible] پر بحث کہ وہ کس کی تصنیف
ہیں اور ان میں کیا کیا مضامین ہیں اور کب تصنیف ہوئیں اور الہامی ہیں کہ نہیں اگر الہامی ہیں تو اب تک بلا تحریف دستیاب ہوتی ہیں یا نہیں - یہ بحث بڑی طول طویل
نہایت دلچسپ [illegible] فصلوں میں ہے اور دوسری جلد جو صرف پہلے الم کی تفسیر ہے اسمیں چند آیات جو ایک مطلب خاص سے علاقہ رکھتی ہیں سر صفحہ سے نقل کی جاتی ہیں انکے نیچے
انکا ترجمہ آج کل کے محاورہ کے موافق لکھا جاتا ہے پھر ایک [illegible] ترکیب نحوی اور مفردات الفاظ سے بحث ہوتی ہے پھر ربط آیات و شان نزول بروایات صحیحہ بیان کرکے آیات
کا مطلب واضح کیا جاتا ہے پھر اگر ان آیات میں احکام ہیں تو مسائل منصوصہ کی تشریح اور ائمہ مجتہدین کے اقوال اور انکے دلائل اور صحابہ و تابعین کے اقوال و آثار اگر وہ ان قصص ہیں تو ان کی تاریخ
کتب مخالفین سے چنانچہ بنی اسرائیل کی تمام تاریخ اور انکے مقامات کا جغرافیہ نقشہ بھی دیا گیا ہے اور پھر آیات کے متعلق نکات محققانہ اور رموز صوفیانہ بھی ہیں اسی طرح دیگر مقامات کا بھی
جغرافیہ و نقشہ ہے کوئی [illegible] سے نہیں لکھا گیا ہے نہ بے تحقیق مفسرین کے اقوال پر اعتبار کیا گیا ہے احادیث ہیں تو مع سند اقوال سلف صالحین ہیں تو مع حوالہ [illegible]
[illegible] تیسری جلد میں سیقول پارہ کی تفسیر ہے چوتھی جلد میں [illegible] کی تفسیر ہے پانچویں میں سورہ حجر سے لیکر سورہ نحل کے آخر تک سوا چھ پارے کی
تفسیر ہے [illegible] ہر مقام مناسب پر نقشے دیئے گئے ہیں اور ایک مطول تاریخ بیت المقدس لکھی گئی ہے یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے دریائے ذخار کا ایک قطرہ ہے - الغرض زمانہ حال کے
[illegible] شکوک [illegible] قرآن شریف و اسلام پر کئے گئے ہیں ان سب کا جواب شافی دیا گیا ہے پھر بیان کی سلاست اور زبان کی لطافت دیکھنے سے تعلق [illegible]
[illegible] سورہ [illegible] سے لیکر سورہ [illegible] کے آخر تک سات پاروں کی تفسیر ہے اور ساتویں جلد میں سورہ قمر سے لیکر سورہ مرسلات تک تقریباً پونے تین پاروں کی تفسیر ہے
اول جلد کی قیمت [illegible] جلد کی قیمت [illegible] یہ جلدیں **مطبع مجتبائی دہلی** سے مل سکتی ہیں المشتہر **محمد عبدالاحد** مالک مطبع